



PRINCIPAL

Sir Syed Science College
for Boys
Tepu Road Rawalpindi.

12-4-2000

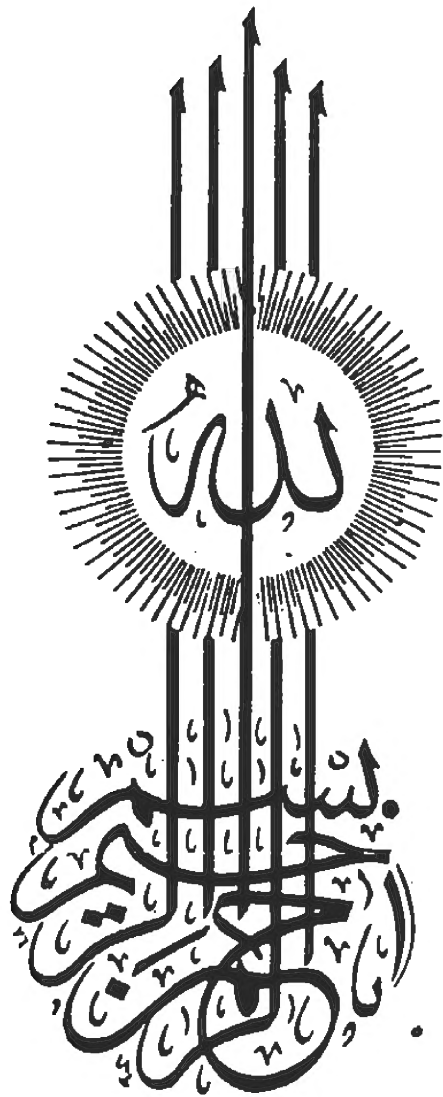
میں تصدیق کرتا ہوں کہ پروفیسر ارشد احمد شاہ نے

اپنا مقالہ برائے ایچ ڈی جس کا موضوع "جاوید نامہ مقدمہ حواشی و تعلیقات ہے" میری نگرانی میں لکھا ہے۔

مقدمہ نہایت جامع ہے اور حواشی و تعلیقات بڑی محنت اور ترقی پسندی سے تیار کیے گئے ہیں۔ پروفیسر موصوف نے تحقیق و تدوین کا حق ادا کر دیا ہے

ڈاکٹر محمد حوالہ الدین

Principal
Sir Syed Science College (Boys)
Rawalpindi



جاوید نامہ :

مقدمہ حواشی و تعلیقات

مقالہ - پی ایچ ڈی

نگران

ڈاکٹر محمد معز الدین

پرنسپل

سرمد ٹیوشن کالج
ٹیپور روڈ - راولپنڈی

ارشد احمد شاہ

ایسوسی ایٹ پروفیسر

گورنمنٹ پوسٹل گریجویٹ کالج
مالشہرہ (ہزارہ)

برائے سال ۱۹۹۹ء

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان

تترتیب

مقاله نگار — تعارف

دیباچه — الف تا ح

مقدمه — ا تا ۵۵

باب اول مناجات تا زمزمه انجم

۵۶ تا ۱۴۰

مناجات
تمهید آسمانی - نخستین روز آفرینش خلقتش می کند آسمان زمین را —
نغمه ملائک
تمهید زمینی - آشکارای شود روح حقیقت روی شمع دیگر در راج را —
غزل
زردان که روح زمان و مکان است ماسفر اکیاست عالم ملوی می برد —
زمزمه انجم

باب دوم — فلک و قمر

۱۶۱ تا ۲۳۴

تمهید
عارف پندری که به یک از غارهای قمر خوت گرفته و اهل پند آورا چه دوست می گویند —
نه تا سخن از عارف پندری
جلوه سروش
نوا می سروش

حرکت بواری یرغمد که ملائک آورا وارگی طور سین می نامند —
طاسین گوتم
توبه آوردن زین قاضیه مشوه فرزند —
طاسین زرشست
آزمایش کردن اهرمن زرشست را —
طاسین مسیح
رویا حکیم طالسطانی
نوحه ابو جهل در حرم کعبه —
طاسین قمتد

باب سوم — فلک عطارد

۲۳۵ تا ۳۰۵

تمهید
نمایند ارواح جلال الدین انقالی و سعید حلیم پاشا —

دین و وطن
 اشتراکیت و ملوکیت
 شرق و غرب
 محکمت عالم قرآنی
 خلافت آدم
 حکمت الهی
 ارض ملک خداست
 حکمت خیر کثیر است
 پیغام افغانی با ملت روسیه
 نزل زنده رود

باب چهارم — فلک زهره ۳۰۶ تا ۳۳۰

تهیه
 مجلس اقوام قدیم
 نفقه بعل
 ضرورتی بدرمان زهره و دین ارواح فزون و کشند را
 نمودار شدن در پیش سوڈانی

باب پنجم — فلک مریخ ۳۳۱ تا ۳۴۷

اهل مریخ
 برآمدن انجم شناس دریخی از رصدگاه
 گردش در شب مریخ دین
 احوال و شیزه مریخ که دعوی رسالت کرده
 تذکیر نهیه مریخ

باب ششم — فلک مشتری ۳۴۸ تا ۴۰۱

ارواح جلیله جلاج و غالب و قرة العین طاهره که نشین بهشتی
 نگردیدند و بگردش جاندان گشتیدند
 نوا جلاج
 نوا غالب
 نوا طاهره
 زنده رود مشغلات خود پیش ارواح بزرگ می گوید

نمودار شدن خواجه ایل فراق

نالہ البلیس

۴۱۵ تا ۴۱۲

باب ہفتم — فَلَکِ زَحَل

ارداج رذیلہ کہ بہ ملک دولت غدار کی کردہ و دوزخ ایشان قبول نہ کرے۔

فلزم خویش

آشغال می شود روح ہندوستان

روح ہندوستان نالہ و فریاد می کند

فریاد یکے از ذوق نشینان فلزم خویش

۵۲۳ تا ۵۱۶

باب ہشتم — آلسوئے افلاک

مقام حکیم المانوی النطشہ

حرکت بجنّت الفردوس

قصر شرف النساء

زیارت امیر کبیر سید علی ہمدانی و ملا طاهر غنی

در حضور شاہ ہمدان

صحبت با شاعر ہندی بہتری ہری

حرکت بہ کاخ سلاطین مشرق [نادر، ابدالی، سلطان شہید]

نمودار می شود روح نادر و علوی و غزلی مستانہ سر ائیرہ غائبی شود

پیغام سلطان شہید بہ رُود کاویری

[حقیقت حیات و مرگ و شہادت]

زندہ رُود رخصت می شود از فردوس بریں و لقاء حق حوران بہشتی

غزل زندہ رُود

حضور

ندائے جلال

افتادن تجلی جلال

۵۵۶ تا ۵۲۲

باب نهم — خطاب بہ جاوید

سخن بہ نثر ادنیٰ

فہرست کتب استفادہ

کتابیات

متواتر نگار - تعارف

نام : ارشد احمد العوف بہ ارشد شاکر اعوان
 ولادت : یکم دسمبر ۱۹۱۵ سوہیلہ
 تعلیم : ایم اے اردو پٹ ور یونیورسٹی
 ایم فل اقبالیات - مسلمہ اقبال روپن یونیورسٹی - شعبہ اقبالیات
 ملازمت : ایسوسی ریٹ پروفیسر ، صدر شعبہ اردو
 گورنمنٹ ہوسٹ گزٹ ہوٹل کالج مالشہرہ (ہزارو)
 سکونت : لہور ، تحصیل منٹو مالشہرہ (ہزارو)
 تصانیف

الف : کتب مطبوعہ

- ۱: عہد رسالت میں نعت [تحقیقی تنقیدی مطالعہ] مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۹۳ء
- ۲: برف کی دیوار (اردو منظومات) ہندوستانی سنگت ایبٹ آباد
- ۳: لا ائراۃ فی الدین : بعثت احاط ہفت روزہ قرطاس مالشہرہ (۹۷-۱۱۱۱)

ب : کتب غیر مطبوعہ

- ۱: اقبال اور دعویٰ نظریہ مقالہ ایم فل
- ۲: لا ائراۃ فی الدین [الدین پر طوطے کے داخلی و خارجی جبرے کا شاعر]
- ۳: دیوانِ راجا - ملام سید یوسف راجا راجو قتال مع مبسوط تحقیقی مقدمہ
- ۴: اقبال کا نظریہ استخلاص [اقبال ، اسلام ، مہدیت]

ج : مقالات مطبوعہ [اقبالیات]

- ۱: اقبال اور خاک سرینہ و نعت مجلہ لاہور دہلی جون ۱۹۸۸ء
- ۲: اقبال اور متحدہ قومیت " اکٹوبر دیکر ۱۹۹۰ء
- ۳: اقبال اور عشق و خرد [تقویم خدی میں تقدیر اور عشق کی حقیقت] جنوری فروری ۱۹۹۳ء
- ۴: اقبال اور پاکستان یکم " جنوری فروری ۱۹۹۴ء
- ۵: اقبال کا تصور ملت اور آزادی پسند " مہد کتھار یادگار آئینہ کالم ہفتہ ۹۹-۱۹۹۸ء

دیگر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات -

دیباچہ

”ادب اور شاعری کا ارتقائی نقطہ مذہب رکھتا ہے اور رہے گا۔ آسمانی کتابوں سے لے کر کانٹ اور ہیگل تک ہر کہیں مذہبی رنگ آمیزی نے ان تخلیقات کو پہاڑوں کی سی عظمت اور سر بلندی عطا کی ہے۔“

یہ ہربرٹ ریڈ کے اُن الفاظ کا خلاصہ ہے جو انہوں نے ’فری نیشن‘ میں والٹ ویٹمین کی شاعری پر ڈی ایچ لارنس کے تبصرے کے بارے میں رائے قائم کرتے ہوئے کہے تھے۔ میرے خیال میں جن دین و دین یہی بات اٹلی کے عظیم شاعر دانٹے کی ’ڈیوائن کامیڈی‘ اور علامہ اقبال کی کتاب جاویدنامہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔

علامہ اقبال کی کتاب جاویدنامہ کو خود علامہ نے اپنی زندگی بھر کے غور و فکر کا پھوٹ اور ایشیائی ڈیوائن کامیڈی بتایا ہے۔ اس لئے ایک عرصہ سے جاویدنامہ اور ڈیوائن کامیڈی کو مذہبی رنگ آمیزی کے مشرقی و مغربی نمونوں کے طور پر آنے سے سامنے رکھا جاتا رہا ہے۔

میڈرڈ لونیورسٹی کے پروفیسر مائیکل آسین نے اپنی کتاب ’اسلام اینڈ ڈیوائن کامیڈی‘ میں مراجع فہرہ سے متعلق احادیث و روایات کو ڈیوائن کامیڈی کے محرکات میں شامل کیا تو گویا دلستاں کھل گیا۔ ملکی و غیر ملکی اقبال شناس اہل دانش نے صوفیاء کے روحانی تجربات و مکاشفات اور جاویدنامہ کی فکری خوشگامیوں کے درمیان مطابقت و مماثلت کی جستجو شروع کر دی۔ شیخ فی الدین ابراہیم عربیؒ کی فتوحاتِ مکیہ ہو کہ بائبل لبسطامیؒ اور عبدالکریم الجیلیؒ کے صحو و سُکر کے رویاء، ڈیوائن کامیڈی اور جاویدنامہ پر کوئی تبصرہ ان کے ذکر سے خالی نہ رہ سکا۔ بعض اوقات ان مطابقتوں اور مماثلتوں کی تلاش نے بڑی مضحکہ خیز صورت بھی اختیار کی۔ مثلاً پروفیسر فریڈرک سیلم چستی مرحوم جنہیں شارحین اقبال میں ایک خاص مقام حاصل ہے، چستی ہونے کے ناطے وجودی صوفیاء خصوصاً شیخ ابوالکریم کے غالی معتقد بھی تھے اور اقبال سے عشق بھی رکھتے تھے لیکن چونکہ وہ ہر ممکن حد تک علامہ کو وجودی ثابت کرنے کے درپے رہتے تھے اس لئے ان کا یہ شوق کبھی کبھی بوالعجبیاں بھی دکھاتا تھا مثلاً

”فنون، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء ص ۱۷۶“ ”عظمتِ اقبال“ ہربرٹ ریڈ ترجمہ ڈاکٹر سلیم اختر نوٹ: یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسریلی عقائد میں ’ناٹسین‘ جی کے عقیدے پر مبنی حکومتِ الہی کے بانیوں نے جہاں اللہ کو آسمانوں پر اور اللہ کے بندوں و زمین پر ان خود ساختہ ’ناٹسین‘ جی کے سامنے بے اختیار کیا وہاں آسمانی کتابوں کو بھی پیغمبروں کی ذاتی تخلیق و تصنیف قرار دیا۔ قرآن حکیم اُن کے اُن عقائد کا ذکر ”یٰٰد اللہ مغلولۃ“ [الاندر ۶۷] اور ”و ما انزل اللہ فیہ من شیء“ جیسے بلیغ کلمات سے بیان کرتا ہے۔ (ص ۱۷۶) ع ۷ ”انتار اقبال ص ۲۲۷“ محمد رفیع افضل۔ ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور طبع دوم فروری ۱۹۷۷ء — علامہ نے اس اسلامی کامیڈی بھی پڑھا [سید قریب یار، مکتوبات اقبال ص ۲۲/۲۳] اقبال (ادامی لاہور) اکتوبر ۱۹۷۷ء۔

علامہ اقبالؒ زندگی اور منظر زندگی "خودی" کے نشو و ارتقا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

میشود ماٹے زندگی غیب و حضور
آں یکے اندر ثبات آن در مرور

گدہ جلوت می گدازد خویش را
گدہ جلوت جمع سازد خویش را

۱۰

جیسا کہ واضح ہے علامہؒ "میشود" نے زندگی "خودی" بیان کر رہے ہیں۔ اسرار خودی میں یہی بات انہوں نے پیکرِ مرتبی زنا خودی پیکر بیان کی تھی، وہاں خود شکنی و اشتغالی، یہاں "می گدازد" اور وہاں "اشغالی" سے بیزاری و ہم پیوستگی "کو" ہاں "جمع سازد" سے تعبیر کیا۔ اسرار خودی کے مرقع تخلیق و اشاعت میں علامہؒ کی "وصوت الوجود" جیسے نصرات سے کوئی ذہنی مناسبت نہ تھی یہ نا قابل تردید حقیقت واقعہ ہے۔ وہی بات وہ جاوید نامہ میں دہرائیں جیسا کہ تصریح کی گئی، تو اسے شیونِ زندگی کے بجائے "ذاتی حق" لکھنا کھلی زیادتی ہے۔ برونسیر حشری یہ زیادتی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

یعنی ذاتی حق اپنے بطون کے اعتبار سے جسے اقبال نے غیب [جلوت] سے

تعبیر کیا ہے، بجز حق ہے، لیکن اپنے ظہور کے اعتبار سے جسے اقبال نے

حضور [جلوت] سے تعبیر کیا ہے اشکالِ مختلفہ [باران، قطر، صدف، گہر]

اختیار کر لیتی ہے، ۱۱

یہ بحث کا موقع نہیں اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ جتنی صاحب نے فکرِ اقبال کو برعکس معانی اس لئے پہنچائے کہ وہ جلوت سے پہلے جلوت کو لے آئے ہیں اور اسے صوفیانہ بلکہ یونانی تنزلات کی روشنی میں سمجھنا چاہے جبکہ علامہؒ نے پہلے جلوت کی بات کی پھر جلوت کی۔ علامہؒ نے یہ نکتہ جسے وہ ہندوستان کے مملاتی مسئلہ کا حل سمجھتے تھے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کے خطبہ صدارت میں اس طرح بیان کیا تھا،

"ہندوستان کی بے شمار جماعتوں کے باہمی اختلاف کے تمام ظاہر و لہر شیعہ محلات کی بنا پر

میں یقین رکھتا ہوں کہ یہاں ایک ایسے مربوط کل کی تشکیل کا امکان ہے، جس کی وحدت

کو اس کا اندرونی تنوع و رسم برہم نہ کر سکے۔

قدیم ہندی فکر کے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ایک وجود سے اس کی وحدت پر

اشرافِ ارازمیے بغیر تنوع کیسے پیدا ہو گیا۔ آج یہ مسئلہ اپنی اخلاقی بلندیوں سے

اتر کر کثیف سیاسی سطح پر آچکا ہے اور ہمیں اس کے برعکس صورت کا حل سونپنا

پے، یعنی کثرت اپنا مزاج کوئے بغیر وحدت میں کیسے تبدیل ہو سکتی ہے؟" ۱۲

علامہؒ "اخلاقی بلندیوں" پر عقلی ثبوت فراہم کر کے وحدت آدم کا فارمولہ دے رہے تھے اور

۱۱ کلمات فارسی اقبالؒ ۶۰ [جاوید نامہ: تمہید زمینی]۔ ۱۲ ایضاً ص ۱۲، ۱۳، ۱۴ (اسرار خودی: در

بیانِ این کہ اصل نظام عالم از خودی است)۔ ۱۳ شرح جاوید نامہ ص ۲۲ بوسلفیلم حشری، اشاعتِ پبلشنگ ڈاؤس۔

۱۴ حرف اقبال ص ۵۵ لطیف الرحمن شروانی۔ مقدمہ اقبال ادبی بورڈ برائے اسلام آباد۔ ریاست اول آگست ۱۹۸۴ء۔

اس کی معنی بنیاد پر فرمایا ہے۔ "گل رنگین" نامی نظم میں انہوں نے اولاد آدم کی مثل بڑھاپائی کو رخصتی شمشیر و قوس بستر، رہنے سے تعبیر کر کے ہے اور اس ہر لڑکی کو سامان جمعیت کہہ کر۔ تلافی متعلق [القبائل باہمی کی صورت تلافی کرنے] کو شیعہ جہاں انورز کلھا تھا۔ کہ اسی سے توسل اور آب ان کی خوں خرام ملتی ہے۔ لیکن پروفیسر جی پی مرقوم اسے وحدت الوجود کے سکون آموز تصور سے ملاتے ہوئے "پہلے حیات کو ذات حق بناتے ہیں اور پھر می گزارد کے ذیل میں ذات حق سے متعلق بعض صوفیاد کے ۵۸ شیعہ کی مثال کے سامنے رکھتے اور پھر شیخ مجدد احمد سریندی کی زبانی [جنہیں علامہ ہند میں سوائے ملت کانگپان سمجھتے ہیں] الزام دیتے ہیں کہ "اس قسم کے خیالات رکھنے والوں نے درالحاد و زندقہ کو قبول دیا" ۹ لیکن آج کل کے لکھتے ہیں

"جلوت سے یہ کائنات مراد ہے اور صوفیاد کے عقیدہ کے مطابق یہ کائنات برتو اسما و صفات ہے اور اقبال نے اس مصرعہ [کدہ جلوت می گزارد خویش را] میں ان ہی کے مسلک کی ترجمانی کی ہے یعنی عقیدہ کے لحاظ سے اقبال بھی وحدی حشرات کے متبع ہیں" ۱۰

جیسی صحت۔ دہریہ صوفیاد کے غالی عقیدہ بھی ہیں اور اقبال کو می گزارد کے حوالے سے وحدی حشرات کا متبع بھی ثابت کرتے ہیں۔ پھر بالواسطہ شیخ مجدد کی زبانی درالحاد و زندقہ کو لینے کا الزام دے کر معلوم نہیں کس کی خدمت کر رہے ہیں کدہ کس کی خدمت؟۔ اب تک جاوید نامہ کے یہی منہ پر شارح تھے۔ ڈاکٹر محمد رفیع مرقوم کی کتاب جاوید نامہ: تحقیق و توضیح [مضامین اشارات کی مدد سے] وسیع کوشش ہے۔ باقی جس کی ہے جاوید نامہ پر لکھا سوز و گداز کی کہانی کھینچ لے۔ راکاد کا کسی موضوع کی طرف اشارہ کرنے سے زیادہ کچھ نہیں کیا گیا۔

بلاشبہ تمام مذاہب کے مابین، واحد منفقہ امر صہو ط آدم، جہاں فردوس گم گشتہ جیسے شہکار کی تخلیق کا باعث ہوا، وہاں صہو ط آدم کے ساتھ صعود کی فطری خواہش کی دیو ایں کا میڈی کا تئیں کا سبب بھی بنی چاہئے تھی اور بنی۔ صہو ط آدم سے جنم لینے والے تصور صعود نے اولاد آدم کے دل میں دوبارہ جنت حاصل کرنے کی تڑپ کے ساتھ اس دنیا کو بھی اس جنت کا [جہاں آدم کو نہ بھوک ستمائی تھی نہ صہو ط] نمونہ بنانے کی آرزو پیدا کی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء

۱۰ کلیات اردو اقبال ۲۴/۲۵ [باند درا، گل رنگین: مئی ۱۹۰۱]۔ ۸۰ شرح جاوید نامہ جی پی ۳۲۶
۹ الفضا ۱۰ الفضا ۳۲۷ ۱۱ ایت لک لا تجوع فیھا ولا تعطی ۱۲ ایت لک لا تجوع فیھا ولا تعطی ۱۳ ایت لک لا تجوع فیھا ولا تعطی (طہ: ۱۱۸، ۱۱۹) یہاں جنت میں تھارے لے دیے (آدم) یہ تم نہ کچھ ہوئے دھوئے لہنے نیکے ہوئے
۱۴ یہ نہ ہاں پڑتے ہوئے اور نہ دھوپ میں تھرگے (نہ دھوپ سٹائے گا)۔ جنت کی اپنی پہلویت کی فراہمی خواہ اولاد آدم کو
نت نئے نظامات کی تلاش و جستجو میں مصروف رکھا ہے۔

اور رسول آخر صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مزاج، ان آرزوؤں اور ان خوابوں کو مزید جلد نشینے کے کام آتا رہا۔ اسی طرح [دانتے کی حد تک کم از کم] بنی اسرائیل کے لئے ارضِ مقدس کی قدیم بشارات بھی خصوصیت کی حامل رہی ہیں۔ اہل بابل کے کاموں ارضِ مقدس کی دیرانی اور برابری، اور چار سارے چار ہزار کے لگ بھگ یہودی اکابر کا اسیر بن کر بابل لے جایا جانا، اعمال بد کی سزائیں اسیری کی ذلت و مسکنت کے ناقابلِ فراموش اذیت ناک دن گزار کر [اور قوی شخص ہی سے محروم ہو کر] دوبارہ اُس جنتِ ارضی میں واپس آ کر آباد ہونا، دوزخ، اعراف، اور جنت کے حوالے سے ڈیڑھ سو کامیڈی کے ناقابلِ تردید محرکات بن سکتے تھے۔ خصوصاً دانتے کے ملکی حالات کے پیش نظر یہ بعید از قیاس نہیں۔

ایک بیابان میں درندوں کے درمیان گھرے ہوئے جلاوطن دانتے کی ورجل سے ملاقات اور اُس کے بعد سیر باطن کے لئے ضروری 'صفائے باطن' کی خافرجہم و اعراف سے ہو کر جنت تک جانا یقیناً ایسے واقعات ہیں جو ریاستِ فلسطین کے مذکورہ سانحات سے کھلی مماثلت رکھتے ہیں۔ عہدنامہ قدیم کی کتاب یرمیاہ اور حزقی ایل کا مطالعہ اس ضمن میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

صفائے باطن کی خاطر سفر سے قبل دریا سے پانی پینا بھی، ارضِ مقدس کے محروسہ علاقوں کو چھڑانے کے لئے طاووت کے لڑکوں کے لئے دریا سے چلو پھر پانی کی شرط سے مطابقت رکھتا ہے۔ ڈیڑھ سو کامیڈی کے باب اول دوزخ میں تین طرح کے اہل مذہب کی تطہیر اور تترکیہ کے اہتمام میں ابولعلاء مرقی کے رسالۃ الفخوان کی جھلک نمایاں ہے۔ ہر چند کہ دونوں کتابوں کے مقاصد میں حد درجہ بُعد سے بھی قطع نظر ممکن نہیں۔

۱۲ مزاجِ فہری سے متاثر ہونے کا آئینی عکس، تو دانتے کا دوزخ سے گذر کر آسمانوں کی سیر کرنا، مزاجِ فہری سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ آسمانوں کی سیر کے حوالے سے ایسے فتوحاتِ مکہ سے کہیں زیادہ مماثلت ہے۔ نیز کامیڈی کے باب اول دوزخ کی فصل ۲۸ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نفوذ باللہ موجودگی شاید اس قیاس کے ابطل کے لئے کافی ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ علامہ نے بھی جاوید نامہ کو اسی حوالے سے ایشیا کی یا اسلامی کامیڈی کہا ہوگا کیونکہ جاوید نامہ میں ماسوائے دو مقامات کہیں - جنرل صاحب کے کسی غیر مسلم کو بھی اس مذہبی تعصب اور نفرت کا نشانہ نہیں بنایا گیا جس کا نمونہ دانتے

۱۲ البتہ ۲۲۹۱ ۱۲ Great Books of the Western World - 21 Dante

Page 40: (Hell). Encyclopedia Britannica Inc. 24 1982.

۱۳ اور وہ بھی مسلم غزوانِ ہند - اقبال کے تقریرات کو وطن دشمنی کہنے والے اس طرف بھی دیکھ سکیں تو ہنس دیں۔

نے کامیابی میں پیش کیا ہے۔ جلاوطن نامہ نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کو دنیا میں [پہنچا کر]
 ہر کافر و مومن شفیق ہونے کا ذریعہ دیتے ہیں بلکہ سفیرانِ ملک کے دوران دشمن آدم و اولاد

آدم ابیس کو بھی ایک منزل اور خاص شان میں دکھاتے ہیں۔
 اسی طرح صرف ورجل کی رہنمائی کے طرز پر مرشدِ رومی کی رہنمائی کا
 منظر بھی دونوں شہکاروں کے درمیان مماثلت کا کافی سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ
 ابن عربی [جن کے افکار و تصانیف میں حضرت الوجود کی مخالفت کے بہت زیادہ سروکار رکھے] کی
 کتاب فتوحات مکیہ بھی دو اشخاص کی رہنمائی کا منظر رکھتی ہے جس کا نتیجہ دانستہ بھی
 ورجل اور بیٹرس کے مابین کیا۔ اور مزاحِ قدسی میں صرف جبریل علیہ السلام کی معیت
 رومی کی معیت سے زیادہ مماثل ہے۔ مراد یہ کہ دانستہ تمام تر کام میں اسلامی روایات سے منہیں اٹھایا۔
 عہدِ نثر کا یہ تمام فتوحات مکیہ لکھے وقت شیخ ابراہیم کا مطلع نظر آکر کوئی اور شہکار مرتب کرنا نہ تھا
 تو علامہ بھی اپنے شخصی وارداتِ روحانی کا روزنامہ مرتب کرنا نہیں چاہتے تھے۔ علامہ کا
 جلاوطن نامہ ملتی اور انسانی اجتماعی مسائل کے عمرانی حل کی طرف رہنمائی کی کوشش ہے۔
 علامہ اقبال نے [جیسا کہ "گل رنگیں ۱۹۰۱" کے حوالے سے ادھر لکھا گیا ہے] ہندوستان کے سیاسی
 سماجی مسائل پر بین الاقوامی حالات کی روشنی میں جو کچھ سوچا جلاوطن نامہ میں اس کا
 اعادہ دیگر مفکرین کے خیالات سے مطابقت و تصادم کی صورت میں پیش کر دیا۔
 جلاوطن نامہ سما مصنف ایک مدت سے اس موضوع پر غور کرتا رہا ہے کہ
 ہم موت اک جیہ تھا ہوا کا نشا دل انسا میں ہے۔ بتائے اصلح اور بقائے قویہ کے
 نظری قانون سے نہ کوئی شے بچ سکتی ہے نہ کوئی خود محفوظ ہے نہ کوئی قوم بلکہ مذہب ہی
 اس کے دائرہ اثر سے باہر نہیں ہے۔ پھر قوی زندگی کی جماعتوں کا کوئی نمائندہ لکھنا کارگر ہے
 بانگ درا کی پہلی نظم ہمارے میں اگر وہ ہمارے سر ہر طرف کی بانڈھی رہتا ہفتیاں
 کا باعث زمین پیوستگی کے باوجود پہلے ٹک کو اپنا وطن بنانا بتاتے ہیں۔ جو
 ہر عالم تاب پر خستہ زن ہے، اور عید نہیں اس کی عمر رفتہ کی اک آن ہے؛ تو فراز وہ
 گات ہوئی آتی ندی کا عراقِ دلنشیں گزشتہ ایام کو پیچھے دوڑا کر "زمان و مکان" کی
 گتھیاں سلجھانے اور عمر بھر ندی کو زندگی کا استعارہ کرنے کا محرک بھی بنتا
 ہے جلاوطن نامہ کا زندہ رود بھی تو اسی تحریر کی علامت ہے
 ہمالہ کی ساری رفعتیں علامہ کو اس کی گوری کا عناصرِ فطرت کی بادی گما
 ہونے، کا نتیجہ لگیں، ہندوستان بھی ایسی ہی گوری تھا مگر اب نفاق کی نذر

میں: ہندو گوری میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں حملوں سے جن کے دم سے رنگِ جناب ہمارا

(کلیاتِ اردو اقبال، ص ۳۵) (بانگ درا، ترمذ ہندی)۔

سرزمین اپنی قیامت کی زناقت انگیز ہے
وہ ایک رنگی ہے یہ نا آشنائی پیچیدہ
وصل کبیا یاں تو اک غریب فراق آمیز ہے
ایک ہی فرمن کدازوں میں جہاں پیچیدہ

لذتِ قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں

اختلاطِ وجہ و سائل سے گھرا ہوں میں ۱۵

اس کا علاج دلوں کے اندر محبت کی آگ جلانا نظر آیا — یہ ایک "نیاشوالہ" تھا۔ جو دلوں کے اندر خام کرنے کی ضرورت تھی — اسرار و رموز میں اس "نیاشوالہ" کو "ہر آدم عالمی ریگر" کسی تعمیر سے تعبیر کیا گیا — ایک ایسا نیاشوالہ جس کی ہوائیں فضا میں، ناقوس و اذان کا یکساں طور پر تحمل کر سکیں، لیکن جب فریقِ مخالف کے درخیز طوفانِ مہمِ دل نہ نکلا تو مدد نہ وارثانِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے لئے مہرینہ کے اندر ہی ایک اسلامی ریاست پیدا کرنے کی جستجو کو ناگزیر بتایا، ۱۶

اسی زمانے میں جلدی نامہ بھی زیرِ تخلیق تھا اسی میں ملت کا مفہوم صرف اور صرف (۱۷) باہنِ اراں چشمِ برون یک نگاہ — ایک نگاہی، قرار پایا اور اسی یک نگاہی کا ثمر بر کافرو مومن یکساں شفیق، شہر — اسی کا نام تھا "چہاںِ قرآن" — یہی وہ شہرِ مہربانی ہے، جہاں کا آدم ابلیس کے شر سے محفوظ رہا۔

جس زندگی کی ابتدا خلق و تقدیر و ہدایت ۱۸ ہے اسی کی تکمیلی صورت کا رحمۃ اللعالمین ہونا لازمی امر ہے۔ باہمی اتصال کی یہی وہ "شمع جہاں افروز" ہے

جو اعلیٰ اخلاقی قابلیتوں سے نوازی ہے اور قوموں کے درمیان موجود دشمنانہ تناوتِ دراز سے حال اس نظام کا خاتمہ کر سکتی ہے جس نے کسی کو صبرِ مسلسل اور کسی کو جبرِ مہم کا حق گر بنادیا ہے۔ صرف یہی وہ اخلاقی شعور ۱۹ ہے جو جماعتوں کی نفی کی بجائے ان کے درمیان اشتراک و تعاون اور ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے [جس طرح کہ ہمالہ کی گوری میں عناصر کے درمیان دکھایا تھا] تاہم پھر کوئی "خوریاک زار" ۲۰ کبھی طوقِ وسند سے دوچار نہ ہونے پائے۔ جعفر کے

۱۵ کلمات اردو اقبال مرثیہ (بابک در: صدائے درد) ۱۶ Thoughts and Reflections of

۱۷ S. A. Wahid, Sh. M. Ashraf Lahore 1964. pp. 170-71

۱۸ الذی خلق منہ ذی و الذی قدر فہدی (الامانی) خلق و تقدیر و ہدایت مبتدات رحمۃ اللعالمین انبیاس

۱۹ Thoughts and Reflections P. 168 ۲۰ کلمات اردو اقبال مرثیہ

چند دامنِ تر آئینہ سیال ہے دامنِ نوح ہوا جس کے لئے رومال ہے دبرے ہاتھوں میں رہوارِ بزرگِ واسطے نازینہ و دیارِ بزرگِ واسطے
۱۷ ہمالہ کوئی بازیگاہ ہے تو ہی جب دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے۔

کے ساتھ روح جعفر بھی موت کے گھاٹ اترے اور آدمی، احترام آدمی سے آگاہ ہو کہ، اس سے بڑھ کر حضور اور کریم نہیں یہی مزاج کریم کا تقاضا ہے۔ عہدہ نے بھی مزاج کے اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے "جعفر" کے بعد خطاب بہ جاوید: سخنے بن نژاد نو، کا اضافہ کیا، جو اس عالمی ادبی روایت کی تاریخ میں عہدہ کا اختصار ہے یہی جھوٹے بعد مسدود اور الدین (عالم قرآنی) کا حقیقی حضور ہے۔ یعنی عائشہ شہزادہ کا جس

جاوید نامہ پر جیسا کہ دوسرے عرض کیا گیا کسی نے بھی اس طور مفصل کام نہیں کیا جو اس میں پیش کردہ دقیق مسائل کے حل کا قرار واقعی تر ہے۔ مسئلہ عہدہ اور عہدہ کے حوالے سے "ھو عہدہ" کا استعمال جس پر خامی لے رہے ہوئے۔ مسئلہ امکانِ نظر یا امتناعِ نظر، تقدیر، علم عقل عشق وغیرہم پر کسی نے بھی ذاتی فکری آمیزش سے ماورا کر مفسر قرآنی نقطہ نظر سے اور اقبال کے زاویہ نگاہ سے روشنی نہیں ڈالی۔ اور کسی نے لکھ لکھا بھی، تو شاید فکری سطح پر اس سے مانڈے کے مقابلے میں لفظان زبانی ہو۔

شعبۂ اقبالیات عہدہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے سابق چئرمین ڈاکٹر رحیم بخش شاہین مرحوم و مغفور اور موجودہ چیئرمین ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی نے پہلی بار پی ایچ ڈی کی سطح پر اس کام کی طرف توجہ دی اور توفیقِ خالق بنام من دیوانہ زدن۔ یہ ان ہنرمندان کا اعتماد ہی تھا کہ

سب پر جس بارے رائی انس کو یہ ناتوان لکھا لایا

اس کام میں میرے نگران جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ خان ہرنسپیل سر سید سائنس کالج راولپنڈی کی شفقتوں نے بڑا حوصلہ دیا۔ ڈاکٹر صدیق خان شبلی، ڈاکٹر صابر مگوردی لپ وریونیورسٹی اور ہریان محمد حسین عمر ناظم اقبال انارکلی ہائوس میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں، تینوں نے حل مشکلات میں تعاون فرمایا۔ ڈاکٹر مگوردی اور محمد حسین عمر صاحبان نے مستعار، مفت اور فوٹو سٹیٹ نقول کا صورت میں مہیا کرنے میں غایت مستعدی دکھائی ہر دیر حضور اقبال قریشی صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ پوسٹ گزٹ پبلیکیشن کالج ہائوس، کے عہدہ ہزارہ کے سرکاری کالج کے کتابدار صاحبان مہرازم محمد لولس اودان ایبٹ آباد، مہرازم راہہ صیدر زمان، حویلیاں اور مہرازم ملک حبیب الرحمن مالپہرہ کے تعاون کا بھی از حد ممنون ہوں۔

میں ان کتابوں کے مصنفین و مؤلفین کے شکر گزاری کا حق نہیں ادا کر سکتا جن سے میں نے اس کام میں استفادہ کیا اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے، آپس کتب استفادہ کی فہرست کتاب کے آخر میں درج ہے کتاب کا نام الف بالی ترتیب سے پھر مصنف یا مؤلف کا نام مطبع اور سال طبع کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جہاں تک علامہ کا تعلق ہے

حوالہ جات پاوری میں پہلے کتاب بھر مصنف، مطبع اور سال طبع کے ساتھ درج کئے ہیں پھر صرف کتاب اور ص ۱۰۰ کتاب کا حوالہ دیا ہے قاری کو بار بار کی ورق گردانی اور ذہنی پریشانی سے بچانے کی خاطر مختصر حواشی کو شعر نمبر کے تحت اور قدرے مفصل استدراکات و تعلیقات کو مدور سلسلہ نمبر کے تحت درج کیا گیا ہے، حواشی و تعلیقات مدور میں اگر کہیں استدراک یا مزید کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تو اسے بھی اسی طرح مدور سلسلہ نمبر کے تحت "متعلقات حواشی" کے تحت، ساتھ ہی درج کر دیا ہے۔ — پاوری حوالہ جات کو دیباچہ، مقدمہ اور حواشی و تعلیقات وغیرہ میں الگ الگ نمبر دیئے گئے ہیں تاہم صفحات کو مسلسل نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کو در دسری سے بچایا جاسکے۔

مکتبہ انوار

ارشاد احمد شاکر

ایسوسی ایٹ پروفیسر

صدر شعبہ اردو

گورنمنٹ پوسٹ گزٹ پبلشنگ کالج مالٹیرہ

مقدمه

حیات اقبال — ایک نظریں

۱	۱۸۷۷ء ۹ نومبر	پیدائش	سیالکوٹ :
	۱۸۹۳ء	انٹرنس	
	۱۸۹۵ء	انٹرمیڈیٹ	
	۱۸۹۷ء	بی اے	لاہور :
	۱۸۹۹ء	ایم اے	
	۱۹۰۳ء	پروفیسر گورنمنٹ کالج	
	ستمبر ۱۹۰۵ء	روانٹی	یورپ :
	۱۹۰۷ء	پی ایچ ڈی - جرمنی	
	۱۹۱۸ء	بار ایٹ لاء لندن	
	۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء	یورپ سے آمد	لاہور :
	۱۹۰۸ء تا ۱۹۰۹ء	پروفیسر فلسفہ گورنمنٹ کالج	
	۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۹ء	ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب	
	دسمبر ۱۹۲۸ء	مدیر اسکول ٹیکچرز [پت]	جنوبی ہند :
	۱۹۲۸ء	ابن خلدون مسلم فو کے اجلاسوں کا زیر اثر	
۲	۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء	تین خطبات	علی گڑھ :
	۱۹۳۰ء	صدر سالانہ اجلاس انڈین مسلم لیگ	الہ آباد :
	۱۹۳۱ء	دوسری مجلس وزیر کائناتس پتہ تائیم	لندن :
	۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء	مسوینی سے ملاقات	اٹلی :
	دسمبر ۱۹۳۱ء	مؤتمر عالم اسلامی	تونس طین :
	۱۹۳۲ء	تیسری مجلس وزیر کائناتس، ۲۷ نومبر تا ۲ دسمبر	لندن :
	۱۹۳۲ء	پیرس میں مسی نون سے ملاقات	فرانس :

۱۔ علامہ کی تاریخ پیدائش جربر پیدائش و اعوات کے اندراجات اور خود علامہ کی طرف سے قتالہ پی ایچ ڈی کے دیباچہ و نیزہ میں مسیوی سن کے قیاسی اندراج سے متنازعہ نہیں ہے۔ جربر اعوات میں تقویمیلر اور تقویم خطاط کے فرق کا لحاظ نہ کرتے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ تقویم خطاط کا تعلق مدد چوڑی کراں کی خطاط برادری سے تھا جب کہ علامہ کے والد شیخ تقویم ملک کشمیریوں سے تعلق رکھتے تھے۔ جربر اعوات کے اندراجات کی بحث میں درج بالا تفریق سے علامہ کی تاریخ اور نومبر ۱۸۷۷ء ہی درست نکلے ہے۔ جہاں تک قتالہ پی ایچ ڈی کے دیباچہ کے اندراج کا تعلق ہے علامہ عموماً مقصدات تاریخ نیزہ میں رسلا ماہ رسلا کے اندراج کو ترجیح دیتے تھے ۳۰ روزی قدر ۱۲۹۴ھ کا اندراج درست ہے لیکن ۱۸۷۷ء کا اندراج قیاسی ہے اس لئے اگر ۳۰ روزی قدر ۱۲۹۴ھ سے قتالہ اور نومبر ۱۸۷۷ء ہی آتی ہے (تقویم کے خط زمرہ سے) [۲۷ تا ۲۹] اقبال کا ذہنی ارتقا ۱۸۷۳ء ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مکتبہ خیابان ادب لاہور جنوری ۱۹۷۸ء

نیشنل کمیٹی زیر صدارت میں مارکو پرسن فنانس فنانس اور ایڈمنسٹریشن کے شعبہ کے سربراہ
دارالعلوم اور دارالافتاء کے اراکین سے خطاب
پیرس میں ہوائی بلیک سے ملاقات
۱۹۳۲ء
۱۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

لندن
فرانس

ہسپانیہ

لاہور

افغانستان

سریندر لوف

پانی پت

جھوپال

لاہور

مسجد قرطبہ کی زیارت
برنسیسین میڈرڈ ریویٹی کی صدارت میں تقریر
مسوینی سے ملاقات
۱۹۳۲ء
۱۹۳۲ء
۱۹۳۲ء

یورپ سے آمد
جامعہ ملی دہلی میں تقریب کی صدارت
معد کے ہمداد دورہ
انجمن ادبی کابل سے خطاب
جاوید کے ہمراہ سفر
۱۹۳۲ء
۱۹۳۲ء
۱۹۳۲ء
۱۹۳۲ء
۲۹ جون ۱۹۳۲ء

مولانا الطاف حسین حالی کی صدارت میں شرکت
اکتوبر ۱۹۳۵ء

سر اس مسعود کے ہاں مختلف ادبائیں قیام
۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۷ء

وفات
۱۹۳۸ء

۱۔ اسلام پورٹ اور اقبال ص ۲۰ ڈاکٹر البوسیدہ نور الدین اقبال کا دی پاکستان اشاعت دوم مئی ۱۹۷۷ء
۲۔ سرگزشت اقبال ص ۱۳ ڈاکٹر عبدالسلام حورشید اقبال کا دی پاکستان اشاعت اول ۱۹۷۷ء
۳۔ اسدی معرفت امد اقبال الفنا ص ۲۰۸ عک الفنا ص ۲۰۸
۴۔ سرگزشت اقبال وایفا ص ۱۵۹ ، تنالہ اقبال ص ۲۵۹ تا ص ۲۶۱ ، ڈیٹنڈ ادب لاہور بار دوم ۱۹۸۲ء
۵۔ اس میں حصے کا خاکہ باضانات چند مرقم ڈاکٹر رفیع الدین ماسمی کی کتاب "اقبال کی طویل نقیب" ص ۷۷ ، ص ۷۸ کا اطلاق ہے۔

تصانیف نظم و نشر

بمطابق زمانہ اشاعت۔

۱۔ علم الاقتصاد : اشاعت ۱۹۰۲ء

یہ کتاب گورنمنٹ کالج کی ملازمت کے دوران میں پیشہ ورانہ ضرورت کے تحت تحریر ہوئی۔ لیکن سالانہ سمارٹنگ رپورٹ [ACR] میں اسے طبع زار تسلیم کیا گیا اور لکھا گیا کہ یہ *A new work of Political Economy in Preparation* ہے۔

اگرچہ اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب نہ تھی۔ اس سے پہلے کم از کم پانچ کتابیں ترجمہ اور ایک کتاب ”رسالہ علم انتظامِ مدن“ محمد منور خان، محمد سعید شاہ خان، چیمپ چکی تھیں۔ لیکن علم الاقتصاد پر ہر پہلو سے مکمل اور ہر حوالے سے طبع زار کتاب ہونے کا اعزاز اسی کتاب کو حاصل ہوا۔ فقیر اقبال کے ابتدائی اثرات اس کتاب میں نمایاں تھے مثلاً اس کتاب میں قوی زندگی کے لئے جدید ترین علمیہ افراد قویہ اور علامہ کا تجزیاتی اصول ”اعلیٰ اخلاقی قابلیتوں“ (بقائے اصلاح کا قانون) کا حوالہ ملتا ہے جو آخر تک علامہ کی فکر پر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

۲۔ دی ڈولپمنٹ آف میٹافزکس ان پریشیا : ۱۹۰۸ء

ٹیرنٹی کالج کمبرج سے بحیثیت ایڈوائس سٹوڈنٹ بی اے کی ڈگری لینے اور میونخ (جرمنی) سے پی ایچ ڈی کرنے کی خاطر یہ مقالہ لکھا گیا اور لندن کے دوران قیام ہی (بعد حصول بیسٹری) میں ڈزاک اینڈ کمپنی نے اسے کتابی صورت میں چھاپ بھی دیا۔ بعد میں علامہ اس کتاب کے مندرجات سے زیادہ مطمئن نہ تھے۔

۳۔ مشنری اسرار خودی : ۱۹۱۵ء

علامہ نے یہ مشنری والد لڑائی کی خواہش کی تکلیف کی خاطر مشنری بوعلی قلندر کے طرز پر لکھی ہو یا اس زمانے کے تناظر میں جب انفرادی اور اجتماعی سطح پر شخصیت ”کا مسئلہ عام تھا، فرد اور جماعت کے تشخص کی حفاظت اور فرد و جماعت کے باہمی تعلق کے حوالے سے لکھی ہو۔ ایک بات واضح ہے کہ ”علم الاقتصاد“ اور اسی زمانہ کے ایک اردو مقالہ ”قوی زندگی“ میں اشتراکِ مطالب سے انکار ممکن نہیں البتہ اس مشنری میں ”اعلیٰ اخلاقی قابلیتوں“ کا مفہوم کھلے عام اطاعت الہی ضبط نفس اور

۹۔ کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ۳۲۸ ڈاکٹر صدیق الرحمن مکتبہ تجرید لاہور ۱۹۷۳ء ۲۵۱ (۱۲۵۱ باب)
۱۰۔ اقبال کا ذہنی ارتقا ایضاً ۱۴/۱۵ علم الاقتصاد - دیباچہ ۳۲۳، ۲۵۱ (۱۲۵۱ باب)
۱۱۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور اشاعت اول ۱۹۷۷ء ۱۲ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توثیقی مطالعہ - ڈاکٹر فیض الرحمن
۱۲۔ اقبال اکادمی لاہور طبع اول نومبر ۱۹۸۲ء ۱۳ ایضاً ۳۰۵

نیابت الہی پر مشتمل انسانی شخصیت ساز، تربیتی نصاب، اسلام کے زہرہ و متحرک اور عظیم ساز کردار کے ثبوت کے لئے فراہم کیا۔ بقول اُن کے گویا انہیں یہ مشنوی لکھتے پر مامور کیا گیا ہے۔^{۱۴}

یہ مشنوی مولدِ آرائیت ہوئی اس کی مخالفت اور حمایت میں خواہی گردِ اُردی اور بالآخر جب مطلع صاف ہوا تو وہی [فلسفہ خوری] فکر اقبال کی شناخت بن گیا۔

۴۔ مشنوی رموزِ خوری: — ۱۵ اپریل ۱۹۱۸ء

علامہ کی بیاضوں سے بھی معلوم ہوتا ہے اور منشی سراج الدین وغیرہ کے نام خطوط سے بھی ظاہر ہے کہ علامہ مشنوی اسرارِ خوری کی تخلیق کے زمانہ میں رموزِ خوری کے بارے میں بھی سوچ رہے تھے اور اُس کے مضامین بھی اُن کے ذہن میں تھے۔ تاہم عیدم الغزوتی یا بوجہ یہ مشنوی تین سال بعد چھپی جس میں اقبالی زندگی کے قیام و دوام کے اقوال [اسرارِ حیاتِ علیہ السلام] بیان ہوئے ہیں۔ اور ۱۹۲۳ء میں دونوں مجموعے یک جا "مشنوی اسرارِ رموز" کے نام سے شائع ہوئے۔

۵۔ پیامِ مشرق: — مئی ۱۹۲۳ء

اس کتاب کا زیادہ تر حصہ ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۳ء کے درمیانی عرصہ میں لکھا گیا۔ اقبال سوزیم لاہور میں محفوظ علامہ کی قلمی بیاضوں سے متعدد منظومات [نظم، غزل، رباعی، ڈیرہ] کا زمانہ تحریر بھی معلوم کیا جاسکتا ہے اور بعض نظموں کے پس منظر سے متعلق آگاہی بھی ہوتی ہے۔ طبعِ دوم میں کافی چیزیں حذف کی گئیں بہت سی تراجم ہوئیں اور کم از کم اڑتالیس صفحات کا اضافہ ہوا۔^{۱۵} یہ کتاب جرمن شاعر گوٹھے کے ڈوائزلی کا جواب ہے۔

۶۔ بانگِ درا: — ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء

بانگِ درا کی ترتیب احباب کے اصرار پر شروع کی گئی لیکن علامہ کے پاس اپنا اردو کلام محفوظ و موجود نہ تھا۔ اخبارات و رسائل میں مطبوعہ کلام کے علاوہ بہت سائبر مطبوعہ کلام بھی احباب اور شائقین کے پاس تھا۔ چنانچہ احباب کی بیاضوں سے بھی مدد لی گئی۔ نظمیں کے ابتدائی متن سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب کتاب کے وقت خاصی ترسیم و تنسیخ سے کام لیا گیا۔ کئی مصرعوں اور اشعار کو بہتر بنایا گیا متعدد سبند خارج کئے گئے اور بعض نئے بند بڑھائے گئے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی نظم یا غزل شامل نہیں کی گئی البتہ تیسرے دور کے کلام میں نسبتاً کم تر مضاف ہوئی ہیں۔ دیباچہ سر عبد القادر نے لکھا۔ جیسا کہ عطیہ بیگم کے نام مکتوب [۱۹۱۰ء] سے معلوم ہوتا ہے علامہ ۱۹۱۰ء سے دیباچہ کے لئے سر عبد القادر کو منتخب کر چکے تھے۔^{۱۶}

۱۴ اقبال بنام شاد ۱۹۳۳ء مرتبہ قمر عبد اللہ قریشی۔ بزمِ اقبال لاہور طبع اول جون ۱۹۸۲ء

۱۵ اقبال نامہ دوم اول ص ۲۳ [مکتوب نمبر ۴، اکتوبر ۱۹۱۵ء بنام منشی سراج الدین]۔

۱۶ تفصیلات کے لئے "تعاریف اقبال: تحقیقی و توثیقی مطالعہ" ص ۱۳۱ تا ص ۱۴۶ ملاحظہ ہو۔

۱۷ الفہام ص ۲۳، ۲۵

۴۔ زبور مجسم : جون ۱۹۲۷ء

پیامِ حق کی اشاعت کے سبب بعد فارسی کلام میں اضافہ ہوتا چلا گیا علامہ نے جولائی ۱۹۲۷ء میں نیازالدين خان اور اگست ۱۹۲۷ء میں محمد سعید الدین جعفری کے نام مکاتیب میں "Songs of Modern David" یا زبور جدید کے نام سے کتاب آنے کا تذکرہ کیا ہے - ۲۶ جنوری ۱۹۲۷ء کے زمیندار میں مطبوعہ خزانہ ۳۱ جنوری ۱۹۲۷ء کے مکتوب بنام مولانا گرامی میں اس کتاب کا نام زبور مجسم بتایا گیا۔ ۲۱ جون ۱۹۲۷ء کے "الغلب" میں اس تازہ تصنیف کے چھپ کر تیار ہوجانے کی خبر سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب ۲۱ جون سے پہلے چھپ چکی تھی اور تیسرے پتے میں منظر عام پر کوئی ع ۲۰ مع ملٹن راجہ اور دیگر نامہ ،

۱۔ ریگن گنٹن گنٹن آف ریچیس تھاٹ ان اسلام : مئی ۱۹۳۱ء

ایک مغربی شکر نکولاس پی آغنیڈز نے محمد بن قتیور نے آف اسلام " میں کہیں لکھ دیا تھا کہ اصناف اور مقررہ کے نزدیک راجا ، قرآن و سنت میں ترمیم کا مجاز ہے [ص ۹]۔ اس نے علامہ کو متجسس کر دیا۔ آپ نے سید سلیمان ندوی اور ابوالکلام آزاد سے استفسار کیا۔ لاہور اور لدھیانہ کے اہل علم سے رابطے کیے ۲۲ خود بھی غور و خوض کرتے رہے چنانچہ ۱۹۲۷ء میں "دی آئیڈیا آف اجتہاد ان دی لاء آف اسلام" [الاجتہاد فی الاسلام] کے عنوان سے ایک خط لکھا دسمبر ۱۹۲۷ء میں سر عبد القادر کی صدارت میں یہ خطبہ حبیبیہ دل لاہور میں پڑھا گیا۔ مدراس کی "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سٹورن انڈیا" کی طرف سے اسلام پر لیکچر دینے کی دعوت پر، مدراس میں چھ خطبات دینے کے ارادے سے لکھنا شروع کیا مگر ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء تک صرف تین لیکچر تیار ہو سکے جو ۵، ۶، ۷، ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو کھلے دل میں مدراس کے ہل مسلم کے سامنے پیش کیے گئے۔ قبل ازیں سید سلیمان ندوی بھی شیر النبی کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ لیکچر دے چکے تھے جو خطبات مدراس کے نام سے مشہور ہیں۔

علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے خطبات کی دعوت ملی تو علامہ کو باقی تین خطبات تیار کرنے پر اور ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء شام چلے گئے سے سٹریٹیجی دل میں خطبات دنیا شروع کیا اس طرح علامہ نے مکمل چھ خطبے علی گڑھ میں پڑھے۔ مئی ۱۹۳۱ء میں یہ خطبات مجروف انگریزی چھپ گئے۔

کتاب کا اصل عنوان "ریکس ایکوز" ہے اس کے نیچے نسبتاً حق تعالیٰ میں

On The Reconstruction of Religious Thought in Islam

درج ہے۔ اگست ۱۹۳۲ء میں انگلستان کی

- ۱۸۔ مکاتیب اقبال بنام نیازالدين خان ص ۵
 ۱۹۔ اوراقِ اُلم گشتہ ص ۱۱۸ مرتبہ ڈاکٹر جم بخش ی ہین۔ رسالہ پہلی کتب خانہ ریشٹ لاہور ۱۹۷۵ء
 ۲۰۔ تصانیف اقبال کا حقیقی و توہمعی مطالعہ ص ۱۷۷ جولاء اوراقِ اُلم گشتہ ایفا ص ۱۳۸
 ۲۱۔ ایفا ص ۳۱۳ جولاء اقبال نامہ ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۶
 ۲۲۔ قلمی ترقی ادب لاہور بیع اول نومبر ۱۹۷۷ء
 ۲۳۔ اقبال کی صحبت میں ایفا ص ۳۲ تا ص ۳۷
 ۲۴۔ ایفا ص ۱۱۸ جولاء اقبال کی صحبت میں ص ۳۱/۳۰۲ ڈاکٹر ذوالقادر

ارسطو طالین سوسائٹی کی طرف سے لندن آکر کسی فلسفیانہ موضوع پر لیکچر دینے کی دعوت ملی ، علامہ نے درخواست قبول کی اور تیسری نول میز کا نفرین میں شرکت کے زمانہ میں ایک لیکچر بعنوان "Possible Religion" دیا۔ اس خطبہ کے اثرات کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک برطانوی Lord Latham کے ریکا پر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے خطبات کی دوبارہ اشاعت کی خدمہ داری قبول کر لی۔ اب ساتویں خطبہ مذکورہ کا اضافہ بھی ہو گیا۔ اور عنوان کتاب six lectures حذف ہو گیا ، اور متن میں بھی اضافے اور ترامیم کی گئیں ۲۵۔

۹۔ جاوید نامہ : ————— فروری ۱۹۳۲ء

یہ کتاب جرنلہ زیر نظر مقالہ کا موضوع ہے اس لئے اس سے متعلق یہاں اتنا ہی اذراج کافی ہے۔ اس فصل کے بعد جاوید نامہ سے متعلق تفصیلات آئیں گی۔

۱۰۔ مثنوی مسافر : ————— نومبر ۱۹۳۲ء

علامہ نے سفر افغانستان (۲۱ اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۳۳ء) سے متعلق یہ مثنوی لکھی سید ذریعہ نیازی کے مطابق یہ مثنوی اصحاب میں مفت تقسیم کرنے کی غرض سے چھاپی گئی اس لئے صرف ۵۰ (پانچ سو) نسخے چھاپے گئے۔

۱۱۔ بال جبریل : ————— جنوری ۱۹۳۵ء

بانگ درا کے بعد علامہ پر اردو تصنیف لانے کا اصرار آخر یہ کتاب منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو گیا۔ پہلے اس کا نام نشان منزل تجویز ہوا تھا اور ٹائٹل کی کتابت بھی ہو چکی تھی بعد میں علامہ نے اسے بال جبریل کر دیا۔ تاج کیمپنی نے یہ کتاب دس ہزار کی تعداد میں چھاپی تھی۔ یہ کتاب بغیر کسی تعارفی یا تمہیدی نوٹ کے شائع ہوئی۔ اب علامہ کا نام ہی کافی تھا۔

۱۲۔ ضرب کلیم : ————— جولائی ۱۹۳۶ء

بال جبریل کی اشاعت کو اکثر تعداد میں مانگ شاید اتنی جلد ایک اور ، اردو مجموعہ لانے کا

۲۵۔ تعاقب اقبال کا تحقیقی و ترمیمی مطالعہ ص ۳۱۳ تا ص ۳۲۰۔

۲۶۔ الفبا ص ۲۹ بحوالہ مکتوبات اقبال ص ۱۸۵۔

سبب ہوئی۔ ابتدا میں اسے "ہوراسرانیل" نام دیا گیا تھا لیکن جب مجموعہ مرتب ہو گیا تو موضوع کی مناسبت سے "ضربِ کلیم" لکھا گیا۔ اور توضیحی الفاظ اعلان جنگ دورِ حاضر کے خلاف بھی درج کئے گئے۔ اشاعتِ اول ماہِ رسالہ اندراج نہیں رکھی۔ کیونکہ علامہ سن بلوغت ہی سے عمداً فر کے خلاف جنگ میں مصروف تھے۔

۱۳۔ مثنوی پس چہ باید کرد : ————— اکتوبر ۱۹۳۶ء

یہ کتاب بھوپال میں، اس مسعود سے نام علامہ کے مکتوب ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کے مطابق خواب میں سید امیر خان کی نصیحت کے تحت اپنی علالت کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ خدمت میں عرض کی گئی ایک مثنوی کے پھیلاؤ سے وجود میں آئی ۲۹۔ یہ مثنوی جو گویا قصیدہ برہ کے اتباع میں لکھی گئی کتاب کے آخر میں "در حضور سالتا صلی اللہ علیہ وسلم" کی صورت میں درج ہے۔ اکتبہ "مثنوی مسافر" اس کتاب کے ساتھ شامل کر دی گئی یعنی "مثنوی پس چہ باید کرد" اقوامِ شرق، مع مسافر، اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۴۔ ارمغانِ حجاز : ————— نومبر ۱۹۳۸ء

یہ کتاب علامہ کی وفات کے بعد چودھری محمد حسین کی نگرانی میں چھپی اس میں دستیاب اردو، فارسی، تلام یک جاشائع ہوا۔ اس مجموعہ کے صفحہ ۲۴ پر [اب کلیات اردو شیخ غلام علی ص ۶۹] وہ قطعہ بھی درج کر دیا گیا ہے جس کا عنوان "حسین احمد" ہے۔ جس کے بارے میں خواجہ عبدالوحید لکھتے ہیں "میرا خیال یہ کہ ارمغانِ حجاز اگر صرف علامہ کی زندگی میں چھپی تو یہ نظم اس میں شامل نہ ہوتی، اس لئے میرے رائے یہ ہے کہ "مسئلہ قومیت" نامی رسالہ نہ چھپتا تو، اگر ان کی زندگی میں یہ رسالہ چھپ جاتا تو نہ معلوم کتنی نظمیں اور بھی شامل کتاب ہوتیں۔ بہر حال تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھا جائے گا ان کے بارے میں نہیں۔ اللہ سب کی نیکیاں قبول تھا اور غلطان صاف کر دے آئیں

علاوہ ازیں مکاتیب اور ملفوظات اور مضامین و مقالات کا

ایک طویل سلسلہ ہے۔ مکاتیب بصورتِ کلیات دہلی سے چھپ رہے ہیں جنہیں حجاز مغربی میں برقی مرتب کیا ہے اب تک تین ضخیم جلدیں، حواشی و تعلیقات اور مکتوب الیہ کے تعارف کے ساتھ چھپ چکی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اردو مقالات و مضامین کا کلیات اور انگریزی مقالات و مضامین کا کلیات الگ الگ شائع کر دیئے جائیں۔ ڈاکٹر صاحبزادہ کی کلیات باقیات اقبال اردو (نمائہ پی پیج ڈی) البتہ زیر طبع ہے یہ اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے اور اقبال اکادمی پاکستان اسے شائع کروا رہی ہے۔

۲۷۔ تعانیف اقبال کا تحقیقی و ترویجی مطالعہ صفحہ ۲۷۔

۲۸۔ علامہ نے فزیر شہرہ غمیر زبانی ہے "شب سہ پہر ۱۹۳۶ء کو در لاف اقبال بھوپال ہوم سید امیر خان رحمۃ اللہ علیہ راجہ فریب دہم قوم پرست اردو علالتِ نویش در بعد رسالت آپ عرض کن {کلیاتِ قبل فارسی صفحہ ۸۲}۔ ۲۹۔ خطوط اقبال صفحہ ۲۹۳ مکتوبہ اور سرور ۲۶ جون ۱۹۳۶ء اقبال ریویو جنری ۱۹۴۹ء صفحہ ۷۔

جاوید نامہ

○

علامہ اقبال نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی اور جس ماحول میں پروان چڑھے وہ گھرانہ تصوف کے راستے اسلام کے حلقے میں آیا تھا۔ فتوحاتِ مکیہ اور فضوںِ الحکم، شیخ فی الزین ابن ربی کا باقاعدہ درس تاجحد توغل اُس گھرانے کا معمول تھا۔^{۳۲} تمدنِ ہند اگر عموماً ویدانتی اور وجودی اثر سے متاثر تھا تو وطنیت کے مغربی سلئے اور بھی ظلمت پھیلا رہے تھے۔ یورپ کی بے خدا معاشرت اور لادین تصور حیات کی رُوح فرسائیاں ان پر مسترد تھیں۔ چنانچہ علامہ قومی بلند اقبال، تہذیبِ حجاز کے از سر نو ایجاد میں دیکھنے لگے۔

یواہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال

اٹھا کے مجھ کو غبارِ رہ حجاز کرے ^{۳۳}

نظمِ حمالہ [۱۹۰۱] میں ۴ ایک جلوہ تھا کایم طور سینا کے لئے، کا حوالہ دینے کے بعد گردشِ ایم کو پیچھے کی طرف دوڑانا محض مضمون آفرینی نہ تھی ایک وقت وہ بھی آیا جب انہوں نے اعلان کیا

دردِ دلِ حق سترِ مکتونیم ما

وارثِ موسیٰ و ہارونیم ^{۳۴} ما

یعنی وطن کی مٹی کو طور سینا سے نہیں ملایا بلکہ وطن کی مٹی کی پوچھا کرنے والوں کو طور سینا کا راستہ دکھایا جہاں تاریخِ انسانی میں پہلی بار مذہب کی بنیاد پر قومیت سازی، ایک خیمہ اجتماع کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کا خطبہ الد آباد [بھارت ماتا، مقدس مقام گنگا جنا کا سنگم] - موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہی کی پیروی میں مصرِ ہند کے اندر ارضِ مقدس کی تلاش و دریافت کی راہیں دکھاتا تھا، جو ہماری تمام تیرہ روزی کے باوجود آج بھی عالمی نقشہ میں ہم کے نقشِ سبز کی صورت میں موجود ہے۔

○

یہ وہ زمانہ تھا جب نوجوان ترک، یورپ کے مرد بیمار کو حصے بخرے ہونے سے بچانے میں کامیاب ہونے کے بعد اُسے لادینی کے ویرانے میں پھینک کر 'بے روح' کرنا

^{۳۱} علامہ کے جدِ اعلیٰ، بابا اول حاج، برہن نژاد کشمیری تھے اور کشمیری صوفی بزرگ لغیر الدین کے مرید ہوئے اور موضعِ چرار میں اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ [زنہ رُود - حبش جادو اقبال ص ۲، ص ۱۰۰ بحوالہ تاریخِ کشمیر (۱۹۵۷ء)]

^{۳۲} زنہ رُود ایٹا ص ۵۵ بحوالہ الزار اقبال ص ۱۴۸ مکتوب بنام شاہ سلیمان پھلواری۔

^{۳۳} کلیات اردو اقبال ص ۱۰۱ (بالقصد حوالہ لال نذر ۱۱) ^{۳۴} کلیات ناری اقبال ص ۵۷ (سراغزی الوقت سیٹ)

میں معروف ہوئے تھے۔ اہل حجاز عرب نیشنلزم کی زلف گرہ لگے اسیر تھے، تو ہندوستان تحریک اور تحریک ہجرت میں گماڑھی بن گئی ہے کے بعد سُدی اور سنگھٹن کی دہشت کے سپرد ہو چکا تھا۔ علامہ، محمود شبیر کی منوی گلشن راز کے گیارہ سوالات کو ۹ کر کے حضورِ وجود کے مقتضیات و احوال کو مد نظر رکھ کر علم، عشق اور مقصودِ حیات، پر گلشن راز جدید کے تحت عنوان یورپ کی جہیز اور مذہب و سیاست میں دعویٰ جیسے اہم مسائل پر نئی اور جاندارانہ دینے میں مصروف تھے۔

موری لون روس، اشتراکیت کے جس دلاویز اژدھے کے جبروں میں تھا اُس کی خوشگوار پھنکاریں ہندوستان میں بھی مٹر ہونے لگی تھیں۔ وہ پنڈت جواہر لال نہرو، جو روس سے لادین اشتراکیت کی روشنی لے کر آئے تھے وہ ہندوستان میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کو محدود سیاسی حقوق دینے سے انکار کی بدولت نہ صرف مزید دُرد آلود ہو رہی تھی بلکہ پنڈت جی کے دل و دماغ کی تاریکیوں اور بھی گہرا کرنے لگی تھی۔

آل پارٹیز کانگریسی کانفرنس کی گز سے دس ارکان کی جو کمیٹی ابھری تھی اُس کی مرتبہ نہرو رپورٹ میناقبہ سے پیدا ہونے والی یہ گنجائش بھی ختم کر دی تھی کہ ”اگر کسی اقدام کے خلاف کسی فرقے کے نمائندوں کی دو تہائی اکثریت ووٹ دے تو اسے کالعدم قرار دیا جائے“، ۳۵

علامہ مافظیہ آباد اس گفتن میں خوش گوار جواب دہ کی طرح تھانیز مذہب پر ہم گیر بیچارے خلاف جدید ترین فکری ہتھیاروں کی ضرورت پوری کرنے، مذہب کے زیرِ منقطع کردار کو اجاگر کرنے اور ملت و سلامیہ کے قومی شخص کی بجالی کی خاطر ’الہیاتِ سلامیہ کی تشکیل جدید‘ کا غلغلہ بھی بلند کیا۔ گماندہی اردن کے معاہدے نے گماندہی جی کی سول نافرمانی کو لٹن کی پستیانی کا ستارہ ہی نہ بنایا ہندوؤں کی تحریکی آگ کو بھی ہوا دی۔ بنارس، آگرہ، مرزا پور، کدک کانپور میں مسلمانوں کو جان مالی نقصان پہنچایا گیا۔ دس منظم ہم کے خلاف سندھ و پنجاب سب جگہ مسلمان حرکت میں آئے۔

ادھر ریاستِ جموں و کشمیر میں ڈوگرہ شاہی نے مسلمانوں کا جیتا مشکل کر دیا تھا۔ روزنامہ انقلاب نے اس حوالے سے پہلے سے پھیلی جھجینی کو مزید بیقرار کیا دیں۔ جموں کشمیر میں مسلم رہنماؤں کی گرفتاری اور مارشل لا کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس پر علامہ نے ۱۹ اگست ۱۹۳۱ء کو یومِ کشمیر منانے کا اعلان کر دیا تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ مسلمان اب ظلم و تعدی کو مزید برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں ۳۶

کی وضاحت کرتے ہوئے ذیل کے اشعار سے ترجمہ سنائے

این جہاں چیست صدم خانہ پندار من است
جلوہ نو گرو دیدہ بسیار من است
یستی و نیستی از دیل و نادیل من
چہ زمان و چہ مکان شوقی افکار من است
ساز تقدیرم و مدد نقد بیناں دارم
ہر کجا زخمہ اندیشہ رسد تار من است

اے من از فیض تو پایندہ نشان تو کجاست ؟
این دو گیتی آخریاست جہاں تو کجاست ؟

علاقہ نے اپنی فارسی کتابوں کا مختصراً تعارف کرایا۔۔۔ اور آخر میں فرمایا

”میری تازہ تصنیف ”جاویدنامہ“ مطبع میں جا چکی ہے اور غالباً ایک دو مہینے میں
چھپ جائے گی۔ یہ حقیقت میں الیشیا کی فیلاؤن کا میڈی ہے جیسے دانستے کی
تصنیف یورپ کی ڈورن کا میڈی ہے۔ رس کا اسلوب یہ ہے کہ شاعر مختلف
ستاروں کی سیر کرتا ہے، مختلف مکالمے ہر کی وجہ سے لکھ رہا ہے۔ پھر حیرت
میں جاتا ہے اور آخر میں خدا کے سامنے پہنچتا ہے :

اس تصنیف میں دوسرا سفر کے تمام عالمی، اقتصادی، سیاسی، مذہبی اخلاقی
اور اصلاحی مسائل زیر بحث آگئے ہیں۔ اس میں صرف دو شخصیتیں یورپ کی
آئی ہیں۔ اول کچنر دوم ٹیٹے۔ باقی تمام شخصیتیں الیشیا کی ہیں۔ ٹیٹے
نے اپنا رفیق سفر یا خضر لوقی درجہ اول کو بنایا تھا۔ میرے رفیق سفر
یا خضر لوقی مولانا روم ہیں۔ میں اس تصنیف میں سے صرف ایک
دو مثالیں ہی پیش کر سکتا ہوں۔ مثلاً چاند میں ہندوستان کے مشہور
ہندو صوفی و شواہتر سے ملاقات ہوئی ہے۔ جس کا نام میں نے جاوید نامہ
میں جہاں دوست رکھا ہے۔ و شواہتر سے جو دو باتیں ہوئی انہیں
میں نے ”نہ تا سخن عارف ہندی“ کے عنوان سے پیش کیا ہے۔

گفت ! مرگ عقل ؟ گفتم ترک فکر
گفت ! مرگ قلب ؟ گفتم ترک ذکر
گفت دین عایاں ؟ گفتم شنید
گفت دین عارفان ؟ گفتم کرد

..... گفت ! حجت چیست ؟ گفتم روئے اوست

عقائد کی باتیں اور اقبال ص ۹۷ (زبور جمع ص ۱۰۷) ۱۱۱ الفضا ص ۹۷ (جاوید نامہ)۔

۳۳/۳۲
علاقہ نے اپنی فارسی کتابوں کا مختصراً تعارف کرایا۔۔۔ اور آخر میں فرمایا
”میری تازہ تصنیف ”جاویدنامہ“ مطبع میں جا چکی ہے اور غالباً ایک دو مہینے میں
چھپ جائے گی۔ یہ حقیقت میں الیشیا کی فیلاؤن کا میڈی ہے جیسے دانستے کی
تصنیف یورپ کی ڈورن کا میڈی ہے۔ رس کا اسلوب یہ ہے کہ شاعر مختلف
ستاروں کی سیر کرتا ہے، مختلف مکالمے ہر کی وجہ سے لکھ رہا ہے۔ پھر حیرت
میں جاتا ہے اور آخر میں خدا کے سامنے پہنچتا ہے :

آپ حیران ہوں گے کہ کچنر اس ضمن میں کیسے لکھا۔ جادو نامہ میں کچنر اور فرعون
 آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ فرعون کچنر کو طعنہ دیتا ہے کہ یورپ کے لوگ بڑے
 بے رحم ہیں اور بے درد ہیں، انہوں نے ہماری قبریں تک کھود ڈالیں۔ کچنر جواب
 دیتا ہے کہ ہمارا مقصد سائنس کی خدمت اور علم الہامی کی خدمت ہے، قبریں
 اس لئے کھودی ہیں کہ معلوم ہو آج سے تین چار ہزار سال قبل دنیا کی حالت
 کیا تھی۔ فرعون اس تشریح کے جواب میں کہتا ہے

۴۲

قبر مارا علم و حکمت برکشود لیکن اندر تربت مہدی چہ بود
 ایک مقام پر میں نے چار الواح لکھے ہیں۔ لوح ہڈھ، لوح مسیح، لوح زرتشت اور
 لوح قہد ۱۔ لوح مسیح ۲ میں ٹالسٹائے کا ایک خواب ہے۔ لوح زرتشت میں
 اسلامی تصوف کے مشہور مسئلہ فضیلت نبوت بر ولایت یا ولایت
 بر نبوت کے متعلق بحث ہے۔ لوح قہد ۲ کا مضمون یہ ہے کہ کعبہ میں نبوت
 لوٹے پڑے ہیں، ابو جہل کی روح گریہ و زاری کر رہی ہے اور رسول اللہ ۲
 سے کہہ رہی ہے کہ انہوں نے ہمارے دین کو برباد کر دیا، ہماری خاندانی
 بلند پایگی زائل کر ڈالی اور مساوات کی تعلیم دینی شروع کر دی جو
 مزدکیوں سے حاصل کی گئی ہے۔۔۔۔۔ ۴۳

حفت علامہ کی اس تقریر سے، جن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ چاند پر جس ہندو صوفی سے ملاقات دکھائی گئی اور ”جہاں دوست“ نام دیا گیا ہے وہ
 وشوا مہتر ہیں۔ ہذا پر دنیور جگن ناتھ آزاد، کا یہ قیاس کہ جہاں دوست سے مراد ہیں
 شیوجی بہاراج۔ غلط ہے

۲۔ کچنر، فرعون سے معروف گفتگو دکھایا گیا ہے حالانکہ وہ ایشیائی نہیں جبکہ علامہ نے

اپنے ایشیائی ڈیوائن کامیڈی بتایا ہے۔ تو اس کی ایک وجہ تو اس کا مہر و نیرہ ہیں
 کردار ہے اور دوسرا یہ کہ مہدی سوڈانی کو اسی حوالے سے ڈرامائی طور پر ظاہر کرنا موزون تھا۔ ۱۸

۳۔ علامہ کو ”نبوت و ولایت“ کی بحث کتنی اہم لگتی تھی کہ ”الواح“ میں، آپ نے اسی کا ذکر کیا۔
 اور ٹالسٹائے کے خواب کو اہمیت دی۔

۴۔ علامہ نے دین اسلام کی صفات عالیہ ابو جہل کی زبانی لطیفہ در بیان کیں۔ اسی زمانے

میں ان کو فرانسس بیگ ہسینڈ کی کتاب پر تبصرے کے حوالے سے [اسلام کو ایک اشتراکی انداز کا
 سرٹیفیکٹ دین کیسے کے سبب] غامبی الہام بازی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ لہذا، مساوی اسلامی کو

ڈاکٹر ابوالکلیت صدیقی " ایک فیضانی لمحے کی یاد " کے تحت عنوان ڈاکٹر تاثیر صاحب کا ایک بیان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" --- کہنے لگے اردو میں شعر نازل ہی نہیں ہوتے۔ جاوید نامہ کو ابھی ابھی ختم کیا ہے اور دل و دماغ بے خبر گئے ہیں اس لئے فارسی میں بھی کچھ کیسا محال ہے " ۴۵

○

جاوید نامہ سے متعلق حضرت علامہ کے اپنے تعارفی کلمات کے بعد مناسب ہے کہ ان کی زندگی میں اس کتاب کے نام " اور مقام سے متعلق اولین بیان بھی نقل کر دیا جائے جو یقیناً علامہ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی تو اس بزرگانی کے شکار تھے کہ یہ محفون علامہ نے خود لکھایا۔ وہ لکھتے ہیں " چونکہ جاوید نامہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے فارسی میں پہلی کتاب تھی اور حضرت علامہ خود بھی اس بات سے آگاہ تھے کہ اکثر شائقین کو اس کے سمجھنے میں دشواری ہوگی اس لئے انہوں نے اس کتاب کا تعارف خود لکھوایا تھا جو چودھری کے نام سے اکتوبر ۱۹۳۲ء میں [نیزنگ خیال اقبال نمبر ۱۹۳۲ء] شائع ہوا تھا ۴۶

" جاوید نامہ دراصل مواج نامہ ہے۔ اسرار و حقائق مواج حمید نے پر کتاب لکھنے کا ایک مدت سے حضرت علامہ کا خیال تھا۔ کتاب کا نام بجائے مواج نامہ کے جاوید نامہ رکھنے کی محرک دو باتیں ہوئیں۔ اسلام کی بہت سی اور باتوں کی طرح مسلمانوں نے حقیقت مواج پر بھی بہت کم غور کیا ہے۔ دراصل غلطی از جدید کی طرح، علم حارفہ کی روشنی میں مواج کی شرح لکھ کر ایک قسم کا مواج نامہ جدید لکھنے کا علامہ کا خیال تھا۔ یہ مواج نامہ بہت مہینے سے عام شری انداز تحریر میں ہوتا اور اپنی موجودہ آسمانی ڈرائے کی شکل اختیار نہ کرتا لیکن اس اثنائیں اہلی کے مشہور شاعر ڈیفنٹ کی کتاب ڈیوائن کامیڈی پر بعض نئی اور اہم تنقیدات یورپ میں شائع ہو چکی تھیں، جن میں اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچایا گیا کہ ڈیوائن کامیڈی کے آسمانی ڈرائے کا تمام پلاٹ بلکہ اس کے بیش تر تفصیلی مناظر ان واقعات پر مبنی ہیں اور ان کی نقل ہیں جو اسلام میں مواج حمید سے متعلق بعض احادیث و روایات میں مذکور ہوئے یا بعد میں بعض مشہور متصوفین و ارباب کی ان کتابوں میں درج ہوئے جن میں انہوں نے مختلف نقطہ نگاہ سے خود اپنے حواجوں کا ذکر کیا یا مواج نبوی کی شرح لکھی ۴۸

۴۵ حفوظات اقبال ۱۲۶ ڈاکٹر ابوالکلیت صدیقی اقبال اکادمی لاہور اشاعت اول ۱۹۷۷ء

۴۶ جاوید نامہ: تحقیق و توفیق ص ۱۱ ڈاکٹر محمد رفیع اقبال اکادمی پاکستان لاہور طبع اول ۱۹۸۸ء

۴۷ شرح جاوید نامہ ص ۲۳ پروفیسر یوسف سلیم چشتی تحفہ سہیلہ ڈاکٹر و س لاہور (۱۹۵۶ء)۔

۴۸ جاوید نامہ پر ایک نظر چودھری محمد حسین مشہور شرح جاوید نامہ: خود نامہ صنفیہ و تنقیدی حواج ص ۶۹/۷۰ جلد اول اقبال انٹرویو (پراپرٹس) نظر منزل تاج پورہ۔ لاہور [عناثر ۱۹۴۶ء]۔

مشرق کے لوگ اگرچہ اب تک اس حقیقت سے بے خبر ہوں، ہلال مغرب پر سپہانیہ کے بعض مستشرقین کی جدید تحقیقات نے اب یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح کر دی ہے کہ ڈینیٹے کی ڈیورائن کامیڈی کا ماحذ اولاً وہ احادیث نبوی ہیں جن میں عوارج کی کیفیات (بعض صورتوں میں باختلاف تفصیل) مروی ہیں۔ ثانیاً ”وود کتب تصوف اور اسلامیہ جن میں اسرارِ عوارج نبوی پر روشنی ڈالنے کے علاوہ بعض صورتوں میں مصنفین نے خود اپنی سیاحت علوی اور مابعد تجلیات کا ذکر کیا ہے۔ مؤخر الذکر میں فی الاہل ابن عربی کی مشہور کتاب فتوحات مکیہ اور ابوالعلا موری کی تصنیف رسالۃ الفجران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔“ ۵۹

ہر دوسرے ٹیگٹل آسین [Signal Asin Polacing] نے واضح کیا ہے کہ

واقعہ عوارض سے متعلق مسلم محدثین، علماء، فخرین، صوفیاء اور علماء
نے اپنی واردات یا ادبی آتماخی تالیفات کی صورت میں جو سرمایہ جمع
کر دیا ہے، اگر اس کا مقابلہ کیا جائے تو مشابہت کے یہ شمار مقامات
خود بخود سامنے آجائیں گے : بلکہ کئی جگہ بہشت اور دوزخ کے عام خاکوں
ان کے منازل و مدارج، تذکرہ دئے سزا و جزا، مشابہت مناظر،
اندر از حرکات و سکنات افراد، واردات و واقعات سفر، رحور و طایا
دلیل راہ کے فرائض اور اعلیٰ ادبی خبریوں میں مطابقت تامہ نظر
آئے گی۔» ۵۰

چنانچہ علامہ نے بھی اسی طرز کا شہکار تخلیق کرنے کو ترجیح دی، اور جیسا کہ مضمون سے گزشتہ
کے دلائل مندرجہ کے جواب میں پیام مشرق اور ممکن راز کے طرز ہر ممکن راز جو بد آگاہی

کے کامیاب تجربے سے بعد ایسا کرنا مشکل نہ رہا تھا۔ علامہ نے ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے احوال اور مقتضیات سیاسی، سماجی اور عمرانی کو موضوع بنانے کی ٹھانی۔ ماضی کو واضح کرنا حال کی توجہ اور مستقبل کی نئی ندی اسی طرح ممکن تھی۔
چودھوی محمد حسین لکھتے ہیں۔

”ایک حد تک اس واقعہ (پروفیسر آسین کے تجربے) نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ بجائے عام لشریحی انوازیں مروج نامہ لکھنے کے جو مضامین کے لحاظ سے یقیناً حفاظی مروج کے مبادی ہی تک محدود رہتا، ڈینٹے کے انوازی میں ادبی [ساربارہ ہینس] نقطہ نگاہ سے ”مروج اقبال“ لکھا جائے، جس میں قید مبادی سے آزادی ہو اور تخیل و ادراک، تاویلی و تفسیر کی حدود و وسعتوں سے گذر کر فکر و بصیرت اور اختراع و الہام کی جن لا حدود فضاؤں تک پرواز کرنا چاہیں باسائی (ریسکس) ۵۳
چنانچہ پروفیسر آسین (Miguel Asim Polanco) کے تجزیہ کی روشنی میں مروج رسول، صوفیانہ سیر روح، اور ادبی تخیلی شہکاروں کا مطالعہ ضروری ہو گیا۔
وہ واقعہ اسراء و مروج کی جزئیات، احادیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں، اور اصل اشارے سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱ اور سورۃ النجم کی ابتدائی ۸ آیات، میں ملتے ہیں۔ روایت مروج کی رو سے حضور کو [آیت ۶۲] کے ۱۷ رمضان المبارک کو اُمّ ہانیؓ [حضورؐ کی چھوٹی] کے گھر سے بیت المقدس لے جایا گیا جہاں آپؐ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نمازیں امامت فرمائی وہاں سے آپؐ کو عالم بالا کی طرف اٹھایا گیا جہاں آپؐ کو آیات خداوندی دکھائی گئیں، آپؐ نے بہشت و دوزخ کے مناظر دیکھے اور حضور خداوندی میں حاضر ہو کر مشاہدہ ذات کیا اور حقوق و فرائض کا سونا لے کر لوٹے۔ آپؐ نے وہی میں مختلف افلاک پر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں بھی کیں۔

وہ اکثر ماری اور اردو اسراء خصوصاً صوفیاء اور متصوفین نے مروج نامہ لکھے یا اپنی نظموں کی ابتداء حمد و ثناء کے بعد ذکر مروج سے کی البتہ جن صوفیاء نے مشاہدہ ذات اور سیر روحانی سے متعلق ذاتی روحانی تجربات رقم کئے ان میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ [اولیٰ آثار کے] ملاحظہ ہوں تعلیقات نمبر ۱۹۸، ۲۵۷ اور شیخ محمد الدین ابن علی رحمۃ اللہ علیہ سے رسالہ (تاریخ ذکر) ہیں۔ اولیٰ ذکر کے مشاہدات تو مشہورہ تحریریں ہیں البتہ ثانی ذکر نے فتوحات ملیہ اور دوسری تصانیف میں بھی ان مکاشفات کا ذکر کیا ہے لیکن ضرر کا الہام المشرع ہے۔ جیسا کہ

۵۳ جاوید نامہ ہر ایک نظر چودھوی محمد حسین الیفا ص ۵۳

ادھر بیان ہوا مراجع البنی مسجد اقصیٰ سے سیدہ سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے آئندہ افلاک، درمیان میں
کئی فلک یا ستارے کی سیر کا ذکر ہیں ان کی فتوحات مکیہ میں افلاک کی سیر کرتے ہوئے اور سات ستاروں سے
گذر کر بہشت، دوزخ اور اعراض دیکھتے ہیں۔ دیوان کامیڈی کا بھی یہی سلیقہ ہے۔ البتہ
فتوحات ایک صاف حال کے احوال ہیں جبکہ ڈینیٹ نے تخیل کے پرے بانٹے ہیں۔

۱۳ رسالہ الغفران - الموتی سے قبل ایک نثر پارہ التوابع والزوایع مصنفہ ابوالمظاہر

شمس اندلس [۱۲۶ھ]۔ ملاحظہ ہے۔ ابوعامر عالم خواب میں وادی جہات میں جاتا ہے اور وہاں
عید ماضی کے شعراء وادباء سے ملتا ہے اور ان کے شعرواپ کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔ اس
گفتگو سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ عبقری شعراء وادباء جہنم اور شیاطین سے مدد لیتے رہے
ہیں [یہ عربوں کا عام عقیدہ تھا اسی کے زیر اثر وہ حضور کو بھی مشاعر جنوں: ایسا شاعر جس کے
نتیجے میں جوت یہ کہتے تھے]

ابوالعلاء موتی کا رسالہ الغفران [۱۲۹ھ] بھی اسی نوعیت کا ہے۔ کین
دستار کی طرح مشکل نہیں ہے۔ ترجمہ اس رسالہ میں فتنا۔ موتی ہمیش اور ادبی لطیف بھی رہا
پاگئے ہیں۔ ڈائر انجلی جانی لکھتے ہیں کہ ڈینیٹ کا سامنے یہی شخص موتی ایسے ملحد کے رسالہ الغفران
سے متاثر نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ ڈینیٹ کا روایات مراجع سے
بلواسطہ یا بالواسطہ متاثر ہونا غیر یقینی ہے ۵۵ اس لئے ڈائر انجلی صریحی کا یہ مندرکہ یہی وہ
رسالہ ہے جس نے دانستہ سے دیوان کامیڈی لکھوائی قرین قیاس ہے۔ وہ لکھتے ہیں
حکیم، شاعر، ابوالعلاء مکی کا مکلم اگرچہ بہت عام اور
مشہور ہے، مگر اس میں فلسفیانہ خیالات خصوصیت
کے ساتھ نہیں ہیں۔

اس کا اہل فلسفہ اس رسالہ الغفران میں
ہے جس میں اس نے اپنا جنت اور دوزخ کا ایک خیالی
سفر بیان کیا ہے [ابوعامر مذکورہ بالا کی طرح] وہ ان دونوں
مقاموں میں بعض ادیبوں اور شاعروں اور عالموں کو دیکھتا
ہے، ان سے ناقدانہ اور طریفانہ گفتگو کرتا ہے۔ اس
رسالے نے دانستہ سے ذہن میں "موتی وائن کامیڈی" کا

خیال پیدا کیا، ۵۶
معلوم ہوتا ہے کہ دانستہ نے اس کتاب کی مدد سے ڈیرائن کامیڈی میں ردی خوبیاں پیدا کیں۔

۵۴ جاوید نامہ: تحقیق و ترویج ڈائر انجلی ایضاً ص ۳
۵۵ ایضاً ص ۳۱
۵۶ فیض مشرق - ڈائر انجلی ص ۲۰ ادارہ انیس بارہ آباد رندیا بار اول ۱۹۵۹ء

روح کو شکل پر ترجیح دیتا ہے۔ البتہ حق، ان فرامین و حقوق دینیہ کی ادائیگی پر زور دیتا ہے جن سے اجتماعی نفع متعلق ہے مثلاً زکوٰۃ و صدقات و غیرہ۔ وہ معجزات و کرامات کا منکر تھا۔ عقلی دلائل کو دینی ہر این پر ترجیح جیسے افکار کی بدولت علماء نے اس پر زندقہ و کفر کا حکم جاری کیا ۵۸

بوصہ نابینائی ابو العلاء موری گھر میں گوشہ نشین رہا مگر اس کی کتابوں سقط للزند، لزومیات، رسالۃ الغفران نے اس کی حکمت و حکمت اور محنت، علمی قابلیت کو درخشاں کیا۔ میر تقی میر کا شعر موری پر ہر حال سے صادق آتا ہے۔

(۱) اگرچہ گوشہ گزین ہوں میں شاعروں میں میر پہ میرے شور نے روئے نہیں تمام لیا

رسالۃ الغفران سے، موری نے اپنے دوست ابو الحسن علی بن منصور المعروف بہ ابن القاریح (۲۳۵ھ) کے ایک رسالہ کے جواب میں لکھا۔ اپنے دور کے اس حلی اللہ علیہ الامام نے اس رسالہ میں بعض ادیبوں اور ارباب بر [متن ہے بالواسطہ موری ہی کو نہ بنایا ہو] حاکم کیا تھا، اور خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ لوگ اپنے اقوال و افعال مثلاً دینی و لائق کے ترک یا شراب نوشی یا غزل کہنے کا وجہ سے جہنم میں جاؤں گے۔

موری نے اسی کے جواب میں اس خیال کو رد کیا، رحمت خداوندی کی وسعت اور علماء و فقہائے شریعت کے مطعون مراء و غیرہ کے بوصہ ان کی نیک نیتی، ایمان باللہ اور احوال طیبہ نجات بخشش اور جنتی ہونے کو ثابت کیا۔ بعض فقہاء، علماء ادیبوں کے آرا پر تنقید بھی کی جس سے لزومیات کی نسبت، اس کتاب میں اس کے لیے میں تلخی بھی آئی ہے۔

موری نے ابن القاریح کا مقام جنت میں دکھایا ہے۔ وہ اس کی توصیف کرتا ہے۔ جنت کا نقشہ لکھتا ہے اس میں ایک درخت دکھاتا ہے جو مشرق و مغرب کو محیط ہے، اس میں میٹھی وراثت کے سارے سامان موجود ہیں۔ شراب ایسی کہ پینے والوں کو لذت نہیں آتا وہ زہر جبر کے مزاجوں سے شکر کے پیالوں میں انڈیل کر روشن دماغی چہروں پر ہم نشینوں کو پلائی جاتی ہے۔ اور طرب انگیز گیتوں سے نوازے جاتے ہیں۔

ابن القاریح کو موری جنت کی سیر کرتا ہے۔ اور بعض سوائے جاہلی مثلاً العشی، ازہر، عدی بن زید نصرانی، اور نابغہ وغیرہم کو دکھاتا ہے۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اپنے ایمان باللہ اور عمل صالح کے طفیل جنت میں ہیں۔ پھر وہ خود ابن القاریح سے اس کے اپنے داخلہ جنت کی کہانی سنانا ہے۔ کہ اُسے کن کن سختیوں کے جھیلنے کے بعد جنت ملی بعد محشر میں ٹھہرا گیا ہو لڑاکا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ تمام وسائل جنہیں اسباب جنت سمجھا گیا مثلاً توبہ، صحت ایمان پر قسم کھانا، درجہ قہقہہ کہنا۔ کام میں لانے کے باوجود خازن جنت، دھواں نے اسے جنت میں داخل ہونے نہ دیا۔ عالم یاس میں وہ حضرت علیؑ سے ملتی ہوئی مگر سفارش نہ ہوئی۔ اتنے میں لوگوں کا بیجوم نظر آیا معلوم ہوا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد کی خدمت میں سلام عرض کرنے آ رہی ہیں۔ جب وہ گزریں تو ان کی نظر ابن القاریح پر پڑی۔ حال پوچھنے پر

ابن القارح کا سچی توبہ کا جان کر اور یہ معلوم کرتے ہوئے ان کی وسالت سے شفاعت کا طالب ہے۔ حضورؐ بالتمام حاضری پر ابن القارح کی سفارش کی، ریکارڈ دیکھا گیا اور سچی توبہ کی تصدیق ہوئے ہر سفارش کردہ کی حقت ناظر نے اپنے بھائی ابراہیم کو اُس کے پیچھے دوڑایا۔ تلاش بسیار کے بعد وہ رضوان سے جھڑپ ہوئے پاس گئے۔ لے جا کر جنت میں داخل کر دیا گیا۔ جنت کی زندگی کا نقشہ کھینچنے کے بعد۔ موری، ابن القارح کو یہ خوشی کرتے دکھاتے کہ دوسرے جنتیوں کو دیکھئے۔ اس سیر میں وہ ان جنتیوں کی لبتیاں دیکھتے ہیں جو اپنے ایمان و اعمالِ صالحہ کی بنا پر جنت میں داخل ہوئے۔ ابن القارح جب جہنم پہنچا تو وہیں کو زنجیروں اور طوق میں جکڑا ہوا پایا۔ عذاب الہی کے فرشتے اُسے لوہے کے گرزوں سے مار رہے تھے۔ اُس سے تھوڑی بہت باتیں کرنے کے بعد ابن القارح دیگر اہل جہنم کو دیکھتے ہیں، بشر بن بُرد، امرؤ القیس، عنترة، طرفہ، اخطل وغیرہ سزاؤ کو دیکھا لیکن ان کے ساتھ بیٹھنے کی بجائے اسی شقاوت میں چھوڑ کر جنت کی طرف لوٹ آیا، وہاں آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

اس ذیل میں موری نے بعض روایات، ادبی مسائل اور بعض احکام و عقائد پر بھی تنقیدی ہے۔ آخر میں ابن القارح کے رسالہ کا بلا واسطہ جواب دیا ہے اور بعض ارباء و مفکرین مثلاً ابو نواس، متنبی، البشار، ولید ابن یزید، علاج بن رومی، ابوتام، علی ابن طالب، عمر ابن الخطاب اور بعض مسائل مثلاً موت، زندگی، دہریت، قرامط، مذہب حلول و تناسخ، دعویٰ الوسیۃ زواج، اور خمر وغیرہ کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے ۵۹

یہ اولین تختی اوی مولج نامہ ہے۔

(۲) دانستہ اور ڈیوٹن کامیڈی:

ڈینیٹ فلورنس [اٹلی] میں ۱۲۶۵ء میں پیدا ہوا جب کہ موری کی ولادت پرتین صدیاں گزر چکی تھیں۔ تینوں نسلیں فلورنس میں ہی بنی ہوئی۔ فلندہ پرنس کے لئے بلونا اور ہیڈوا یونیورسٹی کے بعد پیرس یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور فلندہ میں مہارت تمام حاصل کی۔ پیرس کے زمانہ قیام میں تھامس راکویناس کی ضخیم کتاب الہیات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُسی کے فلسفیانہ عقائد اپنالے۔ عنوان شہادت میں سرگولی آغاز کی۔ باپ بچپن ہی میں مر گیا تھا۔ دانستہ کا زمانہ اٹلی کی سیاسی ابتری کا زمانہ تھا۔ اٹلی چھوٹی چھوٹی شہر ریاستوں میں منقسم تھا فلورنس بھی ایک ریاست تھی۔ ۱۲۸۹ء میں اس کی مخالف حالت برسر اقتدار آئی تو مخالفین کو پوپ کے دربار سے گرون زندگی قرار دے دیا گیا۔ ۱۳۰۰ء سے تادم مرگ دانستہ نے جلاوطنی میں بسر کی۔ اپنی داستان حیات میں وہ لکھتا ہے "موتوں سے گرا گروں کی سزا زندگی بسر کر رہا ہوں اور تقدیر نے جو زخم لگائے ہیں وہ اپنی مرہی کے خلاف دنیا والوں کو دکھانا چھوڑا" ۱۳۲۱ء میں ۲۵ راکت کو ببارفہ بخار فوت

۵۹ الفنا ص ۱۲۸ نامہ ۱۳۱ (مختصر)۔

۴۰ شریعہ ص ۱۲۸ نامہ۔ بریڈنر و سٹیم جی ۶۶/۲۵ الفنا کالے گوروں کی جنگ رنڈر میں دانستہ گوروں کا حامی و مددگار ہے۔ کالوں کے سامنے باز کے تدارک کرنے کے لئے اس کی حمایت نے بین افکار کے رنڈر میں پوپ کے پاس بھیجا تھا لیکن کچھ کاروائی نہ ہوئی۔ دانستہ کو سزا میں نہیں لگایا۔ ۱۳۲۱ء میں ۲۵ راکت کو ببارفہ بخار فوت۔

۱۳۲۱ء میں ۲۵ راکت کو ببارفہ بخار فوت۔
Columbus University Press USA New York 1971.

ذیوائے کامیڈی تین حصوں پر مشتمل ہے I. دوزخ [Inferno/Hell] چونتیس سرود [Canto]

II. اعراف [Purgatory] تینتیس سرود، III. جنت [Paradise] تینتیس سرود، پہلے جنت میں استبدادیت بھی شامل ہے ورنہ ہر سرحدوں کے تینتیس سرود ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے اعداد کے مطابق ہیں۔ لیکن پلاٹ اور کہانی اور سفر خیالی کی تفصیلات سے اس کے مصادر کا اسلامی ہونا واضح ہے۔ واقعہ اسرار، فرشتوں کا آسمان پر چڑھنا، دوزخ و جنت کی کیفیت، قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ پھر قصہ خزانے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتوں آسمانوں پر جانا فتوحاتِ مکہ سے لئے گئے ہیں اور جنت دوزخ میں مختلف لوگوں سے ملنے کا انداز رسالۃ الغفران سے لیا ہے۔ البتہ دانئے کا تیسرا کچھ جتنے سے بڑھ کر سچا و قابل ہونا جتنا کہ لیا بلکہ دانئے اعراف میں کچھ ایسے لوگوں سے ملتا ہے جو ظہورِ انواریت سے پہلے گذرے ہیں جیسے سقراط و افلاطون اور ارسطو، یا کچھ ایسے لوگوں سے ملتا ہے جو ظہورِ انواریت کے بعد ہوئے اور انہوں نے مگر ارسطو کی خدمت کی مثلاً ابن سینا، ابن رشد اور صلاح الدین ایوبی، حالانکہ جہنم میں بہت سے امرا و نصاریٰ اور روماء کے پورے کو پایا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ دانئے نے اسرائیلیات سے بھی لیا ہو لیکن چند ایسی واضح چیزیں ہیں جن کا ماخذ صرف اسلامی خیال اور رسالۃ الغفران وغیرہ ہی ہو سکتا ہے، مثلاً اعراف کا ذکر و عقیدہ خالص اسلامی ہے اور لغیم و عذاب جسمانی بھی بالکل اسلامی عقیدہ ہے مالم بالہ کی طرف انسان کا سفر بالکل اسلامی خیال ہے [حضرت عیسیٰ کے مردوں میں سے جی اٹھنے اور قبل صلیب ہی رفع الی السماء کا فرق بھی واضح ہے۔ مکار]۔ مکہ سے بیت المقدس کی طرف رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا بالکل آنحضرتؐ ہی کا معجزہ ہے اسی سے قطعاً مراجع کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ انہیں چیزوں کو الیہ اللہ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے، اور دانئے کے لئے ان خیالات کا پانا اسلامیات کے علاوہ کہیں ممکن نہیں ہے، اسی کی تقلید سے دانئے نے بھی ان کو اپنے شہکار طریقہ الہیہ میں بیان کیا ہے ۱۱۔

یعنی دوزخ میں شاعر نے معقوب لوگ دکھائے ہیں اور نیکوں کی سزائیں بھی اسی قبیل کی ہیں جس قبیل کی اطلالیہ مراجع میں ملتی ہیں [ارداد ویراف نامہ] ارداد ویراف کے از بزرگانِ زرتشت تھا اس کا گفتگو کا پہلو متن اور فارس ترجمہ دستیاب ہے، اُس کے بارے میں ایرانی محققین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اُس کا افسانہ مراجع دسویں سے ہردسویں صدی مسبوی یعنی چوتھی سے آٹھویں صدی ہجری کے دوران کسی وقت لکھا گیا ہے۔ دو سات دن بحالت خواب عالم بالا میں رہا اور اعراف بہشت اور ہرزخ کے مناظر دیکھ کر لوٹا۔ ننا بظاہر کورس کی بتائی ہوئی سزائیں اور نیکوکاروں کی جزائیں احادیث ۲ کے مطابق ہیں یا ان احادیث سے بہت قریب۔ یہ افسانہ بالفرد واقعہ مراجع رسولؐ کے تابع لکھا گیا ہے اور مؤخر عہد [چوتھی سے آٹھویں صدی ہجری] سے تعلق رکھتا ہے ۱۲۔

۱۱۔ فین مشرق ڈاکٹر قراقرم ۱۹۶۹ء الفضاء ۱۲۔ جادو نامہ: ڈاکٹر رفیعانی ص ۲۱ (یعنی The Persian Arda Viraf Name belongs as well to this kind of heavenly journeys as the Pious English man John Bunyan's "Pilgrim's Progress". The Javidnama in the light of the Comparative History of Religions" Art. Schimmel. The Sword and Scepter Page 338. by Dr Ruffat Harsad 1977 Lash Academy Lahore.

دانیتے کا مزاج خیالی درجہ ۱۹ تا ۲۰ [Pulsinus vergens Mars] اور
بترس (Beetnice) [دانیتے کی ناکام محبت کی محبت میں طرہ]۔ یہ بھی فتوحاتِ مکیدہ کے اتباع میں
ہے جو دوا فرار ایک فلسفی اور نیک عالم کی رہنمائی رکھتا ہے۔ دراصل یہ بھی واقعہ مزاج میں حفت
جبریل علیہ السلام کی محبت سے ماخوذ ہے۔ رسالۃ الغفران میں البتہ موعیٰ اپنے دوست ابن الفارحہ کو
خود سیر کرتا ہے۔

قیان کا میڈی کی ترتیب اس طرح ہے زمین، دوزخ، اطراف، بہشتیت، ملکِ قمر
ملکِ عطارد، ملکِ زہرہ، ملکِ مرتخ، ملکِ مشتہ، ملکِ زحل، اور آلسوئے (فلک)
حاجر پر نامہ میں "دوزخ، اطراف اور بہشتیت" نہیں اور آلسوئے (فلک) سے واسطیٰ پھر شرادو
سے خطاب، (اضافی ہے)۔ جو شیخ ٹکوی کے قول پر (کہ مصطفیٰ رضی اللہ عنہ) آئے [خطبے] جو کہ کے بین مطابق ہے۔ یہی مزاج کا
ثباتی پہلو ہے۔ اس سفر کی روداد یوں ہے کہ دانیتے ایک دن پہاڑ پر جانا چاہتا ہے مگر ذلیل اخلاق
کی بندشیں اسے پکڑ لیتی ہیں، اتنے میں لاطینی شاعر درجہ کی روع نمودار ہوتی ہے اور دانیتے کو
عالمِ بالا کی سیر کرنا کوشش ہے۔ اور بتاتی ہے کہ دوزخ دوزخ سے گذر کر جانا ہوگا دوزخ سے ڈرنا بھی
ہے اور جنت کی دلت فضاؤں کو دیکھنے کا اشتیاق بھی ہے اس لئے درجہ کی رہنمائی میں روانہ ہو جاتا
ہے۔ وہ دوزخ دوزخ کے چونتیس حلقوں میں مختلف گناہوں کے ترطب گوئوں کی حالت زار دیکھتے ہیں
اور اطراف کی پہاڑی پر جا کھتے ہیں۔ یہاں نسبتاً کم درجہ کے گناہ نگاہ میں۔ اس وادیِ لطیفہ اطراف
سے گزرتے کے بعد دانیتے بہشت جا پہنچا وہاں درجہ کے ساتھ بترس اور مثیلیدا بھی آتلی ہیں۔
بترس دانیتے کی ناکام محبت ہے اور مثیلیدا ایک حسینہ ہے۔ اب چاروں نیکو کاروں کو پاتے ہیں
شاعر ہنرمند کا پانی کی کر زمینی آگروں سے منترہ ہوتا ہے۔ بترس کی رہنمائی میں درجہ اور دوسری
حسینہ ارد جاتی ہے۔

اب آسمانی سفر شروع ہوتا ہے، ملکِ قمر پر روحانیت سے عاری اور حسبِ وطن سے
محروم ارواح دیکھتے ہیں۔ ملکِ عطارد پر حوصلہ مند گوئوں کی روحوں سے ملتے ہیں۔ ملکِ زہرہ پر حکمت و
شجاعت، اللغات اور عفت کے جسمے اوصاف نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک لفظ بھی سنا۔
ملکِ مرتخ پر ملیبی جنگوں کے مقتول جن میں دانیتے کے بھرا بھی ہیں ملتے ہیں۔ ملکِ مشتہ
پر حکیم روحوں سے ملاقات ہوتی ہے اور ملکِ زحل پر معنی اور ہنرمند کا نظر آتے ہیں۔ عالمِ لاکھ
آتا ہے جہاں بترس ہی رخصت ہو جاتی ہے اور دانیتے کو سینٹ برنارڈ رہنمائی میں لے لیتے
ہیں جہاں حلقہ و تہار پر معنی التوحید فی التقلید کے روزگار پر انکشاف ہوتا ہے۔
جیسا کہ بعد ذکر ہوا علحدہ دوزخ، اطراف اور بہشت کی بجائے سیرِ فلال کرتے سپرے
آلسوئے (فلک) چمکتے ہیں۔ رہنا ہنرمند ہیں۔ اور اس سفر میں جو پیغام علحدہ دینا چاہتے ہیں اسی

ہر ان کی توجہ مرکوز رہتی ہے۔ موت اور پس از موت کے حالات سے زیادہ ان کا طبع نظر زمین کی اصلاح ہے۔

وہ ایک مسلم عالم اور حکیم ہے اس لئے اپنی توجہ زیادہ تر حیاتِ ہافہ یا حیاتِ مطلق یا بالفاظِ دیگر بقائے حیاتِ انسانی کے مسئلے پر صرف کرتا ہے اس کے نزدیک یہ بات اس قدر اہم نہیں ہے کہ مرنے کے بعد بہشت و دوزخ یا اعراف میں انسانوں کی زندگی کیسی ہوگی؟ اس کے برعکس جس بات نے اسے تمام عمر پیچ و تاب میں رکھا ہے وہ یہی موجودہ حیاتِ انسانی ہے جو اقوامِ مشرق کے لئے ان کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی اہمیت کی وجہ سے موت سے بدتر ہو چکی ہے اور جس کے پائیزہ ارتقاء کی ضرورتوں سے اہل مغرب بوجہ اپنے مذہبی اصلاحی اور روحانی اخطا طے غافل ہو چکے ہیں ۴۳

چنانچہ یہ واضح ہے کہ علامہ کھلے لفظوں میں اپنے تئیں کو "حکاماتِ عالمِ قرآنی" کی یاد دلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیورٹن کامیڈی میں منظر نگاری زیادہ ہے اور جاوید نامہ حقائق نگاری کا مرقع ہے۔ ظاہرِ کثرت بہ بھی معوی ہے جیسے دونوں شاعروں کا سفر پہاڑ سے شروع ہوتا ہے دونوں کے رہنما شاعر ہیں۔ رقبان نے فلکِ زحل پر غدارانِ وطن جعفر و صادق کو مبتلائے عذاب و ذلت رکھایا ہے۔ دانستے کے دوزخ (حلقہ ۳) میں بھی ایسے لوگ عقوبت میں گرفتار ہیں گودرا جہمِ رندرز میں۔ فلکِ عطارد پر رقبان بھی حوصلہ مند لردِ جرات افزا کردار، سید افتخانی اور سعید حلیم پاشا سے ملاتے ہیں۔ جاوید نامہ کے فلکِ زہرہ پر بھی قرص و سرور کی معفیں ملتی ہیں۔ فلکِ مشتری پر دونوں کتابوں میں حرفیائے حکمت ملتے ہیں۔ آئینوں کے افلاکِ معنوں شاعر خدا سے اپنی دلچسپی کے امور کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس تشابہ کے باوجود یہ بات مانتی پڑتی ہے کہ طہرہ ربی اول و آخر طہرہ ہے اور شاید اس سے کوئی خاص پیغامِ عالمِ انسان کو نہ ملے جبکہ جاوید نامہ رز اول تا آخر پیغام ہے۔ یعنی موصفانہ برداراری کی عالمی پیدل ۴۴

باخبر شواہِ قیامِ آدمی
می شود ہر کافر و مؤمن

آدمیتِ اقوامِ آدمی
بندہٴ عشقِ از خدا گیرد طریق

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۖ كَمَا آجُرَا ۖ وَلِنَفَازَ -

۴۴ جاوید نامہ، ڈاکٹر محمد رفیع ص ۷۱/۷۲

۴۳ شرح جاوید نامہ چشتی ص ۳۲

۴۵ بنی اسرائیل: ۷۰

جہاں ہم رسالۃ القرآن کا تعلق ہے۔ علامہ کے بعض خیالات پر اس رسالے کے اثرات بھی بدیہی ہیں مثلاً تذکرہ نبیہ کا ذبہ مرغی، جہاں غریب کی تحریک حقوق نسواں یعنی Feminism پر تنقید لگتی ہے وہاں ابوالعلا موری کا یہ عقیدہ بھی جھٹلنا دکھائی دیتا ہے جو اس نے مجرد زندگی بسر کر کے عمل کر دکھایا

اری النسل ذنباً للفق لا یقالہ

فلا تنکحن الذہر غیر عقیم ۶۷

ترجمہ: میں نسل بڑھانے والا نہ ہوں قابلِ صافی نہ سمجھتا ہوں۔ پس تو ہرگز سوائے باغیہ عورت کے کسی سے نکاح نہ کرنا۔

واضح ہے کہ عقیدہ خلاف شرع موری ہے۔ ایسے ہی عقائد کے باعث تو الموری پر فتوے لگے۔ اقبال اس کی تنقیدیں حق بجانب ہیں۔ اسی طرح علامہ کی [روح و بدن کی تفریق کے حوالے سے] عمر وجود کی فکر سے مایوسی کا یہ اندراج

ترسم ابن عمرے کہ تو زاری درآں

در بدن غرق است و کم داند ز جہاں ۶۸

الموری ہی کے یاس انگیز خیالات کا عکس لگتا ہے۔ ہر چند کہ علامہ کے ہاں یہ تن پروری اور بے روح اور بدن مست زندگی کے حوالے سے ہے۔ جب کہ الموری، نابینائی، ماں باپ سے محرومی، مجرد زندگی اور سب سے بڑھ کر عقائد کے بگاڑ کے باعث نامردی زمانہ سے متاثر ہو کر کہتا ہے۔

آلا ینما الدنیا ٹھوس یناھلھا

فما فی زمانہ انت فیہ سعد ۶۹

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دنیا اس میں رہنے والوں کے لئے بلاشبہ مٹھوس ہے۔ پس جس زمانے میں تم ہو اس میں کچھ فرس قسمی نہیں ہے۔

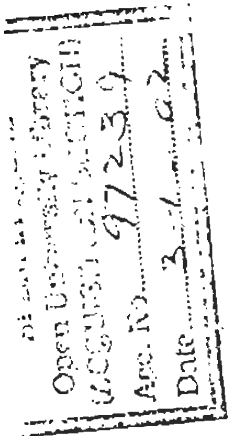


علامہ اقبال کے فکری سلسلۃ الذہب پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ اُس زمانے سے "قوی زندگی" کی جاودانی پر غور کرتے آئے ہیں جب وہ یورپ جانے سے پہلے اور نیشنل کالج [پنجاب یونیورسٹی لاہور] میں کیمپوڈ عریک ریڈر کی حیثیت سے ملازم تھے۔ رہبر نے "علم الاقمتاؤ" کے نام سے اپنی پہلی نثری تصنیف میں "واکر" کے خیالات کی تنقید کی اور ذاتی آرا درجہ کیں۔ رہبر نے علم اول حکم اسلوسے خیال سے اختلاف کیا کہ "غلامی تمدن انسانی کے لئے ضروری جزو ہے" وہ لکھتے ہیں "مذہب اور زمانہ حال

۶۶ Feminism سے متعلق تصنیفی نوٹ کے لئے مفاد ظہور تعلیمہ فر ۱۸۰ [زن نبیہ مرغی]۔

۶۷ منبع مشرق ڈاکٹر محمد امجد الیقین ص ۱۱۱ ۶۸ کلیات فارسی اقبال ص ۹۵ [جلد بیہ نامہ: خطاب جاوید]

۶۹ منبع مشرق البقا ص ۱۱۵۔



کرتے ہیں کہ تمدن انسانی کی سب سے اعلیٰ صورت یہی ہے کہ تمام بنی نوع انسان حقیقی بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ مگر نفسی الامر میں ایسا نہیں اس واسطے کہ اجنبیت اور غیرت جو حیوانوں میں موجود ہے اور جو ان کو مذکورہ بالا قانون سے متاثر کرتی ہے مختلف انسانوں، جانداروں، قوموں سے درمیان جاری ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حیوانات میں یہ مصاف زندگی افراد کے درمیان جاری ہے مگر انسان میں یہ لڑائی جانداروں کے قوتوں کے درمیان۔ ہر جاندار اور ہر قوم اس مصاف زندگی میں فتح مندی کی فزائش کرتی ہے اور سب کا یہ قدرتی اور فطری تعاقب ہے کہ حریف کو گرا کر تمام روئے زمین کا وارث بن جائے۔

اس جنگ کا نتیجہ جو فطری ہے، صفحہ ہستی سے معدوم ہونے کی صورت میں لگتا بھی فطری ہے لہذا وہ اخلاقی مابہلیتیں جو اس مصاف ہستی کو مٹا سکتی ہیں مذہب ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

”جس طرح اس قانون کے اثر سے حیوان کی بعض قسمیں صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئی ہیں اسی طرح اس قانون کے عمل سے انسان کی قدیم قومیں بھی حرف غلط کی طرح نابہ ہستی سے مٹ گئیں اور اب ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔“

بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہزاروں اشیاء مثلاً خیالات و مذاہب کا فنا بھی اس قانون کے تابع ہے۔ جو خیال یا مذہب انسان کے تمدنی حالت اور اس کی عقلی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی نہ کر سکے ضرور ہے کہ وہ انسان کی جدید ضروریات کو پورا نہ کر سکے گئے ہیں معدوم ہو جائے گا۔

معدوم کا مثال قوی زندگی (۱۹۰۷ء) ملت بیفا پر ایک عمرانی نظر (۱۹۱۵ء) اسلام بحیثیت اخلاقی و سیاسی لفظ العین (۱۹۰۹ء) اور ان اشعار و مضامین کی مللی صورت کے لئے ”نیا سوال“ ۱۹۰۵ء، عالم دیگر (۱۹۱۴ء) شہر مرغین (۱۹۱۵ء) اور بالآخر ”عالم قرآنی“ ہی گویا دفتر انعام بن اپنا نام قائم رکھتے گئے، زبان منزل ٹھہرا، اس حوالے سے کتاب کا نام ”جاویدنامہ“ وسیع تر منظر میں — حیات جاوداں کے لفظ سے طور پر ابھرایا ہے۔ اور ”زندہ رود“ Stream of Consciousness ہے جو حال میں ماضی و استقبال کی جعلیات دکھائی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر رفیع حرم کا

۱۹۷۱ء علم الاقتصاد، اقبال الفنا ۲۵۱ تا ۲۵۸ [انتخاباً] — Zinda Rud in Javid

Nama - An Appraisal of in the prospective of Stream of Thought —
Siphal Review April 1986 PP 48-49 with reference to Jacques Barzun
"A Stroll with William James" Harper New York 1983 PP 34-82.

تجزیہ اور سرور ابراہیم الیہ منزه ابن ہری شمل کا ترجمہ، درج بالا تجزیہ کی تقویت کا باعث ہوں گے اور عالم خندہری کی اس قیاس آرائی کا تشفی بخش جواب جو انہوں نے "جاویدنامہ" کا نثری پس منظر میں تحریر کیا ہے۔ ۷۳۔
 ابن ہری شمل لکھتی ہیں۔

And as the journey of the keen, ardent, loving spirit is drawn in the symbols of the Murg-i-jan (مرغی جان) the poet's bird, by Atlas and others, so it can be seen also under the symbols of running water of the river rolling in eternal motion towards the ocean.

The name given to Iqbal by Ruski-Zinderud, Living Stream - shows the importance ascribed by the poet to this very old symbol. did not Heraclitus 2500 years before, compare life and being to a river, changing and never resting? Did not the Buddha at the same time find the highest wisdom when he was sitting in contemplation on the river Naranjare whose waters may have told him the mystery of life?

And in Iqbal's works the Martyr Sultan Tipu Durr in the Canvery River such a symbol, and can not help teaching him the mystery of life? Love and death, by means of the other living stream, the tongue of the poet?

In the Payam-i. Nashriq, Iqbal has given a free translation of Goethe's wonderful poem "Mohammad's Gassang" where the German poet compares the life of the Prophet to a stream, bearing with him all herulets and brooks to the breast of the ocean. Thus too may be a reason for Iqbal's taking the nom-de-plum Zinderude: he too

is a prophetic spirit who tends to move the forces of his nations"

ڈاکٹر فریڈرہافن ان خیالات پر اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

نئی آنی، اور اخراج ضروری دینیم دراصل اقبال کے تصور خورگی کی مثالیتوں اور تعبیرات میں سے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اقبال کے دن دیا و بحر اودان کے تلافیات کا فردا دلی کے ساتھ ذکر موجد ہے [اسطیات اردو ص ۱۹، ص ۳۱۴، اسطیات فارسی ص ۲۹۴، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵]۔

اقبال اپنے اردو ساقی نامہ میں جوئے رور کے خودی اور زندگی کا عکاس بتاتے ہیں۔

وہ جوئے کبستان اچلتی ہوئی اُٹکتی، چلکتی، سرکتی ہوئی

اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی بُرے پیچ کھا کر لکھتی ہوئی

رکتے جب توسل چیر دیتی ہے یہ پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

ذرا دیکھ رسانی لالہ نام

سنائی ہے یہ زندگی کا پیام [اسطیات اردو ص ۴۱۵]۔

مگر جاوید نامہ میں سلطان شہید ٹیپو کی زبانی زندہ رود کا عقدہ کچھ حل ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اگر دریا کے کاویری زندہ رود ہے تو شاعر کبھی دل ہی زندہ رود ہے

اور سلطان شہید انسان کو بھی رود حیات کی ایک مونہ اور لہر بتاتے ہیں

درجیاں تو زندہ رود اور زندہ رود خوشترک آید سرود اندر سرود [ص ۴۱۵، ص ۴۱۶]
اسمن و تو موج از رود حیات ہر نفس دیگر شود رین کائنات (اسطیات فارسی ص ۴۱۶)

ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال نے زندہ رود کے نام سے اقبال کے حیات اور کارناموں کو

یکجا کیا ہے۔ یہ بڑا مناسب نام ہے زندہ رود کے نام کی مناسبت کو اقبال

کے تصورات زندگی و خودی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ نظم خفراہ کے ذیلی عنوان

زندگی میں ہے

تو اپنے پیادہ اموز و فردا ہے ناپ جاوڑوں پیہم دور، ہر دم جوں ہے زندگی

زندگی میں گھٹک رو جاتی ہے آج کے کمزور اور آزادی میں بحیرہ بیکراں ہے زندگی

میزبم ہستی ہے تو ابھرا ہے نیند خواب اس زمانہ خاتے میں تیرا امتحان ہے زندگی [اسطیات اردو ص ۴۱۶]

اس طرح سر اس مسعود کے مریضے کا تیرا بندوں ہے۔

خود ہے زندہ تو یہ موت اگر تمام حیات کرا عشق موت سے کرتا ہے امتحان کائنات

خود ہے زندہ تو دیا ہے بیکراں ترا قرب و اقارب میں مصطفیٰ خورشید نفل نور [اسطیات اردو ص ۴۱۶، ص ۴۱۷]

تایم بقول ان کے رومی نے شاعر کو اس کی سربست نکرد اندیشہ کی وجہ سے زندہ رود سے ملتی کیا ہے۔

The Sword and Scapula by Dr Riffat Hussain P.P. 119/14. ص ۷۴
(The David Nama in the History of Religions Ar. Schimmel)

ص ۷۴ جاوید نامہ، تحقیق و توفیح ایضاً ص ۷۴/ص ۷۵

ابن یونس [۱۱۰۰ - ۱۱۸۵] کی معروف تخلیق قت ابن یعظان کا دیرانی محقق ڈاکٹر بریل الزمان
فرز الزمان، ترجمہ کیا اور نام "زندہ بیدار" لکھا۔ یہ کتاب Lenn Evan Goodman نے
۱۹۶۹ میں انتہائی مفید مقدمہ اور حواشی کے ساتھ انگریزی میں منتقل کی، خود راجستھان لکھنؤ میں یہ دکر کی
بار ۱۹۸۳ میں شائع ہوئی۔ علاوہ اشرف حسین کے مطابق علامہ نے زندہ رود کا تصور کوئی نئی تصوفی فکر سے لیا ہے۔
آگے اس کا ذکر آئے گا۔



جاوید نامہ کے عنوان کی وضاحت میں درشر کہتے ہیں اکثر ماہرین اقبال نے اسے دیباچہ سے منسوب
کیا ہے علامہ نے جس کے بے حد دلچسپ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

خیالی میں بہ تماثل آسمان بود است بدوش ماہ و باغوش کیکشاں بود است
گمان مبر کہ ہمیں خلاوں لکھن ماہ کہ ہر ستارہ جہاں بہت یا جہاں بود است

اقبال میوزم لاہور میں محفوظ اصل مستودہ کے مطابق علامہ نسبتی کا ایک شعر بھی جاوید نامہ کی علامت ہے
(عنوان) کے طور پر لکھنا چاہتے تھے مگر بعد میں یہ شعر کتاب میں جگہ نہ پاسکا،
صدر تیشہ کہ ہر شگ یوزد در است خبر بگیر کہ آواز تیشہ و جگر است

لیکن حقیقت یہ ہے کہ "مناجات" ہی وہ دلچسپ دیباچہ ہے جس کا اصل مآخذ قرآن
مجید کی سورۃ فاتحہ ہے۔ اس نظم کے سات بند ہیں۔ کتاب میں چھ دھلاک اور ایک آئینے افلاک
کی سرور ہے۔ کتاب کی سیر کرنے والے اٹ بندوں کو "سبعہ من الثانی" کا مٹلی اتباع پائیں گے۔ اس
لے نہ تو زبور مجسم کے درجہ بالا درشر دیباچہ کے طور پر درج ہوئے اور نہ علامہ نے اس دیباچہ کو لکھنے کے طور پر
تھے جو نہ لکھا گیا علامہ ہی مناجات وہ دلچسپ دیباچہ ہے۔

پہلے بند میں علامہ نے کائناتِ فطرت میں انسان کی تنہائی کا رفا ریا ہے، اور فرزند آدم کے ہم نفس
کا نہ ہونا زیادہ سبب ٹھہرایا گیا۔ ہم نفس فرزند آدم کا کجاست؟

دوسرے بند میں زمانے کی ناپائیداری کا شکایت اور زمانِ خالص سے ہر فرد کی التجائی گئی ہے کہ
جو زمانِ خالص کا مالک ہو جائے وہ آواز کو بصورتِ رنگ دیکھنے کی صلاحیت پالیتا ہے۔ یہ زمانِ خالص، شہرِ اشراق
سے ماورائے ہے۔ خوش آن اورے کہ از ایام نیست شمع روشن از نورش اگر خود روز و صومت را چون زندہ بین می توان
تیسرے بند میں تجلیاتِ ذات کی تمنا کی گئی ہے۔ تو ہی اندر شبستانم نور

چوتھے بند میں عقل و عشق سے بند دروازے کھلنے کی آرزو ہے تاکہ فراق میں لذتِ رمل بخشنے والا حضور
لیفٹ ہو۔ ہاں سوئے گروں جو اب قریب ہے آخری بند میں جاویدانی کن مرا کے ساتھ
تغنا و کردار میں اعتدال و یکسانی کی آرزو کے بعد یہ دعا کی گئی ہے کہ ہر جوان سہل کن حرف مرا

ibn Tufayl's Hayy bin Yaqzan by Lenn Evan Goodman

۱۹۸۳ء
۱۱۹۰۱ Sunset Boulevard, Los Angeles CA 90049, 2nd floor

۱۹۸۳ء
۱۱۹۰۱ Sunset Boulevard, Los Angeles CA 90049, 2nd floor
۱۹۸۳ء
۱۱۹۰۱ Sunset Boulevard, Los Angeles CA 90049, 2nd floor
۱۹۸۳ء
۱۱۹۰۱ Sunset Boulevard, Los Angeles CA 90049, 2nd floor



جاوید نامہ مولانا جلال الدین مدنی کی مشہور کی گئی ہے۔ اس میں چھ درجن کے نگ
ہمک اشعار دیگر شعراء کے ہیں جن کے رساویہ ہیں مولانا روم، عتی کا شیری، ناصر خسرو قرة العین طاہر
[مشاد طرہ نقی العرف بہ لاپرا کاشی ۹۰۰ تا ۹۵۰]۔ تفسیر بٹ کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۸۶ [غزل طاہر]۔ اور مرزا
غالب کے کچھ شعرا اپنی مدرسہ کتابوں سرار خدی اور زبدہ علم وغیرہ سے بھی لئے ہیں یہ تہذیب آسمانی کو اقبال نے سروسٹ
کے یہو لگ ان ہیون (Prologue in Heaven) کے زیر اثر لکھا ہے اور زندہ دور کا تصور بھی گروٹے
ہا کی لغت مصطفوی (لفظہ قدس) سے لیا ہے۔ جس کا آزاد ترجمہ علامہ نے پیام مشرق میں ”جوئے آب“ کے
عنوان سے درج کیا ہے۔

زکی بحر بیکرانیہ چہ مستانہ می رود

در خود لیگاہ از بہ بیگانہ می رود ۸۴

مہرزی پر لکھ خورشید خان خٹک کے کچھ شعروں کے آزاد تراجم بھی ہیں۔ حسب موقع اصل ان کا حوالہ درج ہے۔



جہاں تک کتاب میں شامل رثیاء (کرداروں) کا تعلق ہے سب سے چند ایک کے باقی سب تاریخی حیثیت رکھتے
ہیں۔ اور ان فرضی کرداروں نے جاوید نامہ کی ڈرامائی حیثیت کو محکم کیا ہے ۸۵
فرضی کردار درج ذیل ہیں:

آفرین - تاسد مغربی تمدن کی علامت

فرز - ایک نوجوان، فرضی کردار۔

نبیہ کا زہر مرغ - فیمین ازم سے متاثر خواتین کا نمائندہ

بعض بتوں کے نام جو شاید مترادف ہوں گے یا قافیہ ملائے کی خاطر ملائے گئے مثلاً فسر، رومن، فسر
ریفرہم۔

اصلی کردار درج ذیل ہیں :

بتوں سے شروع کرتے ہیں۔ بلبل، مردوخ، یثوق، لشر، لات، سات، عسر [ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۵۶]
۱۶۱

بیل (تہذیب نمبر ۱۸) ابلسمیں تعلیقہ نمبر ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰

افراد و اشخاص : افلاطون تعلیقہ نمبر ۷

[بحفاظ حروف تہجی] ابرہن تعلیقہ نمبر ۶

ابو جہل تعلیقہ نمبر ۷۲

مہرزی کی تعلیقہ نمبر ۲۲۵

طالسٹائے تعلیقہ نمبر ۶۹

۸۳ دانستہ کا طریقہ خوارندی اور جاوید نامہ اقبال۔ رشتہ جینی مشمولہ سہ ماہی بلند اقبال اپریل ۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۱ء

۸۴ کھیات فارسی اقبال ۱۹۹۹ء [پیام مشرق]۔

زن رقاصه
فرز مهرز

تعلیقہ نمبر ۶۱
فرضی نام، حاشیہ نمبر ۹۱۲

جمال [حضور]. جلال -
حرانِ بہشتی
روح ہندوستان

تعلیقہ نمبر ۶۲، تاریخ دوشنبہ ۱۸۸۲ء
شعبہ ۱۸۵
آنسو نور اکیمبشتی شری
نفلہ گل ہی روح ہندوستان، نولہ
کا ترجمہ کرتے ہیں علامہ کی
م۔ الوطنی ماسٹر کار۔

وہ افراد و اشخاص جن کا ذکر صفحہ ۱۷۰ :

تعلیقہ نمبر ۱۰۹	آدم خانی
تعلیقہ نمبر ۳۲، ۴، ۱۵۲	ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
تعلیقہ نمبر ۲۶۵	ابن سعود
تعلیقہ نمبر ۲۰۹	ابن سینا (بوعلی سینا)
تعلیقہ نمبر ۲۵۸	ابوذر غفاری
تعلیقہ نمبر ۹۶	البرسید، ابوالبکر فضل اللہ
تعلیقہ نمبر ۱۳۳	ابولہب
تعلیقہ نمبر ۲۲۸	امیر شاہ ابدالی
تعلیقہ نمبر ۱۵۴	اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام
اللہ الوصل	
امراء القیس	
الرب علیہ السلام	
بایزید (البزیر) البطائی	
جاوید اقبال (حبش)	
جبریل امین علیہ السلام	
جنید بغدادی سید الطائفہ	
حسین ابن علی (ع)	
حاکم عمر خیام	
تعلیقہ نمبر ۱۵۸	
تعلیقہ نمبر ۹۱	
تعلیقہ نمبر ۶۵، ۲	
تعلیقہ نمبر ۲۵۶، ۹	
تعلیقہ نمبر ۲۰۸	
تعلیقہ نمبر ۱۰۳	
تعلیقہ نمبر ۹۰	
تعلیقہ نمبر ۲۳۱	
تعلیقہ نمبر ۱۰۲	

تالیف نمبر ۱۳۱	طارغوت	تالیف نمبر ۱۶۱	خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ
تالیف نمبر ۲۵۹	طہر	تالیف نمبر ۲۷۷	خسرو نوشیروان
تالیف نمبر ۱۷۲	طوسی نظام الملک	تالیف نمبر ۲۷۷	خسرو پرویز
تالیف نمبر ۳۰، ۱۳۲، ۲۶۶	علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	تالیف نمبر ۲۸۶	خضر علیہ السلام
تالیف نمبر ۱۲۰، ۱۶۷	عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ	تالیف نمبر ۲۸۱	خوشحال خان خٹک
تالیف نمبر ۳۷۵، ۶۸۷	عسائی سبع علیہ السلام	تالیف نمبر ۲۷۵	دلدار [دارلوش اعظم]
تالیف نمبر ۲۱۸	غزالی، امام ابو حامد	تالیف نمبر ۱۰۵	داؤد علیہ السلام
تالیف نمبر ۶۲	فراد [اشق]	تالیف نمبر ۵۷	رازی، امام فخر الدین
تالیف نمبر ۹۵	فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ	تالیف نمبر ۲۳۵/۱۳۹۰	رستم [ہیوان]
تالیف نمبر ۱۴۵	فواد	تالیف نمبر ۲۳۳	رضاشاہ پیلوی
تالیف نمبر ۱۴۵	فیصل	تالیف نمبر ۱۶۵	زرکیا علیہ السلام (ارشہ)
تالیف نمبر ۲۸۱	قادیانی - مرزا غلام احمد	تالیف نمبر ۸۵	زکریا ابن ابی سلمیٰ
تالیف نمبر ۲۷۹	قباد	تالیف نمبر ۱۵۵	زین العابدین رضی اللہ عنہ
تالیف نمبر ۷۷	قیصر	تالیف نمبر ۳۷	ساعی (سحر)
تالیف نمبر ۱۱۳	کمال ماکس (جسوسیہ)	تالیف نمبر ۸۷	سحبان ابن وائل
تالیف نمبر ۵۷	کریم کارڈ	تالیف نمبر ۵۶	سروش
تالیف نمبر ۷۷	کسری	تالیف نمبر ۲۷۷	سکندر اعظم
تالیف نمبر ۲۷۷	کیتیا د	تالیف نمبر ۲۶۰	سلطان سنجر
تالیف نمبر ۲۶۷	محمد بن علی احمد بن علی	تالیف نمبر ۲۲۰	سلطان شہاب الدین شمس
تالیف نمبر ۲۱۰	محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہ وسلم	تالیف نمبر ۲۸۷	سلطان مظفر بیگ
تالیف نمبر ۲۳۰، ۱۷۷	محمد مصطفیٰ کمال پاشا آتاترک	تالیف نمبر ۲۶۷، ۲۸۱	سلطان فارسی رضی اللہ عنہ
تالیف نمبر ۱۱۷	موسیٰ طیم رضی اللہ عنہ	تالیف نمبر ۲۳۷	شاپور
تالیف نمبر ۱۵۷، ۱۳۸	نژاد نو	تالیف نمبر ۲۵۷	شیلی [ابوبکر]
تالیف نمبر ۲۷۹	نیزد جبر		
تالیف نمبر ۵۲	یوسف علیہ السلام		

تے اشرف حسینی کے بار بار چارٹ سے روادار سنو کا خانہ پیش کیا گیا ہے۔

نوٹ : علامہ نے دانستے کے ابتدائی دو حصوں کو ترک کر دیا ہے جنہم و اعراف کی بجائے - ظلمت مرتبہ سیدھے آئینہ انوارِ اعلیٰ کے ہیں ۔

کینڈہ	دانستے کے طریقہ خداوندی کے نام کردار	جواب نامہ امتثال کے اہم کردار	نشان کا نام پیر محمد علی شاہ	آدم السلام	آدم علیہ السلام	نفس و
حاصل	شہزادی پشاورا	شہنشاہِ کسٹینین ، رومرو	روحی ، زہرا ، روحِ اقبال ، جمال الدین انصاری پیر محمد علی شاہ	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۵ تا ۱۵	شہنشاہِ کسٹینین ، رومرو	روحی ، زہرا ، روحِ اقبال ، جمال الدین انصاری پیر محمد علی شاہ	روحی ، زہرا ، روحِ اقبال ، جمال الدین انصاری پیر محمد علی شاہ	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۸ تا ۹	عشق : چارلس مارل ، جوزف ، قول کویت آف مارسلز	عشق : چارلس مارل ، جوزف ، قول کویت آف مارسلز	عشق : چارلس مارل ، جوزف ، قول کویت آف مارسلز	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۱۰ تا ۱۴	استادہ ، نورخ اور زمینی نیا : ایکو نیاس ، البرٹ کرشین ، پیر ، المبارک ، میلان ، دلاوی میس ، لوسری کی ، جبریل ڈاکٹر پرفیسر پیچیدہ ، سہانہ کامیڈ	استادہ ، نورخ اور زمینی نیا : ایکو نیاس ، البرٹ کرشین ، پیر ، المبارک ، میلان ، دلاوی میس ، لوسری کی ، جبریل ڈاکٹر پرفیسر پیچیدہ ، سہانہ کامیڈ	استادہ ، نورخ اور زمینی نیا : ایکو نیاس ، البرٹ کرشین ، پیر ، المبارک ، میلان ، دلاوی میس ، لوسری کی ، جبریل ڈاکٹر پرفیسر پیچیدہ ، سہانہ کامیڈ	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۱۲	جہد چورس : جوشا ، شامیان ، اریڈ ، ایم آف لورینج	جہد چورس : جوشا ، شامیان ، اریڈ ، ایم آف لورینج	جہد چورس : جوشا ، شامیان ، اریڈ ، ایم آف لورینج	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۱۸	منصف : کرچین ، داؤد علیہ السلام ، تسلطین ، حکم دم آف مسلمی	منصف : کرچین ، داؤد علیہ السلام ، تسلطین ، حکم دم آف مسلمی	منصف : کرچین ، داؤد علیہ السلام ، تسلطین ، حکم دم آف مسلمی	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۲۱	پیر زامیان ، چارلس ، رومرو انوس	پیر زامیان ، چارلس ، رومرو انوس	پیر زامیان ، چارلس ، رومرو انوس	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۲۸	سینٹ : پیٹریک ، پیتا سچ کی روش ہرولڈی	سینٹ : پیٹریک ، پیتا سچ کی روش ہرولڈی	سینٹ : پیٹریک ، پیتا سچ کی روش ہرولڈی	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد
۳۰	ایوان ارجا	ایوان ارجا	ایوان ارجا	روح - نئی کاروائی	روح - نئی کاروائی	عقاراد

ماخوذ : از سرمایہ اقبال اپریل ۱۹۸۲ء

نرم اقبال لاہور (دانش کا مکتبہ)..... از (شیر جینی)

○

کرداروں کے ضمن میں، بابیہ خاتون قرۃ العین طاہرہ کو ملک مشتری پر "ارواحِ جلیہ" میں شامل کرنا اور نواسے طاہرہ کے تحت عنوان "طاہرہ سے کسی دوسرے شاعر کے شعر کا انتخاب و انتساب" علامہ رزین طاہرہ و خاتون نجم لکھنا بعض راسخ العقیدہ مسلمانوں اور اقبال پرستوں کو ناگوار لگتا۔ سید محمد حنیف طباطبائی نے اپنی ناراضی کا اظہار یوں کیا

"اس بات سے ہٹ کر کہ آیا اقبال کے ملک مشتری پر تعظیم مطلوب اور ہزار جبریب کے قرینہ بدشت میں قرۃ العین کے حدودِ اسلامی توڑنے کے اقدام کے درمیان کسی لفظ کے شامل ہونے کا امکان [مکن یا نامکن] ہے، کسی دوسرے شاعر کے شعر کا انتساب جو اس سے تین صدیاں قبل لکڑچٹا اور برصغیر کا ایک مصنف "قرۃ العین" کی پیدائش سے سو برس پہلے مذکورہ شعر اپنی بیاض میں ثبت کر چکا تھا،

ایک بہت ہی ناروا اور بے محل بات ہے" ۸۵

میںاب طباطبائی کے بقول جو کوئی اور جو کچھ ملک مشتری [سوالہ طاہرہ نامہ] میں تلاش کیا گیا اور جو کچھ طاہرہ قزوینی کے کارنامہ دین و دنیا سے متعلق تاریخ یا جہ میں قریبے ہو چکا ہے، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے" ۸۶

جہاں تک شعور کے انتساب کا تعلق ہے تفصیل تالیف فرما ۱۸۶ کے تحت ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور جہاں تک تاریخ بابیہ میں درجہ قرۃ العین کے کارناموں اور ملک مشتری اسے دئے گئے تمام کے درمیان زمین آسمان کے فرق انہما کا تعلق ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ لیکن دو باتیں ایسی ہیں جو علامہ کے اقدام کے جواز میں پیش کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ غیر ایک یہ کہ علامہ کو سخت کوشی بمقابلہ بن آسانی پسند تھی، ان کے فلسفہ فکری میں اپنے عقیدہ پر راسخ ہو کر ضبط نفس [جہاد بالنفس] بنیادی شرط ہے۔ اور اس جہاد سے وہ کفر و اسلام کی تمیز نہیں کرتے۔

گھر و جمعیت حیات ملت است کفر ہم سرمایہ جمعیت است ۸۷

مگر شرطِ اسمیت ہے اس طرح کہ عقیدہ زندگی کے تمام شعبوں میں اظہار پائے۔ کفر کی خوری نامسلمان اور اسلام کی خوری مسلمان، علامہ دنیا میں امن و سلامتی کو کفر کی کفر میں پختگی اور اسلام کی اسلام میں پختگی کی صورت میں دیکھتے تھے۔ بالکل دریا کا پہلا حصہ، اسی حوالے سے کائناتی تغیر کا دور ہے۔ "حقیقت ملی کو تو جو سمجھے تو یہ بھی یہاں ہے رنگِ بونو کا" ۸۸ رنگ اپنی انفرادیت کے ساتھ اور بونو اپنی انفرادیت کے ساتھ، یہاں بانہ دھتے اور لگے، "کو حسن و جمال بخشے ہیں۔ علامہ ہندوستان بلکہ

۸۵، ۸۶ جرنل لیسٹریہ سرائیکی پاکستان لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء ایکیریلان والٹر کا خط جو اقبال کے لئے "بچہ سکا" اندر ترجمہ: ذوالہ عبدالحمید نیروالی۔

۸۷ کلمات ناموس اقبال ص ۵۵ [مثنوی اسرارِ خدی]۔ اس موضوع پر رافقہ کا شمار اقبال اور فقرہ قومیت، جلیقہ صحیفہ لاہور اکتوبر دسمبر ۱۹۹۰ء دیکھنا چاہئے۔ ۸۸ کلمات اقبال اند ص ۱۳۴ [آئینہ در آمد ہم غزل]۔

سارے جہاں کی ملّی منظری اور جنتِ گمشدہ کی اسی دنیا میں بازیافت اسی "اتحاد" میں دیکھتے تھے علامہ نے "تصورِ ملت" کو - ہی تازہ صافی دے کر متحدہ قومیت کی دعوت اختیار کی تھی۔ جسے "نیا شوالہ" نام دیا تھا۔ اور جسے نہ مسلمان سمجھ سکے [ملاحظہ ہو اقبال اور پاکستانی قومیت ص ۱۹۰ - ڈاکٹر حسین دہلوی] اور نہ ہندو سمجھ سکے [ملاحظہ ہو اقبال (ہرف و گزری) ڈاکٹر سچانند سنہا ۱۹۷۱]۔ حالانکہ یہ "قومیتِ ہندو" انگریزوں اور ہندوؤں کے اقلیت کش منصوبے کا جواب تھا وہ اقلیت کش منصوبہ جس کی کامیابی کے بعد نہ ہندوستان نہ مسلمان یہ ایک لادین مغربی طرز کی ہندوستانی قوم ہوتی جبکہ علامہ اس قومیتِ ہند کے جواب میں لکھتے ہیں قومیتِ ہند کا اتحاد ان جماعتوں کی نفی میں نہیں بلکہ اُن کے تعاون و اشتراک اور ہم آہنگی پر مبنی ہے " ۸۹

ہی وہ طریقِ محبت ہے جسے علامہ نے نظامِ فطرت میں "الف" سے تعبیر کیا۔ اور جب دوسری طرف اس پیغامِ محبت و الفت کو درخورِ اعتناء نہ جانا گیا تو علامہ نے ایک "دیرِ فطرت" کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھا کہ اسلام کو پیش کریں۔ اور وجہ صاف بتائی کہ کفر، کفر میں پختہ نہیں، مسلمان مسلمان میں پختہ نہیں اس لئے فکرِ اتحاد ناممکن ہے۔ یہ "دم بدم باہن ویر لفظ گزیراں از من" والا اتحاد پر لائن کن ہے۔ یہ اختلافِ وجہ و سائل سے گھبراتا ہوں میں ۹۰

اس بحث کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ علامہ کو خوری کے عناصر ترکیبی سے دلچسپی تھی وہ عناصر وہ جہاں اند جس میں دیکھتے تھے اُس کی تعریف میں، بھل سے کام نہیں لیتے تھے۔ لیکن یہ تعریف انہیں اُس کا تاریک پہلو دیکھنے اور دکھانے سے نہیں روک سکتی تھی۔ متحدہ قومیت، ترکیبِ خلافت، فوجِ اتر ترکِ نیلیم، لاشیوں کا خلافتِ ہنداز سے بغاوت کرنا، اناظر کی تجدیدیت، مارکس کو پیغمبرِ جبریل کہنا اور "نیشے و بے صلیب علاج بتانا، مسولینی کو بے انجیل دیکھ کر کہنا اور ظاہر کو خاتونِ بجم لکھنا، سب تصویرِ خوری کے عناصر کی کسی جھلک کا نتیجہ ہیں۔ ظاہر نے جس جی داری کا ثبوت دیا وہ جب داری ہی تو فلسفہ خوری کا مطلوب و مقصود ہے اور تھا، وہی "ندرتِ نکر و محل" رومۃ البرکۃ کے جواؤں کو "سوزِ آرزو سے سینہ تاب" دکھاتی تھی۔ اقبال پر تب بھی متناقض فکر کا الزام آیا تھا، مسولینی کی نظر کو قبل شعاعِ آفتاب، لکھنے کا حجاز علامہ نے یوں بیان کیا تھا مسولینی کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا اس میں آپ کو تناقض نظر آتا ہے، آپ درست فرماتے ہیں؛ لیکن اُراس بندہ خدا میں SAINT AND DEVIL دونوں کی خصوصیات ہوں تو اس

کا میں با علاج کروں " ۹۲

یہی جواب قرة العین ظاہر کو خاتونِ بجم لکھنے کے حوالے سے دیتے اُر علامہ سے پوچھا جاتا تو۔

۸۹ مقامین اقبال لکچر ہڈار ص ۱۱۵ امدیہ پریس مید آباد دکن ۱۹۴۳۔
۹۰ مکتوبات اقبال ص ۴۲ (ماہِ بردار: علامہ) ۹۱ الباقی ص ۴۴۳ (بال حیدر: مسولینی) ۹۲ مکتوب بنام آل احمد سرور ۱۲ مارچ ۱۹۳۴۔

طاہرہ کا تناسب غزل کے سامنے میں بھی جانب طبا طبائی کی تحقیق کی داد دینے کے باوجود اسے اقبال کے خد میں جیتو پر حرف کا جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ علامہ کا برسرِ زندہ تذکروں کی رو سے یا خد غزل کے تیوروں کا حیاتِ طاہرہ سے مطابقت رکھنا، دیکھ کر اسے نوائے طاہرہ لکھنا یہ ہرگز پرزِ ثابت نہیں کرتا کہ علامہ نے یہ غزل ان سے منسوب کر رکھا یا ان سے انتساب کو درست تسلیم کر لیا۔ ۹۳

کیا "نوائے حلاج" کے تحت اپنی غزل کا رفاکِ خویش طلب آتش کے پیدائشیت لکھ کر علامہ نے اپنی غزل سے دست برداری کا اعلان کر دیا تھا؟ نہیں، تو پھر اس غزل کو نوائے طاہرہ کے تحت لکھنا بھی ناروا اور بے عمل کو بر عمل گردانے جیسے شدید الزام کا جواز نہیں بن سکتا۔ جانبِ طبا طبائی کے دلائل کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۸۶ غزل طاہرہ۔

دکرا کردار شیخ حسین بن منصور حلاج کا ہے۔ منصور کے عہد کے راسخ العقیدہ علماء سے لے کر سید سلمان ندوی بروم تک ہر کسی نے منصور کو قابلِ دار بتایا ہے۔ موفیاد کے مابین بھی منصور کی شخصیت متنازعہ رہی ہے۔ پھر علامہ نے اس کو اتنی اہمیت کیوں دی؟۔ علامہ نے اپنے مقالہ ہی ایچ ڈی [ایران میں بالبعد الطبیعات کا ارتقاء] میں حلاج کو "وحدت الوجود" کے فکرِ بہادو کا شہکار بتایا تھا اور اس کے تقویٰ زائلوں کو حلول ہی کا خطرہ نہایت زورِ کلمہ میں یہی وہ حلاج کو شکرِ اچڑیستہ جا ملتا ہے جو ستری اور ودیت اور ادویت کا اہم ترین فلسفی ہے۔ ۹۴ لیکن جاوید نامہ میں وہ اس سے بالکل برعکس خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ یہ فرانسیسی محقق ایل میسیمی ٹون کی کتاب کا اثر ہے،

*La Passion d'Al-Husayn bin-Mansoor Al-Hallaj:
Martyre Mystique d-La Islam.*

حسین ابن منصور حلاج شہید و عارف اسلام کا المیہ

چھپ جانے سے منصور کے عقائد کے بارے میں قیاسات کی گردِ چھٹ رہی تھی۔ علامہ نے بھی مکتبے کتاب پرنٹولی ہوورڈ فوڈ وہ زانس میں کتاب الطواسین کی رشاعت کی جنرل اور ناظم جارج کی کے نام مکتوب مورخ ۷ ارمی ۱۹۱۹ء میں [دیتے وقت بھی حلاج کے عقائد کو لائقِ ردِ زردی بتاتے ہیں۔

منصور حلاج کا رسالہ کتاب الطواسین جس کا ذکر ابن حزم کی فہرست میں ہے۔ فرانس میں شائع ہو گیا ہے مؤلف نے فروغِ زبان میں نہایت مفید حواشی اس پر لکھے ہیں آپ کی نظر سے گزرا ہو گا۔ حسین کے اصلی معتقدات پر اس کے سے بڑی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے مسلمان منصور کی سنراوی میں حق بجانب تھے، ۹۵

۹۳ مکتوبات فارسی اقبال ص ۳۲۸ (پیام مشرق: بقیہ غزل نمبر ۱) ۹۴ منصور حلاج اقبال کی نظریں۔ ابن زبیر شمل

مکتوبہ اقبال شناسی اور نقد ص ۳۸ مرتبہ سید رشید خاں اقبال پور طبع دہلی نومبر ۱۹۸۸ء

۹۵ مکتوبات سکاٹیتھ اقبال۔ برنی ج ۲ ص ۹۴

شاید "جادی نامہ" کی تخلیق کے زمانے میں صوفیاء کے "روحانی سیر" دیکھنے کے دوران میں علامہ سید انالقی کا وہ منہمک وضع ہوا جو (ابن عربی نے اسی کلمہ کو "آبائیر الحق" میں بدل کر وضع کیا تھا) اور جسے عالم خندری نے علامہ سے سنا۔ "ابن آدم سترہ از اسرار حق" سے ملایا ہے۔ تاکہ اسے فصوص الحکم کی فہم آدم سے جوڑ کر یہ ثابت کر سکیں کہ "اب [جادی نامہ میں] اقبال کا بشری نقطہ نظر معنی عمربی سیاسی نہیں رہا بلکہ عارفانہ ہے" اور عمربی سیاسی نتائج اسی عارفانہ نقطہ نظر سے برآمد ہوئے ہیں۔^{۹۶}

حقیقت کچھ بھی ہو علامہ نے انالقی کو عرفان خودی کے معانی میں لیا۔ حلاج کا دور عرفان، شرع کو باطل گردانتا تھا اور طائر روع کو قفس نہیں ہے [جو باطل تھا] آزاد کرنے کے لئے قفس نہیں مہری (ہرن کو یعنی خود) کو فنا کرنا ضروری قرار دے رہا تھا۔ انالقی کہہ کر رد کر دیا۔ میں باطل نہیں۔ مآخلفت هذا باطلا ہے^{۹۷}۔ تاکہ یہ اعلان معرفت نشان، خودی اور صاف خودی کی پہچان تھا۔ علامہ کا عرفان روح و بدن کی تفریق سے بیزار تھا وہ بدن کو بھی حلقہ از احوال جاں بتاتا تھا۔ چنانچہ علامہ کا حلاج کو ارواح جلیلہ میں گردانا ان کی فکری روع سے مطابقت رکھتا ہے۔ جو حکامات عالم قرآنی میں اولیت خلافت آدم کو دیتا ہے یہ ایک ایم نکتہ ہے جس پر کم ہی توجہ دگئی ہے۔ اسی لئے تو وہ اولی الامر کے لئے "یشکم" کو شرط لازم قرار دیتے ہیں۔

منصور حلاج کے بعد سب آخری مگر ایم ترین کردار ابلیس کا ہے جسے خواجہ اہل فراق بھی کہا گیا۔ علامہ کا یہ کردار ابوجہل کے مقابلے میں رکھنے کے لائق ہے۔ ابوجہل، تمام ترجاہلی عقائد و ادا کو نیست و نابود کرنے کا الزام بنو ہاشم سربراہانِ نبوت پر عائد کر کے آپ کے تصور مساوات کو مزوکیت سے مستعار بناتا ہے۔ حالانکہ ابلیس اپنی فہم شوری میں اعلان کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ مزوکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے۔ ابلیس کی یہی "حق رسی" ابوجہل کے مقابلے میں اقبال کو بھاتی ہے۔

علامہ کا تصور ابلیس تمام مشرقی و مغربی مکاتب فکر سے جداگانہ مگر عین قرآنی ہے۔ ابلیس اللہ کا حریف نہیں آدم کا حریف ہے۔ وہ از روئے قرآن اعلانِ لہاوت بھی کرتا ہے "تو رب" سے آغاز کرتا ہے، منافقت سے موری پر اپنے حریف آدم و اولاد آدم کی جڑ کاٹنے کا اعلان کرتا ہے اور فہمِ مراط مستقیم پر سمجھ کر مگر جس طرح علم البسماء سے آدم نے ابلیس کو خلافت ارضی سے محروم کیا اور لہی تغاشر [خلقتی بن یار و خلقتہ میں یلین^{۹۸}] نے رحمتِ خداوندی سے سائوس کیا اسی طرح وہ اپنے لئے ایک کمزور ترین حریف پکڑنے پر ہی نادم ہے۔ آدم نے شجر ممنوعہ کے قریب سے ابلیس سے شکست کھائی اور اب تک حصارے ہی میں ہے لیکن ابلیس بیعت آدم سے انکار کے بعد اب تک اس کی اولاد سے احکامِ خداوندی کا انکار کر رہا ہے۔ ابلیس حضور باری میں فریاد کیا ہے کہ اُسے کوئی ایسا آدمی نہ مل سکا جو انکار کر کے ابلیس کو شکست سے دوچار کرے۔

۹۶۔ جادی نامہ فکری پس نظر۔ عالم خندری۔ مشمولہ العارث لاہور ص ۹۴ جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء
۹۷۔ تفسیر قرآن، ۱۹۱
۹۸۔ حکامات اہل اقبال ص ۶۵ (ارغوان جاز) ۹۹۔ البقرہ ص ۳۶

نالہ ابلیس آئے یہ آخری شعر ملافظ ہوں

آپناں تنگ از فتوحات آدم
پیش تو بہر کما فات آدم
شکر خود از توی خواہم برہ
سوئے آن مرد خدا را ہم برہ
بندہ باید کہ ہمچہ ، گردم
لرزہ اندازد نگاہش در دلم
آن کہ گوید از حضور من برو
آن کہ پیش او نیززم بار دجو
اے خدا یک زوہ مرد حق پرست

لڑتے شاید کہ یام در شکست

اے نالہ ابلیس کیلئے یا لفظ آدم؟ کہ ابلیس کسی مرد حق کا سامنے رنے کو ترس گیا ہے۔ ہر طرف اُس کے سراپا مطیع بندے ہیں۔ یہ طنز کتنا لطیف اور کس قدر گہرا ہے؟



تک وہ تمام مباحث جن سے عظیم نظم و نثر اقبال مملو ہے جاوید نامہ میں زیر بحث آئے ہیں۔ تمام اقرب قریب پچاس سے ساٹھ موضوعات کا اجمالی تذکرہ بھی کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے اس لئے بعض محکات کا ذکر کر کے فروعات کو ان کے ذیل میں رکھنا مفید ہوگا۔ جس طرف سے بھی دیکھا جائے اس سے انکار ممکن نہیں کہ علامہ مسلمان عالم کو حقیقتاً اور عالم الہی کو محمداً علیہ السلام قرآنی کے قیام کی دعوت دینا چاہتے تھے۔ وہ سعید الدین جعفری کے نام مکتوب میں لکھتے ہیں۔

میرا ذاتی طریق یہی ہے کہ میں دنیا کی تمام مذہبی تحریکوں کو لوپ و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، گو یہ احترام مجھے ایسی تنقید باز نہیں رکھ سکتا جس کی بناءً دیانت پر ہوا اور جس میں سوائے غلوں کے اور کچھ نہ ہو۔ غرضیکہ میرا عقیدہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو جو خاندانی تربیت اور ماحول کے اثرات کا نتیجہ نہیں بلکہ بیسٹ سال کے نہایت آزادانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے کہ اس وقت اقوام الہی کے لئے سب سے بڑی اہمیت اسلام ہے اور جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ قومی تعصب کا وجہ سے نہیں بلکہ خالصتہً باللہ اپنی زندگی میں ایک عملی انقلاب پیدا کرے اور اگر دماغی قوت رکھتا ہے تو اپنی بساط کے مطابق اسلام کے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے نجات پائے،

محکماتِ عالم قرآنی ، خلافتِ آدم ، حکومتِ الہی ، ارضی ملکِ خداست اور حکمتِ خیر کثیر است ، بیان کرتے ہیں علامہ نے عصرِ موجود کے سیاسی افکار ، دین و وطن ، اشتراکیت و حکومت کو زیر بحث لا کر شرق و غرب کی مابین فکر پر ایک نظر ڈالی ہے اور ہم ”جہانِ قرآن“ کی طرف گریز کرتے ہوئے اس کے عصری تقاضوں اور حالات و زمانے کی رعایات سے مطابقت کا ذکر کرنے کے بعد خلافتِ آدم کی شرح کی ہے۔ تاہم یہ

محکماتِ عالم قرآنی (جاوید نامہ: نکتہ مشرقی) - ۱۰۱ محکماتِ کما تیب اقبال - ۱۰۲ ج ۱۹۵۵ء - ۱۹۲۳ء

جہاں قرآن، ضمیر پر میں تشکیس پاتا ہے اس کے علاوہ پہلے اس پہلو کو لیا ہے اور علم، عقل اور عشق کو زیر بحث لائے ہیں۔ یہ فلسفہ خودی کے ہم درموعات ہیں تقدیر وغیرہ بھی ان موضوعات کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ نذراقبال کو لادین دانش کی عینک سے دیکھنے والوں نے اقبال کے نظریہ عشق کو خرد دشمنی سے تعبیر کیا ہے حالانکہ اس سے بڑھ کر خرد افروزی کھڑی اور سبیل ہے ہی نہیں۔ وہ علم جیسے علامہ عشق کے مقابل کھڑا کرتے ہیں علم بالجواس ہے اور اسی سے حاصل ہونے والی دانش وہ عقل ہے جو بقول علامہ عشق کے مقابل میں کھ عیار ہے سو ہمیں بنالیتی ہے،

فروغ دانش ما از قیاس است قیاس ما از تقدیر حواس است
جو جس دیگر شد آن عالم دگر شد سکون و سرور و بیم دگر شد ۱۰۲

جس برلنے سے عقل کی تطبیق و تنقید از خود برل جاتی ہے، اور یہی سو ہمیں بنالینا ہے۔ اگر ذرائع علم حواس ہوں گے تو جس برلنے سے معلومات کا برلنا لازم ہوگا اور عقل ان معلومات کی تنقید میں جبت جائے گی۔ عقل کا، علم بالجواس کا یہ اتباع جہل، عشق ہے

عقل ہم عشق است و از ذوق نگہ بگاہ نیست لیکن این پیچارہ را آن جرأتِ رندانہ نیست ۱۰۳
یہ "جرأتِ رندانہ" عناصر پر کلانی کا نام ہے اور عقل حواس و معلومات اور نفسی اور طبیعتی تقاضوں کی غلام ہے۔ اس عقل کو عناصر پر کلانی بخشنے کے لئے اسے علم بالوحی کا غلام بنانے کی ضرورت ہے۔ عقل کا وظیفہ پس برلے گا مگر اس نئے علم کی غلامی اور عشق اسی کا مقام برل دے گا۔ پہلی صورت میں عقل عناصر کو محکم تھی دوسری صورت میں عناصر پر کلانی ہوگی۔ اور چونکہ علم بالوحی، حواس سے جاوڑا ہے [وَمَا تَنْبِطُ بَيْنَ الْهَوَىٰ وَبَيْنَ الْهَوَىٰ وَحْيٌ يُوحَىٰ]۔ اس لئے یہ کمال استغراق۔ عقل کو جرأتِ رندانہ سے نواز دیتا ہے۔ علامہ نے اس عمل کو تربیتِ خودی کے تین مدارج سے تعبیر کیا ہے۔

الامت الہی ضبط نفس اور نیابتِ حق ۱۰۴

افراد کا اس عمل سے گزرنا عالم قرآنی کے قیام کی اولین شرط ہے اس لئے علامہ نے حجابات ہی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ قیاس ما از تقدیر حواس است " اس لئے تقدیر کا مسئلہ بھی زیر بحث آجانا چاہیے۔ کیونکہ جہاں قرآن - رحمۃ اللعالمین ہے جس کی ابتدا خلق و تقدیر و ہدایت ہے۔
يَسْبُحُ اسْمُ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوِّیْ ۝ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۱۰۵

ترجمہ:

خلق و امر کے مالک نے کوئی شے بے قصد [باطل] پیدا نہیں کی۔ ہر شے کو مرحلہ تخلیق و لتویہ ہی میں اُس کے مقصد تخلیق [تدبیر] سے نہ صرف آگاہ کر دیا گیا ہے بلکہ اُس مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ بھی سکھادیا گیا ہے یہ رب العالمین کی صفتِ رحمانیت کا ظہور ہے۔ اسے ہدایتِ فطرت کہا جاتا ہے۔ ہر شے کا وجود اسی

۱۰۲ مکاتبات فارسی اقبال ص ۵۶۲ [مجلس راز و برد، جواب سولہ فرہار]۔ ۱۰۳ ایضاً ص ۴۱۸ [زلبیہ حصہ اول: نزل ہمزہ ۲۰]

۱۰۴ البقرہ: ۳ ۱۰۵ مکاتبات فارسی اقبال ص ۵۶۱ [مشکوٰۃ اسماء و صفات: در بیان دین و تربیت خودی راہ و راصل است ۱۰۰۰]

۱۰۶ الامت الہی، ۳۳۱

اسی تقدیر یا مقدر وجود سے قائم و مشخص ہے۔ یہی تقدیر ہر شے کی روح ہے جان ہے، ہر شے میں آتش آرزو کو یہی تقدیر بھڑکاتی ہے زندگی میں حرکت و حرارت اسی سے ہے اور یہی شعور ہے۔ ان تمام مندرجات کی توضیح کے لئے ایک مثال پانی کی، خود ان میں بھی ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک پانی ہے۔

پانی کی اجتماعی تقدیر "سطح ہموار رکھنا ہے" پانی دوڑتا ہے، کیونکہ اس کے سطح ہموار نہیں رہی۔ پانی رک جاتا ہے کیونکہ اس کے سطح ہموار ہو گئی ہے۔ پانی کی حرکت اس کی تقدیر پر منحصر ہے۔ اسے کون بتاتا ہے جبری ہموار نہیں رہی دوڑا، یہ اس تقدیر سے

پھوٹنے والا شعور ہے۔ پانی کو سکون، اجتماعی تقدیر سطح ہموار رکھنا، مانتا ہے کہ بعد ملتا ہے۔ جب وہ اندر سے پھوٹنے والے شعور کے تحت دوڑتا ہے تو ایک

کیا دھاپی جمع جاتی ہے، اسے بہایا، اس سے سر ٹکرایا۔ اگر انسان اسی مادی تقدیرات [حسرات، مددات اور خورشیات] سے پھوٹنے والے شعور کا تابع مہمل رہے تو لطیفان و سرکشی سے بہتر نتائج نہ تھہ نہیں آسکتے، یہی طاغوت ہے

اس کی تکمیل پر انسان بہر حال مجبور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ اسے وہی طرح پورا کرے جس طرح کہ پانی پورا کرتا ہے؟ پانی اپنی تقدیر سے سرخو اور خوف نہیں کر سکتا یہ اس کے کامل، یہ کمال استغراق پانی کا عشق ہے۔

معتل حیوانی بھی خواہشات نفس اور ظاہری و باطنی خواہش کی متبع کامل ہے۔

حراس و مددات پر بیرونی عوامل اثر و انداز ہوتے ہیں معتل ان کے عطا کردہ معلومات میں تطبیق کرتی ہے۔ اگر یہ عوامل ایسے علم کے تابع ہوں گے

جو حراس و خواہشات نفس سے ماورا کین خواہشات نفس کی تکمیل میں رہنا ہو تو یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہونے کے باعث انسان پر جبر

نہ ہوگا۔ یہ علم علم بالوہوں کی طرح اور خواہشات کی جگہ لے لے اور

معتل اس کے تابع مہمل ہو جائے تو اس سے دو فائدے برہمی ہیں۔

۱: عقل تقدیر حراس اور طبیعی تقاضوں کے جبر سے آزاد ہو جائے گی

۲: اب طبیعی تقاضوں کی تکمیل ایک قاعدے ضابطے کے تحت ہوں گے

پورا معاشرہ یکساں مستفید ہوگا۔

پس: ہر فرد اس قانون و آئین کو جزو فطرت بنائے، خواہش کی طرح

اس کی پابندی کرے تو علامہ اسے عشق کہتے ہیں۔ اور یہ وہ

تقدیر ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں ہے یعنی "أَنَا هَذَا بَيْنَهُ الْبَيْتُ الْإِيمَانُ الْكَرَامَةُ الْوَأَمَّا الْكَفُورُ فَهُوَ"۔

تقدیر کا دوسرا خاتم نتائج اعمال ہیں۔ جو عمل ہوگا اسی کے مطابق نتیجہ ہوگا۔ عمل اور نتیجہ اور، ناممکن ہے

دوسرا ہے ایم مضمون عبد اور عبادہ ہے۔ جس کا درجہ بالا موضوع علم عشق اور تقدیر و تدبیر سے گہرا تعلق ہے۔ دنیا کی کوئی شے بے مقصد تخلیق نہیں ہوئی، خلقِ وائر کے مالک ہر شے کو مقصد تخلیق سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اُس مقصد پر چلنے کا راستہ بھی بتایا [ہدایت بھی دی]۔

بے جان اشیاء میں ہدایت فطری پر عمل فرمائیے۔ انسان بھی مادی عناصر کا مرکب ہے۔ طبیعیات میں مادی عناصر کی تعمیرات خواص کہلاتی ہیں، انسیات میں خواہشات، حیوانات ان خواہشات کی تکمیل کے اس طرح پابند ہیں جس طرح جارات و نباتات خواص کے۔ یہ اُن کی حدود و درجات رہانی ہے وَلَٰكُۢمۡ اَسْلَمٌ مِّنْ فِي السَّوَابِ وَالْآخَرِيْنَ طَوْعًا وَكَرَهًا ؕ اَسْلَمْتُ لِنَفْسِیْ كُلِّ مَا صِغِفَ مُبَالَفَہٗ بِہٖ حُدُودِہٖ طَبِيعٍ وَفَرْحَانِ الْاِنْسَانِ كُوْ حَيَوَانَاتِ كِي صَفِّ سَہٗ اَتھاف کے لئے۔ ہدایت بالوحی سے نوازا گیا۔ سوائے انبیائے رام علیہم السلام کے اس ہدایت بالوحی کے اسی طرح طبع و فرائ بردار کوئی نہ ہو سکتا، جس طرح کہ ہدایت فطرت کے دوسرے مظاہر فطرت طبع و فرائ بردار ہیں۔

بھذا اَسْلَمْتُ کا درجہ بلند (نبوت کے معنی ہی مقام بلند ہیں)۔ فیجئے اور

نیمٹ، بلاغہ میں یہی فرق ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَنَا يُحْيِي بِلَا هَمٍّ ۝
صرف اور صرف الرسول آفرضی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اُمۃ قَدِیْمَہ میں دوسرا کوئی اس مقام کا
حامل نہیں۔ لہذا علامہ نے اعلان کیا هُوَ مَعْبُودٌ صرف اور صرف وہی [فرد] مَعْبُودٌ
ہے۔ یہی حقیقت قَدِیْمَہ کا ما حاصل ہے اور یہی "ولایت و نبوت" کی بحث کا اہل حق
اس کے لئے بلا غلطیوں تعلیقات جمرہ ۱۹۵، ۱۹۶، حاشیہ شریعہ ۱۱۲ [جوہر اور اہمیت مائیت]، تہذیب نمبر ۱۹،
۱۹۸، اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر مَعْبُودٌ صرف الرسول آفرضی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہی اسوۂ حسنہ
بھی ہیں تو کیا کوئی اور مقام مَعْبُودٌ پا سکتا ہے؟ اس سوال کا سیدھا سادا جواب تو یہی ہے کہ غور نہ کرنا
موزنہ ہی رہنا چاہیے لیکن اس بحث نے "قدرت خداوندی" کو دہرے بڑھتے بڑھتے ختم نبوت اور رحمۃ اللہ العالیہ کے اعلان
کو گھیر میں لے لیا اسے استناعِ نظیر مہر یا اسکانِ خلقِ نظیر رحمۃ اللہ العالیہ، جسے مباحث کا عنوان ملا —

علامہ فضل حق خیراباری اور سید اسماعیل شہید کے درمیان مباحثہ میں علامہ کے دوست مرزا اسد اللہ خان غالب بھی گھسیٹ گئے انہوں نے مثنوی "بیان نموداری شان نبوت و ولایت کہ در حقیقت پر نور للانوار حضرت الوہیت است" لکھ ڈالی، علامہ اقبال - اسی مثنوی کے شعر

ہر کجا بنی عامہ عالم بود
رحمۃ اللعالمین ہم بود^{۱۱۱}

کو زیر بحث لائے۔ اس بحث کا آغاز مولانا عبدالغنی لکھنوی سے ایک استفتاء کا جواب آنے سے ہوا بات صاف یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اسی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین فرمایا۔ جس طرح عالمین میں سے کسی بھی عالم کا کوئی اور رب نہیں ہو سکتا کسی بھی عالم میں کسی اور رحمۃ اللعالمین کا ہونا محال ہے۔ کہ یہ بھی قدرت باری تعالیٰ ہے۔ اسے قدرت کا تعین

۱۱۲

سمجھنا بعید از قیاس ہے۔ ملاحظہ ہو تالیف نمبر ۱۹۲۔

پس، رحمۃ اللعالمین کا مکرر آنا، ہندیہ تو میر کنتم خیر امتیہ کی مصداق امت محمدیہ کو رحمۃ اللعالمین کے فرائض انجام دینے میں، رحمۃ اللعالمین کا منشور و مینی فسٹو دین اسلام ہے جس کی شان خود رب العالمین نے اس طرح بیان فرمائی قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَ هُذًی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۱۱۳ تمہارے پاس (یہ قرآن) بطور نصیحت آنا، دونوں کے لئے اس میں شفاء اور اہل ایمان کے لئے رحمت ہے۔

پس اہل ایمان [خیر الامم] کا فرض اول یہ ہے کہ نظام قرآن کے نفاذ و اجراء کے لئے اپنی صلاحیتیں وقف کر دیں اس نظام قرآن کو علامہ نے "عالم قرآن" کہا ہے اور حکمت قرآن خلافت آدم حکومت الہی الارض باللہ اور حکمت خیر کثیر بیان لئے ہے اولاد آدم میں بلا تیز مرد و زن ملوث۔ خلافت آدم کا ماحصل ہے۔ ملکیت سے کسی خیر کی توقع نہیں اور دستور قرآن بھی محض مراری کا وسیلہ نظر ہے۔ جہاں قرآن - فقیر قرآن - چاہتا ہے یہ فرق۔ جہاں رنگ دلو کا ترک نہیں ملکت کا قیام اور وہ بھی سنت رسول کے مطابق مگر منکر از شان نبی نتوان شدن ۱۱۴ حکومت الہی میں ملک دائیں کا خداداد ہونا اور بندگان خدا کا صرف بندگان خدا ہونا یوں کہ کہ نے غلام اور نہ اوکس را غلام یعنی موت کا پیغام ہر طرح غلامی کے لئے ۱۱۵

جب کہ سے حاصل آئین رستہ ملک دیہ خدا یاں فریب دیہقان پروردگار زمین، سفر میں ہے مگر رجعت دل لگانا کیسا، زمین سے دل لگانا، ملک کے بطور پر یا ملکیت کے بطور، خفتہ سے بیدار کا اختلاط ہے۔ دنیا و ملامت دنیا ملکیت نہیں متاع ہیں۔ لہذا سے از طریق آزادی بیگانہ باش برادر خدا جہاں خود تراش ۱۱۶

۱۱۱ مکتوبات فارسی اقبال ص ۱۷۱ (جاوید نامہ: نقد شری) مکتوبات فارسی غالب جلد اول ص ۳۰۲ مجلس ترقی ادب دہلی طبع اول ۱۹۶۷
۱۱۲ آ آ لہران: ۱۱۰ ۱۱۳ یوشی: ۵۷ ۱۱۴ مکتوبات فارسی اقبال ص ۶۵۵ (جاوید نامہ) ۱۱۵ مکتوبات اردو تہذیب ص ۶۵۵ (زین العابدین)
۱۱۶ مکتوبات فارسی اقبال ص ۶۶۱ (جاوید نامہ)۔

علم عرف و موت و شہید بنشتا اور بے ہر کو پاکی کو بردیتا ہے لیکن حکمتِ مائت دیکھنے والی ہی علم
بے سوز دل (بے عشق) ہو تو اس کی عطا کردہ قوت البسی قوت ہوتی ہے۔ بولہب کو حیدر کرار سرنا
فروری ہے۔ ان حکمتِ کتاب پر مبنی جہان ابھی ظہور میں نہیں آیا۔ قرآن کتابِ زندہ ہے، تلاوت میں مازر
ہو کر رہ گیا ہے۔ کاروانِ ملت تو حرمِ عسلہ کوئی منزل جانتا ہے نہ کسی اور منزل کا قصد رکھتا ہے۔
روسیوں نے نقیش نوک لڑے ڈالی ہے لیکن وہ دین کے عوض آب و نان خرید لائے ہیں۔ تمبھری کی ہڈیاں
تور چکے ہیں مگر وہ ہماری تاریخ سے سبق لیں ایم نے بھی تمبھری کو فنا کر دیا تھا تم بھی لا کی گرز سے نکل کر الٹا
کا پیرضا دنیا میں قدم رکھو نظام نو کی پختہ اساسی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ جہان قرآن کی تلاش کی جا

چہیت قرآن خواجہ راہبیا مرگ دستگیر بندہ بے ساز و برگ
نقش قرآن تادریں عالم نشست نقشہائے کاسین و پاپا نشست
اندرو تدریکے شرق و غرب ۶ مشرحت لکھ لکھ ہدایت جو برقی
ماہماں گنت جا بگنت بندہ ۶ ہر جہ از حجاب فردا زری بدہ
آفریزی شرم و زمین دگر ۶ اندر کے بانور قرآن نش نگر

از ہم وزیر حیات آگاہ شو

ہم ز تندر حیات آگاہ شو ۱۱۷

مسلمانوں کے پاس تو سب کچھ ہے مگر ساقی نہیں، تعلیم و ظن اس کا شعار ہے اس فطرت کہیں اسے
اس سب کچھ سے محروم نہ کرے مجھے ڈر ہے۔ "بلا" مردانِ پاک کے لئے آزمائش کا درجہ رکھتی ہے،
چپاسے کی ہراس بڑھانے سے ہی کام آجے بڑھتا ہے۔ ملائم میں تعلیم ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵

کے امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ اور ان میں باہمی توافق و تخالف کس قسم کا ہے؟ ان کی
 نام آہنگی سے زندگی ارتقاء لے سکتا ہے؟ منزلیں کس تیزی سے طے کر سکتی ہیں؟ اشتراکیت
 کیا ہے؟ ملکیت کیا ہے؟ دین و وطن کی آویزش شرق و غرب میں کیا کیا صورتیں پیدا
 کر چکی ہے اور اس وقت مسلمانوں کو اس کا کیا حل تلاش کرنا چاہیئے؟
 سرمایہ دار اور محنت کش کی پیکار کیوں ہے؟ غرضیکہ اس کتاب میں عمیرہ افریں
 انسانی زندگی کے تمام زندہ مسائل دیکھ کر حادید انسان نے عارفانہ تنقید کے ساتھ بیان

کئے ہیں۔ ” ۱۱۸

مسلمہ کے نادر موضوعات میں ایک عنوان ایسے قریب ہے جسے غیب و حضور کے سارے فاصلے مناسبت میں ملائے گئے ہیں۔
 ایک اور نادر مضمون جو ملکیت و آمیت اور جہیز و خدافت کے درمیان حریفانہ تمام کرنا ہے وہ ہے
 ”آن اولی الامر کے منکم شانے اوست“ ”آیت حق جت و ہر ذی اوست“ یوحی الحبواللہ و لطیفو الرسول و اولی
 الامر منکم ۱۱۹ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے لئے ملائے گئے تفسیر نمبر ۲۲۴ - السلام حجاب اللبر کی شرح
 کے لئے ملائے گئے تفسیر نمبر ۸

ان موضوعات پر مقدمہ میں دو بارہ لکھنا تکرار سے زیادہ کوئی مقصد حل نہیں کر سکتا۔ دوسرے مسئلہ
 حصوں کی طرف رجوع کی درخواست کافی سمجھتا ہوں۔



اس میں شبہ نہیں کہ علامہ نے شاعر گلدانے کی خوشی بھی نہیں کی مگر وہ شاعر تھے، انہوں نے
 اپنے افکار کو شاعری کا لباس انہیں دلنشین بنانے کی خاطر دیا۔ اور یہی دلنشینی تو افکار میں
 شاعرانہ خوبیوں کا تقاضا کرتی ہے۔ ”زبان و بیان“ کا حسن و جمال ہی کلام کو حسین و جمیل اور
 پیغام کو دل نشین بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے علامہ کا ارشاد

نہ بینی خیر ازاں مرد فرو دست کہ برین تہمت شہر سخن نسبت ۱۱۹

در اصل حاسن شہر کا راہ میں رکاوٹ ہیں ”روایت شر“ میں ترمیم و تجدید کا آغاز ہے۔ علامہ
 شہزاد کا طرح مضمون تخیل کے زور پر شکر کیلئے کے قائل نہیں وہ ”جبریل ایس ہم داستان“ کے
 قائل ہیں جو ”ہو رہا ہے“ سے ماورا پیغام ابلی (وحی) کے پیغمبر ہیں۔ علامہ کا کلام بھی یہ تمام دکان
 و درجہ غیر قرآن مفرست ۱۲۰ کے دعوے کی تصدیق کرنا ہے۔ لیکن جاوید نامہ تو
 جیسا کہ درجہ بالا فصل میں بیان کر رہے موضوعات سے ثابت ہے، اہل کلام خصوصاً اہل عالم الہی
 کے لئے عموماً رجوع الی القرآن کی دعوت سے عبارت ہے۔ اس حوالے سے یہ شاعری نہیں
 کہ شاعر تو یکتا و یحییٰ مومن ۱۲۱ کا مرتکب ہوتا ہے۔ علامہ کو اس غارتی الزام سے ان کا پیغام

۱۱۸ قتالہ حکیم ۲۵ ص ۲۴۹/۲۴۶ [مجموعہ مضامین و تالیفات عبداللہ عبداللہ - اقتبالات] مرتبہ شاہ حسین رزاقی

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ طبع اہل ۱۹۶۹ء ۱۱۹ کلیات ماریہ تیسال ۵۳ (طعن راز صبر)۔

۱۲۰ لفظاً ۱۶۸ (رمز جہ فہم، معذرتہ اللہین)۔ ۱۲۱ جیسا کہ دانستے کے کوٹھڑی میں ظاہر ہوئے۔

متبراً کرتا ہے۔ لیکن شاعرانہ عظمتوں کو حسن فراوان سے بھی نوازتا ہے۔ پیغام کی صداقت کلام کو جو حسن سارہ بخشتی ہے وہ غلو درغلو سے مملو کلام کی رفتوں سے کہیں زیادہ رفیع و وقیع ہوتا ہے۔ علامہ کے کلام میں دقیق سے دقیق بات بھی ادبی چاشنی کے صرف سے ذہن نشین و دل دراز بن جاتی ہے۔ سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

اقبال ان شعرا میں سے ہیں جو نہ صرف اپنے کلام کی ادبی خوبیوں کی وجہ سے جاذب توجہ ہوتے ہیں بلکہ جو اپنے مطالب و معانی کے اعتبار سے بھی حقیقی مطالعہ کا موضوع بنتے ہیں۔^{۱۲۱} (خصوصاً اپنے ان روایتی علامہ و رموز کو معانی تازہ بخشنے کے حوالے سے)۔

چنانچہ ”زبان و بیان“ پروردگار کی توجہ مساوی رہتی ہے۔ زبان، بیان کو دہاتی ہے نہ بیان زبان کو کم اہمیت کرتا ہے۔ ”واقعہ یہ ہے کہ تشبیہ و مستعارہ، کنایہ اور تلمیح کا استعمال جس کثرت سے اور کثرت کے ساتھ اقبال نے کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے فن شاعری کے ان وسائل کو اپنے ادبی خواہد کی وضاحت کے لئے استعمال کیا ہے، اس کی مثال دنیا کے شاعری میں کم ہی اور ممکن ملے گی۔ اقبال نے اپنے دقیقہ و فکر و خیالات کا اظہار بالعموم ایک حسین و جمیل پیرائے میں اور زبردست و معنائی ادا کے ساتھ کیا ہے اور یہ فن کے سلوب کی رنگینی و نفیسی ہے جس نے ٹھوس ہجرے اور پُر معنی تصورات کو نہایت دلکشی بنا دیا ہے۔“^{۱۲۲}

علامہ نے ”حرف و معنی“ کی دوٹی و تسلیم نہیں کیا وہ ایسا کر بھی نہ سکتے تھے وہ ہر ن کو بھی احوال میں سے ایک حال کیجئے اور سمجھتے ہیں۔ اور دونوں تصورات کو یک جا کر کے فرماتے ہیں

ارتباط حرف و معنی اختلاط جان و تن

جس طرح اخلر قبایوش اپنی خاکستر سے ہے^{۱۲۳}

اخلر کی اپنی ہی خاکستر سے قباسازی و قبایوشی، بڑی حد تک یہ کہ غطرت خوز خود درتی ہے لاکے خمابندی کی نماز ہے لیکن ”اخلر“ کی ”گری حرارت“ جذبہ کی گیرائی و گہرائی، کی ضرورت کا بھی احساس دلاتی ہے۔ یوں مجرہ فن کی ”فون جگر“ سے نمود کی اہمیت واضح تر ہو جاتی ہے۔

سید سلیمان ندویؒ کے نام ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں علامہ کا لکھنا کہ شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کے بھی میرا سطح نظر نہیں کہ فن کی مابریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت ایسے حقصور صرف یہ ہے کہ خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔

۱۲۱۔ شعر اقبال، سید عابد علی عابد ص ۲۹۲ جس ترقی ادب لایبریری طبع دوم ۱۹۷۷ء
۱۲۲۔ اقبال اند معالی ادب، ڈاکٹر عبدالغنی ص ۸۸ (تیارہ کھا پائمان لایبریری طبع دوم ۱۹۹۰ء)
۱۲۳۔ کلیات اقبال ص ۵۵ (ہر مجید جان و تن)

اس بات کو مد نظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا عجب آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں، اس واسطے کہ آرٹ (فن) غایت درجہ کی جانکاہی چاہتا ہے؛ اور یہ بات عروجہ حالات [و کمالی معروفیت۔ نائل] میں میرے لئے ممکن نہیں“ ۱۲۴

عہدہ کے اس مکتوب سے جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ ادب پر زنگی کو اہمیت دیتے تھے، لیکن ادب کے غایت درجہ جانکاہی کے شکر نہ تھے، جس کے لئے ۱۹۱۹ء میں ان کے پاس وقت نہ تھا۔ لیکن ان کے علمی مستودات دیکھنے والوں سے غرضی نہیں کہ عہدہ بے تکلفان لکھنے والے اور لفظوں کی ترش خورش میں انتہائی دقت نظر صرف کرنے والے تھے۔ جاوید نامہ تو ضربِ بلیغ اور پیامِ مشرق کی طرح غیر ملکی ادب کا جواب تھا، اس لئے اس میں ”دماغ کا پھوٹنا“ محض افکارِ عامہ اور مسائلِ عالمیہ کے حل تک محدود نہیں رہا۔ لفظی پیکر تراشی اور خیال افزوی کے کام بھی آیا۔

سید عابد علی عابد خیال افزوی کے تحت عنوان لکھتے ہیں
شاعر کے انداز [اسلوب] کی جو صفات فکر و خیال سے منسوب ہیں وہ صفاتِ عقلی ہیں، جو جذبے سے مربوط ہیں وہ صفاتِ جذباتی ہیں جو تخیل سے وابستہ جوڑتی ہیں وہ تخیلی ہیں اور جن کا تعلق حسن سے ہے وہ صفاتِ جالی کہلاتی ہیں۔

تجسیم یعنی *Concreteness* اور لغویت یعنی *Pictorialness* انداز کی بہت مشہور تخیلی صفات ہیں، التجسیم، استعارہ، کنائے اور مجاز مرسل سے کام لے کر جب شاعر دقیق کیفیات اور لطیف واردات کو ہمارے ذہن تک منتقل کرتا ہے تو وہ کم و بیش تجسیم کے عمل یا میں مصروف ہوتا ہے، ۱۲۵۔۔۔۔۔

خیال افزوی میں تجسیم کے استعمال کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اعتبار کے ساتھ جس درجہ سے تعلیمات ملتی ہیں شاید کہ ارد شاعر کے ذہن کی مثال نہ ملے۔ مولانا قدر سلم جیرا جہوری لکھتے ہیں
”میں سناتا کرتے تھے کہ مائری زبان سیکھنے کے بعد صرف چار کتابیں اچھی پڑھنے کو ملتی ہیں: گستاخانہ فرنگی، مثنوی مولانا روم، گلستان سعدی اور دیوان حافظ، اگر اب جاوید نامہ کو بھی پانچویں کتاب سمجھنا چاہئے جو کہ معنویت اور ناقصیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ حقیقت میں یہ سن جال ہے کہ اس زمانے میں مسلمانانِ عالم کے لہجہ میں شامل کر لی جائے“ ۱۲۶

۱۲۴ کتابت کتبائے اقبال جلد ۲، ص ۱۳۷ سید مظہر حسین برنی اسد کداری دہلی اشاعت ۱۹۹۳ء
۱۲۵ شعرا اقبال سید عابد علی عابد ص ۱۲۶ اقبال حاضرین کا نظریں [مثالہ جاوید نامہ - جیرا جہوری] ص ۱۲۶ الف

ڈاکٹر عبدالغنی، لکھتے ہیں

”اپنی شخصیت اور اپنے زمانے کی... ساری پیچیدگیاں ہی وہ حواد تھیں جنہیں آقبال کو
حقیقت میں شاعری میں ڈھالنا تھا۔ یہ امر واقعہ ہمارے سامنے ہے کہ آقبال کے شعرا و شاعری
کے کسی بھی معیار کے مطابق دینی قسم کے شعرا ہیں اس لئے یہ ایک ثابت شدہ
حقیقت ہے کہ آقبال اپنی فکر و فن بنانے میں ہدی طرح کامیاب ہوئے۔ رنورج
اپنے لقب العین کو ایک شعری وجود عطا کر دیا اور ان کے لہو و آواز شعرا و شاعری میں
گئے، ان کی آواز نقد بن گئی، اس کا زمانہ سے آقبال کا فنی خلوص اور فکر کی رنورج
دونوں واضح ہو جاتے ہیں۔ آقبال نے اپنے موضوع ذہنی کو ایک جمالیاتی صورت
بخشتی اور اپنی شخصیت کو اپنے فن میں گم کر دیا ہے۔ ان کے شاعرانہ احساسات
کی سالمیت قابل شک ہے۔ کلام آقبال میں حواد و سہیت کی عضویت کامل درجے
پر ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آقبال کی تخیل اپنے مختلف عناصر کے حود و
سالیب اظہار خود تر رشتی ہے۔ ان کے الفاظ ان کے دماغ کے ساتھ بالکل یکسو
ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے دقیق سے دقیق اور دقیق سے دقیق خیالات بھی شعری
تخیل و رنورج کی دیانت و لطافت کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ آقبال کے نظام فکر
ہی کی طرح ان کا اپنا ایک نظام رسالہ بھی ہے جس کے شعرا و شاعری، تعلیم اور زمانے
اپنا ایک مخصوص رنگ و آہنگ رکھتے ہیں اور ان کے رسالت و علامت کے احساسات
و جذبات کی ایک خاص الخاص دنیا بانی ہے“ ۱۲۷

ڈاکٹر صاحب علامہ کا مشرقی و مغربی ادبیات سے مولدہ اور مقابلہ کر کے بجا طور پر شعرا و شاعری کا ترجمہ
نمایا کرتے ہیں اور یہاں تک کہ انہیں علامہ آقبال کی مشنوبان رومی کی شاعری پر ایک وسیع
اضافہ نظر آنے لگتی ہیں بقول ان کے ”مکروں کی مجموعی سکونت کا جو انداز کلام آقبال میں ہے وہ کلام رومی
پر قدر زائد ہے“ ۱۲۸۔ دانتے کے معاملے میں ان کا حوالہ نظر لفظا پر حوالہ لگتا ہے لیکن جب
بعد دلیل تک میں تو بدگمانی رفع ہو جاتی ہے آخر میں چودھویں صدی کی اطالوی میں دانتے نے جوش عری کی کیا
واقعی و شاعری کے اعتبار سے ہی اتنی ہی ہم سے جتنی ڈرائن کا میڈی (طوبہ فردوسی)
کے تخیل و فکر کے لحاظ سے؟ کیا اطالوی زبان اور رسائی شاعرانہ روایت دانتے
کے مفروضہ عظیم تخیل کی بھی تخیل تھی؟ میں سمجھتا ہوں کہ دانتے کا فنی مسئلہ تو بہت

معمولی تھا، اس لئے کہ اپنے وقت اور اپنی ادبی و فکری روایات میں اس شاعر کو کسی خاص اور قابل ذکر پیمیدگی سے سابقہ نہ پیش نہیں تھا، لیکن لسانی وسائل کا دیگر دستور شدہ ضرور اس کے لئے سزاوارہ تھا۔ چنانچہ دانیتے کے لئے شعری تجربے کی گنجائش بہت ہی محدود تھیں اور وہ کسی عائد مہم طے کرنے میں بہت دور تک نہیں جاسکتا تھا، لہذا دانیتے کا شاعری اپنی جگہ عظیم ہوتے ہوئے بھی لطافت و نفاس کے اس درجہ کمال پر نہیں کہ آفاقی معیار سے وہ ۱۰ جوازہ پر سے طور پر اقبال کا شاعری کے ساتھ کیا جاسکے۔ شاعری کے اعتبار سے دوران کاغذی ہی کی سطح پر جا رہا ہے۔ ایک ماثق تر خلیق ہے ۱۱۔ ۱۲۹

تیسویں صدی کے دانیتے مروجوں میں اس کے شیکسپیئر اور اٹھارویں صدی کے گیتے [گوٹے] کے مقابلے میں بیسویں صدی کے اقبال کے مسائل میں جتنے زیادہ تھے اتنے ہی مسائل میں بھی مہیا تھے۔ سائنس اور صنعت، سیاست اور معیشت کی ترقی کے عصر حاضر کے ادب و شاعری کے سامنے جو مسائل کھڑے کئے گئے ان کا تصور ہی قبل کے ادوار میں نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ خود ادبیات کی جو ترقیاں اقبال کے زمانے میں ہو چکی تھیں ان کا کوئی سرخی دانیتے شیکسپیئر اور گیتے کے زمانوں میں ظاہر ہے کہ نہیں ملتا۔ حقیقت قویہ یہ کہ بین الاقوامی ادب اور عالمی شاعری کا کوئی تخیل گیتے، شیکسپیئر اور دانیتے کے سامنے کھائی نہیں، یہ تو صرف اقبال ہی کو لایا ہوا۔ چنانچہ دنیا کے عظیم ترین شاعروں میں اقبال کا تہا شاعر ہیں جنہوں نے شعوری طور پر اعلان کر کے آفاقی قدروں کو سامنے رکھ کر ایک عالمی شاعری کا نمونہ کمال تخلیق کیا۔ اس اعتبار سے فکر و فن، فلسفہ و شاعری دونوں میں اقبال نے مشرق و مغرب تمام ہی ادبیات کی بہترین روایات اور عظیم ترین تجربات کو اپنی منفرد تخلیقات میں ترکیب و ترکیب بہترین اور عظیم تر فن کاری کا ثبوت دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے شعور و ادب کو پیش آنے والے مشکل ترین مسائل کو اپنی فنی راہدہت اور فکری بلوغت کے بل پر مؤثر ترین و سبب شاعری میں تبدیل کر دیا اور اس طرح ادبی و شعری اظہار بیان کے لفظ کا بے حد وسیع کر دینے، ۱۳۰

۱۳۱
ہی وہ صفات شری ہیں جن کی بدولت جناب اقبال سنگھ جو ڈاکٹر حکیم الدین احمد کی طرح علامہ کے ان نقائص ہیں اے مثلاً شری رہے کھینچے پر عبور ہوئے۔

Ultimately, however, the proper study of a poet is not prose, but his verse; and in the realm of poetry Iqbal's position remains unaffected by all the current controversies. Those who have read him in the original at any rate know that no Asian poet in recent history has left behind so magnificent a legacy. No body can be seen of what will survive the delirium of this thermo-nuclear age. But if any thing is permitted to survive, it is hard to believe that Iqbal's Poetry will not be part of the timeless residue of our time-----

The mirror of his pensibility could at once contain the enchantment of all our yesterday and reflects all the emotional and intellectual tensions of the world of today----

He is indeed the last great poet of the Indo-Persian tradition; and if not the first modern, certainly the only modern. So far who can command total attention and response." ۱۳۲

۱۳۱
۱۳۲
اقبال ایک مطالعہ - ڈاکٹر حکیم الدین احمد کربلائی کوآپریٹو پبلشنگ سوسائٹی لاہور، ۱۹۷۹ء

"Muhammad Iqbal - Study in a paradox" Iqbal Singh
"The Sword and Sceptre PP 205-206 Iqbal
Academy Lahore 1st Edition 1977"



وہ شاعرانہ رفعتیں جن کا بیان مختلف ماہرینِ اقبال کے الفاظ میں نقل ہوا ہے یہ تعاضلاً کرتا ہے کہ جاوید نامہ سے اُن کے ثبوت میں مثالیں بھی پیش کر رکی جایشیں جو ان مذکورہ نقادوں نے پیش نہیں کی ہیں۔ اس فن میں ابتدا علامہ کے اس نمبر سے کی جاتی ہے جسے اسلم الفارسی نے "لفظی تخیل" سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"اقبال کے تخیل کی زرخیزی اُن کے تخلیقی کاموں کی وسعت اور ضخامت سے بھی ظاہر ہے، اور اُن کی نوعیت سے بھی۔ نئی ترکیب کی ساخت میں انہیں جو مہارت اور قدرت حاصل ہے اس کی مثال اُن کے دو عظیم پیش روؤں - مرزا سید احمد مرزا غالب ہی میں ملتی ہے۔ اقبال کی ترکیب قدرت اور معنوی لطافتوں کے اعتبار سے اردو ادب فارسی دونوں زبانوں کی شاعری کا سرمایہ امتیاز اور گنجینہ اظہار ہیں۔ ان سطور میں ہمارا مقصد اقبال کی لسانی اختراعات کے صرف ایک پہلو سے بحث کرنا ہے جسے ہم اقبال کا لفظی تخیل کہہ سکتے ہیں اور اس لفظی تخیل کا بھی صرف ایک ہی پہلو

ہمارے پیش نظر ہے جس کا تعلق کلمتی طور پر نئے الفاظ کی ایجاد و اختراع سے ہے۔ اور یہ نئے الفاظ، بعض نام ہیں جو ملا فیض لولابی اور حجاب گل افغان کی طرح علامہ کے تخیل سے ظاہر ہوئے اور نقشِ کمالِ الحیرت پر لگے، مثلاً "زروان" جو ردی زمان و مکان ہے، اگرچہ یہ کلیۃً نیا لفظ نہیں، زربان و زرفان کی صورت میں فارسی زبان کا ایک قدیم لفظ ہے۔ صاحبِ فرنگ محمد نے اسے زروان بھی کہا۔ "اقبال" کے اس ردی زمان و مکان کے لئے زروان کا لفظ ایک مخصوص صول قدر و قیمت کے ساتھ تختہ ثانی معنون *Archetypal Meanings* کا حامل بھی ہے۔^{۱۳۳}

[مزید تفصیلات کے لئے تعلیقہ نمبر ۳۶ ملاحظہ ہو۔]

دوسرا لفظ ہے "زبزہ رود" علامہ نے زنگ کی علامت کے لئے پہلے پانیوں کو پسند کیا ہے۔ اسلم الفارسی اسے قدیم صوفیانہ ادب میں "زبزہ پیر" یا "زبزہ پیل" جیسے ناموں کا اثبات ہے مثلاً ^{۱۳۵} دیوان احمد جام زبزہ پیل مطبوعہ لولکسور ۱۹۲۳ء، ڈاکٹر جاوید اقبال نے گزشتہ کی اصطلاح "حیات آفرین جوئے آب" کا اثر لکھا ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیع نے ایران کی عمومی ندی زبندر رود کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ابنِ طفیل کی فلسفیانہ داستان حلی ابنِ یقظان بھی علامہ کی نظر سے گذری ہوگی جس کا خیم زبزہ پیل ہے۔ لیکن جاوید نامہ کے سارے حقیقی کردار وہ ہیں جو مرچکے ہیں ان کے درمیان، ایک جو زبزہ چل رہا ہے وہی زبزہ رود۔

۱۳۳۵ اقبال محمد آفرین اسلم الفارسی ۲۴۴/۲۴۵ کاروان ادب مکتب صدر باراول ۱۹۸۷ء

۱۳۴۵ الفضا ۲۴۵ ص ۲۴۶

۱۳۴۵ الفضا ۲۴۵ ص ۲۴۶

دارائی یغمید، نیک قمر ہر واقع ایک واری کا نام ہے، فارسی وارب میں یہ لفظ نہیں ملتا اسے ملکہ دارئی طور میں بھی کہتے ہیں۔ یغمید، بے معنی لفظ ہونے کے باوجود 'غریب' تعلق یا جمل بالکل نہیں ملتا اور ایسا محسوس ہوتا کہ یہ بھی فارسی لغت ہی کا ایک حصہ ہے۔ طور میں طس کی جمع ہے جو قرآن مجید کے حروف تعقیفات میں سے ہے اور منظور حلاج کی ایک کتاب کا نام بھی۔ یہ اصطلاح اُسی سے لگتی ہے۔

مرغین، نیک مزخ کے ایک شہر کو یہ نام دیا گیا ہے یہ بھی یغمید کی طرح ایک لفظی اختراع ہے۔ خطہ کشمیر جنت نظر کی ایک واری گل خرغ یا گل مرگ کی ایک تلافی مگر تفسیر صرت ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مرغین کو نیک تمام ارجند کہا گیا ہے اس کے بلند و بالا مغزی لگتے ہیں کین یسین معنی، نرم خوش اند سادہ پوش ساکنوں کی رو سے کشمیری لگتا ہے۔ مرغ زار کے انداز میں 'مرغین' اس شہر کی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ برخیا سے بھی واضح ہے۔

برخیا، اہل مرخ کا ابوالقباد ہے جس نے فرزند ایک کردار آفرشت [ابلیس] سے مات نہیں لگائی اور اُس کے دیم فریب میں نہ آنے کے بدلے اسے مرخ کی دنیا ملی ہے۔ جہاں رعد کا ہیں بھی ہیں۔ صوفیانہ روایت میں 'برسیا' ایک بزرگ کا نام ہے جو بلغم بن باغور کی طرح تمام تر فتویٰ کے باوصف راندہ درگاہ ٹھہرا۔ برخیا، گویا اُس کی مندر ہے۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا جو مصاب عندہ علم الکتاب سے موصوف ہے اُس کا نام آصف بن برخیا تھا [تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۲] جو کہ قول ابن عباسؓ ہے

فرزند مرخ، مرخ کا ابلیس یا دہرین ہے، ممکن ہے کہ ہرمزادہ انور امزد جیسے الفاظ کے تلازمات اس لفظ کی تخلیق میں شامل ہوں ۱۳۶۱ سجاد حیدر کی کتاب خیالستان کے آفسے میں فرامرز نامی کردار اس لفظ کے ترکی الاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے نیک قمر کا بیٹا یلدرم بھی ترکی لفظ ہے [نور] متاویہ [تمہید زمینی کے منظر شام و کنار آب سے لے کر سلاطین مشرق، نادر و ابدالی و سلطان شہید کے قہر فیروزہ تک کتنے ہی مناظر ہیں جن میں علامہ نے تخیلی رنگ آمیزی کا کمال دکھایا ہے۔ محاکات نگاری اور لفظی منظر کشی میں علامہ وصف نگاری کی جملہ صفات برو کار لانے میں مہارت تمام رکھتے ہیں۔

اَلْوَقْتُ مَا لَيْلَتِ الشَّمْعُ بَقْتًا [وصف وہ ہے جو کانون کو آنکھ بند ہے] ۱۳۶۲ نمونے دیکھنے ہوں تو جاویدانہ کے ذیل حصے دیکھنے چاہئیں۔ کین توجہ رہے کہ علامہ نے نظریے خوش گزرے کے طور پر یہ بیان دے ہیں حقیقی زہر اصل نقد پرزگی، تمہید زمینی میں روئے روش کے ظہور کا منظر کس قدر تھل آفریں ہے، ملاحظہ ہو

۱۳۶۱ اقبال عہد آفریں اسلم الفاری (تائیں ص ۲۴۱ تا ص ۲۵۰) - ۱۳۶۲ مرآۃ الشوریٰ فی السلاطین و الملکین ص ۲۴۲ بک ایچوزم میر

موج مضطر خفت بر خجای آب
شد افق تار از زبانی آفتاب
از تماشایش بار دزدیده شام
کو کیے چون شاہدے بالائے بام
روحِ رومی پرده را بردرید
از پسِ کدہ، پارہ آمد بدید
لعلش خشنودہ خیل آفتاب
شیب لو فرخندہ چون پدید شتاب
پیکر روشن ز نور سروری
در سرایش سرور سروری ۱۳۸

فلکِ قرعے ایک غار کا منظر دیدنی ہے
ان سکوت آن کو میاں پر ہلناک
صد جیل از خفا طین و یلدم
اندویش بزرگ سر بر نہ زد
ابر بے نم ہوا مانند و تیز
ہائے فرسودہ بے رنگ و ہوت
نہ بہ نافرین لشیہ نقل حیات
گرچہ سیت از دودمان آفتاب
جلوہ سرور،
نازنینہ در طہیم آن شیبہ
منبتان دوزخش نامر
مروق اندر جلوہ مستانہ
بیش او گردنہ فالوس خیال
اندر آن فالوس پیکر رنگ رنگ
لا سین مسیح میں روئے حکیم طالطانی
در میان کوبار سبقت مرگ
تاب نہ از دود گرد او چو قیر
فلس خدایان اقوام قدیم
آن ہوائے تند و آن شلوں
نلزم اندر ہوا آویختہ
حالش ناپید و جوش گرم تیز

ان شیب بے کو کیے را کو کیے
تاب گیر از لعلش کدہ و کمر
خوش سرور آن مست بے پیانیہ
خوفنوں مثل سپہر دیہال
شکرہ بر گنشتک و براہو پلنگ ۱۳۹

داری بے ہائے شاخ و برگ
آفتاب اندر فضائش تشنہ میر ۱۴۰
برق اندر لعلش گم کرہ تاب
چاک دامن دگر کم رعینہ
گرم خیز و باہوا کم ستر

رومی دمن اندر آن دریا قیر
چوں خیال اندر شبستانِ ضمیر
تا نشانِ کوسپار آمد پدید
جو شبِ بار و روزگار آمد پدید
کوہ و مواجد بیمار اندر کنار
مشکلبار آمد نسیم از کوسپار
نغمہ دئے طائرانِ ہم نفس
چشمہ زار و سبزہ دئے نسیم رس
تن ز فیضِ آن ہوا پاشندہ تر
جانِ پاک اندر بدنِ سینندہ تر ۱۴۲۷

نمودار شدن خواجه ایل فراق ابلیس

ناگہاں دیدم جہاں تارکِ شد
از مکان تا لامکان تارکِ شد
اندر آن شبِ شعلہ آمد پدید
از درخشِ پیر مردے بر جمہید
یک قبائے سُرمئی اندر برش
غرق اندر دُعدِ بیجاں پیکرِ سرخ
کینہء کم خندہ ، اندک سخن
چشم او بینندہ جان ، در بدن
زند و ملکہ حکیم و خرقہ پوش
در محل چوں ز اہلِانِ سخت کوش
فطرتش بیگانہ ذوقِ دہمال
ز برد او ترکِ جمال لا نیرال
تا گستن از جمال آسا نبود
کار پیش افکند نہ ترکِ سجود
اندرے در واردات او مگر
مشکلات کو ثبات کو نگر

غرق اندر رزمِ خسرو شیرینوز

۱۴۳۷ء دیدہ و کافرینوز

علامہ اقبال کی بیانیہ شاعری کے یہ چند شہکار جہاں اُن کی خیال بندی کے خطرِ جلیل ہیں
وہاں اُن کی مہنوری کا ثبوت بھی ہیں۔ کہیں بندشِ شست اور کردار سازی میں معمول
نہیں آنے پائی اور لطف یہ کہ تضادات کے اندراج سے منظر کو ابھارا ہے اس طرح کہ
تاری سامع گویا زندہ رود اگر نہیں تو زندہ رود کا ہم سفر ضرور ہے نظارگی کا یہ
مسلم کہ آنکھ جھپکنے کی فرصت نہیں ، جُزرِ مہی کے ساتھ ایجاز و اختصار نے
قیامت کا سماں باندھ رکھا ہے

اندر آن فانوس پیکرِ رنگِ رنگ
شکوہ بر کنجِ شبِ دہر آہو پلنگ
آں ہوا تندر و آں شبِ گلوںِ سحاب
برق اندر طلعتش گم کرۂ تاب
زند و ملکہ حکیم و خرقہ پوش
در محل چوں ز اہلِانِ سخت کوش
اور 'صد پیر دیدہ و کافرینوز'
میں سادگی و برجستگی اور زورِ ظلم کی کیفیت بیا ہے باہر ہے

منظر و تنبیہ کا یہ نمونہ بھی بے مثال ہے ، اہلسن محض و رب العالمین نالہ کناس ہے ۔

۱۔ خداوند صواب و ناصواب	من شدم از محبت آدم خراب
۲۔ پیچ گرد از حکم من سر نیز تماوت	چشم از خود نسبت و خور در نیافت
۳۔ خاکش از ذوق آبا بیگمانہ	از شرار کبریا بیگمانہ
۴۔ مید خد صیاد را گوید بگر	الاماں از بندہ فواں پذیر
۵۔ ہر چنین صید مرا آزار کن	عیت دیر در زہ منے یاد کن
۶۔ اندرین عالم اگر جز خس نبود	این قدر آتش مرا دادن چہ شود
۷۔ شیشہ را بگردن عمار بود	سنگ را بگردن کمار بود
۸۔ آبخناں تنگ از فتوحات آدم	پیش تو بہر مضافات آدم
۹۔ مندر خدا از قوی خواہم بدہ	سوئے آن مرد خدا را ہم بدہ

۱۰۔ خدا یک زنہ مرد حق پرست

لڑتے شاید کہ یابم در شکست ۱۴۴

صواب و ناصواب ، تفاوت و نیافت ، جیسی تمبیسوں کا بے ارادہ در آنا روشن یہ ایس کی فریاد " ۱۰۔ خدا ایک زنہ مرد حق پرست " جس قدر نگلاز ہے اسی قدر نہایت خیر ، دُوب کر پڑھنے والے پر وہی جذبہ طاری ہو جاتا ہے جو اقبال کا مطلوب ہے ۔ بارح کی رات پھللا پر اور اس ناچیز کا پسینہ پسینہ بدن ۔ تنگ آدھی شعر پیرسوز کا کفلا ثبوت ہے ۔

تلمذ خرمین کا ہولناک منظر ، عسلہ کے زور ظلم کا وافر ثبوت فراہم کرتا ہے ۔ خود علامہ اس منظر خیالی کے بیان سے عجز کا اعلان کرتے ہیں

آنچہ دیدم می نگنجد در بیان	تن ز سہمش بے خبر گردد زجاں
در ہوا ماراں چو در تلمذ نہنگ	کفچہ شب خون بال و پر سیاب رنگ
موجہا در زنہ مانند پندنگ	از نہیش مردہ بر ساحل نہنگ
بہر ساحل را مال یکدم نداد	ہر زماں کہ پارہ در خون قتاد
موج خون با موج خون از تیز	در میانش زور حق در اغت و خیز
اندر آن ذوق و دود زرد رو	زرد و بحر ہاں بدن ، آشفہ حوسے ۱۴۵

روح ہندوستان ، خورہ پاک زاد ، سرنگی ، پردہ اٹھائے ، آب روا کا حلقہ دربر ، جسے نار و پودر برنگ ہوئے ۔ باچیں خوبی نصیبش طوق و بند ، کہونکہ " ہندیاں بیگمانہ از ناموس ہند " یا لیت قوی لیلون

شرف النساد کا قصیدہ یا سلاطین شرق کا قہر میروزہ، تمیل کی جولانی، اور نکر کی خبر سی ہر کہیں نمایاں ہے۔

ابو جہل کی روح، عزم کعبہ میں جاہلیت کے سارے خود ساختہ امتیازات اور مشرکانہ رسوا شیخ کے خلاف فریادی ہے۔

سینہ ما از قلم ^{صلی اللہ علیہ وسلم} داغ داغ	از دیم او کعبہ را کل سجد چراغ
از ہلاک قہر د کبری سرود	نوجوانان را ز دست ما ربود
دل بغائب بست و از حاضر گست	نقش حاضر را فسون او شکست
مذہب او قاطع ملک و نسب	از تریش و منکر از فضل عرب
درنگایے او یکے بالادلیست	ما غلام خویش بر یک خود نشست ۱۷۶

لیکن آہستہ آہستہ یہ نوحہ دل ہلا دینے والی فریاد و فغاں میں ایسا بدلتا ہے کہ روح ابو جہل آنکھوں کے سامنے بال کھولے، اگر بیاں بھاڑے، دونوں بازو اٹھائے پکارتی نظر آتی ہے

چشم خامہاں عرب گردیدہ کور
لے تو مارا اندر میں صحرار لیل
باز گواے لے سنگ اسود باز گو
اے پہل اے بندہ را پوزش پذیر
گمہ شاں را بچہ نرگاں کن سبیل
مصرعہ وہ باہواے باد یہ
لے منات کے لات ازیں منزل رو

بر نیائی لے زہیر از خاک گور؟
بشکن امنون ذوائے جبرئیل
آخچہ دیدیم از حق ^{صلی اللہ علیہ وسلم} باز گو
خامہ خود را ز بے کیشاں بگر
تلخ کن خرمائے شاں را بر خیل
آہنم انجاز نخل حنا دیتا
گر ز منزل می روی از دل مرو

اے ترا اندر در چشم ما وثاق

مہلتے ران کنت از معیت اوراق ۱۷۷

درویش سودا کی ظاہر عونا ہے اور کچھ نہ کر فطرت کے انتقام کی یاد دلاتا ہے آسمان خایہ ترا گورے ندلا
مردم بزدیم شوق نداد، اس کے ساتھ ہی ایک آہ جگر ناب گلو گیر ہو جاتی ہے، لفظ اس کے
حلق میں اٹک جلتے ہیں، عدت جذبات کا اس سے بہتر اختیار کب ہو سکتا ہے؟

باز صرف اندک طوئے او شکست	از لبش آہ جگر تاے گست
گفت کہ روح عرب بیدار شو	چند نیا گان خالق اعصار شو
لے نواد اے فیصل کہ ابن سود	تا کجا بر خویش و یحیدن جو دور

۱۷۷ ایضاً ۴۴۲/۴۴۳

۱۷۷ ایضاً ۴۴۲/۴۴۳

زندہ تھیں در سیمہ آن سوزے کہ رفت در جہان باز آور آن روزے کہ رفت
خاک بطحا، خالد دیگر نزل نفہ توقید را دیگر سر

لے نخل دشت تو بالندہ تر

برخیزد از تو غار دشت دیگر ۱۴۸

مطابقت لفظی کمی ہے شمار سالوں میں سے ایک نخل بالندہ تر کے ساتھ فاروقؓ کی تشبیہ ملیج
ملفوظ ہو — پہلی بار سولیس سوڑانی کے عیب میں شاعر فریاد راسنائی دیتا ہے
ورنہ "سارباں یاراں بہ میثرب مابہ بخید" آن ہدی کو ناقہ را آرد بوجد کی ضرورت
کیوں پیش آتی شدت جذبات کا یہ عالم کہ بات رکنے کو، فریاد سمجھنے کو نہیں آتی اور شاعر
۵۰ یاراں بہ میثرب، مابہ بخید، ذہرا کر ایک خلوصت موڑ دینے پر مجبور ہے۔

شیوہ لائے زندگی عنیب و حضور آن یکے اندر ثبات آن در مرور

گنہ خیلوت می گذارد خویش را گنہ بخلوت جمع سازد خویش را

جلوت او روشن از نور صفات خلوت او مستنیر از نور ذات ۱۴۹

عنیب و حضور، جلوت و خلوت، صفات و ذات، گذاختن و جمع خستن، میں تضاد،
تجنیس، اور لف و نشر کا بہ تکلف استعمال، سادگی و پرکاری کا نمونہ ہے۔
معرض دامن نگہ تنگی کی گلہ گذار ہے، بیان و بدلے کے متعدد نمونے یہاں میسر ہیں۔

کتاب کا ظاہر اسلوب ہے حرجازی لفظ ہے۔ اس کا آغاز، وسط اور خاتمہ سب جھے
لیکھاں درجے کے دلچسپ ہیں۔ ڈاکٹر لہر جالی اپنے مقالے "تخلیل از جاوید نامہ" میں لکھتے ہیں کہ
اقبال کا کتاب کا اختتام شاہنامہ فردوسی کی طرح روکھا پھیکا نہیں بلکہ غایت درجے کا دلچسپ اُن
کے اپنے الفاظ "آخر کتاب جاوید نامہ ہر خلاف شاہنامہ خوش است بارینہائی یزدانی

و حق براقبال توام می بارشد" ۱۵۰

پور کا کتاب شاعر کی غیر معمولی قوتِ بیا کا مرقع ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے، منزل، ترجیع
ترکیب بند اور تفضیلات سے جہاں تمثیل، کو ڈر لائی رنگ ملا ہے وہاں دلچسپی اور دلکشی میں
بھی اضافہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر محمد راجی مردم نے اسے اسلامی یا انسانی حق سے تعبیر کیا ہے جس میں
رزمیہ و ہزنیہ، طبعیہ و المیہ کا اختراچ ہے، ۱۵۱ جس، بعض مشکل موضوعات کے باوصف کتاب ہر جہاں
سہل کن حرف مرا، کی اجابت کا ثبوت دیتی ہے۔

باب اول — مناجات تا زمزمه انجم ص ۵۶ تا ص ۱۴۰

مناجات

تمهید آسمانی

بخشیت روز آفرینش نکویش می کند آسمان زمین را

نغمه ملائک

تمهید زمینی

تشکرا می شود روح حضرت زوئی و شرح ویداسرار معراج را

غزل

ز روان که روح زمین و مکان است ، مسافر را بسیاحت عالم علوی می آرد

زمزمه انجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مناجات ①

- ۱- آدمی اندر جہان ہفت رنگ
۲- آرزوئے ہم نفس می سوزدش
۳- لیکن این عالم کہ از آب و گل است
محرودشت و کوہ و کافور و کر
گرچہ برگروں بجوم اختر است
ہر یکے مانند ماب چارہ ایست
۴- کارواں برگ سفر ناکرہ ساز
۵- این جہاں صیبر است و میادیم ما
۶- زار نالیدم صدے برخاست
ہم نفس فرزند آدم را کجاست
- ہر زماں گرم فغاں مانند خپ
نالہ ہائے دلنواز آموزدش ⑦
کے تو اں گفتن کہ دارائے دل است
آسمان و مہر و مہ خاموش و کر
ہر یکے از دیگرے تنہا تر است
درفضا نیلگوں آوارہ ایست
بے کراں افلاک و شب و دیر یاز
یا سیرفتہ از یاریم ما؟

تواشی و تعلیقات : ① مناجات : ناجی، میناجی، مناجاة، نجاء، متناج۔ اپنے علتی ثانی زیرِ سرگوشی

سُنا۔ خدا کی جناب میں اسے حاضر جان کر اس طرح دعا کرنا کہ جس طرح باتیں کیا کرتے ہیں۔
وہ نظم جس میں خدا کی توفیق اور اپنی فروتنی ظاہر کرے دعا اور التجائی جائے (ذواللغات) اللہ تعالیٰ
خلق دائرہ ممالک ہے چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے رہا ہے اس کی فرمان برداری میں چون و چرا کی گنجائش نہیں لیکن
اسی مہربان نے اپنے بندوں کو مانگنے کا سلیقہ و طریقہ کھایا (فتلحی آدم) من ربه کلمات ۱ گویا امور زندگی
میں آدم کی شرکت کو ظاہر کیا، اور اپنے اسماء الحسنی کے ذریعے پکارنے کا حکم بھی دیا ۲ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
دعا عبارت حضرت بابا بلہ فرمایا عبارت دُعا ہے اور دعا عبارت ہے۔ فرمایا دعا تقدیر میں بدلتی ہے اور یہ دعا رحمت و دروازہ
کھولتی ہے مَن یفتح لہ فیکلم باب الرعاء فیقتل لہ البواب الرحمة کے دعا کی توفیق عموماً رحمت کے دروازوں کا کھل جانا ہے۔

المیس نے رانہ درگاہ ہونے کے بعد آدم و اولاد آدم پر دہائیں بائیں آگے پیچھے سے حد آور ہونے کا اعلان کیا لیکن اوپر نیچے سنا ذکر نہیں کیا کہ انسان دُعا کے ذریعے کتنے اٹھار اور سجدے میں سر جھکا کر رب حقیقی سے جڑ جاتا ہے اور وسوسہ شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے یہی ابواب رحمت کا کھدنا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں دُعا کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دُعا سے قوائے فکریہ، جلال الہی اور اس کی عظمت کے حلافت سے پُر ہو جاتے ہیں اور نفس کو خشوع و خضوع کی ایسی حالت حاصل ہوتی ہے کہ دل سناجات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان انسان میں بہت دھوم مچا کر رہتی ہے یہی حالت ہے جو غنیمت ہے۔ ابو القاسم عبد اللہ القشیری نے ابو حازم کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں ”اگر میں دُعا سے محروم کر دیا جاؤں تو میرے لئے زاریہ ناوار ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میں قبولیت سے محروم کر دیا جاؤں“ ۷۔

علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبہ ”ذات الہیہ کا تصور اور حقیقتِ دُعا“ میں دعا کو خیرات میں شہرت اور ارادوں میں حرکت کا سبب بنایا ہے ”ان کے نزدیک بلحاظ ایک نفسیاتی منظرے دعا ایک راز ہے جس کا درجہ غور و فکر سے نہیں اڑتا ہے۔ پھر غور و فکر کی طرح وہ (جیاتی عمل) بھی تحصیل و انتساب [علم و معرفت] ہی کا ایک عمل ہے جو بحالتِ دُعا ایک نقطہ پر مرکوز ہو جاتا ہے اور لہجہ ایسی طاقت اور قوت حاصل کر لیتا ہے جو فکر و محض کو حاصل نہیں“ ۸۔ اس لئے کہ بحیثیت روحانی تخلیق کے ایک ذریعے دُعا بھی ایک جیاتی عمل ہے جس میں ہم دفعتاً محسوس کرتے ہیں کہ ہماری بے نام سے شخصیت کی جگہ بھی کسی بہت بڑی اور وسیع تر زندگی میں ہے۔ ۹۔ لہذا دُعا خواہ انفرادی اور خواہ اجتماعی ۹۔ ضمیر الہانی کی اس نہایت درجہ پوشیدہ آرزو کی ترچاں ہے کہ کائنات کے ہولناک سکوت میں وہ بھی اپنی پکار کا کوئی جواب سننے لگے۔ سناجات کا پہلا بندہ کائنات کے اسی ہولناک سکوت میں انسان کے ہر زماں گرم فغان ہونے کے تذکرے سے آغاز ہوتا ہے اور یہ ”فغان“ آرزوئے ہم نفس سے عبارت ہے۔ تب فکر کا ایزد دُعا میں محور ہو جاتا ہے۔

۵۔ حجتہ اللہ البالغہ [ابواب احسان: دُعا سے متعلق احادیث کی شرح] ص ۲۳۵ ترجمہ مولانا عبدالحی حقانی۔
۷۔ رسالہ قشیریہ باب ۳ ص ۴۰۶۔ ۸۔ ۹۔ تشکیل مجدد الہیات و ملائکہ علی الترتیب ص ۱۳۵۔
۱۳۶، ۱۳۹۔ یہاں یہ صراحت لطافت سے خالی نہ ہوگی کہ حضرت علامہ ذاتی انراض کی بجائے اجتماعی مآخذ کے لئے دُعا کا سپہارا لینے کو زبانیہ اہمیت دیتے ہیں ”ذاتی طور پر میں تو اللہ تعالیٰ سے پراست کا طالب ہوں اپنے لئے تکالیف سے نجات یا حصول عیش و راحت کے لئے دُعا نہیں کرنا چاہتا“ [اقبال نامہ اللہ ص ۲۹۲] ”توبہ بنام ماسن خان لکھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۵ء“۔ باب دہم کو وہ زبانیہ تہنارے، ۱۰۔ ارضانی حجاز ”تہ نظم و نثر اقبال اس کا کھدنا ثبوت ہے۔“ ۱۱۔ تشکیل مجدد ص ۱۳۹۔

شورخرا آدمی: آدم سے یائی لنبی کے ساتھ جیسے ہاشمی اور دشم کے لئے۔ مگر اقبال میں اس کا مرجع تو وہی خصوص انسان ہیں اس کی حیثیت ایک تصور کی ہے جس کی تاثیر بقول اقبال قرآن پاک ہی سے ہو جاتی ہے اور جس کا ذیل کی آیت ایک قطعی اور واضح ثبوت ہے ۱۱۔
 وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (الاعراف: ۱۱)
 شاید اسی لئے علامہ اقبال نے مرثعہ کے لئے ایک اور آدم "برخیا" تخلیق کیا ہے مزید تفصیل انشاء اللہ فلک مرثعہ کے تحت ملے گی۔

جہاں ہفت رنگ: سات تجلیات ۱۲۔ سات آسمان سات زمینیں سات سیارے اور جواہر ویزہ موانع میں آسمانوں کا ذکر ہے اور انسان کامل کے مصنف عبد اللیم الجیلانیؒ نے سیاروں کو افلاک سے تعبیر کیا ہے علامہ نے ہی فلک ہی استعمال کیا۔ کلیم الدین احمد اس حقیقت سے بے خبری کے باعث سیاروں کو فلک دیکھنے پر مترنم ہوئے ۱۳۔ فلکیات میں ان سیاروں کے رنگ یوں بتائے جاتے ہیں زحل سیاہ، مشتری غباری، مریخ سرخ، آفتاب زرد، زہرہ سفید، عطارد نیلا، اور قمر زنگاری (برلین فاطمہ) ایسا ہی جواہرے بارے میں ہے [ملاحظہ ہو "مسلمانوں کے عنائد و افکار" علامہ ابوالحسن اشوری مترجم مولانا محمد حنیف نوری۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع اول جون ۱۹۶۱ء]۔

۱۴۔
 روحانیات اور فلکیات میں ان سیاروں کے انسانی مزاج کے ساتھ تعلق پر بحث کی جاتی ہے علامہ اقبال کو سر السماء ۱۵ جیسی کتابوں کی تلاش شاید اسی لئے رہی کہیں یہ وہ اپنی پسندیدہ شخصیات کے لئے افلاک کی تجویز میں ایسی کتابوں سے مدد لینا چاہتے ہوں تاکہ ہر فلک ہر خصوص مزاج کی شخصیت سے ملاقات رکھی جاسکے۔

فُطَاں: پروفیسر حمید احمد خان علامہ اقبال کے ایک ملاقات کے ذکر میں بیان کرتے ہیں "پھر ایک شہم کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ طلم کو جاری رکھتے ہوئے کہا

[میں الہام کے ایوانوں میں گھومتا پھرا مگر جدھر نظر اٹھتی دیوار پر ہوا غالب لکھا ہوا
 نظر آتا۔ میں نے کہا یہاں تو خدا ہی خدا غالب ہے کہیں ان کی غالب نظر آئے تو
 بات بھی ہو] ۱۶۔

علامہ کی زیر نظر کتاب آدمی کا جاوید نامہ ہے اس لئے مناجات کا آغاز بھی اس مادی کائنات کے

- | | |
|---|---|
| ۱۱۔ تشکیل جدید ص ۱۲۶ علامہ اقبال | ۱۲۔ انسان کامل ص ۳۰۲ الجیلانی |
| ۱۳۔ اقبال ایک مطالعہ ص ۱۴ کلیم الدین احمد | ۱۴۔ انسان کامل ص ۳۲۶ الجیلانی |
| ۱۵۔ فلکیات کتابت اقبال ج ۳ ص ۱۹۰ برنی | ۱۶۔ محفوظات اقبال ص ۱۵۸ ڈاکٹر ابوالکلیث صدیقی |

”حیرت خانہ“ امروز فردا“ میں انسان کی تنہائی و درمائی سے کیا گیا ہے۔ دراصل آدمی ہی اُن اسماء صفات الہیہ کا مظہر ہے جن کا ظہور دیگر ظاہر فطرت میں نہیں ہوا۔ اِنَا عَزَّمْنَا اَلْاَمَانَةَ عَلٰی السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ فَابَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا فَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۱۷۔ پس بزرگوار انسان عالم میں وہ چیز پائی گئی جو اُس کے غیر یعنی محال و مستبعد میں مقصور تھی ۱۸۔ اسی لیے اس مجبور کائنات کے اندر انسان کی ہے مایہوں کا راز ہے۔
 مبالغہ: مبالغہ اسی سے تابی اور بے چینی کا استعارہ ہے ۱۹۔ یہاں جو چیز آتی ہے بٹھ جائے کو آتی ہے اس لئے نہ فرق آتی بلکہ خود ایک آدم بھی آہ و فغان کی آہی ہے۔
 شعر نمبر ۲: عہد نامہ عتیق کے مصنف لکھتے ہیں۔ [تذکرہ ۲: ۱۵۱] ہندوؤں نے ہم پر شرارت کی

”اور آدم نے کُل چوپایوں اور سوا کے پرندوں اور کُل درختی جانوروں کے نام رکھے پر اُس سے کہنے لگے کوئی درگاہ اُس کی مانند نہ ملا“ ۲۰۔
 قرآن پاک نے بھی ہم نفس کی تخلیق ہی کو آدم اول کے لئے تسکین کی صورت بنایا ہے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا [الاعراب: ۸۹]۔ ترجمہ: ہم نے تمہیں ایک جوہر سے تخلیق کیا اور اُسی سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ تم اس سے تسکین پاؤ۔

② بیشتر متاخرین اقبال نے ان ابتدائی شعروں کو مثنوی معنوی روحی کے ابتدائی شعروں

بشواز نے چون حکایت سی کند
 کنز نیستان تا مرا بہ برہ اند
 از لغیرم مردوزن نالیہ اند

اور بعض کیلے از محدودین اقبال، مرزا اسد اللہ خان غالب کے دیوان اردو کے مطلع اول سے ماثل قرار دیتے ہیں [نقش فرار کے کئی مثنوی تحریر کا کاغذی پیرہن پر پیکر تصویر کا] ۲۱۔
 عبید اللہ قدوسی لکھتے ہیں مثنوی معنوی کے شعروں میں ولایت ہے نیابت میں اپنے مجبور حقیقی کی طرف دھڑکا ہے وہی اُس کا مقصد اور محبوب ہے اصل سے ہب تک وصل نہ ہوا اضطراب رہتا ہے۔ خدا کی طرف توجہ اور اس کی طرف دستا و ولایت ہے اور خدا کی طرف سے مخلوق کی طرف آنا، اُس کی اصلاح اور اس کی ہدایت۔ یہ نبوت کا کام ہے اور یہی خدا کی خلافت و نیابت ہے ۲۲۔ یعنی یہ وجودی تصور سے غیر متعلق آغاز ہے تمام بظاہر اس حالت کے دو اسباب معلوم ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ علامہ نے جہاں جاوید نامہ کو اسلامی کامیڈی کہا ہے وہاں خود ہی اسے مثنوی مولیائے روم کے طرز پر لکھی گئی نظم بنایا ہے ۲۳۔
 اور دوسرا سبب یہ کہ اس نظم میں ڈیوائس کامیڈی کے پورچل کی طرح علامہ نے بھی مولیائے روم کی رہنمائی میں سیر افلاک کی روداد بیان کی ہے۔ لیکن بہ نظر غائر دیکھا جائے تو ایسا پس جاوید نامہ کا آدمی

۱۷، ۱۸، ۱۹ ان کا مکمل متن ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲

کی نغان صوفیاء کے اُس آھی کی نغان پرگز نہیں جس کی روح کا پرزہ اپنی اصل سے جدائی پر ہون کے پنجے میں پڑا پھڑپھڑاتا اور زار و قطار رونے رلانے سے سرکار رکھتا ہے اور "باز جوید روزگار وصل فویش" کا درپے ہو کر دنیا و علاقہ دنیا سے بنزار اور فنا کا دلدار ہے۔ ۲۴ نہ یہ آدمی مذہب بنزار اور تہذیب شمن مغربی وجودیوں [Existentialism] کی طرح اپنے وجود سے مایوس اپنے ماحول سے خوفزدہ اور کسی مقصد صابطہ نظام بلکہ اپنی فطرت تک کا منکر ہے۔ یہ وہ آدمی بھی نہیں جس کے نزدیک زندگی حاصل و معنی ہے

”اس سماج میں دیگر اشیاء کی طرح ہم میں سے ہر فرد تنہا ہے محض ہے اور جس کے خیال میں ہو سکتا ہے کہ اس سماج میں رستے ہوئے ہماری طرح کچھ دوسرے افراد بھی کچھ ایسے ہی مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہوں جن مقاصد کو ہم حال کرنا چاہتے ہیں۔

لہذا اگر ہم ان مقاصد کے حصول کی مناسی ترک کر دیں تو پھر بھی ہمارے اس سرنامہ کے عمل سے دنیا کا نظام میں سرخو فرق نہیں آتا اور یہ دنیا ہر حال یوں ہی چلتی رہتی ہے لہذا اُس کے لئے یہ زندگی لا حاصل اور لایعنی ہے“ ۲۵

علامہ اقبال کے نزدیک ”بلاشبہ انسان کی زندگی میں آلام ہی آلام ہیں اور اُس کا وجود برگ گل کی طرح نازک با این ہمہ حقیقت کی کوئی شکل ایسی طاقتور، ایسی دلولہ خیز اور حسین و جمیل نہیں جیسی روح انسانی۔ لہذا باعتبار اپنی کُنہ کے جیسا کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے انسان ایک تخلیقی تعالیت ہے ایک موعود کا روح جو اپنے عروج و ارتقا میں ایک مرتبہ وجود سے دوسرے میں قدم رکھتا ہے کَلَّمَ رَبُّنَا لَمُبَقَّاعِنَ طَبَقِ [۲: ۸۲] انسان ہی کے جسے میں یہ سعادت آئی ہے کہ اُس عالم کی گہری سے گہری آرزوؤں میں شریک ہو جو اُس کے گرد و پیش میں موجود ہے اور اپنی، علیٰ ہذا کائنات کی، تقدیر خود متشکل کرے، کبھی اُس کی قوتوں سے توافق پیدا کرتے ہوئے اور کبھی پوری طاقت سے کام لیتے ہوئے اپنی عرض و غایت کے مطابق ڈھال کر۔ اس لحاظ پر لحظہ پیش رس اور تغیرا محل میں خدا بھی اُس کا ساتھ دیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہاں انسان کی طرف سے ہو اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَا یَعۡقُومُ حَتّٰی یُغۡیَیِّرَ مَا یَاۡتِیۡہُمۡ [۱۲: ۱۳] ۲۶

طیباتِ ملام اقبال فارسی وارو دیکھنے سے بھی علامہ اقبال کی یہی مثبت فکر واضح ہوتی ہے کہ جہاں انسان کو بابہ زنجیر تقدیر کائنات کے راز نے سربلہ سے آگاہی کے ذوق کی بے تابی سے نوازا گیا وہاں ایسے مظاہر عظمت کے درمیان جن کا آغاز و انتہا حیرت ہے قدرت اس تلخ روزگار کی ہم نشین بھی ہے

۲۴ مسائل اقبال ص ۲۳ ڈاکٹر سید عبد اللہ ۲۵ فلسفہ کے بنیادی مسائل باب لم نیز
= Blackwell Encyclopedia of Political Thought 1987
[Existentialism]
= Studies in Social Thought and Art Saad Shaitch Page 252
Such Social and Existentialism by Niaz Erfan.
۲۶ تشکیل مجریہ ص ۹۸ مسائل اقبال ص ۱۸۳ ڈاکٹر سید عبد اللہ

جس کی بدولت اس "خود تسلیم" مائنت فطرت کے درمیان ایک ایسی دانا، بینا اور توانا ہستی ہے جس کی ہر قوت سرگرم تھا ہے یوں کہ عہ چاہے تو بول ڈالے ہیئت چھنتاں کی۔ اسی کی رضا و القہر ہے۔ یہ فقاں عشق سے شمع گریہ اور عہ ہنساں در یک دم نو روزگارے ست ۲۷ اسی لئے تو میلاد آدم کی خبر پا کر

فطرت آشتت کہ از خاک جہاں مجبور خود گری خود شکنجہ خود نگرے پیداشد ۲۸
اس جہاں مجبور میں جہاں حب دل نہ ہونے کے باعث کوئی ایک ذرہ بھی انسان کا آشنا اور ہم نفس نہیں اقبال کا آدمی ترک دنیا و علانی حیات کا شکار نہیں بلکہ وہ گل پیر مردہی اداسی میں اپنے دل دیراں کو چھپا دیکھتا ہے۔

تس زباں سے اے گل پیر مردہ تجھ کو گل کہوں کس طرح تجھ کو عنائے دل بلبل کہوں
مئی بھی موی صبا گوارہ جنبان ترا نام تھا صحن گشتاں میں گل خنداں ترا
تیرے احسان کا نسیم مجھ کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلہ عطار تھا

تجھ پہ ہر سانا ہے شبنم دیدہ گریاں مرا ہے ہنساں تیری اداسی میں دل دیراں مرا
میری برابری کہیے چھوٹی سے اک لہویر تو خوابیری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو
میں چو نے از ینستان خود نکایتی کنم

لشنوائے گل! از خدائیں شکایت می کنم ۲۹

یہ درد تنہائی ظاہر ہے بحیثیت قوم اجتماعی زندگی کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے محرومیوں کا درد ہے۔ اسی لئے اسی کا یہ درد تنہائی اسے وہ دلنواز نالے سکھاتا ہے جسے سن کر بے ہوش جاگیں اور ناقہ بے زمام کی طرح منتشر افراد اور جامعیت، ایک قوم ہو کر سوئے قطار کھینچتے چلے آتش ۳۰ اپنی نالہ دلنواز اصل وہ آرزو و تلاش مقصود ہے جو انسان کے توسن اور اک کو خرام سکھاتی ہے ۳۱

* مزید صاف کرنے کے لئے ملاحظہ ہوں نظم انسان کا ملک ۱۲۹ نظم تنہائی کا ص ۱۲۹ نظم ان نفس ۲۹
نظم روح ارضی آدم کا استقبال کر آئے ک ۱۲۳ نظم فرشتے آدم کو رحمت سے رحمت کرتے ہیں کا ص ۲۲۳ نیز
نظم تسخیر فطرت کو ص ۲۵۵ نظم گل زبانی کا ص ۲۵

[۲۰۲: ۲۰۲]

۲۶۷ تشکیل صبر ص ۱۸ علامہ اقبال ۲۸۷ کلیات اقبال فارسی ص ۲۵۵ (پیام شرق)
۲۷۷ کلیات اقبال فارسی ص ۵۵ (گلشن راز صبر) ۲۹۷ کلیات اقبال اردو ص ۵۱ (بانگ درا)
۳۰۷ کلیات اقبال اردو ص ۴۸ (نظم ایک آرزو بانگ درا) ۳۱۷ کلیات اقبال اردو ص ۲۵ (بانگ درا)

شعر نمبر ۶۱۳ ^{۵۶۱} شبنم راز صبر سے سوال ہے کہ یہ جہان و انسان کے مناجات درساں خوری پر مبنی ہے۔
وجود کو سب اور دشت و دریا
کوئی نہیں غم گسار انسان

در جہاں یارب نیرم من کجاست
نخل سینا یم کلیم من کجاست
شمع را تنها پسیدن سہل نیست
آہ یک پروانہ من اہل نیست
سینہ عمر من از دل خالی است
ی تپید مجذوب کہ محل خالی است
شدم محفرت نیردا لڈ شتم از سر ہر
کہ در جہاں تو یک ذرہ آشنا یم نیست
جہاں تہی ز دل و مشیت فاکہ یم ہمدل
چہن خوش است دے در خور تو ایم نیست
تیسے بہ لب اور سید و بیچ نلفت ۳۲

ماہر لیاں در جہاں چون اتر یم ^{۳۵} ہم دم و بیگانہ از یک دیگر یم
حالانکہ ^{۳۴} فروغ آدم خالی ز نازہ کاری است ^{۳۴} مہ و ستارہ کنند آغیہ پیش ازین دردن
کیونکہ یہ مادی اشیاء (مثلاً مہ و ستارہ) الگ تھلگ رہ کر بھی قائم ہیں اور قائم رہ سکتے ہیں۔ لیکن انسان کا
فروغ نازہ کاری سے ہے۔

شعر نمبر ۷ ^۳ جبر و اختیار کی بحث میں ڈیکارٹ کے فلسفیانہ تصور حقیقت کے خلاف لائبنیز
(Leibniz) کے فلسفہ کے ایک اہم تصور Re-established harmony (توافقِ قدر یا
پیش ثابت ہم آہنگی) کی رو سے "کائنات ایک روحانی تلکسٹر کا نظام ہے جس میں بسیط، ایک دور
سے بے تعلق آزاد انفرادی، فاعل بذاتہ، خود متکفی روحانی ہستیاں یا اکائیاں متعینہ ہم آہنگی و توافقِ قدر
سے مربوط ہیں" ^{۳۸}
۳۹ اسی سے ہے بیمار اس پوستان کی
ہم آہنگی سے ہے مھل جہاں کی
ہیں جذب باہمی ستائیم نظام سارے
ہوشیدہ یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں ہے

۳۲ حکایت اقبال اردو ص ۱۲۴ نظم انسان - بانگ درا ۳۲ حکایت اقبال فارسی ص ۱۲۴ نظم دُعا اسرار خوری -
۳۳ ایضاً ص ۲۸۸ نظم تنہائی - پیام شرق ۳۵ ایضاً ص ۲۶ اسرار خوری ۳۶ ایضاً ص ۵۱۸ غزل رازِ رنج
۳۷ نکیل صبر ص ۱۴۸ مہ و ستارہ = خاک و بارو آب و آتش ہر ذرہ اندر باہم و شور مرد باقی زوہ اندر (رضی)

(۳) ملاحظہ ہو تعلیق ذیل بندہ ذرا -
۳۸ کتاب اصطلاحات فلسفہ (مبادیات، توافقِ قدر) ڈاکٹر قاضی عبدالقادر "بازر فلسفہ کے بنیادی مسائل باب پیش ثابت
ہم آہنگی کا نظریہ ص ۱۴۹ قاضی قیدر اسلام پز روایات مکلفہ ص ۵۱ علی عباس جلاپوری "بازر
Dr. Abdul Khaliq, Published in "Iqbal Review vol. 36 issue 2
April 1995 Pages 1-16."
۳۹ حکایت اقبال اردو ص ۹۲ نظم ایک ہر ذرہ اور جگہ بانگ درا ۳۷ ایضاً ص ۱۴۹ نظم ہم آہنگی - بانگ درا

راہیں ہستی کے ذریعے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقت گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیاں ہے رنگ و بو کا

موج در بحر است ہم پہلوئے موج
ہست باہم ہم چپیدن خوئے موج
بر نلک و کلب ندیم کو کلب است
ماہ تاباں سر بہ زانوئے شب است
ہست در ہر گوشہ ویرانہ رقص
میں کند دیوانہ با دیوانہ رقص

علامہ اقبال اس توافقِ مقدر اور متعینہ ہم آہنگی کو جذبِ باہمی، عشقِ حسنِ ازل، محبتِ الفت وغیرہ نام دیتے ہیں۔ اس تناظر میں ہائیک دراکر کی نظموں پر غور کرنے والے اقبال کی فطرت پسندی کے مفروضے اور ان افکار کو 'دجری' ثابت کرنے والی حالیات کی غلط فہمی اور کج سمجھی سے بخوبی آشنا ہو سکتے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اسی قوتِ عشق یا جذبِ باہمی کی قوتِ اتصال کے زور پر کائنات کے بیکراں سمندر میں منظرِ فطرت (موناڈ) کا جمہوری قافلہ ^{۷۷} جو بظاہر بے درا رواں دواں ہے ایک دوسرے کے فطالتِ حیات کی تکمیل میں معاونت پر بھی جبراً کاربند ہے ^{۷۸} اسی لئے مطمئن ہے ^{۷۹} لیکن انسان کو جس کا موناڈ زیادہ تر تاثر پذیر نوعیت کا حاصل ہے ^{۸۰} اپنی پریشانی کے ازالے کے لئے سماجی جماعت (منصہ) خود ہی تلاش کرنا ہے ^{۸۱} لیکن بد قسمتی سے وہ آج (عبدالقبال سے) نہ صرف بے حس بلکہ مبراہم ہے۔ ناکام گول میز کانفرنسوں اور آل پارٹیز کانفرنس کے انتشاری نتائج کی روشنی میں شب و دیر باز (قائو سے باہر ظلمتِ جبر) کا راز اور انہیں منور کرنے کے اسرار معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

شعر نمبر ۸، ۹

صید و صیاد کے لئے آیہ تسخیر شعور بند سوم ملاحظہ ہو

اسیر رفتہ از یاد : جیسا کہ عہد نامہ عتیق کے مصنف نے لکھا

"..... چنانچہ اُس نے آدم کو نکال دیا اور باغِ عدن کے مشرق کی طرف کروبیوں

کو اور جو گرد گھومنے والی شعبان تلوار کو رکھا کہ وہ زندگی کے درخت کی حفاظت

کریں" ^{۸۲} اور خود ہر نماز و عبادتِ نیکوں کے لینے دینے سے دست بردار ہو کر عرشِ نشین ہو گیا۔ قرآن حکیم نے

ہمود و نصاریٰ کے ان عقائد [يَذْكُرُ اللّٰهُ فَاُولَٰئِكَ اَلَّذِينَ هُمْ اَعْبَادُہُمْ] اور مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رُسُلٍ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا هُوَ الَّذِي

يَسِّرُہُمْ [۸۵] کو تماقدّر اللہ حق و قدر و (الانعام: ۹۱) سے تعبیر کیا ہے۔ یہ خدا کا شناسا و سہارا و تکیا ہے

کے تقدرات و عقائد حقیقتِ الوہیت سے بے خبری کا نتیجہ تھے یا ورثۃ الانبیاء (الادویں) کی پس منظر اور ذہنی تازیانی

۷۷ کلیات اقبال اردو ص ۳۳ ہائیک دراکر نامہ عزلیت ۷۸ کلیات فارسی اقبال ص ۷۸ اسرار خودی نظم دعا -

۷۹ فلسفہ نظم ص ۱۶۹ علامہ اقبال اردو ترجمہ حسن نامہ ۸۰ شذرات فکر اقبال ص ۱۱۱ صید مائیں اور جمہوریت ۸۱

نکسین صید ص ۷۷ علامہ اقبال ۸۲ نظم گل رنگیں کلیات اقبال اردو ص ۲۴ ہائیک

۷۷ اقبال نامہ ج ۱ ص ۳۱۶ مغرب بنام غلام امین الازہری ۷۸ کلیات اقبال اردو ص ۷۷ نظم تعمیر درد ص ۱۱۱ نظم شذرات فکر

۷۹ نکسین صید ص ۲۳۲ علامہ اقبال ۸۰ کتاب مقدس عہد نامہ عتیق باب ۲۲ آیت ۲۲

جو نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاجِبَاؤُهُ [الانبیاء: ۱۰۱] کے دعویٰ میں ڈھلا اور جس نے مائورٹن اللہ کلرمان طالبوت کی تقریر کو آئی یوں نہ الملک یلینا و نَحْنُ اَحِبُّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ وَلَمْ يُوْتَهُ سَعَةً مِنَ الْمَالِ [البقرہ: ۲۴۱] کے مایہی الفاظ میں جیلج کرایا۔ یہ جیلج درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اختیار نامرگی کے خلاف تھے جس نام سے بنی اسرائیل (یہودیوں) کے درشتہ لاشیاء بلا شرکت غیرے اختیار و اقتدار کے مزے لوٹتے تھے اسی بطور ناسین حق رز اختیار کا نام انہوں نے حکومت الہیہ رکھا تھا۔ اسی تصور الوہیت کو فلاسفہ یونان نے 'مُتْرَبِ غَیْرِ مُتْرَبِ' اندھی مشیت، اور ارواحِ آتشی کے فلسفیانہ قالب بخشے اور بالآخر وہ عرش نشین بھی مُتْرَبِ غَیْرِ مُتْرَبِ بن کر کائنات کے ذرے ذرے میں کھو گیا اور ساتھ ہی اُس کی تخلیق کا شہکار انسان بھی بے اختیار اور لاشیاء کھڑا۔ علامہ اقبال نے بطرز استقصاء لکھا

این جہاں صید است و صیادیم ما یا اسیر رفتہ از یادیم ما ؟
یعنی ہمیں۔ خودی و خود شناسی کا داعی، پکار پکار کر یقین دلاتا رہا تھا۔
کس شے کی تجھ ہوس ہے اے دل قدرت تری ہم نفس ہے اے دل ۵۱
تسلیم لا تو گر ہے جو چیز ہے دنیا میں انسان کی ہر قوت سرگرم تھا تھا ہے ۵۲
ہے راکب تقدیر جہاں تیری رضاں بیکھ ۵۳

لیکن صدائے برخواست، فرزند آدم آج بھی تپتا ہے۔ اقبال مرتے دم تک تپتا رہا۔
خواب رفتہ جوانان و مردہ دل پیراں نصیب سینہ کس آہ صجگاہِ پیمینیت ۵۴
جہانم۔ بلیں بیابانہ بدشتِ طلب زیبا منہشیں کہ در زمانہ تما آشنائے را ہے نیست
زوقتِ خویش چہ غافل نشسته اگا دریا زمانہ کہ حجابش زسالی و ما ہے نیست ۵۵
علامہ اقبال کے فلسفہ تمدن کی بنیاد گنگو پائی، خویش، انجمن آرائی اور بے ہمہ شو باہمہ رو کے اصول پر تھی۔
اِس لئے اُسی کا دکھ جہاں اقوام پسند کی خود شناسی تھا وہاں کسی اجتماعی قوتِ قائمہ "کی تلاش
کی طرف سے غفلت کا رویہ بھی اسے تڑپاتا تھا۔

۵۵ معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا
۵۶ اقبال لکھی حرمِ مدنا نہیں جہاں میں
۵۷ کب زبان کھولی ہماری لذتِ گفتار
۵۸ چھوٹک ڈالاجب جن وائیں پیکار

۵۹ یہ ہے ساسی مزاج کا قہرِ شفیقِ خدا" جو علی عباس جلاپوری کو نکر اقبال میں نظر نہ آیا
۶۰ کلیاتِ اقبال اردو ص ۱۲۹ نظم تپناں باندرا ۶۱ انصاف ص ۱۲۹ نظم انسان ۶۲ انصاف ص ۲۴ روح الہی
۶۳ آدم کا استقبال کرتی ہے" ۶۴ کلیاتِ اقبال فارسی ص ۳۵۱/۵۲ پیام شرق غزل ۶۵ کلیاتِ اقبال اردو ص ۱۵۱ ترانہ ملی
۶۶ کلیاتِ اقبال اردو ص ۱۳ نظم صدائے درد باندرا۔

افکہ کیا ومن کجا ساز سخن بهانه الیت
وقت برینہ کہ تن است من بہ نایہ گفتہ ام
سوئے قطاری شمع ناقہ بے زمام را [۵۷
خود تو بگو کجا بزم ہم نفساں خام را]

در جہاں یارب ندیم من کجاست
من مثالی لالہ صراستم
نخل سینایم ملیم من کجاست
در میانِ حیلے تنہا ستم [۵۸
از روز فطرت من صرے
قوی دلی کہ ملت بے نام است [۵۹
زمار بے نظام اوجہ گویم
مشکل این نیست کہ بزم از سیرینگانہ گذشت
مشکل این است کہ بے نقل و ندیم اندر ہمہ [۶۰

بس بیکہ دامن اقبال را بدست آیم کہ او ز خرقہ فروشاں خانقاہے نیست [۶۱

مطلقیات خواستی:

[Occasionalism]

نظریہ موقعیت

(۳)

وہ فلسفیانہ تصور جو مسلم مفکرین اور مدارس میں جبر و اختیار کے مسئلہ کی تعلیم کے لئے پیش کیا گیا اور یورپی فکر میں ڈیکارٹ کے ذریعے نمود گر گیا [۶۲ موقعیت ذہن و جسم کے درمیان رشتے کا ایک نظریہ ہے اس نظریہ کی رو سے ذہن و جسم کے مابین تعاملِ خدا کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ ڈیکارٹ کے پیروکار عام طور پر ارادہ و تلک خصوصاً ثنوی فلسفے و زاریہ خلوص کے ساتھ مانتے ہیں یہ مفکرین ذہن و جسم کے درمیان تعامل کا کوئی بنیاد نہیں پاتے کیونکہ اگر ذہن و جسم آزاد جوہر ہیں تو وہ ایک دوسرے پر عمل نہیں کر سکتے۔ لہذا ذہن و جسم ایک دوسرے سے محیز ہیں۔ ارادہ اجسام کو حرکت نہیں دیتا۔ ایسا آخر کیسے ہو سکتا ہے؟ اصل بات بیرونی دنیا میں اس قسم کے تفرکے رونما ہونے کے لئے موقع کی ہے جو خود خدا فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح طبیعی واقعات بھی ہم میں تصور کو جنم نہیں دے سکتے بلکہ طبیعی واقعات میں ان لقورات کو جنم دینے کے لئے خدا کی طرف سے موقعیتی عمل ہیں۔ اس نظریہ کو موقعیت کیا گیا (P. 288) [۶۳

مافی تعلیم اسلام کے تجزیہ کے مطابق موقعیت نے اگرچہ ڈیکارٹ کی ثنویت کے تضادات کو بے نقاب کر کے اسپینوزا کی مطلق وحدیت [Absolute Monism] کے لئے راہ ہموار کی لیکن خدا کی موقعیتی دخل اندازی کے بارے میں ان کا دعویٰ دینیاتی اعتبار سے بھی قابل قبول نہیں ہے۔ خدا کو ذہنی اور عضوائی سلسلہ کے عمل کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کا عامل تصور کرنا خدا اور انسان کے درمیان رشتے کو غلط انداز میں سمجھنا ہے۔ خدا کا اس کا تصور اسے "مشین میں بھرت" کی سطح پر لاگرا کرنا ہے۔ موقعیتی

۵۷ کلیات اقبال ہندسہ ۵۷ غزل ۵۲ زربلم ۵۸ ایفا ص ۷۸ دعا۔ سراد فری ۵۹ ایفا ص ۹۱۲ اور کماز
۶۰ ایفا ص ۶۷ غزل زندہ رود جاہد نامہ ۶۱ ایفا ص ۳۵۱ پیام شرق۔ ۶۲ کتابان اصطلاحات فلسفہ ص ۳۰۹
۶۳ فلسفے کے بنیادی مسائل ص ۱۴ مافی تعلیم اسلام —

فلسفہ جبر و نفعیاتی تحقیق کے سامنے بھی نہیں ٹھہر سکتا اس لئے کہ اس کی رُو سے مادہ جامد مرنے کے بجائے قوت کا متحرک مرکز ہے۔ ۶۵

علامہ اقبال کے نزدیک "تشریتا ہے ہر ذرہ کائنات اور زندگی فقط ذوق ہرگز کا نام ہے اس لئے کہ وہ نہ صرف انسان کی جواب دہی پر ایمان رکھتا ہے اور زندگی کی اس لالینیت (Lalinity) کا حامی نہیں ہے بلکہ اس لئے بھی کہ علامہ کے نزدیک بقائے دوام انسان کا حق نہیں اس کا حصول مسلسل جبر و جہد میں مغموم ہے۔ خودی کے استحکام کی صورت میں موت بھی بقائے دوام کی ایک راہ رہ جاتی ہے۔ ۶۶

لہذا علامہ اقبال کے نزدیک "زندگی کی خصوصیت تشخص و تفرد ہے۔ ہمہ گیر زندگی کسی حیثیت کی حامل نہیں خدا بھی ایک فرد ہے اگرچہ وہ یکتا رب مثال ہے۔ سیکلٹیکرٹ کہتا ہے کہ "کائنات افراد کے مجموعے سے عبارت ہے لیکن اس مجموعہ میں ربط و تطابق پایا جاتا ہے۔ کائنات بذاتہ حتمی اور مکمل نہیں بلکہ وہ جبلی اور شعوری مساعی کا اثر ہے۔ ہمارا قدم بتدریج انتشار سے ارتباط کی جانب اٹھ رہا ہے۔ ہم میں سے ہر ہر فرد اس صحیح تدریجی تکمیل کے عمل میں معاون ہوتا رہتا ہے۔ افراد کائنات کی تعداد کماؤ کی تعیین نہیں ہر آن نئے نئے افراد کا اضافہ ہو رہا ہے جو وجود پختہ ہی تکمیل کائنات کے عمل میں معاون کا فرض انجام دینے لگتے ہیں۔ عمل تخلیق ایک فعل جاریہ ہے اور انسان اس عمل میں شریک ہے جس حد تک کائنات کے غیر مربوط حصے میں ربط و تنظیم پیدا کرتا ہے اسی قدر انسان کو اس تخلیقاتی عمل میں معاون قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۶۷

یہ کائنات ابھی ناقم ہے شاید کہ آرہی ہے دامن ہمارے میں ۶۸

جوش سے نہ ہو سکافہ ٹوکر ۶۹

مطلب یہ کہ ناپیر جانید ہر وی ترے آگے وہ عالم جبر ہے تو عالم آزاد ہے

(۵) — کائنات فطرت کی تخلیق ہے مقرر نہیں ہوئی۔ خلق و امر کے مالک جل جلالہ اپنے ارادہ سے نظام فطرت کو نیست و نیست کیا اور تخلیق و تسوئہ ہی کے مرحلے میں تقدیر [مقررہ تخلیق کے تکنیکی احکام] اشیاء کی فطرت کا جزو بنایا اور ساتھ ہی ساتھ اس تقدیر یا امر تکنیکی پر عمل کا طریقہ بھی سکھادیا۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسْوَیْ وَ اَلَّذِیْ تَدْرَ فُھْدَیْ عے۔ جو ہم یہ افراد فطرت وجود میں آئے (اور آتے رہیں گے) نہ عمل تخلیق ایک فعل جاریہ ہے [بلکہ چون و چرا اپنے مقررہ زندگی (تقدیر یا احکام تکنیکی) پر عمل پیرا ہونے کا عمل فطرتی تھا کہ عے کسی کو جلال الکار نہیں ظاہر کیا یقیناً مامور عے یہ ربوبیت کا روحانی پہلو ہے

۶۵ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۱۹۹ ۶۶ کلیات اقبال اردو ص ۴۱۸ ساقی نامہ بال جبریل ۶۷ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۱۹۹ ۶۸ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۲۰۶-۲۰۷ ۶۹ کلیات اقبال اردو ص ۳۲۰ بال جبریل ۷۰ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۲۰۶-۲۰۷ ۷۱ کلیات اقبال اردو ص ۳۲۰ بال جبریل ۷۲ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۲۰۶-۲۰۷ ۷۳ فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۲۰۶-۲۰۷

جو تمام عالموں (جارات، نباتات، حیوانات، بشمول انسان اور جن و ملک) کے لئے عام ہے۔ ربوبیت کا رحیمی پہلو البتہ آدم اور اولادِ آدم کے لئے خاص ہے۔ اُن کے لئے اُن کی رہائی پہلو کے حوالے سے تمام مظاہر کائنات کے ساتھ شریک ہے تین رحیمی پہلو کے لحاظ سے بالکل منفرد۔ جدا اور لاشریک۔ یہ رحیمی احکام دین و بشریت میں ظہور پاتی ہے۔ یہ اس حوالے سے رحیمی ہے کہ ایک تو یہ انسان کے اختیار ارادے پر موقوف ہے۔ اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمْا شَاكِرًا وَلَا كَفُورًا (الدھر: ۳) [درس اس حوالے سے کہ یہ انسان کو احکام تکوینی کے مظاہر، طبعی تقاضوں اور خواہشات نفس پر بھی اختیار سے نوازتے ہیں۔ ہذا یہ ایک بہت بڑی آزمائش اور امتحان بھی ہے یہی تو وہ نکتہ ہے جسے اٹھانے پر انسان کو خدِ خالق نے ظلم و جہول کہہ کر یاد کیا ہے۔ فطری تقاضوں (مانی تقدیر) کا اسیریت ہوئے انسان ان احکام شرع کو عمل میں مشہود کرنے پر مامور ہے۔ اور یہی وہ رحمۃ اللعالمین ہے جو انسان کو نہ صرف اپنی بلکہ اپنے گرد و پیش کی تقدیر سر بارادہ اختیار متشکل کرنے کا حق دیتی ہے۔ جو ان احکامات سے روگردانی کرتا ہے چاہے وہ اپنے لئے کوئی بھی دستور زندگی بنالے وہ اُسی پر جبر ہوگا کہ اس کی علت اس کے فطری تقاضے ہی ہوں گے معلول اپنی علت کے زیر اثر رہتا ہے طبعی تقاضے اور تکوینی ہیں یعنی جبری اسلام تو جبر سے جبری جنم لیتا ہے۔ اَفَقِيْرَ دِيْنِ الْتَّبِیْعُوْنَ وَلَآ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَآلِیْہِ یُرْجَوْنَ عَمَّا تَرٰجَہَ: کیا یہ گورب اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دستور زندگی تلاش کر رہے ہیں؟ (وہ نہیں جانتے تھے) آسمانوں اور زمین کی ہر شے چار و ناچار اُسی [اللہ] کی مطیع و فرمانبردار ہے؟ اور (جو اللہ کے دین کو نہیں مانتے وہ بھی) اسی چار و ناچار بندگی کی طرف لوٹتے ہیں۔ یعنی اسیر جبر بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اَلْمُتِّیْنِ کے احکام نہ صرف یہ کہ خود اقدامی اور خود تقیتی کی بدولت اختیار ہیں بلکہ فطری تقاضوں کے جبر سے بھی آزادی بخشتے ہیں (سُفٰنٌ اَوْ کَیْفًا فِی الْقُوْرَةِ وَتَحْدِیْرُ حَرَجِ الْمُؤْمِنِیْنَ) عقل نقال فطری تقاضوں کی تکمیل میں احکام الہی کا لحاظ کرنے کی وجہ سے آزار ہو پاتی ہے۔ دو میں سے ایک (رشد اور خیر) کا چناؤ اور اختیار ہی تو دینی ہدایت ہے۔ الدین، نیکی اور بُرائی کو لگ کر کے، کفایت فکر و انتخاب اور سیرت عمل کا ذریعہ بنتا ہے لَا اَرْلَکَ فِی الدِّیْنِ قَدَسٌ مِّنَ الرَّشَدِ مِّنَ الْفِتْیٰ قَمِّنْ یَّکُوْرُ بِالطَّاعُوْتِ وَیُؤْمِنُ بِاللّٰہِ قَعَدَ اِسْمُکَ شَہَدَی بِالْوَرٰہِ الْوَلَدِیِّ اَللّٰہُ اَوْصَامَ لَہَا ۵ پس جہاں اُسڈر دین جنم جنم سے جلتے ہیں اور آکھین جلتے ہیں مدد دینے پر (انوارِ زندگی میں) بھور ہیں دہاں وہ دونوں ایک اور تقدیر اجتماعی کے تحت آپس میں مل کر پالی بناتے ہیں جو بھجائے کے کام آتا ہے۔ پالی کا چلنا اور پالی کا

۳۷ الحمد للہ رب العالمین ۵ الرحمن الرحیم، سورۃ فاتحہ میں ربوبیت کے دو پہلو رحمانیت اور رحیمیت

کا ذکر ہے الحمد للہ "کا دوازواہم کرتا ہے۔" ۸۳: آل عمران

۵۷ البقرہ: ۲۵۶

نیرسکون ہو کر ٹھہر جانا دونوں قطرات آب کی اجتماعی تقدیر "سطح ہموار رکھنا" کے تابع ہیں۔ سطح ہموار نہ ہو تو پانی شور و فضاں کرتا ہر شے کو بہاتا ہر شے سے ٹکراتا ہڑاچٹتا ہے، یہ اچھل کود، یہ دوڑ دھوپ یہ 'طغیانی'، 'پانی کی فطری آزاری' ہے۔ کیونکہ پانی ایسا کرنے پر فطری طور پر مجبور ہے لیکن جب سطح ہموار ہو جاتی ہے تو پانی نیرسکون ہو جاتا ہے۔ یعنی 'سکینہ' کا حصول اپنی اجتماعی تقدیر کے حصول ہی سے وابستہ ہے۔

سے وابستہ ہے۔
 وَمَا أَمْرُنَا لِلَّهِ وَإِخْوَتُهُ كُنُوزٌ
 بار بار اختیار پانی کی طرح، جزوِ فطرت بنانے سے مشروط ہے۔ پانی کی جزوِ فطرتِ تقدیر ہی نے اسے حرکت و محل سے نوازا، پس

در اقامت کوش و غفلت شمار می شود از جبر پیدا اختیار ^{۷۷}

اسی جبر و اختیار سے وہ دولت سکینہ وہ دیاتِ اجتماعی لٹھ آتی ہے جسے جنت کھیتے ہیں ورنہ
سطح کی ہمواری سے محروم پانی کی طرح ہمیشہ مصروفِ شیون و مشغولِ فغانِ مُفیان -

دوسری ہمیشہ درام آئیں کی پابندی سے ہے موعہ کو آزادیاں سامانِ شیون پرگویش ^{۷۱}

تمام مظاہر فطرت چونکہ موجود ہیں اس لئے اپنی اپنی تقدیر کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان یہ زندگیِ خدائیدہ ہے
جامد۔ اَلَا نَکْمَا کَانَ اَمْرًا بَہِیْ تَکْ وِیْسِی جِیْسِی تَہِیْ ، دیرینہ روزی کے نشان سے مبرا، عہدِ کس ان
کی عمرِ فتنہ کی اب آن ہے۔ یہ بھی اللہ کی شانوں سے ایک شان ہے لیکن اللہ کی وہ شان جس کا
بیان کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنِ [۸۱] میں ہوا۔ اُس کا مظہر صرف اور صرف تقدیرِ انسانی ہے۔ اس لئے کہ
انسانِ ^{عالم} محرابِ ارادہ و اختیارِ با شعور بہتی ہے۔ اسی لئے تو اُس کی پریشانی ہی اُس کی جمعیت کا سامان
ہے کہ یہ پریشانی اُس کے توسل اور اک کو حرکت میں لاتی ہے۔ علامہ اقبال نے اس "عالمِ پریشانی" کو
نفسِ اس لئے "نورِ بے سوز" سے تعبیر کیا۔ کہ ممکن کی جمعیت پریشانی ہے لیکن کارروں جس ۸۲ اگلے بند
میں اسی نے "دشتِ نارک" کا ذکر کرتے ہوئے غمِ عالم میں ڈوب جاتا ہے کہ
راستی ہمارے علم ہو چکا ہے ، اور انسانِ خواہشات کے درندہ صفت جا نوروں کے درمیانِ محرومی
کے نارکِ جنگل میں حیران و پریشانی ہے ۸۳

۵۰. القم: ۵۱. کلمات (تبار فارسی) است اسرار خوری

۸۱۔ ایضاً ص ۱۴۸ بابت در طلب نظم علی رئیس
۸۲۔ ایضاً ص ۱۸۶ بابت در طلب نظم شیخ و شاعر

14- Great Books of the western world vol 21 Dante 14

” اقبال کے دن یہ کیفیت جیسے ذوق و شوق یا شور و ریگی کہنا چاہیے
 اُس شعور کی آئینہ دار ہے جب انسان اس دنیا کے لامحدود
 کے سامنے اپنی ناتوانی کا احساس کرتا ہے۔ اُس جو ضعف
 کا احساس جو خود کمزوری کی چار دیواری میں گھرا ہوا پاراس
 کے سوا کسی اور بات سے مطمئن نہیں ہوتا کہ وہ اس سے ہر
 جزو کل پر قدرت حاصل کرے۔ وہ آسمانی سفر پر اس لئے
 روانہ ہوتا ہے کہ تمام افلاک کو پاش پاش کر دے۔“
 — اس طرح اقبال کو جو جذبہ متحرک کرتا ہے وہ جذبہ
 استیلا ہے اضطراب نہیں“ ۸۴

”اب سنا جاتی التجائیں ہیں کہ اس جہانِ چارسو کی بجائے جس کا وجود ایک دوسرے
 سیارہ کے وجود کا محتاج ہے وہ جہاں عطا کر جس پر رقت و بود کا اطلاق نہ ہو“ ۸۵

۸۴۔ دانقہ اور اقبال - السیندر بوسانی

صفحات ۳۲۸/۳۲۹ اردو ترجمہ ماہ نو صد سالہ خزن ج ۱ ۸۰۴/۸۰۳

۸۵۔ جاوید نامہ - چودھری محمد حسین شمولہ نقد اقبال حیات اقبال میں ص ۷۵۲

۱۰۔ دیدہ ام روزِ جهان چار سو آنکہ نورش بر فرزد کاخ و کو
از رم سیارہ او را وجود نیست الا این کہ گوئی رفت و بود
اے خوش آن رخ کہ از ایام نیست صبح او را نیم روز و شام نیست
روشن از نورش اگر گرد و رواں صوت را چون رنگ دیدن می توان
غیب ہما از تاب او گردد حضور نوبت او لایزال و بے مرور
۱۵۔ اے خدا روزی کن آن روز مرا
و ازل زین روز بے سوز مرا

حواشی و تعلیقات

شعر ۱۵ تا ۱۵ جبر و اختیار کے مسئلے کا تصور زمان سے گہرا تعلق ہے۔ انسانی قدر کی تکمیل زمانے میں ہوتی ہے جس کی خصوصیت بظاہر تغیر ہے۔ یعنی زمانہ نتیجہ ہے ان تغیرات کا جو حرکت و عمل سے حقیقت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں ۱۶۔
گلوں میں رسید از دل سرور کہ جوئے روزگار از چشمہ سارم
ازل تاب و تب پیشینہ من ابد از ذوق و شوق انتظام ۱۷

علامہ اقبال کے تصور زمان کا تقدیر سے اس قدر گہرا تعلق ہے کہ بعض اوقات زمانہ اور تقدیر ہم معنی ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں۔۔۔ اقوام مشرق کو یہ حسوس رہینا چاہئے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں مشعل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اہل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللہَ لَا یَغۡیۡرُ مَا لَیۡقَیۡہِمۡ یَا نَفۡسِہِمۡ کے ساتھ اہد بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں

۱۶۔ روح اقبال ص ۲۳۲ فلا فہم و اختصار۔ یوسف حسین خان ۱۷۔ حواشی اقبال ص ۲۳۲ زبور نعم
تقدیر اور زمانہ کا زندگی سے تعلق اہد دیگر مشعلات کے فوائد جات کے لئے ملاحظہ ہو تسلیمہ اقبال مرتبہ دین حسرت
مکتبہ الرعد: ۱۱

بہر حاوی ہے اور میں نے اپنے فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن برہنہ سے جہاں اقبال بے حسی کا شکار ہے، اُن پر تقدیر، مادی عناصر کی طرح زمانے کے بہاؤ کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ لفظی بیقیات جامد، افکار جامد، ان کی انقلاب سے محروم ہیں وہ "روز بے سوز" ہے جو ایسا وجود کسی اور سیل کے رم [غروب و طلوع آفتاب] سے وابستہ ہے سوئے ہے۔ اس روز بے سوز سے اقبال علی جا ہیں اور بقول ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم "اُس زبانِ خالص یا کائناتی وقت سے بہر مند ہونے کے آرزو مند نظر آتے ہیں۔ و اُس نظام شمسی کے تابع ہیں ۹۵ء یہ وقت جسے میسر آجائے وہ آواز و صدا کو ایسی ہی دیکھ سکتا ہے جیسے رنگ کو یہی ہے۔ نیرال دے ہر وقت جو

تخریجکم من الظلمات إلى النور (الحمد: ۹) کا مصداق ہے۔
مزید تفصیلات کے لئے مدنظر ہو الوقت السیف، مکتوبات اقبال فارسی ص ۱۸۷ (شعری اسرار فری) اور جامد نامہ کے آئندہ حور شمس نیز تقدیر اہم اور اقبال ص ۱۸۷ ڈاکٹر محمد ریاض، مکتوبات خطبات اقبال ص ۱۶ تا ۲۱ مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ۔

⑤

غیب و حضور : غیب وہ اِخفی جس کا ادراک حس نہیں کر سکتی، صوفیاء کے ہاں غیب وہ عالم ہے جو بے قدرت اور مادیہ کے پایا جاتا ہے۔ غیب : فلسفہ کا یہ مسئلہ کہ خدائے تعالیٰ غائب ہے یا اُس کی تجلّی ہر ذرے میں نظر آتی ہے فلسفی اس [غیب و شہود] کا ۹۳ فیصلہ نہیں کر سکے ۹۲ء قلب یا روح کے ذریعے ایک بہ طرف بلی اور دوسرا بہ طرف بھی غیبت اور حضور [رویت] صوفیاء کے مخصوص الفاظ میں سے ہے۔ غیبت یہ ہے کہ دل مخلوق کے حالات سے بے خبر ہو کیونکہ اُس کا حاسہ اُس کیفیت کے ساتھ مشغول ہے جو اُس پر وارد ہوتی ہے پھر بھی ایسا بھی ہوتا ہے انہی ذات اور دیگر امور کے احساس سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کا سبب بھی وہ کیفیت ہوتی ہے جو اُس پر وارد ہوتی ہے مثلاً ثواب کو یاد رکھنا اور عذاب کے متعلق سوچنا۔ کبھی صوفی حق کے حضور میں ہوتا ہے کیونکہ جب مخلوق سے غائب ہوتا ہے تو حق کے حضور میں ہوتا ہے اس طرح کہ گویا وہ حاضر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کا ذکر اس کے دل پر غالب ہوتا ہے چنانچہ جس قدر وہ مخلوق سے غائب ہوتا ہے اسی قدر وہ حق کے آگے حاضر رہتا ہے۔۔۔۔۔ پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اللہ کے حضور میں رہتے ہوئے اُس کو اپنے مرتبے کے مطابق اُن معانی کا کما کسر ہوتا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسے حضور میں رہتا ہے۔ کبھی لفظ حضور صوفی کے

۸۹ء دیباچہ پیام مشرق خطبات اقبال فارسی ص ۱۸۲ ۹۰ء جامد نامہ تحقیق و توثیق ص ۲

۹۱ء کتاب اصطلاحات السنن ص ۲ ۹۲ء فرنگ اقبال حضرت نسیم احمد ہوی

۹۳ء ان کا مل ص ۲۵۱ حضرت مسیح موعود (اردو)

اپنے خواص میں نوٹ آنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جب بزرہ
اپنے ذاتی احوال کے ساتھ اپنے احساس اور مخلوق کے حالات کی
طرف لوٹتا ہے تو کہا جاتا ہے وہ حاضر ہوا " ۹۷

صوفیوں کی اصطلاح میں حضور کے معنی دل کا اللہ سے اس طرح لگا ہونا کہ اُس کے احکام
غیبی ہیں وہ احکام عینی بن جائیں یعنی صوفیوں کو یوں معلوم ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کو آنکھوں
سے مستند کر رہا ہے۔ صوفیوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضور یہ ہے کہ صوفی اپنے آپ کو
فراموش کر دے۔ سید عابد علی عابد کے نزدیک
مسئلہ کے ۵۸ حضور سے مراد تجلیات خداوندی کا مظاہرہ ہے اور یہ صوفیاء کی اصطلاح
سے کچھ دور نہیں ۹۵ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں

تاریخ لغت ص ۲۹۵ نامت ۲۹۷ پروردگار پرستی - کشف المحجوب ص ۳۹۹ صفت سجود
عوارف المعارف ص ۴۹ - شرح التعریف لمزید القیوم ص ۴۶

عدم اقبال کے نزدیک فطرت "حضور" ہے اور خدائی کی پوشیدہ صلاحیتیں غیب "جو ظہور میں
آکر حضور بن جاتی ہیں۔ فطرت اور انسان کا تعلق اسی مسلسل عمل سے عبارت ہے
زنگی انزلت غیب و حضور بسبب نقیض این جہان نرود و دور ۹۶

زیر نظر اشعار میں عدم کی مراد حالتِ صافہ کی کثرت سے آگاہی اور مستقبل بینی ہے جو خدائی پوشیدہ
صلاحیتوں [ما یا لقیہم] کے اظہار سے ممکن ہے اور غیر اقبال کی حالت کچھ یوں ہے
بست خانے کے دروازے پہ ستر ہے برہنہ تقدیر کو روتا ہے ملہا تیرے تیراب ۹۷

جب کہ روحِ عمر بیکار سے گھلے صاف چلا رہی ہے
خسوف سے بیوہ بزار نہ نری ہے خرد کر فطرت کا اشارہ ہے کہ شب کو سو کر ۹۸
ہی وہ قصیدِ حقیقی تھا جس کے لئے عدم ہمیشہ دستِ بدعاری ہے۔

یارِ درونِ سینہ دلِ باخبرِ بدہ دربارہ نشہ رائیگم آن نظر بدہ
رقم طائرینِ حرمِ انم شکار تیرے دناقلندہ فتنہ کار گر پرہ ۹۹

زماں را در ضمیر خود ندیدم مددِ سال و شب و روز آفریدم
مددِ سال و شب و روز آفریدم کبریا کلم بشتیم غوطہ زن شتو
نخود رس از سیرتِ گمانہ بر خیز تو خود را در ضمیر خود فرو ریز ۱۰۰

۹۷ رسالہ کشمیریہ ص ۱۲۵ م ۱۲۸ اخوت ۹۷ تصنیفات اقبال ص ۲۵۵ سید عابد علی عابد
۹۸ روزہ اقبال ص ۳۷۱ یوسف مدین فنان ۹۷ طلیا = اقبال ص ۵۷۱ سید اقبال فریدیم ۹۸ الفاظ ص ۳۹۹ (در ترجمہ)
۹۹ الفاظ ص ۵۷۱ یوسف مدین فنان ۹۷ طلیا = اقبال ص ۵۷۱ سید اقبال فریدیم ۹۸ الفاظ ص ۳۹۹ (در ترجمہ)

- ۲۱۔ از زبانِ صد شہای آفتاب
لم نخی گردد متاع آفتاب

شعر نمبر ۱۶۔ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے اس بند کو تجلیاتِ ذات کی تمثیل بتایا ہے۔ ۱۰۱ پیرزورہ

بالا و زیر ہے سوز، کے برے حیاتِ لایزال اور ساعتِ بے مرور کی طلب و حصول کی اہلیت کا اظہار بھی ہے ۱۰۲ اور غورِ حمد کا وہ تھوڑا سا گٹھ بھی جو علامہ اقبال کا رنگِ خاص ہے۔ مثلاً

لینن کی زبانی "خدا کے حضور میں" فریاد

۱۰۳

۱۰۴

آیہ التسخیر۔ قرآن مجید میں کم از کم گیارہ مقامات پر زمین و آسمان اور مافیہا کے الٹائی صرف

۱۰۵

فی الارض خلیفہ میں زمین میں خلیفہ مترکز کرنے والا یوں کے مطابق ہوئی ہے کائنات کی قوتوں کو اپنے

۱۰۶

آہٹ میں لاکر اپنی ضرورتِ تخلیقی فعلیت کو بروئے کار لانے اور مظاہرِ فطرت کے خوف سے آزاد ہو۔

۱۰۷

"انسان کی کائنات و مافیہا کے ساتھ جو نسبت ہے اس کو واضح کرنے کے لئے اس سے اعلیٰ تعبیر ممکن ہی نہیں قرآن مجید کی ان

۱۰۱ جاويدنامه: تحقيق و توضيح ص ۴۵
 ۱۰۲ شرح جاويدنامه ص ۲۱۱ در ترتيب حروف
 ۱۰۳ الفرد: آيت ۲ — ابراهيم: ۳۳ — النخل: ۱۳ — الحج: ۴۵، ۳۴، ۳۵
 القليوب: ۶۱ — لقمان: ۲۹ — فاطر: ۱۳ — الزمر: ۵ — الزخرف: ۱۳
 الحاشيه: ۱۳
 ۱۰۴ البقره: ۳۰

ملاحتوں سے پیش تر تمام مذاہب و اقوام کا تصور انسان کے متعلق نہایت ناقص تھا ۱۰۵ لیکن قرآن مجید نے انسان کے لئے تسخیر کائنات کا اعلان کر کے نہ صرف اُس کی عظمت کا اعلان فرمایا بلکہ انسانی عقل کے لئے ایک بلند ترین لُصِب العین بھی متعین کر دیا۔ اسی میں تمام کائنات کی قوتوں کا اور ان پر تصرف کا مفہوم مضمر ہے ۱۰۶
وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمَوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِی ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ۝۱۰۷

علامہ غنایت اللہ خان المشرقی نے اس تصرف و تسخیر کو اہلیت سے مشروط کیا ہے " بشرطیکہ تم اس آل بنو" ۱۰۸ گویا "وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ" ۱۰۹ میں مذکور ممکن فی الارض کے شرط کو ریکان کے ساتھ ساتھ کائناتی قوتوں اور نعمتوں کے تصرف سے بھی جوڑ دیا ہے۔ جبکہ علامہ اقبال نے اس اہلیت کو تعمیر خوری کی جامع معنویت دی۔ " تعمیر خوری کراثر آہ رسا دیکھ، اُن کے نزدیک آدم کا یہی اختصاص تو روحِ راضی اور چشمِ فلک کے لئے حیرت کا باعث تھا اور یہ ہیں تیرے تصرف میں یہ بدل یہ گھٹائیں یہ گنبدِ فلک یہ خاموش فضا میں یہ کوہ یہ صحرایہ سمندر یہ سلاطین یہیں پیش نظر کائناتوں کی ادائیں آئینہ ریا میں آج اپنی ادا دیکھ ۱۱۰

شعورِ کبر ۱۱۱ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۱۲ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام [اشیاء] کے نام سکھائے اور پھر سب [اشیاء] کو سکھائے ہر پیش کرے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ انسان کے اندر حقائقِ اشیاء اور بقول بعض اسماءِ صفاتِ الہیہ کی تعظیم کی کامل استعداد رکھ کر فرشتوں پر آدم کی برتری ثابت کی بقول شیخ الحدیث مولانا صبیحۃ اللہ بختیاری "مارعہ اول جاوید نامہ اقبال" "تعلیم اسماء سے مراد کائناتِ مادی کے وہ تمام حقائق ہیں جن کو دریافت کرنے کی صلاحیت و استعداد اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودلعت کر دی تھی" اور آں، عقل، احساسات، دنیا کی معینہ و مضر چیزوں کی خاصیتیں انسانی زندگی کے وہ تمام لوازم جو انسان اپنی زندگی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ فراہم کرتا جائے گا سب اس میں داخل ہیں" ۱۱۲

۱۰۵ خلدیہ یہودیوں کے ہیں انسان پر الہی گنہگار اور اللہ کا مانا فرمان تھا جس نے رشتہ کو پاسیت اور فطرطیت کے حوالے کر دینے کے ساتھ ہر دل بنادیا کہ وہ مظاہر فطرت کے سامنے قہقہہ کر لے لیکن قلبِ تدش نہ کرے گا۔ ۱۰۶ قرآنی تصور انسان کے لئے شرع جاوید نامہ مولانا بختیاری ص ۱۰۹ ملہ فطرہ ہر انسان ۱۰۷ الحاشیہ: ۱۳۰ ۱۰۸ تذکرہ علامہ غنایت اللہ خان المشرقی ص ۸ ۱۰۹ آل عمران: ۱۳۹ ۱۱۰ کلیات اقبال اردو ص ۲۲ (بال جبریل: روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے) ۱۱۱ البقرہ: ۳۱ ۱۱۲ شرع جاوید نامہ۔ مولانا بختیاری ص ۱۱۱

شعر نمبر ۱۸ بظاہر یہ اشارہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ۱۳ کی طرف ہے، لیکن اس سے برا امت محمدیہ بھی موسیٰ سے کہ خیر امت سے ملقب ہوئی۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلدُّنْيَا تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْتُونَ بِالنَّدَى ۱۴ ترجمہ: تم بہترین امتوں میں جو لوگوں سے ظاہر ہوئیں (اس لئے) تم ہمہ جہت سے نیک اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔
یہی آخری بات یعنی ایمان باللہ اور دعوت الی الہی وہ "رازیدوں" کے جو دنیا میں بھی اُنتم اللہ کے
کی ضمانت ہے اور آخرت میں بھی۔

شعر نمبر ۱۹ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۱۵ ترجمہ: اور تمہارے رب کا فہم ہے، مجھے
پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ تمہاری پکار میں سنوں گا۔ دعائیں التجائیں قبول کروں گا۔

نفرت عداوت نے نذیر نزاری سے باتیں کرتے ہوئے یہ نکتہ فرمایا ۱۱۶
"وہ جس کے ہاتھیں سب کچھ ہے وہ ہم سے اور ہماری دنیا سے بے تعلق تو نہیں
ہم جو کچھ کہتے ہیں اسی سے کہتے ہیں وہ کتابت بھی دعا کرو میں تمہاری
دعا سنتا اور اسی کا جواب دیتا ہوں۔ زندگی کیا ہے ایک مسلسل دعا" ۱۱۷

شعر نمبر ۲۰ وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے دل پہ خورشید روح رواں ہے شعور ہے
اے آفتاب ہم کو ضیاء شعور دے چشم خود کو اپنی تجلی سے نور ہے ۱۱۸
نیز مشنوی میں صمد بایدر، کی نظم "خطاب بہ ہر عالم تاب" ۱۱۹
شیر خاتم را سراپا نور کن در تجلی ہائے خود مستور کن۔

ملفوظ ہوتا کہ بانی دراک نظم "آفتاب" کے درجہ بالا شعروں سے متعلق ذہنی ارتقا
کے افسانہ طرازوں کی تجزیاتی کمزوری اور غلط فہمی کی وضاحت بھی ہو سکتی۔

شعر نمبر ۲۱ قومی دانی حیات جاوداں حیثیت نخی ہوائی کہ مرگ ناگیاں حیثیت
زار و فات تو یکدم کم نہ گردد اگرین جاوداں باشم زباں حیثیت ۱۲۰
ترجمہ: قومی شعور ۲۹ تا شعر ۵۲ کے ذیل میں۔

۱۱۳۔ بنی اسرائیل: ۷۰۔ ۱۱۴۔ آل عمران: ۱۱۰۔ ۱۱۵۔ رسالہ تفسیر میں ابن عطا

[ابو بکر احمد بن محمد بن سہیل بن عطا: آلادی متوفی ۳۰۹ھ جنید بغدادی کے ہم عصر تھے۔ تفسیری حواشی کے لئے مشہور]
طبقات العرفیہ ص ۲۶۵۔ شعر ۲۰۵۔ ۱۱۳۔ انشائات الان ص ۱۲۱۔ اور رسالہ تفسیر ص ۷۶۔ ۷۷۔

نے علم الاسماء کی شرح میں کہا ہے: جب [اللہ] حروف کو پیدا کیا تو ان میں راز میں رکھا جب آدم کو پیدا کیا تو یہ
راز اس میں رکھ دیا۔ اس راز کا علم لہذا کس کو نہ تھا (رسالہ تفسیر ص ۷۶)
۱۱۶۔ مزید تفصیل آئے الی قریب کے تحت۔ ۱۱۷۔ اقبال کے شعروں میں ص ۳۹۱۔ ۱۱۸۔ کلیات اقبال اردو ترجمہ ص ۸۲۔
۱۱۹۔ کلیات اقبال فارسی ص ۸۰۔ ۱۲۰۔ ایضاً ص ۹۰۔ افسانہ جاز بھی ص ۱۰۔



۲۲ - مصر حاضر را خرد زنجیرِ پاست جان بے تاب کہ من دارم کجاست؟
 عمر بر فولیش می بچد وجود تا کی بے تاب جاں آید خرد
 گر زنجی این زمین شور و زار نیست تخم آرزو را سازگار
 از درون این گلے بے حاصل بس عنیت و اں اگر وید وے
 تو ہی اندر شہستانم گذر! یک نماں بے نوری جانم گمر
 شعله را پیر بہیز از خاشاک چیست؟
 برق را از برق آون باک چیست؟

حواشی و تعلیقات :

شونیزہ ۲۲ دوند عقل خود بھی زبان و عقل کی اسیر اور علت و معلول کے چکر میں گرفتار ہے۔ لیکن اس کا فروغ اُس قیاس سے ہے جو حواس کی تقدیر ہے۔

فروغ دانش ما از قیاس است قیاس ما ز تقدیر حواس است
 جو جس دیگر شد آن عالم دگر شد سکون و سیر و بیش و کم دگر شد ۱۲۱ اس ذیل میں
 نمونہ نظم "عقل و دل" بابت دراصل کیفیت کے فروغ ہے دل، عقل سے کہتا ہے

ہے تجھے واسطہ نظر سے اور باطن سے آئینا یوں میں
 تو زمان و مکان سے رشتہ بیا طائر سدرہ آئینا یوں میں

۱۹۳۸ء چنانچہ عقل پرست بھی روز و شب کے اسیر اور وقت کی رو کے ساتھ اپنے والے اور سائر کے ناول ناسیا (Nausea) کہ ہیرودیس (۵) "دکوشنشن" کی طرح طوفا و زہا زندگی کا بوجھ اٹھائے بے توقد جی رہے ہیں۔ وہ بقول کیرکے "کارڈ" "زفرہ لاشے" ہیں علامہ اقبال انہیں "بابہ زنجیر خرد" کہتے ہیں اس لئے کہ ان کوئی غیر معترف زندگی (authentic existence - سنہ) حاصل شاہانہ ہے اُس خند و عقلیت کا جس نے خدا کو مادر رائے زمان و مکان دیکھا اور اُس کے عالم جزئیہ

۱۲۱ تعلیقات اقبال فارسی ص ۵۶۲ مضمون راز جدید سوال نمبر ۸

ہونے سے انکار کر دیا مثلاً ارسطو کانٹ ویزہ، کینتھ جرنیٹ [Particularism] زمانی و مکانی ہیں اور خدا اور خدا
زمان و مکان ہے، کبھی کبھی [مثلاً الباطنی فلاسفہ پارسی نائیدلیس، زینو، انٹارپین صدی ۷ء فلسفی برکط
سپاٹنوزا اور وجہی مونیاد کے شیخ ابراہیم ابن عربیؒ] عالم خارجی کے وجود اور حرکت طبیعی
جیسی محسوس حقیقت کے زمان و مکان میں واقع ہونے سے انکار کیا ^{۱۲۲} ۱۲۲۱ء دوسری طرف عقل نے
ہر شے کو علت و معلول کا اسیر ثابت کر کے خدا اور مذہب دونوں کو مطلق کر کے رکھ دیا۔

یہودیوں نے ریسویں صدی میں عقلیت پرستی Rationalism کے نام پر اس فلسفے کو خوب خوب
پھیلایا۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں اس نے انسانیت پرستی (Humanitarianism) نام پایا اور
اقوام عالم کو باور کرایا جانے لگا کہ مذہب، اس نصیب اللہ کی راہ میں سب سے بڑی
رکاوٹ ہے۔ برطانوی حکومت کی پشت پناہی میں قائم آل انڈیا قومی کانگریس بھی اسی
مذہب دشمن انسانیت پرستی کے پردے میں وطنی قومیت کی نشر و اشاعت کا ایک ہر فریب
ذریعہ تھی۔ کانگریس کو ذہنی بنیادیں فراہم کرنے کا ذمہ داری فری میسن تحریک کی یہودی خاتون
اینی بے سینٹ (Annie Besant) نے نبھال رکھی تھی ^{۱۲۳} ۱۲۳

علامہ ابن خلدون ہی سے عقلیت کو "زنجیر پا" ہوتا دیکھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ
مذہب پر الزام ہے جا اور بہتان تھا۔ اس لئے انسانیت پرستی تو مذہب اور خصوصاً اسلام
کا اول و آخر و مقصد ہے۔ اسلام نوع انسان کی مختلف اقوام کو جغرافیائی حدود سے بالاتر کرکے
اور نسل انسانی کو نسل و قومیت کے مصنوعی مگر ارتقاء انسانی کے رہبرانی حراصل میں عقیدہ
امتیازات کو مٹانے کا ایک محلی ذریعہ ہے اسی وجہ سے وہ اور مذہب (سیحیت اور
برہمنزم و غیرہ) کے مقابلے میں زیادہ کامیاب رہے ^{۱۲۴} ۱۲۴

لہذا اسے یہ دعویٰ کرنے کے جا بے جا بے کہ من در کم کیست، کا پورا پورا حق حاصل
تھا۔ اس جان بے تاب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے نہر دیک "اسلام بحیثیت تحریک

۱۲۲۱ء تفصیل کے لئے روایات فلسفہ ص ۳۰-۲۸ علی بنیاس مہلاپوری، نیز فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۹۵/۹۶

۱۲۳۱ء تفصیل کے لئے انکار قبل احمد ص ۱۵۲

۱۲۳۱ء مکاتیب (قبائل جلد دوم ص ۲۹۳) مکتوبہ بنام سید محمد اللہ بن جعفری، ۱۲ ربیع الثانی ۱۹۲۳ء

ان (مذکورہ بالا) نظریات کو تسلیم نہیں کرنا، بلکہ برعکس اس کے اللہ کو قادر و متقدر اور مطلق و ابدی
کا مالک مانتا اور کائنات کو متحرک قرار دیتا ہے۔ ایک مسلم مفکر کی حیثیت سے علامہ اقبال کا
معتقد یہ ہے کہ جب ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں یعنی - Change is the law of Nature
Changeable law of Nature - اور اسی میں کائنات کا سن بھی مضمر ہے
ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی

دی جیسے حقیقت زوال ہے جس کی ۱۲۵ -
علامہ اقبال نے اس فلسفہ کو بلند پایہ شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب کر گس کی مثال
تبات ہیں

بلند پایہ تھا لیکن نہ تھا جہور و غیور حکیم سیرِ محبت سے بے نصیب رک
بھرا فضاؤں میں کر گس اگرچہ شاہیں دار شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب رک ۱۲۶

”لادین یورپ نے اگرچہ اسی (اسلامی پنج) ہر مستعد طبعی نظام قائم کئے لیکن تجربہ کہتا ہے
کہ جس حق و صداقت کا انکشاف عقل محض کی مصالحت سے ہو اُس سے ایمان و یقین میں وہ
حرارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و تنزیل کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یقین کیجئے (لادین یورپ
سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقاء میں بڑی رکاوٹ اور کوئی نہیں“ ۱۲۷

یورپ کی اسی لادینی افکار اور اخلاقی مابلیتوں کے فقدان نے ”عصر حاضر“ کو
”زمینِ شورہ زار“ بنا ڈالا ہے۔ اقبال اسی حوالے سے نہ صرف خود کو اپنے ہی وطن میں
غریب الہیاد دیکھتے ہیں بلکہ کسی بندہ صاحبِ نظر کی ضرورت کو بھی شدت سے محسوس کرتے ہیں
وہ ”بندہ صاحبِ نظر“ جو ”عصر حاضر“ کی جانب سے نور کو کسی طوفان سے آشکار دے
ایسے صاحبِ نظر صدیوں میں کہیں پیدا ہوتے ہیں۔

عمر و کعبہ و بیتِ خانہ می نالہ حیات نازِ بزمِ عشق یک دانائے رازِ ابدیوں ۱۲۹
”بے نوری عجاآں“ کہتے کہ علامہ نے ”جان بے تاب کہ من دارم کجاست“ کو امت مسلمہ کی
نمائندگی ثابت کیا ہے۔ جو اس دیوانہ لا دور میں راجا کی این ہے۔ ۱۳۰
اندریں عمر نہ لا گفت منی اللہ گفتم این چنین بندہ را میں ہر شب تار کجاست

۱۲۵ کلیات اقبال اردو ص ۱۱۲ نظم حقیقتِ حسن (کلیک دیا) ۱۲۶ الباقی ۴۵۶ نظم فلسفی (بلی جریل)
۱۲۷ تشکیل جدید انبیاء و ص ۲۴۹ ۱۲۸ کلیات اقبال اردو ص ۴۹۰ ۱۲۹ اپنے وطن میں ہوں کہ غریب الہیادوں
نظم فلسفی و غریب (بلی جریل) ۱۲۹ کلیات اقبال فارسی ص ۴۵۶ زیرِ نجم مصمم غزل ص ۱۱
ع ۱۳۰ علامہ اقبال - شہر متحرک نظم دہا - ماہنامہ فروغِ لاہور جولائی ۱۹۲۸ء

گر نرنجی حضرت علامہ کی ایک فونہ شکایت آمیز آرزو ہے۔ جو علامہ کی طبیعت کا اعلیٰ رنگ اور ذات باری میں ان کے پختہ یقین کا مظہر ہے۔ بصورت دیگر کون ہوں کہ کتنا ہے کہ

یہی آدم ہے سلطان بحر و بر کا کیوں کیا ماجرا اس بے بصیر کا

نہ خود میں نے خرابی میں نے جہاں میں ہی شکر ہے ترے شکر کا ۱۳۱
اور یہ کہ نقشِ درگہ طرازہ آدم پختہ تر بہار نصیب خاکِ ساختن ہی نہ سزاوار ۱۳۲
یہ نقشِ اربابِ طرازہ سے حاصل کیا تجھ کو خوش آئی ہے آدم یہ ازراہ؟ ۱۳۳

اس شکایت کے پیچھے مار فرما درد بخوبی ظاہر ہے۔ ہر حال ایسی زمین شور سے کسی ایک صبا دل کا ظہور بھی کچھ کم غنیمت نہیں۔ ہوں یہ شکایت پیشکش میں ڈھل جاتی ہے کہ جسے آرزو ہے اسے تو روشن کیا جائے۔ اور جو اس قابل ہو "خاشاک" ہی سہی "نورِ شعلہ" اور "والہ برق" لئے جائے کا حق تو رکھتا ہے۔ یہ منائے برق، طوری برق بجلی، اور یہ خواہش شعلہ، طوای کی قدس داری کے شعلے سے مستعار ہے۔ کہ بقول حافظ شیرازی

مردے گز چرخے نہ کتد شعلہ نور جلد تیرہ شب وادی این چہ لثم (دیوان حافظ)

اور موما وہی جو خطاب بہ ہر عالم تاب^۱ میں نور ہے۔

تاہر ز آدم شب افکار عرق بر فروزم کینہ احرار عرق
از نوئے ہفتہ سازم خام را گردش دیگر رسم ایام را
مگر شرق آزاد گردد از فرنگ از سہرین بگیرد آب درنگ ۱۳۴

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر فریاضی مرحوم نے اس حصہ کو بھی تجلیاتِ ذات کا عنوان لکھا ہے ۱۳۵

متعلقاتِ خواہشی۔

(۵) کریکے کارڈ [Kierkegaard ۱۸۱۳ تا ۱۸۵۵] ۵ مئی ۱۸۱۳ء کو ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن کے ایک کسان مائیکل کریکے کارڈ کے ہاں پیدا ہوا۔ کریکے کارڈ نے ڈاکٹریت کے لئے تحقیقی عالم سقراط پر لکھا جو اس کو اس لئے پسند تھا کہ اس نے فرد کے حق اور شخصیت کو معاشرے اور ریاست میں اولین حیثیت دی۔ اس نے اس سوسلطی روایت کو بھی موقوفیت ہی مہر افقت ہے از سیر نور حیا دیا۔ سقراط اس پختہ والوں کے لئے بڑھکھی تھا تو کیرکے کارڈ نے عیسائیوں کے

۱۳۱ء کلماتِ اقبال اردو ص ۳۸ بال جبریل ربیات ۱۳۲ء کلماتِ اقبال فارسی ص ۳۳۲ پیام مشرق
۱۳۳ء کلماتِ اقبال اردو ص ۳۱۱ بال جبریل نزل ۱۵ ۱۳۴ء کلماتِ اقبال فارسی ص ۸۰۶ شوقین جامعہ لاہور
۱۳۵ء جاوید نامہ: تحقیقی نوین مطالعہ ص ۶

نے بڑھکھی کام کیا۔ کرکے گارڈ نے انسان کے قدروں اختیار اور شخصی انتخاب کو بڑی اہمیت دی۔
ڈیکارٹ کے فلسفے کا آغاز اس فقرے سے ہوا تھا ”میں سوچا ہوں اس لئے میں ہوں“ کرکے گارڈ
کا کہنا ہے ”میں ہوں لیکن میں موجود ہوں“

۱۸۲۶ء میں کرکے گارڈ نے فلسفے کی ایک ضخیم کتاب لکھی جس کے ذیلی عنوان میں ”جو ریالی عطا“
کا ذکر کیا۔ موجودیت نے اسی کتاب سے فیض پایا ۱۳۶۶ء جو ری فلسفہ میں کرکے گارڈ کو ایک
ممتاز مقام حاصل ہے کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا اسی نے سب سے پہلے دنیا کو وجودیت یا
بقول علی عباس جلالپوری موجودیت کے اصطلاح سے روشناس کرایا۔ اسی فلسفے کے ذریعے
فلسفہ اُن کی داخلی زندگی سے جدا کوئی نئی پس اور زندگی کی یہی داخلیت ایک طرح کے
مستقل کرب اور بے چینی کا نام ہے“ ۱۳۷۷ء اُن کے خیال میں فرد جلالی دور سے گذر کر
افلاک و سرطین داخل ہوتا ہے اور اس سے آگے جا کر حیات روحانی میں اہمیت تلاش کرتا ہے ۱۳۸۰ء
دراصل کرکے گارڈ بنیادی طور پر ایک مذہبی فکر اور مصلح تھا ڈیٹریڈیگر نے اسے فلسفے کے
بجائے متکلم کیا ہے۔ مسائی متقلین اُن کی خرد دشمنی کے براہ ہیں۔ سورن کرکے گارڈ نے
اشتراکیت کی مخالفت اس لئے کی کہ وہ اجتماعیت کا دیو ہے جو فردی انفرادیت کو ختم کر دیتا
ہے۔ اسے یقین تھا کہ ”ہمارے دینے والے اس عمل کو صرف اپنی مذہب ہی روک سکتے ہیں“ امریکہ
نے روس کے خلاف سرد جنگ میں کرکے گارڈ کے اسی یقین کے تحت اپنی اسلام و اشتراکیت
کے ہمارے دینے والے عمل کے خلاف دستبرد کیا

④ قوم نوح کے تاریخی الحاق کے اثرات؛

دراصل یہ نتیجہ تھا اس یہودی عقیدہ کا جس نے قوم نوح کے تاریخی الحاد [بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ
يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ] کو تسلسل بخشتے ہوئے مذہبی رنگ دیا اور قوم نوح کے دُور سوا کی طرح ”ناشین حق“
کھڑے کر دیے جن کے شعلی اختیار پر مبنی حکومت الہی میں عوام الناس ہی بے اختیار نہیں ٹھہرے خود
اللہ کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے، جو کسی عامی شخص مثلاً طلوت کو ملک نامزد کرنے کا حق
نہیں رکھتا تھا جیسا کہ ان کے اعتراض کے قرآنی ریکارڈ آتے ہیں لَوْ كُنَّا لَكَ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ
أَخْقَ بِالْمُلْكِ مِنْهُ لَمْ نُؤْتِ سَفْعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ ۱۴۲ء سے ظاہر ہے۔ وہ کھلے عام، ایک عامی
کے اختیار و اقتدار کو رد کر رہے تھے کہ وہ نہ تو ورثہ الانبیاء میں تھا نہ اُرساد میں ہے۔ لیکن
اُن کا رد کیا جانا اللہ کے اختیار نامزدگی کا استرداد بھی تھا کہ طلوت مأمورٌ مِّنَ اللّٰهِ تھا۔

۱۳۶۷ء خلاصہ روایات فلسفہ ص ۱۵۹ تا ص ۱۴۲ علی عباس جلالپوری ۱۳۷۷ء فلسفہ کے بنیادی مسائل ص ۱۵۹

۱۳۸۰ء کشف اصطلاحات فلسفہ ص ۱۴۵ (س-ق) ۱۴۰۰ء یہ تیار کردہ بشر (عامی شخص) تم پر برائیتا جاتا ہے انوار ص ۲۷

بجز سورہ ہود آیات ۲۷ الٰہ مزید تفضیل کے لئے دیکھیں۔ ۱۴۱۰ء يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ تَعَالٰی الَّذِیْ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ فَيُخَوِّضُ فِيْهِ مَن يَّشَاءُ مِمَّنْ يَّشَاءُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۴۲
۱۴۲۰ء یہ عامی شخص ہم پر کیسے ظلم کر سکتا ہے یہ حق مآلوح تو ہم ورثہ الانبیاء اور علماء الناس کا ہے اور یہ تو اُرساد الناس میں ہے۔
(قرآن مان یا لیق)۔ البقرہ ۲۷۷



۲۸	زیستم تاز لیستم اندر فراق	وانما آن سو این نیلی رواق
۲۹	بسته در را بر بوم باز کن	خاک را باقدسیل ہم راز کن
۳۰	آتش در پیش من بر فروز	عود را بگذار و ہیتم را بسوز
۳۱	باز بر آتش بنه عود مرا	در جہاں آشفته کن دود مرا
۳۲	آتش سپاہ من تیز کن	بالتقابل یک نگہ آمیز کن
۳۳	ما تر جویشم و تو از دیدہ دور	نہ غلط ، ماکور و تواندر حضور
۳۴	یا کشا این پرده اسرار را	یا بگر این جان ب دیدار را
۳۵	نخل ندم نا امید از برگ بر	یا تبہ یوسف یا باد سحر
۳۶	عقل وادی ہم جنون وہ مرا	وہ مجذب اندرون وہ مرا
۳۷	علم در اندیشہ می گیرد مقام	عشق را کاشانہ طلب لایام
۳۸	علم تا از عشق بر خور داغیت	جز تماشا خانہ افکار نیست
	این تماشا خانہ سحر بار نیست	علم ب روح القدس افسوس گریست
	بہ قلمی مرد دانا نہ نبرد	از لکڑکوب خیال خویش مرد
	بہ بتی زندگی ریختی است	عقل مہجوری و دین مجبوری است
	این جہاں کوہ و دشت و محراب	مانظر خوانیم و او گوید منبر
	منزلے بخش این دل آوارہ را	باز وہ بامہ این مہ پارہ را
	گر چہ از خاک نہ روید جز کلام	حرف مہجوری نہ می گردد شام
	زیر گردوں خویش ایام غریب	ز اس سو گردوں گو ای قریب
	تا مثال ہر دمہ گرد و غروب	این جہات و این شمال و این جنوب

از لکڑکوب خویش و فودا بگذرم
از مہ و مہر و شریا بگذرم

حواشی و تعلیقات

شعر نمبر ۲۸ - جاوید ناس کے تخلیقی عرصہ میں علامہ نے تیسری گول میز کانفرنس کے مایوس کن واقعات اور مسجد قرطبہ کے تاثرات کی شدت کے تحت ایک نظم دے مارے ۱۹۳۱ء میں ۵ اپریل ۱۹۳۱ء کے چارٹر

کی شکایت کی تھی اور عرض تھا کہ تو ہی مرے آرزو تو ہی مرے جستجو، یہاں بھی 'چارسو' سے لاکھوں تک نکل جائے، یعنی اسی زمانہ میں 'روز بے سوز' سے وراء الوری نکل جانے کی آرزو کی ہے۔
 فراق، مرلی میں جلائی کو کہتے ہیں کہیں اردو میں 'مکرو خیال'، دھن اور ناک کے معانی بھی دیتا ہے نور اللغات
 میں اسے فتوائی زبان میں اپنی معنوں میں لکھتے ہیں۔ رواق: مکان کا چھتیا، سائبان، محل اور ایوان۔ نیلی رواق:
 مراد آسمان۔

شعر ۲۹ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ : اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے وا فرما ^{۱۴۴}

شعر ۳۰ تین بے نور کے لئے ہیزم صوفیاء کے اُن مومنا آتا ہے۔ شلا حضرت باقی باللہ فرماتے ہیں

دل بہ شیعہ خون کشا کش دی ہیزم بوسیدہ بہ آتش دی ^{۱۴۵}
 تو بیخ مزید کے لئے اسرار خودی کے آخری درجہ دعا بغور پڑھنا چاہئے۔ جادیونانہ کا آغاز آری کے
 آرزوئے ہم نفس میں ہرزماں سرگرم فغاں ہونے سے ہوا ہے تو مثنوی اسرار خودی کی مذکورہ دعا کا
 لب لباب بھی یہی ہے :-

شمع را تہائیدین پہل نیست آہ یک ہر واہ من اہل نیست ^{۱۴۶}

شعر ۳۲ "با تفاعل یک نلہ آئین کن" تفاعل، بے نیازی اور نگہ: توجہ، جیسا کہ مرزا غالب ^{۱۴۷}
 نے شاہ رامت حسین بہاری کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۸۶۳ء میں لکھا "شاہرہ حقیقی کا
 جو معاملہ غیر عشاق کے ساتھ ہے اسے تفاعل کے ساتھ اور عشاق کے معاملے کو نگاہ کے ساتھ تعبیر کیا
 جاتا ہے جیسا کہ سحابی و باقی میں لکھتا ہے۔

لے زاہد و عاشق از تو در نالہ و آہ دور تو و نزدیک تو در حال تباہ
 کس نیست کہ جان از تو سلامت بہ برد ^{۱۴۸} ان را بہ تفاعل کشی این را بہ نگاہ

لیکن آتش پیمانہ کی رعایت سے تفاعل اور نگہ مادہ و شعور اور ہون و روح کی علامت بھی بنتی
 ہیں جیسا کہ علامہ نے خود مرزا عبدالقادر بیدل دہلوی کے ایک شعر ^{۱۴۹} میں تفاعل کے معانی
 Ex/pression یعنی امتداد کئے ہیں اور تفاعل و نگہ کو مادہ اور شعور، ہون اور روح
 کی علامات بتایا ہے ^{۱۵۰} یا جیسا کہ عراقی نے کہا

نخستین بارہ کاندر جام کردن ریشم صفت ساقی و ام کردن

یہاں بھی آتش پیمانہ کی تیزی کے تناظر میں جانِ خفتہ میں نفعِ روح کی آرزو معلوم ہوتی ہے جیسا :

^{۱۴۹} سنن ابن ماجہ ۲۵/۱ باب الدعاء عند دخول المسجد اجابت ۸۱۷ تا ۸۱۹ اور ترجمہ مولانا نجیب الرحمن صدیقی

^{۱۵۰} غزلیات حضرت باقی باللہ ص ۶۸ ^{۱۴۶} تہذیب اقبال ناری ص ۷۷ نظم دعا (اسرار خودی)

^{۱۴۷} خطوط غالب ص ۲۴ مرقبہ عند مولانا مرتضیٰ نعیم ص ۱۵۸ ^{۱۴۸} جلود را آئینہ ما سخت رسوا کردہ است

^{۱۴۹} وہ شعریہ ص ۶۷ ^{۱۵۰} تفاعل ہی تراشد گاہ تعبیر نگاہ جلود را آئینہ ما سخت رسوا کردہ است

^{۱۵۱} مطالعہ بیدل فکر برگسان کی روشنی میں، علامہ اقبال در ترجمہ ص ۷۷ ^{۱۵۲} انگریزی متن ص ۷۷

کہ پیام مشرق کی ایک غزل کے ان شعروں میں بیان ہوا
 ہر سرایام آ آ تا ب از چہرہ بہ ما کانہ کش
 یک نگہ یک خندہ دزدیدہ یکتا بندہ اشک
 شاعر: ۳۳۳ : مراد دیدہ بینا شکایت و گراست
 کرا جوئی چرا در پیچ و تاب
 تلدش کوئی جز خود نہ بینی
 نیست دیکوئے تو چون من آرزو مندے دگر
 بہر پیمان و محبت نیست سوسندے دگر
 کہ چون بچوں در آئی حجاب من دگر است
 کہ او پیدا است تو زیر نقاب
 تلدش خود کنی جز او نیابی ۱۵۲

مع حوق جل و علاء حجاب میں نہیں ہے صرف تو اپنی نفسانی صفات کی وجہ سے اس کے مشاہدے سے روکا
 گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اس کے حجاب سے لے ہوئی تو اس کو دھابنیج دور سے وجود کا راجہ کرئی
 اور ہر آئینہ راجہ کرنے والی شخص غالب ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ ۱۵۳
 مردمان بدو رکھلام آزاد لکھتے ہیں "حال حقیقت ہے نقاب ہے مگر ہمارے آنکھوں میں پارائے دید نہیں۔ ہم اپنی
 آنکھوں پر نقاب ڈال کر اسے دیکھنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے چہرے پر نقاب پڑ گیا ہے۔
 ہر جسم بہت ارز نامیت ناما ساز ہے اندام ماست در نہ تشریف تو ہر مالے کس کو تاہ نفیست

(نہ جان روزن ج ۱ ص ۱۹۶) - حضرت صدری بکر نے خطبہ میں ہے "سب تو لیں اس کے لئے جس نے نہیں مقرر
 کی تو سبیل اپنی عورت کے لئے۔ بجز اسی کے کہ اسی کی ذات و صفات کے ادراک میں انسان اپنے
 عجز کا اعتراف کرے [أَلْعِزُّ بِنِي الْإِذْرَارِ إِذْرَارٌ] لیکن اپنی خلوقات کو خلق سے پہلے اس طرح
 دیکھا جیسے بعد خلق دیکھا" ۱۵۴

صاحب عوارف المعارف نے اسی لئے تو پردہ لئے بشریت کے اٹھنے کو تجلّی سے تعبیر کیا ہے
 خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے منسوب دیوان [دیوان مقلد معینی] کا ذیل شعر اس حوالے سے انتخاب
 زطلعت بشریت خون بگدڑی برسی ازین حقیض ربانیت بہ اوئے آو آدنی ۱۵۵

شعر نمبر ۳۱ سرورہ المیزان لاکھاں جسے امام ابوالطالب مکی متوفی ۳۸۶ھ نے ان الفاظ میں بیان
 کرنا چاہا ہے
 وہ اس حوالے سے جو درائے حلقۃ العرش ہے وراء ہے اور گہ جاں
 سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور اس کے باوجود فوق کُلّ شئی ہے اور
 محیط بکلّ شئی ہے اور اس پر کوئی محیط نہیں ہے اسی کے باوجود
 نہ وہ کسی شے کے لئے مکان ہے اور نہ کوئی شے اس کے لئے مکان ہے،
 نہ ان صفات میں اس کے لئے کوئی مثل ہے نہ مثال ہے نہ ہم سرے نہ مثال
 ہے، ۱۵۶

پہیاں بہ ذرہ ذرہ و نا آشنا ہوز
 در خاکدان ماگیر زندگ گم است
 پیدا جو ما تباب و تاب غوش طاف دلوست
 ابن گوہر کے گم شدہ ہائیم یا کہ اوست ۱۵۸

۱۵۰ کلیات اقبال فارسی ص ۳۱۵ غزل (پیام مشرق) ۱۵۱ الفنا ص ۳۱۶ ۱۵۲ الفنا ص ۲۲۵ رباعی نمبر ۸۱
 ۱۵۳ اقبال الشیخ ص ۲۳۹ باب ۲۵ ۱۵۴ قوت القلوب فہرست درجہ تاریخ لغتوف پر پوزیر لوفیم شیتی ص ۲۹
 ۱۵۵ عوارف المعارف، سہموری اردو ترجمہ ص ۴۲۲ بحر الرضی المصنوع - اردو ترجمہ فضل دوم ص ۱۹ ۱۵۶ دیوان معین الدین، علیہ نو لکڑ ناہر بکر
 ۱۵۷ قوت القلوب، الفنا (چشتی) ص ۴۴ ۱۵۸ کلیات اقبال فارسی ص ۴۸۵ اردو ترجمہ ص ۱۹ -

مسلمہ کو ساری عمر اپنے "خل فکر" کے بے برگ و بار ہونے کا دکھ ستانا رکھتے ہیں۔
 (اگرچہ جس طرح فکر اقبال بے برگ و بار لائی شاید یہ کسی مسلم مفکر کے افکار کو ایسی کامیابی
 نصیب ہوئی)۔ بانگ درا کے فکر اقبال کوئی محم مدنی نہیں جہاں میں، کہ حسرت سے
 لے کر ارمغانِ حجاز کی درزے زیل دو بیٹی تک یہ دکھ ساتھ ہی رکھتا ہے۔ جابویدنامہ کے
 زیر نظر شعریں بھی اسی دکھ کا اظہار ہیں۔ ارمغانِ حجاز کی دو بیٹی

چشم من جہاں جنہاں گزرت نیست ہزاراں رہرو و یک عیسٰی نیست
 گذشتہ از ہجومِ ذلیسِ دیوتد کہ از ذلیسِ ان کسے بیکانہ تر نیست ۱۵۹

شعبہ ۳۶ الی آخر :-

قد اقبال بن عشق و مرز کی بحث انتہائی اہمیت کا حامل ہے اسی لئے
 کہ تقریری میں "عشق و مرز" کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

عقل : عام فلسفیانہ معنوں میں، اشیاء کی شناخت کرنے، ان میں امتیاز قائم کرنے اور
 ان کے درمیان رشتہ و اضافت قائم کرنے کی انسانی صلاحیت۔ قرین و طبی
 میں عقل کو فہم سے ہمیز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق عقل عملی اقدام کی
 رہنمائی کرتی ہے جبکہ فہم تفکر و تجربہ سے سروکار رکھتی ہے۔ کین جیڈ فلسفہ
 میں خصوصاً کمانٹ اور ہیگل کی تحریروں سے ان نعرات کے نئے
 معانی سامنے آئے ہیں " ۱۶۰

عقل : نفسی حواس [ذائقہ، لامسہ، سامعہ، بامرہ اور شامہ] اور روحانی مدرکات
 [محبت، ذوق و شوق، القا و ادراک (بصیرت)] ہر قلم لگاتی ہے اور ان
 قوتوں کے فراہم کردہ اشارات کی شیرازہ بند ہے۔

وجدان : ضمیر کو بیدار کرتا ہے اور صحیح و غلط میں تمیز سکھاتا ہے۔ یہ گویا فطری الہام اور

ہدایت ہے جو عطیہ ربانی ہے جس کی ابتدا مادی شعور اور انتہا وحی ہے البتہ
 مؤخر الذکر صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ وجدان کی ہدایت معنی و طلب کا دلولہ

بیدار کرتی ہے۔ حواس معلومات فراہم کرتے ہیں، عقل نتائج اور احکام مرتب کرتی
 ہے۔ جو ہر عقل ان سب قوتوں کی ترقی یافتہ حالت کا نام ہے یعنی نفس جب اپنی ذات

میں پرمانہ سے مکمل ہو جاتا ہے تو اسے عقل کہتے ہیں۔ اگر وہ جان کی ہدایت، فطری الہام پر مبنی ہو تو عقل باہر گہل رہتی ہے اس لئے کہ عقل حواس سے حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں رہنمائی کرتی ہے اور خود رہتا ہے۔ علت و معلول کا ریسر یہ مادی شعور یا حیوانی عقل بشمول انسان تمام حیوانات میں مشترک ہے۔ یہ علم ناپائیدار اور لمحہ بہ لمحہ متغیر شعور ہے۔ سوکھیں بدلنے والا۔ علامہ نے اسی علم (بالوحس) کو تماشخانہ افکار اور سحر آمی سے تشبیہ دی ہے۔ ”جن حق و صداقت کا انکشاف عقل نفس کی رسالت سے ہو، اس سے ایمان و یقین میں وہ حرارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و تنزیل کی بدولت ہوتی ہے لہذا وجہ یہ کہ عقل نفس نے اس کو بہت کم متاثر کیا۔ برعکس اس کے مزید کو دیکھتے تو اس نے افراد میں اضافہ مراتب کے ساتھ ساتھ سائنس و شہر و تنہ کو بدل ڈالا [نیکل مدبر الیالیات اسلامیہ ص ۲۷۶]۔ یہ علم اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو نفس [حواس و مدارکات] سے ماورا روح القدس کی رسالت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ وحی و تنزیل البتہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کا حصہ تھا جن کی صفت ”وَمَا يَنْطِقُ مِنَ الْقَوَائِمِ ۱۹۱“ ہے۔ گویا یہ کلام نفس کی خلل اندازی سے محفوظ ہوتا ہے۔ اسی کا نام علم حضوری ہے۔ ”جہاں نفس نے تدبر میں حاضر ہو اور کوئی اور ملحق اور صورت درمیان میں خلل انداز نہ ہو“ ۱۹۲۔ اسی کو پیرہ بشریت کا اٹھ جانا کہتے ہیں اسی کا اصطلاحی نام تجلی ہے۔ مرد دانا جس نے بغیر راہ میں پاتا ہے اور اپنے ہی خیال کی ضربوں کے زور میں آ کر رہتا ہے۔ جس کے سینے پر اس تجلی کا نزول ہوتا ہے اس کی آنکھ سوتی لیکن دل جالتا ہے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور نے فرمایا ”كُنَّا مَعْشَرًا مِنْ قَبْلِي ۱۹۳“ ”ہم میری آنکھ سوتی ہے لیکن دل میں سوتا۔ اسی خاطر تو علامہ ”روح مجذب انور“ طلب کرتے ہیں۔

اگر چہ لکائی بر دل خویش درون سینہ بینی خزل خویش ۱۹۵

علامہ نے دس عقل اور وحی ذیل علم ہیں ذیل علم تو دافعی و فاعلی حواس ہیں۔ عقل ظاہری و حسی حواس کے انکشافات کی تنقید کرتا ہے یہی اس کا حقیقی کام ہے۔ ان انکشافات کو وحی (مطالب خویش روحانی) کا نابلہ کر دیا جائے تو عقل نامکمل یا حیوانی رہتی، عقل مکمل اور دالیتی نورانی ہو جاتی ہے۔ علامہ کسی بھی علم [علم بالوحس یا علم بالوحی] کے مفکر ہیں وہ لمحہ بہ لمحہ متغیر دانش ۱۹۶۔ یہ تشبیہ نہیں کرتے۔ اگر علم بالوحی کے احکام، علم بالوحس کے طریقہ جزو فطرت ہو جائیں تو علامہ اسے عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی ان کے نزدیک حقیقی اسلامی بے خودی ہے [اہل نام دوم ص ۶۷] مادی عقل اور باہر گہل مادی شعور بھی ان کے نزدیک حجاب الکریم ہے نہیں بلکہ نامکمل ہے، منزل نہیں لیکن حجاب الکریم ہے۔ قیاس ”خبر“ ہے، ”علم بالوحس“ ہے جب کہ علم بالوحی ”شیفاء کیمائی القدور“ اور اہل ایمان [احباب جنون اور بالی حق] کے لئے تھوڑی درجہ ہے ۱۹۷۔ یہ عناصر مرکب نہیں راکب ہوتے ہیں نہ علم بالوحی نہیں تمام

۱۹۱ الخ ۳ ۱۹۲ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم ص ۵۵ مکتوب نام فیہ لہریدہ ۱۹۳ عوارف المعارف ص ۲۲
 ۱۹۴ بخاری باب ۳ ص ۷۷ صفت البیہ تہ۔ التوہید ص ۷۸، ۷۹، ۸۱، ۱۹۵ کلیات اقبال ماری ص ۵۵ (ملک سٹیل)
 ۱۹۶ فوغ دالیتی ماز قیاس است قیاس ماز تقدیر و اس است + چون ص دیر شد آن عالم دگر شد سکون و سرودیش حکم دگر شد (۵۹۲)
 ۱۹۷ ولنی: ۵۷ ۱۹۸ کلیات اقبال ماری ص ۷۷ (ادوار فردی و مہر سوم نیابت الہی) نامین در چہون خوش آ بر خاطر مکران ہون در شہ است
 فیض ملاحظہ ہو گفتار اقبال ص ۲۵، ص ۲۵ (مکمل علم کے دو ذرائع)

حضرت سے نوازتا ہے جہاں کلام ہے حرف پڑتا ہے، جو عالم مثال سے لبا کشادہ ہے اور جہاں جہات و اطراف سے
ماوراء فضا شہسوار آتی ہے۔ مودنا جلال الدین رومیؒ اس تمام کو عالم توفید لکھا ہے۔ فرماتے ہیں
اے ضلّہ جان برا تو بیٹھا آن تمام کانزرو ہے حرف می روید کلام
تاکہ مسازد جان پاک از سر قدم سوئے عرصہ دور بینائے عدم
عرصہ بس بآکسار و با فضا میں خیال وسپت یابد زو نوا
مکتی ہستی ست ترکیب و عدد جانب ترکیب حسیّت ؟ کی کشد
زان سوئے حسیّت عالم توفید رواں گریکے خواہی بدآں جانب رواں ۱۶۹

مسلمہ جو نیرنگوں کو "غریب الدیار" دیکھتے اور "آتی قریب" کا لیکن بخش فرمان سننے کی طلب کرتے
ہیں تو دراصل اسی "قیام حضوری" کا آرزو کرتے ہیں۔ شیخ نجی الدین ابن عربیؒ اور صاحب کشف المحجوب
کی تعبیر ایسی ہی ہے کہیں مدون اس "قیام حضوری" میں وقت کو مستقیم دیکھتے ہیں جہاں جہات زائل
ہو جاتی ہیں دونوں نیرنگوں کے اقوال درج ذیل ہیں۔ شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں
"وہ (ضرا) مشاہدہ کے وقت آمنے سامنے ہونے سے پاک ہے۔ بلکہ عبد (اس تمام) پر منتظر ہو جاتا ہے،
اور ایسے کہی نہیں ہوتا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس عظیم موقع پر تشبیہ لازم ہو جاتی ہو۔ حضوری کے
اس تمام پر عبد سے جہات زائل ہو جاتی ہیں،" [فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۲۷۱ (فطیہ)]
شیخ محمد مرکا فرماتے ہیں "صرف الوصفیہ کے لئے زمان ایسی تمام صورتوں میں معدوم ہو جاتا ہے جو۔

تمام اہدیت پر، بیچ جاتے ہیں۔ وہ قیام حلالی میں ہوتے ہیں تو خدا کے دائمی حضور سے وقت ان [۲۶۷/۷]
کا زندگی میں مستقیم ہو جاتا ہے،" (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ تحت "زمان" "حوالہ کشف المحجوب ترجمہ نکلسن لائسنس")
عالم فخر میری اسے کشف حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ سربراہ غدی صوفی "ناشب حق" کا جو تصور ہے وہ
بقول ان کے [جاوید نامہ کی] اس عارفانہ منزل کا صرف ابتدائی شکل ہے۔ یہ ان کا اپنا تجزیہ ہے
[جاوید نامہ مکرلی پس نظر - المعارف لاہور جولائی ۱۹۹۲ء ص ۷۷]۔ علامہ شیخ شہدائے رتقاء کی بآرت سے جس زمان ممکن آجائے
ہو جاتی ہیں [اقبال کے حضور ص ۶۳]۔

تعلیقات

① **سحرِ ساحری اور افسون گری :-** تعلیمات ہیں حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ہونے والے دو واقعات سے۔ ایک فرعون
کا طرف حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کے مقابلے میں جادوکاروں کے مرتبوں کی طرف اور دوسرا ساحری کے افسون
کی طرف جس کے زیر اثر اس نے اپنے پیچھے سے آدمیوں سے پیدا کر کے نبی اسرائیل کو گوسالہ پرستی پر گھسیٹا یا تھا۔
معجزہ جادوگر دسویں لاکھوں کو افسون کے زور سے سانپ بنا کر دکھانے کے لیے فرعونؒ کی طرف بولنے کے لیے شہرِ بابل
کے۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کو روح القدس کی تائید حاصل تھی۔ دُعا صرف سانپ نظر نہ آتا تھا واقعی اثر
بن کر سانپوں کو شکل دیا۔ قرآن حکیم نے اس واقعہ کو قدرتِ خداوندی کے اظہار اور انسانی صداقت کے
ثبوت میں پیش کیا۔ یہود و نصاریٰ کے "ناشبین حق" خدا کو بہرہ خدا و رحمت ان کے حق میں اختیارات سے
دست برداری کے مدعی تھے۔ لیکن معجزاتِ رسول سے اس کی نفی ہوئی تھی۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن حکیم کی

سورہ طہ میں پڑا ہے۔ روح القدس کی تاثیر جس علم کو حاصل تھی اس کی تاثیر ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ جب جادوگروں نے رساں اور لاٹھیاں پھینکیں تو وہ سانس کی طرح دوڑنے لگیں۔ فَأَوْحَيْنَا فِي نَفْسِهِ غَيْفَةً مِّنْ مَّوْصِي ۖ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۚ وَالْوَقْدَ مَا فِي يَمِينِكَ تَلَقَّفْ مَا صَنَعُوا كَيْدَ سَاجِدٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِدُ حَيْثُ أَلَىٰ ۚ فَالْقِي السَّحَرَةُ نَحْدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ۚ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا تُصَلِّبْتَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّحْلِ ۚ وَتَتَقَلَّبْنَ أَيْنَا أَسَدَّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ۚ قَالُوا كُنْ نُؤْتِيكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْتِ وَالَّذِي قَطَعْنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ بِالْإِنَّا نَقْضِي بِفِئْدَةِ الْيَسْوَةِ الدُّنْيَا ۚ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِنَجْفِرَ لَكَ خَطِيئَتَا وَمَا لَنَا رَهْتَنًا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ط وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ عَنَّا تَرْجِمَةُ: (ہفت) موسیٰ نے اپنے اور ہر اس شخص کو کیا کہ اس منظر کو مشاہدہ ہو جائے) ہم نے کیا اندیشہ نہ کر تو ہی غالب رہا۔ تیرے داپنے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے فوراً ایک وہ جادوگروں کی تمام شاویش نکل جائے گی۔ انہوں نے تو کچھ بنایا ہے جسے جادوگروں کا فریب ہے۔ اور جادوگر کئی راہ سے آئے بھی کامیابی میں پاسکتا۔ چنانچہ (ایسا ہی نتیجہ نکلا) تمام جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور پکارے "ہم ہاروں اور موسیٰ (علیہ السلام) آئے خدا پر ایمان لائے۔ فرعون نے کہا تم میرے علم بغیر موسیٰ پر ایمان لے آئے؟ ضرور یہ تمہارا سردار ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں تمہارے کچھ پاؤں اٹھائے سیدھے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی دلاؤں گا پھر تمہیں پتھر چلے گا۔ ہم دونوں میں توں سخت عذاب دینے والا ہے اور کس کا عذاب دیر پا ہے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ (سچائی کی) جو روشن دلیلیں ہمارے سامنے آگئی ہیں، اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منہ موڑ کر ترا حکم مان لیں۔ تو جو چاہتا ہے گر گزر۔ تو زیادہ سے زیادہ ہم تو اپنے سرورگار پر ایمان لا چکے کہ ہماری خطائیں بخش دے۔ خصوصاً جادوگری کی خطا، جس پر تو ہمیں مجبور کیا تھا۔ (تمہارے لئے) اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔ تشریف فرمایا کہ علم بے روح القدس ایک عارضی نعمت تھا اور روح القدس کی تاثیر جس علم کو حاصل تھی۔ اس نے آن کی آن میں دلوں کو مسخر کر کے رکھ دیا کہ انہیں دنیا اور اس کی لذات بے بسی نظر آنے لگیں۔

سامری :- اسی سورہ کے آیات ۸۲ تا ۹۸ میں سامری کے زیرِ رات بگھلا بھجڑا بنانے کا ذکر بھی ہے۔ جسے آواز نکلتی تھی سامری نے قوم کو اُس کی پوجا پر لگا دیا۔ موسیٰ والین تشریف لائے تو یہ دیکھ کر آگ بگولا ہوئے۔ بھجڑا جلا ڈالا گیا وہ "انتر علمی" فنا ہوا اور سامری کو یہ سزا ملی کہ وہ زندگی بھر بس "افقوت" ہو اور لامیساں لکھتا پھرے۔ ڈاکٹر ابرحسین قریشی ترجمان القرآن کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حرف میخ سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے بدھ دفات کے دوا بے میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوبی آئی تھی، عرب تھی، دوسری جس کے نسبت خیال کیا جاتا ہے شمال سے اتری، سمیری تھی۔ اس قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامو اور "اور" آباد ہوا تھا۔ جس کا اصل اب سلی ایب میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پہلے سے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف برآمد ہوئے ہیں۔ سمیری قوم کی اصل کیا تھی؟ اس بارے میں اب تک کوئی قطعی حکم قائم نہیں کیا جا سکی، لیکن نینوا میں اشوری پال (تقریباً ۱۲۵۰ ق م) کا جو کتب خانہ نکلا ہے اس میں تختیوں کا ایک مجموعہ (دفتر کی کتاب بھی) جس میں اکاوی اور سمیری زبان کے نیم معنی الفاظ جمع کیے ہوئے ہیں (ملاحظہ)۔ ناقل [اس سے مسلم ہوتا ہے] سمیری زبان کے اقوال سامی حروف کے اقوال سے چنداں مختلف نہیں تھے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی انہیں تباہی کے فوجوں سے کوئی قدر کا تعلق رکھتے ہوں جن کے لئے نیم نے تورات کی اصطلاح "سامی" اختیار کر لی ہے۔۔۔۔۔ بہر حال سمیری قبائل کا اصل وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک ریشی میں آچکا ہے۔ پس مسلم ہوتا ہے اس قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی عقیدہ ہو گیا اور جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ ہمیشہ کے ساتھ چلا آیا۔ یہی تورات میں بتایا گیا ہے [یعنی یہ دس کا نام نہیں اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے]۔ "گائے میل اور جھوٹے کی تقدیریں کا خیال سمیریوں میں تھا اور مصر میں بھی عام تھا۔"

شہزادہ محمد عقیل اور عشق یا فردوجیوں کی بحث فلسفہ خوری میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ ثعلب نے عقل پر اصلی معانی استنتاج بتائے ہیں، عقلت الناقۃ میں نے ناقہ کو چلنے سے روک دیا، عقل کین الزحف اس کے اسہال بند ہو گئے۔ لہذا عقل دراصل وہ قوت ہے جو ان خواہشوں کو فنا کر دالے جو اس کو [انجام سے لا پرواہ کرے] جلد پیدا ہونے والی لذت کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ ۱۷۲ عکریا یہ قوت عقل سے باخو خواہشات و جذبات عقل نہیں جس کا مرکز دل ہے بلکہ وہ قوت ہے جسکی مرکز قلب ہے۔ یہ قلب جسے قواد بھی یاد کیا، اس عقل کا اصل ہے جو دماغ کو اس ابتدائی قوتوں اور بعضی تباہیوں کی برتری سے راہ دیتی ہے۔ یہ وہی عقل ہے جسے علامہ اقبال عقل مسلمان کہتے ہیں۔ یہ اس علم کی

۱۷۱ علامہ تلیحات وشارات اقبال ص ۲۲/۲۳ ڈاکٹر ابرحسین قریشی

۱۷۲ کتاب الذکیا ص ۳ باب دوم مدم ابن جوزی - اردو ترجمہ مولانا رشتیانی اہل لغت بندی

عطا ہے جو وہم و گمان پر نہیں یقین قطعی پر مبنی ہے یعنی صرف اقرار میں باسم ربك
الَّذِي خَلَقَ ۱۷۱؎ پر اس کا مدار ہے۔ اس علم کا مرکز اول وہ قلب تھا جس کی ہدفت لایا
تھی۔ علامہ اسی علم کو بصورت ایمان و یقین جزو فطرت بنانے کو حقیقی اسلامی ہے خوری [جنوں]
نام دیتے ہیں۔ اور یہی عشق ہے۔

۱۷۲؎ حقیقی اسلامی ہے خدی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات اور رجحانات و تخیلات
کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے۔ اس طرح کہ اس پابندی کے نتائج سے
السان بالکل لاہوا ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے یہی اسلامی تصور
کے نزدیک فنا ہے ۱۷۲؎

یہ جنون یا عشق بہت آئی الخ ہے۔ اسے خرد دشمنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے
کہ یہ عشق العلم، حجاب الابرار کا داعی نہیں۔ خواہ غلام السیدین کے مکتوب میں مرقوم ہے
یہ شبہ کے جواب میں علامہ نے جو وضاحتی مکتوب بھیجا وہ عقل و جنوں اور جذب اللہ
کے حقیقی مفہوم کو واضح کرتا ہے۔

۱۷۳؎ علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دار و مدار حواس پر ہو عام طور پر میں نے
علم کا لفظ ان ہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے وہ لمبی قوت
لے آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیئے اگر یہ دین کے ماتحت
نہ رہے تو محض شیطنیت ہے۔ یہ علم، علم حق کی ابتدا ہے جیسا کہ
میں نے جاوید نامہ میں لکھا ہے

علم حق اول حواس آخر حضور آخر آدمی گنجیدہ در شعور

وہ علم جو شعور میں نہیں سما سکتا اور جو علم حق کی آخری منزل ہے اس کا نام
عشق ہے علم و عشق کے تعلق میں جاوید نامہ میں کئی اشعار ہیں
علم ہے عشق است از طاغوتیاں علم با عشق است از لاجوتیاں

مسلمان کے لئے لازم ہے کہ علم کو (یعنی اسی علم کو جس کا مدار حواس پر ہے اور جس سے
بہ نیاہ قوت پیدا ہوتی ہے مسلمان کرے۔ "تو لہب را حیدر را رکن" اگر یہ بولہب
حیدر را رکن جائے یا یوں کہئے کہ قوت دین کے تابع ہو جائے تو نوع انسانی کے لئے
سراپا رحمت ہے ۱۷۴؎ علامہ نے غنائی شاعری کی عطا کردہ ہے خوری [شکر]

کے حامی ہیں نہ اس طوفیانہ بے خوری کے جو ذاتِ باری میں ذاتِ انسان کو فنا کر دینے سے پیدا ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ علامہ جب عشق پر اعمال کی بنیاد رکھنے کی بات کرتے ہیں تو وہ خرد دشمنی کا نہیں خرد افزوری کا درس دیتے ہیں۔ وہ عنابر کی تابع پہل عقل [مادری شعور] کو عنابر کا مرکب ہونے سے بچنے اور ضبط نفس بذریعہ الطابتِ الہی سے عنابر پر حکمران ہونے کی راہ دکھاتے ہیں۔ پھر انسان کو صحیح معنوں میں نیابتِ الہی کے منصب ازی پر فائز کرتا ہے۔

نائبِ حق در جہاں برون خوش است بر عنابر حکمران برون خوش است
نائبِ حق ہمو جانِ عالم است یستی او فلّ اسمِ اعظم است

عقل و معنوں، عشق و خرد پر علامہ کی فکر سلام کرنے کے لئے درج ذیل مقامات دیکھنے چاہئیں

کلماتِ اقبال اردو: * مائے دریا: ص ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۵۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۸۲
ستارہ درخشاں: ص ۲۱۵، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۵، ۲۳۹، ۲۴۸، ۲۵۲، ۳۹۰، ۳۴۵
* بالِ جبریل: ص ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۵، ۲۳۹، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۲، ۳۹۰، ۳۴۵
* ضربِ کلیم: ص ۲۴۷، ۲۸۳، ۲۸۸، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰

فعلی وجہوں اور عشق و فرد پر مبنی اقبال کی زندگی کے ذیل لقب [مفادات و غیرہ] کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے

* آفاق اقبال ڈاکٹر محمد رفیع ۱۹۸۳ء ۸۶ تا ۹۶

* اقبال اور اس کی شاعری اور پیغام - شیخ اکبر علی ۱۹۶۹ء ۲۰۶ تا ۲۳۲

* اقبال گستاخی اور اقبال - سعید بدر ۱۱۷ تا ۱۳۷

* اقبال اور صحبت رسولؐ - ڈاکٹر حفیظ الرحمن ۱۹۷۷ء ۱۹ تا ۷۳

* اطراف اقبال - گلشن اختر ۱۹۷۲ء ۱۵۶ تا ۱۸۶

* تشبیہات اقبال - پرویز نذیر احمد ۱۹۷۷ء ۷۶ تا ۷۷

* خوشحال اور اقبال - میر عبد القدوس ۱۹۷۱ء ۲۰۸ تا ۲۱۶

* سیرت اقبال - ڈاکٹر حفیظ الرحمن ۱۹۷۱ء ۳۲۹ تا ۳۵۲

* شعرات نثر اقبال - درزر جرم ڈاکٹر انوار احمد مہر ۱۹۷۳ء ۷۸

* مآخ اقبال - فضل الہی عارف ۱۹۷۷ء ۳۳ تا ۳۷

* مطالعہ اقبال - نور ثروت بی ۱۹۷۱ء ۱۹۱ تا ۲۰۸

* ہیئت نثر اقبال - بدیع خندکچی البرین طلعت ۱۹۷۷ء ۱۱۵ تا ۱۲۸

* شعرات اقبال - نثر اقبال کی سی ۶۲ تا ۶۸

* اقبال کے قصور - ۶۳

* اقبال اور عشق و فرد

[تقوم خودی میں تدبیر اور عشق کی حقیقت]

رشادت کروں۔ سہ ماہی حقیقہ لاہور ۱۳۵۵ھ

خودی فردی ۱۹۹۳ء

۸) اعلیٰ حجاب الکریم

۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء کے نوایاں گفتگو میں علامہ کا مصنف "اسلام اور تصوف" چھپا اس میں آپ نے لکھا

"..... یہ بات اچھے طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام تاریخ کے اچھے پس پیدا ہوا۔ حضور مکی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے صدقہ جہو کی روایات پیدا ہوئیں، آپ ذہین صحابہؓ کے درمیان زندگی بسر کی جنہوں نے ان کے قصوں میں منوٹوں سے نکلی ہوئی ایک ایک بات آنے والی نسلوں تک پہنچائی۔ آپ کی تعلیمات میں رہبانیت کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کا ہر لفظ زندگی کی مسرتوں اور روشنیوں کا ذخیرہ ہے یہ زندگی کے اس بابوں میں رہبانانہ تصور کے خلاف ایک بھرپور حملے کی حیثیت رکھتا ہے جس نے صدیوں سے انسان کو مایوسی و ناامیدی میں مبتلا رکھا۔ اس دنیا کے حقائق کا بنسٹے کھیلنے مردانہ داور مقابلہ کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے تقاضا اور سر بلندی کے لئے کام کرنا ہی اصل بات ہے۔ ان لوگوں کی بات پر قطعاً دھیان نہ دیجئے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں ایک خفیہ نظام ہے جس کے مفید ہر کس دنا کس پر کھولے نہیں جاسکتے۔ یہی بات اس دھوکے باز شخص کو تقویت دیتی ہے تو دوسری طرف آپ کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔ اس میں مجدد و مسالٰی عیسائیت کی رد و کار فرمایا جو اپنی تاریکیوں کے تحفظ کے لئے ایک ایسا قلم بنائی ہے جس میں تاریخ و دن جھانک نہ پائیں۔ ایسا شخص جو "خفیہ نظام" یا "چھپی ہوئی شریعت" کا ڈھونڈ رہا ہے اور اسلامی تاریخ سے لگے لگے لاکھوں کا فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس متوقع خطرے کے پیش نظر کہ ہمیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے ذہن کے افق پر پھیلائی ہوئی مکرو فریب کی اس دھندلے تاریخ و رسم

- ۴۸ - توفروغ جاودا، اپوں شرار
 ۴۹ - اب تو تشنای تیرا، مگر گزیت
 بندہ آفاق گیر و نا صبور
 آنیم من، جاودانی کن مرا
 ۵۲ - ضبط در گفتار و کردار بدہ
 ۵۳ - آنچه گفتم از جهان دیگر است
 محرم و از من کم آشوبی خطاست
 یک جهان بر ساحل من آرید
 من کہ نا امیدم ز پیران کن
 یک روم داریم و آن ہم مستعار
 رشک بر سیزداں برد این بندہ گسیت
 غیب او را فوش آیت تصور
 از زمینی آسمانی کن مرا
 جادہ پیداست قمار بدہ
 این کتاب از آسمان دیگر است
 آن کہ در قعر فرو آید کجاست
 از کراں غیر از رم عوج نمید
 دارم از رشک کہ می آید سخن

۵۴ - بر جواناں سہل کن حرب مرا
 بہر شاں پایاب کن ثرب مرا

حواشی و تعلیقات

شعر نمبر ۴۸ - گذشتہ بند میں دعا کی تھی
 منزل بخش این دل آوارہ را بازہ بامہ این مہ پارہ را
 اور "دل آوارہ" کی منزل کا اہل "ای قریب" کا سراپا تین کلام بتایا تھا۔ اب
 حقیقی تقرب کے لئے - ہم صفت ہونے کی ضرورت کا احساس سامنے آتا ہے "توفروغ جاودا"
 یعنی "میں ہمیشہ تیری شان" ۴۹ ہر روز ایک نازہ تر شاں خلاقی سے ساتھ، اور میں (ابن آدم)
 یا [بندہ مریم] شاں شرر نفس دو نفس کی زندگی وہ بھی مستعار، لہذا آنیم من جاودانی
 کن مرا ۴۹
 شعر نمبر ۴۹ تا شعر نمبر ۵۲: شعر کے دونوں مصرعے مخاطب و مکالمہ کا محبیب ڈرامائی انداز لے رہے ہیں ایسا

۱۷۹۷ الرضی: ۱۹ ۱۷۹۷ توی کافی حیات جادوں چیست
 ز روایات تو یک دم کم نکرد
 ہم کافی کہ مرگ نا بیان چیست
 از من جادوں ہاشم نہا چیست
 بقا و بقا ناری مت (اور صفائی جادوں)

معلوم ہوتا ہے کہ "اے تو! تہا سی نزعِ برگِ وزلیت" شعرِ سابق کے مصرعوں کی
 "تو فروغِ جاودان مایوں شرار" کا جواب ہے اور نذرِ جمال ہی کے ذیل میں آتا ہے۔ یعنی
 نتیجہ کیا معلوم "جاودانی" نزعِ برگِ وزلیت کی لذتِ یابیوں اور گماہے غیب گماہے حضور
 کی کشاکش ہی کا نام تو ہے۔ یہی ناصبورِ بندگی نیردانِ گرِ آفاقیت کی حالت ہے جو
 بندہ خالی کو ہمسایہ جبریل میں بناتی ہے۔ اس نے عہدہ جب آئی وفائی زندگی کے لئے
 جاودانی کی آرزو کرتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ گفتار و کردار میں ضبط [سم آنگی]
 کے لئے لازمِ اول یعنی توفیق (رفتار) کی طلب کرتے ہیں ہم جاہدِ ہدایت و تارے ہر
 فرمانِ باری تم دَلِّیْزِیْنَ جَاهِدُوا فِیْنَا لَنَهْدِیْکُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِ ۱۸۱ شرط چلنا ہے راستے
 خود بخود کھلتے چلے جاتے ہیں اور عہدہ کے نزدیک یہ چلنے کی شرط بھی توفیقِ الہی ہے پوری ہو
 سکتی ہے۔ فلسفہ خوری "نہرِ شفقت [نائبِ حق] کے لئے جو تین مراحل متعین کرتا ہے۔
 اطاعتِ الہی، ضبطِ نفس اور نیابتِ الہی واصل وہ ایک ہی بات ہے۔ تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِ اللہ یعنی
 ربِّ مَآئِنَات کی تخلیقی فعلیت میں شریک ہونے کے لئے "ضبطِ نفس بزرگِ اطاعتِ الہی" ضروری ہے۔
 یہ ہے وہ اصولِ حرکت جو نہ اللہ کے ہاتھ بانٹھ کر ریش پر بٹھاتا ہے [یَذَلِّلْ فَعْلُوْلَةً ۱۸۲] اور
 نہ بندوں کو بے دست دیا، اسیرِ تقدیر کرتا ہے پس قول و عمل میں نظم و ضبط بندہ خالی کے گفتار و
 کردار کو اللہ کی بزرگ بناتا ہے۔

ہر لحظہ میں عینِ نئی آن نئی شان گفتار میں کردار میں اللہ کی بزرگ
 قدرت کے مظاہرِ طعینِ ارادے دنیا میں بھی میزانِ قیامت یہی میزان ۱۸۳

شعر نمبر ۵۳ تا ۵۷

یہ اسی طرح کے احسانات ہیں جیسے کہ عہدہ نے اسرارِ خوری میں ظاہر کئے تھے
 بلکہ خود نظم نادرِ نواست ہم نشین از لقمہ ام نا آشناست

۱۸۰ ملاحظہ ہو حاشیہ شعر نمبر ۱ تا شعر نمبر ۱۵ (سناجات) بزرگِ غیب و حضور۔

۱۸۱ العنکبوت: ۶۹ ۱۸۲ الطہ: ۶۲ ۱۸۳ طہات: ۱۸۳ ۵۲۲ نظم مرد علی (قریب طیم)
 اور یہاں یہ حال کہ جتنا بڑھتا ہے اس قدر گفتار رتنے گھٹتے گئے کردار میں ہم

تمہید اسمانی

نخستین روز آفرینش کو پیش ہی کند آسمان زمین را

- ۵۸ - زندگی از لذت غیب و حضور بست نقش این جہاں نزد دور
۵۹ - آن چہاں تبار نفس از گسخت رنگ حیرت خانہ ایام رخت
۶۰ - ہر کجا از ذوق و شوق خودی نوحہ من دیگر تو دیگری
۶۱ - ماہ و اختر را خرام آموختند صد چراغ اندر فضا فروختند
بر سپین بگونہ زد آفتاب خیمہ ز رفعت یاسمین لہاب
از افق صبح نخستیں سر کشید عالم نوزادہ را در بر کشید
طلب آدم خاک را بود و بس دشت اوبے کاروان بود و بس
نہ بکو بے آب جوئے در ستیز نہ بصحرائے سحاب ریز ریز
نہ سرود طہا راں در شاخسار نہ رم آہو میان مرغزار
۶۲ - بے تعلق بے جان محروم برش دود و بچاں طیلان پیکرش

۶۸ - سبزہ باد فرو دیں یادیدہ

اندر اعماق زمیں خوابیدہ

خواستی و تعلیقات: نکو ہمیش: جگر کی، سلامت، دو چیزوں کا آپس میں منافیہ کرنا اور

دو نئی کا آپس میں دلائل کے ذریعے بہتری ثابت کرنا قدیم ترین فن ہے۔ اس فن کا [فارسی شاعری میں] درویش اسد اللہ بزرگ بہ نیم نیا گیا ہے۔ اسد اللہ بزرگ خدیوی کا استاد تھا [ادب نامہ ایران مرزا تقی بیگ درستانی ص ۱۵۸]۔

۵۸ - شوق غیب و حضور: غیب وہ عالم جو بفرطت اور سادہ بے پایا جاتا ہے۔

[لشاف اصطلاحات الفنون ج ۲] حضور کے لئے شوق ۱۵ تا ۱۵ کا

حاشیہ ملاحظہ ہو۔ علامہ کے ہاں فطرت حضور ہے اور خودی کی پوشیدہ صلاحیت غیب، جو ظہور میں آکر حضور بن جاتی ہیں۔ فطرت اور انسان کا تعلق اسی مسلسل عمل سے عبارت ہے۔

زندگی از لذت غیب و حضور بست نقش این جہاں نزد دور [۱۸۹]

یعنی حیات ایک وحدت ہے جو کثرت میں اسیر ہو گئی بالذات غیب و حضور
کی وجہ سے کثرت کے لباس میں ظاہر ہو رہی ہے۔

تصوف کی اصطلاح میں اسی بات کو یوں کہتے ہیں۔
”جب معلومات الہیہ (اعیان ثابۃ) پر رسا و صفات الہیہ کی تجلی
ہوئی تو جہانِ نازد دور پیدا ہو گیا“ ۱۹۵

جہانِ نازد و دور : وہ جہان جو قیدِ زمان و مکان میں ہے۔ علامہ زندگی کے سفر کو بیان کر
رہے ہیں، کہ کس لمحے وہ عالمِ خودبیدگی سے عالمِ بیداری تک پہنچی۔ مثلاً اسرارِ خوری
میں یہی بات رسوں نے یوں بیان کی ہے۔

بیکریستی ز آثارِ خوری ست ہر جہی بی بی ز اسرارِ خوری ست
خویشتن را چون خوری بیدار کرد آشکارا عالمِ پیدار کرد ۱۹۱

لیکن فلسفہ وحدت اور تصوف کے نزدیک حیات سے مراد چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے ۱۹۲
اس لئے بزرگِ سرشتِ مسلم حشری نے اسے وحدت (وجودی) تصور سے تعبیر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

”علامہ براسی خطباتِ مدراس میں رسوں (علامہ) نے باری تعالیٰ کو تصور
پیش کیا ہے وہ وہی ہے جو شیخ اکبرؒ نے فصوص اور فتوحات میں
دراخ کیا ہے۔ چنانچہ تیسرے خطبے میں وہ لکھتے ہیں۔ ”یہ کائنات
اپنی تمام جزئیات میں سالاتِ مادی کی میکانیکی حرکت سے لے کر انسانی
رانا میں فکر کی پائدارہ حرکت تک انائے کبیر کا جلوہ ذات ہے“ ۱۹۳
یہی بات حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی نے رس شمس و لؤلؤ کی ہے۔

معروفہ یہ عالم میں نور تیرا از ماہ تا بہ ماہی سبکِ فہر تیرا
رس نظریہ کائنات کو اصطلاح میں وجودِ الوجود کہتے ہیں اور دنیا جانتی ہے
کہ شیخ اکبرؒ رس نظریہ کے سبب بڑے علم بردار ہیں“ ۱۹۳

جہاں تک خطبہ سوم کا تعلق ہے مذکورہ عبارت رس میں موجود ہی نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ رس
خطبہ میں شروع ہی سے وحدۃ الوجودی نظریہ کی نفی کرتے ہیں مدفہ سورت کیل صریحاً کہ (اللہ نور السموات
والارض کا تجزیہ)۔

در اصل ماہرین انبیائے نے اثر اپنی فلسفہ دانی یا ہونیانہ تنکر کے غلبہ کے تحت عندہ کے افکار سے متفاد
غیر متعلق اور شریک اعتبار لیا ہے۔ علامہ تو لغت الہی : زندگی کے سفر کا بیان کر رہے ہیں کہ
زندگی نے قدم سے حرکت میں قدم رکھا۔ اس لئے کہ بقول ذکر خلیفہ عبدالحکیم
”زندگی جذبہ آفرینش ہے اور عمل آفرینش ہی سے اسے اپنا عرمان حاصل ہوتا ہے“ ۱۹۴

شعبہ ۵۹

مارٹنس سے مراد حقیقی زمان ہے جس میں نہ ماضی ہے نہ مستقبل ۱۹۵
۵ ازل سے اب تک ہم ایک نفس ۱۹۴

ازل اس کے پیچھے ابدا سامنے نہ ہو اس کے پیچھے نہ حواس سامنے ۱۹۴
فرمانِ مہد نے اسے اللہ سے بقیر کیا ہے۔ اور علامہ کے اس زندگی اور دھرم معنی و
ماثل ہیں کہ زندگی از دہر و دہر از زندگی ست ۱۹۸ ہذا اسی ازلیت و دہریت :
اللہ میں سے ہر موجود اپنی حرکت و عمل کی نسبت سے اپنا زمانہ تخلیق کرتا ہے (تفسیر علی سورہ اللہ
کی تفسیر پر غور کرنا چاہیے۔ کہ ان وحی [عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم] — إِنَّا قَدَرْنَاهُ السَّبِيلَ [سے
پہلے قابلِ ذکر ہے نہ تھا۔ تو ہر حیوانات کی صف میں تھا۔ راستہ مل جانے کے بعد اس پر چلنے
یا اس کے خلاف چلنے کی حرکت رکھنے کے اسے قابلِ ذکر بنادیا۔ اول الذکر سلطان اور
ثانی الذکر نامہ سلطان ذری شہری۔ زندگی کا یہ نیا جلوہ ہی ”مارٹنس ازلیت و دہریت“ سے تعبیر
ہوا جس نے حیرت خانہ آیام کی طرح ڈالی یہ زمان تفسیر و مسلسل وجود میں آیا۔

زندگی و نفس بستن بظاہر ہم معنی میں کہیں درحقیقت بہت بڑھتی، بڑھتی ہوتی
پیدا کرتی ہیں، بلکہ حرکت و وجود، زندگی وجود سے حرکت میں آتی، زندگی عالم خواب، سے عالم بیداری
میں قدم رکھا۔ ساقی نامہ بال جری کا لغت مطالعہ اس مفہوم کو دور کھولنے میں مدد دے گا۔

حیرت خانہ آیام میں ایک نکتہ اور بھی محلِ غور ہے۔ دن رات یک دوسرے کے پیچھے لگے چلے
آ رہے ہیں تو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے یا مدغم ہو جانے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ اس حیرت
میں ”من دیکلم تو دیکری“ ۱۹۹ ورنہ حیرت تو عدم حرکت یا سکون کی علامت اور حالت ہے
بائبل دراصل صف اول کی شاعری میں ”حلالہ فطرت“ اسی اصول حرکت کی وضاحت کی کوشش
کے۔ انسانی معاشرہ بھی اسی اصول فطرت کے تحت منظم و متحد ہو سکتا ہے۔ محبت و الفت

۱۹۴ تعلیمات (ابتدائی ص ۳۸) بحوالہ دیباچہ ترجمانِ اسرار۔ ۱۹۵ شرح جامعہ نامہ پستی ص ۲۹۳
۱۹۴ تعلیمات (ابتدائی اردو ص ۴۹) بال جری۔ ساقی نامہ ۱۹۴ ایضاً ۱۹۸ تعلیمات (ابتدائی نامہ پستی ص ۴۲) (الذکر) (الذکر)
۱۹۹ مطالعہ اسرار خدی۔ در بیان این جان کہ اصل نظام از ذری است تعلیمات (ابتدائی نامہ پستی ص ۴۲)

۲۰۵ بیرونِ مکررنگ کی روشنی میں۔ علامہ آبل ترجمانِ اسرار ذکر خلیفہ زاتی ص ۳۹ و Badil in the light of Bungson

کا یہی وہ "حسن ازل" اقبال شروع دن سے جی کا سیدنا اور داعی ہے۔ ہمالہ، سے نیا شوالہ، ملک
اسی اصول" کو اتحاد کی فطرت ثابت کیا جاتا رہا ہے۔ اور فلسفہ خوری بھی یہی پیغام رکھتا ہے اتحاد کی مثال تعبیر
سلفط پر۔

دھننی ہستی کے درے درے سے ہے جہت کا جلوہ پیدا

حقیقت گلی کو ٹوڑو سمجھے تو وہ بھی پہاں ہے رنگ دلو کا ۲۰۶

"پہاں رنگ دلو" کے اصول پر مبنی اتحاد ہی ہندوستان کی گلی منظر کی فطرت تھا۔ فیصل کے لئے
رازم کا عالم ایم فل "اقبال اور دقوی نظریہ" دیکھنا چاہئے۔

شعر نمبر ۶۰

تجھ کو پرکھنا ہے یہ مجھ کو پرکھنا ہے یہ سلسلہ روز و شب صیرفی کائنات ۲۰۷

جس طرح زمانہ آدھر کے اندر ہر ذی حیات کی حرکت و محل کے کیف و کم کا نام ہے اسی طرح زمانہ (دلت و کل)
شخصیتوں کی انفرادیت کا پیمانہ بھی ہے، اسی سے "من دلو کا امتیاز ظہور میں آتا ہے۔ لہذا جس طرح کہ
نظرت کا یہ تقاضا ہے کہ جیسے ہم آج ہیں ویسے کل نہ رہیں، اسی طرح فطرت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہماری
انفرادیت کا تحفظ بھی کماحقہ ہو۔ محلوہ کے فلسفہ خوری میں، ہر خوری کی بقائے مسلم ہے۔ ہر مشرقی وجود کی طرح
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نگوید بعد ازین، من دیگرم تو، دیگر کی (ایر خرو)

کی کجائش نہیں۔ یہاں تو "من شدم" وجود "بقرہ من دیگرم تو دیگر کی" سے اپنی خودی کی تقویم کے درپے ہے
وہ من لئے کہ صفا "تغیر وجود ہے حوالی ۲۰۸ اس لئے کہ مگر آئین جہاں کا ہے حوالی ۲۰۹ فنا ۲۱۰
عدوہ عمرانی مسائل اور سماجی مشکلات (پندرہ نمبر اور عالمی نمونہ) پر غور کر رہے تھے اور ماہرین اقبال اس سبب دوسری کی وجہ سے
کہ حوالے کر رہے ہیں ۲۱۱۔ خودی تربیت یافتہ ہو یا غیر تربیت یافتہ، ہر حالت میں خودی ہی رہے گی۔ اس کا جوہر
ہے یقیناً۔ ہر خودی اپنی جگہ یکتا ہے۔ ہر خودی کا ایک شخص اور ایک انفرادیت ہے کہ جب تک
قائم ہے خودی قائم ہے ورنہ اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ نہ خودی کسی دوسری خودی میں مدغم ہو سکتی
ہے نہ اس کا ظہور کسی دوسری خودی کے محور پر ہوگا" ۲۱۲
وہ لئے کہ "آثار و نتائج کے اعتبار سے جہزوں کا انگور لگ جوتا اور ان میں ہر ایک کا اپنی اپنی حقیقت کے اعتبار سے جوا ہونا ایک واقعہ ہے
کلام اقبال (اردو/ناری) کے ذیل مقامات خوری سے متعلق تفسیر کے لئے دیکھئے جاہلیس۔

بائبل در: ۲: ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵

- ۴۹ - طعنه زد چرخ نیلی بزرین روزگار کس ندیدم این چنینی
 ۵۰ - چون تو در پنهان من کوه کجا خیز بختدلم ترا نورس کجا
 ۵۱ - خاک آلود شد خیز خاکت روشن و آینه چون افلاک نیست
 ۵۲ - یا بگری با ساز و برب و آبروی یا بمیر از تلک و عار یکدستی
 شد زین از طعنه گردون خجل ناسید و دل گران و مضول

پیش حق از در رب تو کا پدید

تا ندانم زان سو گردون رسید

- ۵۵ - ایینه از امانت با خبر غم مخور اندر صغیر خود نگر
 ۵۶ - روزها روشن ز غوغایات ت ازان نور که در بینی در جہات
 ۵۷ - نور صبح از آفتاب داغ دار نور جان پاک از غبار روزگار
 ۵۸ - نور جان با جاده اندر سفر از شعاع مهر و مریسار تر
 ۵۹ - شسته ای از لور جان نقش امید نور جان از خاک تو آید پدید
 ۶۰ - عقل آدم بر جهان بخون زند عشق او بر لامکان بخون زند
 ۶۱ - راه و آندیشه او بلیل چشم او بیدار تر از جمیل
 ۶۲ - خاک و در سپرو از مانند تلک یک رباط کهنه در راسش تلک
 ۶۳ - می فلک اندر وجود آسمان مثل تو بسوزن اندر پرنیاں
 ۶۴ - و آغها شود ز دامن خود ب نگاه او جهان کور و سکود
 ۶۵ - گر چه کم تسبیح و خورشید است روزگار را چون همیگز است او
 ۶۶ - چشم او روشن شود از کائنات تا به بیت ذات را اندر صفات

۸۷ - هر که عاشق شد جمال ذات را

اوست سید جلد موجود را

شور نمبر ۶۹ مینہ اور روئیدگی کی علامات سے بظاہر محسوس ہونے اور زندگی کی حرکت و حرارت منہ سے باہر ۲۱۷
شور نمبر ۷۰: الوند: ہمدان کے نواح میں آذربائیجان سے خلیج فارس تک مغربی پہاڑی سلسلے میں
 واقع [تلمیحات اقبال - ماہ ۲۶۷] ایک بلند و بالا پہاڑ کا نام ہے۔ سلسلہ کوہس پہاڑ سے خاص دلچسپی
 تھی۔ نہ بالیہ وغیرہ کو چھوڑ کر الوند کو اہمیت دیا ہے۔ اس اہمیت کا اندازہ ان کے ان دوشہروں ہی سے
 لگایا جاسکتا ہے۔

زمارت کا اہل غنم و بہت ہے سردیری کہ خاک راہ کو میں نے بنایا راز الوندی ۲۱۸
 جوش کردار سے شمشیر کندہ کا ظہر کہ الوند مرا جس کی حرارت سے لدا راز ۲۱۹

شور نمبر ۷۱ ہر چند کہ زندگی اسی کرۂ ارضی پر موجود ہے آنے والی تھی مکن زمین اپنی اسی مصلحت
 سے (بھی ناواقف تھی۔ اسی مصلحت کو "امانت" سے تعبیر کیا گیا۔ اگرچہ آسمان
 ماندر سورج اور ستاروں سے زمین پر مکن وہ روئیدگی کی مصلحت تو نہیں رکھتا جو زندگی کی حرکت
 اور حرارت کا ابتدائی مرحلہ ہے اور جس کی ابتدا آدم ہے جسے تخلیق کے بدلے کا ذکر قرآن حکیم
 میں یوں کیا گیا ہے **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ** ۲۲۰ اور شک
 ہم نے انسان کو جتنی ہوئی (لھنکھائی) مٹی سے بنایا جو اہل میں ایک سیاہ بوردار گمارا تھی **خَلَقَ**
الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۲۲۱ اس (ب) نے آدمی کو جتنی ہوئی مٹی سے جو ٹھیکری جیسی تھی بنایا
 امانت کا اشارہ اس امانت کی طرف بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر **إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ**
 ۲۲۲ (ہم نے جتنی امانت پیش فرمائی)۔۔۔ بھارت اس امانت کی امین، زمین کو بھی کہا جاسکتا ہے
 جسے آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے انکار کے بعد انسان نے قبول کیا۔ اس لئے کہ زمین
 ہی کی مٹی سے انسان کی تخلیق ہوئی۔ اور زمین ہی سے اس کی زندگی کے لوازم وابستہ ہیں۔
 انسانی روحی کا شعور شاید اسی خیال سے مستفاد ہے۔

سے جوشت خاک تھا وہ بن گیا امین حیات بلند ہوئی انلاک سے زمین حیات

شور نمبر ۷۲ یعنی قندیلِ مہر وہ جن سے روز و شب ظہور میں آتے ہیں۔

شور نمبر ۷۳ نور جاں [آدم] کی حقیقت علامہ کی نظم "انسان اور بزمِ قدرت" کے درجہ ذیل
 انتخاب سے واضح ہوتی ہے۔

صبح خورشید درخشاں کو جو دیکھائیں نے بزمِ معرہ ہستی سے یہ پوچھائیں نے
 تہہ تبرائے بڑا، شان بڑی ہے تیری بزدہ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

۲۱۸ کلمات اقبال اردو ص ۳۰ (بال جریں - نزل) ۲۱۹ ایضاً ص ۲۳ (بال جریں - نیولین کے مزار پر)
 ۲۲۰ النجم: ۳۳ ۲۲۱ الرحمن: ۱۴ ۲۲۲ الاحزاب: ۷۷

میں بھی آباد ہوں اس نور کی بستی میں نگر
نور سے جو رہ رہ کر ملتیں گے نور میں ہیں
میں یہ کہتا تھا کہ اور از کہیں سے آئی ہے
پے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود
وہ جن حسن کی ہے تو تری تعمیر میں ہیں
میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے
بار جو جھ سے نہ اٹھاتا اٹھایا تو نے

نور جو رشتہ کا سماج ہے بستی میری
اور ہے مینت خورشید چمک ہے تیری ۲۲۳

شعر نمبر ۸۰
آدم داد لای آدم و بخشی گئی دو فوٹوں اور صلاحیتوں عقل اور عشق کا شمع دلوں کے لئے
حاشیہ نمبر ۳۶ ملاحظہ ہو۔ نیز بابک درآ کی نظم "عقل بدل" کلیات اقبال اردو حصہ ۱ کے
مطالب پر غور کی ضرورت ہے۔

شعر نمبر ۸۱
ایک رباط کیتہ در رابطن ملک (پرائی، فرسور، رندگی، اسرار) کمن ہے معراج قدر کے تاریخی
واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ جیسا کہ آسمان کے طعن سے ظاہر ہے۔ آسمان کو آدم اور عشق آدم کی راہ میں
ایک کیتہ سر کر کیا گیا۔

مبتق ملایہ یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زردیں ہے گردوں ۲۲۴

آسمانوں سے ویسا میں سوئی کی طرح سے گزرا، ظاہر ہے آسانی اور زیبائی دونوں کو عبارت ہے آسمانوں سے گزرا
آدم کے لئے ریشم میں سوئی کے چبھنے کی طرح آسان، لیکن سوئی ریشم میں، اسے خولہ تر اور کارا زار بنائے
ہی کے لئے چبھتی ہے اس لئے، معراج آدم نے آسمانوں کے مراتب بھی بلند کر دیئے۔ مٹی اللہ علیہ وسلم۔

شعر نمبر ۸۲
دائن وجود سے داغ دھونا، کمالی زندگی اور احسن تقویم پر مائز ہونا ہے۔ کور و کبود،

اندرے اور نیلگوں کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں لیکن کور، پگڑی کے ہیچوں کو بھی کہتے ہیں۔
جس سے پوشیدہ ہو گا نہیں بھی نکلتا ہے۔ یعنی نگاہ آدم کے بغیر آسمان کی صفات بھی اوجھل ہیں۔

شعر نمبر ۸۵
لم تسبیح دوزخ ریزہ آدم کو خلافت ارضی سر پہ جانے پر فرشتوں کے اعتراض کی
طرف اشارہ ہے۔ فرشتوں نے "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" کے جواب میں "لَا تَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ
فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" اور اللہ کے بطور شہادت ۱۵

۲۲۳ کلیات اقبال اردو حصہ ۱ (بابک درآ۔ عقل بدل) ۲۲۴ الفنا ص ۳۱۹ (بال جیل، غزل)۔

ہو گیا۔ مگر میں نے کیا تو اُنٹ خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو زمین میں فساد پھیلانے کا اور جون بپائے گا۔ اور ہم تیری تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے ہیں۔ اگرچہ انسان کم تسبیح و تحمید کرتا ہے۔ لیکن زندگی کو ہمیں بھی اسی سے مل سکتی ہے۔ کہ خیر و شر کی تمیز صرف اُسی کو بخشی گئی ہے۔ تمام وجودات بشمول فرشتوں کا یہی حکم "کر" پر عمل پیرا ہیں جب کہ انسان "کر اور نہ کر" کی تقدیرات کے درمیان زندہ ہے۔ اسی سے اُن کے شعور کی بیداری اور خیر و شر کی آویزش، عمل میں آئی اور ماندہ جاتا کو روالی ملی ۵۵

شور غیر ۸۶ قدرتِ خداوندی کامیاب ہو کرے گا۔ اور صفات (لذیقات سے پردوں) میں۔ ذات (حقیقت) کی تلاش کرے گا۔ حقیقتِ ربیہ سے آگاہی، ایمان باللہ پر خستگی بخشنے کی۔

شور غیر ۸۷ یہی وہ عشق ہے جسے ملائکے پر شیخون مارنے والا کہا گیا ہے۔ یہ عشق، عاشق کو کائنات پر تصرف بخشنے کا۔ اور ایک آسمان ہی کا کیا ذکر وہ پوری کائنات پر تصرف کرے گا۔ جابر بن عبد اللہ کے بیان کے مطابق اول مدینہ نامہ بنفۃ اللہ بختیاری نے اسی ملکوت کا عنوان "ذاتِ خداوندی سے وابستگی" رکھا ہے۔ مذکورہ مقامِ آدم کے تفسیلی مطالعہ کے لئے "شعر جابر نامہ حبشی ص ۲۶۶ تا ص ۲۶۸" ملاحظہ ہو۔ تاکہ ذاتِ خداوندی سے دل بستگی کے اسرار فہم ہوں۔

۲۲۵ نفسہ ملائک

اس منزل کو یہ عنوان اس لئے دیا گیا کہ ملائک کی نگاہ کعبِ خاک پر ہے ۲۲۶

۸۸۔ قروحِ مشیتِ خاک از نوریاں افزوں شود روز

ترجمہ از کوکب تقدیر او گروں شود روز

۸۹۔ خیالِ او کہ از سیلِ حوادثِ پرورش گیرد

ترجمہ ز گردابِ سپہرِ سیلوں ہیروں شود روز

۹۰۔ یکے در صفیِ آدم نگر از من چہ می پرسی

ترجمہ ہنوز اندر طبیعتِ می خلد موزوں شود روز

۹۱۔ چنان موزوں شود این پیش پا افتادہ مضمون

ترجمہ کہ یزوں را دل از تاثیرِ او پرخوں شود روز

۲۲۵۔ کلیاتِ اقبال ماری ص ۵۱ (زبوریم۔ منزل) ۲۲۶۔ فرشتہ گرجہ ہوں از ملکِ مملکت است
نگاہ او بہ تماشائے ابنِ کعبِ خاک است
کلیاتِ ماری ص ۴۹ (زبوریم)

شعر ۱۸

مصرعہ ثانی بحالہ "او" زبوریم میں "ما" ہے ۔
 قویج آدم خاکی سے انجم ہے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا مارا میرے کامل نہیں ہے
 ۲۲۷
 فطرت آشفقت کہ از خاکِ جہانِ جبر
 خورے خور بخلفے خورے میرے پیدا شد
 ۲۲۸
 عشق ز یادِ آلودہ خیمہ شش جنات را
 دست درازی کند تا بہ طابِ لہلان
 ۲۲۹
 با وجہ مشیتِ نبات کجا رسد جبرل
 بلند نامی او از بلند کی نام است
 ۲۳۰

شعر ۱۹

مصرعہ اولیٰ زبوریم میں اسماء اس طرح تھا

کہ خیالِ ما کہ اورا پرورش داد و طرفا نسا

حادث : جو اپنے وجود سے بے عمل و موضوع کا محتاج ہو ۔ حادثہ : واقعہ ، حادث : وہ واقعات جو زمان و مکان کے اندر ہوں ، زرداب سپین رنگوں میں روں شود روزے ۔ ماورک زمان ہو جائے گا ۔
 شعر ۹۱/۹۰ آدم : (ع) بعض کہتے ہیں کہ ادمت (سزاوار امامت) سے ماخوذ ہے ۔

بعض کہتے ہیں ادم (روئے زمین) سے بنا ہوا — ادم : چہرا
 سنسکرت میں آد : پہلا ، من : منش (آرمی) کا محفف ہے ۔ [نوراللقا]
 مقدراست کہ مسعود ہر وہ باشی
 فوے بنوز ندانی چہا توالی کرد
 ۲۳۱

چوند زمین کو آسمان کا طعنہ آدم کی تخلیق سے پہلے کا واقعہ ہے ۔ اس لئے آدم کی مثال اُس شعر سے دی گئی جو ابھی طبیعت میں اڑک رہے ہو اور لفظ میں موزون نہ ہو ہوا صاحب النہامیہ نے عقد الفرید کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن رواحہؓ سے پوچھا آخر نبی مآل الشور یا عبد اللہ ۔ بے عبد اللہ مجھے بھی تو بتا دیے شور تو کیا ہے ؟ عرض کی شیئی یختلج و فی صداری قینطق یلیانی : کچھ چیز پہلے میرے دل میں اقلع پیدا کرتی ہے پھر زبان پر آجاتی ہے ۲۳۲

پس زمین جس کے وجود کی بدولت معزز ہونے والی تھی وہ آدم ابھی طبیعت میں ڈھل رہے تھا ۔ جس طرح عام ساحفون بندش کی چستی ، منوم کی جدت اور تازگی کے ساتھ شعر میں ڈھل کر تاثیر کی گری دکھاتا ہے ویسے ہی یہ آدم بھی "دل یزدوں" کو گرائے گا ۔ یہ صفوں عدہ کے کلام میں بہ تبدیلی محفوم و مطالب مختلف صورتوں میں منظم ہوا ہے مثلاً زبوریم میں کای ایشل کا یہ شعر ملاحظہ ہو ۔ ہر صید کہ اس کا تعلق طیر صافر و موجود سے ہے ۔ اور یہی وہ حقیقت منظر ہے جسے اتال ایک عرصہ سے لباس مبارک میں دیکھنے کے متمنا تھا ۔
 لٹائے چہرہ کہ آنکس کہ لن سرائی گفت

۲۳۳
 بنوز منتظر جلد کف خاک است ۲۳۳
 منور ملک کی ترفع مزید کے لئے حکایت اتال ارد (بال جبرل) نیز حکایت اتال فارسی (پیام مشرق - نیرفت)
 ۲۳۴ حکایت اتال ارد ۳۰۲
 ۲۳۵ حکایت اتال فارسی ۲۵۵ (پیام مشرق : نظم نیرفت)
 ۲۳۶ الفیہ ۱۲ (زبوریم غزل) ۲۳۷ الفیہ ۵۸ (زبوریم) ۲۳۸ الفیہ ۵۹ (زبوریم غزل)
 ۲۳۹ الفیہ ۱۲ (زبوریم غزل) ۲۴۰ الفیہ ۵۸ (زبوریم) ۲۴۱ الفیہ ۵۹ (زبوریم غزل)
 ۲۴۲ چہر رسالت میں نعت - ارشاد کراوان ص ۱۹ ۲۴۳ حکایت اتال فارسی (زبوریم غزل)

جہاں عالم انسانی سے باہر کے مظاہر حیات، تخلیق، نسو یہ ہیں اے مرحلے میں تقدیر و فساد سے نواز گئے اور
 "کر" اور "کئے جا" کے اور کی نفیوں پر ماسور ہیں وہاں نہیں انسانی اگرچہ انہیں عناصر کا مجموعہ
 ہے جو "کر" اور "کئے جا" کی تقدیر کے پابند ہیں کیونکہ خود انسان کو "کر" اور "نہ کر" کی
 متضاد تقدیر سے نواز لیا ہے۔ اسے ایک طرف حیثیت ششتماً (جیسے چاہو جہاں سے چاہو) کے مطابق
 وظلاً منہما ^{۲۵۴} ابتدائاً [جنت میں ہی بکھر رکھا تو] کی جھوٹ دی گئی ہے تو دوسری طرف کو لا تقتر باھذہ
 الشجرة [مگر اس شجرہ کے نزدیک نہ جانا] کی پابند بھی لگا دی گئی ہے۔ اور ان متضاد تقدیرات
 کی عطا آلت ^{۲۵۳} برآئکم کے جواب میں پہلی کے عہد کا امتحان تھا۔ اسی عہد آلت کو انسان
 نے خارجی مظاہر میں موثر کرنا تھا، ۱۵۴
 یہی تو وہ مشکل کام تھا [اللہ تعالیٰ کی تخلیقی فعلیت میں شراکت] جسے آسمانوں اور زمینوں
 نے انکار کر دیا مگر فتح کیا الا ان ۲۵۵ یہی "نہ کر" کی بدولت حاصل ہونے والا شعور انسان کو جلد
 مظاہر فطرت کو اپنے تصرف میں لانے کی صلاحیت بخشا ہے۔ اور معلوم و مجهول چھوٹے ہونے کے باوجود اسے
 نیابت الہی کا منصب عطا کرتا ہے۔
 نامیب حق در جہاں بوزن خوش است بر عناصر حکماں بودن خوش است ۲۵۶

تہذیبِ مینی — شرحِ اسرارِ معراج (۱۲)

۹۲ - عشق شور انگیز بے پروا شہر
خلوت جوید بدشت و کوہسار
من کہ در یاراں ندیدم محرمے
بحر و بیگم غروب آفتاب
کور را ذوق نظر بخش غروب
بادل خود گفتگو داشتیم
آنی و از جاودانی بے نصیب
۹۹ - آشنه و دور از نار چشمه سار

[illegible]

- ۱۰۰ بکشاے لب کہ قند فراوانم آرزوست بنائے رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست
 ۱۰۱ یک بوت جام بارہ و یک دست زلف یار قص چنیں میانہ مبدانم آرزوست
 ۱۰۲ گفتی ز نیاز بیش مرخاں مرا، برو آن گفتیت کہ بیش مرخاںم آرزوست
 اے عقل تو ز شوق پر آگندہ ہوئے شو اے شق آنکہ بے پریشاںم آرزوست
 این آب و نان جبرخ چوسیل است و ما من ماہیم نہنگم و عمامم آرزوست
 ۱۰۵ جانم ملول گشت ز فرعون^(۱۱) ز ظلم او آن نوچہیب^(۱۰) موی ممرانم آرزوست

۱۰۶ دی شیخ با چرخ بھی گشت گردِ شہر

کز دیو و دزدِ مَلُوم و انسانم آرزوست

زین ہمرہاں سست عناصرِ دلم گرفت

شیر خدا و رستم دستاںم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جُستہ ایم ما

گفت آنکہ یافت می نشو اُنم آرزوست

[رومی]

(۱۲) معراج:

نبوت کے بارہویں سال ماہِ رجب کی ستائیسویں کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو
 اُمّانی کے گھر سے آسمانوں کی سیر کے لئے جایا گیا۔ سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ کی ابتدا
 ہی اس واقعہ عظیمہ کے بیان سے ہوتی ہے۔ نَسُحْنُ الَّذِیْ اَسْرٰی یَقْبِذُہٗ کَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْکَ مِنْ اٰیٰتِنَا ۗ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۲۵۸

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندہ [محمدی اللہ علیہ وسلم] کو شب کے وقت مسجد حرام [مسجد کعبہ] سے مسجد اقصیٰ [بیت المقدس] تک سیررائی (وہ مسجد اقصیٰ) جس کے گرداگرد ہم نے ہر تیس روز رکھی ہیں۔ تاکہ ہم [اس بندے کو] کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت کریمہ میں لیلًا اور یقیدہ پر توجہ رہنی چاہئے لفظ لیلًا اکثر اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ واقعہ رات کے مختصر ترین وقت میں ہوا اسے "اسرا" سے تعبیر کیا جاتا ہے اس میں فاش کعبہ سے بیت المقدس تک کی سیر کا بیان ہے۔ دوسرا لفظ یقیدہ ہے کہ اس سے "بشریت کاملہ محمدیہ" کا اظہار مقصود ہے تاکہ اس واقعہ سے رعایت پاکر کچھ بھی شکارتہ ہونے پائے۔ جو اللہ، طرفۃ العین میں مکہ سے بیت المقدس (یروشلم) لے جاسکتا ہے اس سے کیا یہ بعید ہے کہ وہ اپنے بندے کو اسی طرح سلا املیٰ کی سیر کرادے؟ مگر دل کی کمی کا کوئی علاج نہیں۔ پرنسپل سید نواب علی سابق وزیر تعلیمات ریاست جو ناگدھ اس ضمن میں بڑی محبت فرماتے ہیں۔ وہ واقعہ اسری کو تو از قسم منام یعنی خواب تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک سچا نظارہ آیات یقین کرتے ہیں لیکن واقعہ مزاج کو از قبیل اسرائیلیات کہہ کر خطیہ بحث کا الزام دیتے ہیں ۲۵۹

حالانکہ روایات میں تم اھقرنی الی السماء یا عرجی کے واضح کلمات ملتے ہیں۔ مزاج مروج ہی سے مشتق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین بہ زمینہ صعود فرماتے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں آپ کی ابتدا میں تمام انبیائے ماسبق کا نماز ادا کرنا بھی ثابت ہے۔ سورہ البقرہ میں سلا املیٰ کی سیر کے تذکرے میں حضور کی صدق بیانی پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قسم کھلائی اور مازغ النقر و ما طقی کی صفت علیہ سے متصف بنایا ہے۔ اور نکات تاب قوسین کو آذنی کے ارفع و املیٰ تمام پر دکھایا ہے۔ سید عابد علی عابد کلمتے ہیں۔

"مزاج انسانیت کی بحث میں مزاج نبوی کی حقیقت سے متعلق حکماء و عرفا نے بڑے حکمت آمیز و دل فریب کلمے پیدا کئے ہیں۔۔۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ مزاج عشق ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ ماری اور جہانی نام اور زمان و مکان میں سے طرفۃ العین میں ایک جہت میں نکل جانا مزاج انسانی ہے" ۲۶۲

مسئلہ اقبال سے عظمت آدم کی دلیل قرار دیتے ہیں ۲۶۵

۲۶۶

وہ ایک گام ہے بہت کے لئے عرش پر ہے کہ رہی ہے یہ مسلمان سے مزاج کی رات
عشق کی اک جہت نے طے کر دیا قصہ تمام اس زمین و آسمان کو سیکڑا سمجھا تھا میں ۲۶۷
نار ہے مسلمان، یوسف اس کا ہے خیرا ہے سیر سار پرہ جاں نکلتے مزاج ۲۶۸

- ۲۵۹ سیرت رسول اللہ ص ۱۳۶ مؤلفہ سید نواب علی مکتبہ انکار رالین رند کراچی دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۶ء
۲۶۰ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ باب ۱۱ مزاج و سیرت ص ۱۱۱ شیخ فہیم احمد سنہ اشاعت اول ۱۹۶۲ء
۲۶۱ تمنا فرغت و ما کان فی بیت المقدس ایتی بالمزاج و لکم از شیا قضا اھن مینہ الخ لقا
۲۶۲ تعلیمات اقبال ص ۲۴۵ سید عابد علی عابد نزم اقبال لاہور طبع ۱۹۸۵ء
۲۶۳ دالغیم: ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲
۲۶۴ مطالب اقبال مقبول الزور داؤدی ذیل نقطہ مزاج - ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱

سبق سلا۔ پہلے مزاج مصطفیٰ ہے جسے کہ عالم بشریت کا زمین ہے گروں ۲۹۹
علاقہ کے نزدیک مزاج مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی ثقافتی اہمیت بھی ہے۔ ان کا پانچواں طبقہ
اسلامی ثقافت کی روح "مزاج کے حوالے سے یہ مشہور مونی بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی
سے قول "فیہ علی ہر نکل الافلاک رفت و باز آمد۔ واللہ الرحمن رفتی باز نیامری"
کے تحریر ہر رقم ہوا وہ لکھتے ہیں

(مزاج) نبی کی باز آمد تخلیق ہوتی ہے۔ وہ ان واردات سے (جن میں اس کا اتصال ایک حقیقت سروری
سے ہوتا ہے) واپس آتا ہے تو اس لئے کہ زمانے کی رو بہ داخل ہو جائے۔ اور پھر ان قوتوں کے
غلبہ و تصرف سے جو عالم تاریخ کی صورت گرہیں متاخذ کی ایک نئی دنیا پیدا کرے، "ع ۲۷۰

مزید تفصیلات کے لئے معارف القرآن مفتی محمد رفیع رحمہ اللہ (سورۃ بنی اسرائیل)
تفسیر ابن کثیر ج ۵ (ابنم)۔

فصل القرآن ج ۲ مولانا حفص الرحمن سیوہی رومی

شعر ۹۲ اقبال کے نزدیک عشق تنہائی پسند اور وسعت ہوا کا طالب ہوتا ہے ۱۹۳۳ء کے سوانح
کی یادگار نظم مثنوی مسافر میں لکھتے ہیں

دل را بچمن ہر دم از باد چمن افروز میرد بخیا بان ۱ ابن ۱۸ لہ ہوائی ع ۲۷۰

یہ مردم پیمزاری یا تہذیب دشمنی نہیں جیسا کہ علی عباس جلالپوری مرحوم نے قیاس کیا (اقبال
کا علم الکلام)۔ بلکہ خود گرت سلیم کائنات کے برعکس سرگرم تعاضا قوی کا حامل انسان کو الیا
کرت ہر عبور کرتا ہے۔ اس ذرے کو ہر دم وسعت کی ہوس رہتی ہے۔ ہمدوش شریا ساتھ
اسے ساحل کی خود داری اور دریائی سی آزاری کی طرح جولانہ ہوا کی وسعت کی طلب مختصہ
ہیں۔ جنوری ۱۹۱۲ء کی ایک نظم مطبوعہ فنون میں اقبال نے دل مسلم کے لئے زندہ تمنا کی
آرزو کے ساتھ ساتھ اس لئے وسعت ہوا بھی مانگی ہے

بچلے ہوئے آہ کو پھر سوئے حرم لے چل اس شمع کے خوگر کو پھر وسعت ہوا دے ۲۷۱

"سوئے حرم" لے چلنے کی دُعا سے اسی علامت کی کلید کھائی ہے۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک

نہرت کے ساتھ کسی نگہبانی یہی مدد حوائی (بندہ فر) کر سکتا ہے۔ لہذا یہ حوا کردی نہیں ہے بلکہ وسعت دل کی سیرت۔ ننگی مشتری میں علامہ کا شعیر آغاز بھی رسی کی خبر دیتا ہے من فدائے دین دل دیوانہ ہرزمان بخشد گرویرانہ ۲۷۲

چنانچہ یہ حوا در دشت و دریا علیہ حافظ کے بیابان آباد شدہوں کے گلی کوچے ہیں جہاں ترقی کی مسلسل وہیم جبر و جہد کا بازار گرم ہے ۲۷۳۔ وفات کے کچھ عرصہ پہلے سفیر نے کی آرزو نے درخان حجاز کے نام سے جو جو مصر کے (رابعیات) لکھوائے دن میں بھی تمہید کے قطعات زیر نظر تمہید زبانی سے ہم رنگ ہیں۔

نرا دل شہید جہد کیست لظیف او قرار یک نفس نیست
بھرا بزم اش افرہ تر گشت کنار آجوتے زار بگر نیست ۲۷۴

نگاہ داشت بر جویر دل تپیدم آرمیدم در بر دل
رسیدم از ہوائے قریہ شہر بہار دشت و اکرم در دل ۲۷۵

اس نے کہ جنتی ہے بیابان میں فاروقی و سلمانی نے۔ اور یہ ان مہربان مسلمانوں کے استعارے ہیں جو تیزی سے تلوار ہے اور صدیوں میں کہیں اس کا حریف پیدا ہوتا ہے۔ اس تمہید کے دوران علامہ جو منزل گاتے ہیں وہ کسی ایسے ہی "انسان" کی آرزو کا اظہار ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے مناجات کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے) **شعر ۹۴**

وہی بات جو اکتوبر ۱۹۰۴ء کے زمانہ میں طبع ہونے والے ترانہ میں کہی گئی

اقبال کوئی محرم ملتا نہیں جہاں میں معلوم کیا کسی کو در دریاں بہا ۲۷۶

یا مثلاً جنگو (مطبوعہ رکن ریلوے دسمبر ۱۹۰۴ء) میں چاند سے مخاطب کیا

کہ بزم میں اپنی آگ لیکتا ہے تو تنہا ہوں میں ۲۷۷

اور اس تنہائی کا سبب بھی وہی یعنی کہ جو مری پستی کا قصہ ہے مجھے معلوم ہے۔ ۲۷۸

وہی قصہ نظم "بزم انجم" میں کہ حسین ازل سے پیدا ناروں کی دلبری میں ۲۷۹ کے حوالے سے یوں بیان ہوا کہ میں جذب باہمی سے قائم نظام سارے

پوشیدہ ہے یہ نکتہ ناروں کے زندگیاں میں ۲۸۰

۲۷۲۔ کلیات اقبال فارسی ص ۷۳ [جدید نامہ]
۲۷۳۔ کلیات شکیب اقبال ص ۲۳ (مکتوبہ بام نکستی ۲۵ جنوری ۱۹۲۱ء بمولانا انور دکن ٹیوشنل بورڈ برائے
۲۷۴۔ کلیات اقبال فارسی ص ۹۱ (درخان حجاز) ۲۷۵۔ البقا ص ۹۶ (درخان حجاز)
۲۷۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۸۳ (ماہی در: ترانہ ہندی) ۲۷۷۔ البقا ص ۹۹ (ماہی در: چاند)۔ ۲۷۸۔ البقا
۲۷۹، ۲۸۰۔ کلیات اقبال اردو ص ۱۴۵ (ماہی در: بزم انجم)۔

شعر ۹۶۱: لعل شراب؛ بگھلا بوا لعل، نذیب ہے شراب رنگوری سے (شراب و لعلات) شراب سرنج کا
 درازہ عذیبہ نہ خود بھی رہا ہے یہ شراب سرنج سے رنگیں ہوئے (دامن شام) ملبات (رودھشت: ۹۲) ناراروی (غروب آفتاب
 لب دریا، قفس شوق)۔ مسدود الیہ مظاہر کہ کس بنری میں کمال دکھاتے ہیں۔ ریا نگر خود نگاہ
 کہ اندھے کو بھی ذوق نظر ملے۔ شام کا رنگ سحر دکھانا، ایسے ہیں اپنے دل سے خوفگلو مونا فطری امر
 مسدود چونکہ اپنے خیالی و تخیلاتی سفر پر روانہ ہونے والے ہیں اس لئے (ہنر) نے منظر شام کو
 "شام را رنگ سحر شد غروب" سے تعبیر کیا۔ مراجع رسول ۳ ہر ان کی نظم
 "شب مراجع" کو یوں مراجع پیش کرتی ہے۔

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز سجود رقی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی تات
 رہ یک نام سے ہمہ کئے لئے عرش بریں کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے مراجع کی تات ۲۸۱

شعر ۹۷۰

آرزوہ جستجوہ داشتم، کیونکہ زندگی ہر آرزوہ دارد اساس ۲۸۲ اور اس لئے کہ
 "زندگی عبارت ہے اغراض و مقاصد کی تشکیل ان کی بے دریغ تبدیلی اور کارفرمائی سے" ۲۸۳

مختصا اور کیونکہ ذوق حفظ زندگی پر چیز کی فطرت میں ہے ۲۸۴

حرف علامہ کے فلسفہ فوری میں تعمیر فوری کے لئے تخلیق مقاصد از بس ضروری ہے۔ یہی تخلیق عمل میں
 انسان کی شمولیت کا ثبوت اور دیگر مظاہر فطرت اور عالم انسانی میں امتیاز کا پہلو ہے۔ مناسب ہوگا
 کہ اس موضوع پر علامہ کے کلام کو بالاستیعاب دیکھا جائے۔

کلیات فارسی

زندگانی را بقا از مدعاست	کاروانش را درا از مدعاست
زندگی در جستجو پوشیدہ است	اصل او در آرزو پوشیدہ است
ماز تخلیق مقاصد زندہ ایم	از شعاع آرزو نابزہ ایم
اے زراز زندگی بیگمانہ خیز	از شراب حقدے مستانہ خیز ۲۸۵
زندگانی از حرام پیہم است	برگ و ساز پیہمی موع ۱۱ از زم است ۲۸۶
زندگی جہد است و استحقاق نیست	جہد بعلم النفس و آفاق نیست ۲۸۷
تو از شمار نفس زندہ ای نمی دانی	کہ زندگی بر شکست اللیم پیام است ۲۸۸
زندگی در صدف خویش گمراختن است	در دل شعلہ خور نفس گمراختن است ۲۸۹
زندگی انجمن آرا و نگہبان خود است	اے کہ در قافلہ ای بے پیمہ شو باہم رو ۲۹۰

۲۸۱ کلیات اقبال اردو ص ۲۴۹ (باندرا: شب مراجع)	۲۸۲ کلیات اقبال فارسی ص ۸۵۶ (طاہرہ نامہ)
۲۸۳ تفصیل مدبر الیاتی و سلامیہ ص ۸۷ (درا ضلع)	۲۸۴ کلیات اقبال اردو ص ۲۴۱ (باندرا: دلاور و مدبر یادیں)
۲۸۵ کلیات اقبال فارسی ص ۱۵، ۱۷ (ابراہیم خدی)	۲۸۶ تا ۲۹۰ علی الترتیب کلیات اقبال فارسی ص ۶ (درا خدی)
الفا ص ۸۸ (بیام مشرق)، الفا ص ۵۵ (زبور نجم)	الفا ص ۹۱ (زبور نجم)، الفا ص ۵۲ (زبور نجم)

زندگانی سوزن با ساحتن	در گیلے تخم دلے انداختن ۲۹۱
زندگانی تاکجا بے ذوق ریسر	تاکجا تقدیر تو در دست غیر ۲۹۲
زندگی جولاں میان کوہ و دشت	اے خوش آن حوجے کہ از ساگل لذت ۲۹۳
اے من و تو حوجے از رود حیات	یر نفس دیگر شود این کائنات ۲۹۴
زندگانی انقلاب پر دے ست	زرنہ او اندر عالی ست ۲۹۵
مار و پود ہر وجود از رفت و بود	ابن ہمہ ذوق نمود از رفت و بود
زندگی را حیات رسم و دین و کیش	یک دم شیریں بہ از صد سال میش ۲۹۶
زندگانی ہر مراد دیگران	جاوداں مرگ است نے خواب گران ۲۹۷
اگر زمر حیات آگے ہوئے دیگر	دلے کہ از خلش آرزو پاک است ۲۹۸

کلیات اردو

زندگی ہے کہ جو نہ شناسا اہل	کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضا اہل ۲۹۹
زندگی قطرے کی کھلائی ہے آگاز	یہ کبھی گویا، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا ۲۹۸
زندگانی کی حقیقت کو پہن کے رہے پوچھ	جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زرنہ ۲۹۹

شعر ۹۸

ہر خلّاق و مشتاقی سے محروم ہے وہ زرنہ تو ہے زندگی سے آشنا نہیں کیونکہ

زندگی ہم فانی دیم باقی است ابن ہمہ خلّاق و مشتاقی است ۳۰۰

شعر ۹۹

یہ آرزو ایک ایسی تشنگی تھی جسے بجھانا علامہ نے بس میں نہ تھا۔ اسی عالم میں

میں وہ لب دریا بیٹھے تھے کہ ان کے وجہاں میں روی کی غزل جھولنے لگی

اور وہ بے اختیار گانے لگے۔

۲۹۱ تا ۲۹۳	کلیات اقبال فارسی ص ۲۵۳ [جاوید نامہ]	۲۸۵	۳۵۵	۳۵۴	۳۵۳
۲۹۵	ایفا ص ۸۲۹ (پس چہ باید کردہ اشکے چند ہر فراقی پندیاں)	۲۹۶	ایفا ص ۲۴۲ (ہیام شرق: حیات عابد)		
۲۹۷	کلیات اقبال اردو ص ۸۶ (بائبر را: بچہ مانتارہ)	۲۹۸	ایفا ص ۱۹۵ (بائبر را: بیچہ مانتارہ)		
۲۹۹	ایفا ص ۲۵۹ (بائبر را: خفراہ)	۳۰۰	کلیات اقبال فارسی ص ۲۵۱ (جاوید نامہ)		

غزل

(۱۳) میرردی کی یہ غزل دیوان شمس تبریزی ^{۳۰۱} ہے گائی ہے۔
 ہے - علامہ کے نقل کردہ غزل آٹھ اشعار پر مشتمل ہے - شعریے کے عقل تو رشوق
 زائد ہے اور خود علامہ کا اضافہ نظر آتا ہے چونکہ رودی سے ہونے
 والا معاملہ عقل و عشق کے موازنہ و مقابلہ پر مشتمل ہے ، اس نے علامہ نے غزل
 میں اس شعر کا اضافہ ضروری سمجھا - شعریے میں 'ابن آب و نان' بھی
 علامہ کا تصرف ہے - دیوان شمس تبریزی مذکورہ میں 'ابن نان و آب' کے شاید علامہ
 نے اسے فارسی روزمرہ کے مطابق آب و نان کیا۔ ^{۳۰۲} -

شعر ۱۰۱

وہی ہاتھ مرزا سید اللہ خان غالب نے بھی ۵۵ بات کرتے ہیں لب شہ تقرر بھی تھا
 مرا عتقار لغزو دلپذیر است ترا درے جہان آراست امروز ^{۳۰۳}
 مابلغ کار تو ایم و تو گزیرانی زما مابستویت مقبل و تو روئے گردانی زما ^{۳۰۴}

شعر ۱۰۲
 کہے کو یار خود دارد چرا بزرگترے سیند ^{۳۰۵}
 کہن ہر خدا عزیم ملتان باچینیں روئے ^{۳۰۶} نہ دامن باغبان شہر منیدہ از ہزار خواہد شد
 یہ رقص ، مستی و وارفتگی کا استعارہ ہے - جیسا کہ الشرفی شہداء نے بیان
 کیا ہے - خواجہ عثمان درویشی شمس الدین چشتی اجمیری سے منسوب ایک غزل میں رقص رولف
 اس رقص کی ساری تفصیل رکھتی ہے -

نمی دامن کہ آخر جوں دیم دیدار می رقصم مگر نازم ہوں ذوق کہ پیش یار می رقصم
 سراپا بر سر ایام خوری از بے خدی قرباں بگرد میریز خود صورت پر کار می رقصم
 بیاجانان تماشا کن کہ در انبوه جانباراں لہصد سامان رسوائی سر بازار می رقصم

شعر ۱۰۳ یہ شعر علامہ کا اضافہ کردہ ہے - عقل پر عشق کو ان منوں میں ترجیح دی ہے کہ عقل شوق

۳۰۱ دیوان شمس تبریزی - مقدمہ مشعرہ حال استاد بدیع الزمان فردوس الفریحہ - سازمان انتشار جارید ۱۳۶۶ ش
 ۳۰۲ ہفت نوز اللغات ج ۲ بڑی آب ص ۱۳ نیشنل بک فاؤنڈیشن طبع سوم ۱۹۸۹ء - ۳۰۲ ب دیوان غزل
 ۳۰۳ شنبی از اشعار و بیگانی شاہ لہٹ اللہ ولی ص ۳۶ طبع تذکرہ نہیں موز خط لہر باقر باقری ارد ۱۳۶۲ خرمیدہ
 ۳۰۴ دیوان میمنی (ملا معینی یا معین الدین چشتی اجمیری) مطبوعہ نو لکسٹور کاپنور طبع سوم دہر ۱۹۱۱
 ۳۰۵ دیوان محی - شیخ عبدالقادر مہبلانی نو لکسٹور کاپنور بارہم جولائی ۱۹۱۳ء ۳۰۶ العزیز ۲۲

ہر اکسایا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اپنا معائنہ پر مارا تو پانی پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا
حضرت موسیٰؑ اپنی قوم سمیت بخیر و عافیت ہارے پہنچ گئے۔ آل فرعون بھی فرعون کی سرکردگی میں
اسی راستے میں داخل ہوئے تو پانی چل پڑا اور سب کے سب غرق آب و گرداب ہوئے
فرعون نے جب ڈبکیاں کھائیں تو آنکھیں کھلی چلا یا میں رب موسیٰ پر ایمان لایا مگر
ارشاد باری تھا اَلْاَن : اب ! دھما ہم تیرے بن کو ضائع ہونے نہ دیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کی قوم کو وادی سینا میں من و سلوی ملتا رہا۔ آپ نے پہلی اللہ
سے یکم طلسمی ماحشر پایا اور حکیم اللہ کیلئے۔ "الواحدی" زمین پر اللہ تعالیٰ کا پہلا منضبط
حکمنامہ تھا۔ آپ نے بنی اسرائیل کو ضیہ اجتماع اور تالیف سکینہ بطور تبرک دیا۔
علامہ اقبال ضرب حکیم، چوب حکیم، عصائے موسیٰ سے قوت کا استعارہ کرتے
ہیں اور عصا نہ ہو تو حکیم ہی کا رب بنیاد، بطور عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ وہ درس دیتے ہیں
ہزار چشمہ تپ سنگ راہ سے پھوٹے

بھئی میں ڈوبے ضرب حکیم پیدا کر ۳۱۱

شعر نمبر ۱۰۶

دیو و دزد : جالوز درندہ مانند شیر و پلنگ و گرگ خلاف دام۔ مثال از
سعدیؒ ہے نہ ہر آدمی زاہد از دہ است کہ دزد ز آدمی زاہد بل، بہ است ۳۱۲
دیو : بمعنی جت و شیطان جیسا کہ ضرب المثل مشہور ہے خانہ خالی را دیو می گیرد
جمع دیوان ہے۔

انسانم آزرست : علامہ ۱۹۱۲ء سے جس حقیقتِ منتظر کو لباسِ بازار میں دیکھنے کے متمنا تھا
[بائند را غزل و لا حد سوم مقررہ مئی ۱۹۱۲ء]۔ یہ وہی انسان ہے۔ ہندوستان کے اندر اس انسان کی
ضرورت۔ غلامی سے نجات تھی۔ ایک ایسا انسان جو مسلمانوں کو مسلمان اور ہندوؤں کو ہندو رہنے پونے
متحد کر سکے۔ اقبال شروع دن سے اسی اتحاد کے داعی تھے۔ جو دھری شفیق و فیض سے ۳۲-۳۳ء میں
مسلمانوں کے مستقبل کے حوالے سے فرمایا

"بھی یہ قانونِ قدرت ہے، عربستان، افغانستان، ایران، نے کیسے کیسے شہسوار
ویدائے مگر اب کیوں پیدا نہیں ہو رہے؟ صرف اس لئے کہ منشائے انیری کے
مطابق یہ زمینیں آرام کر رہی ہیں۔ اب "آوڑ" لگی ہوئی ہے۔ دعا کرو اللہ
کا کوئی بندہ پیدا ہو اور ہم لوگوں کی نجات کا موجب بنے" ۳۱۳

ہندوستان کے اندر تو اس بندہ خدا کی جستجو بار آور ہو گئی جب علامہ نے محمد علی جناح کو لکھا
"اس وقت جو ہومان شمال مغربی ہندوستان اور شاہراہ پر ہندوستان میں برپا ہونے
والا ہے، اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنا ہی کی توقع رہی ہے ۳۱۵

لیکن جہاں تک اس حقیقتِ منتظر کی آفاقی حیثیت کا تعلق ہے وہ بھی کوئی مافوق البشر شخصیت
نہیں "ایک بندہ خدا است" ہی ہے۔ نکلن کے نام مکتوب مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء میں

۳۱۱۔ سزائمہ ضرب حکیم کیلیات اقبال اردو ص ۵۳۔ ۳۱۲۔ ۲۔ درویش حاشیہ دیوان شمس نادر ص ۴۵

۳۱۳۔ مکالمات اقبال ص ۴۳۔ سعید راشد، بنگلہ مارنر جہلم بار اول دسمبر ۱۹۸۲ء، جلد ۲، روزگار فقیر ص ۱۳۵

۳۱۵۔ اقبال کے خطوط جناح کے نام ص ۵۲۔ مکتوب ۲۱ جون ۱۹۳۲ء (بصیغہ راز) یونیورسٹی کتب خانہ لاہور ۱۹۸۶ء

۳۱۴۔ دایک بندہ اللہ سمیت
از حجاب بگڑنیزدیش را
۳۱۵۔ درویش حاشیہ دیوان شمس نادر ص ۴۵

۳۱۶۔ مکالمات اقبال ص ۴۳

علاقہ نے انسانِ کامل (محبِ خودی) کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا۔

”میرا عقیدہ ہے کہ کائنات میں جذبۃ الوہیت جاری و ساری ہے، لیکن میں الیگزینڈر کی طرح یہ نہیں مانتا کہ یہ قوت ایک ایسے خدا کے وجود میں جلوہ آرا ہوگی جو وقت کا تابع ہوگا۔ اس باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قوت ایک اکمل و اعلیٰ انسان کے پیکرِ خاکی میں ظاہر ہوگی۔ خدا کے متعلق میرا عقیدہ الیگزینڈر سے مختلف ہے لیکن انگریز ان جزوی اختلافات سے قطع نظر کرتے انسانِ کامل کے تخیل پر اپنے ایک ہم وطن مفکر کے افکار کی روشنی میں نظر ڈالیں تو انہیں [میرا] یہ عقیدہ اس قدر اجنبی اور غیر مانوس نہیں معلوم ہوگا“

۳۱۶

۱۰۷ موج مضطرب خفت بر سنجاب آب شد افق تار از زبان آفتاب
از تماشای پارہٴ فرید شام کو کیے چوں شاہد بالائے بام
روحِ رومی پر وہ مارا بر درید از پسِ کہ پارہٴ آمد پدید
ظلمتِ خشنودہ شل آفتاب شیب او فرزند چوں مہرِ شتاب
پیکرِ روشن ز نورِ سرمدی در سراپایش سرورِ سرمدی
بر لبِ او سیرِ پنهان وجود بندائے حرف و صوت از خود کشود
حرف او آئینہٴ آویختہ
علم با سوزِ دروں آویختہ

شعر ۱۰۷

سنجاب : چرے سے قدر بڑا جالور جس کا کھال سے پوستیں بناتے ہیں اسے بھی سنجاب کہتے ہیں (زر انشا
۶۳۷ لغات کشوری فصل سین سے نوں) - شام کے منظر سے علاقہ کی لطف اندوزی کلیات میں بکھری پڑی ہے لیکن (۱۴)
شعر ۱۰۸/۱۰۷ میں یہ ”جال“ منفرد ہے خصوصاً آخر شام کو ”بالائے بام شاہد“ سے تشبیہ کے بعد ”روحِ رومی“
۳۱۶ کلیاتِ مکتبہ اقبال ۲۰ ص ۲۲۸-۲۲۹

کی پہاڑی کے پیچھے سے ایک لڑائی ٹکڑے کی صورت میں خوداری انتہائی جمیل منظر ہے۔
یہ پیر شکوہ اسلوب رویہ روی کے حوالے سے خصوصاً بے حد تاثیر رکھتا ہے۔ علامہ کو
شام کے مناظر سے نہ معلوم کیوں دل چسپی تھی۔ بابگ دراکل نظم "ماہ نو" ایسے محاکات
کا نمونہ ہے

ٹوٹ کر زرخیدگی لشتی ہوئی غرقاب نیل ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آئین
طشت لڑوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خون تابا لشت قدرت نے لیا کھولی ہے فصد آفتاب
جبر نے بالی خیرالی ہے عروس شام کی؟
نیل کے پانی میں یا بھلی ہے سیم خام کی؟ ۳۱۷

"از متاعش بارہ دزدید شام" کو "جرج نے بالی خیرالی ہے عروس شام کی" کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے
تو ایک ہی منظر کی وہی تصویر تخیل کی نادرہ کاری و تازگی کے ساتھ ساتھ خوش اسلوبی کی منظر ہے۔
شبیب: بڑھاپا۔ شباب: جوانی۔ یہاں بڑھاپا عہد شباب کی طرح زیبائے تو
نظم "خفراہ" میں حضرت خفرؑ کا بڑھاپا "مانند سحر" لفظی تلازمے ہر جگہ مناسب
و موزون اور تشبیہیں دلاؤں و زیباع جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب ۳۱۸
نور سردی سے منور اور سرد سردی سے سراپا سرشار رویہ روی "سیر بینان وجود"
اشکارا و بیان کرتی ہوئی خودار ہوتی ہے۔

(۱۶) ہر لب او سیر بینان وجود سے اصلہ مراد مثنوی معنوی ہے جو حضرت رویؒ کے افکار علی
وقادر الکلامی کا شہکار ہے۔ یہ مثنوی الفاظ استاد بولع الزمان فروز الغر اس نکتہ کی توفیح ہے کہ
"الناس را حقیقتہ ست کہ ازاں جدا مانده و دور افتاده است و شب و روز
می کشد تا خود را بدال حقیقت نزدیک و متصل گردانند" ۳۱۹
چنانچہ اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

بشنوا ز نے چون حکایت می کند و ز جدائی کا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا بہ بریدہ اند از بغیرم مرد و زن ناایده اند
ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روزگار وصل خویش

بشنواز نے چون کفایت کی کند منتہی قصد ہرایت کی کند
 باز شہ کنوں ستر سلطان پرید پردہ خٹے عاریت را ہر درید
 ہست چون کلّ الینا راجعون می شوم مراصل خود را سرنگون
 شدنے من خالی از ہوتِ انا خالی از خود گشت و در زائی فنا

ہم کز ان جا آمد، آن جا روم با جلالِ یار بے پردہ شوم ،
 چون تجلی کرد بر طور وجود گشت کاہ کوہِ جہانی بجز درد
 خستہ موسیٰ صاعقا خاموش شد رفت عقلِ جنوری و بے ہوش شد

اللہ اللہ! غیر اللہ نیست کس

۳۲۰

اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس

علامہ نے "بر لب اوسترینہاں وجود" کہہ کر اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ خبر ہے
 النشاء نہیں ہے۔ اس کی وضاحت اس تعلیقہ کے آخر میں پروفیسر لویف سلیم چشتی کی شرح کے حوالے
 سے آئے گی۔ بہر حال مثنوی کے خاتمہ کے شعر "نئے" (بنِ انساں) کے خالی از ہوتِ انا
 ہو کر "واصل بہ اصلِ فویش" مرنے [مٹنے میں مرنے] پر مشتمل ہیں۔ اس سے — خواجہ شاہ
 محمد عبدالصمد مدیر رحمۃ اصطلاحاتِ صوفیہ میں بحوالہ مطالب رشیدؒ بذیلِ اصطلاح وجود لکھتے ہیں
 "سائلک کا اوصافِ بشریہ کو فنا کرنا اور اپنی ہستی میں انکسارِ ذاتِ حق میں
 محو ہونا وجود ہے۔ توحیدِ ابتداء وجودِ منتہا ہے اور وجہ ان دونوں کے
 درمیان واسطہ ہے" ۳۲۱

سید عابد علی عابد تلمیحاتِ اقبال میں لکھتے ہیں۔

"وجود کے دو معنی ہیں

(۱) تحقیق و حصول: یہ معنی مصدری ہیں ذہنی و مصدری ہیں۔ ان کا شمار

مقولیاتِ ثانیہ میں ہوتا ہے یعنی ہمارا کسی شے کو دیکھ کر اُس کو

"ہے" سمجھنا، وجود خیال کرنا — ظاہر ہے کہ مصدری معنی خارج

میں نہیں ذہن میں پلٹے جلتے ہیں۔ منشا البتہ خارج میں ہوتا ہے۔

(۲) وجود یعنی موجود (معنی ما بہ الوجودیت) یعنی وہ چیز جس کی وجہ سے

۳۲۰ مثنوی معنوی دفتر ششم تحت عنوان "پرین طائر ریح خود کام بسو شہ عالی مقام" ص ۵۶۶

۳۲۱ اصطلاحاتِ صوفیہ ص ۱۶ مکہ مکس لاہور سنہ ۱۳۴۰

معنی اول (معنی معدی) تحقیق و حصول کا امتزاج ہو سکتا ہے۔ اس معنی
 کہ رو سے ظاہر ہے کہ وجود خارجی حقیقی سے ہے۔ (یعنی امر نہیں) ۳۲۲ (مقدمہ صفحہ ۳۲۳ تا ۳۲۴)

شرعاً: رو وجود بالمعنی معدی یعنی "ہوون" یا "ہونا"۔ جب ہم یہ لفظ بولتے ہیں تو بارے
 زمین میں ہستی یا ہونے کا ایک ایسا تصور پیدا ہوتا ہے جس کا خارجہ میں کہیں وجود نہیں ہے۔
 ۳ وجود بمعنی موجود یعنی ذات جو موجود ہو بذات خود، بلا احتیاج و افتقار
 بالاحول و قیام، بل لکھان و زمان وجود ہے اور اس کا وجود عین ذات ہے۔
 یعنی باسطلاح کلام و وجود واجب لذاتہ ہے اور تمام وجودات خارجیہ (تمام اشیاء)
 اس کی وجہ سے اور اسی کی جانب انتساب کی بدولت وجود میں یعنی ممکنات کا وجود
 حقیقی نہیں ہے بلکہ عکس یا نفل ہے وجود حقیقی کا، جو حق تعالیٰ میں منحصر ہے، اس
 مفہوم کے اعتبار سے وجود اصل ہے اور تمام مایات اشیاء اس کے عوارض ۳۲۳
 نزدیک تفصیلات کے لئے دیکھئے

۱۱ طبعات (سطح انام) مشاہدہ ولی اللہؒ مرتبہ سید محمد حسین دہشتی اور الفت رحمۃ اللہ علیہ لاہور ۱۹۶۵ء
 اس نکتہ کے بنیادی مسائل (تیسرا باب) مافی قیصر الاسلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن طبع دوم ۱۹۸۸ء
 ۱۲ کتاب المصطلحات (اب داؤد) ڈاکٹر مافی عبدالغفار معتبرہ قومی زبان، لاہور ۱۹۹۷ء
 ۱۳ شرح جابری نامہ (ص ۲۸۸ تا ۲۸۹) پروفیسر یوسف سلیم چشتی عشرت پبلشرز لاہور سنہ ندارد
 اس شرح کے حوالے سے یہ ذہنات ضروری ہے کہ پروفیسر صاحب کی علمیت پر شبہ نہیں لیکن انہوں نے
 غیر ضرور بطور شیخ آکر کے تصور وجود کی بحث چھیڑ کر اقبال کو ان کے مسلک کا پیرو ثابت کرنے
 کی بے جا کوشش کی ہے۔ اس بحث سے جتنی اور جس قدر ان کی علمیت ظاہر ہوئی ہے اتنی اور
 اسی قدر اقبال کی فکر کی رو سے ہی بروج ہوئی ہے۔ پروفیسر صاحب دراصل مسئلہ کے معصرہ
 "بر لب او سیر پنهان وجود"

سے اس غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ "سیر پنهان" کہہ کر اقبال نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ وہ
 وجود کے مسلک میں شیخ آری کے پیرو ہیں۔ اس کا ثبوت ان کے خطبات مدراس سے باسانی
 ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تیسرے خطبے میں لکھتے ہیں۔

و۔۔۔۔۔ یہ کائنات اپنی تفصیلات میں سلاطین مادی کی غیر شعوری حرکت سے لکر
 فکر انسانی کی بالادارہ حرکت تک انا کے بکیر (وجود مطلق) کا جلوہ خاست ہے۔۔۔۔۔ (خطبات ص ۱۷)

۳۲۲ تعلیمات اقبال ص ۳۵۶، بحوالہ قرآن اور لغت (میر ولی البریل) انتہائی پرلین حیدر آباد ۱۹۷۵ء
 ۳۲۳ شرح جابری نامہ ص ۸۴-۳۸۳ (دب لغت) پروفیسر یوسف سلیم چشتی الفت - طبعات ص ۲۷۰ مشاہدہ لاہور
 مفہوم "اصطلاحاً وجود سے دو معنی ہیں ایک تو اس ذہنی تصور مفہوم کی تعبیر وجود سے کی جاتی ہے جو وجودات کو کہہ کر انسان کے ذہن
 میں حاصل ہو۔ معنی معدی کا وجود و عدم کی تعبیر ہے۔ اور وجود سے مراد کلی و عام چیز ہوتی ہے جو تمام وجودات کا وجود
 سمیت ہے یعنی جس چیز کا وہ سے شیخ وجود ہوتا ہے" (ما شبہ) تفصیل کے لئے شروع کے خطبات دیکھ جائیں

(سید انیس)
 نہ کہ کراہی کر رہی ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ نے جیسا کہ عربی کیا گیا ”رومی کی مثنوی مثنوی“ کے مفکر پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے اور ذاتی اختلاف و اتفاق ظاہر نہیں کیا یعنی یہ خبریہ انشاء ہیں۔ جب فکر رومی سے اتفاق و اختلاف کا اظہار مقصود نہیں تو پھر اسے شیخ اکبر رحمی الدین ابن عربیؒ کی فکر کی اتباع قرار دینا کس حد تک مناسب ہے؟ (ص ۲۸۷ ملاحظہ ہو)۔

دوسری بات یہ کہ علامہ کے خطبات کے تیسرے قطعہ کا جو اقتباس کتاب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے وہ (میری تلاش کی حد تک) اس قطعہ [تکمیل بدید البیات اسلامیہ ص ۹۵ تا ص ۱۰۱] میں موجود ہی نہیں اس کے برعکس البتہ علامہ نے مولانا رومیؒ کے ایک قطعہ [دفتر صرفی سواد جوز نسبت] کی روشنی میں مثنوی کے بارے میں [نفسی کے مقابلے میں خوش فہمی کے ساتھ سہمی] بتایا ہے نہ ابھی گزر رہی ہے۔

”۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بحالتِ موجودہ اس [مثنوی] کی نگاہ میں گامِ آہر پر ہیں، لہذا اس کا جائز طلب بھی محدود ہے۔ کتبیں اس کی تشنگی، علم اسے بہت جلد اس تمام پر لے جائے گی جہاں گامِ آہر کی بجائے نافِ آہر اس کی رہبری کرے گا“ ص ۳۲۴

۱۰ مولانا محمد جلال الدین رومیؒ:

تذکرہ نویس اور سوانح نگار عموماً آپؒ کا نام محمد بناتے بتاتے ہیں جلال الدین لقب پایا اور مولاناؒ روم کے نام سے شہرت ملی۔ آپؒ نے یکے از اعیان طریقہ کبرادہ حضرت سلطان العلماء مولانا محمد حسین خطیبی المعروف بہ بہاء الدین ولدؒ [۵۶۳ تا ۶۲۸ھ] کے ۶۰۴ ہجری قمری میں بلخ [خراسان] میں تولد فرمایا۔

والدِ رومی بہاء الدین ولد بوجہ ۶۱۰ھ جو سن ترک وطن کر کے نیشاپور پہنچے وہاں اپنے ہم طریقت خواجہ فخر الدین المعروف بہ شیخ عطارؒ سے ملاقات ہوئی شیخؒ نے چھ سالہ قمر کو ”اسرارنامہ“ عنایت فرما کر مولانا بہاء الدین ولد سے فرمایا

”زود باشد کہ این پسر تو آتش در سوختگانِ عالم زلزل“ ص ۳۲۵

یعنی یہ کہ چونکہ بہاء الدین کے چلنے چلنے بات کے مصداق بچپن ہی سے آثارِ سعادت مندی نمایاں تھے۔ شیخ ولد نیشاپور سے بغداد، حجاز، شام، زنجبار، ہوتے ہوئے لارندہ پہنچے وہاں اپنے فرزند محمد جلال الدین کی عادی بصر ۱۸ سال کر آئی اور یہیں قمر کے فرزند سلطان ولد پیدا ہوئے۔

۳۲۴ء تکمیل بدید البیات اسلامیہ مترجم سید زبیر نبازی ص ۱۲۷ {خطبہ سوم}
۳۲۵ء شرح حال مولوی از فرزند الغر صفحہ یازدہم — دیوان شمس تبریزی۔ سازمان انتشارات جاویداں مذکور

شیخ بہاء الدین دلو نے اپنے فرزند محمد (رومی) کو ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے مرید اور عالم و فاضل دوست سید برہان الدین محقق کے سپرد کر دیا تھا۔ والد کی وفات (۷۲۸ھ) کے بعد محمد رومی نے حلب (شام) کے مدرسہ حلویہ میں تاریخ حلبی کے مصنف مولانا کمال الدین سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اپنے عہد کے جید علماء میں شمار ہونے لگے۔ درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی میں معروف رہتے تھے۔ کہتے ہیں [اور اس ذیل میں متعدد روایات ہیں] ایک دن مولانا کسی حوض کے کنارے معروف درس تھے کہ اندر سے شمس تبریزی [ملتان والے شمس اور ہیں] کا گذر ہوا۔ مولانا نے پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ جواب دیا "این حال است" شمس نے کہا میں اٹھائیس اور نالاب میں ڈال دیں۔ مولانا سنبھلا بولے "میاں درویش! یہ تم نے کیا کیا!! ان میں بڑے نایاب نکات تھے اب کیاں سے ملیں گے؟" شمس نے لاکھ بڑھاکر کہا میں نکال لیں اسی طرح خشک کی خشک مولانا حیران ہو کر بولے یہ کیا؟ شمس نے جواب دیا "این حال است تم صبا قال کیا سمجھو" مشہور یہ ہے کہ حضرت شمس تبریزی کو ان کے مرشد بابا کمال الدین جندی نے اصرار بھیجا ہی یہ کہہ کر تھا کہ زلیٰ ایک سو فتنہ دل ہے اسے گرما آؤ" ۳۲۶ھ

مولانا رومی کے شاگرد فاس سپہ سالار کا بیان ہے کہ مولانا اور شمس تبریزی دونوں صلاح الدین زرکوب کے خبر سے پتہ کٹی ہو گئے۔ اس کے بعد مولانا کے احوال یکسر بدل گئے و سلسلہ درس و تدریس حقوق ہو گیا اور فتاویٰ نویسی متروک۔ ایک لمحہ کے لئے بھی شمس تبریزی کی جدائی گوارا نہ تھی۔ پہلے شمس اس حالت سے مر اٹلیختہ ہوئے تو حضرت شمس دمشق چلے گئے۔ مولانا ان کی جدائی میں بے چین ہو گئے۔ حالت غمزدگی پر آپ کے صاحبزادے سلطان ولد پہلے شمس کا وفد لے کر دمشق پہنچے اور غنا کر لے آئے تاہم دراصل قونیہ میں رہنے کے بعد حضرت شمس لاپتہ ہو گئے یا سلطان ولد کے ہاتھوں قتل ہوئے (واللہ اعلم)۔

مولانا اب تو مسلسل عالم بے خوری اور حالت سُکریں رہنے لگے۔ ایک دن اپنے پیڑھالی صلاح الدین زرکوب کی دکان کے سامنے سے گذرتے ہوئے ہتھوڑے کی آواز سے ایسے متاثر ہوئے کہ عالم وجد طاری ہو گیا۔ صلاح الدین نے بھی زکوٰۃ چھوڑی اور سرایا برسرِ اہام خوری از بے خوری قربان "کا نقش بن گئے" مولانا کو زرکوب کی معیت سے سکون ملا۔ نو برس بعد جب زرکوب بھی انتقال کر گئے تو مولانا نے اپنے شاگرد حسام الدین چلی کو اپنا سرکلیک راز کر لیا۔ جلد ہی یہ تعلق بھی عشق کی صورت اختیار کر گیا۔ مثنوی معنوی اسی عشق کا ثمر ہے۔ مولانا، حسام الدین کا نام لے کر مثنوی میں انہیں مخاطب کرتے ہیں اور

تو فرمایا : " زمین بھوکی ہے اور کوئی ترلقہ چاہتی ہے " وہ ترلقہ بروز یکشنبہ ۵ رکاری
الثانی ۶۷۲ ہجری کو خود مولانا ہی کی ذات گرامی ثابت ہوئی۔ بقول مولانا صاحب وہبوت
درمیان پیر حسن کا جو پیرہہ [باقی] تھا اُٹھ گیا اور نور نور سے جاملا " ۳۲۷

۱۱ دیوانِ کبیر۔ جسے شمس تبریزی کے نام سے استاد بدیع الزمان فہرہ الغفری مرتب کیا۔

(۲) غیہ مافنیہ - مجموعہ ملحوظات پہ - مولانا نے بعض اشعار کے نکات بھی واضح کیے ہیں۔
(۳) ملحوظ مجالس سبہ :
(۴) مکتوبات : بنام مبین الازہر پروانہ (حاجہ شہناز فقیر)

(۵) مثنوی معنوی: مولانا کی شہرہ آفاق تصنیف، جس کی تالیف میں مشرق و مغرب میں بے لگان لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے۔

مولانا روم کے کلام میں حکمت اور علم کلام کے بڑے بڑے مسائل شعری زبان میں اور اتنے ہی ہیں صفات باری تعالیٰ، نبوت، روح، عباد، جبر و قدر، تصوف، توحید اور علمی موضوعات میں سے مجرد اشغال اور مسئلہ ارتقاء جیسے اہم مسائل کی تعبیر موجود ہے،، ۳۲۸

مذہب اقبال اپنی تصانیف میں برملا فیضانِ رومی کا اعتراف کرتے ہیں اور خود کو رومیؒ کا مرید مفسری
 بتاتے ہیں۔ رومیؒ کو میر تقی میرؒ، مرشدِ روم، مرشدِ رومی اور پیرِ رومی وغیرہ کے القاب کے
 ساتھ یاد کرتے ہیں اور ان کے ساتھ غیر معمولی ارادت دکھاتے ہوئے خوضِ اعلان کرتے ہیں۔
 مرامِ سرگودہ در ہندوستان دیگر کئی مینی برہمن زادہ رمزا شنائے روم و تبریز است ۳۲۹

علاوہ میں نے مثنوی کو ابتدائی فکر و عمل کی کتاب قرار دیا ہے اور اس کے فیض کی نئی نئی حدود دریافت کی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ قرآن کے بعد جس کتاب کے ذریعے زمین و آسمان کو مسخر کرنے والے علوم تک رسائی ہو سکتی ہے وہ مثنوی ہے اور اس میں عمر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا حل بھی موجود ہے، جن سے انسان خواہ باحتیاج ہو کہ اپنی تقدیر سے مایوس ہو جاتا ہے۔ رومی کے تالیف دور کا یہ دور ہے کہ دور میں لوگوں نے قابل توجہ مانا۔ مگر اس دور میں اقبال کی توصیفات و توجہیات نے لوگوں میں اظہارِ رومی کا اقبال کے خاص نقطہ نظر سے تجزیہ کرنے کا رجحان پیدا کر کے ایک نازہ "دلستانِ رومی" کی بنیاد ڈالی۔ ۳۳۰ - اس سلسلے میں داراللطیف عبدالحکیم کی کتاب "طہرتِ رومی" اور بعد میں شبلی نعمانی کی کتاب "سوانح مولانا روم" قابل ذکر ہیں۔ خلیفہ مہربان صاحب کی کتاب "تجلیاتِ رومی" تو گویا مثنوی مثنوی کا مغرب ہے۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ۲۰۰۷ء بھی دلچسپا ضروری ہے۔

۳۲۷ مقدمہ مشتوی مولانا روم جلد اول مولانا قاضی سجاد حسین۔

۳۲۸. تلمیحات اقبال ص ۳۰۳ سید عابد علی عابد ۳۲۹.

۳۳۰۔ برکت آقبال $\frac{۱۱۶}{۸}$ ڈاکٹر محمد رفیع مقبول آبدی لاہور ۱۹۸۲ / آقبال اور فارسی شکر $\frac{۱۰۲}{۱۰۳}$ ڈاکٹر محمد رفیع

— / اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۳۲۴ صفحات ۳۲۴/۳۲۹ — / (قبال اکادمی ۱۹۷۷ء) / سوانح مونیوم از مولانا سید سیدان (مؤرخین اسلام) / ۱۹۷۷ء

- ۱۱۴۔ گفتارش 'موجود و ناموجود چیت' معنی محمود و نامحود چیت ؟
 ۱۱۵۔ گفت 'موجود' آنکہ می خواهد نمود آشکاری 'تفاضل' وجود
 ۱۱۶۔ زندگی 'خود را بکوش' راستن بر وجود خود شہادت خواستن
 ۱۱۷۔ 'نہن روز الست' (۱۹) راستن بر وجود خود شہادت خواستن
 ۱۱۸۔ 'نورۂ پامروہ' یا جاں بلب از سہ شاید کن شہادت را طلب
 ۱۱۹۔ شاید اول شعور خویشتن خویش را و بدن بہ نور خویشتن
 ۱۲۰۔ شاید ثانی شعور دیگر خویش را و بدن بہ نور دیگر
 ۱۲۱۔ شاید ثالث شعور ذات حق خویش را و بدن بہ نور ذات حق

۱۲۲۔ پیش این نور بہائی استوار
 حتی و تمام چون خدا خود را شمار

حواشی و تعلیقات:

شعر نمبر ۱۱۴۔ ۵۔ موجود: صفت، وجود ہی لایا گیا۔ موجودات ہنغ دہ کی چیزیں جو

ضرائع فی الیاریع: موجود فی الیاریع: وہ چیزیں جو خارج ہیں موجود ہوں اور خیالی نہ ہوں۔
 {نور اللغات ج ۲}۔ "موجود حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جگہ مائتات موجود اضافی ہے، جو وجود حق بہائے و تعالیٰ سے موجود ہے [اصطلاحات سورئہ ص ۱۳۲]۔

کشاف اصطلاحات ص ۱۳۲ میں "مراتب وجود" کے تحت عنوان مرقوم ہے
 "۱۔ ہر موجود کا لئشاء و ضرور ذات الہی سے ہے اور ایک وجود کی اپنے منبع و مصدر
 سے دوری شر سے آلودگی پر دلالت کرتی ہے" [کشاف اصطلاحات ص ۱۳۲]

پس موجود و ناموجود کی حقیقت و مابیت محمود و نامحود سے وابستہ ہے۔ یہی کسی موجود اضافی
 کے وجود و عدم کا پیمانہ ہے۔ تصور حقیقت 'پر غور و فکر ہو' یا کہ جو پر غور اور وجود و عدم کی
 بحث، خیر و شر کا حوالہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ توحید ہو، ثنویت ہو یا تشلیہ، ہمہ اوست
 ہو کہ ہمہ از اوست اقدار کی بحث سے خالی نہیں، نہ رحان و شیطان اور یزدان و ایرمن کے
 تصور سے کوئی مزب و مسلک خالی ہے۔ مسئلہ نے اسی نے 'وجود و ناموجود' کے ساتھ محمود
 و نامحود کی حقیقت واضح کرنا چاہی۔ تاکہ "مقام انسانیت" کے تحفظ و معور پر بحث ہو سکے
 "جوش غنیمت کہ ہمیں ہر وجود کی طرف راغب کرتا ہے دراصل ہمیں بتائے درام کے حصول میں
 مدد دیتی ہے اس لیے حسین یا اچھی ہے، اور جو شہادت کو ضعیف یا مفلک کر رہی ہے"
 [نقشہ تہاں، ج ۱، صفحہ ۱۱۷، مقدمہ برادر خور، از ڈاکٹر آغا علی حسن ص ۱۲۲]۔

جو ہر انشیت میں پیدا ہوتا ہے، نامحورب (آں) ہنغ دہ کی چیزیں درشت

جو ہر انشیت میں پیدا ہوتا ہے، نامحورب (آں) ہنغ دہ کی چیزیں درشت

شونبر ۱۱۵

۳۳۱ وجود کیا ہے فقط جو پر خوری کی نمود
 ۳۳۲ لذت پر وجود پر ش سوسیت نمود پر شے
 ۳۳۳ ہر چیز پر جو نور نامی ہر ذرہ شہید گہرائی
 ۳۳۴ نیم گل کی آنکھ زیر ناک بھی ہے خواب ہے کسی نور لشور خاکے واسطے ہے ناب ہے
 زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے خود نامی خود فرائی کے لیے مجبور ہے
 ۳۳۵ غنیمت و شغل بھی ہیں مجبور غوطہ زار میں
 ۳۳۶ ہر دور کو ہی احساں ہے پہناؤ ناما [اعظم تسلیم درنا] -

۳۳۷ یہ ہے قصہ مرضی روزگار کہ تیری خوری تجھ پہ ہوا شکار
 ۳۳۸ حیات کیا ہے حضور و سرور و نور و وجود فقط خوری ہے خوری کی نگاہ کا مقصود
 شونبر ۱۱۶
 ۱۹ روز الست : یا روز شیان ! جب اللہ نے تمام اولاد آدم کی ارواح سے اپنے رب ہونے کا عہد لیا قرآن مجید میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے

وَإِذْ أَعَدَّ رَبُّكَ مِن تَحْتِ آدَمَ مِنْ نُفُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا ۚ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝
 ترجمہ : اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سبے جواب دیا کہ ہاں۔ ہم سب اس کے گواہ بنتے ہیں تاکہ تم قیامت کے روز یوں نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس (نقصی باری) سے معاف نہ تھے۔

واضح یہی ہے کہ لغوی رب فطرت انسان کا جزو کر دیا گیا ہے۔ علمہ اقبال نے کہا ہے
 خدائے انسان بہت ہرست و بہت گرب۔ تو دراصل اسی فطری خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جو فی فطرت کا کہنا : God Created the man Or Man Created the God : بھی دراصل اسی حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ قوم نوح کا یہ تاریخی اعزاز بھی نامالی فلموش ہے کہ انہوں نے پہلی بار 'اجتماعی زندگی' کے لیے 'قوم ملک زبان رنگ کے' آفل "والوں کو ترب کر کے" رب کے تصور کو آرایا۔ یہ "ہیز" و "ہیز" ہی کی ہیکار تھی مگر پہلے ہونے کے باعث پھر اس نے مادے میں پناہ لی چنانچہ اس گردیدورت (طبیقی تہذیبوں کے مادی مؤثرات) کو چھارنے اور رب کا حقیقی تصور لانے کو حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تاکہ عہد الست کی یاد دلاشیں۔

۳۳۱	حیات اقبال اردو ص ۴۹۴ (مرب کلیم : ارف زرد)	۳۳۲	ایضا ص ۱۲۴ (بائبر را : انسان)
۳۳۳	ایضا ص ۳۴۵ (بال جرب غزل ص ۳)	۳۳۴	ایضا ص ۲۳۳ (بائبر را : دواں دواں یادیں)
۳۳۵	ایضا ص ۱۵۱ (مرب کلیم : تسلیم درنا)	۳۳۶	ایضا ص ۲۲۱ (بال جرب : ساقی نامہ)
۳۳۷	ایضا ص ۵۲ (مرب کلیم : مقصود)	۳۳۸	سورة الامراف : ۱۲۲

خودی کی تین حالتوں: زندہ، مردہ یا جاں بلب، میں سے کون کس درجہ میں ہے۔ معلوم کرنے کے لئے تین گواہیاں ضروری ہیں۔ فلسفہ کی باریکیوں سے نااہل ہوں لیکن میرا قیاس ہے کہ ساختیج نے اپنی مشہور تفسیر "Being and Nothingness" میں وجود کی جو تین قسمیں، بمقتور استیاز و تفریق درج کی ہیں۔ زندہ، مردہ، جاں بلب، خودی کو ہی قرار دے ہیں۔

۱: وجود فی نفسہ (Being in Itself)

۲: وجود بہ نفسہ (Being with)

۳: وجود لغیرہ (Being other than Itself) تفصیلی مطالعہ اور اس قیاس کی صحت و غلطی کے لئے "نظمہ کے بنیادی مسائل" از مائیں قریب الاسلام ص ۱۱۶ تا ص ۱۲۳ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

بہر حال علامہ نے "خودی" کے انھماں کے لئے کہ وہ کس درجہ میں ہے "خود" پر تین شہادتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

شعبہ ۱۱۹ تا ۱۲۱ شے سے فرد بننے کے لئے پہلا ارتقائی مرحلہ "شعورِ خلیتن" ہے جو ثابت ہے ستریم ایتینائی الانان و فی النشہم حتی یبشروا لہم انہ الی اور آیات ربانی میں سے پہلی آیت خود ان کا اپنی حیثیت و حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔

"استدام بعض کی زندگی خودی کی زندگی ہے اور خودی عبارت ہے "میں ہوں"

سے لہذا زندہ وہی ہے جو "میں ہوں" یا "أنا الوجود کینہ سکے" ص ۲۴۰

دوسرا مرحلہ خود اور غیر خود میں امتیاز کا شعور ہے۔ پہلی صورت میں انسان شے سے فرد بنتا ہے دوسری صورت میں وہ اپنی انفرادیت سے باخبر ہوتا ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جہاں یہ فرد "ذات حق" کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ ہنوز ذات حق "خود کو دیکھنا دراصل فائزات میں اللہ اور اپنے درمیان تعلق سے آگاہی سے عبارت ہے اسرار خودی میں علامہ نے اس مرتبہ کو "اطاعت بنط نفس اور نیابت الہی" کے مزید تین درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ جس کے بغیر انسانی مزاج کمال کا حصول ناممکن ہے۔

"خودی کا منتہا جس جو یہ نہیں کہ اپنی انفرادیت کے حدود توڑ ڈالے۔ اس کا منتہا ہے اس انفرادیت کو زائرہ صحت کے ساتھ سمجھ لینا۔ لیکن اس کا آخری عمل فکر کا عمل نہیں ہے۔ ایک حیاتی عمل ہے جو اس میں گہرائی اور پختگی پیدا کرتا ہے، اور اس کے ارادوں و تقویٰ دیتے ہوئے ایک شانِ خلاقی کے ساتھ اس تیقن کا باعث ہوتا ہے کہ دنیا حق دیکھنے یا انکار و تعصبات کی شکل میں سمجھنے کی چیز نہیں بلکہ ایک ایسی چیز ہے جس کو ہم اپنے مسلسل عمل سے بناتے رہتے ہیں۔ یہ خودی کے لئے سوز و ابتہاج کا انتہائی لمحہ ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ انتہائی آزمائش کا بھی: زندہ یا مردہ یا جاں بلب (۱) ص ۲۴۱

تو اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا وہ تعینات کے پردے اٹھا کر دیدار ذات سے بہرہ ور ہوا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں "عبد"، "معبودہ" کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ یعنی "بابتدا" ہے (نہا) "۲۴۲" مومنان مرتبہ و تعالیٰ اسکا، تجلی صفات اور تجلی ذات بتاتے ہیں ۲۴۲۔

- ۱۱۳۔ ہر مقام خود رسیدن زندگی بہت
ذات را بہ پردہ دیدن زندگی بہت
مرد مومن در نسا با صفات
مصطفیٰ را انی نشد الا بذات
۱۲۵۔ چیست مولا آرزو شد
امتحان رویروئے شہد
۱۲۶۔ شاید عادل کہ بتقصید او
زندگی مارا چو گل را زنگ و بو
۱۲۷۔ در حضورش کس نماز استوار
ور نماز بہت او کابل عیار
۱۲۸۔ خدای ز کف ہر تالے بہت
پختہ گیر اندر گرہ تالے دہست
تا پ خود را بر فرود خوشتر است
پیش خورشید از مودن خوشتر است
پیکر فرسودہ را دیگر تراش
امتحان خلیس کن موجود باش

۱۳۱۔ این چنین موجود، محمود است و بس

ورنہ ناز زندگی دہو داست و بس

حواشی و تعلیقات

شعر نمبر ۱۲۳ ، ۱۲۴

پردہ مانے تعینات اٹھنے اور ذات کے دیدار سے فیض پانے کا نام ہی چونکہ زندگی ہے اس لیے مومن صفات پر قناعت نہیں کر سکتا۔ پردہ مانے تعینات سے کسی اشراق یا سرعانی تصور کی غلط فہمی نہ موزی چاہیے۔ یہ پردہ مانے جیسے ذاتیں کا حجاب کیا گیا ہے بشکل "وہ اللہ کا وہ نور ہے جس سے ساتوں آسمان زمین جگمگا رہے ہیں اصطلاحاً اسی کا نام وجود منبسط ہے یعنی پھیلا ہوا نور یہی ذات حق کا وہ حجاب ہے کہ اگر اس پردے کو اٹھالیا جائے تو نہ ان کے چہرے کی ہر دمک جلا کر ان ساری ہیزوں کو رکھ دے گی یہاں تک اس کی رنگاہی بخشنی ہے۔ یہی خدا کی رحمت کا وہ دریا ہے۔ نہ ہر چیز کو منبسط ہے۔ " ۲۴۳ شہ ولی اللہ کا کتاب

۲۴۲۔ تعلیقات اقبال فارسی نمبر ۱ (جاوید نامہ) } ۲۴۳۔ صفات صفت جمعہ ۱۱ اور درجہ ہر نماز اس کی صفات
۲۴۲۔ ب۔ جاوید نامہ (تحقیق و ترویج ص ۱۱) ڈاکٹر گلزار

سطحات کا سطح ۱ اور مودنا سید مرتضیٰ دہلوی کے ساشیہ سے "ردہ منبسط کے شخص ابر (کائنات) میں
ایجاب بطریق تنزولی کی بحث سے یہ "پرہہ صفات" صرف "ارادہ الہی" رہ جاتا ہے جسے دجری
سوفیا ذاتِ یحوت جان کر شرک کے مرتکب ہوئے۔ تو پھر "ارادہ الہی" سے متجلی ہونا ہی دراصل
۶۰ "مسطفی رانی لک رالٹا بذات" کا مفہوم رہ جاتا ہے۔ "محول صاحب رسالہ قشیرہ
تمام ممکن ہے ۲۴۴ جہاں ہندو متوں پرے کے باوجود اپنی اصلی حالت پر متکثر رہتا ہے پانچہ حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا مازاغ البقرہ و ما طغیٰ مہرجہ نہ آپ کی نگاہ میں کبھی پیدا ہوئی نہ اپنے مرکز
سے کسی رت پہلی ۲۴۵ سبب رسالہ تشریح نے فی سبغ اللہ وقت الم کی یہی تاویل کی ہے (خلافہ موجودہ
مذکور ۲۴۴) اس لئے کہ "خدیٰ اللعین العین یہ نہیں کہ کچھ دیکھ لکھ یہ ہے کہ کچھ بن جائے" ۲۴۶

شعبہ ۱۲۵، ۱۲۶

نفسہ خودی میں آرزو، مقاصد اور آئین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ "اسرار خودی" میں پورا
باب "در بیان اینکه حیات خوری از تخلیق و تولید مقاصد است" کے عنوان سے موجود ہے جس کا
خلاصہ یہ ہے کہ

ماز تخلیق مقاصد زنہ ایم از شعایہ آرزو تا بنہ ایم
ہذا آرزو را در ریل خود زنہ دار تا نگر در مشیت خاک تو غبار ۲۴۴

"رموزیہ خوری" میں اجتماعی زندگی کے لئے "قرارداد مقاصد" کے طور پر "آئین" کی اہمیت پر
زور دیا ہے۔ اور "در معنی این کہ نظام ملت غیر از آئین، صورت نہ بندد" "و آئین ملت مقصدیہ قرآن است"
کے عنوان سے باب باز رہا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ملت را رفت چون آئین درست مثل خاک اجزائے او از ہم شکست
پستی مسلم ز آئین است و بس بالین دین نبی این است و بس
تو ہی دال کہ آئین تو پیست زیر گردوں ستر ممکن توجہیت
آن کتاب زنہ قرآن حکیم حکمت او لا یزال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات بے ثبات از فروش گیر و ثبات
نوع انسان را پیام آفرین حامل اور رخصۃ اللعالمین ۲۴۵

کتبی بدست ہے کہ "مذکر پاکستان" کی تعلیم کے برعکس، وطن عزیز پہلے تو آئین اسلامی و قرآنی سے شروع ہے اور
دوسرے یہ کہ جو متفقہ آئین، نظام اجتماعی کی ضمانت ہے بار بار فوجی جبر و آمریت کا شکار ہو جاتا ہے اور نظریہ پاکستان
کے نام نہاد "معاذ" اس کے سادوں اور دست و بازو بن جاتے ہیں۔ کماش ملت اسلامیہ پاکستان اس طرف بھی متوجہ
ہو سکے۔ "میتاق" کی بنیاد پر استوار ہوئی۔ اور ریاست اسلام کا ہے آئین رہنا کسی صورت بھی اسلامی
نہل نہیں ہو سکتا۔ [آرزو سے متعلق] مدد کے افکار کی تفصیل مزید کے لئے شعبہ ۹۴ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔

۲۴۵ شرح جادید نامہ ص ۲۹۲ (ترجمہ آیت مازاغ)۔

۲۴۴ رسالہ قشیرہ ص ۱۳۹/۱۴۰

۲۴۵ ایضاً ص ۱۳۱/۱۳۲ (رموزیہ خوری)۔

۲۴۶ کتبائے ناری اقبال ص ۱۶/۱۷ (اسرار خودی)۔

۲۰) مزاج کے تین قسمیں ہیں: ۱۔ مزاجِ عاقل، ۲۔ مزاجِ شہوانی، ۳۔ مزاجِ غلبہ۔ ملاحظہ فرمائیے نمبر ۱۲۔

۲۱) تصدیق: جیسا کہ پیراوی (Petavel) نے لکھا ہے۔

”..... دواؤں کے تین قسم ہیں: ۱۔ طبی دوا، ۲۔ روحانی دوا، ۳۔ خدائے خدا کے لئے۔“
”خدائے مہربان!“ صوفیانہ انداز میں بلکہ نورانی وجود کا اثبات ہے (دینا)۔ یہ ہماری زندگی کے لئے انی ٹرٹ ہے جس طرح گہل کے لئے رنگ و بو، رنگ و بو کے بغیر گہل کا تصور نہیں ہو سکتا۔
تصدیق: اس طرح کے ادراک کو کہتے ہیں جو دو یا دو سے زائد تصورات پر مشتمل ہو۔
یقین کو ظاہر کرے، ۲۵-۲۰، یعنی روح و بدن۔ فنا نہیں، وجود۔ (مسلکِ انا کو جو (بشکریہ) اہلِ ہادیہ ص۔
و تبانی کا نام ہے۔ میرا خیال ہے مولانا آرمی مارچوئی نے یہ رنگ و بو چھاپی ہے۔ بے تصدیق اور ہماری زندگی بے رنگ و بو ہو جاتی ہے۔

شعر نمبر ۱۲۰، ۱۲۸: یعنی

نفاذ از حفظ خوری یارم مشو
آرزوی ز نور گریں زور مشو
تو از نور خوری تا بندہ ان
خود را تنگ در آغوش گردان
نفس اندر خوری تا بدال رت
خوری چوں پخته گرد در دل رت
دینہ الیاس شو شبنم مشو
خدا خدای؟ بنود نزدیک مشو
گر خوری حکم کنی باندہ ری
فنا را با بقا ہم دوش گردان
خوری را عین خور برون کالیت
فراق عاشقان عین وصال رت

”راں بہا ہے تو حفظ خوری سے ہے ورنہ
مافل نہ ہو خوری سے کرانی پاس بہانی
خوری کا سیر نہاں کہ الیہ بالکلیہ
نمود جس کی فراز خوری سے ہوتی ہے
تری خوری سے ہے روشن تر احریم وجود
بلند تر مہر پرور سے ہے (اسی) کا مقام
خوری سے زندہ تو ہے موت اگر تا کیا

گہر میں آج گہر کے سوا لچھ اور نہیں
شاید کسی صدم کا تو بھی ہے آستانہ
خوری ہے تیغِ فناں کہ الیہ بالکلیہ
جو ہر شیب میں پیدا قبیح و ناجوب
ہیات کیا ہے؟ کیا کا سرور و سوز نجات
ان کے نور سے پیرا ہے تیرے ذات و صفات
کہ حق موت سے کرنا ہے ایمانی ثبات

شعر نمبر ۱۲۱: یہی وہ تمام ہے جہاں بنوہ مولانا نے لکھا ہے: تَخْلُقُوا بِالْخَلْقِ اللہ اس کا شعار ہے۔ ایسا وجود

ہی نمود ہوتا ہے۔ زندگی کا شہد، ادھواں ہی ادھواں، اور بے خوری، ناخوری۔

”خوری تربیت یافتہ ہو یا غیر تربیت یافتہ ہر حالت میں خوری رہے گا۔ اس کا جوہر ہے یکتائی۔ ہر خوری اپنی جگہ مینا ہے
ہر خوری کا ایک تشخص اور انفرادیت ہے کہ جب تک قائم ہے خوری قائم ہے ورنہ اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔
نہ خوری کسی دوسری خوری میں مدغم ہو گئی ہے نہ وہی کا فہود کسی دوسری خوری کے محور پر ہو گا۔“

- ۲۴۹۔ مشق ہے ظہبات اقبال مرثیہ ۱۰۱
۲۵۰۔ ۱۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۱۔ ۲۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۲۔ ۳۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۳۔ ۴۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۴۔ ۵۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۵۔ ۶۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۶۔ ۷۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۷۔ ۸۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۸۔ ۹۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۵۹۔ ۱۰۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۶۰۔ ۱۱۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)
۲۶۱۔ ۱۲۔ قلمِ بانی (مرثیہ ۱۰۱) خزانہ اور ترجمہ محمد رفیع خاں (تقریباً ۱۹۵۹ء)

۱۳۲- باز گفتم پیشِ حقِ فتن چسپاں؟

آمر و خالق برون از امر و خلق

گفتم اگر سلطان ترا آید بدست

باش تا عمری شود این کائنات

و وجود او نه کم بینی نه بیش

نماتہ الا بسطان یاد گیر!

از طریق زادن لے مرد نکو!

ہم برون جستن بزاون می توان

لیکن این زادن نہ از آب گل است

آن زنجیور است این از اختیار

آن یکے با گریدہ این با خندہ الیت

آن سکون و سیر اندر کائنات

آن یکے محتاجی روز و شب است

زاون طفل از شکست اشکم است

ہر روز زاون را دلیل آمد اذان

۱۳۶- جان بیدار چو زاید درین

حواشی و تعلیقات : گفتن : کفیدن : چیرا، پھاڑنا۔ کلیات میں گفتن مع ہے

جو کتابت کی غلطی پر ملامت ہے۔ (فرہنگ عامہ، لغات کثوری)

(۷۲) **آمر و خالق :** **اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ** یاد رہے عالم خلق اور عالم امر کا مالک وہی (اللہ) ہے۔

۲۶۳ عالم خلق و امر، روح اور مادہ کا الہامی نقطہ ہے۔ خلق نام مقدار، کمیت سے عبارت ہے اور امر ترتیب و توازن کی کیفیت ہے (فہرست مدبر فقہ قیام ۱۵۴) خلق، کمیت میں اضافہ و کمی ہے لیکن امر، ترتیب و توازن میں دقت و نامرتبائی واقعہ (انقر: ۵۰)۔ یہی تخلیق و تسویر زندگی کا کف و کم ہے (الذی خلق فسووی (الہامی ۲۰))

کوہ خاک و آب را گفتن چسپاں؟

ماز شست روزگار از خستہ خلق

می توان افلاک را از ہم شکست

شوید از دامن خود گرد جہات

خویش را بینی ازو، اور از خویش

ور نہ چوں مور و ملخ در گل نمیر

آمدی اندر جہان چار سوے

بندہ از خود کشاں می توان

دانہ آن مرد کہ او صاحب دل است

آن نہاں در پردہ ما این آشکار

یعنی آن جوئندہ این یا بندہ الیت

این سراپا سیر بیرون از جہات

واں دگر، روز و شب او را مرکب است

زاون مرد از شکست عالم است

آن بلب گویند و این از عین جا

لرزہ لا افتد درین دیر کہن

بہاں صرف یہ کھد دینا کافی ہوگا کہ "خالق و آمر" سے وراء الوری ہے تو وجودی مہربانی کا وہ "سیرتِ نبیان و جہد" جسے ہر سلفِ حشری علامہ اقبال کا فکر پر چمکان کرنا چاہتے ہیں: مگر اقبال سے کیا نسبت رکھتا ہے؟ — جو "خلق و آمر" سے باہر ہے "خلق و آمر" کے امیر کا اُس کے دوہرہ پیش ہونا کیسے ممکن ہے؟ اقبال کا یہی سوال ہے۔ رٹ: خلق و آمر کی بحث شہرِ بمبر ۱۲۹، شہرِ بمبر ۱۵۰ء تحت بھی آئے گی۔ تفصیل وہیں ملاحظہ ہو۔

بارہ ۲۷ کی آیت ۳۳ کی طرف اشارہ ہے۔ یَمُوتُ الْجَبَّتِ وَالْأَنْثَىٰ ابِ اسْتَطَقْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَوْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَا تَنْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ ترجمہ: اے زمین و آسمان تم کو ان کی قدرت ہے کہ آسمان زمین کی حدود سے نہیں باہر نکل جاؤ تو (تم بھی دیہیں) نکلو۔ مگر بدون زور دے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے پس) ۲۶۵

سلطان: سے نفوی معافی، قوت غلبہ اور ایسے اعتبار کے ہیں جو قوت اور طاقت کی بدولت حاصل کیا جائے۔ اَبَتْ عَمَّارِی لَیْسَ لَیَّ عَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ۲۶۶ میرے بنوں پر تجھے
سلطان: بمعنی سند بھی آیا ہے۔ مَا كَانَ لَنَا عَلَیْکُمْ مِنْ شَیْءٍ [خال و فضل و دیان بازو سے] ہاں ساقی جہنم میں آؤ تم میں اندر تو داخل تھا۔
۲۶۸ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِہَا مِنْ سُلْطٰنٍ

ماملہ چونکہ زمین و آسمان کے اقطار سے باہر نکل جانے کا ہے اور اُن کے لئے مُسلطان کی ضرورت کا
 مدلل کیا گیا ہے۔ پچھلے برسوں میں کشش زمین کی حدود سے نکل کر چاند وغیرہ پر اثر نے کامیابی
 واقف رونما ہو چکا ہے۔ جس میں کشش زمین کے حدود سے نکلنے کے لئے اتنی قوت استعمال
 میں مدد ملے جو کشش زمین سے بڑھا سکتے۔ یہ توانائی اگر سلطانِ مسجد لی جائے تو قرآنی
 منشاء کے خلاف نہ ہوگا۔

مراد یہ کہ مخلوق و مأمور کا خالق و آمر کے رو برو کھڑا ہونا کیا نہیں لگتا ہے؟ جب کہ اول تو انسان اس مادی جسم کے ساتھ اور زمان و مکان کی قید میں ہے وہ خالق و آمر کے حضور پیش ہو، مگر کی طرح؟ ارشاد ہوتا اس کے لئے "سلطان" کی ضرورت ہے۔ یہ کائنات تمام تر مادی وجود کے ساتھ گردِ جہات جہاد کر (زمان و مکان) کی قید سے آزاد ہو جائے گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کائنات کا مادی وجود فنا ہو جائے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ کم یا زیادہ نہ ہر گئی تو اسے اپنی خوری سے اور اپنی خودی سے دیکھنے کا بچہ اس میں راہ کرتی ہے خوری

مرحلہ اول فطرت کو خور کے رو برو کر
دوسرا مرحلہ ازیمہ کی تیارہ گیر سمیت آشنا طلب
خوری را از خود حق خور سے

نسخہ مقام رنگ و بو کر ۲۴۱
ہم ز خور خوری طلبیم خوری ضد طلب ۲۴۲
خوری را از خود حق خور سے ۲۴۳

{ سلطان بہ آمر
سلطان بہ آمر

۲۶۲۷ الاعلیٰ : ۳۷۲

۲۴۵ ترجمہ مسدونا (شرف علی تھانی) ۷

Y44.

[illegible]

اگر زندگان: سحر قدرت یاد رہا تو شبکہ در نہ مورد ملج کی طرح ہے نام دلتاں کا کر مر جانا مقدر ہے۔

زندگی موت یہ ہیں کہ ماں کے پیٹ سے جنم لے لیا اور بس۔ وہ جنم جبری تھا۔ اس جنم میں روتے ہوئے آنا کسی شے کا تعلق بناتا ہے۔ ایک جنم یہ ہے کہ اس جہانِ پار سے باہر نکل جائے لیکن اس زندگی اور جنم سے سرف مایہ دل واقف ہو سکتا ہے۔ کہ یہ جنم ارادہ اختیار سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ روز و شب کے گھوڑے پر سوار۔ مکان: عالم کی شکست و ریخت سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر روز جنم تبلیغ و شہادت: ازاں کی حجت رکھتے ہیں ان فرق موت یہ کہ سب کم مادر سے جنم کی ازاں زبان و لب سے ہوتی ہے اور اس جنم: بیداری قوی کی ازاں ایمانی ہیں۔ ایسی بیان جب قالب ہوں میں جاگتی تو اس پر لے صنم کو: کنا یہ: دنیا پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ س وہ اواز میں سے رزنا ہے شہتانی دور موت ہے بندہ مومن ازاں سے پیدم ۲۷

محمد مگر نگہ لے جہاں چہ مگائی اگر نگاہ تو دیکر شود جہاں دگر است ۲۷
خودی ہے زور تو ہے موت اٹھا جا کہ عشق موت سے کرنا ہے آسمان ثبات
خودی ہے مرہ تو مانند گاہ پیش لیم زوری ہے زور تو سلطان جلد مروت ۲۷

- ۱۴۷ - گفتن این زاد نخی و نام کہ چہ است گفت شانه از شیون زندگی ست
۱۴۸ - شبیوہ نام زندگی غیب و حقوہ آں یکے اندر ثبات آن در مرور
۱۴۹ - کہ جلوت می گدازد خویش را کہ خلوت جمع سازد خویش را
۱۵۰ - جلوت او روشن از نور صفات خلوت او مستنیر از نور ذات
۱۵۱ - عقل او اسوئے جلوت می کشد عشق او اسوئے خلوت می کشد
مقلیم خود را بدین عالم زند تا تسلیم آب و گل را بشکند
می شود بر سنگ زہ او را اویب می شود برق و سحاب او را خطیب
چشمش از ذوق نمد بیگانہ نیست لیکن او را جرأت زندانہ نیست
بس ز ترس راہ چوں کور شود نرم از ملک صورت مورے رود
تا خرو پیچیدہ تر بزرگ بودست می رود آہستہ اندر راہ دوست
۱۵۲ - کارش از تدریج می یابد نظام من ندانم کہ شود کارش تمام

حواشی و تعلیقات: شیون زندگی: اصطلاح صوفیہ میں شیون صورت علمیدہ اور حقائق عالم کہ کہتے ہیں ۲۷ لیکن یہاں سپانوزا یا لارے نشان (Male) کا ذکر بھی اصطلاح صوفیہ کی طرح ہے اصل بزرگ بزرگ علمیدہ

شیون زندگی: کہتا ہے۔ یعنی زندگی کے مختلف مدارج کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو دنیا روی نے شیون صوفی میں بیان اظہار منازل خلوت آدمی از ابتدائے خلوت کے تحت عنوان درج ذیل مدارج حیات گناہے ہیں
آمدن اول باقلیم ہمداد دز جہادی در نیالی اوفتاد
سالہا اندر نیالی عمر کرد دز جہادی یاد ناورد از نبرد ۲۷

در نیابتی جوں بہ حیوانی فساد
نامیش حالی نباتی پیچ بار
باز از حیوان سوئی انسانی آتش
تا شد بکنوز عامل و دانا و زلفت

زندگی جاری نباتی (مقابلہ ثلاث) سے ہوتی ہوئی غالب انسانی میں ڈھلی۔ پس شیون زندگی ہیں۔ انسانی زندگی میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ حیوان کی نباتی مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد بھی جنم ہے اور وہ بھی شیون زندگی کی ایک نشان ہے۔ عشق کے زیر عنوان اس کی وضاحت ہوگی کہ وہ جنم، طبعی تقاضوں کو مٹانے والی ہے تاکہ نئے کاماں ہے۔

شعر نمبر ۱۲۸ شیوہ لئے زندگی :- اصطلاحاً بنو فیہ میں شیوہ ساک کا وہ جذبہ قلیل ہے جو کبھی ہو کر کبھی نہ ہو۔ شیوہ لئے زندگی کے بدلے ہوئے الفاظ ہیں یا مختلف منازل دہرائے۔ اہل فکر نے ان منازل حیات کو ہمام و مقامات باری تعالیٰ کے اظہارات سے تعبیر کیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کا مرتبہ احدیت ثلاث کماکان (غیر متبدل) ہے کامل و اکمل ہے۔ حقیقی فعلیت میں ذات باری تعالیٰ کی صفات و اسماء کا ظہور شکل یوم حقونی شان کا مظہر۔ پس مظاہر حیات میں زندگی اول الذکر درجہ غیب اور ثانی الذکر مرتبہ حضور ہے۔ جلوت و خلوت، حضور و غیب اور مرور و ثبات میں لف و نشر ہے۔ علامہ نے زندگی کی ایک کیفیت کو ثبات (تلقن) اور دوسری کیفیت کو مرور (تلون) کہا۔ مجازاً اسے اظہارات الہیہ کہا اور بات ہے اور وجودی تصور (تہذیب ستم) کے زیر اثر اسے حقیقتاً ذات مطلق سمجھ لینا اور بات۔ بیرونی سر و بیفت سلیم نشانی اسی ثانی الذکر دلائل میں پیوستہ ہونے کے باعث نکر اقبال سے الفاظ نہیں کر سکے ۲۸۰

شعر نمبر ۱۲۹ (۲۶) حیات، خودی مطلق کی صفات ذاتی میں سے ایک بنیادی صفت ہے۔ اسی لئے علامہ مظاہر حیات کو خودی کے آثار سمجھتے ہیں وہ اسرار خودی میں لکھتے ہیں۔

ہر چہ می بینی ز اسرار خودی ست
آشکارا عالم پندار سکر
غیر او پیدا ست از انبات او
اندکے آشفت و صرا آفرید
در ہم بیوستگی کیسا رشد ۲۸۱

یہی بات علامہ نے زندگی کے باب میں زیر نظر شعر میں جلوت و خلوت کے حوالے سے "گی لارزد" اور "جمع سازد" کہہ کر بیان کی ہے۔ اسرار خودی میں خود شناسی و آشفتگی کا متبادل "گی لارزد" لکھا ہے اور آشفتگی سے بنیاد اور ہم بیوستگی سے ہے "جمع سازد"۔ یہ شیوہ لئے زندگی ہیں۔ علامہ جسے شیوہ لئے زندگی کہتے ہیں اسے "ذات حق" لکھتے ہیں حالانکہ علامہ کا موضوع نہ صرف ہے نہ تصورات وہ عمرانی زندگی پر غور کرتے ہیں چشتی صاب اسے "ذات حق" لکھتے ہیں جسے اقبال نے غیب سے تعبیر کیا ہے بحیرہ تقدیر ہے۔ بنیاد چشتی لکھتے ہیں "یعنی ذات حق اپنے بطون کے اعتبار سے جسے اقبال نے غیب سے تعبیر کیا ہے اس کا مختلف لیکن اپنے ظہور سے اعتبار سے جسے اقبال نے حضور سے تعبیر کیا ہے اس کا مختلف (باران، قطرہ، صدف، گہر) اختیار کر لیتی ہے" ۲۸۲

۲۸۹ مشنوی سنوی دفتر چہام ایضاً ص ۳۴۵ ۲۸۰ لفظوں شرح جاوید نامہ صفات ص ۳۲۱ تا ۳۲۴

۲۸۱ کجیات اقبال ماری ص ۱۲، ص ۱۳، ص ۱۴ (اسرار خودی: در بیان بہن کہ اصل نظام عالم از خودی است)

۲۸۲ شرح جاوید نامہ ص ۳۲۲

اس طرح حیات و ذات حق بنانے کے بعد "می گدازد" کے ذیل میں "ذات حق" سے متعلق دو جوری سو فیاد کے
 ۱۔ "شیعہ کی مثال" سامنے رکھ کر شیخ احمد سرہندی مجدد ملت ثانیؒ کی زبانی [جنہی علامہ ہندس سرایت
 کا نگینا آیتھے ہیں] التزام دیتے ہیں کہ "اس قسم کے خیالات رکھنے والوں نے درالحاد و زندقہ کھول دیا" ۲۸۳
 لیکن آگے چل کر پھر لکھتے ہیں

"جلوت سے یہ مائیات مراد ہے اور سوفیہ کے عقیدہ کے مطابق یہ مائیات
 پر تو اسما و صفات ہے۔ اور اقبال نے اس مصرع [کہ جلوت می گدازد خویش را ناقل]
 میں اُن ہی کے مسلک کی ترغیبی کی ہے۔ یعنی عقیدہ کے لحاظ سے اقبال بھی وجہی حضرات کے
 متبع ہیں" ۲۸۵

سلام نہیں جیتی تباہ وجہی سو فیاد کے غالی معتقد بھی ہیں اور اقبال کو "می گدازد" کے حوالے سے وجہی
 حضرات کا متبع بھی ثابت کرتے ہیں پھر انہیں درالحاد و زندقہ کھولنے کا باواسطہ الزام دینے میں
 اتنے دلیر کیوں ہیں؟ کج خامہ انگشت ہندواں ہے اسے کیا لکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ سیکرہستی کو آثار خوری نام دیتے ہیں اور ہر سیکرہستی کو
 خودی کو "قوت فاعل دے تاپ مل" ثابت کرتے ہوئے شیعہ کو بھی خودی کا ایک مظہر لکھتے
 ہیں اور اس سیکرہستی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ

شیعہ ہم خود را بخود زنجیر کرد خویش را از زورہ کتمیر کرد
 خود گدازی ہمیشہ کرد از خود میرد ہم چو اشک آخر ز چشم خود چکید ۲۸۶

یہاں وہی عقل مادرشمن ہی شیعہ سے ذات مطلق مراد لے سکتا ہے۔ زیر نظر شعر میں تو مسئلہ خودی کا
 بھی نہیں ہے کھلے لفظوں میں "شیوہ دئے زندگی" زیر بحث ہے جو اللہ کی ایک نعمت ہے۔
 لہذا "می گدازد" کا مرجع زندگی ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ۔

شعر نمبر ۱۵۰۔ زندگی کی جلوت [آفاق] نور صفات سے روشن ہے اور خلوت [انفس] نور ذات
 سے۔ ذات مطلق کی تخلیقی فعلیت انفس و آفاق ہی میں ظاہر ہو رہی ہے۔ یہی غیب و مہرور
 ہے اور یہی ثبات و سرور۔

شعر نمبر ۱۵۱۔ عقل زندگی کو فطرت کے کائناتی مظاہر کی طرف رغبت دلاتی ہے اس لئے کہ عقل مادّی حواس
 ہی کی اسیر ہے۔ اور عشق [استغراق فی الامر] زندگی کو نفس کی معرفت کی طرف راغب
 کرتا ہے اس لئے کہ عشق نام ہی اولیٰ کے جزو فطرت کرنے کا ہے۔ پہلے عقل کی حقیقت معلوم
 کرنا ضروری ہے۔

(۲۷) عقل: عقل اور عشق کی بحث فلسفہ خوری میں بنیادی بنیشت رکھتی ہے۔ علامہ نے تعریفی میں "اعلیٰ علیٰ"
 کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ جس کا نتیجہ تسخیر فطرت اور ثمرہ نیابت الہی ہے ۲۸۷

۲۸۳ شرح جادید نامہ ص ۲۱۶ ۲۸۵ ایضاً ۲۸۶

۲۸۷ کلیات اقبال ماری ص ۱۱۱ [اور از خوری: در بیان این کہ نظام عالم از خوری است ...]

۲۸۹ ایضاً ص ۱۱۱ [اور از خوری: در بیان این کہ تربیت خوری را نہ ماحل است ...]

یہ بات کسی وحدت کی محتاج نہیں کہ الحاکم الہی، الحکام الہی (تقدیر و ہدایت) کی کماحقہ تفصیل کا نام ہے۔
 حکام الہی کی دو اقسام ہیں ایک وہ امرات جو ہر شے کا تخلیق کے مرحلہ ہی میں اُس کی فطرت اور طبیعت کا جزو
 بنادیا گیا۔ اسی ہدایت فطرت سے ہر شے کا تشفیق نام ہے اس لئے کہ دنیا کی ہر شے چاروں اچار بلاچوں میں چلا اس
 ہدایت فطرت کی مطیع و فرمان بردار ہے۔ وَلَوْ اَشْتَقَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا ۲۸۸

اَشْتَقَمَ تشفیق کا ہے اس سے بڑھ کر نیکی
 کا کوئی تصور نہیں۔ مثلاً اُس نقالی نے ٹیڈی بھون کو مرحلہ تخلیق میں پہلے کا حکم دیا۔ جب تک نظام کائنات قائم
 ہے ٹیڈی بھون اس آمر (تقدیر و ہدایت) سے انحراف نہیں کر سکتی۔ یہی اثر اُس کی پہچان بھی ہے یعنی
 اسی آمر (جلد) میں کمال استغراق سے اُس کا تشفیق حکم ہے۔ آگے میں سے کہا جلتے ہیں مرد رہے وہ ایسا
 بکا کر رہی ہے۔ اور اسی سے اُس کا تشفیق قائم ہے۔ یہ تقدیر (تقدیر و ہدایت) طبیعت میں اشیاء کی خاصیت کہلاتی ہے۔
 ٹیڈی بھون کو کون سی قوت دیا جلتی دیکھتے ہی بھڑک اٹھتا تھا کہ اسے اور آگے نہ
 گزرنے کی قوت دیا جلتی کو جلائے رکھنے میں مدد ہر کسائی ہے؟۔ جواب ہے پہلے ایک اور مثال دیکھتے ہیں
 پانی (اجتماع قوت) کی اب تک سلام شدہ اجتماعی تقدیر (خاصیت) سطح ہموار رکھتا ہے۔
 پانی کی سطح ہموار ہوتی ہو سکون دیتا ہے۔ سطح ناہموار ہو جائے تو آبدار ہائی میچ جاتی، طوفان و طغیان کا
 سماں برپا ہوتا ہے نہ خود سرنگرانے سے بچتا ہے نہ آگے آنے والوں کو بچاتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے طبعی تعاقب
 [سطح ہموار رکھنا] کے اتباع ہلکا کا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر وہ کونسی قوت ہے جو پانی کو تہائی
 ہے کہ تیری سطح ہموار ہے رک جا۔ اور تیری سطح ناہموار ہو گئی ہے دوڑ۔؟۔ ان سوالوں کا
 ایک ہی جواب ہے وہ قوت ہے "مادی شعور" جو جمادات سے حیوانات (بشمول انسان) تک
 کار فرما اور جار کا وسار کا ہے ہر شے کی تقدیر (خاصیت) جو اُس کا تشفیق بھی اُبھارتی ہے اور اسی
 سے اُس کا شعور بھی پھوٹتا ہے۔

یہ مادی شعور جمادات میں عقل جاری، نباتات میں عقل نباتی اور حیوانات میں عقل حیوانی
 کہلاتا ہے۔ حکماء نے انسان کی اس مادی حیوانی عقل کے کئی نام لگائے ہیں جو دراصل اس حیوانی
 عقل کے مترادف ہیں۔ اس لئے کہ انسان عام صغیر ہے اس کے اندر جاری قوانین، کیمیائی اصول اور
 غذا اور نشوونما کے بہت سے نباتی قوانین کا بھی عمل دخل ہے۔ ۲۹۱ اس سے ساتھ اسے قوت گویائی
 اور "ارادی عمل" کی صلاحیت سے بھی نوازا گیا ہے، اور یہی چیز انسانی عقل کو "عام حیوانی عقل" سے
 ممتاز کرتی ہے۔

جن طرح جمادات و نباتات کی تقدیرات (مقود زنگی) خواص کہلاتی ہیں۔ اسی طرح درج ذیل
 میں کار فرما یہ جاری قوانین بصورت خواص ظاہر ہوتے ہیں اور نفسیات انہیں ضعیفی تعاقب نام
 دیتی ہے۔ اگر عقل انسانی بھی دیگر حیوانات کی طرح طبعی تقاضوں (تقدیر مادی) کی تابع ہلکا ہے

۲۸۸ آل عمران: ۸۳ ۲۸۹ اس لئے کہ نقطہ (فرد) تو اپنی سطح قبول رکھتا ہے۔
 ۲۹۰ گویا ہر سکون ماضی زنگی کا فطری اصول اجتماعی مضابطہ (آئین) کی مکمل پابندی اور اجتماعی مقصد کے حصول کی
 سے ممکن ہے۔ انسانی مضابطہ ٹوٹتے رہنے سے نہیں۔
 ۲۹۱ تفصیل کے لئے حکمت ربی ص ۳۲ زائد خلیفہ بعد الیم: اور ان تعاقبات اسلامیہ لایموت یعنی روح مدفعیہ ص ۱۹۶۹

تو اس کا وہ امتیاز کہیں باقی رہتا ہے جو اسے لفظ و اندیشہ اور عقل و ارادہ کی بدولت حاصل ہے ؟ لازم تھا کہ انسانی عقل حیوانی سطح سے بلند ہو انسانی عقل بلاشبہ انسانی خواہشات اور جذبات کی شیرازہ بند ہے لیکن اس کی یہ قوت جامع بھی تو اس میں خواہشات اور جسمی تقاضوں سے چھوٹی ہے

زندگی سرمایہ دارانہ آرزوست عقل از زائیدگان لبطن اوست ۲۹۲

یعنی وہی تعصب ہے وہی حصول مقصد کے لئے مرکب ارادہ و عقل - اس طرح عقل اسباب و علل کے دائرے میں جلیبی ہے معلوم ہے اس حقیقت کو عقل راز جلد میں اس طرح واضح کیا ہے

فریغ دانش ما از قیاس آت قیاس ما ز نقدہ بر حواس است

بر جس دیگر شوق عالم گرشد سکون و سیر و پیش قدم گر شد ۲۹۳

اگر محسوسات و مفعولات کے علم کی ناپائیداری کا یہ عالم ہے کہ آنکھ پر فغان زدن ہونے کے باعث زبرد رکھے اور زبان بوجہ بیماری سیٹھ کو پھیکا بنائے تو عقل انکار نہ کر سکے اور کسی عضو پر عالم و فیزہ کا اثر ہو تو سرد اور گرم کا تمیز جاتی رہے تو ایسے علم اور ذرا لے علم پر کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے ؟ اور ان معلومین کی متعلم عقل "بے چاری" کا کیا اعتبار ؟

اس میں بھی شک نہیں کہ یہ عقل بھی انسان کی جسمانی زندگی میں لازمی رہا ہو ہے - مادی عالم کی بہت کچھ کمالات کا کام یہی عقل کرتی ہے لیکن یہ عقل پائیدار ہونے کے باعث حقیقت عالم کو نہیں پاسکتی - زیر بحث اشعار نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۴ - [۵ عقل ہم خود را بوی عالم زند تمام لیکن اور اجزائے روانہ حقیقت کا بھی مفہوم تو ہے -

کیا جاسکتا ہے کہ عقل انسانی لفظ و اندیشہ اور ارادہ و عقل کی صلاحیتوں کی بدولت کامیابیت سے کچھ سیکھتی اور اس پر اثر انداز بھی ہوتی ہے اس لئے دیگر حیوانوں اور انسانی عقل کے درمیان بہترین حد واصل قائم ہو جاتی ہے - یقیناً ایسا ہی ہے معلوم آتی ہے اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن اس پر متنازعہ صرف ہوتا اس کا اندازہ بھی ممکن نہیں عقل آت علی الانسان حیث من الذکر ثم یکن مثیلاً مذکور ۱۹۲

زیر بحث اشعار نمبر ۱۵۵ تا ۱۵۷ [۵ پس ز تر پس راہ چون کورت رود تا ۵ من ندانم کے شروع کاوش تمام]

میں معلوم یہی کچھ کہتے ہیں اور ذوق کے مطابق ہے کہ انسان پر ان گنت سدیاں گز گزیش وہ قابل ذکر نہیں سکا پس کسی ایسے مسلم کی ضرورت تھی جو کثافت و مکر و انتخاب کا باعث بنے - دیگر مادی علم کی طرح اسی علم کے لئے بھی کسی کامل العقل اور محنت کار کی بہر حال ضرورت تھی - بنول خلیفہ مہدی الیم

"انسان کی عقلی ترقی دلوں سے شروع ہوئی جہاں اس نے محسوسات کو محض اضافات اور اشتادات سمجھ کر فطرت کے قوانین ثابتہ کی جستجو کی - جو اس میں تو تغیر ہی تغیر ہے کچھ کچھ کچھ - ایک کے لئے اور اور اور دوسرے کے لئے اور - لیکن فطرت کے مظاہر میں کچھ ثابت بھی ہے فطرت کی اس غیر اضافی اور مستقل مطلقیت

کو تلاش کرنا ہے جس میں ہمہ ہمہ تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ وہ حقیقت قائم ہے جس پر فطرت و طبیعت سائنس قیام ہے وہ محسوسات کی بے اعتباری سے مفعولات اور قوانین کی طرف بڑھتا کا نام ہے لیکن حرکت کا قانون خود غیر متحرک ہے - حرکت کا قانون ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں کرتا - موت کے اس پہلو میں حکمت طبعی اور حکمت ملکوتی کے دائرے ملتے ہوئے ہیں - لا تبدل فی خلقی اللہ کا الحق النفس و آفاق دونوں پر ہوتا ہے ۲۹۵

۲۹۲ حکایت اقبال فارسی ص ۱۶ (اسرار خوری : در بیان ابن کہ حیات خوری از تخلیق و ترویج است)

۲۹۳ الدھر : ۱

۲۹۴ حکایت اقبال فارسی ص ۱۶ (گلشن راز جلد ۱۰ باب سوال نمبر ۵)

۲۹۵ حکمت رومی ص ۵۷ (زائر خلیفہ مہدی الیم (محقق) -

دیر زود و نرود و دور را
یا بگرد او طواف می کند
دل سیرخ السیر خون مایه بود
گور را نا دیده رفتن از جہاں
تو تش از سختی اعصاب نیست
عشق در اندام ماہ چکاند
شکر فروں ب حرب شکست
ہم درون خانہ ہم بیرون در
کار کو از دین و دانش برتر است
پردہ سالم عشق را زیر جگس
لا مکان و زیر و بالائے ازو

می نداند عشق سال و ماہ را
مقل در کوہے شکاف می کند
کوہ پیش عشق چون مایه بود
عشق شبنم زدن بر لامکان
زور عشق از باد و خاک و آب نیست
عشق بانان جوں خیر کشادہ
کلمہ مزور ب ضرب شکست
عشق در جہاں چون نجم اندر نظر
عشق ہم خاکسترو ہم انگار است
عشق سلطان است و وزیر نہیں
لا زمان و دوش و فردا ازو

۱۵۱

۱۴۵

۱۴۹ - چون خودی را از خدا طالب شود
جسد سالم مرکب او را کب شود

خواشی و تعلیقات :

(۲۸) عشق :
تالیف نیرے اسکے تخلص میں غزلیں تھیں تمام کائنات کے مظاہر اپنی اپنی فطرت
[تقدیر و ہدایت] کے بلکہ چون دھڑا مطیع و فرمان بردار ہیں۔ ہر جاندار اپنے حوس
سے ملنے والی معلومات کو بصیرت قبول کرتا ہے۔ اسی کا نام "عشق" ہے۔
جسم انسانی جن عناصر پر مشتمل ہے ان عناصر کے خواص طبعی، جسمانی میں،
فردی نشات اور آرزوؤں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی طبعی تقاضے ہیں خواہشات اور آرزوئیں انسانی
زندگی کا سرمایہ ہیں۔ علم و انشائیہ اسے "قوت خاموش" سے تعبیر کیا ہے جو اسباب عمل کی پابندی سے سبب
بے تاب عمل ہے۔ وہی قوت ہر زندگی، وہی مرکب ارادہ و عمل، اسی سے ہر جاندار کی زندگی اور انفرادی شخص یا
خودی قائم و محکم ہے۔ قوت خاموش و بے تاب عمل از عمل پابند اسباب عمل [تعلیقات مسائل نماری ص ۱۱]
میل انسانی بھی دیگر جانداروں کی طرح ان انسانی فیوضات، میلانات، آرزوؤں، طبعی تقاضوں یا

علم بالواس کی مستعمل ہے۔ کیا انگلی پائی کو گرم ہے تو عقل انسانی اس کے خلاف سمجھ سکتی ہے؟ — یہ برزخ
انحراف نہ کرنا اور میں وعین ہر حکم کو قبول کرنا عشق ہے۔ حافظ شیرازی

ماشقی حیثیت (بگو بندہ جانناں بوردن دل بدست دگرے دادن و حیراں بوردن
حافظ شیرازی ہیں یا اور نوٹی عشق کے معاملے میں اقبال "نیراں بوردن" سے متفق نہیں، اقبال کا بندہ جانناں
وہ صاحب عشق ہے، نو کا مل شعور "حکم علم" کا مالک اور عناصر کا حکمران ہے اقبال کا بندہ جانناں
اپنی آرزوؤں میلانات، طبعی تقاضوں، پیر کاظم ہے۔ اُس کا نفس راکب نہیں مرکب ہے۔ وہ
سرور اور نہ زلف آستانہ ربانی کا سطح و فہان برادر ہے۔

تقدیر ہے پابند بہارات و نباتات مؤمن فقط احکام الہی کا ہے پابند ۲۹۵

یہ بندہ جانناں مومن ہے۔ اس کا ایمان یقین کامل پر مبنی ہے۔ اور یہی ایمان یقین عشق
ہے۔ یہی عشق حقیقی اسلامی ہے خودی ہے، کردہ خواہشات کا تکمیل، خواہشات کے تحت ہیں، رہنے جانناں کے تحت ہے۔
"حقیقی اسلامی ہے خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات و تخیلات
کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے، اس طرح پیر کہ اس پابند کے نتائج
سے انسان بالکل لاپرواہ ہو جائے اور محض رضا و تسلیم کو اپنا شعار بنائے یہی
اسلامی تصرف کے نزدیک "فنا" ہے" ۲۹۶

جب "عقل" حواس کے فراہم کردہ معلومات و محسوسات اور نفس کے جاری کردہ احکامات (بہر
خواہشات اور آرزو) کو میں وعین قبول کرتی ہے تو وہ بھی "عشق" ہے مگر اس میں
عقل ایک تابع پہل آ رہ جاتی ہے، حیر و شر کی تمیز سے باری بالکل آگاہ ہیں اور ٹیڈر ربح و فزہ کی طرح "بے پادہ"
مثل ہم عشق است و از ذوق نگہ بیگانه نیست لیکن این بیچارہ را آن خراب زبانه نیست ۲۹۷

عالم انسانی میں "یہ علم بالواس کی پابند عقل" عقل حیوانی سے آگے نہیں بڑھ پائی۔ حیوانات میں
اسی عقل حیوانی کی کارکردگی پابند تقیرات ہونے کے باعث اسلام ہے۔ لیکن عالم انسانی
میں یہ طاعت کی بندگی۔ از آیت من اتخذ الحق حواء ۱۹۸ تو نے اسے دیکھا ہے جس نے
اپنی خواہشات کو رالہ (حالم اعلیٰ) بنا رکھا ہے۔ یہ تابع تقدیر و کافر ہے تو اس لئے کہ اُس نے اللہ
کی نصرت سے منہ موڑا ہوا ہے ورنہ وہ بھی اللہ کی بندگی سے تو باہر نہیں یہ خواہشات، یہ آرزوئیں
یہ تمام آلات عقل کس کے عطا کردہ ہیں؟ ان ہر بلا و بون و چرا عمل بھی تو اسی عقل کی بندگی ہے
اسی لئے تو فرمایا گیا وَلَوْ اَسْتَلَمْتُمْ مِنْ فِی السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، عداۃ نے اس کا ترجمہ کیا

ص ۱۰ کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان
تو میرے اس "تابع تقدیر مسلمان" کی حیوانی زندگی [اُولَئِكَ مَكَالًا لِّعَامِلٍ لِّیْ هُمْ أَصْلٌ] سے نکلنے کی
سبیل کیا ہے؟ — ایسے "علم" کی ضرورت جس پر حواس و معقولات اور طبعی تقاضوں یعنی مادی عناصر
کا تقدیرات کی ہر فہمیں تک نہ پڑی ہوں لیکن وہ عناصر کو اپنے تصرف میں لانے کی قدرت سے بھی، پہلے در پہلے
اور ہر اہم فطرت [خواہشات اور طبعی تقاضوں] کی تکمیل کی نعمت بھی ہو۔ وہ علم، علم بالوحی ہے۔

صاحب الہی علیہ السلام کی پہلی نسبت ہی یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرض اس میں جب کہا گیا: **إِقْرَأْ** تو جواب تھا: **مَا أَنَا بِقَارِئٍ** میں تو خود سے نہیں پڑھتا۔ جب **إِقْرَأْ** باہم دیکھنے والی خلق تو پھر ہوتے ہیں رکاوٹ نہ تھی۔ **أَقْدَلِي آتَى** وہاں پہنچے **مِنْ الثَّغْوَانِ** وہاں تھوڑا سا **وَقِي** تو چھلے ۲۹۷
وہ اپنی خواہش سے نہیں ہوتا صرف وہاں کے دھاریں ہوتا ہے۔۔۔ **هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِّنْ ذُرِّيَّتِهِ**۔۔۔ **إِنَّا نَحْنُ ذُرِّيَّتُهُ** ۲۹۸ **مَعْلَمَ الْإِنْسَانِ مَا لَمْ يَعْلَمْ** ۲۹۸
یہں تاہل ذکر شے بننے کے لئے دور دیگر حیوانات سے ممتاز کرتے ہیں غرض انسان کو اس کی تقدیر و ہدای۔
اس بزرگ وقت کہنا شروع ہے۔۔۔ یہ عالم، حواس سے ماوراء خواہشات نفس کے جبر سے آزاد ہے۔ علم بالحواس
کی افادت۔۔۔ متلی ہر برکت۔ یہ عقل نامہ علم ہے۔ علم بالحواس کی افادت ارادہ ہے اس لئے عقل، حواس کے
جبر سے آزاد ہو جائے۔ یہ عقل مسلمان ہے۔

جس طرح حواس و خواہشات بنز و فطرت ہیں اور طبیعت کا حصہ ہیں اور اس سے بال برابر بھی عقل انحراف نہیں کر
سکتی۔ اس ابتداء میں کو عشق کہتے ہیں کہ عقل ہم عشق است و از روق نظریگانہ نیست۔ اگر علم بالحواس ہی ای
طرح بنز و فطرت اور طبیعت کا حصہ بن جائے تو عقل حواس سے آزاد ہو جائے اور علم بالحواس (احکام ربانی) کا مطیع
و فرمان بردار ہو جائے گی۔ عقل اب بھی عقل ہی رہے گی لیکن نفس کی بجائے اللہ کی مطیع ہوگی۔ یہ عشق
ہے مسلمہ اقبال جس کے ویل ہیں۔ یعنی وہ عقل جو حواس کے بجائے احکام کی بلاچون و چرا مطیع ہو۔ یہ ہے
ضبط نفس بذریعہ اوقات الہی۔ یہ عقل دشمنی نہیں۔ خرد و فوزی ہے۔ خرد کو عناصر کی حکمرانی سے نکال کر
عناصر پر حکمران بنانا ہے۔ یہ عقل رب "برائی" اور بھلائی میں امتیاز کے لائق ہے کہ الدین، الرشاد اور الفتی میں
تشبیہ کا آلہ ہے۔ جو عقل برائی سے نہیں روکتی وہ عقل ہے ہی نہیں ۲۹۹ یہ تو ماری شعور ہے
جو نباتات و حیوانات سمجھتی و سمیٹتی ہے۔ **عقل، عقال** سے مشتق ہے: رستی۔ **عقال البعیر**: اونٹ کی رستی
اور رستی کسی خرابی، برائی، شر سے روکنے کا آلہ ہے۔ علامہ عقل کو صفت عقال سے متصف عقل دیکھتا
جانتے ہیں۔

کمال: زید کو بھوک نہاری ہے۔ راستے میں سیبوں کا باغ ہے۔ زید کا نفس فی الفور سیبوں کے پٹیر
پر جم پڑے اور سیب انار کر کھانے کا حکم دیا ہے۔ اگر زید جھپٹ پڑے تو اس میں اور دیگر حیوانات میں کوئی فرق
نہیں رہے گا۔ زید حکم الہی [حلال و حرام میں تمیز] سے محنت ایسا نہیں کرتا بلکہ باغ کا دروازہ تلاش کرتا ہے
مالک، باغبان یا چوکدار کو دعوں پر آجے ملنے پر اجازت سے خرید کر یا بغیر خرید کر سیب کھاتا ہے۔ پہلی صورت میں
زید کا نفس راکب [حکمران] تھا۔ دوسری صورت میں زید نفس مارا کب ہے اور، حکمران، المر حقیقی۔ نفس کا تعاضل
پر دوسری صورت میں پورا پورا کین مکرر صورت میں نفس سرکش نہ رہا مطیع ہو گیا۔ اقبال سے عشق مایہ حاصل ہے۔

۲۹۸ العلق : ۵

۲۹۷ الذہر : ۱

۲۹۶ البیہ : ۳

۲۹۹ حادث اسلامیین ص ۲۵۸ علامہ البلاغی الدمشقی اردو ترجمہ مودتہ محمد حنیف۔ نوری (قول مودتہ عبداللہ البیہانی)

اور وہ ثقافت و تہذیب کے لئے ہر بار اولیٰ جہت سے ۱۹۷۷ء

(۶۹) **مَوْلَا تَبِل بِن مَوْلَا :** کتب صوفیانہ مسلک کی شرح مرتب ہوئے علامہ لکھنوی

”زندگی عبارت ہے از ماضی و مقاصد کی تسکین، ان کی پے درپے تبدیلی اور کارفرمائی سے۔۔۔۔۔ جو جن زندگی کا عمل بڑھتا اور پھیلتا ہے، اُسی اعتبار سے نئے نئے مقاصد وضع ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ہماری تکوین کی صورت ہی یہ ہے کہ ہم وہ کچھ نہ رہیں جو ہیں۔ زندگی کا راستہ گویا موت درموت سے گزرتا ہے مگر اس راستے کا تسلسل بے قاعده نہیں اس میں ایک نظم ہے“ ۳۰۶

مولانا رومؒ نے بھی زندگی کے ارتقاء کی یہی نوعیت بیان کی ہے

از جهادی مُردم و نای شدم و ز نایا مُردم بمیوان سر زدم

تا آئندہ "آنجنہ اندر دیم ناپید آں شوم" ع ۳۰۷ خود رحم مادر میں پانی کے قطرے کا گوشت کا ٹھنڈا بننا اس میں ہڈیوں کا پیرا ہرنا، چڑا آنا۔ رحم مادر سے باہر آنے کے بعد بچپن جوانی بڑھاپا "موت" "جو" خدی "کا پہلا امتحان ہے تاکہ وہ دیکھ سکے اُسے اپنے اعمال و افعال کی شیرازہ بندی میں کس ہمدرد کا میاں ہوئی ہے ع ۳۰۸ "گور را نادیدہ رفتن از چہاں" دراصل مادے کے اثرات سے نجات اور مادی عناصر پر اسی تصرف سے عبارت ہے۔ یہی اسلامی فہمی اور استفادہ فہمی ہے۔ اس کا صوفیانہ تصور فنا سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اسے اسی تصور فنا کی بدیر تفسیر و تعبیر کہنا چاہیے۔ (۳۰) تبلیغ ہے۔ اور غزوة خیبر کے دوران میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۷ تقوں در خیبر اکھڑنے

کے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ - **جیسبر :-** مدینے سے کوئی دو سو میل کے ماضی پر شمال میں یہودیوں کی ایک اہم بستی تھی جہاں ان کے بہت مضبوط قلعے تھے۔ آخر یہ بستی مسلمانوں کے خلاف سازش کا مرکز بن گئی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مداخلت کرنا پڑی غزوہ خیبر کچھ عرصے میں یہودی مار گئے قلعہ حمص کا سردار حرب بن ابی سفیان (ذوالفقار) کا لشکار ہوا صرف ۱۵ مسلمان شہید ہوئے ۳۰۹

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا ابی طالب کے فرزند تھے، عمر میں رسول اکرم ۲ سے قریباً تیس سال چھوٹے تھے۔ آپ نے نبی اکرم ۴ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور کم سنی ہی میں نور اسلام سے مشرف ہوئے۔ بڑے بہادر اور شجاع تھے کیوں نہ ہوتے دربار رسالت سے رسول اللہ کا خطاب پایا تھا۔ علمی فضیلت اسی واقع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضاکم علیّ ثم بنی تمیم بنی عبد مناف والی علی بن ابی طالب۔

ناخ جیسبر القاب تھے۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ المسکین

۳۰۶. تکیلی جود الیهیات اسلامیہ علومہ انبال۔ اردو ترجمہ سید نذیر نیازی ص ۸۵ (ظہیر دوم)

۳۱۴ مثنوی معنوی، مولانا روم جلد چہارم ص ۳۲۴
۳۱۵ تہذیب عربیہ الف ص ۱۸۰ (چرمخاطب)
۳۱۶

٣٠٩ تلمیحات ابنال سید عبد علی عابد الرضا ٢٩٥

تتمت بحمد الله تعالى في شهر ربيع الأول سنة ١٩٤٤

منتخب ہوئے۔ چار سال نو ماہ لہر کچھ دن کے عرصہ میں غیر مسلم ریشہ داروں نے آپ کو مناقشات و سازما
 بن اچھائے رکھا۔ خوارزم کے خلاف فیم جنگ نہروان پر منتج ہوئی اور آپ کا راجی عبد الرحمن ابن ملجم نے
 ۶۶۱ء میں شہید کر دیا۔ — مکتبہ کی شاخوں میں عیوری، راری اور حسین ابن علی رحمہ اللہ کے حوالے سے شعبہ
 کر بلا دور "خز" خوری کے استعارے اور علامات بن کر آئے۔ یہ علامتہ ی علی رحمہ اللہ سے عقیدت کا
 یقین ثبوت ہے۔ مثنوی اسرار خودی میں "زر شرع اسرار سہائے علی الرحمہ" کا عنوان بالذہنا دلیل مزید
 کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسلم آدل شہ مرداں علیؑ عشق را سرمایہ ایماں علیؑ
 مُرسَل حق کر نامش بوتراب حق بواللہ خواند در ام اللاب
 بکرہ دانائے رموز زنگی ست ستر اسمائے علیؑ دانند کہ چہیت
 رلفی کر تیغ اوجی رشن است بو شراب از فتح اقلیم تن است ||
 زاب او دروازہ شہر معلوم زیر فرش حجاز دجین و روم

خاک گشتن مذہب پر دانگی ست
 خاک را اب شوکر این مردانگی ست ۳۱۱

③۱ معجزہ شوقِ القرب: عشق در اندام مہ چاکے نہاد — نبوت کے نوویں سال میں مکہ
 نے حضورؐ سے نبوت کا ثبوت، بلور معجزہ مانگا۔ حضورؐ نے انہیں چاند کا دو ٹکڑے کرنا دکھایا۔ حضرت
 انس بن مالک رحمہ اللہ کی روایت صحیحین میں اس طرح نقل ہوئی ہے: رَأَيْتُ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَن يَرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الشَّقَاقَ الْقَرْمَشَقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْهُمَا بَيْنَهُمَا عِلَّةٌ
 ترجمہ: اہل مکہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی برائت ان دکھایا جائے۔ بنی نے
 انہیں بیان کا پھٹنا دکھایا اُس کے دو ٹکڑے تھے تو وہ دُرا اُن دونوں کے درمیان تھا — حدیث کے
 دوسرے راوی حفصہ بن عبد اللہ ابن مسعود، حضرت علی ابن ابی طالب رحمہ اللہ، جابر بن مطعم نوفلی، انس بن مالک رحمہ
 مژور، عبد اللہ ابن عباسؓ اور عبد اللہ ابن عمر فاروقؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔
 قرآن مجید کی آیت کریمہ اقْتَرَبَتِ الشَّاعَةُ وَالشَّقَقُ الْقَرْمَشَقَّتَيْنِ ۳۱۳۔ وقت آیا اور چاند بھٹ
 گیا۔ اسی واقعہ کا بیان ہے۔ الشَّقَاقِ قَرْمَشَقَّتَيْنِ پر شبہ کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اقتراب
 اور الشَّقَقُ ماضی کے صیغہ ہیں۔ اس لئے اس خبر کا تعلق مستقبل (قیامت) سے نہیں ہوتا
 ہے۔ ۳۱۹

③۲ کلمہ مخدومے ضرب شملت: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابراہیم الخلیل
 مخدوم کے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مخدوم نے حضرت ابراہیمؑ کو بتوں کی اہانت اور توڑ پھوڑ
 کی سزا کے طور پر آگ میں ڈال دیا لیکن حضرت ابراہیمؑ کوئی دن اس آگ میں رہنے کے بعد زندہ
 سلامت نکلے اور زندہ بھر اس آگ کے دونوں کو یاد کرتے مَا أَشَقُّ الدَّيَامُ فِي النَّارِ کیا نہ کے دن کے
 آگ میں۔ مخدوم اپنی شانہ قوت کے ساتھ شرمندہ و ناکام رہا اور آپؑ کو آگ کے چھوڑنے کے بعد
 تڑپ تڑپ کر سراپا ہے خط کوڈ ہڑا ایش مخدوم میں عشق "لہر ہشتہ خارش دیدہ روح را

ہوں۔ یا معلوم اقبال است کی بستی اسی ذاتِ دُقیلہ، رُنگِ لعل، ملکِ وطن اور مذہبی فزیرِ وارث
 میں دیکھتے ہیں۔ اسی لئے کسی ایسے "لے" کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو زمان و مکان پر سوار کر کے
 اس زُتار (نیرنگِ دل) سے گھولنا بی بخش دے۔ ورنہ چھتر [غوک: مینڈک] کی طرح کیڑا میں پھنسے
 ہوئے رہنا۔ نثرانا۔ کسی کام کا۔

۱۴۶۔ تیز تر کن این دوشیم و این دو گوشِ حیرتِ بیتی، نیوش از راہِ ہوش
 "آن کسے کو بانگِ حوراں لبشود ہم ز دوراں ستر دوراں لبشود"
 آن نگاہِ پردہ سوز از من بگیر کو بچشم اندر نمی گردد اسیر

"آدمی دیدار است باقی پوست است"

دیدار آن باشد کہ دید دوست است

[مثنوی معنوی دفتر اول ۱۶۶]

جملہ تن را در گرداز اندر بصر

[مثنوی معنوی دفتر ششم ۹۳]

در نظر رو، در نظر رو، در نظر

خواشی و تعلیقات: شوخی ۱۴۶
 جیسا کہ عقل و عشق کے تحت عنوان بیان ہوا، آئندہ، کانِ معلومات کے ذریعے
 ہیں وہ علم جسے علامہ اقبال خبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ معلومات کا علم خود
 کسی چیز کی حقیقت کلیتاً مختلف نہیں کرتا اس لئے اس میں "طن" کا عنصر رہتا ہے۔ حقیقی علم تنزلیہ نفس
 سے حاصل ہوتا ہے۔ تنزلیہ نفس اطاعتِ الہی سے مشروط ہے۔ یہ علم وہ "نور" ہے جس سے
 حقیقتِ اشیاء کا کُلّی انکشاف ہوتا ہے۔ یہی "ہوش" ہے۔ ایسی آئندہ، نگاہِ پردہ سوز
 رکھتی ہے وہ نگاہ جو آئندہ کی متاع نہیں۔ یہی "نظر" ہے۔ "بہلہ طریقہ عقل اور بصارت کا
 ہے در سر طریقہ کشف اور بصیرت کا۔ اقبال اسے عشق کہتا ہے
 پردہ بمنزلے رواں، پردہ امیر کا رواں
 عقل بحیلہ می بُرد، عشق بُرد گشاں لاشا

۔۔۔۔۔ آدمی کے جو اقبال کا مرشد روحانی ہے یہ بات کہ حقیقت کبریٰ صرف عشق و نظر کے ذریعے

دریافت ہوتی ہے یوں ادا کی ہے آدمی دیدار است باقی پوست است الخ ۳۲۵
 تعلیمات اقبال میں بھی سید عابد علی عابد نے "دید" کو عشقِ عشق لکھا ہے ۳۲۶ "دائرہ خلیفہ عبدالکرم نے بھی کلیہً روی
 میں عقل جزوی کے گفت و شنید اور نقل وقلید سے گزر کر "مقامِ دید" تک پہنچنے کا ذکر کیا ہے ۳۲۷
 یہ وہ مقام ہے جہاں جیونیتی کی آواز سنی جاسکتی ہے۔ وہی کائنات کی حقیقت خد کائنات کھلتی ہے
 جیونیتی کی آواز شاید حضرت سلیمان کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۳۲۸ حضرت سلیمان کو جو تیر فطرت حاصل
 تھی متاعِ بیان نہیں ہے۔ ہاں جبریل کا نظم پیر و مرید میں علامہ نے غایتِ آدمِ فربہ یا نظر کے جواب میں "آدمی دیدار است الخ" نقل کیا
 ہے ۳۲۹ یہی نہیں علامہ نے مثنوی گلشنِ راز مرید میں خود بھی "دید" کی توضیحات بیان کی ہیں۔

۱۱۱۱۲۵۵

۳۲۳۔ مبداء الخ سید جلال الدین افغانی۔ مرقۃ المفاتیح مقالہ "تذکرہ حال امت اسلامیہ علامہ علیہ السلام" آن۔ انتشارات حمیر۔

۳۲۵۔ خاں ۵ اقبال اور عشق۔ سید عابد علی عابد۔ مشمولہ اور نیچل کالج میگزین جشن اقبال ۳۸۶/۸۹۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور

۳۲۶۔ تعلیمات اقبال ۳۲۲۔ مکتبہ روی ۶۸ خلیفہ عبدالکرم مقالہ "عشق"

۳۲۸۔ الفل ۱۸۱، قالت ملکہ یا ایہا النبی اذ فکرت متکلماً متکلمکم..... دُششم ضاحکا۔ آید جیونیتی بولی جیونیتوں میں

عقل کا ہے کہیں سلیمان کے لشکر کے فری میں نہیں مسل نہ دیں۔ حضرت سلیمان "یہ سن رہا ہے۔"

۳۲۹۔ کہات اقبال اردو صفحہ ۲۲ [ہاں جبریل کا نظم پیر و مرید]۔

تب و تاب محبت را فنا نیست یقین و دید را نیز اشتبا نیست
کمالی زنگ دیدار ذات است دلش زستن از بندہا است
پناں با ذات حق طوت گزینی ترا او بیند اورا تو بینی
منور شود ز نور من پیرانی مثرہ برہم منہن تو خود غمانی
خود مکمل گذر اندر منورش مشو ناپید اندر بحیر نورش
لفیظ ذرہ کن آن انظر کہ تابد در حیرم آفتاب
چنان در جلوہ گاہ یاری سوز عیان نور را پناں اورا ہر افروز

کسے کو "دید" عالم را امام است
من و تو ناتمامیم او تمام است

"دوب" حسب دید ہی مرد تمام ہے در نہ گشت دست مایہ - اور صاحب دید ہونا، فنا ہنی کلمہ ہے
"ترا او بیند اورا تو بینی" جیسا کہ "ما زاغ البقر و ما طخ" سے ثابت ہے۔ وہی تو صاحب دید تھا جو اس طرح
"الان کمالی لک تمام ہر فائز ہوا کہ اگر باور رسیدی تمام بر لیبی ست۔ یعنی انبلا کمال۔ امانت تمام۔

۱۸۱ - تو ازین نہ آسمان ترسی! مبترس از فراخات جہاں ترسی! مبترس
چشم بکشا بر زمان و بر مکان این دو یک حل است از احوال جا
"تا نگاہ از جلوہ پیش افتادہ است" اختلاف دوش و فرد از ازاہ است
دانہ اندر گل بظلمت خانہ از فضا آسمان بے گانہ
ہیچ می داند کہ در جاحراخ می توان خود را نمودن شاخ شاخ!

جو سر او چیست؟ یک ذوق نیست

ہم تمام اوہست این جو سر ہم است

حواشی و تعلیقات: نظم "رہ ارضی آدم" ما استقبال کرتا ہے۔ یہی مطالب رکھتی ہے۔ یعنی ایک طرف تو
۵۱ ہے تاب نہ ہو کر کہ ہم و جا کہ ہے اور دگر طرف تعمیر جوی سے آہ رسا کا
اثر، ۵۲ ہے و اکب تقدیر جہاں تیری رضا" میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں بھی زبان و کمال کو "احوال جاں" میں
سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور "دانہ" کی مثال سے انسان کو "ذوق نمر" کی طرف رغبت دلائی ہے۔ "ذوق نمر"
حیات خوابیدہ کے بیدار ہونے کا نام ہے یہ وہ جوہر ہے جو دانے کے تمام پوشیدہ کرتا ہے۔ یہی ذوق نمر
دانے کا شخص بھی ہے اور اسے شاخ شاخ نمایاں ہونے کی صلاحیت بھی بخشتا ہے۔ اگرچہ زمین (طابت فانی) میں
دبات وقت فضائے آسمان کا کوئی علم نہیں ہوتا لیکن "ذوق نمر" اسے فضا پر چلنے کے لائق بنا دیتا ہے۔
یعنی وجود کیا ہے فقط جوہر خدائی کی نمود۔ یقین سے لے کر ۱۱۲ تا ۱۱۷ کے حواشی مدظلہ میں

۳۳۵ - تعلیقات ماری اقبال ۵۵۹ [محکم لا زدید: جواب سوال نمبر ۱۔]

۳۳۱ - تعلیقات اقبال اردو ص ۴۹ [بالجبریل: سیر و مرید۔]

عقل و عشق کے مباحث کے لئے تلفظ ہوں ۔

۱۔ فکر اقبال، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحمید باب۱ عقل پر اقبال کی نکتہ باب۱ عشق کا تصور ۳۲۲ [عشق]

۲۔ تعلیمات اقبال - سید عابد علی عابد

۳۔ اقبال اور عشق - ایف آ اورینٹل کالج میگزین جتن (سال ۱۹۷۷) نمبر -

۴۔ اقبال اور عشق و طرز [تتویم خدی بیہ تندر اور عشق کی حقیقت] - ارشد کارا کوثر مدد معیضہ خیری ذریعہ ۱۹۹۳ء شمارہ ۱۳۵

۵۔ حکمت روی - ڈاکٹر خلیفہ عبدالحمید باب۱ عشق

۱۸۷ - لے کر گولی مچھل جان است تن
مخلے نے حالے از احوال دوست
سیر جان را در زمرہ بر تن عشق
نماش خواندن فریب گفتگوست
چہیت جال؛ جزو سرور و سوز و
ذوق تسخیر سپر گرد و گرد
چہیت تن؛ بازگ و بوف و گردن است
با مقام چار سو خو گردن است
از شعور است این کر گونی نر و دور
چہیت مولج انقلاب اندر شعور
انقلاب اندر شعور از جذب و شوق
وار مانر جذب و شوق از تحت و فوق

این بدن با جان ما انبیا ز نیست

مشت خاکے مانع پرواز نیست

حواشی و تعلیقات

۱۔ اسلام کے نزدیک ذات الہی بجائے خود ایک وحدت ہے ۔ وہ مادے اور روح
کی کسی ناقابل اتحاد ثنویت کا حامل نہیں مذہب اسلام کی رو سے خدا کا ذات
کیسا اور راسیت ، روح اور مادہ ایک ہی شکل کے مختلف اجزا ہیں ۔۔۔۔ اسلام کے
مذہب مادہ روح کی اس شکل کا نام ہے جس کا اظہار قید کمالی و زمانی میں

ہوتا ہے ۳۲۲

۲۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا و الحسن سے کہ جان مرقی پس مرگ بدن سے
بہد سوزہ میں کیا باقی رہے اگر سبیزا پر اپنی سرن سے ۳۲۳

جان و تن

عقل و موت میں ہے اس میں ایک ہی الہی ہوئی روح کی جو ہے ، کاب ترہ کس جو ہے
سری مشکل مستی و شور و سرور و در و در تیری مشکل؟ ہے ہے ساغر نہ ہے ساغر ہے

ارتقا ہ خوف و ہمتی ، اختلاط جان و تن

جس طرح اھلگر قبا پوش اپنے خاکستر ہے ۳۲۴

۳۲۲ حرف اقبال ص ۲۲ شریعت (جلد ۲) ۲۹ نومبر ۱۹۹۳ء [جلد ۲] اقبال و تن و روح و جسم و مادہ و کمال

۳۲۳ کلمات اقبال ص ۲۹ (بال جبریل نظم) [اردو ترجمہ سید خیر نازی] ۳۲۴ ایف آ ص ۵۱ [عرب کلمہ] -

خود در اسلام طریق مسان است
چون آیت زمان را در یہاں است
مہ وسال دیشب و روز آفریم
زمان را در یہاں خود — ندیدم
مہ وسالت نمی از رویہ پاک جو
مخوف آتم لیشتم غولہ زن شو
خود رس از سیر بنگاہ بر حیدر

تو خود را در صغیر خود خود ریز
تن و جان را دو با شتر ملام است
تن و جان را دو تا دین حرام است
بجان پرشیدہ ریز کائنات است
عروب یعنی از غولت خدا لست
مردم خلیش را پیرایہ لست

حقیقت ریز خود را پیرایہ باقی است
کہ اورالذتہ در انکشاف است

جس طرح انکار ناکہ انکار ہی کا حصہ ہے۔ جس طرح سورج اُترنے میں تفریق ممکن نہیں اسی طرح جان و بدن میں تفریق ممکن ہے۔ اس تصور حقیقت نے نظام اجتماعی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یورپ میں انکدک کی عداوت اسی کا اثر ہے اور مشرق میں بدن کو فنا کر کے روح کو آزاد کرنے کا فلسفہ جسے ترک سلاٹن کی راہ دکھائی اسی روح و بدن کی تفریق کا شاخسانہ تھا۔ "مواج رسول" کے حوالے سے جسمانی دروہانی کے فتور بھی اسی تصور کے نتائج ہیں۔ "جدید تحقیقات" کی روش سے مادہ کی اس غیر مادی ہے نظریہ اضافیت (کوانٹم فیزکس) کی روش سے مادہ کو ذرات کی کثیف شکل ہے۔۔۔ نظریہ اضافیت نے زمان و مکان کے مستقل فاری وجود کو (بھی) باطل کر دیا ہے۔۔۔ منقرض کردہ زمان و مکان زور مادہ تینوں ہمارے ذہنی اور مکی عوارض ہیں، جن کا قارج میں وی مستقل وجود نہیں ہے۔۔۔ اگر عشق کی بدولت ہمارے شعور میں انقلاب پیدا ہو جائے تو ہمارا شعور زبرد زور (مکان و زمان) کی قید سے آزاد ہو جائے۔ موج کی حقیقت کیا ہے؟ یہ دراصل شعور میں انقلاب کا نام ہے۔ "۳۳۷" (مکان و زمان) کی قید سے آزاد ہو جائے۔ شعور میں انقلاب سے عالم عشق (خلیق) قریب، گرد را مستی اور تکلیف انہیبت کی اسٹاک سے شراب وانیہ "۔۔۔ کیا جاتا ہے کہ جسم روح کا حمل والا ہے۔ مگر دراصل جسم روح ہی کی ایک نشان اور حالت ہے۔" ۳۳۸

روح اگر تخی کائنات کا جذبہ ہے تو جسم صرد کائنات میں محدود رہنے کا لازم سرور۔ مگر ۳۳۹

شعور کا تغیر جسم و روح دونوں کو متحرک کرتا ہے۔ لہذا موج شریف کے جسمانی اور روحانی ہونے کے اختلافات قابل توجہ نہیں۔ موج انقلاب شعور ہے۔ وہ جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی۔ ۳۴۰

خلاصہ یہ کہ واقعہ موج زندگی کے لئے اصول حرکت اور تخی کائنات کا پیغام لئے ہوئے ہے۔ "۳۴۱"

سبق ۵۴ ہے یہ موج مصطفیٰ سے ہے

کہ عالم بشریت کی زو میں ہے گردوں ۳۴۱

۳۳۷ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۳۷ شرح جاوید نامہ ۳۵۵/۵۶ [دوست نیم چینی]

۳۳۸ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۳۹ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۰ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۱ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۲ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۳ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۴ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۵ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۶ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

۳۴۷ ۵۴۲ کلمات اقبال فارسی ص ۵۴ [مکمل راز جدید: جواب سوال نمبر ۲]

زردوان کہ روح زمان و مکان است مسافرا بسیاحت عالم سلوی می برد

۱۹۲ - از کلامش جان بیتاب شد
تا گہاں دیدم میان رب و شرق
زاں سحاب افرشته آمد فرود
آن چو شب تاریک و این روشن شہاب
بال او را رنگہاں سرخ و زرد
یچون خیال اندر مزاج او سے
۲۰۰ - ہر زمان او را ہوا و دیگر
۲۰۱ - گفت زردوانم جہاں را قایم
بستہ ہر تدبیر با تقدیر من
غنجہ اندر شاخ می بالذمن
دانہ از پرواز من گرد نہال
ہم عتاب ہم خطاب آورم
من حیاتم من ماتم من لشور
آوم وافرشتہ در بند من است
پر شعلہ کنز شاخ می چیتی منم
در طلسم من اسیر است این جہاں
لی مع اللہ بر کرا دل نشست

۲۱۱ - گر تو خواہی من نباشم در میان
لی فتح اللہ باز خواں از عین جا

۲۱۱ - گر تو خواہی من نباشم در میان
لی فتح اللہ باز خواں از عین جا

حواشی و تعلیقات : زردوان - وقت کے اس تصور سے جس کا ادراک حواس کے ذریعے ہوتا ہے۔ بہر وقت کو اختیار کرنے کے لئے دہر (فارسی : زردوان) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ۳۲۲ : گویا زردوان فارسی، عربی، دہر کا مترادف ہے۔ زردانیت میں زرداشت کے زہور منرا دور ہرمن سے بالاتر حقیقت زردوان ہے جو زہور منرا اور ہرمن کا

۳۴۳ باپ ہے۔ ساسانیوں کے عہد میں زروانیت [آئین زروانی] کو بڑی مقبولیت ملی۔ اس عہد میں مختلف خوروش اور ارباب لغت نے زروان کو زرتشت ہی کا دوسرا نام لکھا۔ فرنگ جہانگیر یہاں تک چلا گیا کہ زروان اور زرتشت حقت برابر ایم ملکہ السلام کے رسائے گرامی ہیں۔ زرتشت ساسانی کے ذکر کے سلسلے میں جمل التوازی کے مؤلف لکھتے ہیں کہ اُس [زرتشت] نے اصفہان میں تین آتش کدے تعمیر کئے، ان میں سے ایک آتش کدہ کا نام وزدار اردشیر تھا، یہ وزدار، مکی کتابوں میں زروان پڑھا گیا اور مکی شک نہیں کہ یہ وہی زروان ہے کہ مزدکیان کی تعلیمات کے مطابق آئینہ مزدا کا آفریدہ ہے، لیکن جسے بعد میں ساسانی محاند نے آئینہ مزدا کا پیر تسلیم کر لیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس طرح زرتشت کے مسلک سے دوگانگی [تنویتی] رفع ہو گئی کہ ایک خدا متعال کا تصور پیدا ہوا یا تثلیث کی صورت پیدا ہوئی کہ ایک رب کے نیچے دو طاقتیں فروشرکی، حورہ آرائقیں یعنی آئینہ مزدا اور اہرمز۔

بہر حال علامہ رجم زروان کو روح زمان و مکان کہتے ہیں جو وہی جاوید نامہ میں رہیں عالم علوی کی سیاحت کے لئے ساتھ لے جاتا ہے۔ اُس کی تصویر بھی رہنوں نے نہایت خوبصورت کھینچی ہے۔ ۳۴۴ البتہ اُسے فرشتہ لکھ کر، اُس کی زبانی "بی مع اللہ" کی اہمیت جلا کر علامہ نے خود زروانیت شومبر ۱۹۴ تا مبر ۲۱۱: مبرا کر دیا ہے۔

بیروی کی گفتگو نے علامہ کو "زمان مکان" پر سواریوں کا شوق دلا کر گویا پار کی طرح بے قرار و مضطرب کر دیا۔ اچانک آسمان مشرق سے مغرب تک ابروز سے بھر گیا اُس ابر سے ایک فرشتہ نمودار ہوا، جس کے چہرے کا کچھ آگ کی طرح دکھتا تھا تو دوسرا حصہ دھوئیں کی طرح تھا۔ ایک آنکھ بند دوسری کھلی تھی۔ پردوں کے مختلف رنگ تھے۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں

اقبال نے اس فرشتے کی دو مختلف صورتیں بتلائی ہیں جن سے اُن کی مراد یہ ہے کہ زمان و مکان کی اضافی خاصیت کا اظہار کیا جائے " ۳۴۵ زرتشتی مذہب میں اس فرشتے کو زمان و مکان کا نگراں مانا گیا ہے " ۳۴۶ مزاج میں خیال کی سی سرت کہ زمین تا آسمان ایک دم رسائی۔

شومبر ۲۱۱ الخ " اُسے کہا میں زروان ہوں، اس جہان کے لئے قاہر میں نگاہوں سے پوشیدہ ہی ہوں اور ظاہری۔ ہر تدبیر میری تقدیر کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ برلنے والے اور خاموش جب میرے شکار ہیں۔ شائع کے اندر غچہ میری وجہ سے بالیدہ ہوتا ہے اور تشنایاں کے اندر طاثر میری وجہ سے ناکہ کرتا ہے۔ دائرہ میری پرواز سے پھال مٹتا ہے اور میرے فیض سے ہر فراق دھال ہو جاتا ہے۔ عتاب میری طرف سے اطمینانیت بھی میری طرف سے۔ میں پیاسی اُن لئے پیدا کرتا ہوں کہ شراب فراہم کروں۔ میں حیات ہوں، میں موت ہوں، میں یوم لشور ہوں۔ " ۳۴۷

۳۴۳ النساء بطور میڈیا برطانیکا (مائیکرو میڈیا) مجموعہ زرتشتی [جلد ۱۸ ص ۱۱۷۳] امریکہ ۱۹۷۵

۳۴۴ تعلیمات اقبال ص ۶۸/۶۹ سہ ماہی علی عابد عجلہ مزدکیانہ مدینہ۔

۳۴۵ اقبال کا تقدیر زمان و مکان ص ۱۹ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی جس نے ترقی لوب لاہور طبع مئی دسمبر ۱۹۶۳

۳۴۶ جاوید نامہ (تحقیق و ترمیم) ۶۴۴ ڈاکٹر محمد ربانی۔

کہ فیض ختم نبوت اور فیض ایمان سے ہر مند دوسرے حردانِ کامل بھی زمانِ دمکان پر
غالب آسکتے ہیں۔ ۳۵۲ زمانِ انزوی، زمانِ مسلسل پر غالب ہے اللہ تعالیٰ ایمانِ زہنِ انزوی میں رہتے ہیں۔ ۳۵۳

۲۱۲- درنگاہِ اونہی وانم چہ بود از نگاہم این کہیں عالم رہو
یا نگاہم ہر دگر عالم کشود یا دگرگوں شد ہماں عالم کہ بود
عزوم اندر کائنات زانک بود زادم اندر عالم بے لہجہ و بود
رشتہ من زان کہیں عالم گشت یک جہان تازہ آمد بدست
از زینِ عالمی جانم سپید تا دگر عالم ز خاکم ہر رسید
تن سبک تر گشت و جاسیارت چشم دل بیند و بیدار تر

پردگی بابِ حجاب آمد پردہ
لفظہ انجم بگوشش من رسید

حاشی و تعلیقات : شعر نمبر ۲۱۲ تا آخر - زور زدن نے کچھ اس انداز سے دیکھا کہ جہاں کی تاثیر نگاہ
سے جہانِ کہیں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کائناتِ رُضی سے رشتہ کٹ گیا اور میں کہیں اور جہان میں جا نکلا
یا یہی عالم دُروں ہو گیا معلوم نہیں۔ البتہ یہ ہے کہ میں نے کائناتِ رُفِ دہو [مادری] سے ہر کر بے دے دے دے جو عالم
میں جہنم لیا۔ اس حالت " کے زبانی نے - مجھے جہان تازہ بخشا، میری جان بے تاب، نے میری خاک کو کسی اور
عالم میں پہنچا دیا۔ تنِ خاکی، سبک تر اور جان سیار تر ہوئی۔ دل کی آنکھیں بیدار و بینا ہو گئیں، حجابات اٹھ گئے۔
اتنے میں ستاروں کے خیر مقدمی گیت میرے کانوں میں رس گھولنے لگے۔

زمزمہ انجم

۲۱۹ عقل تو حاصلِ حیات، عشق تو سترِ کائنات پیکرِ خاک! خوش بیا این سو عالمِ حیات
زہرہ و ماہ و مشتری از تو قریب یک دگر از بے یک نگاہ تو کشمکشِ تجلیات (۳۹)
ور رہ دوست جلوہ دست تازہ بتازہ تو بہنو معاقبِ شوق و آرزو دل نہ دہلر بکلیات (۴۰)
۲۲۲- (۴۱) صدق و صفایتِ زندگی، نشو و نماستِ زندگی
'تا ابد از ازل بتاز، ملکِ خداستِ زندگی'

۲۱۳ = شوقِ نرِ اسرارِ رخصتِ اے و نہورِ بدہ
 باز بہ زند و محتسبِ بارہ سوسو بدہ
 شام و طراق و بند و اپسِ خوبہ نہا سترہ اند
 خوبہ نبات کردہ را تلخی آرزو بدہ
 تابیم بند موجِ معرکہ بنا کنند
 لذت سیلِ شندرو بادل آب جو بدہ

۲۱۶ = مردِ فقیرِ آتش است میری و فقیرِ خشن است

نال و فریادِ لوگ را حرفِ برہنہ لبس است

۲۱۷ = دبیرِ قلندر کی طنطنہ سکندری (۲۲)
 آن بہ نگاہ می کشد این سپاہ می کشد
 آن ہمہ جذبہ کلیم این ہمہ سحر ساری (۲۳)
 آن ہمہ صلح و آشتی این ہمہ خفا و داری
 برود جہاں کشاستد برود و دام تو استند
 این بہ دلیل قاپری اس بہ دلیل دیری
 ضرب قلندر کی بیلار (۲۴) سکندری شکن
 رسم کلیم تازہ کن رونق ساحر شکن

حواشی و تعلیقات :- (۳۸) زندگی کے ارتقا [خوبی کی تابہ پیداری] کا حراج عقل ہے اور کائنات کا حقیقی

راز [حقیقتِ اشیاء] عشق [قضا و قدر کا جزو فطرت مونا] انسان ان پرود
 نعمتوں سے بہرہ ور ہے۔ عقل کا دیوارِ حیات کے لئے سرمایہ ہے تو عشق عقل و راہ میں بھٹکنے سے روکنے والی
 دیوار۔ عظمتِ انساں اسی میں ہے کہ وہ عقل و عشق سے آمیز کرے۔ عقل حواس و محرکات کی اسیر نہ رہے
 بلکہ اوامر و نواہی الہی کی اسی طرح پابند ہو جائے جس طرح کہ حواس و محرکات کی تابع ہے تو یہ عقل عقلِ کامل
 ہے۔ یہ عقل استدلالی کو باہم عروج بخشنے والی و فطرت کو لظوف میں لانے والی عقل ہے۔

(۳۹) تجلیات : تجلی شخصِ بزرگ (کائنات) کی فضا میں مرتبہ عقلی (صفات ذاتی، صفاتِ ثابہ یا کونیہ) اور
 مرتبہ تجلی (صفات ذات و کمالات ذات کے انعکاس) کی تاثیر کا نام ہے ۳۵۴

زبرہ دماہ و منتہری، تجلیات باری ہی کے مظاہر ہیں وہ ایک ایک آگے بڑھ کر انسان کے تصوف میں
 آئے کو بے تاب ہیں۔

(۴۰) کلیات : کلیّ النسبت کہ مفهوم او از شرکت با کنند۔ و جزئی النسبت کہ مفهوم او از
 شرکت با کنند۔ مثال کلی حیوان۔ مثال جزئی زبر ۳۵۵

لطیفہ یہ ہے کہ ہر کلی بالآخر جزئی اضافی ہو جاتی ہے مثلاً انسان : کلی زبر : جزئی ہے۔ لیکن
 جب حیوان : کلی ہوگی تو انسان : جزئی اضافی ہو جائیگا جب جسمِ انسانی : کلی ہوگا تو خود حیوان بھی
 جزئی اضافی ہو جائیگا۔۔۔ اس لئے صاحبِ شوق و آرزو بادل جزئی کے درپے رہتا ہے۔

۳۵۴ مصطلحات ۶۲ تا ۵۴ شاعر دلی اشعار [چند حصہ سلفہ] اور ترجمہ مولانا سید محمد مسیح دہلوی از ادبیاتِ قدیمہ و جدیدہ لاہور ۱۹۹۰
 ۳۵۵ غیات اللغات با کاف دلی ۱۹۱ مولانا محمد نبی الدین۔ ریح ویم سیدہ ایندہ لکھنؤ۔ راجی سنہ ۱۲۸۰ ہجری۔ تسمیل المطلق
 از مولانا محمد نبی احمد دہلوی۔ مولانا زکریا ربیع الدین۔ پاکستان۔

① **صدق و صفا :** بھی مطاہر ہیں عشق کے یعنی علم و یقین اور عقیدہ و ایمان کے سارے مظاہر عشق ہی تو ہیں۔ منقولہ اور معانی کی رو سے صدق : مطابق واقعہ خبر کو کہتے ہیں کین الیہن حقوق و ذرائع اور عبادات و معاملات کے تمام دائروں کو صدق کا ماحصل بنانا ہے۔ یہی گروہ متقین ہیں جو صاف ہیں ۳۵۶
صدق خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حسینؑ بھی ہے عشق
مرد و جود میں بدر و حسنینؑ بھی ہے عشق ۳۵۷
اور حق تو یہ ہے کہ یہ عشق نہ ہونو شرع و دین بہ کدوہ نصوات ۳۵۸ پس صدق اگر عشق ہی کا ظہر ہے تو پھر زندگی کے کثو و ناس کا حقیقی ذریعہ بھی صدق ہے۔ زندگی، کثو و ناس کا نام ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ ازل ابد اس کے نگ و باز کے لئے کھلے ہیں
ازل اس کے پیچھے ارد سامنے

۳۵۹ نہ حد رس کے پیچھے نہ حد سامنے ۳۵۹
شعر ۱۲۶/۱۲۷ : گراؤ غلاموں کا لہو سوز یقین سے کج شک فرومایہ کو شاہینؑ لڑو
سوز یقین، مرد فقیر کو رنگ اور فال و فری ملک کو حسن و خاشاک کر دیتا ہے۔ ایک حرف لاریہ اللہ
و اشکاف ہو تو ملکیت کے در و دروازہ ہلاکت ہے اور تہذیب نوئی تو کا گریہ شیشہ ٹراں ہے۔

② **قلندر کی و قلندری :**
قلندری : فقیر اور قلندر، ملام اتہال میں بطور اصطلاح استعمال ہوئے ہیں۔ جو مرد میں کی عقلی صفا
کی جامع ہے۔ قلندر وہ ہے جو آسائش و آرام اور دولت و ثروت کو نگاہ میں نہ لے اور بے زری کو اپنی کمزوری نہ بنائے۔ مسلمانوں کا زوال دولت کے پیچھے جا گئے سے ہوا ۳۶۱۔ فقر و صبر کے نام اپنے ملکوت
میں علامہ نے شاہینؑ کا وصف کرتے ہوئے "رسلای فقر" کی ذیل خصوصیات بیان کی ہیں، خود درای دور
بیرت مند، غیر کہ نہ تھا مار نہ کھانا کسی کا لے مالک لند گد گد گر نہ ہونا۔ بے تعلقی ہونا یہاں تک کہ آتش بانی نہ بنانا
بلند پرواز ہونا، خلوت پسند ہونا، تیز نگاہ ہونا ۳۶۲
پس شاہینؑ، مرد میں، قلندر، فقیر و پس میں اس طرح شہر و گد گد ہیں کہ رن و ملام پر پہلو پر نظر
دیکھ بغیر ممکن ہیں ۳۶۳ قلندری رسی فقر کا رستہ ہے۔ رسلای اند تک رسی میں بلکہ رستہ خدا اور دولت
سے لبر و رہی (معلقہ کلمات اتہال ۱۲۹) یہ ایک تلی صفت اور دل کی کیفیت کا نام ہے۔
میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آ یا تمہارا فقر ہے دلی و رنجوری (کلیات اتہال ۳۲۲، بال جبریل)
(توفیقی مطالعہ کے لئے رسلای لغت اور اتہال و لکھنؤ سعید نور الدین ص ۳۷۷ تا ۳۵۳)۔

۳۵۶ البقرہ : ۱۷۷ ۳۵۷ کلیات اتہال اور ص ۳۷۷ (بال جبریل) : ذوق عشق ۳۵۸ البقرہ
۳۵۹ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۰ (بال جبریل) : ۳۶۱ البقرہ : ۱۷۷ (بال جبریل) : ۳۶۲ البقرہ : ۱۷۷
۳۶۳ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۴ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۵ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۶ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۷ البقرہ : ۱۷۷
۳۶۸ البقرہ : ۱۷۷ ۳۶۹ البقرہ : ۱۷۷ ۳۷۰ البقرہ : ۱۷۷ ۳۷۱ البقرہ : ۱۷۷ ۳۷۲ البقرہ : ۱۷۷

کلندری: استعارہ ہے۔ جو تاریخی شخصیت قدونیہ کے کلندرا عظم کی یاد دلانے کے لئے ۳۵۶ قبل مسیح میں فلپ کے گھر پیدا ہوا۔ ارسطو جیسے حکمران کی تربیت کی اور کم عمری ہی میں پورے دنیا کو یونان کا معلم بنانے کا خیال لے کر کلاک ایران کو سفر کیا۔ ہندوستان میں جہلم پار تک پہنچا پورس کو شکست دی اور واپس یونان لوٹ آیا اور راستے ہی میں گرلا۔ نہ معلوم اُس کے دوستوں نے آگے نہ جانے کی ضروریوں کی اور کلندر کیسے مان گیا۔ ان عظیم تاریخی فتوحات کی بدولت اسے کلندرا عظم کے تاریخی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن علامہ کو مرتبہ بلائی اسے بھی بلند نظر آیا ہے کہ روی ہوا فنا جیسی دوام ہے ۳۶۷ کلندر کی ہندوستان آمد سے یونانی مجسمہ سازی کو فروغ ملا گندھارا آرٹ میں اُس کے اثرات اب بھی صاف دکھائی دیتے ہیں ۳۶۸۔ اس بادشاہ کی کامیاب حکمت اور لادواب فتوحات کا استعارہ ہے۔ کلندری، علامہ کلندری کو رشک کلندری بتاتے ہیں۔

اگرچہ ہوں مری قوم کے جسور و غیور
کلندری مری لچم کلم کلندری سے ہیں ۳۶۵۔ ب

(۶۳) **سامری:** حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کے بعد جب قوم کو حضرت یونس علیہ السلام کے سردار کے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے حکم ملا کہ ہونے لکھنے کے لئے تو پیچھے ایک شخص نے سب کا بھڑا جس اندر ہوا اس طرح راض ہوئی تھی کہ وہ بولنے لگا تھا۔ گائے پرست قوم نے اس بھڑے کی پوجا شروع کر دی (اس قوم کا گائے پرستی کی بین دلیل قرآن کا زور سے بھڑا ذبح کرنے کے الٰہی حکم پر بار بار سوالات کر کے معاملے کو ٹالنے کی کوشش ہے جن پر فرقان صمد کا تبصرہ: قَدْ بَحَّرْهَا وَمَا كَادُوا يَفْقَهُونَ: یس انہوں نے اسے ذبح کیا حالانکہ وہ ایسا کرنے والے نہ تھے۔ بھر پور تبصرہ دیا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو انہوں نے بھڑے کو اس میں ڈال دیا اور اُس شخص کو ایسی سزا ملی کہ زندگی بھر لامتناہی لَامَتَنَاسِ جیسے مت چھو مت چھو مت چھو مت کا شور کرنا ۳۶۶ اُس شخص کا نام قرآن میں سامری آیا ہے۔ کلمہ ال اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ نام نہیں بلکہ یہ کلمہ [سامری] شمرن کا معرب ہے۔ بنو اسرائیل کا یہ قبیلہ اولاد شمرن بھی تھا جنہیں شمرونی یا سامری کہتے

۳۶۵۔ کلیات اقبال اردو ص ۵۸۲ [فرحیم: سلطان کارزول]

۳۶۶۔ انت البقرہ: ۷۱ [یس انہوں نے اسے ذبح کیا اور نہ بچا]

۳۶۲۔ تلیحات اقبال ص ۵۷ سید عابد علی عابد

۳۶۶۔ دائرہ معارف اقبال ص ۲۵۰/۲۵۱ ملحد حسن اشتر

۳۶۶۔ کلیات اقبال اردو ص ۲۴ [بائے دراز نظم بلال ر]

تھے۔ جس سامری کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے وہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔
 دجلہ و فرات کے گرد و نواح میں جو چھوٹی چھوٹی شہری جماعتیں قائم ہوئی تھیں
 ان کے بھوتے و سامرستان کہتے تھے۔ سامرستان میں جسم سازی عروج پر تھی
 یہی وجہ ہے کہ جب سامری نے بنی اسرائیل کو گمراہ کرنا چاہا تو سونے کا گوسالہ بنایا۔ یوں بھی
 ان ملکوں میں جہاں کھیتی باڑی کا کام معاش کا محور ہوتا ہے، گائے بہت احترام اور عقیدت
 کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ بہر حال صلہ صہ مطلب یہ کہ سامری نام نہیں ہے یعنی کسی شخص کا
 نہیں بلکہ ایک قبیلہ کا ہے نسبت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بنو اسرائیل ہی کا ایک شاخ ہے اور غالباً
 ایک ایسی شاخ ہے جس نے افرا کاہین اور شہید گئے تھے۔ ۳۶۸

(۴۴) سکندری: ”قرآن حکیم میں ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے جسے مغرب و مشرق
 کے ممالک فتح کئے اور ایک ایسے مقام تک پہنچا جہاں پہاڑی درہ تھا اور اسی کے دوسری طرف سے
 یاجوج ماجوج آکر ٹوٹ مار چھایا کرتے تھے۔ ذوالقرنین نے وہاں نہایت محکم سد تعمیر کر دی
 اور یاجوج ماجوج کی راہ بند ہو گئی۔“

نام عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ نوشیروان نے یہ دیوار تعمیر کرائی
 تھی۔ لیکن جب یم قبل از اسلام عہد کے تاریخی نوشتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا
 ہے کہ نوشیروان کے عہد سے پہلے یہاں ایک دیوار موجود تھی اور اس نے
 شمال سے جنوب کا راستہ روک رکھا تھا۔

جوزیفوس اور پروکوپیش [Procopius] دونوں یہ روایت نقل کرتے
 ہیں کہ ان استیقامات کا بانی سکندر تھا۔ حالانکہ سکندر کی فتوحات کا کوئی واقعہ
 تاریخ کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے اور کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس علاقے
 میں آیا ہو یا یہاں کوئی جنگ کی ہو۔

اصل یہ ہے کہ یہ استحکامات سکندر سے دو سو برس پہلے سائرس نے تعمیر
 کئے تھے اور درہ داربال کی سہ وہی ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ ۳۶۹
 ۵۵۰ ق م میں تخت نشین ہوئے اور ۵۲۹ ق م میں فوت ہوئے۔ مذہب زرتشتی تھا اور
 زرتشت کا نام عصر بھی تھا۔ ۳۷۰

لیکن اس نے یہودیوں کو داربال کی اسیری سے نجات دلا کر، انہیں دوبارہ بیت المقدس

میں آباد کیا تھا۔ اس نے اسی وقت ظرف اور الصاف پروری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
 اُس نے پر جگہ کمزور قوموں کی حمایت کی اور انہیں بالادستوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر
 ان کی حفاظت کا کام امانت پر کیا۔ اُن کے لیے جو ہرگز امانیت ہیں جن کو وہ سے قرآن کریم
 نے اس کے تذکرہ کے اپنے دامن میں محفوظ کر کے اے آیات جاوداں عطا کر دی۔ اور
 اُس کی حکمت کو عطیہ ربانی قرار دیا "۳۷۱ اِنَّا مَكْنُشَا لَهُ فِي الْاَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ
 شَيْءٍ زَبْنًا ۚ اَلَّا يَلَّهْهُ سِمْ ۙ اِنَّ اَنْ فِي الْاَرْضِ عَظَا كَبَا اور ہر طرح کے سامان سے نوازا۔
 زبردتیصلات کے لئے

- = ترجمان القرآن - خدنا ابوالسکلم آزاد ج ۲ ص ۳۹۹ تا ۴۰۳
 = قصص القرآن - خدنا فقہر حفظ الرحمن سیوہدردی ج ۳ ص ۱۳۲ تا ۱۴۴
 = الذانیہ کلومیٹر یا برطانیہ کا ۶۲/۹۳۹
 = بیروٹ الذانیہ کلومیٹر یا ج ۲ ص ۴۵۵ تا ۴۵۶

۳۷۱ تبسویب القرآن ج ۲ ص ۴۵۸ عنہم الہریدویر اور مللغ استدم - لاہور باراول ۱۹۷۷ء

۳۷۲ اللہوت : ۸۴

۲۳۵۰۰۰۰۰۰۰۰

باب دوم — ملک قمر

تمہید

— عارف ہندی کہ بہ یکے از غارائے قمر خلوت گرفتہ واپس بند اور احباب دوست ملک کویند
 نہ تا سخن از عارف ہندی
 جلوہ سروش
 نوائے سروش

— حرکت بہ واوی ییغمد کہ ملائکہ اورا واوی طواسین ممانند
 طاسین گوتم
 توبہ آوردن زن رقامہ عیشوہ فروش
 طاسین زرتشت
 آزمائش کردن ابرمن زرتشت را
 طاسین مسیح
 رویائے حکیم طالسطالی
 طاسین محمد ۲
 نوحہ ابو جہل در حرم کعبہ

۲۳۱- این زمین و آسماں ملک خداست
اندریں رہ ہرچہ آید در نظر
چون مزیںیاں در دیار خود مرو
این دناں حکم ترا بردل زند
نیست عالم جز بتان چشم و گوش
در بیابان طلب دیوانہ شو
۲۳۲- چون زمین و آسماں را طے کنی
از خدا بہفت آسماں دیگر طلب
بے خود افتادن لب جوئے بہشت
گرفراغ مآجات از جستجوست

این مد و پیروں ہمہ میراث ماست
بالنگاہ محمدی اور را بکبر
ابے ز خود گم اندر کے بیابان شو
گر تو گوئی این سخن آں سخن کنید
اینکہ ہر فردائے او میرد جو دوش
یعنی ابراہیم این بت خانہ شو^{۳۶}
این جہان و آن جہاں را طے کنی
صد زمان و صد مکاں دیگر طلب
بے نیاز از حرب و ضرب خوب و زشت
گور خوشتر از بہشت رنگ و بوست

اب صافرا جان میرد از مقام

زندہ تر گردد ز پرواز مدام

۲۴۲- ہم سزا با خیراں بودن خوش است
تا شدم اندر فضا یا ہے سپر
۲۴۳- تیرہ خاکے برتر از قنداق شب
برزیاں نزدیک تر نزدیک تر
۲۴۵- گفت رومی "از گمانا پاک شو
ماہ از ما دور و از ما آشناست

در سفر یک دم نیا سودن خوش است
آنچہ بالا بود زیر آمد نظر
سایہ من بر سر من ہے عجب
تا نمایاں شد کہ بتان قمر
خوگر رسم ورد انلاک شو
این خوشتیں منزل اندر راہ ماست

ویر و زود روز گارش دیدنی ست

غار مانے کو سیمارش دیدنی ست

حواشی و تعلیقات: قمر: چاند، اس کا مقام فلک اول ہے۔ پہلے تین دن تک بلال، چودھویں روز کے چاند کو بدر

ماہ اندھیری میں سویم کہتے ہیں سو شافہ اسی سے ہے۔ قرکینہ ورزی بھی کرتے ہیں انری نے اپنے مشہور قصیدہ ۳۴۳ میں قصہ ماہ یعنی
قصیدہ لکھا ہے ۳۴۵ اس کا چرم (بون، دھڑا) نیٹلوں ہے۔ بڑا بت خود اس کی کوئی روشنی نہیں بلکہ سورج سے آئینہ کار ہے اور آئینہ
ہمیشہ صرف نصف قصہ روشن کرتا ہے ۳۴۶ منزلوں کا ترشیب وار آگھنا دور منبر آتش کے منظر ہے

۳۴۳ غیاث الدفات (فارسی) نورانیات، بڑیل مژ ۳۴۴ مغلط ہے اسے سلمان نشان از چرخ جہنمی از نفاقی تیر و قصہ ماہ و کیر مشرقی
۳۴۵ تعلیقات اقبال ص ۵۰۰ بدعا بدعا ۳۴۶ ابن کمال الجیلی، اردو ترجمہ فضل میرا ص ۲۵۰ نفیس آئینہ کراچی بیچ دوم دہرہ ۱۹۶۵ء

تاریخ مذہب کا مرکز آرا مبارک ہے۔ جس کی یاد اس میں آپ کو آگ میں ڈالا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ
برقرار کر دیا۔ تمنا یا نار کوئی بردا و سکنا علیٰ ابراہیم (الانبیاء: ۶۸)۔ نذیر ابن کنعان بن حام بن نوحؑ
اپنے حرب میں بیاباں بھی ناکام رہا۔

آگ سے بچ نکلنے کے بعد آپ اپنے گھرانے کو نطز ترک وطن کر کے عراق اور پھر شام لشرف
لے گئے۔ آپ کا یہ عمل ہی مومنوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے (الممتحنہ: ۱۱)۔ قرآن حکیم سے بظاہر یہی معلوم
ہوتا ہے کہ آپ کے والد کا نام آزر تھا۔ لیکن بائبل کی کتاب پیدائش کے مذکورہ بالا شیعہ میں حضرت
ابراہیمؑ کے والد کا نام تاریخ مرقوم ہے۔

آیا تو آزر اور تاریخ دونوں ایک ہی شخص کے نام تسلیم ہوں گے یا آزر حضرت ابراہیمؑ
کا بڑا چچا یا ستا چچا کا جیسے وہ "آبا" کہہ کر پکارتے تھے اور قرآن ہمیشہ اسی لفظ کو برقرار رکھا۔
ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے عراق کی طرف ہجرت کرتے وقت آزر کو سلام حضرت کیا (ایم: ۷۷)
جس سے ظاہر ہے کہ آزر وہیں رہ گیا اور ابراہیمؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ معجم البلدان میں بھی یہی کچھ درج
ہے (الجم: ۸۰: ۷۸)۔ جب کہ ابن حبیب کے بقول تاریخ کی وفات حران میں ہوئی جس سے تاریخ
اور آزر دو مختلف شخصیات ثابت ہوتی ہیں، اور خیال غالب یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کے تایا
اور تاریخ والد تھے تو آپ کے ساتھ نکلے۔ اس طرح تاریخ کا حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نکلنا اور حران
میں وفات ہونا یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ تاریخ بہت پرستی اور اہتمام ساری سے بیزار تھے۔ عسائری
کے مطابق کوئی پیغمبر مشرک کی صلب سے ہو نہیں سکتا۔

جنگ جہد پھرت ہوئے آپ۔ بالآخر کنعان میں مقیم ہوئے اور کبرسی بن اولاد کے لئے دعا کی۔
خاب سارہ کے ہوتے ماجرہ سے نکاح کیا جس سے اللہ نے اسماعیلؑ عطا کیا۔ (ابراہیم: ۲۷)۔ کلم لہی سے آپ کا
بیٹے کو مکہ کے لہی و دوق میدان میں چھوڑ آئے۔ جوان ہونے پر پھر خواب میں حکم ملا کہ اسماعیلؑ کو راجھا
میں ذبح کریں آپ اس آسمان میں کامیاب ہوئے اللہ نے اسماعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ
کو سارہ سے بھی ایک بیٹے اسمعیلؑ کی بشارت سنائی۔ (البقرہ: ۱۲۵)۔ بنو اسرائیل اسمعیلؑ علیہ السلام کے فرزند
حضرت یعقوبؑ (اسرائیلؑ بنو قلا) کے بارہ بیٹوں کی اولاد ہے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے فرزند ارجمند حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کی بنیادیں از سر نو
اٹھائیں اور مکہ و بابل مکہ کے لئے دعا فرمائی، رزق اور ثمرات کے علاوہ ایک رسول کی بعثت کی دعا بھی
شمال تھی (البقرہ: ۱۲۷)۔ جو حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ پوری ہوئی۔
حضرت ابراہیمؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے قرآن کا ہر پارہ آپ کے ذکر سے جلوے ہے۔ چونکہ جیسا کہ
عرف کیا گیا سلسلہ نبوت آپ کے بعد حضرت اسمعیلؑ علیہ السلام سے شروع ہو کر جاری فرزند حضرت اسماعیلؑ
کی آل، حضرت محمدؐ ہر حتم ہو جاتا ہے۔ اقبال نے لکھا
فطرت کے قاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندہ مرئی یا مرد کہ تانی ۲۸۷

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر قرآن مجید کے ذیل مقامات پر ملے گا۔

البقرة : ٢٤٠ - ٢٥٨ - ١٢١	آل عمران : ٣٣ - ٤٥ - ١٢ - ٩٥ - ٩٤
النساء : ٥٨ - ١٢٥ - ١٤٣	الماعين : ٩٠ - ٢٦
قصص : ٤٩ - ٥٠	ابراهيم : ٣٥ - ١٢١
الأنعام : ١٢٠ - ١٢٣	الأنبياء : ٥١ - ٢٣
التوارة : ٩٠ - ٩١	الاحزاب : ٤
ص : ٥٨ - ٦٤	الفرقة : ٢٧ - ٢٨
الحر : ٣٤ - ٣٥	الغدر : ٢٦

مسلمہ اقبال حضرت ابراہیم درہیل علیہما السلام کو عشق محبت قرار دیتے ہیں۔ انہی طرف
کو نزدیک حافر کا استعارہ بناتے اور یہ آتش مزارِ ابراہیم کے لئے اُس میں کوئلہ جانی کو ابراہیمی سے تعبیر کرتے
ہیں۔ آدابِ فوز و زندگی کے لئے اسٹیل سے بڑھ کر کسی کو اس کا حسنہ نہیں دیکھتے۔ جہاز کی پیغامِ توحید کو بروہنِ مذہبی
کا نمونہ جانتے ہیں اور اہل اسلام کو موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا وارث یقین کرتے ہیں۔ ملتِ ابراہیمی
سے مرمت کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے ؟ سلام اقبال ہی مفت ابراہیم کا درجہ ذیل مقامات پر ذکرِ ابراہیم

[illegible]

۲۷۵ ، ۲۷۴ ، ۲۷۳ ، ۲۷۲ ، ۲۷۱ ، ۲۷۰ ، ۲۶۹ ، ۲۶۸ ، ۲۶۷ ، ۲۶۶ ، ۲۶۵ ، ۲۶۴ ، ۲۶۳ ، ۲۶۲ ، ۲۶۱ ، ۲۶۰ ، ۲۵۹ ، ۲۵۸ ، ۲۵۷ ، ۲۵۶ ، ۲۵۵ ، ۲۵۴ ، ۲۵۳ ، ۲۵۲ ، ۲۵۱ ، ۲۵۰ ، ۲۴۹ ، ۲۴۸ ، ۲۴۷ ، ۲۴۶ ، ۲۴۵ ، ۲۴۴ ، ۲۴۳ ، ۲۴۲ ، ۲۴۱ ، ۲۴۰ ، ۲۳۹ ، ۲۳۸ ، ۲۳۷ ، ۲۳۶ ، ۲۳۵ ، ۲۳۴ ، ۲۳۳ ، ۲۳۲ ، ۲۳۱ ، ۲۳۰ ، ۲۲۹ ، ۲۲۸ ، ۲۲۷ ، ۲۲۶ ، ۲۲۵ ، ۲۲۴ ، ۲۲۳ ، ۲۲۲ ، ۲۲۱ ، ۲۲۰ ، ۲۱۹ ، ۲۱۸ ، ۲۱۷ ، ۲۱۶ ، ۲۱۵ ، ۲۱۴ ، ۲۱۳ ، ۲۱۲ ، ۲۱۱ ، ۲۱۰ ، ۲۰۹ ، ۲۰۸ ، ۲۰۷ ، ۲۰۶ ، ۲۰۵ ، ۲۰۴ ، ۲۰۳ ، ۲۰۲ ، ۲۰۱ ، ۲۰۰ ، ۱۹۹ ، ۱۹۸ ، ۱۹۷ ، ۱۹۶ ، ۱۹۵ ، ۱۹۴ ، ۱۹۳ ، ۱۹۲ ، ۱۹۱ ، ۱۹۰ ، ۱۸۹ ، ۱۸۸ ، ۱۸۷ ، ۱۸۶ ، ۱۸۵ ، ۱۸۴ ، ۱۸۳ ، ۱۸۲ ، ۱۸۱ ، ۱۸۰ ، ۱۷۹ ، ۱۷۸ ، ۱۷۷ ، ۱۷۶ ، ۱۷۵ ، ۱۷۴ ، ۱۷۳ ، ۱۷۲ ، ۱۷۱ ، ۱۷۰ ، ۱۶۹ ، ۱۶۸ ، ۱۶۷ ، ۱۶۶ ، ۱۶۵ ، ۱۶۴ ، ۱۶۳ ، ۱۶۲ ، ۱۶۱ ، ۱۶۰ ، ۱۵۹ ، ۱۵۸ ، ۱۵۷ ، ۱۵۶ ، ۱۵۵ ، ۱۵۴ ، ۱۵۳ ، ۱۵۲ ، ۱۵۱ ، ۱۵۰ ، ۱۴۹ ، ۱۴۸ ، ۱۴۷ ، ۱۴۶ ، ۱۴۵ ، ۱۴۴ ، ۱۴۳ ، ۱۴۲ ، ۱۴۱ ، ۱۴۰ ، ۱۳۹ ، ۱۳۸ ، ۱۳۷ ، ۱۳۶ ، ۱۳۵ ، ۱۳۴ ، ۱۳۳ ، ۱۳۲ ، ۱۳۱ ، ۱۳۰ ، ۱۲۹ ، ۱۲۸ ، ۱۲۷ ، ۱۲۶ ، ۱۲۵ ، ۱۲۴ ، ۱۲۳ ، ۱۲۲ ، ۱۲۱ ، ۱۲۰ ، ۱۱۹ ، ۱۱۸ ، ۱۱۷ ، ۱۱۶ ، ۱۱۵ ، ۱۱۴ ، ۱۱۳ ، ۱۱۲ ، ۱۱۱ ، ۱۱۰ ، ۱۰۹ ، ۱۰۸ ، ۱۰۷ ، ۱۰۶ ، ۱۰۵ ، ۱۰۴ ، ۱۰۳ ، ۱۰۲ ، ۱۰۱ ، ۱۰۰ ، ۹۹ ، ۹۸ ، ۹۷ ، ۹۶ ، ۹۵ ، ۹۴ ، ۹۳ ، ۹۲ ، ۹۱ ، ۹۰ ، ۸۹ ، ۸۸ ، ۸۷ ، ۸۶ ، ۸۵ ، ۸۴ ، ۸۳ ، ۸۲ ، ۸۱ ، ۸۰ ، ۷۹ ، ۷۸ ، ۷۷ ، ۷۶ ، ۷۵ ، ۷۴ ، ۷۳ ، ۷۲ ، ۷۱ ، ۷۰ ، ۶۹ ، ۶۸ ، ۶۷ ، ۶۶ ، ۶۵ ، ۶۴ ، ۶۳ ، ۶۲ ، ۶۱ ، ۶۰ ، ۵۹ ، ۵۸ ، ۵۷ ، ۵۶ ، ۵۵ ، ۵۴ ، ۵۳ ، ۵۲ ، ۵۱ ، ۵۰ ، ۴۹ ، ۴۸ ، ۴۷ ، ۴۶ ، ۴۵ ، ۴۴ ، ۴۳ ، ۴۲ ، ۴۱ ، ۴۰ ، ۳۹ ، ۳۸ ، ۳۷ ، ۳۶ ، ۳۵ ، ۳۴ ، ۳۳ ، ۳۲ ، ۳۱ ، ۳۰ ، ۲۹ ، ۲۸ ، ۲۷ ، ۲۶ ، ۲۵ ، ۲۴ ، ۲۳ ، ۲۲ ، ۲۱ ، ۲۰ ، ۱۹ ، ۱۸ ، ۱۷ ، ۱۶ ، ۱۵ ، ۱۴ ، ۱۳ ، ۱۲ ، ۱۱ ، ۱۰ ، ۹ ، ۸ ، ۷ ، ۶ ، ۵ ، ۴ ، ۳ ، ۲ ، ۱ ، ۰ ، -۱ ، -۲ ، -۳ ، -۴ ، -۵ ، -۶ ، -۷ ، -۸ ، -۹ ، -۱۰ ، -۱۱ ، -۱۲ ، -۱۳ ، -۱۴ ، -۱۵ ، -۱۶ ، -۱۷ ، -۱۸ ، -۱۹ ، -۲۰ ، -۲۱ ، -۲۲ ، -۲۳ ، -۲۴ ، -۲۵ ، -۲۶ ، -۲۷ ، -۲۸ ، -۲۹ ، -۳۰ ، -۳۱ ، -۳۲ ، -۳۳ ، -۳۴ ، -۳۵ ، -۳۶ ، -۳۷ ، -۳۸ ، -۳۹ ، -۴۰ ، -۴۱ ، -۴۲ ، -۴۳ ، -۴۴ ، -۴۵ ، -۴۶ ، -۴۷ ، -۴۸ ، -۴۹ ، -۵۰ ، -۵۱ ، -۵۲ ، -۵۳ ، -۵۴ ، -۵۵ ، -۵۶ ، -۵۷ ، -۵۸ ، -۵۹ ، -۶۰ ، -۶۱ ، -۶۲ ، -۶۳ ، -۶۴ ، -۶۵ ، -۶۶ ، -۶۷ ، -۶۸ ، -۶۹ ، -۷۰ ، -۷۱ ، -۷۲ ، -۷۳ ، -۷۴ ، -۷۵ ، -۷۶ ، -۷۷ ، -۷۸ ، -۷۹ ، -۸۰ ، -۸۱ ، -۸۲ ، -۸۳ ، -۸۴ ، -۸۵ ، -۸۶ ، -۸۷ ، -۸۸ ، -۸۹ ، -۹۰ ، -۹۱ ، -۹۲ ، -۹۳ ، -۹۴ ، -۹۵ ، -۹۶ ، -۹۷ ، -۹۸ ، -۹۹ ، -۱۰۰ ، -۱۰۱ ، -۱۰۲ ، -۱۰۳ ، -۱۰۴ ، -۱۰۵ ، -۱۰۶ ، -۱۰۷ ، -۱۰۸ ، -۱۰۹ ، -۱۱۰ ، -۱۱۱ ، -۱۱۲ ، -۱۱۳ ، -۱۱۴ ، -۱۱۵ ، -۱۱۶ ، -۱۱۷ ، -۱۱۸ ، -۱۱۹ ، -۱۲۰ ، -۱۲۱ ، -۱۲۲ ، -۱۲۳ ، -۱۲۴ ، -۱۲۵ ، -۱۲۶ ، -۱۲۷ ، -۱۲۸ ، -۱۲۹ ، -۱۳۰ ، -۱۳۱ ، -۱۳۲ ، -۱۳۳ ، -۱۳۴ ، -۱۳۵ ، -۱۳۶ ، -۱۳۷ ، -۱۳۸ ، -۱۳۹ ، -۱۴۰ ، -۱۴۱ ، -۱۴۲ ، -۱۴۳ ، -۱۴۴ ، -۱۴۵ ، -۱۴۶ ، -۱۴۷ ، -۱۴۸ ، -۱۴۹ ، -۱۵۰ ، -۱۵۱ ، -۱۵۲ ، -۱۵۳ ، -۱۵۴ ، -۱۵۵ ، -۱۵۶ ، -۱۵۷ ، -۱۵۸ ، -۱۵۹ ، -۱۶۰ ، -۱۶۱ ، -۱۶۲ ، -۱۶۳ ، -۱۶۴ ، -۱۶۵ ، -۱۶۶ ، -۱۶۷ ، -۱۶۸ ، -۱۶۹ ، -۱۷۰ ، -۱۷۱ ، -۱۷۲ ، -۱۷۳ ، -۱۷۴ ، -۱۷۵ ، -۱۷۶ ، -۱۷۷ ، -۱۷۸ ، -۱۷۹ ، -۱۸۰ ، -۱۸۱ ، -۱۸۲ ، -۱۸۳ ، -۱۸۴ ، -۱۸۵ ، -۱۸۶ ، -۱۸۷ ، -۱۸۸ ، -۱۸۹ ، -۱۹۰ ، -۱۹۱ ، -۱۹۲ ، -۱۹۳ ، -۱۹۴ ، -۱۹۵ ، -۱۹۶ ، -۱۹۷ ، -۱۹۸ ، -۱۹۹ ، -۲۰۰ ، -۲۰۱ ، -۲۰۲ ، -۲۰۳ ، -۲۰۴ ، -۲۰۵ ، -۲۰۶ ، -۲۰۷ ، -۲۰۸ ، -۲۰۹ ، -۲۱۰ ، -۲۱۱ ، -۲۱۲ ، -۲۱۳ ، -۲۱۴ ، -۲۱۵ ، -۲۱۶ ، -۲۱۷ ، -۲۱۸ ، -۲۱۹ ، -۲۲۰ ، -۲۲۱ ، -۲۲۲ ، -۲۲۳ ، -۲۲۴ ، -۲۲۵ ، -۲۲۶ ، -۲۲۷ ، -۲۲۸ ، -۲۲۹ ، -۲۳۰ ، -۲۳۱ ، -۲۳۲ ، -۲۳۳ ، -۲۳۴ ، -۲۳۵ ، -۲۳۶ ، -۲۳۷ ، -۲۳۸ ، -۲۳۹ ، -۲۴۰ ، -۲۴۱ ، -۲۴۲ ، -۲۴۳ ، -۲۴۴ ، -۲۴۵ ، -۲۴۶ ، -۲۴۷ ، -۲۴۸ ، -۲۴۹ ، -۲۵۰ ، -۲۵۱ ، -۲۵۲ ، -۲۵۳ ، -۲۵۴ ، -۲۵۵ ، -۲۵۶ ، -۲۵۷ ، -۲۵۸ ، -۲۵۹ ، -۲۶۰ ، -۲۶۱ ، -۲۶۲ ، -۲۶۳ ، -۲۶۴ ، -۲۶۵ ، -۲۶۶ ، -۲۶۷ ، -۲۶۸ ، -۲۶۹ ، -۲۷۰ ، -۲۷۱ ، -۲۷۲ ، -۲۷۳ ، -۲۷۴ ، -۲۷۵ ، -۲۷۶ ، -۲۷۷ ، -۲۷۸ ، -۲۷۹ ، -۲۸۰ ، -۲۸۱ ، -۲۸۲ ، -۲۸۳ ، -۲۸۴ ، -۲۸۵ ، -۲۸۶ ، -۲۸۷ ، -۲۸۸ ، -۲۸۹ ، -۲۹۰ ، -۲

عزیز کیم : ۷۷۷ ، ۷۸۰ ، ۷۸۸

[illegible]

145 / 12. / 150 / 14.

[illegible]

زبور بجم : ٥٨٠ ، ٥٤٨ ، ٤٨٠ ، جاذب نامہ : ٤١٩ ، ٤٣٢ ، ٤٤٩ ، ٤٥٢

C90, C91, 4A, 4C9, 4C1, 4C4, 4C5, 4C1

شنوایی و یادکرد: ۸۰۳، ۸۱۵ - درمان فاز: ۱۹۴، ۹۳۴، ۹۵۰، ۸۲۲ -

شعر نمبر ۲۳ تا ۲۴۲ : " آئین حیات کیا ہے ؟ جہہ مسلسل " " زندگی مبارک ہے المراقب و معاصد کی

تخلیل اُن کا کہ وہ پہلے تبدیلی اور کارروائی سے "۳۸۹" آرزو اور تخلیق مقاصد کے بغیر جدوجہد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ "کھو تھی زندگی سے نہیں یہ فضا میں اُڑتے" سانے آسمان اور بھی ہیں مثنوی اسرارِ دہری میں علامہ نے باقاعدہ "در بیان این کہ چاہتہ فوری از تخلیق و تولید مقاصد است" کا عنوان باز رکھا ہے۔ یعنی "مقاصد تخلیق و تولید"۔

یعنی سے ماز علیق قاصد زرنہ ایم از شایع آرزو تابندہ ایم ۳۹۱
تنبلی ملکہ کے لئے حاشیہ شعر ۹۷ ملکہ یو — حکایت نرسی ۲۵۷ نظم تیز فطرت کا
حصہ ۵ " آدم از بہشت بیرون آمدہ گی گوید " ہمہ سوزا تمام ہمہ درد آرزویم بگماں دہم لیتیں را از محمد حسین

۳۸۸. شذرات فکر اقبال (اردو ترجمہ) ص ۱۳۱ ۳۸۹. تشکیل جمہوریہ نہایت دوسوم (اردو ترجمہ) ص ۸۴ (دوسرے ناول) -

۳۹. کلیات (بسال نهم) ۳۵۳ (بلایری نظامی) ۳۹۱. کلیات (بسال فارسی ۱۵) نامت ۱۴ (مثنوی در اخروی) -

منقریہ کہ شو دل عاشقان ببرد بہ بہشت جادوانے نہ فوائے درد مندے نہ فوائے غمگسارے

اور ۵ زندہ ہر ایک چیز ہے کوشش ناقص سے
شعر نمبر ۲۴۳: قندل شب : چاند - سایہ من بر سرین : قیاس کی غلطی ہے۔ سایہ دل ہی
 ایسا ہی توانا چاہئے جیسا کہ کردہ ارضی ہر ہے۔
شعر نمبر ۲۴۵: از گمانہا یک شو : یعنی کن خیالات اور اندیشوں میں گم ہو، انہیں جھٹک کر اپنے
 سفر پر نظر رکھو دھیان دو۔

۲۴۱ - آن سادت آن کوسبار ہولناک
 ۲۴۹ - صد جبل از خافطین و یلدرم
 از درونش سبزہ سر بر نژد
 ابراب ہم ہوا ناتھ دو تیز
 عالمے فرسودہ بے رنگ و صوت
 ۲۵۲ - نے بنا فتنہ ریشہ نخل حیات
 اندروں پر سوز و بیروں چاک چاک
 بروالتش دوو و ناز اندر شلم
 طائر اندر فضائش پر نژد
 بازین مودہ اندر ستیز
 نے نشان زندگی و رونے موت
 نے بہ صلیب روزگار ش حادثات

۲۵۱ - گر چہ بہشت از دوومان آفتاب

صبح و شام او نژاید انقلاب

گفت رومی "خیزو گامے پیش نہ
 ۲۵۶ - باطنش از ظاہر او خوشتر است
 بر چہ پیش آید قرائے مرد ہوش
 چشم اگر بیناست ہر شے دیدنی است
 ہر کجا روی برد آ بخا بزو
 دولت بیدار را از کف مدہ
 در قفار او جہانے دیگر است
 گیر اندر حلقہ ہائے چشم و گوش
 ہر ترازوئے نگہ سنجیدی ست
 یک در دم از غیر او بیگانہ شو

دست من آہستہ شو خود کشید
 تندرقت و بر سر خار رسید

حواشی و تعلیقات: شعر نمبر ۲۴۹ - خافطین و یلدرم : چاند کے دو آتش فشاں فرقی پہاڑ
 ۲۵۲، ۲۵۴ : جہاں زندگی اور موت نہ ہو وہاں زمانے کا کیا تصور اور حادثات و واقعات

کیے اور تیز و تبدیل کیسا۔ ہر چند کہ آفتاب ہی سے متعلق کیوں نہ ہو

(۴۷)

عارف ہندی

کہ ہیکے از غار بے قمر خلوت گرفتہ، واپل بند اورا جہان دوست مئی گویند

من چو کوراں دست بردوش فریق
ماہ را از ظلمتیش دل داغ داغ
وہم و شک برین شبینوں بختند
راہ رفتم رخصتاں اندر کمین
تائندہ را جلوہ با شرب حجاب
وادی ہر سنگ او زناں بند
از سرشت آب خاک است این تمام
در لوائے او چوئے ذوق و سرور
نے زمینش را سپہ لا جور
نور در بند ظلام آنجا نبود
زیر نخل عارف ہندی نثر ادا
خون بر سر بستہ و عریاں بدن
ادے از آب و گل بالاترے
وقت اورا گردش ایام نے
گفت بارومی کہ ہمراہ تو کیست؟
وزنگاہش آرزوئے زندگیت

- ۲۷۵

حواشی و تعلیقات : (۴۷) عارف ہندی۔ دشوا متر [جہان دوست]۔

"قیاس چاہیے کہ اسی سے مراد مشہور رشی دشوا متر ہیں جو کہ ہیرنکاری
اتحاد اور اخلاقی سر بلند کی داستانیں اب تک مشہور ہیں۔ دشوا متر کا زمانہ ایک ہزار قبل مسیح سے
پہلے پڑنا چاہیے [یہ مؤرخوں کی رائے ہے] لیکن روایات کا بیان یہ ہے کہ دشوا متر کا زمانہ پانچ ہزار سال
قبل مسیح ہے۔" ۳۹۴ "ہندو افسانوں کی رو سے قنوج کا راجہ تھادہ راجہ رام چندر جی کا اتالیق رہا شکنتلا
اجا کی بیٹی تھی اسے رام رشی اور ہریم رشی کے القاب ملے ہوئے تھے۔" ۳۹۵ "اس کے باب کا ۲۲
۳۹۴ تعلیمات اقبال ص ۲۸۹ سید عابد علی عابد بحوالہ مندرجہ بالا: قدیمین ملک جاوید نامہ: تصحیح و ترمیم ملک وکرم پور پانی

سنا رہی تھا اور وہ لٹلی اعتبار سے کھڑی تھی۔ ایک روز وہ شکار کھیلنے کھیلنے ایک ضار رسیدہ و ششٹھا نامی بزرگ کے پاس پہنچا۔ و ششٹھا کے پاس ایک بہت دودھ دینے والی گائے تھی۔ و شوا متر نے اس گائے کو ایک زر بترے عوص فریادنا چاہا لیکن و ششٹھا نے بیچنے سے انکار کر دیا۔ و شوا متر نے بجبر لبنا چاہا تو ٹرائی ہو گئی جس میں و شوا متر کو بڑی طرح شکست ہوئی۔ اسے اس شکست سے تکلیف تو بڑی ہوئی لیکن اس سے وہ ایک برہمن کی غیر معمولی طاقت کا مستر ف بھی ہو گیا۔

اس نے عہد دیا کہ جب تک مجاہدات و ریاضت سے وہ راج رشی، مہارشی اور برہمن رشی کے معزز القابات حاصل نہیں کر لیتا چین سے بیٹھے گا۔ و شوا متر نے اس عہد کو اس کمال سے پورا کیا کہ خود و ششٹھا نے اسے برہمن رشی کہہ کر کچا رہا۔ و شوا متر، رام کا استاد اور رفیق تھا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اقبال کو و شوا متر [کناد رشی] کا اثبات خوری ہر اصرار کرنے کا رجحان پسند آیا اس لئے انہوں نے و شوا متر کا ذکر کیا ہے۔

و شوا متر کو اصرار ہے کہ برہمنیت کے تمام روحانی کمالات غیر برہمن کو بھی اپنی ذاتی جدوجہد ریاضات اور مجاہدات کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے فلسفے کا یہی پہلو ہے جس کو مرکنڈیا پیران میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور اس کی زندگی سے جو قصے کہانیاں وابستہ ہیں ان سے بھی یہ رجحان اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اقبال نے اسی پہلو کو اپنے نظریہ خوری کی تائید میں کناد رشی کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ۳۹۷

و شوا متر ہندو مذہب کی ان اڑی باکم از کم قیم تاریخی شخصیت ہے وہ رامائن اور رگ وید کی روایات کے مطابق رام چندر جی کا دوست اور ان کا دنیالقی را ہے۔ چونکہ وہ خود [قنوج کا حکمران ہوتے ہوئے جی] مقرر حکیم، عالم، مرافق اور مذہبی مناظروں کا جویا تھا اس لئے اس کے دور حکومت میں قنوج علم و دانش کا چکوارہ بن گیا۔ رگ وید کے بعض الہامی حصے اس کی گفتار سے مسترب ہیں۔۔۔ راجہ اندر نے منیکا دیوی نامی حسینہ اس کی خدمت ہر مقرر کی تھی اس نے منیکا کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور مشہور کردار شکنتلا پیدا ہوئی۔ ۳۹۷

رگ وید میں و شوا متر اور وکیشیٹ میں مناقشات کا حال کئی جگہ مرقوم ہے۔ وجہ مناقشت یہ تھی [الہدیہ وجہ مذکورہ بالا گائے کی ضرورت کی واقعہ سے قطعاً برہمن اور جنت سے] کہ راجہ سوراس نے دونوں کو شاہی پرہیت (راجہ کو مقرر کر دیا تھا لہذا دونوں کو برہمنی دکانے لگے۔۔۔ رگ وید کے شترے منڈل کے تمام رشتوں و شوا متر جی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ۳۹۸ شعریہ ۱۵

۳۹۷ مطالعہ تعلیمات و اشارات اقبال ۱۹۸-۱۹۹ ڈاکٹر اکبر حسین قریشی جواہر [The Encyclopedia Sindhi (Hindi Edition) Calcutta 1930 Vol. 21 PP 637-646. ۳۹۸ The Practical Sindhi English Dictionary, Gopal Narayan & Co. Bombay 1912 PP 845-846. ۱۹۸۲

۳۹۷ سہرات اقبال ص ۱۱۳-۱۲۳ ڈاکٹر نور مبین مقبول ایڈیٹری لاہور ۱۹۸۲
۳۹۸ شرح جابنہ نامہ ص ۳۸۱ پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔

۳۹۷ مطالعہ تعلیمات و اشارات اقبال ۱۹۸-۱۹۹ ڈاکٹر اکبر حسین قریشی جواہر [The Encyclopedia Sindhi (Hindi Edition) Calcutta 1930 Vol. 21 PP 637-646. ۳۹۸ The Practical Sindhi English Dictionary, Gopal Narayan & Co. Bombay 1912 PP 845-846. ۱۹۸۲

رومی (۷۸)

۲۷۷- مروت اندر جستجو آوارہ ۴
 پختہ تر کارش زخامی است او
 شیشہ خود را بگروں بستہ طاق
 چوں نقاب افتد بصدیہ ماہ ویر
 حرف با اہل زین رزائے گفت
 شعلہ در مویج و دوش دیدہ ام
 ۲۸۲- بر زطل از شوق می نالد جوانال
 ۲۸۳- من ندانم چہیت و رآب گلشن
 من ندانم از مقام و هنر گلشن

ثابت با فطرت سیارہ
 من شہید ناتمامی است او
 فلکش از تجربہ می خواہد صدق
 گرم رو اندر طواف نہ سپہر
 حور و جہت را بیت و بیتانہ گفت
 کبریا اندر سجودش دیدہ ام
 می کشد اورا فراق و ہم وصال

خواشی و تعلیقات : (۷۸) مولانا محمد جلال الدین رومی : خلاصہ مولفہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۴۹
 شعر نمبر ۲۷۷ : فلسفہ اقبال ۴ زخم ہر ایک چیز ہے پوشش ناتمام ہے ۳۹۹
 ۴ وصل میں مرگ آرزو ہجرت طلب ہے ۵ دوام ہمارے سوز ناتمام است ہے ۶
 ۷ رمزیات جوئی جز در تپش نہ بابی در تپش آرمیدن ننگ است آہورا ۸
 نیز کلیات اقبال اردو ص ۲۵۸ ، ۲۵۹ (انڈیا) بال جبریل ص ۳۳۹ ص ۴۱۸ ص ۴۱۹
 کلیات اقبال فارسی ص ۲۴۲ ، ص ۲۴۶ ، ص ۳۲۳ (بیام مشرق) -

” زندگی ایک بے اور مسلسل اور اس لئے انسان ہی اس ذات کی لامتناہی ذہن و تعلیقات
 کے لئے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہے گا۔۔۔۔۔
 خود کی زندگی و اختیار کی زندگی ہے جس کا ہر عمل ایک نیا موقع پیدا کر دیتا ہے اور وہ
 فلاح اور ایجاد و طبائی کے لئے نئے نئے مواقع پیدا کرتا ہے۔“ ۲۰۳ ص ۴۱۸ رومانی : زندگی ہر لمحہ
 شعر نمبر ۲۸۲ : نمل : نملی، نملی، نے (فرہنگ عامہ) وہ رشتہ، سوت، دھاکہ جو قطع نہ کرے
 وقت نکلتا ہے۔ نزل، اندر سے خالی نے (غنائت اللغات، نور اللغات) -
 شعر نمبر ۲۸۳ : مقام : ساک کا ہر ایک منزل کے لوازمات و مراسم کا پورا ادا کرنا اور اس منزل کی
 روحانیت کا ساک پوجنا اور اس میں ایسا مضبوط و ثابت قدم ہونا کہ منزل کا خطہ بھی نہ رہے بلکہ اس کے
 بعد ایک ایسی منزل میں ترقی کرے جیسے ساک کے واسطے یہ پانچ صبر، قناعت، توکل، تسلیم، رضا
 استقامت تمام ہیں چنانچہ ساک صبر میں پورا پختہ ہو کر قناعت حاصل کرنا ہے (ایماندار)۔۔۔۔۔ وی طرے

۳۹۹ کلیات اقبال اردو ص ۱۲۴ (انڈیا) (کوشش ناتمام) ۴۱۸ ایضاً ص ۴۱۸ (بال جبریل: ذوق و شوق)
 ۴۱۸ کلیات اقبال فارسی ص ۲۲۴ (بیام مشرق: لام طور نمبر ۱۱) ۴۱۸ ایضاً ص ۳۲۳ (بیام مشرق: ذوق)
 ۴۱۸ تشکیل صبیح الہیات اسلام آباد ص ۱۸۶

سائیک کے لئے منازل عروجی ہیں وہ سو ہیں۔ منازل مغربی ہیں ۱۴۸۔ ان کے بعد تمام تکلیفیں
ہے آخری منزل حیرت ہے۔ عالم فنا حق موفقت کے ہی اشارہ ہے۔ "نکلتے"۔
تکلیفوں کے لئے عاتبہ شعر نیز ۱۴۸ ملاحظہ ہو۔

جہان دوست

۲۸۴۔ عالم از زب است وب رنگی ست حق
چمیت عالم؟ چمیت آدم؟ چمیت حق؟

رومیؒ

۲۸۵۔ آدمی شمشیر و حق شمشیر زن
شرق حق را دید و عالم را ندید
چشم بر حق باز کردن بندگی ست
بندہ چون از بندگی گیرد برات
عالم این شمشیر را سنگ من
غرب در عالم خزید از حق رمید
خویش را بے پردہ دین زنگی ست
ہم خدا آن بندہ را گوید صہلات
۲۸۶۔ ہر کہ از تقدیر خویش آگاہ نیست
خاک او با سوز جاں ہم راہ نیست

خواستی و تعلیقات : رنگ : کنایہ ہے قید لغتین و تشخص سے۔ ہر شے مقید ہے اور
حقیقت، مطلق اور بے رنگ ہے یعنی حق، تعینات اور تشخصات سے بری اور بالاتر ہے اس کی نہ کوئی
شکل ہے نہ صورت۔ کثافت عالم اور تنزیہ حق کے لئے مولانا رومیؒ نے بڑی لطیف بحث فرمائی ہے۔ فرمایا
ہیں "چنانکہ آن قالب لہ نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند، این معنی لطیف ہے چون چلوئے
نسبت بہ باری تعالیٰ اجسام و صورت کثیف اند"

زیرہذا اگر ان روح قدس بنمودی عتول در روح بشر را بدن شمرندے ۲۰۵

جس طرح قالب معنی لہ نسبت سے اشخاص کثیف ہیں اسی طرح یہ معنی باری تعالیٰ کی نسبت کثیف ہیں۔ ہم جسے
معنی کہتے ہیں وہ بھی خدا کی نسبت سے جسم اور صورت ہی ہے،
تو پھر اندرین صورت عالم کیا ہے؟ آدم کیا ہے؟ اور حق کیا ہے؟ فلسفہ و فکر کے یہی تین بنیادی
سوالات ہیں جو مشرق و مغرب کے علماء و فلاسفہ اور صوفیاء کے فکر کا محور رہے ہیں۔ علامہ نے بنیادی
رومی فلسفیانہ رنگ میں صوفیانہ توجہیہ بیان کی ہے جو زیادہ سے زیادہ نظریہ حق کی تعظیم ہی کی جابجائی ہے۔

۲۰۴ اصطلاحات صوفیہ ص ۲۲
۲۰۵ فیہ مافیہ - ملفوظات مولانا رومیؒ فیہ مافیہ ص ۲۲
۲۰۶ فیہ مافیہ - ملفوظات مولانا رومیؒ فیہ مافیہ ص ۲۲
تعلیمی مطالعہ ضروری ہے۔

اُدھر بارِ خلافت، حقیقتِ شیاو کے علم کی برکات ملا، اب آدم و اولادِ آدم پر یہ دُہری
 ذمہ داری مائل ہو گئی کہ وہ کائنات کو اپنے لُحوف میں لائے اور معرفتِ حق سے رُغزلانی سے
 بھی پیے۔ وہ کارِ بارِ حیات ہیں خدا اور کائنات کے درمیان واسطے کی حیثیت میں اللہ کی تخلیقِ فعلیت میں شریک
 ہیں۔ یہی مطلب ہے دستِ حق میں شمر ہونے اور اس شریک کے لئے کائنات کا سہارا بننا جو ہے۔
 شومیز ۲۸۶ تا ۲۸۹: لیکن - مشرقی اہل دانش ہیں تعینات کے پردوں اور منتزعات
 کے الجھڑوں میں الجھکر "عالم" سے فرار اور "روح باعتبار تعین غیر حق اور باعتبار وجود عین حق"
 کی الجھڑوں میں پھنسی کر تعینات کے پردے اٹھائے یعنی تَرَبُّعِ مَلٰئِکَہ کو شعار بنانے میں
 لگ گئے۔ دور "خلافتِ ارضی" کی وہ بنیاد جو عَلَّمَ اٰدَمَ لِّلْاَسْمَاءِ ۱۰۸ سے روشن ہے
 اکھڑی۔۔۔ وہں، اہل مغرب مادیت میں ایسے گھسے [خزیرین: گھسنا] کہ
 حق سے غافل ہو گئے، پس مغرب و جوی ہوں یا سائنسی دان - خدا کی ہستی کے تو قائل
 ہیں لیکن انہیں قوانینِ فطرت کے نفاذ کے بعد اور آدم کو خلافت سونپنے کے حوالے سے، اسے کائنات
 سے لائق کر دیا ہے۔ یا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا الرَّسُوْلَ فِى الْاَمْرِ الَّذِىْ لَا يَنْزِلُ مِنَ الْكِتٰبِ ۱۰۹
 جاری رساری ہو کر گم ہو گیا ہے! غیر شخص ذات ہوئے حوالے سے، اُس سے کسی
 شخص رابطے کی نفی کر دیا جیسا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا الرَّسُوْلَ فِى الْاَمْرِ الَّذِىْ لَا يَنْزِلُ مِنَ الْكِتٰبِ ۱۰۹
 مَا نَزَّلَ الرَّسُوْلُ مِنْ شَيْءٍ ۱۱۰ کے قرآنی ریکارڈ سے ثابت ہے۔

مار یہ کہ "اہل مشرق نے خدا شناسی کی طرف متوجہ ہو کر جہاں کو بھلا دیا جب کہ مغرب
 والے جہاں شناسی میں ایسے لگے کہ خدا کو بھلا دیا، یہی خورشناسی تو وہ خدا شناسی کا مقدم
 ہے، ۱۱۰ یعنی اپنی شناخت زندقہ ہے تو خدا شناسی بندگی - ایسا حقیقی مقام کو
 پاتا ہے۔ بندہ جب زندقہ کا مالک بنتا ہے تو خدا اُس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَ
 مَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ لَا اَنْہٰیہَا الَّذِیْنَ اَسْتَوٰصَلُوْا عَلَیْہِ وَسَلٰمٌ ۱۱۲
 جو اس تقدیر [مقصد زندقہ اور وجہ وجود] سے آگاہ ہیں وہ چلتا پھرتا لاشہ ہے
 بے جان ہوتے۔

(۹۹) **تقدیر:** مادہ قدر [ق در] جس کے لفظی معانی اندازہ لگانے، لکھنے یا
 توانا ہونے کے ہیں لیکن اصطلاح میں قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ
 ارادہ ذاتیہ ہے جو مختلف اشیاء کے تعلق میں مختلف اوقات میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ قضا
 اور قدر میں فرق یہ ہے کہ قضا تو اللہ تعالیٰ کا کٹھنی اور ازلی حکم ہے جب کہ قدر اُس

حکم کی جزئیات کا نام ہے۔ اشارہ کے نزدیک اللہ کی قضا سے مراد اشیاء کے متعلق اس کا ازلی ارادہ ہے، ^{۴۱۳} یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قضا سے تمام موجودات کا وجود بالامیل مراد ہے جو عالم عقل میں ہو اور قدر ان کا متمایز تفصیلی خارجی وجود ہے جو یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوتا ہے ^{۴۱۴}

قدر کے معنی ہیں کسی چیز کی مقدار کا واضح کر دینا یا اس کا انوارہ کرنا، اس کا پہچانا اور شناخت کرنا۔ تقویر کے معنی ہیں قدر عطا کرنا اور اعتقائے حکمت کے مطابق ایک خاص انوارہ اور خاص وجہ پر بنانا۔ قضا و قدر میں یہ فرق ہے کہ قدر انوارہ کرتا ہے اور قضا اس پر اجراء حکم اور اس کا قطعی کر دینا ^{۴۱۵} حکم الہی (اجمالی)، قضا ہے اور حکم الہی تفصیلی، قدر ^{۴۱۶}۔

خلق دائر کے مالک نے ہر شے کو نہ صرف تخلیق و تسویر ہی کے مرحلہ میں اس کے مقصد وجود سے آگاہ کر دیا بلکہ اس مقصد زندگی (تقدیر) کو پورا کرنے کا طریقہ بھی لکھا دیا۔ ^{۴۱۷} اَلَّذِي خَلَقَ فَتَوَصَّوْهُ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ^{۴۱۸} [اس مضمون پر تفصیلی بحث اٹ، اللہ اپنے مقصد پر آگے آئے گی] یہاں مطلقہ کا مقصد مراد اتنا ہے کہ جو کوئی اپنا مقصد زندگی (تقدیر) معلوم کر لے وہ اپنا مقصد وجود کو سمجھنے کے باعث حقیقی زندگی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ جان پر سوز سے محروم جسد خاکی — اس نے ایم بھی یہاں ہی حد تک وضاحت پر اکتفا کر رہا ہے اور "جبر و قدر" کی بحث کو پس چھوڑ دیا ہے — مرحلہ تخلیق ہی میں ہر جان دار دے جان کو تقدیر سے نوازا گیا ہے لہذا ہر شے چار و ناچار اس تقدیر کی تابع پہل ہے ^{۴۱۹} وَلَوْلَا اَسْلَمْنَا مِن بَيْنِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ لَكُنَّا عَرَاكًا يُغْرَقُ ^{۴۲۰} پس جس طرح کہ بے شمار علم ہیں اسی طرح بے شمار تقدیرات بھی ہیں۔ یہ تقدیرات طبقات خاص، نفسیات خواہشات یا طبیعی تقاضے اور الہیات و دینیات میں تقدیرات کہلاتی ہیں۔ انہیں کو "ہدایات فطرت" نام دیا جاتا ہے۔ انسان کا تقدیر عناصر فطرت کو ملنے والی ہدایات فطرت (مادی خواص) پر تصرف حاصل کرنا ہے۔ اس کے لئے اسے بھی "مقصد زندگی" (تقدیر و ہدای) سے نوازا جانا لازمی تھا۔ ورنہ اس میں اور دیگر حیوانات میں کیا امتیاز ہوتا۔ یہ تقدیر و ہدای — تعلیم کی گئی ہے۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ^{۴۲۱} [العلق: ۵] یہ تعلیم تقدیر و ہدای — علم بالوحی یا ہدایت بلوچی کہلاتی ہے۔ ہر شے اپنی تقدیر کی تابع پہل ہے اس لئے اس کا تشخص ذاتی قائم و دائم ہے۔ اگر انسان "حکام الہی" یعنی اپنی تقدیر سے غافل ہوگا تو وہ اپنا تشخص کو بیٹھے گا — آگے علامہ اس کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔ تقدیر کے لئے نیز لازماً بتعلیقہ نمبر ۱۷۹ ^{۴۲۲}

^{۴۱۳} اردو دائرہ معارف اسلامی تحت قضا و قدر (حوالہ دستور العلماء جلد ۳ ص ۵۹، ص ۷۳)

^{۴۱۴} البصائر، حوالہ کثافات اصطلاحات الفنون ص ۱۲۲، مبدع

^{۴۱۵} مفردات ^{۱۱۶} اصطلاحات صوفیہ، شاہ محمد عبد العزیز تحت قضا و قدر

^{۴۱۶}

جہاں دوست

۲۹۰ - برو جود و بر مرم پچیدہ است
کار ما افلاکیاں جز دید نیست
دوش دیدیم بر فراز مسترود
از نگاہش فوق دیدار چکید
گفتش از مہرباں راز پھوش
از جہاں ز سرہ گہراختی ؟
گفت " بنگام طلوع خاور است
لعلہا از سبک آید برون
رستخیز در کنارش دیدہ ام
رخت بند از مقام آوری (۵۲)
اب خوش آن توئے لہجہاں اوئید

مشرق این اسرار را کم دیدہ است
جانم از فردائے او تو مید نیست
ز آسماں افروشتہ آمد فرود
جز لبسوت خالہاں ما ، ندید
تو چہ بینی اندر آن خاک خموش
دل بہ چاہر باجے انداختی (۵۱)
آفتاب تازہ اورا در بر است
یوسفان او ز چہ آید برون
لرزه اندر کوسارش دیدہ ام
" ماشود خوگر ز ترک بت گری
از بل خود خویش را باز آفرید

مرشیاں را صبح بیدیاں ساعی
چوں شود بیدار چشم ملتے

پیر بندی اندک دم در کشید
۳۰۳ - گفت مرگ عقل گفتہ ترک نکرد
گفت تن گفتہ کہ زاد از گروہ
۳۰۴ - گفت آدم گفتہ از اسرار اوست
گفت این علم و نہر گفتہ کہ بوسیت
۳۰۵ - گفت دین عامیان گفتہ کشید
باز در من دیدوب تابانہ دید
گفت مرگ طلب گفتہ ترک نکرد
گفت جان گفتہ کہ مرگ را کہ
گفت عالم گفتہ او خود ز برست
گفت حجت چہیت گفتہ کہ بوسیت
گفت دین عارفان گفتہ کہ دید

از کلام لذت جانش فرود
نکتہ ہائے دل نشیں بر من کشود

حواشی و تعلیقات : (۵۱) برو جود و بر مرم پچیدین :

وجود سے متعلق تفصیلات کے لئے تعلیقہ نمبر ۱۴ ملاحظہ ہو۔ وجود ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے ماسوائے اس کے عدم ہے۔ علم : کئی تین اقسام ہیں ۱۔ علم نفس اس کو

متنع الوجود کہتے ہیں جیسے شریک باری نہ ۳۷ عدم اضافی اس سے مراد ایمانِ ثابتہ یعنی طورِ علمیہ
ہیں ۳۸ عدم العدم ، اس سے مراد ذاتِ پاک ہے کیونکہ عدم کا عدم اثبات ہے اور حقیقت میں
اثبات اور وجود بجز ذاتِ حق کے کسی شے کا نہیں ۳۹ لیکن صوفیاء کے ہاں عدم کا اصطلاح نفی ہستی
کے لئے نہیں بلکہ مصدر ہستی کے لئے استعمال ہوتا ہے ۴۰ اسی حوالے سے جہان دوست نے ندوی
کے اس ارشاد کے جواب میں کہا۔ آدم ، دستِ حق میں شمشیر ہے اور عالم اسی شمشیر کے لئے بمنزلہ
فنا کے ہے۔ یہی انسان کی تعمیر ہے کہ وہ اپنی حیثیت کو دونوں طرف کی نسبت سے موزن
ہونے نہ دے۔ جہان دوست کا کہنا یہ تھا کہ مشرق والوں نے اس طرف توجہ
ہی نہیں دی۔ وہ وجودِ دوم کی بحثوں میں الجھ کر، پہلے ذاتِ مطلق کے منکر ہوئے پھر اپنی ہستی "ہی کے منکر ہوئے
آئیٹینڈوں کا حقیقی تصور جیسا کہ منڈن کے رائے ہے، یہ ظاہر رہا ہے کہ
"دکھائی دینے والے عالم کا کوئی وجود نہیں ہے۔ صرف الوادی
روحوں (جبر) کی حیثیت کے سبب سے یہ نمود دکلائی معلوم
ہوتا ہے " ۴۱

"عالمِ محسوس" کا یہ انکار وجود، خود ذاتِ مطلق "کو ذرہ ذرہ اور نقطہ نقطہ سے بکھیرنے
کی کامیاب نتیجہ تھا۔ "خدا، روحِ مادر، تینوں ایک نے باقِ خدا سے انکار کی راہ دکھائی [اس
ارتفاع کے لئے ملاحظہ ہو شرحِ جدید نامہ یوسف سلیم چشتی صفحہ نمبر ۲۷ تا صفحہ نمبر ۴۷] — خطبہ عظم
یہ کہ ہندوستان میں نو نوبت [ساتھ درشن، جین دھرم، بودھ دھرم اور چارواک دھرم
ناتھک [منکر خدا] اور نیائے درشن، ولیشیک درشن، یوگ درشن اور ماتھیہ
(تائین خدا) لیکن محدود پست جا قدرت ہے بے درد اور ظریف عقل
ویدانت کے لاموجود الٹا (اللہ کی تعلیم دی مقرر اس کی تعمیر نے
آپ حلول و ارتکار اور بعض اوقات خدا کو سرے سے غائب یا کائنات
کا شکل میں بدل دکھایا " ۴۲

ہندوستان کی اقدام کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ خدا انسان اور کائنات
میں باہمی رابطہ کیا ہے اسی لئے انہوں نے کائنات کو اپنا خادم بنانے کے بجائے
باتو اسے اپنا مخدوم بنا کر پوجنا شروع کر دیا یا اس سے غلط فہمی آ رہی ہے ۴۳

چونکہ مسئلہ نے یہ بیان و شواہد: ایک ہندو فکر کی زبانی دئے کیا ہے اسی لئے ہندو فکر تک ہی
اس کی تفصیلات کو محدود رکھا گیا اور شیخ ابن عربی اور دوسرے صوفیاء کے وجودی تصورات سے قوفی سانس
نہیں سمجھا۔ وہ بھی اپنے موقع پر زیر بحث آئیں گے۔

معلوم ہے بھی ہریان جان درست اس فرشتے کے حوالے سے جو چاند کے ایک پہاڑ قشرد
(رضی نام) سے اترتے ہوئے "ہنگام طلوع خاور است" بکارتا جلا جاتا تھا، یوسفان ہند کو حضور
اور یوسفان مشرق کو بھونا غصہ کے چلا منزلت سے نکلی آنے کی بشارت سنائی۔

(۵۳) رخت بند واز مقام آفری: جادو نامہ کا زمانہ تصنیف وہی ہے جب معلوم قطبہ اللہ آباد
کے ذریعے مسلمانوں کو وطنی قومیت کے "مقام آفری" سے نکلی کر، "بے ترک وطن سنت محبوب الہی"
کی حالت کے وسیلے آزادی کا لائحہ عمل دکھا چکے تھے اور تاریخ شاہد ہے کہ آل انڈیا کانگریس
کی متحدہ و مخلوط قومیت کے رسیا بھی بالآخر سمائٹس کی آل انڈیا قومی کانفرنس سے دل برداشتہ ہو کر
اقبل کی لامبور لہگ کے پروگرام کے مؤید ہو گئے۔

شعر نمبر ۳۰۳: ترک فکر: کورانہ تقلید، ترک ذکر: مفید زندگی: معرفت الہی سے غفلت۔

۳۰۴: تن کے گرد راہ سے پیدا ہونے سے یہ شبہ نہ پڑنا چاہیے کہ معلوم تن و جان
کو اللہ اللہ سے سمجھتے ہیں۔ تن، زندگی کے ہون پر اسی طرح کی گرد ہے جس طرح کہ اخگر اپنی
حاکم سے قبا پرش ہوتا ہے۔ البتہ جان کی بات ذرا گہری ہے کہ یہ رمز لا الہ الا اللہ
ہے۔ جان کی حقیقت "سبل الردع من امر ربی" سے روشن ہے۔ ہر شے تقدیر رکھتی
ہے۔ پائی کی اجتماعی تقدیر (امر ربی) سطح ہموار رکھنا ہے۔ جب پائی کی سطح ہموار ہوتی
ہے تو وہ پرسکون ہوتا ہے جب اس کی سطح نامی ہموار ہوتی ہے تو وہ اُس جگہ تک دوڑنے
پر مجبور ہو جاتا ہے جہاں اس کی سطح ہموار ہو جائے۔ یہ "دوڑ پڑنا" اور "پرسکون ہو جانا"
"تقدیر" ہی کا کرشمہ ہے۔ تو پھر "جان" "امر ربی" ہی سے تو ہوتی ہے۔ اسی لئے
رومی کی زبانی معلوم نے کہلوا دیا جو تقدیر سے نا آشنا ہے اس کا خاک اسو جہاں سے
نروم ہے۔

پزلہ از تقدیر خویش آگاہ نیست

خاک او با سوز جاں ہمراہ نیست

ایسے انسان نچوئے ادبیک کالاً لغام بل ہم افضل۔ چو پلے جگہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ مٹی تشخص یا
اجتماعی خودی سے نروم۔

شعر نمبر ۳۰۵:

للمسم بد و عدم جن کا نام ہے آدم

خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہن

زمانہ صبح ازل سے رہا ہے جو سفر

مگر یہ اسی کی نگہ دوس سے ہوتا ہے کہن

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں

وجود حققت انسان نہ روح ہے نہ ہون

شعر نمبر ۲ میں معلوم نے "آدم" کے حوالے سے ڈاروینی فلسفہ اور نفاذ کو کتنی خوبصورت سے رد کر دیا ہے۔

نوائے عشق را ساز است آدم

مشق اندر حبیبو افتاد آدم حال دست

نمایہ راز و خود راز است آدم

جلوہ او آشکار از پیرہ آب و گل است

جہاں تک **لو خود روبروست** کا تعلق ہے تو ایسا پرہیزگارہ اورست جیسے تصورات کا گمان نہ رہتا ہے۔ بظاہر الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ جانتے ہوئے کہ علامہ وحدت الوجود جیسے خیالات کو الحاد سمجھتے تھے علامہ کے ان الفاظ پر گہرے غور و غوض کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر پرولی الدین مصنف قرآن اور تصوف کی ایک تحریر کا اقتباس اس حوالے سے مفید مطلب جان کر نقل کیا جاتا ہے۔

”یہ تو یقین ہے کہ حق تعالیٰ موجود ہیں اور عالم مطلق بھی ہیں۔ اب عالم کے لئے معلوم کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ان تین اعتبارات میں اجتہاد ہی سے صاف طور پر تمیز کی جاسکتی ہے۔ وہ اپنے ہی افکار و تصورات کے عالم میں ہی ان کے علم کے مروض ہیں معلوم ہیں۔ علم بغیر معلومات کے ویسے ہی محال ہے جیسے قدرت بغیر تدبیر کے، سمیع بے سمیعیات کے اور بصیر بے مبہرات کے۔ حق تعالیٰ چونکہ ازل سے عالم ہیں اور علم بغیر معلومات کے ناممکن ہے لہذا ان کے معلومات بھی ازلی ہیں یعنی معلومات غیر مجعول یا غیر مخلوق ہیں۔ علم حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس کا ان کی ذات سے انفکاک ناممکن ہے ورنہ حق تعالیٰ کو جہل لازم آئے گا۔ تعالیٰ اللہ عنی ذالک“

چونکہ حق تعالیٰ غیر مخلوق ہیں ان کا علم بھی غیر مخلوق ہے۔ اسی طرح چونکہ ان کا علم کامل ہے لہذا ان کے معلومات بھی کامل ہیں — اب حق تعالیٰ کے معلومات کو فلسفہ مابیات اشیاء کہتے ہیں اور صوفیا ایمان یا صوری علم یا معلومات حق یا حقائق الحکمت یا ازل میں ملنے والے ہذا جیسا کہ علامہ بیان کیا، جازا ”ادخو روبروست“ کہا جاسکتا ہے، لیکن اسے حقیقت سمجھ لینا غلط ہے۔

شعبہ نمبر ۳۰۶/۳۰۶ - وید کے نئے حواشی و تعلیقات شعبہ نمبر ۱۷۶ الخ ملاحظہ ہو۔

نہ اسخن از عارف ہندی

(۱)

ذات حق را نیست این عالم حجاب
غوطہ را حال نہ گردد نقش آب

یہ دیدارنتی نظریہ ہے "یکو برہم دویتو ناستی" برہما کے سوا سب کچھ مایا یعنی نقش آب ہے جتنا تلاش کھچے پس "شری شنکر نے اودیا [جہالت] اور برہمہ [حقیقت] کا تعلق اور اس کی نوعیت کا اظہار نہیں کیا لیکن یہ ظاہر ہے کہ شنکر کے مسلک میں وہ حوالے ہیں، ایک قول حقیقت یا منور بالذات برہمہ اور دوسرا غیر معین قولہ مہورت عالم: اس اصول کی روش سے غیر متغیر واحد برہمہ کثرت عالم کے اختلاف میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ غیر معین جو ہمیشہ وضعیتی کے حوالے سے مختلف ہے۔ اس کا وجود ضروری ہے خواہ رضائی ہی سہی جو حقیقی عالم کے نمودار ہونے پر غائب ہو جاتا ہے۔^{۴۲۸} یہی وہ قول ہے جسے، محمد الون ابن عربی نے لا موجود الا اللہ^{۴۲۹} کا لباس پہنایا۔ لیکن ہندی مارن کے خیالات کو ہندی فلسفہ تک ہی رہنا چاہیے۔^{۴۳۰} فنیل مزید کے لئے شعر نمبر ۳۰ کا حاشیہ دیکھا جائے۔ جاوید نامہ کے شارح پروین سر محمد لویف سلیم صاحب چشتی نے یہ بات آسان لفظوں میں تحریر کی ہے اس لئے وضاحت کے لئے وہ بھی درج ہے۔

"بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہر صفت کو درسی صفات کے ساتھ خاص خاص نسبتیں ہیں (ان نسبتوں کو ترکیب سے بھی تعبیر کرتے ہیں) ان نسبتوں یا باہمی ترکیبوں سے بے شمار صورتیں علی الہی میں پیدا ہو گئیں (ان ہی صورتوں کا اصطلاحی نام ایمان ثابتہ ہے) وجود مطلق، ان ہی صورتوں اور ان کی قابلیتوں (استعدادوں) کے مطابق ظاہر ہو رہا ہے اسی ظہور کا درسا نام عالم ہے۔ بیدل نے نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر تحقیق چہ پردازم کہ آن شیرنگ دلش

دلیل و صورت خویش است ہر جا در نقاب من " ۴۳۱

جب میرا نقاب اسی کہ صورت کی دلیل ہے تو یہ حجاب تو نہ ہوا، البتہ رہ گیا۔ یہی وہ فلسفہ ہندی ہے جسے علامہ نے عارف ہندی کا زبانی بیان کیا۔

۴۲۸۔ اسی لئے کہ یہ بعض نیستی نہیں، نیستی کہہنا ہے ورنہ اس کا واقعی وجود منی۔ اسی لئے یہ قولہ نیستی و نیستی سے مختلف ہے [لفظ اقبال۔ سیکشن ۱۱۲/۶۳] ۴۲۹۔ لفظ اقبال۔ ایذا ص ۶۵۔ ۴۳۰۔ ابن عربی نے لکھے ہیں "یہ عالم کیا ہے ذات کی ایمان ثابتہ پر مبنی ہے۔ ان ایمان ثابتہ کا وجود بغیر وجود حق کیونکر ہو سکتا ہے" (افوض الیک منہ) فصیحون اندر ترجمہ ہذا غیر مطبوعہ تقریر سنہ ۱۳۸۸ھ ۴۳۱۔ شعر جاوید نامہ ۴۲۳

زاون اندر عالمے دیگر خوش است تا شباب دیگر آید بدست

زاون اندر عالمے دیگر۔ تمہید زمینی کے تحت معنوں پیر روی کی روح اسرارِ معراج کی شرح میں
شیون زندگی کے بدلے جالبوں [ارتقاء حیات] کی طرف توجہ دلاتے ہوئے۔ ماں کے شکم سے پیدا ہونے
کی طرح۔ زندگی میں۔ دوسرے جنم لینے کی تلقین رکھتے ہیں۔ یہ نیا جنم زمان و مکان کا قید سے
ماورایہ۔ یہ تسخیر زمان و مکان، ایک اور شباب کے حصول کا راستہ ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے قریشی
شمار ۱۳۲ تا شمار ۱۷۹ ملاحظہ ہوں۔

(۳)

حق و رائے مرگ و عین زندگی ست بنوہ چوں میرو نمی و اند کہ چیست

(۱) بنوہ نمی داند کہ حق چیست؟ اس لئے مرنے والے۔ حق و رائے مرگ و عین زندگی ہے۔ عرفانی حق
سے حیاتِ جاوید حاصل کی جاسکتی ہے۔ (۲) بنوہ نمی داند کہ او چیست؟ اس لئے مرنے والے۔ یعنی
حق زندگی مرگ است بے دیوارِ خویشی اور اگر حق خدا خواہی بخود نزدیک تر شو
جب آدم دستِ حق میں شمشیر ہے تو اُسے اپنی اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔

بنوہ حق و رائے پیغراں	او نگنجد در جہان دیگران
ناویش سرے ز اسرارِ خداست	حیف اگر از خویشی نا آشناست
زندہ مرد از غیر حق دارد ذوق	از خودی اندر وجود او چراغ
نا جان دیگر پیدا کند	این جان کہتہ را بر می زند

"شعری اسرارِ خودی" میں علامہ نے یہ بات مومن، کج بخت، بنوہ سے مخاطب ہو کر کہی تھی۔ کہ تو آزاری
میں کمال نہیں رکھ، میں ابراہیمی سے دور ہوں۔ اگر ایم دونوں اپنی اپنی تقدیر سے آشنا ہو جائیں تو آدم
کے لئے ایک سناہ عالم نظر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ تو پھر ہی تقدیر کے گم تھاری داستان تک ہی پہنچ سکتا ہے
۱۔ امامتِ دارِ تہذیب کہیں پشتِ پا بر مسک آبا من
از گلِ خود آدے تیر کنی
پیر آدم، عالمے تیر کنی
۲۳۵

۲۳۴۔۔۔ کلماتِ انبیا ماری ص ۸۵ (شعری مسافر: خطاب بہ اقوامِ ہر دم)۔

۲۳۵۔۔۔ انبیا بنامِ شاد ص ۸۴ مرتبہ محمد عبد اللہ ذر لہجی۔ نرم انبیا لاہور بیع ذری ۱۹۸۶ء۔ فیصل کے لئے ملاحظہ
ہو۔ "انبیا اور ستمہ قومیت" ارشاد شکر اعلان دہلی، جلد صحیفہ، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۹۶ء شمار ۱۲۶۔
میں ترقی اور لب لاہور۔ حضرت "فیاض اللہ" کے حوالے سے ڈاکٹر سنا اور ڈاکٹر حیدر لہجی کے انکشافات
کے جواب کے لئے۔

گرچہ ماہر خان بہ بال و پریم از خدای علم مرگ افزوں تریم

بندہ چوں میرد؟ نہی دانند چیست " کا تعلق حق سے ہو گیا۔ حق، درائے مرگ ہے اس لئے
"مرگ بندہ" کا حقیقت سے نا آشنا ہے۔ دوسرا شعر اسی منہم کا تقاضا کرتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ
ایک "عالم" (زندگی کی ایک حالت جاد سے نبات، نبات سے حیوانات علی ہذا) میں مرگ اور دوسرے عالم میں
منہم کی یہ لذت جو آدم کو مہیا ہے حق و قیوم کو اس کی خبر کیا ہے؟ "تو یا حق و قیوم نے
آدم کو ایک ہمیشہ قیمت سے نوازا ہے۔ شاید عہدہ نے ترے آزاد بندوں کا نہ یہ دینا نہ دینا
بہاں مرنے کی پابندی دینے کی پابندی کا جواب پایا تھا اس لئے جنت جہاں موت نہ ہو۔ "مالعور
اس میں پریشان کرنا تھا۔ مرد آزادے کہ و اند خوب ورشت می نگیز روح او اندر بشت ۴۲۶
اس لئے کہ کجا آن لذت عقلی غلط سیر اگر منزل رو بیجاں نزار ۴۲۷ جہاں یزدا تو مریض نہ ہو۔

(۴)

وقت؟ شیرینی بزر آمیخت

رحمت علی بقبر آمیخت

خلی از قبرش بہینی شہر و شہت

رحمت او این کہ گوئی و گزشت

یہ انتہائی فہم تصور ہے۔ میرا خیال ہے عارف ہندی کا زبانی عہدہ نے وہ تصور وقت پریش کرنا چاہا
ہے جو قدیم عارف رشاعر ویاس نے پیران میں ایک کہانی میں بیان کیا ہے۔ دشت و جہان سے
ایک زاہد ہرمانی نارو کو اپنی مایا کاراز سمجھایا ہے۔ یہ کہانی علی سردار جعفری کا کتاب اقبال شناسی
مطبوعہ پبلیشرز پبلشنگ ڈوٹس لاہور ۱۹۹۱ء صفحہ ۹۳ تا ۹۵ دیکھی جاسکتی ہے۔ جعفری صاحب نے یہ
کہانی درج کرنے کے بعد یہ قائل کیا ہے۔

(یہ ہے ہندو تصور وقت) ایک طرف یہ خالص ادویت واد اور خالص وروانیت

کی طرف لے جاتا ہے جو شندراچاریہ کے یہاں گوندم بھیج گوندم کے نفع میں ڈھل

جاتا ہے اور اقبال کے یہاں "نہ ہے زمانہ نہ مکان لا الہ الا اللہ" بن جاتا ہے۔ لیکن

دوسرا سطح پر دنیا کو پیچ اور بے معنی اور غیر حقیقی قرار دے کر انسان سے ان

کا قوت عمل جعین لیتا ہے " ۴۳۸

مراد یہ ہے کہ "وقت" بصورت تقدیر، قوم کو عمل کے ذوق سے محروم کر دے تو مزاح قوی کے لئے زہر ہے
اس سے شیر تو شیر، دشت بھی خالی، مویاں اور آراس اپنے آئندہ شمشیر سمجھ کر لب تو
رحمت عام ہے۔ وقت: انا اللہ کے سلسلے میں سے اپنا حصہ لینے کا نام ہے اور وہ عمل اللہ
بھی وقت کا جلال (زبردقیر) اور جمال (شیرینی زرحمت) ہے۔

۴۳۶ کلیات فارسی اقبال ص ۷۰ (فاہید نامہ: زبان حلاج) ۴۳۷ ایضاً ص ۳۲ (ہام مشرق)

۴۳۸ اقبال شناسی ص ۹۵ علی سردار جعفری [اقبال کا تصور وقت]۔

(۵)

کافری مگر است اسے روشن نہیاد
کے سزد بامردہ غازی را جہاد
مرد مومن زندہ و با خود بخت
بر خود افتد، مچھو بر آہو پلنگ

علامہ نے روئے کی زبان سے یہ راز حیات بیان کیا ہے کہ تقدیر سے نا آشنا، صرف جسدِ خاکی رہ جاتا ہے سوزِ جاں سے مروم۔ تقدیر سے نا آشنا تو کوئی نہیں ہوتا خصوصاً ابنِ آدم بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم اپنی تقدیر بنانے کا اختیار رکھتا ہے اور یہی ابنِ آدم کی تقدیر ہے۔ لیکن تقدیر کوئی بھی ہو۔ اپنا لینے کے بعد اس کی طرف سے بے پروائی، کفر ہے۔ یہ تقدیر چاہے کفر کی ہو نہ ہو اپنا لیا ہے تو اس سے مکمل اور بھرپور "کوئیٹ منٹ" لازمی ہے۔ اسرارِ خدای میں ہندو سے براہِ راست علامہ کے مخالف کا حوالہ کلمۃ نمبر ۳ کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ علامہ نے ہندو سے کہا تو آزاری میں پختہ نہیں اس لئے درخیز طوفِ حیرم دل نہیں ہے، میں نہیں کہتا بتوں سے میزار ہو جا۔ میں کہتا ہوں شالۃ زنار ہو جا اپنی کافری میں پختہ تر ہو کہ الیا کفر بھی سامانِ جمعیت ہوتا ہے۔ اسی کا نام خوری ہے مسلمان نہ سہی، کافر سہی، یہ تو خوری۔

موجوں شیعہ خوری اندر وجود از خیال آسمان پیا چہ سود
من نگویم از بتاں ہمیزار شو کافری۔ شالۃ زنار شو
گزشتہ جمعیت حیات ملت است کفریم سرمایہ جمعیت است
تو کہیم در کافری کامل نہی درخیز طوفِ حیرم دل نہ ای
ماندہ ایم از جارہ تسلیم دور

تو زائر من نہ ابراہیم دور ۴۳۹

یہی نہیں علامہ نے پیامِ مشرق کی ابتدا میں لالہ طور کے عنوان سے سولہویں جو مہرے میں بڑی عجیب بات کہی ہے۔ حشر میں ہندوؤں نے برہمن سے سوال کیا آدمی ایسے اشرف المخلوقات کو بتوں کی پوجا میں لگا دیا تو جواب بڑا دلچسپ اور مزید عجیب تھا کہ صنم از آدمی یا شندہ تر لوڈ ^{۱۶} پتھر کا صنم اپنی تقدیر میں پختہ تر ہے اس لئے اس اشرف المخلوقات سے مقرر تر جو تقدیر سے بیکانہ

۴۳۹۔ کلماتِ اقبال ماری ص ۵۹ [اسرارِ خدای: حکایت شیخ و برہمن]

۴۴۰۔ الفضا ص ۲۰۰

تھا۔ کافر مگر ہے کئی حقیقت شاید اب واضح ہوئی ہو اور ہمارے ، غازی کربا سزاوار ہیں سے پیدا ہو کر اس کمال بھی رفع ہو گیا ہو۔ مردِ مومن زندہ ہوتا ہے اور نفس کی نافرمانیوں کے مقابل ان احکام پر ڈٹا ہوتا ہے جن پر وہ ایمان لکھتا ہے یعنی اپنی تقدیر سے طور پر منتخب اور اختیار رکھتا ہے۔ اُس کا اپنی تقدیر۔ احکامِ دین ہر ڈٹ جانا اور نفسی قہمنوں کو نفسی قہمنوں کے مطابق پورا کرنے کے بجائے ، رضائے الہی کے مطابق پورا کرنا اپنے آپ سے جنگ اور ہر ہر بیڑے کی طرح جھپٹنے کے مترادف ہے۔ یہی عمل اقبال نے ملففہ فوری میں عشق کہلاتا ہے۔ ۲۹۱
 وہ نفس تو موت سے ڈرتا ہے بزدل بناتا ہے۔ اس سے جہاد کرنے والا ہی سرکشت جہاد پر کھڑا ہے
 اسی لئے 'عارف ہندی کا اگلا نکتہ' دل پذیر ہے

(۶) کافر سیرا دل پیشِ صنم بہ ز دیندارِ رخت اندرِ حرم
 ذرا نکتہ ۵۔ دوبارہ دیکھئے۔ اور پھر اگلے نکتہ

(۷) چشمِ کور است این کیند نامہ
 چشمِ کور فنا ہے جسے یہ باتیں جو نکتہ ۵، ۶ میں بیان ہوئی ہیں غلط نظر آتی ہیں وہ کور چشم ہے۔

چشمِ آفتاب اُترات کو میں دیکھ سکتی تو اس کا علاج نہیں ایسے ہی اس کور چشمی کا بھی علاج نہیں ہے۔

⑤۴ صحبتِ گل دانہ راسازد درخت
 آدمی از صحبتِ گل تیرہ بہت
 دانہ از گل می پذیرد پیچ و تاب
 تا کند صیدِ شعاعِ آفتاب

⑤۴ مراد لہجائے انشائیہ کا بیان ہے۔ عارف ہندی ہے اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے صحبتِ گل سے آدمی کا تیرہ بہت ہونا۔ ترک دنیا اور ترکِ عمل کے ویرانہ قصرات کا اشارہ ہے۔ روح کو بدن کے پیچھے سے ہی تو سیرہ جنتی [آوازِ جگر] سے دوچار کر دیا ہے۔ واللہ اعلم بالعوالب۔ کہیں اسی مٹی نے دانے کو شعاعِ آفتاب سے گرمی لے کر پھیلنے کے لئے صلاحت بھی بخشی۔ بقول سعدی
 ہاں کہ در لطافت طبعش خلقت نیست در باغِ دانہ زویر و در خارہ بومِ جن

۲۹۱ تفسیل کے لئے ملففہ ہوتا ہے اقبال اور عشق و فخر [توہم فوری میں تقدیر اور عشق کی حقیقت] بعد صحیفہ جنوری ۱۹۹۲ء
 شمارہ ۱۲۵ از ارشادِ کراواتن — جلسہ ترقیِ ادب لاہور۔

من بہ گل گفتم بگوں سینہ چاک
 یوں بگیری رنگ و بو از باد و خاک
 گفت گل اے ہوش مندر رفتہ ہوش
 ہوں پیائے گیری از برقِ خموش
 (۵۵) جاں بہ تن مارا ز جذبِ این و آن
 جذبِ تو پیدا و جذبِ ما نہاں

(۵۵) حاشیہ شعر نمبر ۳۰ ملاحظہ ہو۔ باد و خاک (ہین و آں) کے جذب سے گل کے ہون میں جان اُٹاتی ہے اور وہ اسی کے زور پر رنگ و بو پاتا ہے۔ انسان کی روح جذبِ پیدا و ظاہر ہے کہ انسان میں زندگی نہ مرنے بیدار ہے بلکہ مابین مقل و ارادہ بھی ہے ہول کی زندگی۔ نشوونما سے تو آشنائے مقل و ارادہ سے محوم۔ یہ جذبِ بناں ہے لیکن سوائے نشوونما کی موجودگی ارتقائی عمل کے مرحلہ درمیان کی خبر دیتی ہے۔ طارات میں یہ زندگی خوابیدہ ہے، نباتات میں بیدار حیوانات میں زندہ و مغرور اور انسان میں مابین مقل و ارادہ۔

جلوۂ سروش (۵۶)

مست خوگر وید و از عالم گسست	مرد عارف گفت گورا در بہ لبست
در وجود آمد ز نیزنگ شہود	۳۲۳ - فوق و شوق اور از دست اور لوز
بے حضور او نہ نور وے منہور	۳۲۲ - با حضور فرہ ما مانند بطور
آن شب بے کوکبے را کوکبے	نازنینے و رطلسم آن شب
تاب گیر از ظلمت شمع کوہ و کمر	سنبھت آن روز کفنش تا کمر
خوش سرو و آن مست بہمانہ	غرق اندر جلوۂ مستانہ
خونوں مثل سپر ویر سال	۳۲۱ - پیش او گردندہ فانوس خیال
شکرہ یرغیشک بر آہو پلنگ	اندر آن فانوس پیکر رنگ و رنگ
بر رفیق ہم نظر کشائے راز	من بہ روحی لقمے لے داناے راز

۳۳۱۔ گفت این پیکر چو سیم تابناک
بازے تابانہ از ذوق غنود
۳۳۲۔ زار در اندیشہ نیروان پاک
در شبستان وجود آمد غنود
تو غریبی من غریبیم او غریب
مما بر تو از ہوش و می آرد بہ ہوش
مردہ آتش ز نرگہ از سوز و شش
چاکہا در پردہ محفل از دوست
ویدہ ام در لفظہ لوعالمی
آتش گہرا ز نوائے او دے

خواستہ و تعلیقات : (۵۶) **سروش :** در اصل آوشتا کا کلمہ ہے اور اس کے معانی آفتاب و فرمان برداری کے ہیں۔ خاص طور پر زمان الہی کی طاقت۔ اس کا مادہ سرو ہے سرو در اسی سے مشتق ہے شنیدن و سرانیدن اسی مادہ کے مصدر ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں سروش ایک فرشتہ ہے جو حساب اور میزان پر مامور ہے لیکن ایران کی ادبی روایت میں اس کے معنی خدا کا قاصد اور حامل بھی ہو گئے چنانچہ اربیعان نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے اور نرگہ قاطع کا مصنف کہتا ہے سروش بعظم اول برزخ سروش فرشتے کو کہتے ہیں اور جبرائیل کا نام ہے ۴۲۲

سروش قدیم پہلوی زبان کا لفظ ہے اور زرتشتی مذہب کی اصطلاح میں اس بلند مرتبہ فرشتے کو کہتے ہیں جو نیرواں کی طرف سے بندوں کے پاس پیغام لاتا ہے چنانچہ اقبال نے خود اس کی وضاحت کی ہے ۴۲۳ شان او جبریلی و نامش سروش۔ بعد ازاں یہ لفظ عقل اول یا عقل کل کے معنی میں بھی منقول ہوئے گا۔ عقل اول سے مراد یہ وہ شخص جو سب سے پہلے خدا سے صادر ہوئی۔ یونانی زبان میں اسے لاگس [Logos] کہتے ہیں مسلمانوں نے اس کے لئے عقل اول کی اصطلاح وضع کی۔ عقل اول چونکہ مخلوق اس لئے حادث بالذات ہے مگر یہ ہمیشہ سے اس لئے قدیم بالزمان ہے۔ نیز یہی عقل اول واسطہ ہے خالق اور مخلوق کے درمیان یعنی خدا کے واسطے سے دنیا پیدا کی یہ وضاحت اس لئے ہے کہ اقبال نے اس سے یعنی سروش سے بعض ایسی صفات منسوب کی ہیں۔ یونانیوں نے جسے لاگس سے تعبیر کیا ہندوؤں نے اسی واسطے یا معلول اول کو پاروتی (زوجہ شیو) کے روپ میں دیکھا چنانچہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر زمانے سب سے پہلے پاروتی کو پیدا کیا۔ شاہد عقل اول کو عورت تصور کرنے کا سبب یہ ہو کہ افلاک نشین کا دار و مدار عورت ہی پر ہے ۴۲۴ زرتشت کا آفرینش اسے خورشید بتاتا ہے۔ ۴۲۵

شعر نمبر ۳۲۳/۳۲۴ ذوق و شوق : اصول و ثواب سے قطع نظر فن کی تحسین و قدر آفرینی کا ملکہ ذوق و تہذیب سے ۴۲۶ اصطلاحات صوفیہ میں شہود حقیقی ہانگی کے تین مراتب میں سے پہلا مرتبہ ذوق ہے

۴۲۲ تعلیمات اقبال ص ۳۶/۳۷ سید عابد علی مابہ، بوالہ منزلہ، برائے قاطع قدسین، فرنگیہ اندراج
۴۲۳ شرح مادی نامہ ص ۴۴ ہر سید ہدایت سلیم چشتی۔ ۴۲۴ کشف اصطلاحات ص ۱۹۹ دائرۃ المعارف
۴۲۵

اس میں شہودِ حق بالحق کی تجلیات شروع ہوئی ہیں اور سچے درپے تجلیات آتی ہیں اور جلد جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ دیر با نہیں ہوتیں۔ (۷۷)

شوق: دل میں طلبِ حق کا بڑھنا اور وصلِ یارِ حاصل ہونے پر بھی طلب میں کمی نہ آنا بلکہ زیادہ ہونا شوق کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب و مطلوب کی تلاش کی جائے یہاں تک کہ وہ نظروں کے سامنے آجائے۔ یہی لقا ہے جو شوق کا منہا ہے۔ (۷۷)

وہود: کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۶، تعلیقہ نمبر ۵۵۔ **شہود:** اصطلاحِ لغت میں کہتے ہیں "شہد" مشاہدہِ حق در جمیع موزعہ موجودات "یعنی ہر شے میں حق کا مشاہدہ کرنا" (۷۷) وجودِ حق کا عین وجودِ خلق ہے یعنی وجودِ واحد ہی ایمانِ خلقی (صورِ علیہ) کی موزوں میں متجلی ہے۔ اسی کو شہود کہتے ہیں۔ جب صورتِ صل ہے تو پھر اسے نیزنگ شہود کہنا ہی پڑتا ہے۔

حضور: کے لئے تعلیقہ شہر نمبر ۱۲ (شہر نمبر ۱۰ تا نمبر ۱۵) حواشی [حضور، صوفی کا اپنے آپ کو فرائض کر دینا ہے۔ یوں کہ تجلی خداوندی کا مشاہدہ ہو۔ اسی لئے علامہ نے اس حضور کو جلو طور کہا ہے۔ کیونکہ جسے یہ مقام حاصل ہو اس کے لئے ذرہ ذرہ کائنات طور ہے۔ **طور:** وہ پہاڑی جہاں غفرتِ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سرکردہ افراد کو ان کے دس امرار پر لے گئے کہ وہ موسیٰ کے رب کو دیکھیں۔ رتِ آریٰ پر کن تیرانی کا فرمان بھی ملا لیکن امرار بڑھتا گیا تو اللہ نے فرمایا سامنے کی پہاڑی پر دیکھو۔ ایک تجلی سے پہاڑ پاش پاش ہو گیا۔ سردارِ ان بنی اسرائیل پھرتے اور خستہ موسیٰ حقیقاً (۷۹) غفرتِ موسیٰ سے ہوش ہو گئے۔۔۔ اسی حالت کو شاید علامہ نے اپنے شاعرانہ خیال میں نیزنگ شہود سے "در وجودِ آخر" سے تعبیر کیا ہے۔ شعر اس کا یہی تعبیر کرتے آئے ہیں۔ اسی حضور سے سب نور ظہور ہے۔

شہر نمبر ۲۱۸:۔۔۔ فائوس خیال: فائوس: شیشے کا ایسا برتن جسے اللہ چراغِ جل دیا ہو۔ تاکہ روشنی چاروں طرف ہو اور شعلہ پورا سے محفوظ رہے۔ فائوس خیالی یا فائوس خیالی۔ ایسے فائوس کو کہتے ہیں جس کے چراغِ برد کا غزیر مختلف تصاویر بن کر نکادیتے ہیں۔ جب چراغ کی گری اس دائرے کو حرکت دیتی ہے تو وہ رنگین تصویروں چکر لگاتی گھومتی پھرتی معلوم ہوتی ہیں [انبات اللغات، برٹن، سراج اللغات] یہاں کتاب ہے۔ یعنی ساری کائنات گویا دس نازنین کی رنگاہوں کے سامنے تھی جیسے کہ فائوس خیال میں لوگوں کے سامنے تصاویر چلتی ہیں۔

شہر نمبر ۲۳۱/۲۳۲: ہر شے معلوماتِ الہیہ کا پرتو ہے۔ یہی خیالِ یزداں میں جنم لینا اور اپنے ذوقِ غور سے وجود میں آنا لکھا گیا۔ یہ نازنین جو شانِ جبرئیلی رکھتی ہے۔ شاید حیات ہے لیکن علامہ نے اسے "سروش" لکھا ہے۔ جس کی شبہم سے منجیہ دل کھلتا ہے اور جس کی لاش کا سوز آتشِ زندگی کو مردہ ہونے کے بعد جلا جھٹاتا ہے۔ رومی نے کیا تجھوڑی دیر کے لئے اُس کی آواز سے پیش حاصل کرو۔ **شہر نمبر ۲۳۳:** ملاحظہ ہو شہر نمبر ۲۳۳ تا ۲۳۷۔

۷۷۵ اصطلاحاتِ صوفیہ شامہ محمد عبد القدوس ۶۳ ۷۷۶ الفناء ص ۸۴

۷۷۷ قرآن اور لغت "دائرہ بروی الہین" ص ۹۶ حاشیہ نمبر ۲۔

۷۷۸ شہر دیوانِ غالب چشتی ص ۶۸ حضرت بہشتنگ با دس لائور۔ سن نذر اور

۷۷۹ احواف: ۱۲۷۔ علمِ سلوات اللہ زندہ کی بحث سے لئے۔ غفرتِ موسیٰ علیہ السلام

۷۸۰ کتابِ انبیا کامل، اسے اربابِ سیرت تا باب انبیا پڑھئے پائیں

نوائے سروش

ترسم کہ تومی رانی زورق بہر آب اندر
زادی بہ حجاب اندر میری بہ حجاب اندر
چوں سرمہ رازی^(۵۷) را از دیدہ فروشنستم
تقدیر ام دیدم پینہاں بہ کتاب اندر
برکشت و خیاباں پیچ بر کوہ و بیاباں پیچ
برق کہ خود پیچد میرد بہ سحاب اندر

۳۴۱- باغزیاں بودم پرچستم و کم دیدم
فروغے کہ مقاماتش ناید بہ حساب اندر

۳۴۲- بے درو جہانگیری آن قرب خمیستر نیست
گلشن بگیریاں کشاے بو بہ گلاب اندر

اے زاہد ظاہر ہیں گریم کہ خوی خالی ست
لیکن تو نہ می بینی طوفاں بہ حجاب اندر

این صوت دل آویزے از زخمہ مطرب نیست

مہجور جہاں خورے نالہ بہ رباب اندر

حواشی و تعلیقات : (۵۷) امام رازی :

امام خزالدین محمد بن محمد الرازی متوفی ۶۰۶ھ

۵۷۲ھ بمطابق ۱۱۷۹ء بمقام رے پیدا ہوئے۔ بعض مرتبین اسماء الرجال و دائرۃ معارف ابو بکر محمد ذریا

الرازی متوفی ۸۱۵ھ اور خزالدین محمد بن محمد الرازی میں تمیز نہیں کرتے [ملاحظہ ہو دائرۃ معارف اقبال]

عبد حسن اختر ص ۲۲۹] امام خزالدین محمد بن محمد الرازی کثیر التصانیف بزرگ تھے براہ کلین نے ان کی
۳۳ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ براؤن نے انہیں فلسفیوں میں شمار کیا ہے۔ شرح اشارات اور مباحث مشرقیہ
اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ سائنس کے متعلق دائرۃ معارف لکھ کر خوارزم شاہ کے نام منقول

ن ۷۷

۵۱۸ھ

۵۱۱ھ علم القرآن - غلام احمد درویش - تالیف (دوسرے حصے) ڈاکٹر محمدی صالح بنانی - مکتبہ برادرز لاہور ۱۹۶۲ء مجلہ ۱۰ صفحہ ۷۷

۵۱۲ھ شرح جامعہ حاشیہ ۵۱۲

کیا۔ امام رازی کی شہرت عام ان کی تفسیر کبیر، شفا شیخ الغیب کی مرہون ہے۔ تفسیر میں کلام و کلامز اختیار کیا اور ان ہما کی طرح کلامی و منطقی دلائل و براہین کی راہ پر گامزن ہوئے۔ توفیات کی بحث میں انہوں نے حضوی دہلوی کی ہے۔ وہ آیات کی تفسیر کے وقت ان کو چند مسائل میں تقسیم فرماتے ہیں پھر ان کی تاویل و تفسیر کرتے ہیں اور اہل السنہ کی حمایت کرتے چلے جاتے ہیں ۷۵۳

علامہ کے روحانی مرشد، رومی، رازی کو رازدار ہیں نہیں سمجھتے اور خود علامہ بھی قرآن مجید کے کلامی طرز تفسیر و پسند نہیں کرتے جو امام رازی کا طرز اختیار ہے حضرت اس لئے بھی کہ امام دہلوی نے "انتساب" کے تصور کو رد کر دیا اور اپنی تفسیر میں علی الامعان جبر کا نظریہ پیش کیا ۷۵۴ علامہ جو علامہ نے کسی طرح رازی کا ذکر کیا ہے۔

۷۵۵ اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی لہریں کبھی سوز و ساز و رومی بھی پہنچ و تاب رازی

۷۵۶ علامہ ضعیف یقین ان سے ہو نہیں سکتا غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ لے رہے ہیں

۷۵۷ عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ دیکھ نہیں آتا ہے آہ سمرگامی

۷۵۸ نے پھر باقی، نے پھر بازی جیتا ہے رومی ہمارے رازی

۷۵۹ ترے غیر یہ جب تک نہ ہو نزولِ کلام ترے کٹ ہے نہ رازی نہ صاحب کشف

۷۶۰ حال عشق و مستی نے فواری

جلال عشق و مستی بے نیازی

کمال عشق و مستی طرف حیدر

۷۶۱ زوال عشق و مستی حرفِ رازی

۷۶۲

ہمت پر اگر تو ڈھونڈو فقر

جس فقر کی اصل ہے حجازی

روشن اس سے خرد کی آکھیں

۷۶۳ بے شرمہ بوعلی و رازی

دگر بہ مدرسہ کے حرم نمی بینیم دل جنید و نگاہ غزالی و رازی ^{۴۹۲}

نہ رازی حکمت قرآن بیاموز چرخ از چراغ او برافروز
وے این نکته را زین فراگیر کہ نتوان زلیستن بے مستی و سوز ^{۴۹۳}

ذوق جعفر کاوش رازی غاند آبروئے حکمت تازی نہاند ^{۴۹۴}

نہ رازی معنی قرآن چہ پیرسی ضمیر ما بآیاتش دلیل است
خود آتش فروزد، دل بسوزد پس تفسیر بمزور و ظلیل است ^{۴۹۵}

بہ نرغہ کہ این کمال بگری سدا سدا افتد بہر بازوئے حیدر بہرہ ارکان رازی را ^{۴۹۶}

در آن عالم کہ جزو از کمال فنون است قیاس رازی و طوسی جنون است ^{۴۹۷}

مقل در دل را مستی از یک جام ہے افلاطون ذکر و فکر روم ورے ^{۴۹۸}

خود بیگانه ذوق یقین است
قمار علم و حکمت بد نشین است

دروید بوحامد و رازی بنیرزد
بہ نادانے کہ چشمش را دین است ^{۴۹۹}

شعر نمبر ۳۱۴ : مقام : ملاحظہ ہو حاشیہ شعر نمبر ۲۸۳ مقام : صوفیاء کے احوال میں وقت کے

بعد دوسرا حال ہے ۔ مقام صدر ہے بمعنی اقامت جس طرح مدخل بمعنی احوال لہ
مذہب بمعنی اخراج ۔ مقام آداب صوفیہ کی اس منزل کو کہتے ہیں جسے بندہ خدا کی طرف سے حاصل کرتا ہے
یعنی جہاں تک بندہ کمال تکمیل کے لہرے سے پہنچتا یا تلاش کر کے وہ حاصل کرتا ہے ۔ لہذا ہر شخص کا وہ مقام
ہے جہاں اس وقت اسی کا قیام ہے اور جس ریاضت کی مشق وہ اسی وقت کر رہا ہے ۔ شرط قیام یہ ہے
کہ تاک جب تک اس مقام کے احکام پورے نہ کرے اس مقام سے آگے نہ جائے ۔ اس لئے کہ جب کسی کے پاس
قناعت نہیں ہے تو اس کا ترک درست نہیں اور جس کے پاس توکل درست نہیں تو اس کے لئے تسلیم درست نہیں
علیٰ ہر القیاس ^{۴۹۰} کم ویرم : یہ دیکھا ملاحظہ ہو شعر نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸ مکتبہ آکسفورڈ یونیورسٹی آف آئرنسٹ

^{۴۹۱} کلمات اردو ص ۹۸۵ (اردغان جاز - ملا صنیع لولہی کامیاب نمبر ۱۲)
^{۴۹۲} تا ^{۴۹۳} کلمات فارسی، مدار الترتیب - ص ۹۵ (اردغان جاز مکتبہ نمبر ۱۲) ، ^{۴۹۴} (نور مجتبیٰ : دینی بینک دہلی دارالعلوم اسلامیہ)
جنید (دولت) ، ص ۲۶ (پیام شرق : دارالعلوم) ، ص ۹۹ (زبوریم ص ۳۰) ، ص ۵۸ (طریق از حدید ج ۲ ص ۲۶) ، ص ۱۱۱ (اردغان جاز : بیابان) ۔

شعبہ ۳۲: قرب: اصطلاح صوفیہ جو بعد کی صند ہے "حق سبحانہ و تعالیٰ اور ربوبیت میں تعینات منزلت اور اعتبارات غیرت کا حامل ہونا بعد ہے اور جب تک کہ ان حجابات ۲۹۳ (۲۵۱-۲۵۲) کے آثار اور سلوک پورا کرے تو وہ قرب ہے۔ ۲۹۲ شیخ لغیر الدین محمود چراغ دہلوی (ادھی) سے سترہ غزل کے مجموعہ دوم کے او درمن و من در او چوں بوبہ گلاب اندر کے مفہوم کو "معنی تازہ" دئیے ہیں حضرت چراغ دہلوی نے ظاہر میں زہد کو خالص کر کے اپنے قرب فداوندی کو جون بوبہ گلاب اندر کہا لیکن علامہ نے "بوبہ گلاب اندر" کو "گلشن بگریباں کش" کی تعلیم دی ہے اور وہ بھی درد جہانگیر کی وسالت سے تسخیر کائنات کا وسیلہ جو اسرار خوری میں "الحالت الہی اور ضبط نفس" کے حوالے سے سمجھایا ہے۔ ہر وزیر لوسیٹ سلیم چشتی اور ڈاکٹر محمد رفیع نے جاوید نامہ کی شرح اور تحقیقی توضیحی مطالعہ میں حضرت چراغ دہلوی کے وہ دوسرے نقل کئے ہیں جن کو علامہ نے جزوی طور پر رہنے مقاصد و مطالب کے لئے استعمال کیا ہے۔ وہ شعریہ ہیں۔

اے زاہد ظاہر ہیں از قرب چرمی پرستی او درمن و من در او چوں بوبہ گلاب اندر
در سینہ لغیر الدین جز عشق نمی گنجید بن لطفہ تماشا ہیں دریا بہ حجاب اندر ۲۹۳

علامہ اقبال کے شعر ملاحظہ ہوں

بے درد جہانگیری آن قرب میسر نیست گلشن بگریباں کشی کو بوبہ گلاب اندر
لے زاہد ظاہر ہیں گرم کہ خوری مانیست لیکن تو فیہ می بینی طوفاں بہ حجاب اندر
علامہ انجمنی، تصویر کشی کی بجائے، محبوب کو اپنے اندر جذب کر کے (رضائے محبوب کو اپنی رضائے بنا) کے داعی ہیں اسی کا نام ضبط نفس اور الحالت الہی ہے۔

۲۹۲ اصطلاحات صوفیہ ص ۱۱۶ ، رسالہ قشیریہ - مبداء کرم قشیری اور ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ص ۱۲۱ بحوالہ ۱۳۲۲ (شعبہ ۳۲)
شرح توقف جلد ۳ ص ۱۶۵ تا ۱۶۹ - ۲۹۳ تیسرا عالمین مابین نقل اللہ علیہ السلام و نور ربہ سبحانہ و تعالیٰ ۱۳۸۵
۲۹۴ شرح جاوید نامہ ص ۵۵ ، جاوید : تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص ۵۰ اقبال اکادمی پاکستان، کوئٹہ، بلوچستان

حرکت بہ وادی یرغیب کہ ملائکہ اورا وادی طواسین می مانند ^(۵۸)
^(۵۹)

رومی آن عشق و محبت را دلیل
گفت آن شوق کہ آتش اندر دست
آن نوا گلشن کند خاشاک را
آن نوا بر حق گواہی می دهد
خون از نو اندر بدن ستیارت
اب بسا شاعر کہ از محسوس تر
شاعر نبوی! خدایش یار باد
عشق را خنیاگری آموخته
حرف او چاودید و بسوز و درد
راں نوائے خوش که نشاند مقام
خطرت شاعر سراپا جستجوست
شاعر اندر سینه ملت چو دل
سوز و مستی نقشند عالمی ست

شعر را مقصود اگر آدمی است

شاعری هم وارث پیغمبری ست

- گفتم از پیغمبری هم باز گوید
گفت "اقوام و ملل آیات اوست" - ۳۶۰
از دم او با طلق آمد سنگ خوش
پاک سازد استخوان و ریشہ را - ۳۶۲
بے و بیهوش اندرون کائنات
آفتابش را زولے نیست نیست - ۳۶۳
رحمت حق صحبت اصرار او
قبر نیز و اس ضربت کربار او - ۳۶۴

۳۶۶- گرچہ ہاشی عقل کل از وہ مرم زان کہ او ہمین تن و جان را بہم
 ۳۶۷- تیزتر نہ پا براہ پیر نمید تانہ بہنی آبخیم بالیت دید

کنندہ بز دیوار از سنگ مرمر
 چار طاسین نبوت را نگر

۳۶۹- شوق راہ خویش داند دلیل شوق پیرواز بہ بال جبریل
 ۳۷۰- شوق را راہ دراز آمد دو گام این مسافر خستہ گروہ از مقام

پازدم ستانہ شو پیر نمید تا بند کی مات او آمد پدید
 من چہ گویم از شکوہ آن مقام بہت تو کب در طواف او مقام
 فرشیان از نور او روشن ضمیر عرشیاں از سرمہ خاکش بصیر
 حق مرا چشم و دل و گنتار داد جستجوئے عالم اسرار واد

۳۷۵- پروہ را بر گیرم از اسرار سل

با تو گویم از طواسین رسل

حواشی و تعلیقات:

⑤۸ پیر نمید : چاند کی داری کا فرضی نام ⑤۹ طواسین : طس [طاسین] جمع

نہ نہ لکھی جمع ۴۶۵ یہ حروف مقطعات قرآنی میں سے ایک ہے ۴۶۶ حسین ابن منصور الحلج نے
 ابن کتاب نام کتاب الطواسین رکھا تھا۔ پیر نمید سلیم چشتی نے طس کا تادیل "طوسینا" کی
 رعایت سے طواسین حلج کو تعلیقات سے تعبیر کیا ہے لیکن علامہ نے طواسین بمعنی تعلیمات لیا ہے ۴۶۷
 خنیاگری : گلوکاری، قوالی۔ خنیا : برزن دنیا، سرود، نغمہ [غیاث اللغات] بود برزن و سرود [۵]۔
 چاودین : فرلا کر دین کجشک [برزن] غیاث اللغات۔ چیاؤں بیاؤں کرنا۔ چڑیوں کا چوں چوں۔ مقام : نیند، قرا۔
 شعر نمبر ۳۶۷ : نبوت : نبوت کے دو درجہ ہیں

۱) خاص حالات و حالات جن کے اعتبار سے نبوت روحانیت کا ایک متاخر
 تصور کی جاتی ہے [مقام لغت و سلام میں ایک (مصطلح)]۔

۲) ایک Socio-Political Institution نام کرنے کا عمل
 یا اس کا قیام گو [یا] ایک نئی اخلاقی و فکری تخلیق ہے جس میں پرورش پاکر خود اپنے حالات تک پہنچتا ہے ۴۶۸

۴۶۵ - جیسا کہ مطالعہ تعلیمات اقبال از ڈاکٹر ابرہین ذری (۱۳۵۵) میں مجاور نیز مذکور ہے: اقبال نمبر ۲۱۲۔ تھان۔
 ۴۶۶ - ۴۶۷ - شرح جادید نامہ ص ۴۳۳ - ۴۶۸ - انوار اقبال ص ۴۵ - ۴۶۹ - شیر پور

انہال اکادمی لاہور راجہ ۱۳۷۷ طبع دہم

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

”ڈاکٹر اقبال کے نزدیک ایک قوم کا پیدا کرنا نبوت کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ بالخصوص اس زمانے کے قومی رستخیز میں نبوت کے نبوت میں اسی معجزے کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ساحر اور شعبدہ بازوں سے اگرچہ بہت سے حیرت انگیز واقعات سرزد ہو سکتے ہیں لیکن آج تک کسی ساحر اور شعبدہ باز نے کسی زندہ قوم کو نہیں پیدا کیا۔ عربوں کے جادوگروں نے ہفت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مقابلہ تو نہیں کیا لیکن وہ یہودیوں جیسی قوم نہ پیدا کر سکے“ ۴۶۹

شعبہ ۶۶ تا ۷۴: دہی کا فنکشن (Function) حقائق کا انکشاف ہے یا یوں کہتے کہ وہی تھوڑے وقت میں ایسے حقائق کا انکشاف کر دیتی ہے جن کو مشاہدہ برہمنوں میں بھی نہیں کر سکتا۔ تو با دہی، حصول علم میں جو Time کا عنصر ہے اس کو خارج کرنے کی (کفایت فکر و انتخاب کمال) ایک ترکیب ہے ۴۷۰

الغیر، النور، النازعات، قرآن حکیم کی سورتوں کے نام ہیں۔
احرارہ: ”بنی آفریضان (یعنی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی، غلامی میں بلا آزاری ہے۔ کیونکہ اس کی نبوت کے احکام دینِ فطرت ہیں یعنی فطرتِ صمیمہ ان کو خود بخود قبول کرتی ہے۔ فطرتِ صمیمہ کا انہیں خود بخود قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احکام زندگی کی گہرائیوں سے پیدا ہوتے ہیں اس واسطے میں فطرتِ پس“ ۴۷۱
 اسی لئے اسی کے آفتاب کو زوال نہیں۔ کہ یہ حریت کا نشان ہے۔ اپنے نفسی تقاضوں کے تسلط سے ہی (داخلی) آزادی اور کسی بھی انسان کی ہے دلیل غلامی سے (خارجی) آزادی کا دستور جس کا بلیغ دلائل کا ابراہہ فی الدین ۴۷۲ میں کیا گیا ہے (الدین کے اندر) احکام دین میں) کسی قسم کا جبر نہیں۔

”جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو یا اس کا انکار کرے وہ ان کمالات سے (جو اس نظام کو قبول کرنے والا بنانا ہے) محروم ہو جاتا ہے۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں“ ۴۷۳
 ”شعورِ نبوت کو تو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں زمانے کی ساری وسعتیں سمٹ کر ایک نقطے پر آ جاتی ہیں، ماضی و حال اور مستقبل کا امتیاز قائم نہیں رہتا۔ لہذا ہمارے لئے جو بات آنے والی ہوئی ہے شعورِ نبوت کو پہلے ہی سے اس کا علم ہو چکا ہے۔ اس طرح جیسے اس کا ظہور ہو رہا ہو یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر حقیقت اور ہر صداقت کو اپنے سامنے عیاں دیکھتے ہیں“ ۴۷۴

”انبیاء کی ولایت میں زندگی کا مٹنا ہی سہی کہ اپنے لادستغابی احمق میں ڈوب جاتا ہے تو اس لئے کہ ہر ایک ناز و قوت اور زور سے ڈبھرسکتے۔ وہ ماضی کو مٹاتا اور پھر زندگی کی نئی نئی راہیں اس پر شکستف کر دیتا ہے“ ۴۷۵
 ”شعورِ پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق میں علامہ نے نبوت و منصب نبوت پر حکمتِ کلیمی ”تہ قوت عنون“ اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔

۴۶۹ اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں (ڈاکٹر اقبال کا علم الکلام) ۹۶-۹۷ مرتبہ اختر اعلیٰ۔ بنیم نبال لاہور طبع اول مارچ ۱۹۸۸ء

۴۷۰ انوار اقبال ۴۸-۴۹ (نبوت) (سید احمد وار۔ نبال اکادمی لاہور طبع ۱۹۷۷ء طبع دوم)

۴۷۱ ایفا ص ۴۶ ۴۷۲ انوار اقبال ایفا ص ۴۶

۴۷۳ اقبال کے شعور ص ۶۲ ۴۷۴ سید تغیر بخاری ص ۱۹۰ بنیم نبال لاہور طبع سوم مئی ۱۹۸۶ء

تا بنوت حکم حق جاری کنند پشت پا بر حکم سلطان می زند
 در کاوش قعر سلطان کینه دیر عزت دو بر ستا بد حکم غیر
 بخت سازد صحبتش هر خام را تازه فوغائے دید ایام را
 حکمتش برتر ز عقل ذوقش از طیش آتشی آید بر دل
 اندر آه و بکا و اوجیات تازه از هیچ نمودش کائنات
 من نمی دانم چه افسوس می کند روزه را در تن درگون می کند
 صحبت او هر خرف را در کند حکمت او هر تپی را بر کند ۴۷

شعر نمبر ۳۶۶:

اس لئے کہ بنوت ایک سیاسی سماجی ادارہ قائم کرنے کا مکمل پیمانہ کا قیام گویا ایک نئی اظہار و فغان کی تخلیق ہے، مشنری رموز بے خودی، میں علامہ نے نظام اجتماعی کے لئے رسالت و رکن دہم، بتاتے ہوئے مسلمانوں کو خصوصاً متوجہ کیا ہے۔ پور اولاد ابراہیم خلیل اللہ کو محمودا یاد دلایا ہے کہ۔

حق تعالیٰ آپسکے ما افرید ۴
 حزب صوت اندرین عالم بدیم
 از رسالت در جہاں تلون ما
 از رسالت دین ما آئین ما
 از رسالت صدر ہر بار مایک است
 جزو ما، از جزو مالدینک است
 معنی خرم تہی تحقیق، اگر
 بنگی بادید مدین، اگر
 قوت قلب و فکر گردد نبی
 از خدا محبوب تر گردد نبی
 تلب حوین را کناش توت
 حکمتش جل الودید ملت است

دانش از دست دادن مرگ

چون گل از بلا فراں افسردن است ۴۷

شعر نمبر ۳۶۷:

تاناہ یعنی: پرویز سلیم چشتی سے تاناہ یعنی پڑھنے کا حکم دیتے ہیں لیکن یہ درست نہیں

۳۶۹: شکر کا ترجمہ یہ ہے "راہ پر تمہیں تیز تر چل یہاں تک کہ وہ سب کچھ دیکھنے لے جو دیکھنا چاہئے"

شعر نمبر ۳۷۰: شوق: ملازم ہو جاؤ شاعر پر ۳۲۳/۲۶۲ - مکمل آنچہ لازم آید از دانش و دانش

چیز (غیاث اللغات) - وہ جس کا جانتا دوسری چیز سمجھنے کے لئے لازمی ہو۔ یہ اصل مافوقہ کا مطلق ہے۔

صوفیہ کا مطلق میں دلیل، مراتب ثلاثہ کو محیط ہے فنا فی اللہ، فنا فی الرسول فنا فی اللہ - یہاں پہلے سال مراد ہیں

۵ تو ابھی رہ گزر میں ہے قید فنا سے گذر ۴۸۱ حیات ذوق سفر سے سو آگیا اور رہیں ۴۸۲

۶ عشق سے پیدا ہوئے زندگ میں زیر دہم ۴۸۱ فلسفہ فوہ کا روح شوق ہے۔

طواسین برسل: تنال دیان ماناد محوند، فکرنہ ناغیت اور شاعرانہ قابلیت کا شہکار کر شاعر نے رابطہ بنانے کا قدر

۴۷۱ کلیات فارسی ص ۸۸/۸۹ ۴۷۲ کلیات اردو ص ۳۲۹ [بال جریل غزل ۲۲] ۴۷۳ کلیات اردو ص ۳۲۹ [بال جریل غزل ۲۲] ۴۷۴ کلیات اردو ص ۳۲۹ [بال جریل غزل ۲۲]

طاسین گوتم (۶۰)

لوہ آور دن زن رقاصہ عشوہ فروش
گوتم

۲۷۹- میں دیرینہ و مشوق جوان چیز نیست پیش صاحب نظراں خورجیاں چیز نیست
پرچہ از محکم و پابندہ شناسی، گذرد کوہ و صحرا و پرو بھر و کراں چیز نیست
والش مغرباں، فلسفہ مشرقیاں ہمہ بت خانہ و در طوف تباں چیز نیست
۲۸۰- از خود اندیش و از بس بادیه ترساں گذر کہ تو نیستی و وجود دو جمال چیز نیست
در طریقے کہ بنوب مرہ کاویدم من
منزل و قافلہ و ریگ رواں چیز نیست

بلند از غیب کہ این و ہم و گمان چیز نیست در جہاں بودن در تن ز جہاں چیز نیست
آن بیشتر کہ خدائے بتو بخشیدیم، بیج تا جزائے عمل لشت جہاں چیز نیست
راحت جاں طلبی، راحت جاں چیز نیست در غم ہم غمناں اشک رواں چیز نیست
۳۸۱- حسن خسار دے بہت دے دیگر نیست
حسن کردار و خیال خوشاں چیز نیست

تواشی و تمیقات : (۶۰) گوتم : نام سیدھارتھ، ساکیا منی بھی کہا گیا۔ نروان حاصل کرنے کے بعد بڈھ کہلایا۔ بڈھ عقل پرش لار گوتم کے معانی روشنی سے ہیں۔ ۵۸۲ء بانی مذہب ہونے کے باعث مہا آتما پتر مہاتما گوتم بڈھ کا زمانہ ۵۲۳ ق م سے ۴۸۰ ق م کا درمیانی حصہ ہے۔ راجہ سدھودھن کا بیٹا تھا جس کی شادی خوب صورت شہزادی لیشودھرا سے ہوئی۔ انھیں بیس سال کی عمر میں دنیا سے دل برداشتہ ہو کر جنگل کی راہ لی۔ دنیا کو تیار کرنے کے واقعہ سے متعلق مشہور روایت یہی ہے کہ شہزادہ سیدھارتھ نے اپنے والد کی لگائی قدغن توڑتے ہوئے رتھ پر بیٹھ کر شہر کی سیر کی۔ ایک سے زائد شب نوزدوں کے بعد ان ایک بوڑھے، ایک بیمار، اور ایک جنازے کو دیکھ کر شہزادے کو دنیا دکھوں کا گھر لگائی دیا اور زندگی کی بے ثباتی کا یقین دل میں جم گیا۔ کچھ رات ایسی ہی شب نوزد کی میں شاہی لباس اتار کر رتھ بان کے حوالے کر کے خدا رکھ چڑھایا۔ کالاس پہن کر زندگی کے ہر تعلق اور آسائش کو اودھنے لگی اور جنگل کی تاریکیوں میں گھس گیا۔

اپنی روح کی پیاس بجھانے کی خاطر وقت بڑے بڑے علماء و شہد الاطہما لہ اور کارام پتر سے ان کے سارے علوم از سر کئے لیکن تشنگی بجھنے کا بجائے بڑھ گئی۔ مروجہ طریقہ ریاضت شدید ریاضتوں

کو اپنایا۔ گھومتے پھرتے گیا کے پاس ارادیللا نامی مقام پر ایک درخت کے نیچے عنان حاصل ہوا۔
 محمدا الحسن آزاد فاروقی نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے۔

" اسی شام جب گوتم بدھ نے [بڑوں کا ہنرہ ہوجانے پر بغیر حصولِ تقدیر موت کا دعویٰ کر کے اور
 ایک جبروہن کی نذر کر رہے تھے] اپنا برت توڑا اور جسم کی کم از کم ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ایک
 معتدل زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک پیپیل کے پیر کے نیچے گھاس کا آسن بنا کر اپنے معرین
 مراقبہ کے اندر میں بیٹھ گئے۔ [کہا تو ابدی مسرت، کا راز کھلے گا یا مسرت آئے گی]۔ بدھ
 روایت کے مطابق رات کے پچھلے پیر سیدھا رکھنے اپنے مراقبہ کے دوران ہی علم حاصل کیا جو
 قدیم ہندوستان میں دلی روحانیت کا خاصہ سمجھا جاتا تھا یعنی اپنی اپنے پہلے تمام جنموں کا
 [جن میں کہ وہ مختلف صورتوں میں گھر اس دنیا میں رہ چکے تھے] علم حاصل ہو گیا۔ اسی رات کے
 قریب ان پر چار عظیم حقائق کا انکشاف ہوا جن میں بدھ مت کا بنیادی فلسفہ مقرر ہے
 اور جن کا ایک حصہ سلسلہ علت و معلول، زندگی کی حقیقت کو عیاں کر رہا ہے۔ رات کے آخری حصہ
 میں سیدھا رکھنے نے نردان لکھ حاصل کر لیا اور وہ گوتم سیدھا رکھ سے گوتم بدھ ہو گئے، ۴۸۳ء
 " چار عظیم حقائق " [آرین ستنیہ : آریہ یا آریہ یعنی شریں، اچھا اور عظیم] کا حقیقی
 اور بنیادی ماخذ گوتم بدھ کی وہ پہلی تقریر ہے جو انہوں نے نردان پانے کے بعد آتماز تبلیغ
 کے لئے سارناٹھ کے مقام پر کی ۴۸۴ء

(۱) پہلا عظیم سچ یہ ہے کہ ہر وجود لازمی طور پر رن دکھ دس ہے ثباتی دس کسی مستقل عنصر
 عاری ہونے [نتیجتاً تفریدی] کی صفات سے متصف ہے۔ اس لئے بالواسطہ یا بلاواسطہ دکھ ہی کا
 سبب ہے۔ اس طرح زندگی جیسا کہ عام آدمی گزارتا ہے سرنا یا دکھ، غیر الہیاتی بخش اور
 ناقص ہے۔

(۲) دوسرا عظیم سچ یہ ہے کہ دکھ، کا یہ ازلی ابدی کارواں کسی نہ کسی سبب پر بنیاد رکھتا
 ہے اور وہ ہے آرزو، خواہش، طلب [پالی: تیرشنا، تنہا]۔۔۔ نہ انسان کے پہلے جنم کے
 ابتداء کسی کہ معلوم ہے نہ اس کی کوئی انتہا نظر آتی ہے [تناسخ اور آگونی تصور حیات کے پیش نظر]
 اس طلبِ نیرنگ کے، پیچھے طلب یا خواہش ہی کا بھوت کا رخوایا ہے گوتم بدھ کہتے ہیں
 " بھکشوؤ! میری نظر میں خواہش اور طلب جیسی کوئی اور زنجیر نہیں ہے
 جس سے بندھی ہوئی مخلوقات ایک جنم کے بعد دوسرے جنم میں ایک یوں ملے
 سے طلبِ وجود کے چکر لگاتی ہیں۔ یقیناً جانو بھکشوؤ! اسی خواہش
 کی زنجیر میں گرفتار مخلوقات طلبِ وجود میں سرگرداں اس کے گرد بکھر لگات
 ہیں " ۴۸۵ء

(۳) تیسرا عظیم سچ یہ ہے کہ خواہش یا طلب کے استیصال سے دکھ کا یہ ازلی اور ابدی جال توڑا

جاسکتا ہے اور انسان جنہ مرن کے چکر سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پاکر نروان حاصل کر سکتا ہے۔
 (۱) چوتھا عظیم سچ وہ اشتناگ مارگ [نشت پہلوراستہ] ہے جس پر چل کر دکھوں سے سلسلے کو
 ختم کیا جاسکتا ہے۔ گویا یہ ایک عملی اخلاقی ضابطہ ہے۔ جس سے آٹھ ارکان ہیں۔

(۱) ستمیک دیر ششی (صحیح نقطہ نظر، صحیح نظریات، عملی افسانہ)

(۲) ستمیک سنکلیپ (صحیح نیت، صحیح ارادہ)

(۳) ستمیک واک (صحیح قول، صحیح گفتار)

(۴) ستمیک کرمانا (صحیح عمل)

(۵) ستمیک اجیوا (صحیح رزق، صلاح روزی) بدھ نے پانچ پیشوں کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔

(۱) اسلام ماری یا اسلام فرید فروخت (۱) جانوروں کی جان لینے اور ان کے گوشت اور کھال سے متعلق کاروبار
 (۲) لاشہ اور چیزوں سے متعلق کاروبار (۳) غلاموں کی خرید و فروخت (۴) زہریات سے متعلق کاروبار

(۶) ستمیک ودام (صحیح کوشش)

(۷) ستمیک سیمرتی (صحیح ہوشیاری، غفلت و لاپرواہی سے پرہیز)

(۸) ستمیک سادھی (مراقبہ)۔ بدھ نے خود ہی مراقبہ ہی سے نروان حاصل کیا تھا اس لئے مراقبہ سب سے

اہم عبارت بنایا۔ کیسے مزید اخلاقی احکام پر عمل کر کے بغیر مراقبہ نروان سے نواز نہیں سکتا ہے
 صحیح مراقبہ کو بخوبی حاصل کرنے کے لئے انسان کو پہلے اخلاقی لحاظ سے بالکل درست اور پاک ہونا چاہیے۔

اور صحیح مراقبہ ہی وہ سبب جو نروان کے حصول کو ممکن بناتا ہے اور جب بھی کسی کو نروان حاصل
 ہوگا صحیح مراقبہ ہی کی کیفیت سے حاصل ہوگا ۴۸۷

نروان: بدھ مت میں نروان مذہبی زندگی کا مقصود ہے۔ نروان کس حالت کا نام ہے؟ اس پر بدھ مت
 کے علماء میں اتفاق رائے نہیں ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کرما [اعمال] یا پیدائش کے لامتناہی
 سلسلہ (آواتون) کا اختتام ہے۔ یہ کب انسان کی پرسکون راحت (جنت) ہے جس کو دوبارہ جنم نہ
 لینا پڑے گا۔ جس کی خوشحالات بالکل فنا ہو چکی ہوں گی اور جس کی خودی یکسر مٹ جائے گی۔ ---
 نروان کو فنا کا نام بھی کیا جاسکتا ہے۔ --- یہاں بدھ نے اس بارے میں اپنے شاگردوں اور
 عقیدت مندوں کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا کہ آیا موت کے بعد کوئی زندگی ہوگی یا نہیں
 غالباً یہاں بدھ کا سب سے زیادہ مکمل جواب یہ تھا:

"میرے شاگردو! [بھکشو] ۴۸۸ ایک حالت ایسی بھی ہو سکتی ہے جس میں نہ زمین اور نہ
 پانی۔ نہ ہوا اور نہ روشنی۔ نہ محدود مکان ہو نہ لامحدود زمانہ۔ جس میں نہ کوئی ہستی
 ہو اور نہ کوئی خلقت اور نہ جس میں فکر ہو نہ تصور نہ ان کا کامل فقدان۔ جس میں نہ
 نہ دنیا ہو نہ کوئی دوسری دنیا۔ ایسی حالت میں نہ تو کوئی شے وجود میں آسکتی ہے اور نہ کوئی
 چیز فنا ہو سکتی ہے۔ نہ کوئی علت باقی رہے گی نہ معلول۔ نہ تبدیلی اور حرکت ہوگی اور نہ
 کسی وجود اور بھڑاؤ کا امکان ہوگا ۴۸۸

۴۸۷ دنیا سے بڑھ کر سبب الہنا ۸۵ تا ۹۹ بدھ مت میں بھکشو: جو پوری زندگی
 نروان حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ ان سے کمزور لوگ جو دنیا تیار نہ کیسے کیلاتے ہیں اور بدھ مت
 کے لوگ بحیثیت جماعت سنگھ کیلاتے ہیں (دنیا بڑے مذاہب الہنا ۸۱)۔
 ۴۸۸ اسلام اور مذاہب عالم تقابلی مطالعہ ص ۳۳ محمد مہر الحسن مدظلہ العالی۔ ارادہ تفتت اسلامیہ سلیب وڈ لاٹریس

۴۹۳
 قوم نے بیجا گوتم کا خدا پر دانا نہ کی
 آہ ہمت رہے آواز حق سے بے خبر
 قدر پہچانی نہ اپنے گوہر ملک دلنہ کی
 غافل لیٹے پھل کی شیرینی سے ہوا بے خبر
 آتشکار اس نے کیا جو زندگیاں مارا تھا
 شمع حق سے جو منور ہو رہی وہ محفل نہ تھی
 در در انسان سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
 شمع گوتم جل رہی ہے محفل اغیار میں ۴۹۴

گوتم بدھ کا انتقال [پری نروان] ۵۴۳ء قبل مسیح میں ہو کر ۵۰۰ء بدھ مت اس وقت جاپان، کوریا، سنچوریا، شنگو، چین، ویت نام، تھائی لینڈ، برما، تبت، نیپال اور سری لنکا میں ایک زندہ مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔

زیر نظر ماسین گوتم کی غزوں میں علامہ کا انداز بیان معنی اشاراتی ہے تاہم گوتم بدھ کی بیان کردہ عظیم خفائی کا پرتو لے ہوئے ہے۔
 شعر نمبر ۳۶۶ ۱۱۱ ملاحظہ ہو پہلا سچ، دوسرا سچ، تیسرا سچ، چوتھا سچ۔ شعر ۳۶۹ تا شعر نمبر ۳۸۸۔
 جو حق عظیم سچ کے اشنانگ مارگ یا سہت پہلو راستے کے آٹھ ارکان، صبح نصیب العین، صبح تولد لغتار، صبح گل، صبح زرق، صبح کوشش، صبح ہوشیاری اور صبح مراقبہ کی تفصیل دینا کے بڑے مزید حوالہ بہ از ص ۹۳ تا ۹۸ دیکھی جا رہے۔ جب کوئی منہر مستقل بنی تو پھر "جیزے نیست" — اپنی حفاظت ضروری ہے کہ بار بار کی پیدائش و موت کی رسوائی سے نجات [ملتی] ملے۔

رقاصہ (۶۱)

۳۸۵ - فرصت کشمکش مرہ این دل پیموار را یک دو شکن زراہ کن گیسو نیماہارا
 از تو درون سینہ ام برق تجلی کہ من بامد و مہر واوہ ام تلخی، انتظارا
 ۳۸۷ - فوقی حضور در جہاں رسم منم گر نہاد عشق فریب می دید جان لیدوار را
 تا بغواغ خالیہ نعمہ تازہ نرم باز بہ مرغزار وہ طائر مرغزار را
 ۳۸۹ - طبع بندہ دادم بندہ پات من کشا تا بہ پلاس تو تخلصت شہر یار را
 (۶۲) ہمیشہ اگر یہ سنگ زراہ چیتا گشتوست
 عشق بہ دوش می کشد این چہ کو سہارا

۴۹۳ء کیا یہ حیرت کی بات ہیں کہ بدھ مت جو ہندوستان میں پیدا ہوا اور اپنی ابتدائی زندگی بھارت ہندوستان سے نکلتا رہا دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلے اس وقت ہندوستان میں ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے تقریباً ناپید ہے۔ ۴۹۴ء سکیت ۲۳۶ء [بھارت: نانک]۔

یہ منزل بھی زبور مجسم حیدر اول صلی اللہ علیہ وسلم ہے غزل نمبر ۴۰۱ - غزل کے کسی شعر کو
رمضہ کے قوبہ سے تعبیر کرنا مشکل ہے جیسا کہ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے لکھا لیکن گوتم کے وعظ پر نظر ہو تو رمضہ
کا "فرضت کشمش بدھ" ایک طرح کی التماس نظر آتی ہے کہ جو کچھ طلب کیا جاوے "اسی کا حیدر
ادھر سے بھر لو" قوبہ "ہی سے حاصل ہوگا۔ لہذا زلفِ دوہا کو ایک "دشکن" اور دے کر دل بے قرار
کی حالت کشمش ختم کی جائے۔ دل گمزدار کسا جائے اور اپنی نگاہ قوبہ سے خازا جائے۔ یہ التماس قوبہ ہی کی نماز ہے۔
شعر نمبر ۳۸۹: خوئے لسانی بت پرست و بت گر ہر زماں در جستجوئے سیکر

۱۰۱۱: کہ یہ "موس" سے تسکین پاتا ہے۔ علامہ نے کعبۃ اللہ کو مرکزِ موس "اسی
بے لکھا (مرکزِ ذری میں)۔ شعر نمبر ۳۸۸: مرغ زار: سبزہ زار، مرغ: دُوب، تازہ پُر گھاس
شعر نمبر ۳۸۶: پلاس: ٹاٹ۔

(۹۲) تبلیغ ہے عشقِ فرہاد سے۔ شہنشاہ خسرو پرویز کی بیٹی شیریں کا عاشق فرہاد، وصلِ شیریں
کی کڑی شرط، کوہِ بیستوں کو کاٹ کر نہر بنانا، صرف تیشہ سے پوری کر دی۔ گل زمانِ عافز لہو
فواتے ہیں۔ بے پناہ قوت ہے عشقِ بے سرو سامان میں۔ لاکھ میں تیشہ نظریں سینہ کھار ہے
پرویز نے جھوٹی خبر پھیلا دی کہ شیریں مر گئی۔ فرہاد نے سنی تو اسی جگہ تیشہ سے سر پھوڑ کر مر گیا
عالمیہ کہا ہے تیشہ بغیر نہر نہ کھا کوہن اسد سرگشتہ "فار و سرم و قیود" مفا
معدم اتبال نے فرہاد اور پرویز کو خلیفہ صغیر میں استعمال کیا اور کہیں کہیں تیشہ فرہاد
کو بھی استعارہ کیا ہے اور شیریں کو قصد سے تہذیب تک استعارہ کیا ہے۔
فرہاد کی خارا شکنی زندہ ہے اب تک باقی میں دنیا میں ملکیت پرویز
جلال پادشاہی ہو کہ جھوٹی نمائش ہو لڑتی کوہن میں ہی وہی جیلے پُردیز ۴۹۸

زندگانی کی حقیقت کوہن کے دل سے پوچھو۔ جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگانی ۴۹۹

خیر سکتے ہیں دنیا میں عسرتِ پرویز خدا کی دین ہے سرمایہ غم فرہاد ۵۰۰

گھر میں پرویز کے شیریں تو بولی جلوہ نما کے آئی ہے مگر تیشہ فرہاد ہی ساکھ ۵۰۱

بے محنتِ بیم کوئی جوہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے یہ خانہ فرہاد ۵۰۲

گم ہے جھگڑانے کی کور زوقی سے سمجھتا ہے مرا محنت کو محنت فرہاد ۵۰۳

ہر زمانہ بہ سلوک تازہ می تو میند حکایتِ غم فرہاد و عشرتِ پرویز ۵۰۴

حتیٰ کوہن داروں کی نکتہ سنج بہ پرویز پیر کار و نا بردہ رخ ۵۰۵

نہ ماند ناز شیریں ہے عزیزار اگر خسرو نہ باشد کوہن بہت ۵۰۶

۴۹۹ کلیات محمد اتبال مستلا (فرہاد) ۴۹۸ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۰ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۱ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۲ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۳ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۴ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۵ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)
۵۰۶ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو) ۴۹۹ (بال جیل و لہو)

طاسین زرلشت (۶۲)

آزمائش کردن ایرمن زرلشت را

ایرمن (۶۲)

۳۹۱- از تو مخلوقات من نالای خوب از تو مارا فرو دیں مانند دے
۳۹۲- در جہاں خوار و زبونم سزده بختش خود زبمیں ز تو ہم کردہ
۳۹۳- زندہ حق از جلوه سیناے لشت

۳۹۴- تکیہ بر میناقی نیرواں ابلہی ست مرگ من اندر ید بیضای لشت
۳۹۵- زہرا در بادہ گلغام اوست (۶۳) ارہ و کریم و صلیک (۶۵) انعام اوست
۳۹۶- جزو عا ما نوح تدبیر لشت حرف آں بیچارہ تاثیر لداشت
۳۹۷- شہر را بگذار و در خاک نشین

۳۹۸- از لنگاہ کیمیا کن خاک را از مذاجات تبسوز اطلاق را
۳۹۹- در کیمیاں حق کلیم آوارہ شو نیم سوز آتش نظارہ شو
۴۰۰- لیکن از پیغمبری باید گذشت از جہاں نلاگری باید گذشت
۴۰۱- کس ماین ناکس شود غطشش گر شعلہ باشد خشن شود
۴۰۲- تانہوت از ولایت کمتر است (۶۶) عشق را پیغمبری در بر است

۴۰۳- خیز و در کاشانہ وحدت نشین
ترک جلیوت گونہ و در خلوت نشین

تواشی و تعلیقات : (۶۳) زرلشت : زرلشت ایران قدیم کا پیغمبر جن کا مسکھ اصطلاح

میں منزلینا کہہ تا ہے - زرلشت کے صحیفوں میں قدیم ترین کتاب کا قبا ہے - یہ وہی کلمہ ہے جس نے کتھا کی صورت اختیار کی ہے، اور جو گیتا کی شکل میں بھی نظر آتا ہے۔ کتھا میں زرلشت کا نام زر تو اشتہ در ہے - یہ کلمہ بظاہر دو جزا کا مرکب ہے یعنی زرت اور رشتہ۔ مہر معین صاحب منزلینا اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کلمہ کے معنی ہیں دارندہ شتر زرد یعنی زرد اونٹوں کا مالک ہے

اس کے حشر کا نام فرشتا ستر تھا۔ اس کے سر پرست بادشاہ، وشتاسپ یا گشتاسپ کے نام میں رسیپ کا لقب اس بات کی دلیل ہے کہ زرتشت ایک ایسے معاشرے میں پیدا ہوا تھا جس کا غالب پیشہ گھربانی تھا۔ ۵۰۸ء اناسٹو پیڈ برطانیکا میں زرتشت کو چھٹی صدی قبل مسیح کا بنا یا گیا ہے۔ ۵۰۹ء محمد ظہیر الدین ہمدانی ساتویں صدی قبل مسیح بتاتے ہیں ۵۱ء جب سید عابد علی عابد قریبا گیارہ سو سال قبل مسیح ثابت کرتے ہیں ۵۱۱ء وہ موزی ریرن [میڈیا] میں پیدا ہوا۔ لیکن اس کا مذہب بلخ کے علاقے میں پھیلا جہاں کا بادشاہ گشتاسپ

اس کا پیرو ہو گیا بلخ سے زرتشت کا مذہب سارے ایران پر چھایا، غمانگینی دور حکومت (۳۳۰ - ۵۵۰ ق م) اور سامانی عہد (۶۲۷ - ۱۲۵۹) زرتشتیت ایک بڑی سلطنت کا سرکار کا مذہب رہا ہے۔ اس دوران میں اس نون کی ایک بڑی تعداد کے لئے فلسفہ زندگی فراہم کرنے اور ایک بااثر مذہبی تحریک ہونے کے لحاظ سے اپنے آس پاس کے علاقوں میں رائج مذاہب اور مکاتیب فکر پر اس کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ فلسفہ زندگی اور مذہبی فکر متعلق بعض بہت بنیادی موضوعات مثلاً کائنات میں شر کا وجود، خیر و شر کا کشمکش انسان کی خود مختاری، اعمال کی انفرادی ذمہ داری، قیامت اور اس سے متعلق حساب کتاب اور جنت دوزخ کا تصور وغیرہ کو زرتشتیت نے خصوصی اہمیت دی اور اس سلسلے میں منطقی اعتبار سے سلجھے ہوئے اور واضح تصورات پیش کیے۔ زرتشتیت کا یہ گونا گوں خصوصیات منبریں کے پیغمبر زرتشت کی — سامی النسل پیغمبروں سے مماثلت، اس کو دنیا کی مذہبی تاریخ میں وہ اہمیت دینی ہے کہ اس مذہب کے دور عروج کو عام سونے صدیاں گزر جانے کے بعد بھی [جب کہ اس کے ماننے والے قلیل تعداد میں ہندوستان کے پارسیوں اور ایران کے گبر کے علاوہ ہیں اور نہیں ملتے] اس کا مطالعہ مذاہب عالم کے طالب علم کے لئے ضروری ہے۔ اور علاوہ نے اپنی وقیع ترین تصنیف میں اسے دوسرے نمبر پر رکھا۔

زرتشت ۶۲۸ ق م میں پیدا ہوا اور ۵۵۱ ق م میں قتل کیا گیا ۵۱۳ء اسے ایک قرآنی نے جس کا نام تاریخ میں براہِ ترک اس درجہ ہے قتل کیا ۵۱۳ء اس کی لغت فرس میں دستا کو زندگی تفسیر اور زفر کو حضرت ابراہیم کا صحیفہ بنایا ہے بشہرستانی نے بھی الملل والنحل میں اس حرف اشارے کیے ہیں ۵۱۵ء لیکن یہ سب غلط ہے حضرت ابراہیم سامی ہیں اور زرتشت آریائی

۵۰۸ء اسلام اور مذہب عالم کا تقابلی مطالعہ محمد ظہیر الدین ہمدانی (۱۹۱۱ء) ۵۰۹ء اناسٹو پیڈ برطانیکا جلد ۹ صفحہ ۵۱۱ء اسلام اور مذہب عالم تقابلی مطالعہ لفظ ۵۱۱ء تبلیغات اقبال عابد ص ۶۵۸ — لیکن جو زرتشتی روایت میں زرتشت کا جو عہد بنایا جاتا ہے اس کو اب عام طور پر فرس صحت سمجھا جانے لگا ہے۔ دوسری روایت کی رو سے زرتشت کا زمانہ سکندر یونانی سے ۶۵۸ سال قبل تھا۔ سکندر نے شہنشاہ ایران دارا کے قتل کے ۳۲۰ ق م میں شکست دلا اس لئے زرتشت کا زمانہ ۵۵۸ ق م ہو گا — دنیا کے بڑے مذہب — علامہ آغا خان دارا ص ۱۵۸ ۵۱۳ء لفظ ۱۵۹ء ۵۱۳ء تبلیغات اقبال سید عابد علی عابد ص ۶۵۸ ۵۱۵ء تبلیغات اقبال عابد ص ۶۵۸

ہیں۔ حضرت برابریم مملکتوں کی مملکت میں پیدا ہوئے اور زرتشت آذربائیجان میں۔ پھر
حضرت برابریم کو حضرت موسیٰ پر تقدم زبانی حاصل ہے اور حضرت موسیٰ کا زمانہ پندرہ سو سال
قبل مسیح ہے (حضرت برابریم کو تولا کی تاریخ ۱۹۶۶ ق م بتائی جاتی ہے) آفریں یہ کہ حضرت
برابریم طبعی موت مرے اور زرتشت کو تک نورانی نے موت کے گھاٹ اتارا ۵۱۶
تک مدت دراز تک جنگوں اور بیابانوں میں بھٹکتے رہے اور ایمان و ہدایت کی تلاش
کے بعد تقریباً ۳۰ سال کی عمر میں زرتشت کو ضرورتاً واحد و پورا مند کا کاشفہ حاصل ہوا
دنیا کے مذہبی رہنماؤں میں یہ زرتشت کی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے کلام میں بار بار ضرورتاً
کے ساتھ اپنے رب پر کاشفہ اور کمال کا ذکر کرتے ہیں۔ گمان تھاؤں میں زرتشت کے کلام کا اکثر
حصہ خدائے واحد و پورا مند کے ساتھ ان کے سوال و جواب [دعاؤں] پر مشتمل ہے۔ پورا مند
کے ساتھ کاشفانہ طلقات اس سے براہ راست ایمان و ایمان کی دولت کے حصول کے
ساتھ ہی زرتشت کے پیغمبرانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ خدائے واحد کی عبودیت اور اس کی
ہرگز ہر ایمان کے ساتھ ساتھ زرتشت کو یہ ایمان بھی حاصل ہوا تھا کہ وہ خدا کے نائب
اور برگزیدہ بندے ہیں تاکہ لوگوں کو دوسرے دیوتاؤں سے موڑ کر خدائے ہرگز و پورا مند
کی عبادت کی طرف متوجہ کریں ۵۱۷

گمانوں کا محفوظ رہ جانا ایسا کہ ذریعہ پیمایی ہوئی بعد کی بدعات سے محفوظ تعلیمات
سامنے آتی ہیں۔ زرتشت کی اپنی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے متعدد پوراؤں میں سے جن کو میرانی
پہلے سے مانتے چلے آ رہے تھے پورا مند (عبود حکیم و دانای) کی عبودیت حقیقی اور خدائے واحد
ہونے کا اعلان کیا اور اس کی ایسی صفات اور خصوصیات پیش کیں جن سے صرف ہی
ایک مہستی کے مالک درجہاں اور بندگی کے لائق ہونے کا تصور بالکل واضح ہو گیا۔ گمانوں
ایک جگہ زرتشت کہتے ہیں

دو رہتاری سے جب سے مجھے تیرا معرفت حاصل ہوئی اے نزد! مجھے یقین کامل

حاصل ہو گیا کہ تو ہی کائنات میں فاعل مطلق ہے۔ تو ہی نیک خیال

(دہقوند) کا مالک اور نظم کائنات (آشا و پاشا) کا خالق ہے

اور تو ہی انسانوں کے افعال کا نگران ہے، [بحوالہ آری مسانی دی رینجی و گندون منن] ۵۱۸
ایک دوسری جگہ کہتے ہیں۔

میں اس کا بیان کرنا ہوں جو سب چیزوں سے بلند و بالا ہے اور انظیم کائنات
(آشنا و پیشنا) کے ذریعہ اسی کی حمد گاتا ہوں۔ وہی یہ جس کی رحمت کے
سپارے تمام مخلوقات اپنی زندگی گزار رہی ہے۔
وے رہو رامند! روح القدس کے واسطے سے ہمارا کھرب متوجہ
ہو۔ تیری حکمت نے ہی ہمیں تیری حمد کرنا سکھایا ہے اب تیری

جس میں ہدایت کا راستہ دکھایا، ۵۱۸ء

”ایک ایسے زمانے میں جب کہ ساری انسانیت خیالی بیستیوں کی عبادت میں مبتلا تھی زبردشت
نے انسان کو ایک معبود حقیقی کی طرف بلایا اس کا نام خالق اکبر تھا اور اس کی صفات تعداد
میں چھ حصے ۵۱۹ء

(۱) اسپنٹا مینیو (روح القدس)

(۲) دیتو متنہ (نیک خیال)

(۳) آشنا و پیشنا (راستی، انظم کائنات)

(۴) خشتر او میریہ [مکمل اختیار اور سلطان الہی]

(۵) آرامیتی (عقیدت اور اظہار)

(۶) پور و تیات (درجہ کمال اور بے عیبی)

(۷) ایرتیاہ (بقائے دوام) ۵۲۰ء

یہ وہ اوصافِ حسنہ ہیں جو کہی تو دین و اسلام کے وہ قرب فرشتے لگتے ہیں جن کے سپرد مختلف وظائف
میں درجہ کی وہ خود انسانوں میں دیکھنے کا خورشید کا منظر نظر آتے ہیں۔ صحاح کا
بہر اقتباس ملا نظر ہو

”دھرم اور خرد کا ہم کو ہی روح القدس اور نیک خیال کے ذریعہ اور ان

رعمال واقوال کے ذریعہ جو راستی کے مطابق ہوں اور سلطان الہی اور

عقیدت و اظہار کے ذریعہ درجہ کمال اور بقائے دوام عطا کرے، ۵۲۱ء

اوستا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشتی عقائد نے جو زرتشت کے بعد رائج ہو گئے، پوری
دھرم عیسائی عقائد کو بھی متاثر کیا۔ خصوصاً انسان کے

مرنے کے بعد کی زندگی اور تفرقہ سے متعلق تصورات کے علاوہ ایک نجات و نبرد کا تصور۔

پہل مراد۔ روح کی بہریت اور موت کے بعد اس کا ارضی روح سے علی بابا اور جزا و سزا کے حوالے سے
دورِ جنت کا تصور ۵۲۲ء

۵۱۸ء دنیا کے بڑے مغرب الفبا ۱۹۳ بحوالہ آریہ مہاسانی دیا ریلیجن آف دی گولڈن لائف سنن ص ۵۵ ۱۹۳۸ء
۵۱۹ء اسلام اور مغرب عالم الفبا ۲۳/۲۴ء
۵۲۱ء الفبا ۳۵۵ بحوالہ آریہ مہاسانی دیا ریلیجن آف دی گولڈن لائف سنن ۱۹۶۱ء ص ۲۴/۲۵
۵۲۲ء دھرم اور مغرب عالم ص ۲۵/۲۶

زرتشت کی تعلیمات کو مختصراً میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ خدا نے متعال آہرہ مزدرا سے۔ خیر و شر کی قوتیں دنیا میں برسرِ پیکار ہیں۔ انسان خیر کی قوتوں کی مدد سے شر پر فتح پا سکتا ہے اور اپنی روح کو محمد عابدان عطا کر سکتا ہے انسان کے لئے جانے ہے کہ وہ زندگی کی تمام لغتوں سے بہرہ یاب ہو۔ پھلے پھولے پروان چڑھے۔ شادی بیاہ کرے۔ ربیب چھوٹا سا نظام خانہ لڑکی قائم کرے اور بڑے حکمرانی نظام کے قیام میں مددوں ہو۔ ترکیب دنیا بیکار ہے اس سے انسان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ دیکھ جائے انسان کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ دنیا کی تسخیر کرے " ۵۲۲

(۶۲) **اہرمین :** زرتشت کے فلسفہ انگوں کے مطابق خیر و شر کی قوتیں دائیاً برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ خیر کے قوی امشاسپندوں اور ایزدان کہلاتے ہیں۔ ایزدان اور ایزدان ہی کی ایک صورت ہے [در اصل جیسا کہ ظاہر ہے ایزدان اور ایزدان جمع ہے لیکن اب واحد رشتہ منسوب ہے]۔

اہرمین شر کا روپ ہے اور اس کے لغوی معنی خیر و خبیثت کے ہیں یعنی وہ عقل جو راہ سے بھٹک گئی (کھٹک ابلیس اور شیطان کے معنی بھی یہی کہا جاتا ہے) یہ کہ یہ بھٹکی ہوئی قوتِ تخلیق اور حدود و قیود سے ماورا خودی ہے۔
مقدر ہے کہ حواریہ خیر و شر میں اہرمین کو شکست ہو اس کا وجود اس لئے ضروری ہے کہ انسان ممکنات جسم و جاں سے آگاہ ہو اور حید و جہدِ پیہم سے خودی کی تادیب و تہذیب کرے کہ یہی اصل خیر ہے ۵۲۳

شعر نمبر ۳۹۱ : فروری : آفتاب کا برجِ جلی میں رہنے کی مدت۔ فارسی کا پہلا شمسی مہینہ جو ایشیائی روز کا ہوتا ہے۔ اس کے مطابق تقریباً ہندی میں بیساکھ اور انگیزی میں ماہ مارچ ہوتا ہے [جدید لغات کثوری، سراج اللغات] **قوی :** فارسی کا دسواں شمسی مہینہ جب کہ آفتاب برجِ جلی میں رہتا ہے۔ ہندی ماہ یا ماگھ اور چونکہ اس ماہ حد درجہ سردی ہوتی ہے اس لئے آگ سے سوا [جاڑہ] بھی حرار لیا جاتا ہے۔ [جدید لغات کثوری، سراج اللغات] غیات اللغات [۳۹۲] **شعر نمبر ۳۹۲ :** بالِ جبریل کی نظم جبریل و ابلیس میں ابلیس، جبریل سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے

گر کھی خلوت میں ہو تو پوچھ اللہ سے قصہ آدم کو رنگیں کر لیا کس کا لبو ۵۲۵

۵۲۳ تعلیماتِ اقبال - تہذیبِ اسلامیہ ۴۶۴/۴۶۵ بحوالہ مزدرا یا محمد حسین (فارسی) نیز زرتشت : ایرانِ قدیم کا میلر، ولیم جیکس (انگریزی)
۵۲۴ لغاتِ ۲۵ بحوالہ ایفانز برائن قانع ۵۲۵ کلیاتِ اردو طبع (۳۶) (بالِ جبریل : جبریل و ابلیس)

۲۳۹/۲۴۰
تہذیبِ اسلامیہ : زرتشت کی تعلیمات

اس سے یہ قیاس غلط نہیں کہ ترتیب کے مطابق کیا گیا ہے کہ مراد آدم وادلاد آدم ہے۔
 آگے مختلف حوالوں سے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے تاریخی واقعات کا ذکر آتا ہے۔
 لہذا یہ اشارہ ہے خلافتِ آدم کی طرف جب ملائے بھی آدم کی خلافتِ سلیم کی کہیں
 ابلیس آگیا اور ہذا لای کر ممت علی کیا اسے مجھ پر فضیلت دی؟۔ یہ آپ کا استکبار
 اسے فخرِ فائدہ رجم کی پھٹکار کا باعث ہوا اسی کو قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کیسے کا ہو؟
باب - جلوسینا: سینا اس پہاڑ کو کہتے ہیں جہاں مدین سے والپیہ پر حضرت موسیٰ
 کو روشنی نظر آئی اہل خانہ سے کہا ٹھہرو میں وہاں سے آگ لیتا آؤں کہن ہے اللہ ہمیں ہدایت
 سے نوازے۔ کہن جب حضرت موسیٰ وہاں پہنچے تو آواز آئی فَاخْلَعْ لَقْلَبُكَ اِنَّكَ لَبَؤٰدٍ
 مُّقَدِّسٌ طَوٰی: جو کہ تبارک آپ دلی مقدس طوی میں ہے۔ میں تیرا رب ہوں۔ فرعون کے
 پاس جاؤ وہ بہت بڑا بن بیٹھا ہے اور مخلوقِ ضرا کو طبقات میں بانٹ دیا ہے۔
 واقع ہے اسی کو وادیِ امین بھی کہتے ہیں ۵۲۷ **پیر چھٹا:** یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کو نبوت کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرنے کو دو نشانیاں بھی عطا کی گئیں پہلی نشان [معجزہ]
 عصا تھا جسے زمین پر پھینکتے تو وہ اتر دھابن جاتا اور نہ صرف صورت اتر دھاب کی ہوتی بلکہ
 اس کی سیرت بھی اتر دھاب کی ہوتی رہی لے تو ساحرین موسیٰ کے رب پر فی الفور ایمان لے
 آئے تھے وہ اہلِ حکمت و دانش تھے فوراً سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں نہ موسیٰ ساحر ہے اس
 لئے کہ دُنْذَا بَنَانِ وَاللّٰہِی اِس سِجِّیْ سَیْجِ سَیْجِ بَنَاسَکَیْے اور وہی رب ہے۔
 دوسرا معجزہ یہ ملاکہ آگ اپنا دیاں لے تھ بفل میں لے جاتے اور پھر نکالے نور سے
 بے ضرر روشنی چھوٹنے لگتی۔ فرمانِ حمید میں اسی کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ
 فرعون کے روبرو کھڑے ہو گئے تو اُن سے نشانیاں طلب کی گئیں۔ قَالَ اِنْ کُنْتَ حَبِیْتُ
 یٰۤاَبِیۡہ فَاتِّبِعِیْ اِلَیَّ کُنْتُ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ۝ فَاَنۡفَعٰی عَصَاہُ فَاِذَا ہِیَ لَیۡسَۃٌ
 ۝ وَفُتِّرَیۡحٌ یَّدۡہُ فَاِذَا ہِیَ بَیۡضَآءٌ ۝ اِلَّا نَظَرِیۡنَ ۝ ۵۲۸ ۝ دے اگر تو کوئی نشان
 لے کر آیا ہے تو دکھا اگر تو سچا ہے۔ پس [یہ سن کر] اُس نے اپنا عصا چھینکا فی الفور وہ ایک کھلا اتر دھاب
 بن گیا۔ لے تھ [بفل سے] کھینچا تو دیکھنے والوں کو روشن دکھائی دیا۔

شعبہ ۳۹۵:

آرہ (حضرت زکریا علیہ السلام) حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے معزز

کاہن تھے۔ قرآن حکیم میں آپ کا ذکر انبیاء بنی اسرائیل کی صف میں کیا گیا ہے۔ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور آپ کی زوجہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں آپ بلحاظ بیتہ نجار تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام آپ ہی کے خاندان سے تھیں اور آپ ہی کی کفالت میں۔ حضرت مریم کے ہاں بے گونہ بیوہ دیکھ کر رب سے اپنے لئے اولاد کی دعا کی ایک فرشتہ نے اجابت دعا کی خوشخبری سنائی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام آپ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اساطیر اور بنی اسرائیل کی روایات میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو آپ سے حیر دیا گیا۔ رشید الدین سلیم نے حصوں تعلیم میں بتوضیح یہ بات کہی ہے علامہ نے بھی اس مشہور ارباب تلح سے کام لیا۔ ۵۲۹ ہجری خشتی نے آرہ کو غلطی سے نبی کے مرتبہ

(۶۰) **حضرت ایوب علیہ السلام** حضرت ایوب علیہ السلام (۱۵۰۰ء تا ۱۲۰۰ ق م) عربی النسل جلیل القدر جعفری تھے۔ آپ ایسے بیمار ہوئے کہ سب آپ کو چھوڑ گئے سوا وفات پھر کر بڑی کے جو مسلسل خدمت میں مصروف رہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے جس صبر و رضا کا مظاہرہ اس علالت کے زمانہ میں کیا تاریخ النبی میں ضرب المثل بن گیا۔ عبری زبان میں سفر ایوب نہایت حقارت کی کتاب ہے اور گوشتے نے فاؤسٹ لکھے وقت رس کتاب کے مطالب استفادہ کیا کہسے عین میں مرفون ہیں ۵۳۱

(۶۰) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام**۔ انبیاء بنی اسرائیل (یہوداہ) کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے کنواری مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے آپ نے جھولنے ہی میں اپنی نبوت اور اپنے عبداللہ ہونے کا اعلان کیا انا عبد اللہ آتانی القاب آپ نے کچلے ہوئے عوام کے حقوق کے لئے مانگ کی۔ دین کو ایک قبیلے سے نکالا، اور بنو اسرائیل کی گمراہ بھڑیوں (مظلوں) کے تلاش میں نکلے۔ آپ یہودیوں کی بہت سی رسوم اور غامضی کے صلف صدارے احتجاج بلند کی یہودیوں نے رومی بادشاہ کو ملوی بغاوت کا خوف دلا کر حضرت عیسیٰ کو مصلوب کرنے کا حکم دینے پر مجبور کر دیا حضرت عیسیٰ کا آخری وعظ جو یہودیوں کا وعظ کیلئے تھا آپ کے تبلیغی مشن کو عدم دوستی کی تحریک ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہودی حکمران نے تو صلیب دینے کا حکم دیا اور یہودی قریب ہزاروں تھے کہ رن کا دشمن تھا مگر یہودیوں نے قرآن حکیم کا رشتہ مختلف ہے۔ ماقتلوہ و ما

۵۲۹ء - تعلیمات اقبال سید عبد علی عابد ۲۸-۲۹ ہجری ۵۲۹ء - جوہر قصص القرآن حضرت باقر اعجاز سلیم تعلیمات از رشید الدین سلیم ۵۳۱ء - قصص القرآن سید عبد علی عابد ۳۷۱ء - جوہر تعلیمات اقبال قبول از رشید الدین

۵۳۲ء مریم : ۳۰

خبر سنہ ۱۹۸۲ء

مَلَبُودٌ وَلٰكِنْ شَيْئَةً لَّهُمْ ۝ ۵۲۳ لہذا ای نے اسی کو نجات دینہ قرار دے کر اس کے وہی
آنے کو سہارا بنایا اور ایک مفروضہ موت کو (جسے وہ مردوں میں سے جی اٹھنے کی صورت دیتے ہیں)
تینا سنگاروں کے طرف سے کفارہ بنادیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول ثانی پر اہل اسلام بھی
اسی طرح یقین رکھتے ہیں۔ دفعہ عیسیٰ پر یا وہ معجزات جن کی رو سے آیت اللہ کے حکم
سے انھوں کو نصارت دیتے تھے۔ کو ڈھیلوں کو شفا بخشتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے
اور فارسی عربی اور بیات کا جزو بن گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی دعوت توحید کو ہوس اقتدار
سے بغیر کیا گیا اکابر بن قوم علوم الناس کو سمجھاتے کہ تمہارے طبقے کا (عوامی) آدمی تم پر شرا
بننا چاہتا ہے اس کی آواز پر کان مچت دھڑنا ورنہ انتہائی نقصان اٹھاؤ گے بشرط
مَثَلَكُمْ يُرِيدُ اَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (النور: ۲۱) حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان نہ کرنے والوں نے
نئی نئی ہر شے کی ضرورت ایسی جو ایمان لانے والے تھے ایمان لاکھنے باقی ہدایت پر
آئی ہیں سیکے اب حضرت نوح ۲ نے بدعا فرمائی رَبِّ لَا تَرْكُزْ عَلَي الدِّارِ مِنْ الْكَافِرِينَ
دیارِ اہل کفر ۵۳۵ میرے رب زمین پر ان کی ایک لہی بھی نہ چھوڑ اس لئے کہ پھر توبہ
کافروں پر ہی کر جنم دیں گے۔ اللہ نے عالمگیر طوفان سے سب کا صفایا فرمایا۔ عہدہ
کے زیرِ عجب شعریں انھوں نے اسی برزخ کی طرف اشارہ کیا ہے

شعر نمبر ۳۹۶ تا ۴۰۱ :

در غار نشین: زرتشتیت میں " انسان کے اپنے اعمال کے مطابق
مرنے کے بعد اچھے یا برے بدلہ کا بقور بھی زندگی میں اس کے اچھے یا برے کام کرنے کی آزادی کے ساتھ
والبتہ تھا پھر دوسری طرف زرتشتیت کا رویہ زندگی کی طرف سراسر منفی نہیں ہے۔ وہ اس دنیا
کو شر یا مصائب کی آماجگاہ کہہ کر دنیا سے قرار کی تعلیم نہیں دیتے۔ آپورا مزد کی پرستش کے
ساتھ ساتھ زرتشتیت اس خیر و شر کی زرنگاہ یعنی دنیا میں انسان کو خیر کا حامی بن کر شر کے
ساتھ جنگ میں پورا حصہ لینے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس طرح زرتشتیت کے نزدیک انسان اپنی
دنیا کی زندگی میں اخلاقی اعتبار سے اچھی زندگی گزار کر ہی آپورا مزد کی خوشنودی اور رنے کے
بعد سعادت کا زندگی (مہشت) حاصل کر سکتا ہے " ۵۳۶

" زمین کی کاشت اور جانوروں کی پرورش زرتشتی تعلیم میں بہت بڑی نیکیاں شمار ہوتی
ہیں۔ وشتاسپا کو زرتشتی عقیدہ سے جو مناسبت پیدا ہوئی اس کا وہ غائبانہ فنی کہ زرتشت
نے کاشت کاری کو مذہبی اہمیت دیا اور خدمت و کارکردگی کو ثواب کے کاجوں میں شمار کیا۔
اس امر سے اس نے ایک معنوی، نوکھاندر اور خوش حال معاشرہ کی تخلیق کے لئے راہ ہموار کر دی " ۵۳۷

جب ایک طرف خیر و شر کی کشمکش میں حیر کی حالت میں شر کے خلاف جنگ دستور حیات ہو اور محنت، کارکردگی، کفایتی باڑی غریب کا جزو قرار پائیں جو پیغمبرانہ زندگی کا خاصہ ہیں وہاں
اعمرن - رعبانیت - ترک دنیا، محکوشہ لیشنی اور

انانہ خاک را بہ نظر تمیما کنند تریا بود کہ گوشہ چشمتے ہما کنند؟
جیسے رعبانانہ نسخہ کے تعیمیا سے اور بے عمل زندگی کا خشک اور بے مفرد دعاؤں سے اطلاق کو صلہ
کی نصیحتیں کیوں نہ کرتے؟ بلاشبہ موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ [قوم کو لے کر] کہتا ہوں میں آوارگی کی
زندگی کو دور جلوتہ ربانی سے نیم سوختہ جانی سے رہو۔ لیکن پیغمبرانہ رویش اور تلاشگری سے دور
رہو۔ معاشرتی زندگی میں، ناکسوں کی کثرت، کس کو بھی ناکس کر دیتی ہے

شعر ۲۰۲: نبوت و ولایت: اُس بھی تعریف کے نکتہ خاص کی طرف اشارہ ہے جو مرتبہ نبوت

کو ولایت سے بغایت کمتر رکھتا ہے۔ علامہ نے اس نظریے کو امر بنی عقیدہ بتایا ہے۔ شاید اسی خاطر
شمارچ جاوید نامہ پر دین محمد و سید جنتی مریوم نے اس بند کو انتہائی سرسری لیا ہے کہ وہ تو
قدم قدم ہر اس کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح کھینچ نال کر سلو کہ
اُس وحدت الوجود کا قائل نہایت درج جس نے ولایت کو نبوت پر فوقیت دینے کا
جرات کی اور لکھ دیا **الْوَلَايَةُ اَوْفَضُ مِنَ النَّبُوَّةِ**۔ اسی لئے کہ نبوت و رسالت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر حتم ہوئی اور وہ اسم باقی نہ رہا جو صرف عبد کامل پر کہا جاتا ہے اور حق
لعالی پر اس کا تعلق نہیں کیا جاتا [یعنی اللہ کو رسول یا نبی نہیں کیا جاسکتا] لیکن ولی تو
اللہ کا بھی اسم ہے۔ اللہ ولی الذین آمنوا۔ اللہ ایمانداروں کا ولی ہے۔ **هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ**
وَمَا لَئِنْ لَمْ تَرْوِفْ وَلِيَّيْ۔ پس اگر کسی اہل اللہ سے سنو یا کسی سے یہ قول نقل کیا جائے
الْوَلَايَةُ اَمْلٰی مِنَ النَّبُوَّةِ تو اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ ۵۲۸

یعنی پیغمبر کی حیثیت قرب و معیت اور علم و معرفت، حیثیت تبلیغ و ناموس و انکام

سے اعلیٰ ہے۔ اس سے ایک ہی شخص کی دو حیثیتیں اور (مستعار مراد ہے) یعنی رسول

اس لحاظ سے کہ وہ ولی مقرب درگاہ غرضتیں، اس لحاظ سے کہ نبی و رسول

ہیں اعلیٰ و افضل ہیں۔ **اَلْاَمْلٰی**۔ یہ تاویل بجائے فوہ معنوی ہے

غزیرناہ بدر از گناہ کہے خود نبی کی شخصیت کو دولت کر دیا گیا اور اُس سے بھی افضلیت درجہ و لد
واضح اور بیش ہے۔ اسی حوالے سے تو ایک فرقہ کے لوگ حضرت خضرؑ کو حضرت موسیٰؑ پر تفوق
دے کر، اول الذکر کی ولایت ثابت کرتے اور رسالت موسیٰؑ پر اُس کی فضیلت کو مثال بناتے ہیں

۵۲۸ خصوص الکلم، شیخ ابن عربی ص ۲۳۴ [فصل فی زیارۃ] اردو ترجمہ مولانا عبد القادر مہدی علی۔ نذیر سنز

ہسٹلرز لاہور ۱۹۸۸ء۔ بین خصوص الکلم فی حل خصوص الکلم۔ مولانا رشید علی تھانوی

مطبع رشید المطابع عثمانیہ بمبئی (نذیر سنز پبلشرز۔ لاہور) بار اول اگست ۱۹۷۸

اور اسی خاطر علامت ہے اسے "اہرمنی عقیدہ" کے طور پر پیش کیا۔ اور اسی لئے
شعر نمبر ۴۰۳: اہرمن ز رشت کو "کاشانہ وحدت" [وحدت الوجود] میں
 خلوت نشین ہو کر ماسکرت زندگی کھ بجائے۔ تجر و تغیر اختیار کرنے کی راہ دکھائیے۔

زرتشت

۴۰۴ - نور دریائے ست ظلمت سا جلش ہم چمن سیلے نزا اندر دلش
 اندر دم موجیلے بے قرار سیل را جز غارت ساحل حیر کار
 نقش بیرنگے گہ اور اکس ندید جز بخون اہرمن نتواں کشید
 ۴۰۵ - خویش را و نمودن زندگی ست

۴۰۸ - از بلای پختہ تر گردد خودی تاحدا را پیرہ در گرد خودی
 مرد حق ہیں جز بہ حق خود را ندید لا الہ می گفت و در خون می تنہید
 عشق را در خون پیدن آبروست ارہ و چوب در سن عیدن آوست

۴۱۱ - درہ حق بر چہ پیشاید نلوست
 مرجانا مہرانیہا نے دوست

۴۱۲ - جلوہ حق چشم من تنہا نہ خواست حسن را بے انجن و دین خلاصت
 ۴۱۳ - چہیست؟ خلوت سوز و درد انرست انجن دیداست خلوت جہجہوست
 عشق و خلوت کلیم اللہی است چوں بخلوت می خرابد شایب است
 خلوت و جلوت کمال سوز و ساز ہر دو حالات و مقامات نیاز
 چہیست ان؟ بلکہ شستن از دیر و کثرت چہیست ان؟ تنہا نہ شستن و برشت
 گریہ اندر خلوت و جلوت خداست خلوت آغاز است و جلوت انتہاست
 گزشتہ ای پیغمبری در دہر است عشق چوں کامل شود آدم گرسنت

۴۱۹ - راہ حق با کارواں رفتن خوش است
 ہمو جہاں اندر جہاں رفتن خوش است

حواشی و تعلیقات: شعر نمبر ۴۰۳ تا شعر نمبر ۴۰۵: مراد یہ کہ زندگی اپنی صلاحیتوں کے اظہار
 کا نام ہے۔ حق (نور) کے مثال دریا کی ہے نہ ظلمت اس دریا کا ساحل ہے۔ اور مرد کامل دریا کی
 طغیانی ہے۔ اگر سیل دریا کنارے نہ بہا کر لے جائے تو اسے کون سیلاب کہے گا۔ مرد کامل دریا کی
 کا سیل ہے جس کے اندر موجیں نمودار رہتی ہیں۔ وہ نقش جن کا کوئی رنگ پیش خوب اہرمن سے

شعر نمبر ۴۱۸ تا شعر نمبر ۴۱۱ :

۵۲۹ حکایات اقبال اردو ص ۲۵۹ [بابت دریا، خضر راه، زندگی] ۵۳۰ حکایات اقبال فارسی ص ۲۶۲ [زبور مجسم غزل غمرا] ۵۳۱ ایضا ص ۵۱ [اسرار خودی، در بیان دستک حیات خودی از تکنیق و ترس و شادمانی است] ۵۳۲ حکایات اقبال اردو ص ۲۶۲ [نظم غزل، غمرا] ۵۳۳ حکایات فارسی ص ۲۳۴ [بیام، مشرق، غمرا ۱۲۸] - ۵۳۴ شرح پنج ابجد ص ۴۰ ص ۵۴۴ فخرت علی محمد ص ۲۰۱، کنود الوفا ص ۲۰۱ ۵۳۵ حکایات صحابه ص ۱۶۳ فتح اللیت و معانی و ترغیب بآب حیات ص ۲۶۶ امانت مشنوی، دارالعلوم بزمین، دارالعلوم ص ۱۱ مجله جع میفرقه ۲ ص ۲۱ شرح ترقی ح ص ۱، کنود الوفا ص ۸۹

پروفیسر صفیر احمد جان دہلوی مرحوم نے کس ساڈی سے کہا ہے ۔

۵۴۷

تنبیانہ پی کہ مشربِ رنوں میں ہے حرام دوچار بندِ گمانِ خدا کو پلکے پی

علامہ ابنِ عربی نے پانچواں خطبہ (اسلامی ثقافت کی روح) محمد علی برہنہ کے ذریعہ لکھ کر دیا۔ وارشادِ اقدس رفیعہ
باز نہ آئے۔ یہ تنقید سے شروع کیا ہے جس میں شعورِ دینیت اور شعورِ نبوت کا فوقِ واضح کیا ہے۔ اس میں نے
زرشت کو ورنہ ہٹے ولایت کو نبوت ہر فوقیت جنائی اور تجرید و تقویٰ کی راہ دکھائی تو زرتشت کی زبانی
علامہ یہ جواب نقل کرتے ہیں وہ اپنے خطبہ میں لکھتے ہیں

” صوفی کے لئے ’نو لذتِ اتحار پی آخری چیز ہے لیکن انبیاء کے لئے اس کا مطلب، ان کی
اپنی ذات کے اندر کچھ دوسرے قسم کی نفسیاتی قوتوں کی بیداری جو دنیا کو زیر و زبر کر سکتی ہیں اور
جس سے کام لیا جائے تو دنیا میں زندگی دگرگوں ہو جاتی ہے۔ لہذا انبیاء کی سب سے بڑی خواہش
یہ ہوتی ہے کہ دن و رات کو ایک زندہ اور عالم گیر قوت میں بدل دیں جو یا ان کی باز آمد
ایک طرح کا عملی امتحان ہے۔۔۔۔۔ لہذا انبیاء کے مذہبی مشاہدات اور واردات کی
مذہب و قیامت کا فیصلہ ہم یہ دیکھ کر بھی کر سکتے ہیں کہ ان کے زیر اثر کس قسم کے اثرات
پیدا ہوئے۔ علیٰ ہذا یہ کہ تہذیب و تمدن کی وہ کیا دنیا تھی جس کا ظہور ان کی
دعوت سے ہوا۔“

۵۴۸

ایسے ہیں ”دیر“ بے بخت ہو تو اثر پذیر مسلم !

شعر نمبر ۴۱۳ تا ۴۱۹: علامہ نے خلوت کو اپنی ذات کے اندر کچھ دوسرے قسم کی نفسیاتی قوتوں کی بیداری سے
تعبیر کیا ہے جو دنیا کو زیر و زبر کر سکتی ہیں۔ یہی جستجو ہے یہی سوز و دردِ آرزو ہے
اور جلوت کو ذاتی مشاہدات و واردات کو حقائق کی دنیا میں خارجاً مشہود و مشہول دیکھنے
کی عملی کوشش کہا ہے۔ پس خلوت اللہ سے ہم ملا ہونا ہے تو جلوت کلیمِ الہی کی بارشاہت
اور حکمرانی۔ خلوت اگر دیر و کثرت سے روا ہونا ہے تو جلوت سب کو اپنے ساتھ ہمیشہ
میں لے جانا۔ یہ دونوں حالات و مقامات نیاز و محنت ہیں۔ کسی ایک کا ہر دنیا ناگھل اور ناقص
رہ جانا ہے۔ خلوت ابتدائے تو جلوت انتہائے کمال۔ اور عشق کا یہی مظہر کمال۔
آدم گری کی صفات سے متصف ہونا ہے۔ اس لئے پیمبری کو دردِ سرکینا نا مناسب ہے۔ تمام بلند
کو دوسرے میں کیا جاسکتا۔ راہ حق میں سب کو لے کر چلنا ہی ہر لطیف ہے۔ جہاں ترکِ دنیا
کا تعلق ہے۔ جان میں روح کا طرہ۔ اس جہاں میں رہنا زیادہ مناسب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ
کہ دینی رہنماؤں کی تاویلات سے قطع نظر، انبیاء برحق علیہم السلام کی تعلیمات میں ترکِ دنیا اور
زاویہ گیری کا کوئی تصور نہ تھا۔ نبوت تو معاشرتی یگانگی کی اصلاح کا نام ہے۔ توحید کا عقیدہ

۵۴۷ (مجلہ گمان ۱۹۵۹ء ص ۱۰۷) [جان پیمان (صفیر احمد جان دہلوی) تھانا] ۵۴۸ (نیکل عبید انبیا ۱۹۶۷ء) (دوسرے سید منیر خاں)

طاسین مسیح^(۷۸)
نویسے حکیم طاسطالی^(۷۹)

وادی بے طازدے شاخ و برگ
آفتاب اندر فضائیش تشنه میر
حکم بحکم مانند جوئے کیکشاں
تند سیر و موج موج و تیج پوچ
بازار ناہ نامے آب اثر
تشنه و آب بحر سیما
چشم او صد کارواں را زین
از نگاہش رشت قوت و قوت
این سراپا ناہ و فراد کیست
نامم افراگین و کارم ساحری ست
استخوان آن جوان در شکست
وای بر فریادے تاثیر من
اندکے اعمال خود را ہم بگمرا
نور او اندر جہات و جہات
زیر گردوں تو چہ کردی او چہ کرد
لے پرستان بستان سیم خام

۲۲۰۔ در میان کو ہزار ہفت مرگ
تاب نہ از دود گرد او چہ قیسر
زود سیما اندر اواری راں
پیش او نیست و بلند راہ امیج
سزق در سیما مریہ تا کر
قمت او ابرو باد آہ
بر زراں و یم ز نازک
کافری آموز سپران کنشت
گفتش تو کیستی نام تو چیست
نفت در چشم صنون ساکت
ناہاں آن جوئے سیمیں تیج پست
بانگ زولے وای بر تقدیر من
گفت افراگین اگر واری نظر
یور بریم آن چراغ کائنات
آن ملاطوس آن مہلب آن روئے زرد
لے بجا منت لذت ایہاں حرام

قیمت روح القدس نشناختی
تن خیزی نقد جاں در باختی

آن جوان را نشتر اندر دل شکست
از تو شیخ و برہمن ملت فروش

طعنہ آن نازنین جلوہ مست
گفت لے گندم نمائے جو فروش

عقل و دین از کافر بیات تو خوار
مہر تو آزار و آزار نہاں
صحبت با آب و گل و زہریدہ
حکمت کو عقدہ اشیاء کشاد
والہ ان مروت کہ صاحب جور است
آزوم او رشتہ جاں آمد بہ تن
آن چہ ماکرویم با ناسوت او
عشق از سوداگری باغ تو خوار
کین تو مرگ است و مرگ ناگہاں
بندہ را از پیش حق و زودیدہ
با تو غیر از فکر چنگیزی نہاد
جرم تو از جرم من سنگین تر است
از تو جاں را دمنہ می گردد بدن
ملت او کرو جا لاہوت او
مرگ تو اہل جہاں را زندگی ست
باش! تا بینی کہ انجام تو کیست!

حواشی و تعلیقات :

④۸ مسیح (حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام) ملاحظہ فرمائیے شعر نمبر ۳۹۹ تعلیقہ نمبر ۶۵ —

④۹ لیو ٹالسٹائی LEO TOLSTOY روس کا وہ عظیم افسانہ نگار جس کو پوری دنیا میں یکساں طور پر تسلیم کیا گیا۔ بحیثیت معلم وہ تسلیم کئے گئے انقلاب کو ترغیب کا خورہ پست عند تھا۔ وہ غیر تعلقاتی نظام معاشرہ کا داعی تھا لیکن مارکسزم کے برعکس ایسا معاشرتی نظام جس میں تشدد کو جڑ سے اکھڑ کر محبت کو بو با گیا ہو۔ نس کی یہی "علم گر محبت کی پیاس" تھی جس نے نظام کائنات میں الفت کا عنصر دیکھنے والے منکر عملہ اقبال سے ان الفاظ میں خراج وصول کیا۔

"ٹالسٹائی بن جانا آسان نہیں ہے۔ زمین سورج کے گرد لاکھوں جگہ لگاتی ہے

تو تب کہیں جا کر ایک ٹالسٹائی پیدا ہوتا ہے۔" ۵۵۶

حکیم ٹالسٹائی (یسنایا [سک روس] میں ایک متمول خاندان کے فوڈ کاؤنٹ ٹالسٹائی کے ۲۸ دسمبر ۱۸۲۸ء یا ۹ ستمبر کو پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں ماسکو سے ۵۰ میل پور جنوب میں واقع ہے۔ بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور قریب رشتہ داروں نے پورے گاؤں کو مال کے لمس۔ نازان بیوہ روسی میں داخلہ لیا ۱۸۵۱ء میں خاندانی دستور کے مطابق فوج میں ملازمت اختیار کی اور ۱۸۵۵ء کی جنگ کریمیا میں حصہ لیا۔ جنگی واقعات پر مبنی ڈائری بھی فدرل لگا دے دیکھی گئی ہے۔

۵۵۶۱ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۸ ص ۴۸۶ ملاحظہ ۱۹۶۵ء

۵۵۵۵ شاعر دماغی ہستی کے ذریعے سے محبت کا جلوہ پیدا حقیقت کلی کو جو سمجھے تو وہ بھی پہاں پر رنگ و لہو کا (تعلیقہ اردو غزل) ۳۴

۵۵۶۲ خطہ اقبال ص ۹۱ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (بنام مولوی اٹا و شمس خان رینڈر وطن "۱۲۵۰ روبر ۱۹۰۵ء از کیمبرج) بنی مخالفت اقبال

جنگِ یخانیہ پر نائٹائے نے ماسکو اور پھر پٹرز برگ میں حکومت اختیار کی۔ علیٰ روی سوسائٹی نے نائٹائے کو وہ قدر و اہمیت دی جس کا وہ مستحق تھا۔ ۱۸۵۷ء میں فرانس، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کا سفر کیا۔

۳۴ سال کی عمر (۱۸۶۲ء) میں روس نے صوفیانہ فونڈری یونیا بزر سے شادی کی۔ سربیا با صوفیانہ نسل نکلس کی زمین خاتون تھی۔ آخری عمر میں نائٹائے سی گھریلو زندگی البتہ تلخ رہی۔ روسیہ بہت سی کتابوں کی ریت بھی صرف روس وجہ سے رکھواری کر رہی تھی۔ معاملے میں بیوی سے جھگڑا نہ ہو جائے۔

نائٹائے ڈرامہ میں آگے نہ جاسکا لیکن جو کچھ لکھا وہ "اس جنگ" اور "اینا کیرینا" جیسا کہ پہلی شہم واقع بھی نہیں۔ اس جنگ اور "اینا کیرینا" دو ناولوں نے اسے بین الاقوامی شہرت بخشی ہے۔ ناول عالمی سطح کے دو بین ناولوں میں سے ہیں۔ ناول "اس جنگ" ۱۸۶۶ء میں چھپا اور "اینا کیرینا" ۱۸۷۷ء میں۔ ۱۸۸۰ء میں نائٹائے کو سکون قلوب کی تلافی مذہب کی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو گئی اور اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اور انجیل کی بیچ بغیر کے شوق میں عہد نامہ جدید کا (روسی زبان میں قدیم یونانی نسخوں کی مدد سے ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ انگریزی امریکہ سے (۱۹۲۰ء) میں شائع ہوا۔ جسے دیگر تمام تراجم پر اعتبار صورتِ لغیر فوقیت حاصل ہے۔

نفلے کے آخری دور میں روس کے اندر کاشتکاروں اور مزدوروں کی سپردگی کا شدید مذہب پیدا ہو گیا

جناخند روسی نے اپنی تمام جائزات تسلیم کر دی اور خود درویش نہ زندگی اختیار کی۔ روسیہ میں اس نے دو کتابیں لکھیں "خدا کی بادشاہت تمہارے اندر ہے" اور "مذہب کیا ہے" (مذہب نے پیام شرق (۱۹۳۳ء) میں مضامین شائع کیے۔ ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء، ۱۹۱۷ء، نومبر کو غوسہ سے وفات پائی مرتے وقت روس کے ہاں غن دھانے کو دو لکھوں

کے سوا کچھ نہ تھا۔ نائٹائے کا شمار بلڈشیرج، رینسوں صدی کے نابغہ فکریں میں ہوتا ہے۔ ۱۹۵۷ء

شوفریہ ۴۲۰: کوہسار ہفت مرگ: ملک قمر کا ایک مخصوص سلسلہ کوہ۔ سلسلہ نے جس طرح نائٹائے

کا خواب نقل کر کے اس وادی بن ودق میں دریائے سیما میں جوڑ اس اسقوٹی کو تالمر ڈوبا پڑا دکھایا ہے اور تہذیب مغرب کو ایک نازنین کی صورت میں اسقوٹی سے موندتو دکھایا ہے۔ انہیں کا حصہ ہے کہیں جہاں یہ یہودیت و نصرانیت کے تقابل میں وقالت الیہود کیست الذاری علی شئی و قالت النصاری لبیت الیقود مکی شئی ۵۵۸ قرائی الاملا کو واضح کیا ہے۔ اس سے کوہسار ہفت مرگ اور وادی بے ہائرو بشل فویرگ کی صفات ملتا۔ ہر دور سے مزاج خیال کا ثبوت ہے۔ مشون سامری: ملا فہرہ تعلیقہ نمبر ۴۳

افترکین: وہ یورپی تہذیب جس نے حکمتِ اشیاء سے توغیب و تہرب کام لیا لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا۔ حکمتِ اشیاء نے بھی رہیں چنگیزی ہی سکھائی۔ چنگیزی سے انسان دشمنی بھی مراد لی جاسکتی ہے اور دین سیاست میں جراثیم بھی۔

۵۰) فلاطوس: ۶۲۶ء سے ۳۶ء تک یہ رومی سردار، یہودیہ کا حاکم تھا اور قبیلہ روم کی نیابت اسی کے سپرد

تھی۔ نئے عہد نامہ میں اس کا نام بللاطیس بتایا گیا ہے۔ انجیل کے بیان کے مطابق حضرت

۵۵۷ء انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۳ء، ۱۸۷۴ء، ۱۸۷۵ء، ۱۸۷۶ء، ۱۸۷۷ء، ۱۸۷۸ء، ۱۸۷۹ء، ۱۸۸۰ء، ۱۸۸۱ء، ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۵ء، ۱۸۸۶ء، ۱۸۸۷ء، ۱۸۸۸ء، ۱۸۸۹ء، ۱۸۹۰ء، ۱۸۹۱ء، ۱۸۹۲ء، ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء، ۱۸۹۵ء، ۱۸۹۶ء، ۱۸۹۷ء، ۱۸۹۸ء، ۱۸۹۹ء، ۱۹۰۰ء، ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء، ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء، ۱۹۰۷ء، ۱۹۰۸ء، ۱۹۰۹ء، ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۱ء، ۱۹۱۲ء، ۱۹۱۳ء، ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء، ۱۹۱۷ء، ۱۹۱۸ء، ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء، ۱۹۲۶ء، ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء، ۱۹۳۶ء، ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء، ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء، ۱۹۴۱ء، ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء، ۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء، ۱۹۴۷ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۴۹ء، ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۴ء، ۱۹۵۵ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء، ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء، ۱۹۷۶ء، ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۸ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۳ء، ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء، ۱۹۹۹ء، ۲۰۰۰ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۱۰۰ء، ۲۱۰۱ء، ۲۱۰۲ء، ۲۱۰۳ء، ۲۱۰۴ء، ۲۱۰۵ء، ۲۱۰۶ء، ۲۱۰۷ء، ۲۱۰۸ء، ۲۱۰۹ء، ۲۱۱۰ء، ۲۱۱۱ء، ۲۱۱۲ء، ۲۱۱۳ء، ۲۱۱۴ء، ۲۱۱۵ء، ۲۱۱۶ء، ۲۱۱۷ء، ۲۱۱۸ء، ۲۱۱۹ء، ۲۱۲۰ء، ۲۱۲۱ء، ۲۱۲۲ء، ۲۱۲۳ء، ۲۱۲۴ء، ۲۱۲۵ء، ۲۱۲۶ء، ۲۱۲۷ء، ۲۱۲۸ء، ۲۱۲۹ء، ۲۱۳۰ء، ۲۱۳۱ء، ۲۱۳۲ء، ۲۱۳۳ء، ۲۱۳۴ء، ۲۱۳۵ء، ۲۱۳۶ء، ۲۱۳۷ء، ۲۱۳۸ء، ۲۱۳۹ء، ۲۱۴۰ء، ۲۱۴۱ء، ۲۱۴۲ء، ۲۱۴۳ء، ۲۱۴۴ء، ۲۱۴۵ء، ۲۱۴۶ء، ۲۱۴۷ء، ۲۱۴۸ء، ۲۱۴۹ء، ۲۱۵۰ء، ۲۱۵۱ء، ۲۱۵۲ء، ۲۱۵۳ء، ۲۱۵۴ء، ۲۱۵۵ء، ۲۱۵۶ء، ۲۱۵۷ء، ۲۱۵۸ء، ۲۱۵۹ء، ۲۱۶۰ء، ۲۱۶۱ء، ۲۱۶۲ء، ۲۱۶۳ء، ۲۱۶۴ء، ۲۱۶۵ء، ۲۱۶۶ء، ۲۱۶۷ء، ۲۱۶۸ء، ۲۱۶۹ء، ۲۱۷۰ء، ۲۱۷۱ء، ۲۱۷۲ء، ۲۱۷۳ء، ۲۱۷۴ء، ۲۱۷۵ء، ۲۱۷۶ء، ۲۱۷۷ء، ۲۱۷۸ء، ۲۱۷۹ء، ۲۱۸۰ء، ۲۱۸۱ء، ۲۱۸۲ء، ۲۱۸۳ء، ۲۱۸۴ء، ۲۱۸۵ء، ۲۱۸۶ء، ۲۱۸۷ء، ۲۱۸۸ء، ۲۱۸۹ء، ۲۱۹۰ء، ۲۱۹۱ء، ۲۱۹۲ء، ۲۱۹۳ء، ۲۱۹۴ء، ۲۱۹۵ء، ۲۱۹۶ء، ۲۱۹۷ء، ۲۱۹۸ء، ۲۱۹۹ء، ۲۲۰۰ء، ۲۲۰۱ء، ۲۲۰۲ء، ۲۲۰۳ء، ۲۲۰۴ء، ۲۲۰۵ء، ۲۲۰۶ء، ۲۲۰۷ء، ۲۲۰۸ء، ۲۲۰۹ء، ۲۲۱۰ء، ۲۲۱۱ء، ۲۲۱۲ء، ۲۲۱۳ء، ۲۲۱۴ء، ۲۲۱۵ء، ۲۲۱۶ء، ۲۲۱۷ء، ۲۲۱۸ء، ۲۲۱۹ء، ۲۲۲۰ء، ۲۲۲۱ء، ۲۲۲۲ء، ۲۲۲۳ء، ۲۲۲۴ء، ۲۲۲۵ء، ۲۲۲۶ء، ۲۲۲۷ء، ۲۲۲۸ء، ۲۲۲۹ء، ۲۲۳۰ء، ۲۲۳۱ء، ۲۲۳۲ء، ۲۲۳۳ء، ۲۲۳۴ء، ۲۲۳۵ء، ۲۲۳۶ء، ۲۲۳۷ء، ۲۲۳۸ء، ۲۲۳۹ء، ۲۲۴۰ء، ۲۲۴۱ء، ۲۲۴۲ء، ۲۲۴۳ء، ۲۲۴۴ء، ۲۲۴۵ء، ۲۲۴۶ء، ۲۲۴۷ء، ۲۲۴۸ء، ۲۲۴۹ء، ۲۲۵۰ء، ۲۲۵۱ء، ۲۲۵۲ء، ۲۲۵۳ء، ۲۲۵۴ء، ۲۲۵۵ء، ۲۲۵۶ء، ۲۲۵۷ء، ۲۲۵۸ء، ۲۲۵۹ء، ۲۲۶۰ء، ۲۲۶۱ء، ۲۲۶۲ء، ۲۲۶۳ء، ۲۲۶۴ء، ۲۲۶۵ء، ۲۲۶۶ء، ۲۲۶۷ء، ۲۲۶۸ء، ۲۲۶۹ء، ۲۲۷۰ء، ۲۲۷۱ء، ۲۲۷۲ء، ۲۲۷۳ء، ۲۲۷۴ء، ۲۲۷۵ء، ۲۲۷۶ء، ۲۲۷۷ء، ۲۲۷۸ء، ۲۲۷۹ء، ۲۲۸۰ء، ۲۲۸۱ء، ۲۲۸۲ء، ۲۲۸۳ء، ۲۲۸۴ء، ۲۲۸۵ء، ۲۲۸۶ء، ۲۲۸۷ء، ۲۲۸۸ء، ۲۲۸۹ء، ۲۲۹۰ء، ۲۲۹۱ء، ۲۲۹۲ء، ۲۲۹۳ء، ۲۲۹۴ء، ۲۲۹۵ء، ۲۲۹۶ء، ۲۲۹۷ء، ۲۲۹۸ء، ۲۲۹۹ء، ۲۳۰۰ء، ۲۳۰۱ء، ۲۳۰۲ء، ۲۳۰۳ء، ۲۳۰۴ء، ۲۳۰۵ء، ۲۳۰۶ء، ۲۳۰۷ء، ۲۳۰۸ء، ۲۳۰۹ء، ۲۳۱۰ء، ۲۳۱۱ء، ۲۳۱۲ء، ۲۳۱۳ء، ۲۳۱۴ء، ۲۳۱۵ء، ۲۳۱۶ء، ۲۳۱۷ء، ۲۳۱۸ء، ۲۳۱۹ء، ۲۳۲۰ء، ۲۳۲۱ء، ۲۳۲۲ء، ۲۳۲۳ء، ۲۳۲۴ء، ۲۳۲۵ء، ۲۳۲۶ء، ۲۳۲۷ء، ۲۳۲۸ء، ۲۳۲۹ء، ۲۳۳۰ء، ۲۳۳۱ء، ۲۳۳۲ء، ۲۳۳۳ء، ۲۳۳۴ء، ۲۳۳۵ء، ۲۳۳۶ء، ۲۳۳۷ء، ۲۳۳۸ء، ۲۳۳۹ء، ۲۳۴۰ء، ۲۳۴۱ء، ۲۳۴۲ء، ۲۳۴۳ء، ۲۳۴۴ء، ۲۳۴۵ء، ۲۳۴۶ء، ۲۳۴۷ء، ۲۳۴۸ء، ۲۳۴۹ء، ۲۳۵۰ء، ۲۳۵۱ء، ۲۳۵۲ء، ۲۳۵۳ء، ۲۳۵۴ء، ۲۳۵۵ء، ۲۳۵۶ء، ۲۳۵۷ء، ۲۳۵۸ء، ۲۳۵۹ء، ۲۳۶۰ء، ۲۳۶۱ء، ۲۳۶۲ء، ۲۳۶۳ء، ۲۳۶۴ء، ۲۳۶۵ء، ۲۳۶۶ء، ۲۳۶۷ء، ۲۳۶۸ء، ۲۳۶۹ء، ۲۳۷۰ء، ۲۳۷۱ء، ۲۳۷۲ء، ۲۳۷۳ء، ۲۳۷۴ء، ۲۳۷۵ء، ۲۳۷۶ء، ۲۳۷۷ء، ۲۳۷۸ء، ۲۳۷۹ء، ۲۳۸۰ء، ۲۳۸۱ء، ۲۳۸۲ء، ۲۳۸۳ء، ۲۳۸۴ء، ۲۳۸۵ء، ۲۳۸۶ء، ۲۳۸۷ء، ۲۳۸۸ء، ۲۳۸۹ء، ۲۳۹۰ء، ۲۳۹۱ء، ۲۳۹۲ء، ۲۳۹۳ء، ۲۳۹۴ء، ۲۳۹۵ء، ۲۳۹۶ء، ۲۳۹۷ء، ۲۳۹۸ء، ۲۳۹۹ء، ۲۴۰۰ء، ۲۴۰۱ء، ۲۴۰۲ء، ۲۴۰۳ء، ۲۴۰۴ء، ۲۴۰۵ء، ۲۴۰۶ء، ۲۴۰۷ء، ۲۴۰۸ء، ۲۴۰۹ء، ۲۴۱۰ء، ۲۴۱۱ء، ۲۴۱۲ء، ۲۴۱۳ء، ۲۴۱۴ء، ۲۴۱۵ء، ۲۴۱۶ء، ۲۴۱۷ء، ۲۴۱۸ء، ۲۴۱۹ء، ۲۴۲۰ء، ۲۴۲۱ء، ۲۴۲۲ء، ۲۴۲۳ء، ۲۴۲۴ء، ۲۴۲۵ء، ۲۴۲۶ء، ۲۴۲۷ء، ۲۴۲۸ء، ۲۴۲۹ء، ۲۴۳۰ء، ۲۴۳۱ء، ۲۴۳۲ء، ۲۴۳۳ء، ۲۴۳۴ء، ۲۴۳۵ء، ۲۴۳۶ء، ۲۴۳۷ء، ۲۴۳۸ء، ۲۴۳۹ء، ۲۴۴۰ء، ۲۴۴۱ء، ۲۴۴۲ء، ۲۴۴۳ء، ۲۴۴۴ء، ۲۴۴۵ء، ۲۴۴۶ء، ۲۴۴۷ء، ۲۴۴۸ء، ۲۴۴۹ء، ۲۴۵۰ء، ۲۴۵۱ء، ۲۴۵۲ء، ۲۴۵۳ء، ۲۴۵۴ء، ۲۴۵۵ء، ۲۴۵۶ء، ۲۴۵۷ء، ۲۴۵۸ء، ۲۴۵۹ء، ۲۴۶۰ء، ۲۴۶۱ء، ۲۴۶۲ء، ۲۴۶۳ء، ۲۴۶۴ء، ۲۴۶۵ء، ۲۴۶۶ء، ۲۴۶۷ء، ۲۴۶۸ء، ۲۴۶۹ء، ۲۴۷۰ء، ۲۴۷۱ء، ۲۴۷۲ء، ۲۴۷۳ء، ۲۴۷۴ء، ۲۴۷۵ء، ۲۴۷۶ء، ۲۴۷۷ء، ۲۴۷۸ء، ۲۴۷۹ء، ۲۴۸۰ء، ۲۴۸۱ء، ۲۴۸۲ء، ۲۴۸۳ء، ۲۴۸۴ء، ۲۴۸۵ء، ۲۴۸۶ء، ۲۴۸۷ء، ۲۴۸۸ء، ۲۴۸۹ء، ۲۴۹۰ء، ۲۴۹۱ء، ۲۴۹۲ء، ۲۴۹۳ء، ۲۴۹۴ء، ۲۴۹۵ء، ۲۴۹۶ء، ۲۴۹۷ء، ۲۴۹۸ء، ۲۴۹۹ء، ۲۵۰۰ء، ۲۵۰۱ء، ۲۵۰۲ء، ۲۵۰۳ء، ۲۵۰۴ء، ۲۵۰۵ء، ۲۵۰۶ء، ۲۵۰۷ء، ۲۵۰۸ء، ۲۵۰۹ء، ۲۵۱۰ء، ۲۵۱۱ء، ۲۵۱۲ء، ۲۵۱۳ء، ۲۵۱۴ء، ۲۵۱۵ء، ۲۵۱۶ء، ۲۵۱۷ء، ۲۵۱۸ء، ۲۵۱۹ء، ۲۵۲۰ء، ۲۵۲۱ء، ۲۵۲۲ء، ۲۵۲۳ء، ۲۵۲۴ء، ۲۵۲۵ء، ۲۵۲۶ء، ۲۵۲۷ء، ۲۵۲۸ء، ۲۵۲۹ء، ۲۵۳۰ء، ۲۵۳۱ء، ۲۵۳۲ء، ۲۵۳۳ء، ۲۵۳۴ء، ۲۵۳۵ء، ۲۵۳۶ء، ۲۵۳۷ء، ۲۵۳۸ء، ۲۵۳۹ء، ۲۵۴۰ء، ۲۵۴۱ء، ۲۵۴۲ء، ۲۵۴۳ء، ۲۵۴۴ء، ۲۵۴۵ء، ۲۵۴۶ء، ۲۵۴۷ء، ۲۵۴۸ء، ۲۵۴۹ء، ۲۵۵۰ء، ۲۵۵۱ء، ۲۵۵۲ء، ۲۵۵۳ء، ۲۵۵۴ء، ۲۵۵۵ء، ۲۵۵۶ء، ۲۵۵۷ء، ۲۵۵۸ء، ۲۵۵۹ء، ۲۵۶۰ء، ۲۵۶۱ء، ۲۵۶۲ء، ۲۵۶۳ء، ۲۵۶۴ء، ۲۵۶۵ء، ۲۵۶۶ء، ۲۵۶۷ء، ۲۵۶۸ء، ۲۵۶۹ء، ۲۵۷۰ء، ۲۵۷۱ء، ۲۵۷۲ء، ۲۵۷۳ء، ۲۵۷۴ء، ۲۵۷۵ء، ۲۵۷۶ء، ۲۵۷۷ء، ۲۵۷۸ء، ۲۵۷۹ء، ۲۵۸۰ء، ۲۵۸۱ء، ۲۵۸۲ء، ۲۵۸۳ء، ۲۵۸۴ء، ۲۵۸۵ء، ۲۵۸۶ء، ۲۵۸۷ء، ۲۵۸۸ء، ۲۵۸۹ء، ۲۵۹۰ء، ۲۵۹۱ء، ۲۵۹۲ء، ۲۵۹۳ء، ۲۵۹۴ء، ۲۵۹۵ء، ۲۵۹۶ء، ۲۵۹۷ء، ۲۵۹۸ء، ۲۵۹۹ء، ۲۶۰۰ء، ۲۶۰۱ء، ۲۶۰۲ء، ۲۶۰۳ء، ۲۶۰۴ء، ۲۶۰۵ء، ۲۶۰۶ء، ۲۶۰۷ء، ۲۶۰۸ء، ۲۶۰۹ء، ۲۶۱۰ء، ۲۶۱۱ء، ۲۶۱۲ء، ۲۶۱۳ء، ۲۶۱۴ء، ۲۶۱۵ء، ۲۶۱۶ء، ۲۶۱۷ء، ۲۶۱۸ء، ۲۶۱۹ء، ۲۶۲۰ء، ۲۶۲۱ء، ۲۶۲۲ء، ۲۶۲۳ء، ۲۶۲۴ء، ۲۶۲۵ء، ۲۶۲۶ء، ۲۶۲۷ء، ۲۶۲۸ء، ۲۶۲۹ء، ۲۶۳۰ء، ۲۶۳۱ء، ۲۶۳۲ء، ۲۶۳۳ء، ۲۶۳۴ء، ۲۶۳۵ء، ۲۶۳۶ء، ۲۶۳۷ء، ۲۶۳۸ء، ۲۶۳۹ء، ۲۶۴۰ء، ۲۶۴۱ء، ۲۶۴۲ء، ۲۶۴۳ء، ۲۶۴۴ء، ۲۶۴۵ء، ۲۶۴۶ء، ۲۶۴۷ء، ۲۶۴۸ء، ۲۶۴۹ء، ۲۶۵۰ء، ۲۶۵۱ء، ۲۶۵۲ء، ۲۶۵۳ء، ۲۶۵۴ء، ۲۶۵۵ء، ۲۶۵۶ء، ۲۶۵۷ء، ۲۶۵۸ء، ۲۶۵۹ء، ۲۶۶۰ء، ۲۶۶۱ء، ۲۶۶۲ء، ۲۶۶۳ء، ۲۶۶۴ء، ۲۶۶۵ء، ۲۶۶۶ء، ۲۶۶۷ء، ۲۶۶۸ء، ۲۶۶۹ء، ۲۶۷۰ء، ۲۶۷۱ء، ۲۶۷۲ء، ۲۶۷۳ء، ۲۶۷۴ء، ۲۶۷۵ء، ۲۶۷۶ء، ۲۶۷۷ء، ۲۶۷۸ء، ۲۶۷۹ء، ۲۶۸۰ء، ۲۶۸۱ء، ۲۶۸۲ء، ۲۶۸۳ء، ۲۶۸۴ء، ۲۶۸۵ء، ۲۶۸۶ء، ۲۶۸۷ء، ۲۶۸۸ء، ۲۶۸۹ء، ۲۶۹۰ء، ۲۶۹۱ء، ۲۶۹۲ء، ۲۶۹۳ء، ۲۶۹۴ء، ۲۶۹۵ء، ۲۶۹۶ء، ۲۶۹۷ء، ۲۶۹۸ء، ۲۶۹۹ء، ۲۷۰۰ء، ۲۷۰۱ء، ۲۷۰۲ء، ۲۷۰۳ء، ۲۷۰۴ء، ۲۷۰۵ء، ۲۷۰۶ء، ۲۷۰۷ء، ۲۷۰۸ء، ۲۷۰۹ء، ۲۷۱۰ء، ۲۷۱۱ء، ۲۷۱۲ء، ۲۷۱۳ء، ۲۷۱۴ء، ۲۷۱۵ء، ۲۷۱۶ء، ۲۷۱۷ء، ۲۷۱۸ء، ۲۷۱۹ء، ۲۷۲۰ء، ۲۷۲۱ء، ۲۷۲۲ء، ۲۷۲۳ء، ۲۷۲۴ء، ۲۷۲۵ء، ۲۷۲۶ء، ۲۷۲۷ء، ۲۷۲۸ء، ۲۷۲۹ء، ۲۷۳۰ء، ۲۷۳۱ء، ۲۷۳۲ء، ۲۷۳۳ء، ۲۷۳۴ء، ۲۷۳۵ء، ۲۷۳۶ء، ۲۷۳۷ء، ۲۷۳۸ء، ۲۷۳۹ء، ۲۷۴۰ء، ۲۷۴۱ء، ۲۷۴۲ء، ۲۷۴۳ء، ۲۷۴۴ء، ۲۷۴۵ء، ۲۷۴۶ء، ۲۷۴۷ء، ۲۷۴۸ء، ۲۷۴۹ء، ۲۷۵۰ء، ۲۷۵۱ء، ۲۷۵۲ء، ۲۷۵۳ء، ۲۷۵۴ء، ۲۷۵۵ء، ۲۷۵۶ء، ۲۷۵۷ء، ۲۷۵۸ء، ۲۷۵۹ء، ۲۷۶۰ء، ۲۷۶۱ء، ۲۷۶۲ء، ۲۷۶۳ء، ۲۷۶۴ء، ۲۷۶۵ء، ۲۷۶۶ء، ۲۷۶۷ء، ۲۷۶۸ء، ۲۷۶۹ء، ۲۷۷۰ء، ۲۷۷۱ء، ۲۷۷۲ء، ۲۷۷۳ء، ۲۷۷۴ء، ۲۷۷۵ء، ۲۷۷۶ء، ۲۷۷۷ء، ۲۷۷۸ء، ۲۷۷۹ء، ۲۷۸۰ء، ۲۷۸۱ء، ۲۷۸۲ء، ۲۷۸۳ء، ۲۷۸۴ء، ۲۷۸۵ء، ۲۷۸۶ء، ۲۷۸۷ء، ۲۷۸۸ء، ۲۷۸۹ء، ۲۷۹۰ء، ۲۷۹۱ء، ۲۷۹۲ء، ۲۷۹۳ء، ۲۷۹۴ء، ۲۷۹۵ء، ۲۷۹۶ء، ۲۷۹۷ء، ۲۷۹۸ء، ۲۷۹۹ء، ۲۸۰۰ء، ۲۸۰۱ء، ۲۸۰۲ء، ۲۸۰۳ء، ۲۸۰۴ء، ۲۸۰۵ء، ۲۸۰۶ء، ۲۸۰۷ء، ۲۸۰۸ء، ۲۸۰۹ء، ۲۸۱۰ء، ۲۸۱۱ء، ۲۸۱۲ء، ۲۸۱۳ء، ۲۸۱۴ء، ۲۸۱۵ء، ۲۸۱۶ء، ۲۸۱۷ء، ۲۸۱۸ء، ۲۸۱۹ء، ۲۸۲۰ء، ۲۸۲۱ء، ۲۸۲۲ء، ۲۸۲۳ء، ۲۸۲۴ء، ۲۸۲۵ء، ۲۸۲۶ء، ۲۸۲۷ء، ۲۸۲۸ء، ۲۸۲۹ء، ۲۸۳۰ء، ۲۸۳۱ء، ۲۸۳۲ء، ۲۸۳۳ء، ۲۸۳۴ء، ۲۸۳۵ء، ۲۸۳۶ء، ۲۸۳۷ء، ۲۸۳۸ء، ۲۸۳۹ء، ۲۸۴۰ء، ۲۸۴۱ء، ۲۸۴۲ء، ۲۸۴۳ء، ۲۸۴۴ء،

عربی علیہ السلام کسی کے عہد میں مصلوب ہوئے۔ [رجل نبی باب ۲]۔
 وہ حضرت عیسیٰ کو سزا دینے پر آمادہ نہ تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ بے قصور ہیں لیکن بنو اسرائیل
 کا دباؤ تھا زیادہ تھا کہ وہ ان کی گرفتاری کا کلمہ دینے پر مجبور ہوا۔ رمالوں فرانس نے اپنے ایک مختصر لفظ نے
 میں مذکور ہے کہ زندگی کے آخری سالوں کے متعلق ایک واقعہ قلمبند کیا ہے۔ جس کے بعد قریب دو سو سال پہلے
 گزرے ہوئے زمانے کی باتیں ہونے لگی ہیں تو وہ اسے یاد دلاتا ہے کہ یسوع مسیح نامی ایک شخص کو یہودیوں
 کے کہنے پر ان کے عہد میں مصلوب کیا گیا۔ غلط فہمی اپنے ذہن پر بہت زور ڈالتا ہے لیکن اس
 یہ واقعہ بالکل یاد نہیں آتا۔ لہذا اس اعتبار سے یہ اساتذہ اپنی مثال آپ ہیں، اور اس اعتبار سے بہت حیرت انگیز
 ہے کہ اگر عیسائی مصنف کا تحریر کر رہا ہے۔ علامہ نے بھی افرنگین کی زبانی اس غلطی کو اپنے اعمال
 یاد کرنے کا طعن کیا ہے۔ اس غلطی کو شخص تھا جسے حضرت عیسیٰ کے خلاف سازش کی لہر آ رہی تھی کو
 گرفتار کر دیا حالانکہ وہ حضرت عیسیٰ کی حواری تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۵۹۰ء میں علامہ نے خودکشی کر لی تھی ۵۹۱ء

آن صلیب آن روئے زرد : اشارہ ہے یہودیوں کے عہد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے زمانے
 کے لہذا اس کے زرد چہرے کی طرف۔ **عقدہ اشیاء کثافہ :** اشارہ ہے آدم کی فلاحت سے متعلق حکایت اشیاء
 کے معاملے کی طرف : علامہ نے تعلقہ ۱۰۔ ازوم او : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے
 آپ علیہ السلام کے مرنے کو زندہ کر دیتے تھے۔ **خوشہ :** وہ تہ خانہ جس میں کفار عجم (پارسی) اپنے مردوں کو رکھتے ہیں۔
ناسوت : علامہ نے خود اس سے مراد جسم کی ہے حاشہ کلیات ماری اقبال ص ۶۱۔ **المرآت :**
 علامہ نے خود اس کے معانی روح لکھے ہیں حاشہ کلیات ماری اقبال ص ۶۱۔ اصطلاح لغت میں المرآت سے
 ذاتِ احدیت مراد لی جاتی ہے ۵۹۲ء عالم ذات الہی جس میں سالک کو مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے ۵۹۳ء
 اور **ناسوت** عالم اجساد کہ مراد اس سے دنیا اور یہ جہان ہے اور کبھی مجازاً بمعنی شریعت اور عبادت ظاہری کے بھی
 آتا ہے ۵۹۴ء

شعر ۵۹۴ : علامہ نے تہذیب مغرب پر کلمی تنقید کی ہے بعض ماہرین اقبال نے علامہ کے اس تصور کو پسند
 نہیں کیا ڈاکٹر ضیف عبد الحکم سے جناب علی عباس علی پور کا مضمون تک سبھی کو یہ تہذیب دشمنی نظر آئی
 لیکن رہنوں نے بعض لفظ پر عبور کیا اور مغرب پر ہرزہ منوں لہر ہرزہ منوں کی تخریب کا یہودیوں کی نگاہوں سے بوجھل رہا۔
 مائلسائی کا خواب جسے علامہ نے "ہاسین مسیح" عنوان دیا دراصل مغرب و مشرق کے یہودیوں اور افغانی
 ہرزہ منوں اور ہرزہ فکر پر کڑی تنقید ہے۔ اس لئے کہ علامہ کے نزدیک "مغرب نظریہ کی بنیاد پر کوئی پائدار عقول قائم نہیں
 ہو سکتا ۵۹۵ء تہذیبیں متاثر سے اپنے اوضاع کی تشکیل کرتی ہیں۔ عقیدے کی کمزوری، عمل میں اور عقیدہ میں تضاد
 سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً علامہ نے تاریخ ۱۹۱۵ء کے تحت عنوان نظم یا غزل میں لکھا

۵۵۹ء جہنم باب ۲ : ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱

تمہاری تہذیب اپنے خیر سے آپ خود کشی کرے گی

جورج اے نازک یہ آواز اپنے ماما سیدارگو کا ۵۶۶

اسے بھی تہذیب دشمنی سمجھا گیا حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت تھی جسے دیرہ بینا قوم نے دیکھا، سمجھا، قوم کو آگاہ کیا اور وقت نے اسے سچ کر دکھایا۔ یہ نظم زمانہ آج سے بے جالی کا عام دیدار بارگاہ کا "کے قبل جنگ سے آغاز ہوتی ہے۔ ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی اور اس کے قیام کا اصل سبب شہدہ وفد کو والٹر کے کا طرف سے یہ یقین دہانی تھا کہ اصلاحات کرتے وقت مسلمانوں کو قوم کے اندر قوم تسلیم کر کے ان کے حقوق کو آئینی تحفظ دیا جائے گا۔ علامہ کی نگاہ نے "قوم مسلم" کو مسلم لیگ کے نام پر جمع ہوتے دیکھا تو "مقدمہ قومیت" کا انگریزی خواب بکھرتا نظر آیا۔ اور "پارلیمانی جمہوریت" کی یہ شرط پوری ہونے کی صورت میں "شہید شاہدیت" کو تحلیل ہوتے دیکھا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ۱۹۴۶ء کے جواگاہ انتخابات نے سب سے پہلے مسلمانوں کا نامزدہ جماعت تسلیم کر لیا تو ۱۹۶۲ء میں برطانوی شاہی تاج کی تحلیل کی نوید مل گیا۔ یہ تہذیب کا اپنے ہی خیر [پارلیمانی جمہوریت] کے دھوکے خود کشی نہ تھی تو اور کیا تھا؟

یہاں افرائین اور اسقروٹی کا معاملہ بھی یہود دلفزاری کے ایسے ہی "عقیدہ بے گناہ" سے متعلق ہے۔ ایسے نظامات کی موت ہوتی جہاں زندہ رہنا رکے اور ہوا اور ہوگا۔ علامہ نے انتظار کی تلپتیں کا یہ دیکھتے گریٹ نیلوفری رنگ بولتا ہے کیا۔

یورپ کی قوموں نے ایک کلچر کی بنیاد رکھی ہے مگر افسوس کہ

ان کا عمل اس کلچر کے مقتضیات کے خلاف ہے۔ اس واسطے

اعلیٰ ہے کہ یہ کلچر کے کارپور یورپ میں فنا ہو جائے ۵۶۷

اس سے مکمل تبرہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ "تہذیب حافر" کے تحت عنوان اس کے عنوان پروانوں کو کو مخالف کر کے کیا گیا

حیات نازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسنائی ۵۶۸

یہاں تو بے مراد کے چہرہ روشن اندروں تاریک تر سے ۵۶۹

طاسین محمد^(۴۱)

نوشه روح ابو جیل^(۴۲) سینه ما از خمد داغ داغ! - ۴۱۷
 از لایک قیصر و کسری سزود^(۴۳)
^(۴۴) ساحر و اندر کلامش ساحری است
 تالباط وین آبا^(۴۵) در نور
 پاش پاش از ضربتش لات و نیت^(۴۶)
 دل بغایت بست و از حافر گسست
 دیده بر غائب فرو بستن خطاست
 پیش غائب سحره برون کوی است

هم شدن پیش خدای بجات

بنده از دونه نیکو شد این صلوت^(۴۷)

نذیب او قاطع ملک و نسب - ۴۱۸
 در ننگه لویکی بالا و پست
 قدر احرار عرب شناخته
 احمران با اسودان آمیخته
 این مساوت این مواخت ابی است
 ابن عبید فریبش خورده است
 عترت باشم ز خود بهر گشت
 ابجدی اصل عبدانی کجاست - ۴۱۹
 چشم خاصان عرب گردیده کور
 از قریش و منکر از فضل عرب
 با سلام خویش بر یک خوان شست
 با کلفتان حبشی در ساخته
 آبرویش دور مانده رخته
 خوب می دانم که سماں منور است^(۴۸)
 رختنیز بر عرب آورده است
 از دور کمت چشم شان نور گشت
 گنگ را گفتار سخنانی کجاست
 بر نیالی ز پیر از خاک گور^(۴۹)

۲۶۵ - اے تو مارا اندر یہ صحرایہ دلیل !
 بشتن افسون تو اے جبریل (۸۹)

باز گولے سنب اسود باز گولے (۸۷) آخہ دیدیم از مہد باز گولے
 (۸۸) بیل اے بندہ را پوریش پذیر خانہ خود را زب کیشاں بگیری
 گلہ شاں را بگرگاں کن سبیل بلخ کن خرباے شاں بر خنیل
 صرے وہ باہوئے باریہ (۸۹) اعظم انجاء نخل خاویہ
 اے عنات اے لات از منزل مرو گرز منزل می روی از دل مرو

۲۶۱ - اے ترا اندر دو چشم ما وثاق !
 (۹۰) مہلتے ان گشت از وقت التواق !

حواشی و تعلیقات : حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم : پیغمبر اسلام البتہ الثانی ۲۰ اپریل ۵۰ھ

ہر روز سووار بمطابق ۹ ربیع الاول ، مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے باب السلام سے تین گز کے فاصلہ پر سوق اللیل (رات کا بازار) سے متصل گلی کے اندر خواجہ عبدالملک کے گھر آکے فرزند عبداللہ کو اللہ تعالیٰ الیہ فرزند سے نوازا جسے دنیا قیامت تک احمد و محمد کے نام نامی سے جانے لگی ۔ آمنہ بانی کے اس ارجمند فرزند کو دودھ پلانے کا شرف آمنہ کے علاوہ سات خواتین و ملا ، حضرت حلیمہ سعدیہ البتہ سب میں مناز ہیں عکے ان ہی بستی نجد کے شاداب پلانے میں تھی آج کل اس کا نام شحطہ ہے ۔

والدہ خواجہ عبداللہ آپ کی ولادت سے پہلے فوت ہوئے تھے چھ برس عمر میں اماں آپ کو مدینہ (یثرب) لے گئیں اور والدہ ہر موضع البوا میں فرشتہ اجل کو لبیک کہتے ہوئے آپ کو اللہ کے دالے کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کا شہر ہے کہ یحذرت یتیمًا فاواہی عکے چالیس سال جس ماشرے میں بسر کئے اس کی حالت مولانا الطاف حسین حالی نے سنسوں میں ہر جزیرہ اسلام میں بڑی قرب سے کھینچا ہے ۔ وہی ہمیں خدمت ہے

عرب لچہ نہ تھا اک جزیرہ نہ تھا کہ ہیونہ ملکوں سے جن کا جدا تھا
 نہ وہ یز فوجوں پہ چڑھ کر گیا تھا نہ اس پر کوئی یز فوجا تھا

نہن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ

نرفی کا داں تک قدم تھا نہ آیا

۵۰۷ سیرت النبی البیم ص ۳۰ - شاہ مصباح الدین شکیل . پاکستان سیٹ آئل راجی ۱۹۹۲ء
 ۵۰۸ العقی ۶ :

نہ وہاں مگر کی روشنی جلوہ گر تھی نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت میں طبع بشر تھی خدا کی زمیں میں جتنی سرسبز تھی

ہمارا اور حواسِ دُبرا تھا سب کا
تیلے آسمان کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگِ غمبختی تھی وہاں ہے مہا بابا کہیں عمارتِ کواکبِ پرستی کا چرچا
بہت سے تھے ثلوثِ پر دل ہے شیرا بتوں کا بھی سبوت جا بجا تھا

کرشموں کے راب کے قصاصید کوئی
مفسروں میں کامیاب تھا قصید کوئی

وہ دنیا میں گھر سے پہلا خدا کا خلیل ایک مہار تھا جس پنا کا
ازل میں مشیت نے عمارتِ ماکا کہ اس گھر سے ایلے کا چشمہ نکلا کا

وہ اک بت پرستوں کا تیرہ بنا تھا
جہاں تین سرسٹھ بت جمع رہا تھا

چلن ان کے جتنے تھے سب بے تابانہ ہر اک لڑت اور مار میں تھا دیکھنا
ضاروں میں کٹا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا نازبانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چلا رہے
درندوں میں جھگڑے میں بے باک جیسے

خدا ان کے دن سا کی دلی گلی تھی شلوپ ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
کوششِ مہانت تھی دلوں کی تھی مزین ہر طرح ان کی حالت بُری تھی

بس اس طرح دس ان کو گذرے تھے سر بل

۵۷۲ نہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھی بریاں

ایسے میں آپ نے "توبہ کامل" کا نعرہ بلند کیا۔ غارِ ابراہیم پر آکر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو وحی
پڑی وہ بتیس برس میں رفتہ رفتہ مکمل ہوئی۔ وہ قوم جو آپ کو مطلق اور امین تسلیم کرتی تھی توبہ کامل کے
تحت و حدت بشریت [مَنْ آمَنَ آتَانَا بَشَرًا مِثْلُكُمْ لَوْحِي الْإِنِّ أَنَّمَا أَلْهَكُمُ الْإِلَهُ وَقَالِدٌ] ہے سب سے پہلے
دیجئے کہ اولادِ آدمؑ کی حیثیت میں تو ہم سب اک جیسے بشر ہیں، میں اس کے باوجود کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تمہاری
ہر جہتِ بشریوں اور مجھے وحی کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے تمہارا اِلٰہُ الْإِلٰہُ وَاحِدٌ — یہ ترجمہ اِلٰہائے حق کے حوالے
سے کیا گیا — واحد — ماعل ہے۔ ایک کرنے والا — اِلٰہ بھی ایک کرنے والا ہے۔ الرسول بھی بشر مثلكم ہ
اعلان کر رہے ہیں پھر بعض کا بعض کی گزروں پر خصوصی اختیارات اپنا کر، سوار ہو جانا کس طرح ممکن تھا

از رسالت در جہاں تکوین ما از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صدر زار مایک است جزو ما از جزو مالا ینفک است
مازلہم نسبت او ملتیم ایل عالم را پیام جنتیم
از رسالت ہم نوا گشتیم ما ہم نفس ہم مدعا گشتیم ما
دین فطرت از نبی آموختیم در روحی مشعل افروختیم
پس خدا بر ما عزالت ختم کرد
بر رسول ما رسالت جنتیم کرد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول ۵۱۱ بمطابق ۸ جون ۶۳۲ء بروز سوموار رفق اللہ علیہ
سے جا ملے۔ آپ کا مزار قدس آج کے شہر مدینہ المنورہ میں ہے۔ صَلَّی اللہ علیہ وسلم یَعْدِلُ مَلِیْ ذِکْرُ اَلْفِ
اَلْفِ مَرَّۃً۔ سیرت رسول کا بیان ہے ہمیر و نشہ مستقی و دریا ہم چنان باقی ست کا مصداق ہے۔
(۷۲) **ابو جہل**؛ ابو طلحہ عمر ابن ابی اسامہ المزیہ، عرب کا بہادر اور جنگجو سردار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی ترکیب دعوت تو صید مطلق کے خلاف آخر دم تک ڈٹا رہا اور کفر اور اسلام دشمنی کا علامت بن گیا
شمار اسلام سیدائین گیلانی کا شرف یہاں مفید مطلب ہے۔

یار، یاروں میں نہ صدیق سے بُرھ کر کوئی کوئی دشمن نہ ابو جہل کہنے جیسا

سردارانِ قریش کا یہی وہ بد بخت سردار تھا جس نے مختلف قبائل کو مشورہ دیا کہ سب مل کر اپنے دینِ آبا
کے دشمن حضرت محمدؐ کو شہید کر دیں۔ اسی طرح بنو ہاشم کو سب قبائل سے ٹکر لینے کی جرأت نہ تھی خدا
کی شان عزت و برتری یہ ناجی دو بیچوں معوذ اور معاذ رسول اللہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔
علامہ اقبال نے دینِ محمدؐ کی صفاتِ عالیہ کے بیان کے لئے اُسی کو چنا کہ وہ حرمِ کعبہ میں
اپنے مشرکانہ دینِ آباد کی برابری ہر مانم رست ہوئے۔ بت پرستی کے نظام کو دریم برسم کر، قبیلوں کی
عصبيت سے پیدا ہونے والے تعصب کو مٹانے۔ حسبِ دلنب کی مصنوعی فضیلت کو ٹھکانے لگانے اور
حبشیوں اور عربوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے خاندانی آبرو کو مٹی میں مٹانے پر واد ہلا کر۔
دین دشمنی کے سبب ابو جہل کھلایا تو اس نے خود کو ابوالحکم کہلوانا شروع کیا۔ تاہم اس
لڑنے عزم کو اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ مع اپنے بھائی کے [۵۲ بمطابق ۶۲۴ء] مارا
گیا۔

(۷۳) **حرمِ کعبہ**؛ حرم؛ ایرانی ادبیات میں اس لفظ کے مختلف معنی ہیں مثلاً مکان کا وہ حصہ جہاں
عورتیں اقامت پذیر ہوں۔ لیکن یہاں کعبہ کے اندر واقع چکر عمارت ہے اور اُس کے ارد گرد کے حصے کو بھی حرم
ہی کہا جاتا ہے۔ حرمِ محترم میں کسی بھی جاندار کا قتل حرام ہے۔ **کعبہ**؛ آدم سے پہلے فرشتے تھے۔ اللہ کی
ملاہون درجہ بندگی پر مامور ہیں۔ زن کی عبارت کے لئے ساتویں آسمان پر ایک مسجد ہے جسے ابن کثیر (تفسیر قرآن مجید)
نے "البیت المحمور" بتایا ہے، ایک حدیث میں ہے روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر ان کی دوبارہ

۵۸۹ حکایت فارسی ملتی [مثنوی دوزخہ خدی: رکن دوم رسالت] ۵۸۰ الفنا ص ۱۰۲
۵۸۱ دائرہ عارف اقبال ص ۶۲ از مدح جن ۱۸ شعر مابین حضرت محمد صبا شروع ہر فاش دیو۔ نرائن دت سچیل اینڈ ستر
ناجوان نسب انورن لوکارا گیش لاہور۔ ہریم ۱۹۰۵ء [مترجمان بائو کیر بلراں مغلطہ آید در دہیٹ دیگر]۔
۵۸۲ مطالب اقبال ص ۱۹ قبول الزور داوری ۵۸۳ تیلجی اقبال ص ۲۹/۳۰ سید علی مابد
۵۸۴ دالامہ تعلیمات و رسالت اقبال ص ۴۴ ڈاکٹر اکبر حسین زولینی۔ ۵۸۵ تیلجی اقبال ص ۲۸۸/۲۸۹ سید علی مابد

باری ہیں آتی۔ زمین پر رہنے والے فرشتوں کو زمین پر انسی طرح کا بیت المعمور تعمیر کرنے کا حکم ہوا تو فرشتوں نے اس تعمیر کردہ عمارت کا نام "ضراح" رکھا۔ بیت المعمور سے اُرتوئی پتھر لٹھکے تو ٹھیک اُس عمارت پر رہا وہ "ضراح" اب کعبۃ اللہ کہلا رہا ہے۔ فرشتے بیت المعمور کی طرح یہاں بھی طواف کرتے ہیں ۵۸۶

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام خلافت ارضی کا جائزہ لینے زمین پر آئے تو دعائی "اے اللہ میں آسمان پر جنت میں تھا تو وہاں فرشتوں کی مسجد تھی۔ یہاں کچھ نہیں کیا کروں؟ تو اللہ کے حکم سے فرشتوں نے بیت المعمور سے نیچے یہ عمارت تعمیر کی۔ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ساتوں آسمانوں پر ایک ایک کعبہ ہے جو متعلقہ آسمانوں کے رہنے والوں کی عبادت گاہ ہے ۵۸۷

طوفان نوحؑ کے بعد اُس کے آثار باقی نہ رہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوندی کعبے کا مقام تلاش کیا اور وہاں پرانے پائے ہر مگر بیت اللہ کی تعمیر کی اور حج کا ادارہ قائم کیا۔ بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم جہاں بھی جاتے ایک ہی بیت ایل (بیت اللہ) تعمیر کرتے تاہم دوسری تعمیر تو باقی نہ رہیں کیلین میدان بکۃ کا کعبہ اب تک موجود ہے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر دس بار ہوئی

۱: تعمیر نوحؑ ۲: تعمیر آدم علیہ السلام ۳: تعمیر شیث علیہ السلام ۴: تعمیر ابراہیم علیہ السلام ۵: تعمیر عیسیٰ
۶: تعمیر بنی جبریم ۷: تعمیر مضر ۸: تعمیر فریش (قبلہ بخت) ۹: تعمیر عبداللہ بن زبیر ۱۰: تعمیر ضحاک بن

یوسف ۱۱: ۵۸۸

ملکہ الکرمہ نافذ زمین میں ہے اسی لئے اُمّ القریٰ کہلاتا ہے تین ہرمنوں کے وسط میں واقع ارضی حجاز کے بانیوں کو اسی لئے اُمّیین کہا گیا اور ان اُمّیوں سے اندر ایک اُمّی رسولؐ کی بعثت، یہ ختم نبوت کی کافی دلیل ہے کہ آپؐ کی ایک قوم یا قبیلہ اور شہر کے درمیان نہیں بلکہ وسط زمین میں مبعوث ہوئے اور "یا قوم" کی بجائے "یا ایہا الناس" سے مخاطب ہوئے۔ حرم کعبہ کا اہم رکن حجاز سے ہے جسے نبوت سے ۵ سال قبل رسول اکرمؐ ہر لاکھین علی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے موجودہ مقام پر نصب فرمایا۔ پانچ چار ہزار سال قبل جن کی رعایت کردہ متواتر روایت کے مطابق جو مسجد زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے الخمر الاستودیمین اللہ فی الارض۔ کائنات کے خالق مالک اور حکمران جل جلالہ کی تویا بیعت ہے اسی پتھر کو چھوٹا ۵۸۹ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار تجدیدِ بیعت کی توفیق ارزانی فرمائے آمین!

ایراشیوں کا عقیدہ تھا کہ ابھرا مندر کی روح کعبہ میں حلول کر گئی ہے۔ چنانچہ وہ بھی پرانے وقتوں سے بیت اللہ کا طواف کرتے چلے آئے ہیں۔ مسعودی نے مروج الذهب میں لکھا ہے کہ صاحبین بھی کعبہ کی بہت تسلیم کرتے تھے کہ یہ خانہ رُحل ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ بلادِ مشرق کے گور بھی بیعتِ بیت اللہ کو محترم روا کرتے تھے۔ صدر الدین [بلدنی] کا بیان تو یہ ہے کہ ہندو سمجھتے تھے یسوی کی روح حجاز سے حلول کر گئی ۵۹۰ مکہ اہل اسلام کا مرکز و محور ہے ماضی و حال اسلام اس کی ہمیت کو زبانی حملہ نہیں، محلاً اپنی تہذیب شناسی، سیاسی سماجی زندگی کا فیروز و لاینفک بنا سکیں۔ علامہ نے کعبۃ اللہ کو امت اسلام کا مرکز و محسوس بیان کیا ہے ۵۹۱

۱: مطالب اقبال - قبول الزبد لودی
۲: دائرہ معارف اقبال - حسن اختر

۵۸۶ سیرت ابنی البیہ ۱۱ شاہ معراج الہی فیہ الیقین ۵۸۷ جودہ صدایاں بر سیارہ درویش ۱۹۰/۱۹۱ مقالہ اولین مساجد - از ڈاکٹر عبداللہ

۵۸۸ سیرت ابنی البیہ فیہ الیقین ۱۱

۵۸۹ جودہ صدایاں بر سیارہ درویش ۱۹۰/۱۹۱

۵۹۰ کعبت اقبال فارسی ۱۳۲ (نور جیو)۔

[illegible]

جہاں تک معصومہ دوم کا متعلق ہے علامہ نے لآ ایلہ الا اللہ، دو حرف سے بالکل معجم حافی درج ہے: "کوئی اللہ نہیں"۔ جہاں تک
الحمد دہریت ہی تو ہے۔ اس اثر اس سے مراد پورا کلمہ طیبہ مراد ہو تب بھی 360 بتوں کا انکار بھی تو مشرکین کے دین سے
انکار اور مشرکین کی لنگاہ میں گرفتار کا ارتکاب ہے۔

انکار اور مٹانے کی لگاہ میں کفر کا ارتکاب ہے۔
 ﴿۹﴾ فَرَزْنِیْکُمْ لَیْ اِنْ اَبَاتِکَ لَفِیْ لَظْمٍ اَشَارَہٗ ہِنِ جُو مَسْکِیْنِ اِسْلَامِ وَجَنَیْتَ سَہْ جَوَابَ مَا دِیْکَرُ ہِنِ۔ مَثَلًا وَاِنَا
 قَیْلَ لَہُمْ اَسْبَحُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا لَیْ نَسْبَحُ مَا اَلْفِیْنَا عَلَیْہِ اَبَاسًا اَوْ لَوْ کَانَ اَبَاؤُہُمْ لَا یَسْبَحُوْنَ شَہَادَۃً
 لَا یُہْتَدُوْنَ ۝ ۱۰ مَآ اَنْزَلَ ہٰذَا اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّضِلَّکُمْ مِّمَّا کَانَ یُعْبَدُ اَبَاؤُکُمْ
 وَاِذَا اَنْتَ لَیْ غَیْثِہُمْ اَیَّامًا بَیِّنَاتٍ ۝ ۱۱ وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْ نَزَّلَ ہٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ ۱۲

۵۹۲ غنایات (نای) ۳۹۹ ۵۹۳ سراج اللغات (جبرید لغات کثیری) ۳۲۵ ۵۹۴ دایره حایف اقبال (۳۹۴)

۵۹۵ - طبقات اربعه ص ۳۴ (بالجری: غزلبند ۲۵)
۵۹۶ - نظام: < ترجمه: اوداگرم آپ پرندب صفحت چرکلی بی

۵۹۶ حود : ترجمہ : اَرْوَابَ لَيْلِیۃٍ
 امارت اور اسے اسے جوت ہی تب ہی یہ انکار کرنے والے کہتے ۔ نبی بہ ملک کھلا جائے ۔
 کہ لیس آدھ گھنٹے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاوے گا تو دلائل کا وہیں توفیق کہتے ہیں کہ یہ تو نورا جلالت (قرآن یا دہدہ کا جانا)

۵۹۸: لسانہ: ۳: ترجمہ: دن سبک متوجہ نہی مروت۔ "ہے جیکے جیکے مروتی کرتے ہیں (عالم گویا) یہ (فرد) تم جیسے ایک

آدمی ہیں۔ تو کیا تم جادو کی بات سننے ہی اسی (بشر) کے پاس جاؤ گے؟

۵۹۹ الصفحہ : ۱۵۱۳ - ترجمہ : اور جب ان کو سمجھایا جائے کہ یہ تو نہیں سمجھتے ۔ اور جب ان کو بتایا جائے کہ یہ سب کچھ

رواۃ ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو صریح حادو ہے۔

کملی آویں ان پر پڑھی جاتی ہیں۔ قوبہ منکر و مکہ منکر ہی بات کی نسبت جو ان تک پہنچ سکتے ہیں یہ تو کھلے جادو ہے۔

۹۰۱ المشرق ۲۵ : ترجمہ : ہم بولا تو قادیان سے۔ معلوم : یہ تو اسی (بصرہ) ہے۔
۹۰۲ الباقی : ترجمہ : اور جب کوئی (ان) سے کہتا ہے۔ اللہ کے بھی مرنے حکم پر جلوہ ترکہے ہیں۔ (میں نے) کہہ

۴۰۰ البیوع (۱۱) سرکاری اور جب کوئی دن ہے تہا ہے۔ اللہ کے لئے ہے۔ کیا ان کو تم کو کچھ رکھتے ہے
م، تو اسے (لہجے) پر چلیں گے جن ہر اپنے باپ دادا کو دیا ہے۔ کیا ان کو ان کے باپ دادا تو کچھ رکھتے ہے

اور نہ کوئی آسانی بدایت

۶۰۳ سہ ماہی ۳۳ جنوری ۱۹۵۱ء

اور جب ان کے سامنے چارے پیش ہو گاتے

برہمی جاتی ہیں۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آدمی اپنی کمالیہ صفات کو ہمیں لے کر آیا ہے۔

جے۔ اور کہتے ہیں (بیرواں) معنی تروا پڑا جھوٹ ہے۔ اور یہ مفہوم یہاں سے پاؤں سے چمکایا ہے جس سے یہاں سے

④ لات و منات : لات خاص طور پر اہل طائف کا بت تھا اور اُس کی صورت منگ چار گوشہ کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لات کا کلمہ اصلاً نیبطی ہے یہ بت بابل سے آیا تھا۔ منات کا بت قبائل یغول اور خزاعہ سے متعلق تھا۔ یہ بھی بت بھی بابل سے آیا تھا اور اس کا بابل کا نام ما مناتو تھا ۶۰۴

④۸ دین اسلام نے یومینون بالغیب کی شرط ایمان سے شرک و بت پرستی کی جرکات دی اور ایمان بالغیب کو فلاح اور ہدایت اور تقویٰ کی بنیاد کی شرط بنایا ہے۔ علامہ نے "مہدی" جیسے عقائد کے حوالے سے "ایمان بالغیب" کی شرط سے کافی فائدہ حاصل کیا ہے۔

۶۰۵ ہے وہی تبرے زمانے کا امام برحق جو تیج حاضر و موجود سے بیزار کرے ۶۰۵
④۹ صلات : صلوٰۃ، صلا و یا صلی مارتہ ہے ولو اور یا، مبدل بہ الف ہو کر صلا مصدر التصلیۃ، القائل باہمی۔ لفظ مآول ہے۔ یعنی دعا و نماز بندہ، یعنی رحمت از خدائے تعالیٰ، بمعنی درود ہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم و فرشتگان۔ صلا۔ شریکوں کے لئے بھیجنا مسنون میں بھی آتا ہے اور شریکین ایمان کے معانی میں بھی مستعمل ہے اور نماز میں چونکہ یہ سب افعال رکوع سجود، قعدہ و قیام میں واقع ہوتے ہیں اس لئے اصطلاح میں اسے اللہ کے حکم اور رسول کے طریقے کے مطابقتی عبارت (نماز) قرار دیا گیا ہے۔ جمع اس کی صلوٰات ہے اور لام ساکن بھی مستعمل ہے جس کے معنی عالم کلمات سے نکالنا۔ چراغ ہدایت سے۔ مجازاً عبارت گاہ کو بھی کہتے ہیں۔ علامہ نے صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد خانہ کعبہ بھی لیا ہے جو، نمازِ مکہ کے طریق پر درست ہے۔ خانہ کعبہ کی حفاظت گویا اپنی حفاظت ہے ورنہ یہودی طرح دیوارِ گریہ انجام ۶۰۶

دنیا کے بت کدوں میں پہلا و گھر خدا کا ایم اُس کے پاس ہیں وہ پاس ہیں ہمارا قریش : منسوب بہ نصر بن کنانہ جن کا لقب تھا قریش، قریش کی تصغیر ہے۔ قریش، قاف پر زبر کے ساتھ ہو تو رس کے معانی میں وہ عظیم الجثہ جاہل جو سمندر کے نام جاہلوزں پر غالب ہے۔ قبیلہ قریش کو بھی قبائل پر یہ حیثیت حاصل تھی۔ صاحب غیاث نے صراح کے حوالے سے قریشی بمعنی سلامت داشتن بھی لیا ہے ۶۰۷ وہی بنی اکرم حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے۔

④۱ سلمان فارسی : ان کا اسلام لانے سے پہلے روزیہ نام تھا اور لقب سلمان جو اس کا نام سے مشہور ہوئے۔ اصفہان کے نزدیک ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ باپ جو سی تھا اور ایک آتشکدہ کا منتظم بھی۔ سلمان روحانی سکون کے مسئلہ میں اس لئے عیسائیت کو قبول کیا۔ شام میں ایک راہب نے مرتے وقت وصیت کی۔ ملک عرب میں بنی آفرامان کا ظہور ہونے والا ہے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر رہا ہوا۔ چنانچہ آپ ہزار درخت حجاز میں راہ میں بنو مطلب نے عنہم بنا کر یشرب کے ایک یہودی کے ۴۰۰۰ درخت کر دیا۔ اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت فرما ہوئے تھے۔ سلمان نے حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو یہودی آما سے فریدتر ازاد

۶۰۸ تعلیمات اہل سنیہ میں۔ جبریل ۴۲۸ جوہر معین القرآن۔ سداوین بدیع ۶۰۵ کلمات اردو ص ۵۱ [قریبیم: اہل بیت] ۶۰۶ غیاث اہلکات فارسی۔ انوارات، ادب اشعائیان، غیاث اہل اردو ص ۱۵۹ [بابت دیا: ترجمہ سل]۔ ۶۰۷ غیاث اہلکات فارسی، ۶۰۴ ب جلال الہال فی رما و لہال (اردو) ص ۵۰ تذکرہ سلمان فارسی ص ۱۱۱ ترجمہ سل و لہال ۱۹۶۶

کردی۔ سلمانؓ بہ حضورؐ کو اور حضورؐ سے۔ سلمانؓ کو بہ محبت تھی۔ سلمانؓ ماریسؓ سے جب وہ نے
حافظان کے باب میں پوچھا جانا تو فرمایا۔ سلمانؓ بن اسلام۔ حضورؐ نے بھی **السَّالِمَانِ رَحْلًا وَاهْلًا اَبْنَتًا**
کا انداز بحث [ابو العباس ص ۱۲] عزائم افراب کو آپؐ نے اس کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کے
بابت حضورؐ خندق کہا جاتا ہے یہ ریرانی دستور تھا۔ عرب اس سے ناواقف تھے۔
حضورؐ سلمانؓ ماریسؓ کو قرب رسولؐ حاصل تھا اس لئے علم و فضل میں بھی اعلیٰ مقام ملا۔
ان سے بہت سچا و بیٹھیں مروا ہیں ۷۶ برس ۵ عمر میں ۳۵ ھ یا ۳۶ ھ میں وفات پائی۔

(۸۲) **مزوکیت** : ایران کے پہلے ایرانی مفکر کی اشتراکی نظریہ یہ فلسفہ زن، زر، زمین کو فتنہ و شر کی
بنیاد بنانا تھا اس لئے اسے ذاتی ملکیت کی بجائے مشترک سرمایہ بنانے کا داعی تھا۔ ہر چیز کی ملکیت کو مملکت کے
لئے دینے کا تسلیم دیتا تھا۔ مزوکیت کو نوشیروان عادل کے دور میں فنا کی سند سدا بایا۔ قباد نوشیروان
کے والد نے مزوکیت کو بطور مذہب تسلیم کر رکھا تھا لیکن نوشیروان نے مزوکیتوں کو (۵۲۸ تا ۵۲۹ء) ایک
دعوتِ شامیہ پر بلا کر ہلاک کر دیا۔ مزرک بھی مارا گیا۔ جو بیچ گئے شیروان نے ۵۲۹ء میں ہر اقتدار
آئے کے بعد انہیں بھی چن چن کر ہلاک کیا اور اسی طرح یہ مذہب ہیبت و باور ہوا۔ مزوکیت، مانویت
(زن زر زمین کے شر سے بچنے کا مذہب) یا زرتشتیہ ترک دنیا و علانی [کی ترمیم شدہ صورت تھی جس کا
نفع بلحاظ مائعات تھا] مزوکیت آخر آفریں ایک سیاسی تحریک بن گئی تھی و نوشیروان کے اقتدار پر قبضہ چاہتی
تھی۔ مزوکیت، مزرک کا موت کے بعد خفیہ خفیہ رہی اور علید اسلام میں اس تحریک نے
کئی روپے دھارے ۶۱۵ء

علاقہ نے (ہام) مشرق میں اسے بھی محبت و فطرت میں شامل کیا ہے۔ اور مزوکیت کے سیاسی نظریہ
کی طرف اشارے کئے ہیں۔ خصوصاً کہ نہایت گہرا نشہ خور از خسرو بازگیر **علاء** لفظ 'مجم' میں لکھتے ہیں۔

اسی (مزرک) نے مروجہ زرتشتی نظریہ کے خلاف ایک دوسرا شوبہتی رد پھیل کیا۔ مالی کا طرح
مزرک نے بھی یہ تسلیم کیا کہ دنیا کا اختلاف و تنوع دو مستقل و ازلی قوتوں کے
امتزاج و اتحاد کا نتیجہ ہے۔ جن کو اس نے شد (نور) اور تار (ظلمت) کے ناموں سے
موسم کیا۔ لیکن وہ اپنے پیش رو (مالی) سے اسی امر میں اختلاف رکھتا تھا کہ ان کے
اتحاد اور ان کے آخری انفصال کے واقعات بالکل اتفاقی تھے نہ کہ کسی اختیار و انتخاب
کا نتیجہ۔ مزرک کے فرائض احاسی کی دلیلیت ہے۔ اُن کا ان کا ہستی میں چار قوتیں،
قوت امتیاز، حافظہ، فہم اور سماعت، موجود ہیں۔ ان چار قوتوں کے چار شعبہ مظاہر
ہیں جو اور چار دشنامی کا ہر دو سے کائنات کے نظم و نسق پر نمودار کرتے ہیں۔ اشیاء
اور دشنامی کے اختلاف و تنوع کی علت ابتدائی قوتوں کے مختلف اختراجات ہیں۔
لیکن مزرک کی تعلیم کے مخصوص خط و خال میں اس کا رشتہ رکیت ہے جو براہتہ مالی کے
فلسفہ کا پیمائش روح کا نتیجہ ہے۔ مزرک کہتا ہے کہ تمام ان میں مساوی ہیں اور ان کا جملہ کا
ضرور محتاج دیوتاؤں کا پیش رہے ہے۔ جن کا مقصد ہے کہ فدا کی کائنات کو مدد و تباہی کا
منظر بنادیں۔ اس نے زرتشتی ضمیر کو سخت صدمہ پہنچایا اور زرتشت کے کثیر اعتقاد و پیش روؤں کو تباہ
کر دیا، اسی مساوات کے حوالے سے ابو جہل کو سلمانؓ ماریسؓ نے مزرک کی نظر سے۔

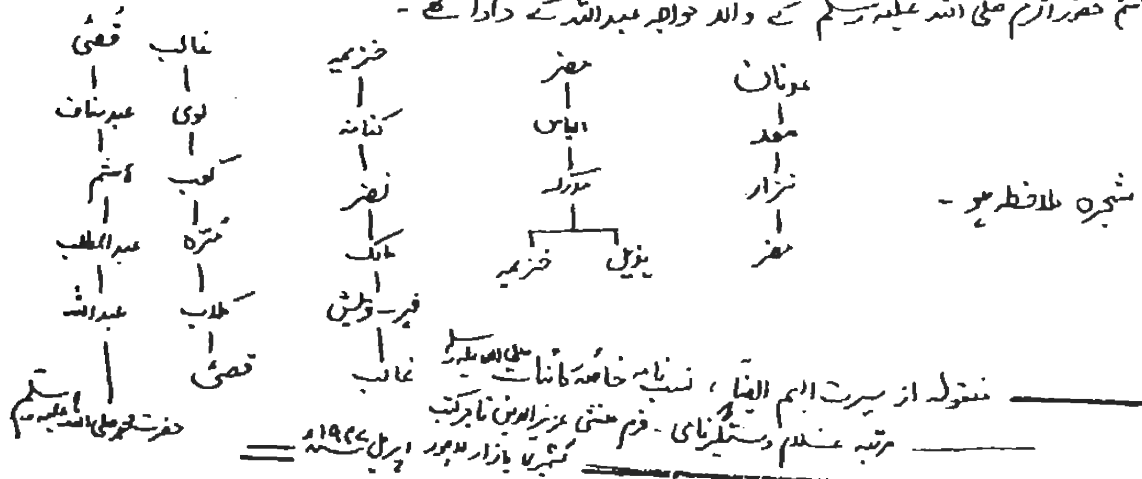
۷۹

۶۰۸ء و سعادت اقبال ص ۲۵۵ حضرت اختر احمد۔ شرح جامعہ نامہ حبشی ص ۱۰۹۔ تلمیذ اقبال ص ۲۲/۲۳۔ دلائل ص ۱۰۸ اقبال لہنا

۱۹۹۹ء

۶۱۰ء ادب نامہ ایران ص ۱۱۱ مزار شہر جگہ جہانی و وزیر کی کتب دینی لاہور سنہ ۱۳۹۹ء
۶۱۱ء خطبات تاریک ص ۲۹۷ [ہام] مشرق: محبت و فطرت] ۶۱۲ء فلسفہ 'مجم' ص ۳۹۹ اور زرتشتی مذہب کی تباہی

لیکن ایسی کو ضرورت نہیں اسلام فقہ و فرائض آج ۱۱۱۳ھ میں فرق پر نظر پڑی چاہئے۔
(۸۳) عدنانی : جناب مقدمہ والدہ عدنان کی اولاد عدنانی کہلاتی ہے۔ معروف نام اس نسل کا
 بنی اسماعیل ہے۔ لفظ بنی کہانہ کی اولاد قریش کہلانے لگی۔ قریش میں دشمن کی اولاد دشمنی ٹھہری
 حاتم حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد خواجہ عبداللہ کے دارا تھے۔



شعر ۵۴ تا ۶۴ : جیسا کہ تعلیقہ نمبر ۱ میں لکھا تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی قرآنی سے
 قرونِ نوئی سے پہلے ولفرائی مذہبی بگاڑ اور دشمنیت باری میں آمیزش کے از سر نو احیاء کو روکنے کی خاطر، اعلان کر دیا
 گیا کہ **مَثَلُ الْإِنْسَانِ أَنَابُ الْبَشَرِ**، اس اعلان نے جہاں تقسیم بشریت کے جاہلی تصور کا قلع قمع کیا وہاں اظہار
 آدم میں ملک و ملت، حسب و نسب، رنگ و نسل، غلام اور آزاد کا مٹا دیا، کے حوالے سے
 قائم کردہ ہر حدود کی کوسنگارتے ہوئے **أَيُّهَا النَّاسُ** کہہ کر دعوتِ توحید دی اور **أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ** کہہ کر
 احکام دین سکھائے۔ مومن کو مومن کا بھائی بنایا ہی نہیں بنا کر دکھایا **مَلِكُ الدِّينِ** میں صرف مہاجرین
 کے درمیان مواخاۃ تھی تو عربیہ میں انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ نے ملک و نسب تمام ثبت
 کر دیے اور ان **أَيُّهَا الدِّينُ** کے لئے زمین ہموار کر دی۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَرٍّ وَآنْشَىٰ**
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ — فَلْيَسْ لِعَقَابِي عَلٰى عَجْبِي
فَضْلٌ وَلَا يَنْبَغِي عَلٰى عَجْرِي وَلَا يَشُوْدُ عَلٰى اَيْتِيْزٍ وَلَا يَكْبِيْضُ عَلٰى اَسْوَدٍ فَضْلٌ اِلَّا
بِاِشْقٰوِ النَّاسِ مِنْ اَدَمَ وَاَدَمُ مِنْ تُرَابٍ **أَيُّهَا النَّاسُ مَثَلُ مُسْلِمٍ أَخُو مُسْلِمٍ**
--- أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ كَلِمَ عَلٰى لِيَا يُلِكُمْ حَقًّا وَلَهْنٌ عَلَيْكُمْ حَقًّا ۶۱۸ھ یہ خطبہ حجۃ الوداع
 کے منقبات ہیں۔ سارا خطبہ اختصار اور جامعیت، فصاحت اور بلاغت کا شہکار اور تعلیمات
 اسلامیہ کا خلاصہ ہے۔ اس میں بھی **أَيُّهَا النَّاسُ** کا مخاطب خصوصی توجہ جاسکتا ہے۔ کہ
 آج کے بعد سلسلہ رسالت کے انقطاع کی نوبت ہے اور رہتی دنیا تک کا ان ان مخالفت کیا
 گیا۔ **الوجہ چلا چلا کر اس تسلیم مساوات و اخوت کے خلاف ماتم کر دیا اور**

۶۱۸ھ ہجری و مبارک شنبہ رجب ۱۲۱۲ھ دہلی پیر ارفٹ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرت و نذر نبی) ص ۱۴، ص ۱۸
 شعبہ دعوت و ارشاد اعلیٰ حقیقات اسلامی - اسلام آباد ۱۹۸۵ء

۶۱۳ھ کی بات اہل اردو ص ۶۵ (عرب کلم: واپس لے لیں شہر کا)۔

مسلمہ دنیا والوں کو دین اسلام کی وہ برکات بغیر و المظاہرے پہنچا رہے ہیں، دنیا والے جن کی تلاش میں ہیں۔ اور جن کے نفاذ و اجراء کا سلسلہ تحریر و نقل حضرت نوح سے آغاز ہو کر حضرت محمد ﷺ کے نبی کے تکمیل کو پہنچا ہے۔ البوصیل نے اس مساواتِ الثانی و مواظۃ اسلامی کو سلمان فارسی کے اسلام کے حوالے سے مزدکیت (رشتہ کی نظام) کا الزام دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ بحیرتِ کشم [عترت: عزیزِ اقارب اولاد] نے اپنی حقیقتِ مجلہ دی اور غائب سے دل نگار [ازدو رکعت] حاضر و موجود سے آنکھیں بند کر دیں [چشمِ شاں بے نور گشت]۔ مسلمہ کا کہنا ہے ”وہ ایک سجدہ“ جو غائب کے حضور سر پر زمین پر پیش کیا جاتا ہے۔ نیز اس سجدہ سے آدمی کو نجات دیتا ہے۔ توحیدی سردار اسی ”نہر سجدہ“ سے مردم ہونے کا رونا روٹا ہے۔ یعنی ابوہل کو انسان کا غائب کے حضور سجدہ نیز جو کر دنیا میں سر بند ہونا مذکرت نفرا۔ - سلمان فارسی کے حوالے سے عجم و عرب کا متبادل ہوتا ہے۔ عجم بمعنی گنگا، لیا جاتا ہے اور عرب کا ایک منہم فقیح و بلیغ بھی ہے۔

(۸۴) **سحبان ابن وائل** : حضرت سحبان بن زفر اللؤلؤی، باہلہ قبیلے کے نامور خطیب ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ عرب میں ان کا نام فصاحت میں ضرب المثل تھا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ملہ بیان کیا ہے ان کی فصاحت کے حوالے سے گفت و گو میں تکرار کا عیب ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

سحبان وائل را در فصاحت بے نظیر نہادہ اند بحکم آند سالے بر سر جمع سخن
گفتہ کہ لفظ مکرر نہ رودے و اگر بہان اتفاق افتادے بعبارت دیگر بگفتے
وز جلد آداب ندماے حضرت ملک بیک ابن است “ ۴۱۴

ترجمہ: سحبان بن وائل کو فصاحت میں بے مانند کہتے ہیں اس واسطے کہ برابر ایک سال وہ ایک حالت کے دہرہ باتیں کرتا اور کوئی لفظ دوبارہ نہ لاتا اور اگر اسی بات سے کہنے کا اتفاق پڑتا تو عبارت دوسری کہتا۔ اور ملک بیک کے اندما کے آداب سے ریکر لوب یہ بھی ہے۔

حضرت سحبان بن زفر امیر معاویہ کے مضامین میں بھی شامل رہے۔ خراسان کے وفد کے سامنے مسلسل کئی گھنٹے تقریر کرنے پر حضرت امیر نے حیرت زدہ ہو کر کہا ائت آخطب الیوم، تو سحبان نے فوراً کہا ولا یجوز الیوم واللائس حضرت سحبان نے ۵۷ھ میں وفات پائی ۴۱۴

(۸۵) **زہیر ابن ابی سلمیٰ** : زہیر اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ غطفان کا رہنے والا تھا۔ محققین نے اسے غطفانی اور قیس بنی ہونے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ زہیر کے ماموں بشامہ بن الغدیر غطفانی بھی مشہور تھے زہیر کی بیٹی، بیٹے پوتے تک سب شاعر تھے۔ کعب ابن زہیر جو قصیدہ ”بانث سعاد“ لکھ کر حضور کی خدمت

۴۱۵ء مدائن بہائم و اشارات اقبال ص ۴۲ ذکر اکبر حسین
۴۱۴ء شرح جاید نامہ جیتی ص ۵۲۲ (حاشیہ) -
۴۱۴ء عثمانی سعدی باب ۳۴ مکتبہ نبوی کا بیور
۴۱۸ء تنقبات طہ احسن ص ۱۹۹ اردو ترجمہ عبدالعزیز علی شریعتی

میں پیش کرتا لایا مگر اس کی بد قسمتی کہ بے نیل مرام والیں لوٹ گیا اور قصیدہ پیش کرتا اور اسلام پڑنے کی سعادت سے محروم رہا۔ صدیق اکبرؓ کی رائے میں زبیرؓ اور القیسؓ سے بڑے شاعر تھے اور عمر بن الخطابؓ زبیرؓ کو ایک بہترین شاعر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو بار بار ایک بات کو دہراتا تھا نہ نامانوس الفاظ لاتا تھا۔ وہ شاعری میں سست رفتار تھا اس لئے اس کے مصنف حواریات (پورا پورا سال جن پر صرف ہوا) کہلائے۔ علامہ نے ترکیبیں اور تصویروں پیش کرتے ہیں جو اس سے کام لیتا ہے اور خیالات کو محسوسات کے ساتھ جوڑ رکھتا ہے۔ سوچ بچار کا شیدائی ہے۔ اس نے شعر کو ایک ہنر اور ایک صفت گرا بنالیا ہے۔ وہ اختصار طبع کے ساتھ بہتا نہیں ہے۔ اس کی زبان زیادہ آسان ہے اور رسائی سے بہرہ ور۔ فوراً دور تک پہنچتی ہوئی ہے۔ اس کے علم بالانہیں زبیرؓ کے رشعار سے زیادہ تر مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۶۲۰

بوخیل کے نادر فریاد اور پکار کے لئے علامہ نے بھی زبیرؓ کو رسی لئے چنایا ہے

شعر ۶۱۵: " زبیرؓ اور نابضہ اصل حجاز اور اصل بادیا کے نزدیک زیادہ با اثر شاعر سمجھے جاتے تھے۔ گویا یہ دونوں قمری مندرجہ کی کھلی ترجمانی کرتے ہیں۔ جب آپ اس سلسلہ شاعری کو دیکھیں گے جو شاعری کے اعتبار سے زبیرؓ تک پہنچتا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سلسلہ اسے شعرا سے مرکب ہے جو عام کے عام حجاز و حواریات سے مراد ہے۔ شاعر تھے " ۶۲۱

بوخیل کے نادر فریاد کے لئے بھی اسی لئے اسے " زبیرؓ حواریات " کہلایا ہے۔

(۱۹) نوائے جبریل: مراد وحی (قرآن) ہے۔ لیکن قریش مکہ تو وحی و جبریل سے مراد شاعر اور جنت کی فراہم کردہ معلومات لیتے تھے ان کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر ثقیون ۶۲۲ کہنا ان کے اس عقیدے کا مظہر تھا۔ حواریوں نے شاعر کو بار بار میں گھڑ رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ہر شاعر کے پاس ایک جنت ہوتا ہے جو اس عینی امور سے آگاہ کرتا ہے۔ حضور پر وحی لانے والے " جبریل " سے متعلق بھی ان کا یہی خیال تھا اسی لئے نوائے جبریل کا فصول نونے کے لئے " شاعر حواری " زبیرؓ کو پکارا گیا۔

(۲۰) حجر اسود: کعبۃ اللہ کی دیوار میں لگا ہوا سیاہ پتھر جس کا چونا حجاج کے لئے اور زبیرؓ اور حواریوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ زمین پر مالک الملک جل شانہ کا دریاں دکھتے ہیں جو چونا گویا حکومت الہیہ پر بیعت کرتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی یہ پتھر جنت سے رنار گیا تھا۔ طوفان نوحؑ میں جبل البقیع میں محفوظ رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ درجائیت میں ایک بار کعبہ کو خوشبو کی دھونی دگائی تو غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی جس سے حجر اسود بھی فھلس گیا

۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ اور اموی انوائے کی لڑائی میں ایک بار پھر خوفناک لڑکے سے جبرائیلؑ تین ٹکڑوں میں بٹ گیا تو رشتہ ابن زبیرؓ نے چاندی کے نوٹے خول میں ان ٹکڑوں کو محفوظ کر کے دیوار میں لگا دیا۔ ۱۸۶ھ میں خلیفہ کارونؓ نے جبرائیلؓ کے ان ٹکڑوں میں سوارخ کروا کر چاندی سے مربوط کر دیا۔

۳۱۷ھ میں قرامطہ نے ہر تالیف ہو گئی۔ دن کا عقد فیض رحمت [سنو کا پرنالہ] تمام ابراہیم اور جبرائیلؓ چور کر دیا۔ ابوطاہر کے حکم سے جعفر بن طلحہ نے ۱۲ ذی الحجہ ۳۱۷ھ کو کدوان مار کر جبرائیلؓ کو اکھاڑ لیا اور کدوان سے لے گیا۔ تقریباً بائیس سال تک رکنِ رسد پر یہ جگہ خالی رہی۔ حاجہ صوف خانی جگہ کو کدوا کا کر بوبہ دیا کرتے تھے۔

۱۵ ذی الحجہ ۳۲۶ھ کو قرین سے سفیر بن حسن قراطلی جبرائیلؓ واپس لایا اور دوبارہ کعبہ کی زینت بنایا گیا۔ ۲۶۲ھ میں ایک رومی نے بھی اسے چرانے کا کوشش کیا مگر پکڑا گیا۔ ۴۱۲ھ میں ایک بھی نے کوشش کا وہ قتل ہوا۔ ۶۱۶ھ میں جبرائیلؓ نے کدوان سے سوار شدہ کیا۔ ۱۲۵۱ھ میں ایک رومانی نے رن لگچہ ذرا [کدوا] لٹو دیا۔ رب یہ تیس سنی میٹر کا بنر منظم جنگ دار سیاہ سرخی مائل رنگ کا بیضوی پتھر ہے جو چاندی کے محفوظ بیضوی حلقہ میں ہے۔ جس پر زائرینِ حرم اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں بے اختیار بوبہ دیتے ہیں یہاں سے خانہ کعبہ کے طواف کی ابتدا ہوتی ہے اور رومی پر شوط [جگہ] مکمل ہوتا ہے رومی اللہ تعالیٰ کی نشانیں [شمار اللہ سرخ ایک] فرور دیا گیا ہے ۶۲۳ھ

۸۸) **نیل :** بروزن زحل اور شمس کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کی صورت انسان کی تھی اور عقیقہ سرف کا بنایا گیا تھا۔ کسی محلہ پر اس کا دایاں بازو ٹوٹ گیا تھا تو قریش نے سونے کا بازو لگا دیا۔ سب پہلے جس شخص نے اس بت کو نصب کر کے اس کی پرستش کی ہے وہ عذکر بن ابیاس بن حفیر قبیلہ خزیمہ کا ایک فرد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کو نیل خزیمہ بھی کہتے ہیں۔

اس بت کے سامنے سات تیر پڑے رہتے تھے۔ ہر تیر پر ایک طرف صریح کا کلمہ منقش ہوتا تھا اور دوسری طرف مصلوق کا کلمہ تھا۔ جب کسی بچے پر شک ہوتا تھا کہ آیا یہ بچہ حلال زان ہے؟ تو پہلے بت پر چڑھوا چڑھاتے اس کے بعد ان تیروں سے شکن لیتے تھے اگر تیر کا وہ حصہ سامنے آئے جس پر صریح لکھا ہوتا تھا تو قبیلہ صادر کرتے تھے کہ یہ مریحاً حلال زان ہے۔ اگر مصلوق والی طرف آئے تھی تو بچے کے دھوے کو مسترد کر دیتے تھے۔ یہی طریقہ دوسرے

ماملات میں بھی ان تیروں کے ذریعے فیصلے صادر کرتے تھے۔

جب مکہ فتح ہوا تو رسولِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زمین پر گر کر دیا اور پھر آپ ہی کے فرمان سے اسے باب بنی شیبہ میں دفن کر دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رس بیت کی ہر کوشش و کوشش سے مخصوص تھی کیونکہ دوسری قوموں کی سفیاتی درگاہوں، یا دیو مالہ میں رس بیت کا ذکر نہیں ملتا۔^{۶۲۴}

پوزیش پذیر، حضرت قبول کرنے والا۔ معافی دینے والا۔ خانہ خورشید مراد کعبہ

۸۹) کَالْتَمِ الْاِحْجَارُ خَلْ خَاوِيَةً الْاَلِيَّةِ^{۶۲۵} اور وہ جو عداوت سے سوبراہ ہوئے غندی ستائے کی ہوا، اٹھ لی جائے لاغوب سے۔ مقرر کر دیا اس کو ان پر سات راتوں اور آٹھ دن تک برابر، پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اس میں بھڑکے گویا کھوکھلے تنے ہیں کھجور کے درختوں کے جو گڑے پڑے ہیں۔

شعر نمبر ۸۹: وَثَاقٌ مَّكْنٌ - [غیاث اللغات، غازی] لائت و منات کے فراق کا رونا روتے ہوئے جاچی مشاعر اور سب سے ملقات کے سرخیل امراء القیس کے قصیدہ کے ایک شعر کا ٹکڑا مانا گیا ہے۔ اس تریم کے ساتھ امراء القیس فراق کے فیصلے کو باوقار طریق سے ردِ عمل لانے کی تدبیر دیتا ہے اور الوجہیل نہایت مانگتا ہے۔

أَنَا طِمٌّ مَّهْلًا لَبِغٌ هَذَا الْبَحْثُ
وَأَنْ كُنْتُ قَدْ أَتَمَمْتُ حُزْنَ مِي تَجَلِي

ترجمہ: اے ناظم! اپنے عشق و دارا سے لڑنے کی کوشش کا فیصلہ ہے تو اسے
شیرازیانہ طور پر انجام دے۔ [سب سے ملقات ص ۱۰۰، شعر نمبر ۸۹]۔

متعلقاتِ عاشقی:

۹۰) جَنَگِ بُعَاثِ: ۶۱۷ عیسوی کے ایدھر ایدھر، یثرب کے دو قبیلوں اور وفزیر

کے درمیان ایک جنگ ہوئی۔ اس جنگ نے بہت سارے قبائل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اس لئے اسے جَنَگِ بُعَاثِ کہا جاتا ہے۔ اس جنگ نے اہل یثرب میں باہمی نفرت اور بغض کی نہ بھنے والی آگ بھڑکائی۔ عقبہ بن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت اسلام کرنے والوں میں سے جب ایک کو رمانت نماز کے لئے مقرر کیا گیا تو سب سے اہم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ نفرت مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ بھیجا گیا۔^{۶۲۷} ان لوگوں نے عقبہ کی دعوتِ توحید کو اپنے دماغ کے نفاق کا تذکرہ کر کے عقبہ کو گستاخانہ گوئی کی گور رکیب طرف تو کسی متوقع فطرتاً جنگ کے حوالے سے لڑنے کے قبائل کو اپنا حلیف بنانے کے لئے تھے تو دوسری طرف وہ مدینہ کے اندر کسی غیر جانبدار سردار

۶۲۲ ع۔ ۵۱۲/۵۱۳ عیدِ میلادِ مجید جو وہ قصص القرآن صدر ابن ابی اللہ
۶۲۵ ع۔ الحاقہ: ۶۲۶ ع۔ تاریخ اللہ ابی الدی۔ ۶۲۷ ع۔ و قد حین لڑا ص ۹۹ و کتاب مکتبہ دار الفکر

۶۲۷ ع۔ بیدہ بن مصعب (صدر اول) باب ۶۲ [الفاروق عقبہ اولی] ص ۴۴۴ مجمع مورخ مکتبہ دار الفکر
شیخ مفید علی ریشہ درخشاں ص ۱۹۹ ع۔

کر رہا اور بار بار بنائے پھر غور کر رہے تھے جو کسی ایسے نتائج میں ان کے درمیان
 امن و امان کے ساتھ صلح کرا سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عبداللہ ابن ابی پیر انفاق رائے
 کے اطمینان پیدا کر رہے تھے تاہم شامی بیمار ہو چکا اور "سینما جیوشی" اور سوشل
 والی تھی کہ بیعت عقبہ کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ
 لے آئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ اہل یثرب کے "خطاب" ہو گئے۔ عبداللہ ابن ابی
 کا سر تاج شامی سے قلم رہ گیا۔ ساری زندگی وہ اس جوہی کا آگ میں تڑپتا رہا۔ جب تک
 کے بعد اس کا یہ قول "تَوَالِي عَوْنًا مَا قَتَلُوا هَاهُنَا" اگر شامی الٹی کرتے (ہیں) رہا مگر ان
 بنائے تو رسول قتل نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے اس کا پورا پورا کو بخشنے کی ان فیہم
 مائدہ پیش کر رکھی ہے۔ ۶۳۸ء کے بلوغ انفاق سے واضح کیا کہ دل میں بھی بات تم پر
 ظاہر نہیں ہو جیتی، تم جھپٹاتے ہیں۔ یہ بھی بات رشتہ دار سے جوہی کا مدد تھا
 جوڑتے توں کو حضور [الرسول اولی الامر منہم] کے خلاف بھڑکانے پر مجبور کر رہا تھا
 یہی اس کا اتفاق تھا ورنہ وہ صاف بول میں کھڑے ہو کر ناز نہ دیتا تھا اور حضور
 سے چمکے خطبہ دیا کرتا تھا جس میں حضور اکرم کی جوہی کو اللہ کی بڑی نعمت بتا کر رہا تھا۔

۹۱) **امراؤ القیس** : بیسوی صدی عیسوی کا مشہور شاعر۔ جس کے نام میں اختلاف ہے بعض عربی
 بتاتے ہیں بعض قبطیہ لیکن درست یہی ہے کہ اس کا نام خندج بن خبیر تھا۔ وہ
 قبیلہ کنزہ کے سردار کا بیٹا تھا جس کے حورث اعلیٰ خبیر نے ۶۸۵ء کے قریب زمانہ میں
 خبیر میں اپنی ریاست قائم کر لی تھی۔ (الحسن الزبائی، امراؤ القیس، الامام الکامل الصقلی ذوالنورین بن خبیر اللندی علیہ السلام ۶۳۱ء)
 امراؤ القیس کا بارے اسے بیس برس کی عمر میں عشق بازی کے جرم میں گھر سے
 نکال دیا تھا۔ یہ بھی بتا جاتا ہے کہ خبیر نے اپنے جوہی ربیعہ کو اس کے قتل کا حکم دے دیا
 تھا لیکن ربیعہ رید نیل گائے کا بچہ ذبح کر کے اس کی آنکھیں خبیر کے پاس لے آیا ۶۳۲ء
 بنو رسد کے ساتھ جنگ میں خبیر کے قتل ہو جانے کے بعد امراؤ القیس دشمنوں سے جمع ہوا پھر
 تیمار پہنچا اور وہاں کے ولی ستموئیل بن عادیہ کی پناہ حاصل کی جو رباہق نامی قلعہ میں
 رہتا تھا۔ ۵۳۵ عیسوی کے قریب اپنے قبیلہ کے دیگر سردار حارث ابن ابی شمر غسانی کی
 وساطت سے قیصر یوستینیانوس [Justinian] کے دربار میں پارلیمانی ہوئی رہا

۶۳۸ء بیعت عقبہ کی روداد بڑی دلچسپ، کوکب حضور سے مدینہ منورہ آئے اور رہا تو حضور کے چائے کو گات
 شہزادہ و صاحب میں آپ کا شہ دینے کا اقرار کیا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب ۱۵ صفحہ ۵۵
 (لسان تراں بہار دارالاسلام) - بیروت بن حشام -

۶۲۹ء آل عمران : ۱۶۸ ۶۳۰ء آل عمران : ۱۵۴ ۶۳۲ء اردو ترجمہ صوفیہ ۲۳۲
 بحوالہ کتاب السورۃ السراء (بن قتیبہ ص ۸۸) ۶۳۱ء تاریخ الادب العربیہ دارالکتاب بڑا بڑا دارالکتاب

امراؤ العیسٰی کو مقدم کو لقب دے کر فلسطین اور سرحدی قبائل کا والی مقرر کر دیا۔
 بدھمتی سے وہ راستے ہی میں مر گیا۔
 بعض کہتے ہیں کہ اس نے قیصر مذکور کی لڑکی سے عشق باری شروع کر دی تھی
 جس پر اس نے زہر آلود کھنٹے (خلعت) اس کے والی بنا کر بھیج دیا گیا۔ راستے میں اس زہر
 کے اثر سے اس کے جسم پر پھوٹ لگی آئے اور مر گیا۔ لیکن بعض دوسروں
 کے نزدیک یہ غلط ہے قیصر نے اس کی قبر پر اس کا جسم بنا کر لگوا دیا جو ماحول اثر
 کے زمانے تک موجود تھا۔ دراصل اسے چھپک ہو گیا تھا اور اسے مر گیا۔
 امراؤ العیسٰی پہلے و شاعر ہے جس نے عربی شاعری میں باقاعدہ فن قصیدہ
 کی بنیاد رکھی اور فارسی کے اصول فقین کئے۔ تعدادوں نے اس کے کلام کی سحر ماری کا
 رعب و ترس کیا ہے۔ اس کے شععار کی تازگی اب بھی قائم ہے۔ اس کے شاعری میں
 بنو نجد کے بنو دیار و امصار کے اثرات کا ذکر آیا ہے واقعہ میں حقیقی ہیں۔ لیکن
 طہ حسین سے جہول الدسم اور جہول الحال لکھتے ہیں اور اس کے محرو شعرا کو الحاقی کہتے
 ہیں۔ حالانکہ لبید جیسا منہا نوا شاعر اس سے سب بڑا شاعر تسلیم کرتا ہے۔ سب سے
 میں اس کا قصیدہ بھی شامل ہے۔ جس کے ایک شعر کا ایک نکتہ اعلیٰ نے شعل کیا
 ہے۔ قد از موت الزواق۔ بعض سخوں میں ایسا بھی دیتے ہیں۔

باب بیوم — ملک عطار ۳۳۵ تا ۳۰۵

تمهید

نایت ارواح جمال الدین افغانی و سعیدیم پاشا

دین و وطن

اشتراک و ملوکیت

شرق و غرب

مخالفات عالم قرآنی

خلافت آدم

حکومت الهی

ارض ملک خداست

حکمت خیر کشیر است

پیغام افغانی بابت روستیه

غزل زنده رود

زیارت ارواح جمال الدین افغانی و سمید حلیم پاشا

تمهید

۴۷۲ - مشتی فحاک کار خود را برده پیش ؛
 یا من افتادم بدام بهشت و بود ؛
 اندر من نیلی تنق چاک از من است ؛
 یا ضمیرم را فلک در بر گرفت ؛
 اندر دانست این دین و نیست چیست ؛
 پر زخم بر آسمان و گیر ؛
 عالمی با کوه و دشت و بحر و بر ؛
 عالمی از ابر کس بالیده ؛
 ۴۸۰ - نقششها نالبت بر لوح وجود
 خرقه کیر فطرت آنجا کس نه بود

۴۸۱ - من بروی ستم این صحرافروش است
 من نیام از حیات این جا نشان
 گفت روی این مقام اولیاست
 بوالشیر خون جنت از فردوس است
 این دشتا سوز آتش دید است
 زائران این مقام ارجمند
 پاک مردان چون فضیل و بو سعید
 ۴۸۱ - خیز تا ملا نماز آید بدست
 یک دو دم سوز و گداز آید بدست

۴۸۹ - رستم و ویدم دو مرد اندر قیام
 پیر روحی بزرمان اندر حضور
 گفت مشرق زین کس بر بتر نژاد
 سید السادات توالی بنا جمال
 ترک سالاران حلیم درو مند
 ۴۹۴ - با چنین مردان در دمت طاعت است ؛
 ورنه آن کار که در مژگان جزایت ؛

در تماشای تجلی مان خویش
 یا بدام من اسیر آمد وجود
 من ز اندام که افلاک از من است ؛
 یا ضمیر من طلب را در گرفت ؛
 آن کرمی پسند نگه چون است چیست ؛
 پیش خود بنیم جهان و گیر ؛
 عالمی از خاک مادر میر نه تیر
 دست تیر و آرد نه آورده

در کستان شورش دریا خوش است
 از سنجامی آید ؟ آواز اذان ؟
 آشنا این خاکدان با خاک است
 یک دور زب اندر این عالم نشست
 ناله مان صبحگاهش دیده است
 پاک مردان از مقامات بلند
 ساغان مثل جنبید و ۴۸۰ با نیرید

مقتدی تمار و افغانی امام
 طاعتش بترافت از فوق و سحر
 باخن شان عقده مان ماک شاد
 زنده از گفتار او سنگ و سفال
 فکر او مثل مقام او بلند

۴۹۵۔ قرأت آن پیر و صفت کوشش! سوز و انجم و آں وشت خوش! (۱۱)
 قرأت کز نوک غلیل آید بوجد (۱۲) روح آب خرمیل آید بوجد (۱۳)
 دل از در سینه گردد نا صبور شور آلا اللہ خیزد از مقبور! (۱۴)
 اضطراب شعله بنشد دود را سوز و مستی می دهد داؤد را (۱۵)

۴۹۹۔ آشکارا بر غیاب از قرأتش

۵۰۰۔ حجاب ام الکتاب از قرأتش

من زجا برخاستم بعد از نماز دوست او بوسیدم از راه نیاز
 گشت زومی توره گزویں نور و در دل او یک جهان سوز و درد
 چشم مجز بر تو یشتن کشاوه دل پر کس ناداوه آزادہ
 بند سیر اندر فراخان و بود من ز شوی گفتم اورا زنده رود (۱۶)

تواشی و تعلیقات :

۶۲) عطار د :

عطار در دو سہ آسمان پر یک - ستارہ ہے جس کو دبیر فلک اور منشی فلک بھی کہتے ہیں ۔ علم اور عقل اس سے متعلق ہے ۔ مصطلح کیمیائوں میں جست کو عطار کہتے ہیں ، عطار د منش : نہایت تیز طبع ذکی ۔ اس ستارے کا شرف بڑے سنبھلے ہے ۶۳۴۔ بنجار خشت کا بنجار مطلوب میں سار بنانات اور حیوانات کے اجسام میں اعتدال پیدا کرنا عطار کی خاصیت ہے ۶۳۵۔ عطار کا اصل ملک دہلی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اسم قدیر کا مظہر بنایا ہے اور اس کا آسمان اپنے اسم عظیم و جبر کے نام سے پیدا کیا ہے ۔ پھر وہ فرشتے جو پہلے صنعت کو سود دینے والے ہیں وہ تمام خدا تعالیٰ نے اسی آسمان میں رکھے ہیں ۔ چونکہ جن عالم دروہ ہیں اس لئے وہ اس عالم اجسام و کثافت میں ہیں وہ دوسرے چڑھتے ہیں حتیٰ کہ عالم روحی کی طرف پہنچے ہیں اور وہ آسمان دنیا کا ستارہ ہے ۔ اس درتقاء کی بدولت وہ آسمان دوم کے فرشتوں کا کلام سنتے ہیں ۔ (بعثت محمدی سے پہلے) وہ یہ باتیں چرا کر اپنے مشرکوں کے پاس لے گئے کیلین اب (بعد از بعثت محمدی) ایک روشن شهاب بن پر گزرتا ہے اور وہ زبیر مار اور پشیمان ہو کر لوٹتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے اپنے حکاشفہ میں بتایا ہے کہ انہوں نے اس آسمان پر حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی انہوں نے شیخ کو بتایا کہ " یہ آسمان عارف سے موتیوں کی لڑکی ہے کہ عارف کی کنواریاں اس میں تنبیج ہوتی ہیں ۔ خدا نے اس آسمان میں جو فرشتے پیدا کئے ہیں ان ۱۳۷ کی صرف جی عبادت ہے کہ خلق کو انوار حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں ۶۳۶۔ نظریہ میں Hameed ماری میں تیر گئے ہیں

۶۳۵۔ ذخیرۃ الکوک ، دبیر مدعی صدران ۲۱۸ ایضاً تیر

۶۳۷۔ انسان کامل حضرت سید عبدہ اکرم البیہی نے فرمودہ ذیل جہ ۲۴۶ تا ۳۴۷ ایضاً ۶۳۷۔ بعد دائرہ عارف و علامہ جلد ۱۳ ص ۳۴۳ بذیل عطار -

(۹۲) سید محمد بن صفدر جمال الدین افغانی ۶: محمد جمال الدین سید محمد صفدر مشیر امیر کابل

دوسرے قیام کے دن ۱۲۵۴ھ / ۳۹-۱۹۳۸ عیسوی میں کنگار کے قریب قصبہ سعد آباد میں اور بعض دوسرے ذرائع کے مطابق ہمدان کے نزدیک سعد آباد، میں پیدا ہوئے۔ اول الذکر قصبہ ضلع کابل سے تعلق ہے اور حوض الزکریہ قصبہ کابل سے ہے یہ بات البتہ یقینی ہے کہ امیر کابل کے مشیر کا فرزند افغانی ہی تھا اور اس کا بچپن اور جوانی کابل میں بسر ہوئی۔

افتخارہ سال کی عمر میں تمام متداول علوم حاصل کیے۔ فارغ ہو کر ان کی طبی و فطری صلاحیتوں کا نظریہ ہے۔ ایک برس ہندوستان میں بھی رہے اور ۱۲۷۳ھ میں حج بیت اللہ کے لئے نکلے۔ ذہانت و فطانت نے کابل اور ایران کے بادشاہوں کو متاثر کیا اور امور مملکت میں دخیل ہونے کا موقع بھی دیا لیکن ملکیت دشمن خیالات نے کہیں ٹپکنے نہ دیا۔ شہنشاہ ایران نے تو شاہ عبدالعظیم کی درگاہ کا آئینی اور اخلاقی لحاظ بھی نہ کیا اور وہاں لڑنے لائیں افغانی کو پناہ کے حق سے محروم کر کے گھڑ سوار فوجیوں کے ذریعے واپس کابل اور پابندارہ پانچولہ ایرانی سرحد، خالقین تک لے گئے یہ ۱۸۹۱ء کے آغاز کا واقعہ ہے۔ ہر دانشمند سربراہ مملکت مہر، ایران، افغانستان نے انہیں پہلے چاہا مگر پھر اس کی ملکیت دشمنی، انحراف عالمِ اسلامی اور معاشرتی و معاشرتی نظریات نے دشمن پیدا کیے اور ملک بدر کر دیا۔

صمد آباد دکن جو کابل ہو، مہر ہو، فرانس ہو، یا لندن صمد افغانی جہاں پہنچے پھرتے تو قدر کی نگاہ سے دیکھ لیتے اور پھر یہ "خوابی" کی جڑ دبا سکتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سلفی تحریک پر یا خونِ حسین کا قیام، نیکو تہذیب ہو یا خورجِ خلافت پر کہیں افغانی کے دیم گرم کی تپش نمایاں ہے۔

ایک بار سے وہ عمر بھر کے معترف ہو گیا۔ فرانس کا مشہور مصنف اربینٹ دیناں اس حقیقت کا بڑا اعتراف کرتا ہے۔

"ان کی آزارگار فکر اور ان کے شریف اور پروتھار کردار نے

گفتگو کے دوران میں مجھے ایسا متاثر کر دیا کہ میرے سامنے میرے

ان قدیم شناساؤں، یعنی، ابن سینا، ابن رشد یا

ان مسلمانوں میں سے کوئی ایک زندہ ہو کر میرے سامنے وجود

پے جنہوں نے دینی جذبات کی پانچ صدیوں تک ترچائی ہے" ۶۳۸

صمد افغانی کے تحریری اثاثے "عوامہ الوثقی" کے چند مضامین ہی ہیں لیکن اس کی تقریر و تسلیم نے اسلامی مخالف تحریکوں میں آزادی کی لہر دوڑانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پشتو، فارسی، انگریزی اور ترکی و فرانسیسی زبانوں پر انہیں کمال دسترس حاصل تھی اس لئے جہاں گئے وہاں جھوڑے، ان کے صمد افغانی کو ان کی سیر و سیاحت پر مبنی زندگی ہجرت کے اسلامی رکن کا عکس ملتی، اور

اور مملکت دین، قلم دین و وطن، اہل اُکبت و مملکت، خلافت و حکومت الہی، مملکت زمین اور حکمت و سیاست سے متعلق افکار افغانی نے علامہ کو متاثر کیا۔ وہ مسئلہ قادیانیت کے ضمن میں پندرہ جواہر الہامی کے سوالات [مطبوعہ: مازن یوبو کلاک] کا جواب دیتے ہوئے مختار سید افغانیؒ کی شخصیت پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں،

”موصوفہ جمال الدین افغانی کی شخصیت کچھ اور تھی، قدرت کے طریقے ہی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ مذہبی تہذیب کے لحاظ سے ہمارے زمانہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مسلمان افغانستان میں پیدا ہوا ہے۔ جمال الدین افغانی دنیائے اسلام کی تمام زبانوں سے واقف تھے۔ ان کی فصاحت و بلاغت میں سرگزینی و دلچسپی تھی۔ ان کی سب جہین روح، ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک کا سفر کرتی رہی اور اُس نے ایران، مصر اور ترکی کے ممتاز ترین افراد کو متاثر کیا، ہمارے زمانے کے بعض جلیل القدر علماء جیسے مفتی محمد عبید اللہ اور نئی پود کے بعض افراد جو آگے چل کر سیاسی قائد بن گئے، جیسے مصر کے زانلول پاشا وغیرہ انہیں سے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے مکہ آ کر کیا بہت اور اس طریقے سے ان تمام لوگوں کو جنہیں ان کا قرب حاصل ہوا، چھوٹے چھوٹے جمال الدین بنادیا۔ انہوں نے بھی نئی یا مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا پھر بھی ہمارے زمانے کے کسی شخص نے روح اسلام میں اس قدر تڑپ پیدا نہیں کی جس قدر کہ انہوں نے کی تھی۔ ان کی روح رب بھی دنیائے اسلام میں سرگرم عمل ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی انتہا کیا ہوگی۔
معدوم اقبال اور جمال الدین افغانی کے خیالات میں بڑی مماثلت ہے، افغانی کا خیال تھا کہ غام مسلمان سلطنتیں ایک پرہائش اور اقبال بھی یہی کہتے ہیں کہ

”ایک میں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے“ نیل کے ساحل سے لے کر تاج خاں کا سفر۔
فرانس کے ایک تنظیم گرانڈ آرڈر شیٹ سے الحاق پر مبنی تنظیم، قوم پرستوں کو جوانوں کی ذہنی تربیت کے لئے قائم کی، اس تنظیم کے تین سرکار کا گروہ، اس حلقے میں سیاست پر گفتگو کرتا، اصلاحی تجاویز کا خاکہ مرتب کرتا اور پارلیمانی جمہوریت کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیتا۔
اس حوالے سے بھی علامہ اقبال اور افغانی کا ذہنی اشتراک نمایاں ہے۔ سید افغانیؒ نے ”ایک تو مسلمانوں کو اپنی اخلاقی اور تمدنی عظمت کا احساس دلایا، دوسرے یہ کوشش کی کہ مغربی ممالک کے عزائم جو ہمیشہ تہذیب کے نقابوں میں ملفوف ہوتے ہیں ان کا صحیح مطلب مسلمانوں پر عیاں ہو جائے تیسرے انہوں نے کم و بیش ہر اسلامی ملک میں جا کر اصلاح کی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ایک طرح کہا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی میں اسلامی ممالک نے جو مغربی رستہ گار حاصل کیا ہے تو یہی فضل مافی ثانی ہے جس کے بیج افغانی نے بیسویں صدی میں بونے تھے۔
کوئی شک نہیں کہ بیسویں صدی میں جو دو بڑی لڑائیاں ہوئیں انہوں نے مغربی رستہ گارے ثبوت میں

۴۳۹ء حرف اقبال و تبلیغ امداد شروانی ۱۳۶/۳۶ء علامہ اقبال دینی پریزسٹی، اقامت اول اُکبت ۱۹۸۲ء -
۴۴۰ء دائرہ معارف اقبال ملک حسن افزا لکھا ۱۵۶ء ۴۴۱ء دائرہ معارف اسلامہ ج ۲ ص ۲۴۸ ایضاً -

یہیں ٹھونکی ہیں، لیکن حرب اور آزادی خواہی کی جتنی ترکیبات اسلامی مکتوں میں شروع ہوئیں اور پچھپچھیں ان کے موسس ایک طرح سے حال الدین افغانی ہی تھے۔ ۹۴۲
نور افغانی کا خلاصہ ان کے ایک مہتمم مطبوعہ معروفہ الوثقیٰ کے اقتباس سے درج ہے۔
”آرامتی در موقع ضرورت بہ (دین) فداکاری تن و جسد و سر و شہادت خود را
بسیار حاکم نادان و مستبد بعد کہ ہر چہ دلش خواہد بکشد، پس باید خود
را برائے بزرگی و بزرگی آمارہ سازند در بخت و منزلت را تحمل کنند و داغ تنگ
خوار را در میان مطلقا بہ پیشانی خود بزنند۔ بمکانات آئندہ در انجام امور ملی
خوش، سستی و کمالی رزہ اند نہ دین کہ خداوند بہ آہنا ستم کرہ است“ ۹۴۳

مؤثر اور کون امت (حاجت آروہ اہل ریاست) ضرورت کے وقت کھلم کھلا قربانی دینے کے بجائے اپنی فطرت نادان اور
خاطر کلان کے تابعین دے دیتی ہے کہ جو طوطا چاہے کرے۔ چنانچہ ایسی حالت لازم ہے کہ خود کو تباہی اور مفلکی
کے لئے تیار ہو۔ اور رکھوں اور ذلت کو برداشت کرے اور دیگر قوموں کے درمیان تنگ و مار کا داغ اپنی پیشانی
پر سجائے۔ اس سزا میں کہ اپنی ملکی معاملات کی انجام دہی میں سستی و کمالی نہ اس وجہ سے کہ خداوند
نے ان پر ستم کیا۔

یہ فکر جہاں افراد قوم کو ملکی معاملات میں مکمل دخیل کرتے وہاں، غلامی وادبار سے بچنے
کے لئے ”حکمرانوں“ کے محاسبے کا کھلی تبلیغ سے مشغول ”جہاد“ میں معروف نظر آتی ہے ایسے میں
اس مفکر کا جو انجام ہونا چاہئے تھا ”موا“۔ نرئی کے سلطان عبدالحمید نے/ افغانی کے اثر رسوخ کو
کم کرنے کا خاطر اپنے سفیر لندن کی وسالت سے در دفعہ اپنے دن آنے کی دعوت دی پہلے
تو افغانی نے انکار کر دیا مگر باقہر زمانہ ہو گئے۔ اس ”طلائی قفس“ میں بھی ان کے
انوار وہی رہے جو تھے، نہ شیخ الاسلام کے مہذب کمالچ اس کوہ ثبات کو لغزش دے سکا نہ
حاسدوں کا حسد رانی و منافقت اور بااثر لوگوں کی بزدلی اسے راہ صواب سے ہٹا سکی۔ ۱۸۹۶ء
اسے کو شاہ ایران کا قتل بھی ان کے کھاتے میں ڈال دیا۔ آخر ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کو
اس آزادی پسند کی روح کا طائر اس طلائی قفس اور قفس منفی سے بہک وقت پرواز کر گیا
ان کی موت گردن کے سلطان سے ہوئی یا سلطان ترکی کے ایما پر ایک معمولی دانے پر
زہر آلود شہتر سے بھلی جراحی کے باعث، بہر حال کچھ عمر بھر کے بے قراری کو قرار آ گیا،
حال الدین افغانی کی جو تحریریں دستیاب ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو
بالخصوص اور ہر قوم کو بالعموم یقین دلانے میں معروف رہے کہ ”قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی صحیفہ،
کوئی ضابطہ، کوئی نظام بنی آدم کا روحانی، اخلاقی، سیاسی اور مادی ترقی کا ضامن نہیں ہے۔“

۹۴۲ تعلیمات اقبال ماہد مسعود (جواد شاہید اسلام۔ مودنا غلام رحیم بھر)

۹۴۳ جملہ دینے بعد حال الدین اسد باری جلاول نقلاوت ترجمہ فارسی۔ زین العابدین کا لکھی کھانی۔ انتشارات جبر
سناریت مژدہ

مسلمہ افغانی نے ۹ مارچ ۱۹۹۷ء کو وفات پائی اور استنبول میں دفن ہوئے لیکن چالیس سال بعد دسمبر ۱۹۹۷ء میں ان کی لاش کو افغانستان لے جا کر علی آباد (کابل) میں دفن دیا گیا۔
 مفتی محمد عبداللہ نے انہیں "بلند حوصلہ اور زبردست قوت ارادی کا مالک" کہہ کر خراج پیش کیا۔
 یہی وہ صفات ہیں جو اقبال کے صاحبِ خودی کا زبور ہیں۔ اقبال نے فلکِ نظار میں ملاقات کے لئے انہیں چنا اس لئے کہ بتوں عبد اللہ بن عبد اللہ "و تمام معارف کے موتوں کی لڑی اور انوار حق کی طرف خلق کی ہدایت کرنے والے فرشتوں کا مقام ہے جہاں فضیل بن عیاض" ابو سعید ابوالخیر، ابو یزید بیطامی، سید الطائفہ جنید بغدادی جیسے لوگ جاتے ہیں وہیں جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا بھی معروفِ عبادت ہیں۔

⑨ سعید حلیم پاشا :

عبد عثمانی کا یہ ترک مہم راہر، ضلع محمد علی پاشا کے فرزند ابراہیم حلیم پاشا کے ۱۸۶۵ء میں بھنگا نامیہ پیدا ہوئے۔ ترکی اور سوئٹزرلینڈ میں تحصیل علم کا کام مکمل کیا۔ ۱۸۸۹ء میں ترکی کے سلطان عبدالحمید کے وزیر ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں انہیں پاشا کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۵ء میں ترک نوجوانوں کی تنظیم "انجمن اتحاد و ترقی" کی سرپرستی کی وجہ سے سلطان کے وزارت سے معزول کر دیا۔ ۱۹۰۸ء میں جب انجمن مؤکود نے سلطان کو مجوزہ اصطلاحات کے نفاذ پر مجبور کر دیا تو سعید حلیم پاشا کو مصر سے بلا کر انجمن کا رہنما بنا دیا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں کونسل آف سٹیٹ کے صدر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن مؤکود کے صدر منتخب ہوئے اور وزارت خارجہ کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ ۱۹۱۳ء میں مارشل محمد شوکت پاشا کی شہادت کے بعد ترکی کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہو گئے۔ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں غیر جانبدار رہنے کا بجائے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کے نتیجے میں ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا اور پاشا کو موصوف اور ان کے رفقاء کو نالائش میں نظر بند کر دیا۔

ایک سال بعد لائی ملی وہ روم (انٹلی) میں سکونت پذیر ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ایک ارضی نے شہید کر دیا۔ شاہی خاندان کا فرد ہونے کے باوجود وہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو البے خاندانوں کا خاصہ ہوتے ہیں۔ قدرت نے انہیں ایک بلند پایہ مفکر کا رماغ اور سچے مسلمان کا دل عطا کیا تھا۔ "اسلام یا شتم" میں عقلی و نقلی دلائل سے اسلام کی حقانیت اور مکمل ضابطہ حیات ہونے کا ثبوت دیا۔ اس کتاب کو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی۔ عربی فارسی کے علاوہ یورپ کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔ شہادت سے چند ہی قبل انہوں نے اس کتاب کا خلاصہ ایک فرانسیسی رسالے میں شائع کرایا۔ اور اس اہم نکتہ کو خصوصیت سے واضح کیا

۹۷۷ مستقلاتِ قطعات اقبال - مرتبہ نذیر سید سیدہ اللہ صد ۱۹۷۹ء اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۷۷ء

۹۷۸ سید عبدالغنی عابد نے تعلیم اقبال میں "مصر کا وزیر اعظم لکھا ہے" ملا نظر پر ص ۷۷۷ء - جو غلط ہے۔

” اسلامی دنیا کے موجودہ انحطاط کا سبب، اصول اسلام کی غلط یا ناقص عملی تعبیر ہے۔ لہذا اس انحطاط کے ازالے کی صحیح صورت یہی ہے کہ ہم اصول اسلام کی صحیح تعبیر کریں۔ یورپ کی کورانہ تقلید چلوے مرض کا ازالہ کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کر دے گی، ۶۴۶ء حقیقت تو یہ ہے کہ آج بھی اسلامی تحریکیں کی تمام تر ناکامی

کی اصل وجہ یہی ”تعبیر غلطی“ ہے۔ علامہ نے اسی فکر سے طبعی مناسبت کی بدولت انہیں فلک عطارد پر جمال الدین افغانی کی اقتدار اور اپنی ملاقات کے لئے انہیں چنا ہے۔

تمہید شعر نمبر ۶۲ تا شعر نمبر ۴۸۰ : علامہ نے جس طرح ”الانسان کامل“ کے درجہ بالا اقتباس کے زیر اثر فلک عطارد کو ”منام اولیا“ بتایا ہے اور افغانی و پاشا جیسے رہنماؤں کو ملاقات کے لئے منتخب کیا ہے اسی طرح شاہر البیلی کے ذہن اقتباس کی روشنی میں یہ تمہید کی ضرورت لگتی ہے۔

میں نے اس آسمان میں رخصت کی عجیب و غریب کرشمے اور موجودات کے اسرار ملاحظہ کئے ہیں جن کا اس زمانے کے لوگوں میں شائع کرنا گنجائش میں رکھتا پس جس چیز کا طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس میں تامل کر اور اس بات میں فکر کر جیسے ہم نے چیستان کے رنگ میں بیان کیا ہے **تیسرے وجود سے ہے تجھ سے خارج نہیں ہے** ہماری اس رمز کو حل کر “ ۶۴۷ء

علامہ نے جو استقبالیہ انداز اپنایا ہے وہ دراصل اسی ”رمز“ کا لطیفہ ایماء و استفہام حل کرنے کا **کار خور اپیش ہرون**، بروئے کار لانا، کامیاب ہونا۔ اپنی ہی تجلیات کے تماشا ہے۔ علامہ کے نزدیک یہ کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق ۶۴۸ء
بندہ حق دارش پیغمبران و دو تلخ در جہان دیران
فطرت او ہے جہات اندر جہات او حیم و در طوافش کام ۶۴۹ء

مومن کے جہان کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کس سے ۶۵۰ء
علوم نہیں کیا ہے، فلک میرے ضمیر کے آغوش میں ہے یا میری آغوش نے فلک کو لے لیا ہے کہن یہ واقعہ ہے میں کہدار آسمان میں جو پرواز تھا اور میرے سامنے ایک اور ہی عالم تھا۔ ایا جہان جو دستِ برور آدم سے محفوظ رہا۔ نہ کسی زندگی کے آثار ہیں اور نہ کسی اس فطری صورت کی اپنی ضرورت کے تحت صورت گری کی۔

۶۴۶ء شعر جاوید نامہ: جنتی ص ۵۰ نیز متعلق خطبات اقبال ص ۱۰۶ الفنا
۶۴۷ء انسان کامل ص ۳۴ الفنا
۶۴۸ء خطبات اقبال اردو ص ۵۰۶ (فرب حکیم: کافر مومن)
۶۴۹ء خطبات اقبال فارسی ص ۸۵۵ (شعوی مسافر: خطاب باقوم سرحد) ۶۵۰ء خطبات اقبال اردو ص ۳۹۵ (بلا حیل: نہ زمین نہ آسمان)

۸۱: اس نے کئی مرتبہ اس کا معاملہ لے کر قسم کا ہے

دیر گزروں میں نیاید دیش بزنک گیزد قرار آب و طش ۴۵۱
اس مقام نے آدم کو مضبوط کے بعد آپہں بھرتا نالے کرتا دیکھا ہے۔ اب یہ ان پاک
مردوں اور عارفوں کا مقام ہے جو دلوں کو آہ محکماہی سے گراتے ہیں مثلاً فضیل ابن عیاضؒ
ابوسعید الخیرؒ سید الطائفہ حبیبہ بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ۔

۹۵) فضیل ابن عیاضؒ: کنیت ابوعلی، اصل وطن بقول بعضی کوفہ اور بقول بعض
سجاء۔ آپ کا وطن اصلی خراسان میں مرو کے فراع میں ایک مقام ہے۔ ولادت سمقند
میں ہوئی اور شوخ و ماز بادر میں۔ خواجہ عبد الوہاب بن زید کے مرید اور امام اعظم ابوحنیفہؒ
کے شاگرد و شاگرد ہیں۔ ہر ایمان و ایم، بشرطی، سفیان ثوریؒ اور داؤد طحانیؒ کے ہم عصر
تھے۔ عارف و محقق ہیں یکتائے روزگار رسالہ قشیرہ آپ کے ملفوظات سے ہے۔ ۴۵۲
دارائونہ لکھتے ہیں: جس طرح بہشت میں رونا قابلِ تعجب ہے اس سے زیادہ قابلِ تعجب یہ ہے کہ دنیا
میں ہنستا جائے۔

* چراغ اپنے آپ کو قیمتی بناتا ہے تو افق سے اس کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔
ہم حق لہائی جب ہنر کو دوست کہتا ہے اسے بہت رنج و غم دیتا ہے اور جب کسی
کو دشمن رکھتا ہے دنیا اس ہر کردار کو دیتا ہے۔

۴۵۳
آپ کی وفات ۱۸۷ھ میں ہوئی مزار مبارک مکتبہ شریف میں حرارۃ حلی میں واقع ہے

۹۶) ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیرؒ: (سلطان) ابوسعید الخیرؒ قرن چہارم و پنجم
کے اکابر صوفیائے ہیں۔ یکم ۳۵۰ھ / ۷۷۰ء / ۹۶۷ء کو خراسان کے ایک قدیم قصبہ
مینہ (ایبٹورڈ اور سرخس کے درمیان) میں پیدا ہوئے۔ ابوسعیدؒ والدہ دوا فرزند تھے اور
بابو (بابا) ابوالخیر کے نام سے مشہور تھے۔ ابتدائی تعلیم، مینہ، مرو اور سرخس میں حاصل کی، والد
کے ساتھ رقص و سماع کی محفلوں میں شرکت اور ابوالقاسم بشریاسین (متوفی ۹۹۰ھ) سے
طریقت کا درس لینے سے میلان نقوی کی طرف بڑھ گیا سنانی فقہ کی تعلیم ابو عبد اللہ حصری
اور ابوبکر القفال سے حاصل کی۔ امام الحرمین کے والد ابو عبد اللہ جوینیؒ ان کے ہم سبقوں میں تھے
تفسیر قرآن اور عقائد اسلام اور حدیث نبویؐ کی تعلیم ابوعلی ظاہر السبکی سے پالی جنہوں نے سرخس
سے معتزلہ عقائد کا کامیابی سے استیصال کیا تھا۔

مشہور صوفی ابوالفضل محمد بن حسن سرخسی سے تعارف ہوا اور دھری
کے ہو کر رہ گئے۔ ان کے حلقہ ارادت میں شمالی ہو گئے وفات کے بعد بھی قبض کی صورت میں دن

۴۵۱ء کلیات فارسی اقبال ۱۴۵ (روز بروز): ولیم کین و آنتوان لہد۔

۴۵۲ء ملافہ جو رسالہ قشیرہ ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴

کے مزار پر [سرس] جایا کرتے تھے۔ شیخ ابوالفضل کے قلم کے مطابق مشہور مصنفی الشلمی سے حیرت حاصل کیا۔ ابوالفضل کی وفات کے بعد آمل کے ابوالعباس قصاب کی صحبت میں بھی رہے اور حیرت حاصل کیا۔ مہینہ واپس لوٹنے پر خالقاہ قائم کی اور پورے ذوق شوق سے ریاضتوں میں مشغول ہو گئے۔ طہارت کا اہتمام، جبرے کے درد دیوار کے غسل تک بڑھ گیا تھا خاصہ معمول تھا۔ ذکر کے وقت کالوں میں روئی ٹپوس کر خود کو حجرے میں بند کر لیتے۔ بعض اوقات ہم جنس انان کو دیکھنے سے بھی وحشت ہوتی اور ٹپٹ ٹپٹ ماح فیزی بیازوں یا حرا میں گم رہتے۔

بالآخر نفس کشی کا اس مشق نے "خدمت" کا روپ دھار لیا۔ درویشوں اور غریبوں کے لئے بھیک مانگنا، مسجدوں میں جھار دینا، عام سا کام ہو گیا فرماتے تھے "اللہ تمہارے پیچھے کا نزدیک ترین راستہ۔ ایمان کے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔" (راحت بادل سلمانی ساندن: اسرار التوحید ص ۲۷۳)۔ کشف قلوب کی صلاحیت نے اکثر فالعین کو بھی پیر و مار بنایا۔ سرفانہ حد تک فراخ دل تھے مریدوں کی ضیافتوں میں اس کا اظہار ہوتا تھا۔ "ہاؤ ہو، رقص کا خاصہ تھا جس کے دوران قیمتی جوتے ہار دے جاتے اور بانٹ دے جاتے۔ عوفی نے کہا یہ زمانہ زاہدانہ زندگی میں سلامتی گان دکھاتا تھا۔ شیخ ابوسعید نے بھی ابن حلاج کی طرح ایک شطیہ زبان سے نکالا۔ دورانِ رقص اپنے جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے تھے "لست فی الجبۃ الا اللہ (اس جوتے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں)۔"

شیخ سے بہت سی فارسی راہبیت منسوب ہیں لیکن ان کے پوتے نے اسرار التوحید میں صراحت کے ساتھ شیخ کے بارہابی میں استغراق سے عدم فہمت کا ذکر کر کے شہر گوئی سے انکار کیا ہے وہ جو شعر پڑھتے تھے وہ ان سے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن کے ہوتے تھے۔ سورۃ ایک رباعی کے جو حوراء کے لفظ سے شروع ہوتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے معلم قرآن ابوصالح کی بیماری کا علاج کیا تھا۔ اسی کی شرح میں عبداللہ بن محمود الشاشی نے رملہ حورائہ لکھا تھا۔ [اسرار التوحید ص ۳۲۲ تا ۳۲۵] ۹۵۲ھ

۱۲ جنوری ۱۰۴۹ھ / ۱۴ شعبان ۴۴۰ھ کو مہینہ ہی میں فوت ہوئے۔ وہ ابن قدیم ترین عارفوں میں ہیں جنہوں نے اصول تصوف کی فیران میں رسالت کا، شیریں گفتار و لفظ تھے اور تصوف کی حقیقت کے بارے میں ان کا یہ قول بہت مشہور ہے

"دل میں جو خود تہات ہیں انہیں نکال دو اور آقا ہی جو کچھ یہ دے ڈالو
جو کچھ تم پر گزرے اب اللہ کا رزق سمجھو اور حرف شکایت لب پیر نہ لاؤ،"

خدا اور پیر کے درمیان پیر کے لئے اور ان کے لئے وجود انسان پیر ہے۔ جب
اس پیر کو خدا اور پیر کے درمیان پیر کے لئے وجود انسان پیر ہے۔ جب

۹۵۲ھ اردو دائرہ عارف اسلامید جلد ۱ ص ۸۷۱ تا ص ۸۷۵ بحوالہ اسرار التوحید، لطف اللہ

طبع سینٹ پیٹرز برگ ۶۸۹۹ نیز الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۰ ص ۳

نیز RA Nicholson by Islamic Mysticism in Sindh

مطبوعہ کیمبرج ۱۹۲۱ء ص ۷ تا ص ۷۴
ترجمہ سید مظہر حسین برنی۔ اردو اکادمی دہلی (کتاب دوم) ۱۹۹۳ء ص ۷۵۹

۹۷) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ :

ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ شہرہ

آفاق صوفی بزرگ سنی سقطنی کے بھتیجے (یا بھانجے) اور انہیں کے مرید، بغداد کے باشندے تھے۔
حقہ کا مطالعہ بھونڈر کی شاگردی میں کیا اور حارث المحاسبی کی صحبت اختیار کی۔ تبع تابعین سے
تعلق ہے۔ شیخ نجویرؒ {م ۱۰۷۳ھ} نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں انہیں طریقت میں
شیخ المشائخ اور شریعت میں امام الدائم کہا ہے [ص ۱۰۳]۔

جنید بغدادی کی وفات ۲۹۸/۹۱۰ھ میں ہوئی۔

کے سلف انہیں بھی صاحب صوفیہ اور راسخ العقیدہ صوفیہ کا سب سے بڑا امام شمار کیا گیا ہے۔ اور بعد میں جو
لقاب انہیں دئے گئے یعنی سید الطائفہ، طاووس العقراء، شیخ المشائخ، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ
گوکہ ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ الفہرست (۱۸۶) میں ان کے رسائل کا ذکر ہے جن کی بڑی
تعداد آریب آریب نگر نام قطعاً ہر کتابت میں محفوظ کی صورت میں ابھی تک محفوظ ہے۔ یہ خاص خاص
شخص کے نام مرسلہ خطوط، اور لائق کے موضوعات پر مختصر رسالوں پر مشتمل ہیں۔ آخر ان کے
سے بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر کی شکل میں ڈھالے گئے ہیں۔ ان کا سبب تحریر، ایمان کی قدامت
الجماعی ہوا ہے۔ علاج ہر رن کا رشتہ نمایاں ہے۔ سب سے پہلے انہیں ۶۵۶ھ میں
وحدت وجود کا وہ تصور نمایاں دیا گیا جس کو بعد کے ائمہ نے چمکایا ۶۵۷ھ

جو کہ سب چیزوں کی اصل ذاتِ خدایہ اس لئے عین الوجودی (تذوقی) کے بعد افرکار
ود پیرامی ذات کی طرف غور کریں گی تاکہ پھر اس سے مل جائیں [جمع] اور صوفی
نام قنایں ہیں اور جب حاصل آتا ہے، [رسالہ ورق ۱۳ الف۔ ب]

زبان کی رونج جباروں سے، مجھے پورے جنوں نے البویرہ البسطامی اور خلاج جیسے اصحاب شکر کی زبان پر
جاری ہو کر راسخ الاعتقاد ٹوٹوں کو رونج کی طرف سے بدگمان اور خوف زدہ کر دیا۔ جنیدؒ نے اپنے واضح تصور
اور عمل ضبط نفس کی بدولت آریب آریب بنیاد قائم کر دی جس کے نو پر بعد کے سلسلہ مہم قونیہ کی عمارتیں کھڑی
کی گئیں، ۶۵۸ھ

۹۸) البویرہ (بایزید) البسطامی :

ہیغور بن عیسیٰ بن سروشان المعروف بہ بایزید البسطامی معروف ترین اسلامی صوفیاء میں سے ایک
تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ ولایت قومیں کے شہر البسطام میں گزارا اور وہیں ۲۹۱/۸۷۴ھ یا

۸۷۷/۳۲۶۸ میں لکھا تھا پائی۔ البزیر ذوالنون مہری کے دوست تھے۔ البزیر کی زندگی اور ان کے اقوال کے بارے میں سب سے زیادہ مفصل ماحذ ابو فضل محمد بن علی احمد بن الحسن بن سیل الشہلکی البسطای کی تالیف کتاب النور فی کلمات البزیر مدعیفور ہے (شطحیات الصوفیہ ۲) (مارچ ۱۹۷۹ء)۔

بازیر بطنی نے کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن ان کے پانچ سو نقل کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض ہفتائے دیرانہ ہیں اور ایک ایسی نفسیاتی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں جس میں صوفی اپنے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ایک بے بلکہ وہ خود معبود حقیقی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ (عین الجمع)۔ یہ اقوال بازیر کے حلقے کے لوگوں اور ملنے والوں نے جمع کر رکھے تھے۔ معروف صوفی دفتر جنید نے اس قسم کے اقوال اسی سے فارسی زبان میں سننے اور ان پر ترجمہ کر دیا ہے۔ لفظوں میں بازیر کے استاد ابو علی السندی تھے جنہوں نے اسے وحدت شری سے متعارف کیا۔ یہ بات یقین نہیں کہ البزیر ان کی وساطت سے ہنری اثرات سے متاثر ہوئے ہوں۔

ان کے نزدیک دنیا، زہد (نہ دنیا) عبارت اکرامات، ذکر حتیٰ کہ معاشیلو بھی سب سے سبب صرف ایسے جوابات ہیں جو انہیں اللہ سے دور رکھتے ہیں۔ "زنا" کے فنا کے عالم میں "شہوانی مادی نظم شکنی" جیسے شیطانیات ان کی زبان سے جاری ہو جاتے۔ "میں ہی عشق ہوں میں محبت کا پادشاہ" "میں سوچے محفوظ ہوں" "میں نے کعبہ کو اپنے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے" وغیرہ لکھ

مرقبات میں انہوں نے ماحور اور اک فضاؤں میں ہر وارزی جن کی رو دن پر یہ التزام وارد ہوا کہ وہ عورت کے تجربے کا ادعا کرتے ہیں جیسی کہ رسول اکرمؐ کی تھی۔ ان کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لفظوں کے پر زنیائی عقیدے تک پہنچ گئے تھے۔ ۶۵۹ء بیان کیا جاتا ہے کہ امام غزالی نے ان کی تصانیف سے مائدہ اٹھایا۔ لیکن آج کل ان کی تصانیف نہیں ملتیں۔ ابتدائی دور کے صوفیاء میں ان کا مقام بہت بلند ہے وہ بھی وفادار کے علمبردار تھے۔ ۶۶۰ء

۶۶۱ء ان کے متعلق جنید بغدادی سے دیا گیا البزیر منّا بمنزلۃ جبرئیل من اللہ علیہ السلام۔ ہم میں البزیر کو وہ درجہ حاصل ہے جو جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ بازیر کی شہادت آگے چل کر حسین بن منصور حلاج (متوفی ۳۰۹ھ/۹۲۱ء) کے زمانے میں دستاویز شکل اختیار کی۔ ۶۶۲ء

۶۵۹ء اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد اول ص ۹۳۲، ۹۳۳، متعلق ذلالت اقبال ص ۷۷۷، اللہ ۶۶۵ء تصانیف اقبال علی علی ماید ص ۲۱۰ الفنا ۶۶۱ء اسلامی لفظوں اور اقبال ص ۱۰۱ ڈاکٹر ابوسعید نورابین تبیل رکاوٹ کو نشان لاہور ص ۱۰۱ آت دوم ص ۱۰۱۹، مجالہ کشف المحجوب ص ۸۵۔ ۶۶۲ء اسلامی لفظوں اور اقبال۔ الفنا ص ۱۰۱، ص ۱۰۲۔

⑨۹ نثار : سعید حلیم پاشا - ملاظہ ہو لقلیقہ نمبر ۹۳ (۱۰۰) افغانی : ملاظہ ہو لقلیقہ نمبر ۹۳
شعبہ نمبر ۴۹۴: علامہ نے "املاک خدادہ" اور "موس جنت" کی خاطر عبارت کو ایک طرف رکھا
رہا کاری اور کاروبار سمجھا۔ وہ فرماتے ہیں

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے اس لیے خبر ا جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے۔ ۴۹۳
مرزا غالب نے کہا۔

طاقت میں تارے نہ مئے و انگلیں لگ دوزخ میں ڈال دے کوئی لاکر بہشت کو ۴۹۴
ڈاکٹر ابو سعید نور الدین نے "اسلامی تصوف اور اقبال" میں "بی بی رابعہ عدویہ" کی ایک گفتگو نقل کی
ہے کہ ایک مرتبہ صوفیاء کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں (رابعہ) نے ایک سے
سوال کیا "خدا کی عبادت تم کس لئے کرتے ہو؟"
"دوزخ کے سات طبقے نہایت ہیبت ناک ہیں، ہر متغفس کو ان میں سے ہو کر گزرنا پڑے گا
بن نہ کے خوف سے عبادت کرتا ہوں" دوسرے سے بھی یہی سوال کیا، تو اس نے جواب دیا،
"حصولِ جنت کی خاطر" اُس کے بعد انہوں (رابعہ) نے فرمایا،

"خدا کا وہ بندہ کس قدر بر لقصیب ہے۔ جو کسی شے کے خوف سے یا طمع کی خاطر
اس کی عبادت کرتا ہے" میرے لئے تو یہی کافی ہے کہ اُس نے
عبادت کے لئے حکم دیا ہے۔ اگر دوزخ اور بہشت نہ ہوتے تو کیا ہم پر
یہ حق عائد نہ ہوتا کہ اُس کی عبادت کریں؟" ۴۹۵
نہ ہوئے افغانی اور سعید حلیم پاشا کے ساتھ، علامہ کو دو رکعت میں شریک ہونے کی حکمت دے کر
اسے سبھی عبادت و ملاکت بتایا تو اس لئے کہ ان بزرگوں نے مسلمانوں کی معاشری و جمعی زندگی کے
سدھار کی جدوجہد کی۔ وہ کہتے ہیں

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا ۴۹۶

شعبہ نمبر ۴۹۵: **سخت کوشی** : فلسفہ خودی میں سخت کوشی، اقبال کے صاحبزادی
کی ایک اعلیٰ صفت ہے۔ اور سعید افغانی "کی زندگی اس کا مرقع ہے۔ لہذا اقبال نے ایسی صفت کا ذکر
کیا جو تمام صفات کی اُم ہے اصل ہے سرز ہے۔

میر بہجت آں بہر دم کہ پاگلداشت بجاوہ کہ درو کوہ و دشت و دریا نیست ۴۹۷
یہی وہ پیر سوزن جاں جو علامہ کی فکر میں "میر کاروں" کا حقیقی زور راہ ہے۔

۴۹۳: کلیات اقبال اردو ص ۱۰۸ (باندرا: نزل) ۴۹۷: دیوان غالب اردو (ردیف واو) ۱۹۰۰
۴۹۵: اسلامی تصوف اور اقبال ص ۹۳ الفقا ۴۹۶: کلیات اقبال اردو ص ۱۰۸ (باندرا: مارتچ ۱۹۰۰)
۴۹۷: کلیات اقبال فارسی ص ۱۰۸ (بابیہ نامہ: نور ملاح) - الفقا ص ۳۲۹ (پیام مشرق: نزل)۔

کجا آن لڑتی مقلی غلط سیر اگر منزل رہ پیچاں ندارد
مزی اندر جہان کور و دوزخ کہ نیردان دارد و شیطان ندارد ۶۶۸

حالیث ہے خیران است بازمانہ بساز

زمانہ یا تو سازد تو بازمانہ ستیز ۶۶۹

در حقیقت سید جمال الدین افغانی کی زندگی اسی "تصویبات" کا نمونہ تھی۔ زمانے نے
ان سے کہیں اور کہیں معاہدات نہیں کرائے تھے۔ افغانی نے بھی ہتھیار نہیں ڈالے۔
(۱۰۱) **سُورَةُ النَّجْمِ** : وَالْجَنَّمَ نَحْنُمْ مِنْ ظِلْمٍ بِمَعْنَى جَوَابِ شَيْءٍ نَافِلٍ وَتَأْخُذُ كَيْ يَبْنِي جِسْمَ طَرَفِ سَمَاءٍ
طالع سے مغرب تک اس تمام تر صافقت میں اپنی قاعدہ وقتار سے ادھر ادھر نہیں ہوا اسی طرح آپ اپنی
مگر بھر میں سنلال { بالکل راستہ بھول کھڑا ہو جاتا } اور غواہیت { خیر راہ کوراہ سمجھ کر چلنے } سے محفوظ
رہے ۶۷۰ جاوید نامہ کے شارح پروردگار پرستیم حشری کی رائے کہ — دورے صریح میں تہاں
نے قصداً سورۃ النجم کا انتخاب کیا ہے کیونکہ اس سورت میں عوارج نبویؐ کا طرف اشارات ہیں اور
جاوید نامہ کا بنیاد کی تصویر ہی ہے کہ " ۶۷۱
ڈاکٹر محمد راضی مرحوم نے بھی جاوید نامہ تحقیقی و توضیحی مقالہ میں لکھا،

" دہلی اور تہاں شریک نماز مروتے ہیں۔ دہلی قرأت میں { حالانکہ افغانی } سورۃ النجم اس سوز سے پڑھ رہے
تھے کہ حضرت خلیل (ابراہیمؑ) اور حضرت جبریلؑ بھی سرشار ہر دو جوتے اور صاحب زبور حضرت داؤدؑ
بھی سوز و مستی کے حامل بن جاتے۔ یاد رہے سورۃ النجم (۵۳) میں عوارج رسولؐ کا خصوصی ذکر
ہے " ۶۷۲

یہ خیال ہے "والنجم" کا درجہ بالا تصریحی نوٹ از اشرف علی حسنی افغانی زیادہ مناسب ہے
کہ اسے تشبیہ بلا مشبہ لیا جائے یعنی افغانی داتا گیارہویہ کی زندگیوں کے تہاں سے یہ خراج پائی ہیں۔
(۱۰۲) **حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام** کے لئے ملاحظہ ہو تعلقہ نمبر ۳۲

(۱۰۳) **جبریل امین علیہ السلام** : یہ عبرانی و عربی زبان کا لفظ ہے چار مغرب و ششوں میں
سے ایک ہیں۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر حضرت جبریلؑ ہی کے درجے وحی نازل ہوتی تھی۔ کلام نبی
کو من و عن اور بحسبہ انبیاء تک پہنچانے کے وجہ سے ابن کلدے - عقل فعال، عقل کل، عقل اول
بھی نہیں کو کہا جاتا ہے { اور بقول بعض، عقل اول اور عقل کل تو پھر ہی برابر لیتے ہیں } اور عرش اعظم ہی
عقل کل کہلاتا ہے۔ قرآن حکیم میں سورۃ البقرہ: ۶۷ "عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَوَجَّهَ الْغَدَّاقَةَ غِرَّةً
عَلَىٰ قَلْبِهِ يَادْرِين" اور یہ کہنے کوں جبریلؑ کا دشمن پرستگاہ انہوں نے یہ قرآن آیت کے
قلب پر انارا حکم فدا و نزل ہے۔ جو صدیق گراں اس کتاب کی جو تمنا ہے کہ ان میں سے اور ہر شے سنا کر
بل لیاں کو۔۔۔ " قَادِرُ اللَّهِ فَعَمَّ مَوْلَانِ وَجْهِي وَوَالِدِ الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهُ وَكَتَبَ لِقَوْلِهِ

۶۶۸ کلمات اقبال (نرس) ص ۳۲ پیام شرق ۶۶۹ جاوید نامہ: تحقیق و توضیح ڈاکٹر محمد راضی ۸۵/۸۶
۶۷۱ دہلی جاوید نامہ ص ۵۵ ۶۷۲ جاوید نامہ: تحقیق و توضیح ڈاکٹر محمد راضی ۸۵/۸۶

ذالِکَ فَهَیْرَہ (الترجمہ: ہم) پس یقیناً اللہ، جبریل اور میکائیل اور فرشتے، آپ کو
رفیق ہیں اور آپ کے مددگار ہیں۔

(۱۰۴) **اللہ اللہ** : (یٰٰہم طیبہ لا الہ الا اللہ فہد رسول اللہ) نے جزد اول کا دوسرا حصہ اثبات
باری تعالیٰ سے کیا۔ یہاں ملا یہ ہے کہ کوئی نہیں جگھا کہ موت کا سیند سے مکتوف اللہ تعالیٰ کی بقوت ہے
(۱۰۵) **واؤد علیہ السلام** : حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

حکومت پر غالب آئے اور دولت کیلئے لوٹنے کے باوجود بنی اسرائیلی علماء (لاویوں) مانوڑ میں اللہ
حکمران طاہر کے خلاف حکومت الٰہی (علاء کا بطور نااہلین حق اختیار و اقتدار) کی بجائی کی تحریک ملان
جناب طاہر کے ایک فرزند یوآب کے دشمن بن گئے اور ان کے ہاتھوں کی لاش میں بیت الشان کی
دیواروں سے لٹکا دی گئیں۔ لیکن اللہ نے ہر بھی انہیں اقتدار سے محروم رکھا اور جناب طاہر کے
آپ کو (جس کو یگندہ درویش) مانوڑ کو اختیار ملا۔ یہ دوسری آسمانی بارشابت بھی
جناب طاہر کے مانوڑ میں اللہ کے لئے تھی۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے تحت یہ پیغمبر وقت حضرت مسیح کی
وساوست حکمران ملا کیا۔ اللہ نے طاہر کو نامزد کر دیا۔ اور ان کو حوزہ ملک کیا۔

اس لئے کہ طاہر کے صوفی حکمران کے رسول نہ تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام رسول تھے اس لئے آپ کو
خلیفہ کیا گیا۔ لیکن حضرت یسوعی (ع) اللہ کے رسول بنے تھے اور عوام کے کامل ہوا پر یہ منتخب
حکمران بنے اس لئے آپ کو اولی الامر منہم کیا گیا اور حیثیت اولی الامر منہم بھی آپ کی تھی
اللہ کی حالت کی طرح واپس فرار کیا۔ رسول کی حیثیت سے آپ کی حالت گویا قرآن
(اللہ) کی حالت سے لیکن اولی الامر منہم کی حیثیت سے آپ کی سمیت کو بھی
ولعب الامات کر دیا گیا۔ تاکہ آئندہ کوئی بھی امیر، امام، خلیفہ، حکمران اولی الامر بنی
کر رہا ہوں کی ردوں پر سوار نہ ہو سکے۔ اطمینان اللہ والیہو رسول و اولی الامر منہم فان سئلتم
فی شئ فذہبہ الی اللہ والرسول۔ ہر حال حضرت داؤد دوسری آسمانی حکمران تھے۔

آپ کا اسی طرح حکمران ہو جانا، تو نااہلین کا حق فائق سلب کرنا غیر
اس لئے کہ آپ کے خلاف اسرائیلیات میں بے شمار بے شریعت اور خالصہ دروغ
گوئی پر مبنی کہانیاں شائع کر دی گئیں۔

قرآن حکم نے آپ علیہ السلام کا ذکر کم از کم دس بار کیا ہے اور علماء
نبوت کی طرح معائنہ خلافت کی لغت کا بار بار ذکر کیا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند حکمران ہوئے تو آپ [سیمان] کے لئے
حکومت سبائی زبان کی ایک بار پھر ملک کے خطاب کا ذکر سنا۔ گویا طاہر، ملک، سیمان، ملک
داؤد، خلیفہ لیکن حضرت محمد: اولی الامر منہم۔ خلافت اسلامیہ پر کلف والوں نے
ان چار آسمانی حکومتوں کے برابر ہونے کے لئے ان بدلتے ہوئے القابات پر کبھی توجہ نہیں کیا
حالانکہ خلافت آدم کے ازلی منصوبے میں عطا کردہ اصول ان چار موقعوں پر بتدریج رو بہ لاپس آئے۔
اور بالآخر حضرت محمد پر اپنی مطلق صورت میں ہرگز نہیں نافذ العمل ہو سکے۔ آج ان اصولوں

۶۴۳ یہ نکتہ زمین نشین کرنا چاہئے کہ طاہر کی شہادت نے لاویوں کو نہایت فخر سے محروم کر کے یہود کو
یہ منصب عطا دیا حضرت داؤدؑ یہود میں سے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی شہادت کی سبب یہودی میں
حیثیت انوم بنی اسرائیل سے بہ نسبت چھٹا اور بنو اسرائیل کو دس سرور کیا گیا حضرت محمدؐ ملحق بنو اسرائیل سے تھے۔

پر مبنی نظام حکومت و قلمروانی ہی مسلمانوں کی مشعلات کا حل اور اہل عالم کی مصیبتوں اور آرزوؤں کا مورا بن سکتی ہے۔ اللہم اہدنا القراط المستقیم۔ آمین

شعر ۴۹۹: قرآن حکیم کا ایک معجزہ یہ ہے کہ تلاوت کرنے والوں کی استطاعت و استعداد کے مطابق تاثیر پیدا کرتا ہے۔ بچے کی معصوم آواز اپنی تاثیر رکھتی ہے۔ عالم کی آواز اپنی تاثیر رکھتی ہے۔ عالم باہل کی آواز کی تاثیر ہے۔ سید عالم الدین جیسے صاحب الرائے اور ثابت قدم مصلح قوم کی آواز، معانیسم قرآنی کو خود بخود واضح کرتی چلی جاتی تھی۔ گویا کہ اُم الکتاب دلوں پر اثر رہی ہو۔ قرآن حکیم کی ایسی ہی تلاوت کی تعلیم اقبال کو بچپن سے ملتی رہی اور وہ اہل ایمان (محب خوری) کو ایسی قرآن خواں دیکھنے کے متمنی تھے

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں یہ قرآن ۴۹۹

ترہ ضمیر پہ جب تک نہ ہر منزل کتاب گروکنا ہے نہ رازی نہ صاحب کشف ۴۹۹
۱۰۶) اُم الکتاب: سورۃ فاتحہ لیکن جازاً، قرآن حکیم [جزو کبیرہ کرکھ مراد لینے کی رو سے] یہاں دونوں معانیسم مراد لئے جاسکتے ہیں۔ نمازیں فاتحہ کی تلاوت کے بعد ہی والبعث تلاوت کی گئی لیکن دونوں ہی قرآن کے حصے ہیں اس لئے اور وہ دونوں کے معانیسم و مطالب روشن ہونا چاہیے۔ چنانچہ علامہ نے نماز ختم ہونے کے بعد علامہ افغانیؒ کے ہاتھ چومے اور پیر رویؒ نے افغانیؒ سے سلام کا تعارف کرایا اور تعمیر خودی اور حفاظت خوری کے فلسفہ کا علم برابر ہونے سے آگاہ کرتے ہوئے آپ کو ”زندہ رود“ کہہ کر چکا۔

۱۰۷) زندہ رود: اس خیالی سفر میں ظاہر ہے، علامہ کا معاملہ، رہبر سمیت تمام افراد کی ارواح سے ہے صرف علامہ اقبال عالم ارواح سے باہر زندہ فرد ہیں اس لئے ”زندہ رو“ لیکن، علامہ نے روح کی زبانی ”من ز شوقی لغتم“ کا اضافہ بھی کیا ہے اس لئے اس کے معانی ”زندہ بیدار“ کہے جاسکتے ہیں جو ابن خلیل دمشقیؒ ”حی ابن یقظان“ سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ مفہوم ”ذرة فردوس نورد“ سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ عارفِ ہندو سے تعارف کراتے ہوئے ”رری“ نے علامہ کو بافطرت پیار، ثابت، ظاہر کیا تھا۔
 مردے اندر جب جو آوارہ تاجتے بافطرت پیار ۴۹۹

یہ ثابت بافطرت پیار، ”ندی“ کی صفت ہو سکتی ہے۔ علامہ نے اپنی تمام شاعری میں ”ندی“ سے زندگی کو تشبیہ دی ہے۔ آگے چل کر اسی کتاب (جاوید نامہ) میں علامہ نے سلطان شیخو شہیدؒ کی زبانی دریائے کاویری کو زندہ رود کہلاوایا ہے

در جہاں تو زندہ رود او زندہ رود
 خوشترک آید سرود ز نور سرود ۴۹۹
 رہ من و تو جو ہے از رود حیات
 ہر نفس دیگر شود دین کائنات

۴۹۹ کلیات اقبال اردو ص ۵۲۲ (محب حکیم: مردمان)
 ۴۹۹ کلیات اقبال مکرری ص ۶۲۳ [جلد نامہ]
 ۴۹۹ الفنا ص ۳۹۰ [بالعربی: غزل ۶۰]
 ۴۹۹ الفنا ص ۳۹۰ [الفنا] ۶۰: الفنا [الفنا]

دائرہٴ رحمت و احسان : جلد دوم : تحقیق و توثیق : دس پر مفصل روشنی ڈالی ہے ان کی تحقیق مقدمہ
مجموعہ ہدایں ملے گی۔

افغانی

۵۰۴- زندہ رود! از خاکدان ما بگوں از زمین و آسمان ما بگوں
خاکی و چون قدسیاں روشن بصر! از مسلماناں بدہ مارا خبر!

زنده رود
در ضمیر ملت گیتی شکن دیدہ ام آویزشش دین و دین
روح در تن مرده از طعنت یقیس نا امید از قوت دین تبس
مترک و ایران و عرب مست و ننگ بر کسے را در گلو شست و فرنگ
مشرق از سلطانی مغرب حزاب اشتراک از دین و ملت برودہ تاب

افغانی

دین و وطن

نرد مغرب آن سراپا مکر و فن اہل دیں را داد تقسیم وطن
او بفرستد مرکز و تو در نفاق بگذر از شام و فلسطین و عراق
تو اگر داری تمیز خوب و بدشت دل نہ بندی با کلوع و سنگ و خشت
چہست حوس بہر خاستن از رخاٹ تا ز خود آگاہ گرد جان پاک
می آید آنکہ گفت اللہ ہتو در حدود این نظام چارہ سہو
بیز کہ از خاک و بر خیزد ز خاک حیث اگر در خاک میرد جان پاک
گر نہ اوم بر دم از آب و گل زنگ و نم چون گل کشید از آب گل
حیث اگر برتر نہ پیروز من مقام گفت جان پہنات عالم را نگر
جان بکشد در جہات آب و شمشاد مرد و جز بیگانہ از ہر قید و بند

خاک تیرہ آید در خروش

زان کہ از بازاں نیاید کار و موش

آن کف خاکے کہ نامیدی وطن این کہ گوی مصر و ایران و چین
با وطن اہل وطن را نسبت ست زانکہ از خاکش طلوع ملتے ست
اندریں نسبت اگر داری نظر نکتہ بینی ز موی بار یک تر

گرچہ از مشرق بر آید آفتابؑ با تجلی ہائے شوخ و ب حجاب
در تب و تاب است از سوز و زور تا ز قید شرق و غرب آید برون
برود از مشرق خود جلوه مست تا ہمہ آفاق را آرد بدست
خطر تش از مشرق و مغرب بر آست گرچہ او از روئے نسبت خاور است

حواشی و تعلیقات :

افغانی کی زندگی مہاجرت میں گزری یہاں تک کہ مولد بھی ممکن کی طرح ہٹ کر رہ گیا۔ کوئی کنارے قریب سعد آباد بتاتا ہے اور کوئی حداد کے قریب اسد آباد۔ البتہ شہیت ہی عہدہ کے مولد دین و وطن، پر کچھ کہنے کا حق رکھتی تھی اور عہدہ نے حوزوں ترین شخصیت کو چنا۔ افغانی نے جب مسلمانوں اور ہل اسلام کے احوال و مقامات کے بارے میں استفسار کیا تو عہدہ نے "ضمیریت" میں "دین و وطن" کی کشمکش اور کشادہ کا بتایا۔ عہدہ نے بتایا روح جسم میں کمزوری یقین سے مرچکی ہے۔ ملت، دین، میس کی "قوتِ جاذبہ" سے ناامید ہے، ترک، افغان، عرب سب فرنگی نظریہ قومیت: وطنیت کا شکار ہیں۔ بلادِ مشرق، مغربی سیاسی تسلط ہی کے صیدزبوں نہیں بعض دوسرے خیالات مثلاً اشتراکیت نے بھی دین اسلام کی تاب و توان "چھین لی ہے۔ مثلاً مسلمان اپنے دستورِ زندگی سے عوم ہیں جہاں افراد قوم اعمان بن کی طرح حقوق و فرائض میں مساوی و یک جان تھے وہاں ہر کسی کو اپنے اغراض و مقاصد میں رفتار کر لیا گیا ہے۔ کہیں افراد نے ملحقیت پس پشت ڈال دی ہے ہیں تو کہیں ملحقیت افراد کو بے بس اور لاچار کر کے رکھ دیا ہے۔ ملت بیہوا، اپنے دین کی برکات سے بیگانہ ہو رہی ہے۔

گروہ: لارڈ کا محرب۔ یا مغرب ہے۔ مغربی لارڈ نے ہل دین کو وطن کی تسلیم دی۔ جن کی قوتِ جامع دین تھا وہ وطنیت کا شکار ہو گئے۔ وہ خود تو علامتِ مرکزیت کی تلاش میں وطن تک پہنچے ہیں لیکن مسلمانوں کو نفاق و تفریق، میں مبتلا کر دیا۔ خوب دزشت میں تمیز کا نام ہے کاوٹ: مٹی سے ڈھیلے۔ دورِ ریشہ پتھر سے دل نہ لگایا جائے۔ دین: خاک سے بلند ہو کر جان پاک، کو خود آگاہی سے نوازنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قائل اس جہاں چاروں میں نہیں سمجھتا۔ ملحوظ رہے کہ عہدہ کا یہ کلمہ خواجہ میر درد کے اس وجودی تصور سے کوئی ملحد نہیں رکھتا جس کے زیر اثر رہوں (درد) نے یہ شعر کہا

مٹ جائیں ایک آن میں کثرتِ نمایاں

ہم آئینے کے سامنے جب آئے ہو کر

لفظ پرست، عہدہ کے ان ملفد و لغوف کی ایسی اصطلاحوں اور ترکیبوں کو ان کے معروف فلسفیانہ یا مافیانہ منایم و مطالب پر منطبق کر کے برعکس مقاصد کے اخذ سے دوچار ہو جاتے ہیں یہ خالصتہً سماجی، سیاسی، عمرانی بحث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان سے مراد ترک دنیا کر کے دل پر مہر میں لگانے والے بزرگ نہیں بلکہ وہ مسلمان ہیں جو کمال

إلّا اللہ کے تمام تر تعاقبوں کو محمد رسول اللہ کے نقش قدم پر چل کر پورا کرنے کا عہد و پیمان ہے۔ موٹے ہیں۔ گھاس تو خاک سے ہو کر خاک سے اوپر اٹھ آتی ہے (۱۰۹) آدم بھی بلاشبہ آب و گل ہی سے ہوتا ہے لیکن اس پر امنوں سے اگر وہ ہمیشہ آب و گل میں بہتا رہے یہ تو بہت پروری کا تقاضا آب و گل سے دل لگانا ہے لیکن روح، بلند تر اڑنا چاہتی ہے۔ مریخ (۱۱) کسی جگہ قید نہیں رہتا اس کا تقاضا ہے کہ

تو ابھی رگدڑ میں ہے قید مقام سے گذر
مصر و حجاز سے گذر، پارس و شام سے گذر ۶۷۸

بازوں اور مار دوش میں فرق تو ہے — وطن سے اہل وطن کو نسبت جاتی ہے کہ اسی خاک سے طلوع ملت بھی وابستہ ہے۔ لیکن ذرا توجہ سے غور کیا جائے تو سورج — جو رشید خاوری کہلاتا ہے کہ خاور: مشرق سے وہ طلوع ہوتا ہے لیکن اس کا سوز دروں اسے قید مشرق و مغرب سے آزاد کر دیتا ہے — اس کے جلوے آفاق گیر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آدم اور خصوصاً مومن کو مردِ آفاقی ہونا چاہیے۔

مستقلاتِ حواشی:

(۱۰۸) **محرکہ دین و وطن:** [جغرافیائی حدود اور مسلمان] اسے سوئے اتفاق ہی کی بنا چاہئے کہ حضرت علامہ ”دین و وطن“ کے حوالے سے عمومی بحث کرتے کرتے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

عجم ہنوز نراند و موز دین و رنہ تو ز دیوبند حسین احمد دینی چہ بولہ بولہ
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز قیام احمد علی است
بمصطفیٰ برسائے خویش را کہ دین ہو دوست

اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہ بولہ ہی ست ۶۷۹

ہوایہ کہ ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو شیخ الاسلام حضرت حسین احمد دینیؒ نے صدر بازار دہلی میں پبلنگش کے پاس رات کے وقت ۶۸۰ء تقریر کرتے ہوئے کہہ دیا ”موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں“ ۶۸۱ء ۸ جنوری کے ”شیخ نور“ اخباری ”دہلی میں اس بیان کی رپورٹیں شائع ہوئیں۔ چند روز بعد ”الامیان“ اور ”وحدت“ دہلی نے اس تقریر کے خاص خاص نکات [بقول بعض قطع دہلی] شائع کئے۔ دن پرچوں سے ”زمیندار“ اور ”انقلاب“ لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا ۶۸۲ء حضرت علامہ چونکہ ”اتحاد وطن“ کے حوالے سے ہر قوم کے جداگانہ تقاضے، خصوصاً مسلمانوں کے بحیثیت ملت، وجود، کے بارے میں ہمیشہ سے حساس تھے اس لئے ایک انتہائی بلند مرتبہ عالم دین کا یہ بیان ان کے جذبہ ملی پر گراں گزرا۔ ان کے اس روحانی کرب کا اظہار درجہ بالا قطع کی صورت میں ہونا فطری تھا ۶۸۳ء علامہ کے جذبہ ملی کا یہ شہکار اخبار میں چھپا تو ہر طرف کا کار بج گئی۔ یہ بھی فطری تھا۔

۶۷۹ء کلیات اقبال اردو ص ۳۲۱ [بال جبریل: غزل بزن] ۶۷۹ء ایضاً ص ۶۹۱ [اربابِ قاز: حسین احمد]
۶۸۱ء فہمین الاسلام، اقبال بزم ص ۱۸۱ راویپنڈی ۶۸۲ء مکتوبات شیخ الاسلام، سہم ص ۱۳۳ رتبہ الامین احمدی
مکتبہ دینیہ دیوبند اکتوبر ۱۹۴۲ء ۶۸۳ء ۶۸۳ء اس لئے کہ مغرب میں ملی وطنیت نے مذہب کی

جگہ لی تھی۔ اور وطنیت کا ہندوستان میں درود بھی، اہل ہند کو ان کے ذاتی انفرادی شخصیات قومی وطنیت سے محروم کرتے ایک نئی ”ہندوستان قوم“ کا تعمیر تھا جیسا کہ ”نمون ہند“ کے ذہن مصنف نے لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائے اقبال لہندہ قومیت، مکتبہ مدنیف — اکتوبر — دسمبر ۱۹۹۰ء شمارہ ۱۲۶ صفحات ۲۶ تا ۳۰، ضخیم، ارمٹ ۲۶ تا ۵۸ء

علامہ اس بحث میں اس حد تک آئے چلے گئے کہ انہوں نے وطنیت کو قارامیت کی پیروی سے
 لے کر کیا۔ دراصل وہ شروع دن سے حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ”مرکز ملت“ ہونے کے داعی تھے
 ”موزب خوری“ میں فردار جماعت کے نعت اور اسلامی بین الاقوامیت [میلیت] کا راز انہوں
 نے رسالت سے نسبت قلم ہی کو بنایا تھا۔ جس کے بغیر قوسیدہ باری تعالیٰ کے روحانی عقیدہ کا ماری کشہلا
 — وحدت — کچھ ہی نہیں سکتا۔

حرف بہ صوت اندریں عالم بریم از رسالت معرفت موزدں ندیم
 از رسالت در جہاں کلو پیے ما از رسالت دین ما آئینے ما
 حلقہ ملت، محیط افزا ستے مرکز او واری بطلما ستے

ماز حکم نسبت او ملتیم
 اہل عالم را پیام رحمتیم ۶۸۳

اب وہی عام آدمی نہیں حسین احمد مدنی جیسی شخصیت رسالت ”کی جگہ“ وطن ”کو دے دی ہو تو
 سلام اتہال کا غیظ و غضب ناقابل فہم نہیں رہتا۔

بمطالعہ جناب طاہر کا، میں اُس زمانہ میں جب کہ جذباتی سلطان حضرت مدنی
 کے حق میں اور علامہ کے خلاف ناروا کلمات پر مشتمل خطوط اور مضامین لکھنے میں مصروف تھا،
 جناب طاہر نے ”مصلحانہ کردار“ دینایا۔ اپنے ایک وضاحتی خط بنام طاہر، ۱۸
 ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء میں علامہ نے لکھا۔

دن معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ ”آج کل قومیں اولاد سے بنتی ہیں“ اگر ان کا مقصد
 ان الفاظ سے صرف امر واقعہ کو بیان کرنا تھا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرنگی
 سیاست کا نظریہ ایشیائیں بھی مقبول ہو رہے۔

(ii) البتہ اگر ان کا مطلب یہ تھا کہ ہندو مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی
 گنجائش باقی رہ جاتی ہے، کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کر لینے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ
 آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی۔ اس خیال سے کہ بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس
 بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصد ان الفاظ سے کیا تھا۔

(iii) اگر مرقورہ بالا الفاظ سے ان کا مقصد وہی تھا جو میں نے اوپر (ii) درج کیا ہے تو میں ان کے
 مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کا رو سے اسلام کی روح اور اس کے اساسی اصولوں کے
 خلاف جانتا ہوں۔ میرے نزدیک، ایسا مشورہ مولوی صاحب کے نمایاں نشان نہیں اور مسلمانان ہند
 کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ ۶۸۵

جناب طاہر نے یہ خط حضرت مدنی ”تک پہنچایا جس کا جواب [مرورہ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ۵ ذی الحجہ] یوں ملا

” میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اولاد سے بنتی ہیں۔ یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریات اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ تم کو الیسا کرنا چاہئے۔ خبر ہے انشاء نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا۔ نہ امر اور انشاء کا لفظ ذکر کیا ہے۔ پھر اس سے مشورہ کو نکال لینا کس قدر غلطی ہے “

۶۸۹ ص ۱۰

ظاہر ہے کہ یہ وضاحت حضرت علامہ کے مکتوب درج بالا کی شق نمبر ۱ کے عین مطابق تھی۔ لہذا آپ نے نزدیک جیسا کہ ان کے مکتوب کے شق نمبر ۳ اور نمبر ۱ سے ظاہر ہے اعتراض کی گنجائش نہ رہی تھی۔ لیکن حضرت مدنیؒ نے علامہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر قطعہ مذکورہ کے جواب میں مضمون لکھ ڈالا۔ اور وطنیت کو انگریز دشمنی کے تحت لازمی قرار دے دیا، علامہ نے بھی اس کا جواب لکھا اور تحت بڑھتی گئی۔ تاہم، حضرت علامہ کو جناب طاہر کی طرف سے حضرت مدنیؒ کا مذکورہ بالا وضاحتی مکتوب ملا تو انہوں نے بغیر کسی توقف کے اپنا بیان جاری کر دیا جو احسان [۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء] میں شائع ہو گیا۔

” مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا ہے۔۔۔۔۔ میں ان کو یقین دلانا ہوں کہ مولانا کی حیثیت دینی کے احترام میں، میں ان کے بحیثیت مندوں سے [جنہوں نے مجھ کا یوں سے نوازا] پیچھے نہیں ہوں، ۶۸۷ ص ۱۰ جب حضرت مدنیؒ نے صاف صاف لکھ دیا ”یہ نہ انشاء تھی، نہ مشورہ تھا بلکہ خبر تھی“ تو حضرت علامہ نے جو کچھ لکھا ان کی صداقت و دیانت کا اظہار تھا۔ لیکن ایک تو حضرت مدنیؒ نے علامہ کا یہ خط ملنے سے پہلے ہی ”انگریز دشمنی کے جذبے کے لئے“ وطنیت کو لازمی“ قرار دے کر اپنے مکتوب درج بالا میں ”انشاء کی نفی“ کی تردید کر دی۔ دوسرے جب علامہ اپنے مکتوب مذکورہ لکھنے کے ۲۳ دن بعد دنیہا سے اٹھ گئے تو حضرت مدنیؒ نے اپنا بیان ”متحدہ قومیت اور اسلام“ کے عنوان سے از سر نو مرتب فرمایا۔ ان کا تازہ بیان حیرت انگیز تھا۔ انہوں نے جناب طاہر کے ذریعے علامہ کے نام اپنے قول بالفاظ کے مندرجات سے کھلم کھلا اعتراف برتا۔

” ڈاکٹر اقبالؒ کے بیان سے اگرچہ دہلی کی تقریر کے متعلق ہیجان رفع ہو گیا مگر اس مسئلہ اور اس کے لئے جدوجہد اور عملی جامہ پہنانے کی سہی کے متعلق جو کچھ نہ صرف مشورہ ہی ہے بلکہ اس موجودہ احوال و ادوار میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ضروری سمجھتا ہوں، ہیجان بڑھ گیا ۶۸۸ ص ۱۰۔۔۔۔۔ اس پہلی حیثیت سے یقیناً بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے مگر دوسری حیثیت سے کہ جناب ڈاکٹر صاحب! محض مسلمانان ہند

۶۸۷ ص ۱۰، ایضاً ص ۲۲ ۶۸۹ ص ۱۰، ایضاً ص ۲۸

۶۸۸ ص ۱۰، متحدہ قومیت اور اسلام ص ۲۱، نیز متحدہ قومیت اور اسلام ص ۲۲، ایضاً

①۱۰ **مردِ حُر:** کلامِ اقبال میں مردِ حُر کی بڑی اہمیت ہے اور یہی اُن کا مردِ مومن ہے۔ زیرِ نظر نظم

میں بھی بیرونی کی زبانی اقبال کے لئے کلمہ دل بہکس نارادہ آزادہ سے مراد مردِ حُر ہی تو ہے۔
 حُر، حریت، تحریر، کے یہی معانی ہیں "مریم" کو اجماعی مصادیحے کرز "مسجد" کی خدمت کے
 لئے دیتے وقت بھی "مریم" کی ماں کے جو الفاظ قرآن نے دیکھا رکھے ہیں اُن میں "محررا"
 انہیں معنوں میں آتا ہے۔ جب چند مسلمان اللہ کے سوا کسی اور طاقت کا محکوم اور مخلوب
 سمجھتا ہے وہ بندہ حُر نہیں کہلاتا ۶۹۲ اس لئے کہ اختیار اسی تعیل احکامِ شریعت کے جبر سے
 پیدا ہوتا ہے۔ درنہ فطرت تو ایک اہل جبر ہے، احکام و قوانین کی پاسداری کے بغیر فطری
 آزادی کا تصور ہی ممکن نہیں۔ اور سچی فطری آزادی تو الدین کے احکام کی تعیل سے حاصل ہوتی ہے
 یہی مفہوم ہے لا اِکْرَہَ فی الدِّینِ کا۔ یعنی الدین میں کسی طرح کا کوئی جبر نہیں "فی الدین" دین کے
 اندر۔ احکامِ دین کی پابندی میں۔ انسان کی سچی حریت مظهر ہے۔ "دین کے معاملے میں کوئی غیر نہیں"
 قطعاً غلط، نیز مغلط بلکہ برعکس نتائج پیدا کرنے والے معانی ہیں۔ بہر حال

ہم علامہ کے فلسفہ فوری میں جہاں حیدری و دہراری اور شبیری، جیسی علامہ
 دیکھتے ہیں وہاں "حُر" بھی ایک زندہ تاریخی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ "حُر" نے نفس
 کو الہ ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ العالمین کے احکام کی تعیل میں جامِ شہادت نوش کر دیا۔
 یہی وہ زندہ علامت ہے جو "مردِ حُر" کی صورت میں کلامِ اقبال کو زینت بخشے ہوئے ہے۔

مردِ حُر از لآلہ روشن ضمیر
 مہ نہ گردِ بندہ سلطان و میر
 سیریں مارا خبر اورا نظر
 او درونِ خانہ، ما بیرونِ در
 ما کلیسا دوست، ما مسجد فروش
 او ز دستِ مصطفیٰ پیمانہ نوش ۶۹۳
 شکرہ کم کن از سپہرِ گردِ گرد
 زنہ شہ از صحبتِ آن زنہ مرد ۶۹۴

اشتراک و ملکیت

۵۶۸- صاحب سرمایہ از نسل خلیل^(۱۱۳) یعنی آن پیغمبر بے جبریل
زبان کہ حق در باطل او مضمر است تلب او مومن و منافق کافر است
غریبان گم کردہ اند افلاک را در شکم جویند جان پاک را
زنگ و بوزن تن نگیرد جان پاک تجز بہ تن کارے ندارد اشتراک
دین آن پیغمبر حق ناشناس بر مساوات شکم دارد اساس
تا اونت را مقام اندر دل است
بیخ او در دل نہ در آب گل است

ہم ملکیت بدن را فریبی ست سینہ بے نور او از دل تہی ست
مثل زنبورے کہ بر گل می خیزد برگ را بگذارد و شہدش ببرد
شاخ و برگ و بوئے گل ہماں بر جالش نالہ بلبیل ، تہاں
از طلبم و زنگ بوئے او گذر قرب صورت گوے و در معنی نگر
مرگ باطن گرچہ دیرن مشکل است
گل نخواست او را کہ در معنی گل است

بر دورا جان ناصبور و ناشکیب ہر دو نیرواں ناشناس آدم فریب
زندگی این را خروج آن را خراج در میان این دو سنگ آدم از جاج
این بے علم و دین و فن ارد شکست آن بر دجاں را زن ناں از دست
غرق دیدم ہر دورا در آب و گل ہر دو را تن روشن و تاریک دل
زندگانی سوختن با ساختن
در گلے ختم دے انداختن

تواشی و تعلیقات :

اشتراکیت : انسانیت و طبیعت یا برطانیہ کا میں اشتراکیت کا تعارف میں کر دیا گیا ہے ۔ ایک ایسی ملکیت ملی یا نظریہ ہے جو ایک مرکزی جمہوری حکومت و اختیار کے ذریعے حالت موجودہ کی نسبت بہتر طریق پر دولت کی تقسیم یا پیداوار کو عمل میں لانا چاہتا ہے ۔ ۶۹۵

موجودہ اشتراکیت کی ابتدا ۱۹۱۷ء میں ہوئی اس تحریک کا مرکز فرانس تھا۔ یہودی مفکر کارل مارکس :- اقتصادی نظام ہمیشہ کیا، ریگنظر اور لینن اس کے شاگرد ہیں سے ہیں۔ اس کا فلسفہ جدی مادیت اور عینکائی تصور حیات پر مبنی ہے۔

☆ اس فکر کا پہلا عنصر تاریخ کی مادی تعبیر ہے۔ مارکس کے نزدیک کسی عہد کا عاشی نظام یہ اس عہد کی عاشی زندگی کی اصل بنیاد ہے۔ مذہب، تہذیب، فلسفہ حیات، فنون لطیفہ، سب اسی کا عکس ہیں۔ یونکر عاش کی جستجو ہی انسان کی فتنشیر اور غیر سود کو چھوٹوں کو متحد و مربوط کرتی ہے۔ صرف پیٹ کا تقاضا ہی بنیادی تقاضا ہے۔ چونکہ ایجادات ہر آن ہوتی رہتی ہیں، اس لئے پیداوار سے طریقے بدلتے رہتے ہیں چنانچہ اس کے ساتھ اخلاقی تصور بھی بدل چکے ہیں اور ہوں اخلاقیات ایک اضافی قدر بن کر رہ جاتی ہے، صداقتیں اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں اور یوں نیک و بد اور حق و باطل کی تمیز بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

☆ اشتراکیت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر عاشی نظام جب ترقی کر کے ایک خاص منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے اندر سے بعض نئی پیداواری قوتیں نمودار ہو کر اپنے زمانے کے حالات پیداوار سے متعارف ہو جاتی ہیں اس نزع کو طبقاتی کشمکش کا نام دیا گیا ہے۔ یہ - ہر انقلاب اسی کشمکش کا نتیجہ ہے۔

☆ دشر اکیت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی شے کی اصل قدر محنت کے وہ مقدار ہے جو اسے پیدا کرنے میں صرف ہو۔ چنانچہ اس شے کی قیمت کا واحد حق دار صرف مزدور ہے۔۔۔ ایک شے کی اصل قیمت مزدور کو دی جانے والی اجرت سے کہیں زیادہ ہو جائے جسے

مذہر زائد کہتے ہیں، حقیقتاً یہ مزدور کا حصہ ہے۔۔۔ یہ اصول عین اسلام ہے اَن تَشْتَرُوا لَدُنَّي الْاَمْسَا (انجم ۴۹) نام عامد عملی نفاذ کا ہے اشتراکی نظام اَن تَشْتَرُوا لَدُنَّي الْاَمْسَا اور اسلام - اپنا ملکہ اور ہوں میں بانٹو - ہے اشتراکیت جو عا اصول ریاست سے متعلق ہے۔ جو بن حیثہ المجموعہ عوام کے نام پر ریاست کی ملکیت پر قبضہ عوام ہے۔ اس لئے کہ ہر معاشرتی نظام کی طرف ہر سیاسی ادارہ بھی اس کے نزدیک معروضہ نظام معیشت کا خارجی اظہار ہے۔

اشتراکیت کے ان اصولوں سے ایک بات واضح ہے کہ عالم مثال (لغور) کی کوئی حقیقت نہیں مادہ اور صرف مادہ ہی حقیقت اولیٰ و حقیقت آخری ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ مذہب اور لغوریت کا خاتمہ کر کے خالص مادی بنیادوں پر معاشرے کا نظام اپنے ہاتھ میں لے لے کہ یہ مسائل زمین کے ہیں اور زمین ہی ہر حل کے چاہئیں نہ کہ آسمان ہر ۶۹۶

مختصراً یہ کہ ایک نظام غلے اعتبار سے دو چیزیں ہر اشتراکی نظام میں ضرور موجود ہوتی ہیں،

ایک تو یہ کہ ریاست کی تمام ملکیت پر بن حیثہ المجموعہ عوام مخرف ہوں اور دوسرے یہ کہ دولت کی تقسیم اس طرف کی جائے کہ حق دار کا جو حق چھین کر سرمایہ دار کو دے دیا جاتا ہے وہ اسی کے پاس رہے۔۔۔۔۔ دنیا میں سرمایہ داری

کا جو نظام نام ہے آخر کار کوئی اور نظام اس کی جگہ ضرور لے گا اور قیاس یہی کہتا ہے کہ وہ دشر اکیت کا ایک شکل ہو۔

کیلن سوال یہ ہے کہ کیا اشتراکیت میں ایسے حرکات موجود ہیں کہ عوام دنیا کے کھوں کی انجام دہی ہر آمادہ ہوں ملکہ ذاتی منفعت کا خیال ترک کر دیں، ۶۹۷ روس میں اس نظام کے چھتر سالہ تجربے نے جذبہ مبالغت کے معذور ہوجانے کا ثبوت اُس بیزن اقتصادی بدحالی میں دے دیا ہے جسے سویت روس کے حصے بھرنے رہے۔

اسی لئے سلام اقبال - اس نظام کے مختصراً نو پیفریے جیٹیل "اکہد کر حق ناشناس" بھی لکھتے ہیں کیلن اُس کے اس تصور کو "حق در باطل او مفرات" سے بھی تعبیر کرتے ہیں - یعنی حرف حق العفو کی پوشیدہ حقیقت لغور

۶۹۷ شاپکار اسلامی انسٹیٹیوٹ ہڈا ص ۶۹ مرتبہ سید عامر محمد شاپکار بک فاؤنڈیشن

۶۹۷ تبہات اقبال سید عابد علی عابد ص ۸۵ ص ۸۶ (جوالہ جدید سیاسی نظریہ - جد، مجلس ترجمہ لاہور)۔

اشتراکیت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر عاشی نظام جب ترقی کر کے ایک خاص منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے اندر سے بعض نئی پیداواری قوتیں نمودار ہو کر اپنے زمانے کے حالات پیداوار سے متعارف ہو جاتی ہیں اس نزع کو طبقاتی کشمکش کا نام دیا گیا ہے۔

مارکس کی زندگی طوفانوں میں گھری رہی۔ وہ جرمنی سے جلا وطن ہوا تو پیرس پہنچا۔ وہاں سے
 نکالا گیا تو برسلز میں پناہ لی۔ برسلز سے ملک بدر ہوا تو پھر پیرس آیا۔ وہاں سے کوہن گیا۔ وہاں سے
 نکالا گیا تو پھر پیرس آیا اور پیرس سے دوبارہ نہ بارہ نکالے جانے کے بعد لندن پہنچ گیا۔

خانہ تلاشی، گرفتاری، مقدمے، ان ملک بدریوں اور در بدریوں پر مستند لکھے۔ ایسے میں
 مالی پریشانیوں کا طوفان رلا۔ کبھی گھر کا فرنیچر بکا، کبھی بیوی کا جینز گروی ہوا۔ کبھی دوستوں سے مدد پر
 لے کر کام چلا یا مکین اپنی ڈھن "کا لکھا تھا۔ خوش قسمتی سے بیوی ایسی ملی لگی جس نے ہر جگہ ہر
 حالت میں ساتھ دیا اور ایک درست رینگلز جسٹس بڑا سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔
 لندن میں مارکس کے دو بچے ہوئے بھی اور مرے بھی۔ دوسرا مجید مرا تو گھر میں کفن کے لئے بھی
 پیسے نہ تھے۔ ایک دفعہ تو اپنا ٹوٹ پتلون رین رکھنا پڑے۔ دن پریشانیوں کے باوجود مارکس
 اپنی کتاب اقتصادیات، جسے "سرمایہ" نام ملا، کی تیاری میں مصروف رہا۔ ۱۸۵۱ء میں
 "نیویارک ڈیلی ٹری بیون" نے مارکس کو اپنا نامہ لکھا مقرر کر دیا ہفتہ میں دو پونڈ معاوضہ ملے ہوا۔
 لطف یہ کہ یہ نامہ نگاری کمزور انٹرنیٹری خور مارکس کی بجائے رینگلز کرتا تھا۔ مارکس اس
 میں ضروری رد و بدل کے بعد سال ۱۸۵۳ء میں وہ اپنے مکتوبات خود لکھ کر رینگلز کو دکھا کر بھیجے
 لگا۔ یہ مکتوبات ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت کے درمیان ہندوستان کی حالت زار پر مبنی
 تھے۔ برطانوی سراج نے جس جس طرح ہندوستان کو ٹوٹا تھا دن مکتوبات میں دن کا کچا چھٹا کھول کر
 رکھ دیا گیا تھا۔ اپنی کتاب میں بھی وہ ہندوستانیوں کے اقتصادیات کی کاذب رشتہائی دیدہ ریزی سے
 کرتا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں تقسیم کار اور ذات پات، برطانوی صنعتی ترقی اور ہندوستانی مزدور
 کے مسئلے مثلاً "نفس لکھا۔ "انگریز سرمایہ دار صنعت میں انقلاب لاتا اور ہندوستان کو سرمایہ دار پرست
 بناتا چلا رہا ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی نئی صنعتی مشین ایجاد ہوتی ہے تو بے شمار ہندوستانی اور چینی
 دست کار روزگار سے محروم ہو جاتے ہیں۔ علامہ نے "پیام مشرق" کی نظم "محبت و شکر
 کے تحت، کامل مارکس کے عنوان سے لکھا

راز دہن جزو مملی از خویش نامحرم شد است

آدم از سرمایہ داری قاتل آدم شد است

حاشیہ میں لکھا: کامل مارکس: جرمنی کا مشہور اسرائیلی ماراقتصادیات جسٹس سرمایہ داری کے خلاف علمی
 جہاد کیا۔ اس کی مشہور کتاب "سرمایہ" کو مزید اشتراک کی

کی بائبل تصور کرنا چاہئے [ایضاً]

ضرب کلم میں جہاں روسی اشتراکی انقلاب سے حرف تل العنوة پورے دیدہ حقیقت کے عواذ ہونے کی توقع باندھی۔ وہاں کامل مارکس

۱۹۱۷ء "سرمایہ سے مارکس تک" - سبھا سن - ۱۹۱۷ء (جہاد سرمایہ ۱۹۱۷ء، ۱۹۱۷ء) [۲] مکتبہ دنیال کراچی [۳] نفاذ دہشت ۱۹۱۷ء
 ۱۹۱۷ء مکتوبات انبال ماری ۱۹۱۷ء (پیام مشرق: محبت و شکر) -

کی آواز کے تحت عنوان ' مایوسی کا اظہار بھی کیا - اور پرانے افکار سے مایوسی اور جہان پر کڑوتالی (دلی)

جہان مغرب کے بہت کمروں میں کلیسیاؤں میں مدرسوں میں
ہوس کی خون ریزیاں چھپاتی ہیں، عقل عیار کی ناگشت

دلوں میں ولولہ انقلاب ہے پیدا
قرب آگئی شاید جہان پر کڑوتالی

خلاصہ اشعار:

یہ ہیں (جابر نامہ میں) بھی - دونوں طرف کے احساسات و مدرجات کا اظہار سچا ہے۔ مارکس کو پیغمبر بھی
لکھا کہ ہر پیغمبر کا پیغام توحید، وحدت آدم و مساوت انسانی کا علمبردار رہا ہے - لیکن یہ پیغمبر بے
جبریل تھا کہ نیست پیغمبر لیکن در بعض دارد کتاب - لیکن یہ حق " باطل میں چھپا ہے اس
لئے کہ اس کی اساس صرف ہیٹ پر ہے، اور یہ مادی اساس، حق نامشاسی کی دلیل ہے
مسوات حتمی نہ تو برادری میں برادری کے اشتراقی کمیونزم سے حاصل ہو سکتی ہے نہ جذبہ مسابقت کو
کچلنے والی شکم پرور مساوات سے - یہ لغت - صرف اور صرف اخوت کے اس الہی
نظام سے مل سکتی ہے جو "برادری اور برابری" کا لقیب اور داعی اسی ہیں ریاست مدینہ اس
کا عملی نمونہ بھی ہے۔ جسے اینوں کی نادانی اور غیروں کا ریشہ دوانی نے "ہوس" کا شکار کر کے ملکیت
کے حوالے کر دیا - اس طرح کہ وہ نظام ہمیشہ کے لئے لیا منشیاً ہو گیا - اس کی والدی کی
ہر سبیل - جہان مغرب ہی ہیں سلم کا تب فکر میں بھی عقل عیار کی زد میں آجاتا ہے کہ
اخوت اسلامی - دلوں کی زمین سے پھوٹتی ہے - بیخ او در دل نہ در آب و گل است
علامہ نے ہندوؤں کو دلوں کے اندر جو نیا شوالہ " تعمیر کرنے کی دعوت دی تھی وہ
یہی نظام اخوت کی تجدید کا دعوت تھی میناق مدینہ میں - یہود کو بھی امۃ مع المؤمنین
سلم کیا گیا تھا - انبال بھی اکثریتی ہندو قوم کو دعوت دے رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کو امۃ مع الصوف
ہندو کے ساتھ ایک قوم و طاقت - یعنی قوم کے اندر قوم - سلم کریں - ہندو پورٹ نے اس تصور
کو خواب و خیال سے بھی بڑھ کر نامبال یقین ثابت کر دیا لیکن ہمارے دین دنیا اب بھی امۃ مع المؤمنین
کے حوالے دے کر "منہ وطنیت اور اتحاد" پر لب بند تھے - کیا اکثریت نے اس جذبہ کو فنا گھاٹ
اتار نہ دیا تھا؟ پھر انہی پر آٹا رہنا کس حد تک "صوبہ دیر" کہلا سکتا ہے؟ اور اس پر کس دل
سے بھروسہ کیا جانا چاہئے؟ -

اسی طرح ملکیت بھی اپنا بے فز سببہ دل سے خالی رکھتی ہے - پھول - ریں
سے محروم ہے - نہ برگ و بلور اور رنگ سے کیا ملے گا - اس پر چیلنے والے بلبیل - نامراد و ناکام آیا
ہی رہے ہیں اور محروم و مظلوم ہی رہیں گے - ملکیت اور بے خدا اشتراکیت چکی کے دو ہاتھوں کی طرح
آدم کو پیسے رہے ہیں - ایک فریٹ شکم دیکھ رہی ہے جان اندر اس کا تھک روٹی چھین لینے کے درپے ہے -

ملکیت قبائل ماری ۱۹۹۹ء (فریب کیم: مارکس کی آواز) ص ۳۰ ایضاً ص ۳۱ انقلاب -

دونوں ہی تن پرور تین تارکِ دل ہیں۔ اور زندگی سوز و ساز چاہتی۔ جو "دل" کی ماشت کے بغیر مانتے نہیں آسکتے۔ اگر ایسا ہیں تو آدم کے لئے عالم دیگر کی تعمیر بھی ممکن نہیں۔ "نیا شوالہ" ایسا ہی عالم دیگر۔ تھا جس کی تعمیر کی دعوت کو ہندو نے ٹھکرا دیا۔ اقبال نے تو شہزادی "اسرارخوی" میں بھی ہندو سے مخاطب کیا تھا۔

من تویم از بناں بینار شو سما فری، شائستہ ز ناز شو
گزشتہ حیاتِ ملت است کفریم سرمایہ جمعیت است
تو کہ ہم در مافی کمال نہ ای در خور طوفِ حیمِ دل نہ ای
ماندہ ہم از جانہ تسلیم دور تو ز آرزوین ز ابرائیم دور
اے امانت دارِ تہذیبِ ہیں پشتِ پا بر مملکتِ اکابرین
از گلی خود، آدے تعمیر کن
ہر آدم، عالمی تعمیر کن

حیرت ہے ماہرینِ انبیائات اسے "وطنیت" کا نام دینے میں کتنے دیر ہیں، اور اسے دعوتی پوجا کہتے ہیں، شہزادے عشت یہاں بھی علامہ کو "ملوکیت" اور "شرکتیت"، دونوں ہی تارکِ دل ہونے کے باعث "عالم دیگر" کا تہیہ کے لئے نظر نہیں آتے۔

سعیدِ حلیم پاشا شرق و غرب

۵۴۸۔ غربیاں از زیر کی ساز حیات
ز کی از عشقِ گردِ حق شناس
عشقِ چوں بازی کی ہمسر شو
خیز و نقشِ عالمِ دیگرینہ
۵۴۸۔ شعلہ افروگیاں نم خورده البیت
ز زہا و زورند از شمشیرِ خویش
۵۵۰۔ سوزِ مستی را مجوزِ تہنِ شاں
شرقیوں را عشقِ از کائنات
کارِ عشقِ از زیر کی محکمِ آس
نقشِ بندِ عالمِ دیگر، شور
عشقِ را بازی کی آمیزند
چشمِ شاں صفتِ نظر، دلِ مژدہ البیت
بسملِ افتادہ چوں چرخِ خویش
عصرِ دیگر نیست در افلاکِ شاں

۵۴۸۔ اقبال بنام شاد ۸۴/۸۵

۵۴۹۔ اقبال بنام ۲۳۶

۵۴۹۔ اقبال اور پاکستانی قومیت ۴۹/۵۰ ڈاکٹر ویدورشی مکتبہ عالمیہ دہلی لاہور ۱۹۷۷ء نیاں ابتدائی مکتبہ اقبال ۲۳۶
(مجموعہ اقبال) (دشمنی) (سجائندہ) اقبال مکتبہ منہ گروم از بنیال بینار شو۔ ۵ ہر دور دل سے آوازہ آوازہ اور ناقوس کا شور۔ ہر داشت کرنے والا فضا چاہتا ہے۔ تر آید کو یہ دھواں پوجا نفلانی ہے اور دوسرا سوچ پکار ہندوؤں کو اپنی مذہبی زمینیں ترک کرنے کا دعوت ہوتا ہے مگر ہے۔ ہرے از من خود شاد یار من

۵۵۱۔ زندگی را سوز و ساز از نالشت

عالم نو آفرین ، کارشت

۵۵۲۔ مصطفیٰؐ کو از تعب و محاسن و

نوند گرد و کعبہ را رخت حیات

ترت را آسنگ نو در چنگ نیست

سینہ او را دم دیگر نہ بود

لاجرم با عالم موجود ساخت

۵۵۳۔ ظرفکھا در نہاد کائنات

زندہ دل خلاق اعصار و مہر

۵۵۴۔ چون سلماناں اگر داری جسگر

صد حیان تازہ در آیات اوست

یک جہانش عرصہ حاضر البس است

۵۵۵۔ بندہ مومن ز آیات خداست

چون کہن گرد و جہان در برش

می دہد قرآن جہان دیگرش

کواشی و تعلیقات : ۱۱۳ سعید حلیم پاشا : ملاذہ ہو تعلیقہ نمبر ۹۱ ۱۱۵ زیر کی

(مغل)۔ ملاذہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۷ ۱۱۶ عشق : ملاذہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۸

شعر نمبر ۵۵۱، ۵۵۲ : جیسا کہ مولہ بالا تعلیقات نمبر ۲۷، ۲۸ میں واضح کیا گیا ہے۔ عقل مادی، حجاب کی تابع ہل ہے، جو جس دیگر شد آن عالم دگر شد، جس بڑی تو عالم دیگر، مگر اس کی ناپائیداری و ناقصی کے علاوہ اور اس پر مستزاد، خود حواس کا غیر اعتباری کیفیات ہیں۔ آنکھ، بانی کے اندر سیدھی لائٹ ٹیڑھا میڑھا دیکھتی ہے۔ قدرت سے حصول سہانے ہوتے ہیں، طبیعت کی سواداری، خوشگوار موسیقی و بھی ناخوشگوار بناوتی ہے۔ آئینہ انفسہ دل ساری فعل کو افسردہ رکھتا ہے۔ یہ سب علم بالحواس کی ناقصی کے ثبوت ہیں۔ ان پر نفس کے اندر موجود "مجرد و تقویٰ" کی طرف رغبت دلانے والی قوتوں کے اثرات آئینہ الگ موضوع ہے۔ انسانی عقل اور زیر کی ہر خارج مؤثرات (دالین، مادل، معاشرہ، تعلیم) کے اثر اندازی، ناقابل تردید ہے۔

۱۱۷ تعلیقات اقبال مادی ۵۶۲ (حملن راجدہ، جواب، سرائی نمبر)۔

جائزہ ایسے میں کسی اصول، ضابطہ، قانون کی ضرورت و اہمیت از خود واضح ہو جاتی ہے۔ وہ عقل اور زیریں کی مبداء و منشاء مادی تقدیرات (خواہشات نفس، طبیعت اور علم بالحواس) میں، انہیں کسی ایسی اخلاقی و روحانی تقدیر یا تقدیرات (قوانین) کا پابند بنادینا جس کا اطلاق، ہر طرح کی طبیعت کو بھی اس آئے اور طبعی تضادات کو ہم آہنگ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ ایک ایسے "عالم دیگر" کی تخلیق رسکنا ہے جس میں ہر کوئی تمام تر فطری ضرورتوں کے مطابق زندگی گزار سکے۔ اس اخلاقی و روحانی تقدیر یا قوانین کو مادی تقدیر (افطری تضادات اور نفسی خواہشات) کا طریقہ جزو فطرت بنانا، عشق ہے۔ یہ عشق، فطری تقاضوں کے عین مطابق، مگر فطری تقاضوں کے جبر سے آزاد، قوانین کی روشنی میں عقل کو چلائے گا۔ یہ عشق اور زیریں کی ہم نوازی وہم بھری ہے۔

عادت ہر سبب موجب، اس عشق سے مردم ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ قوانین کی جتنی پاسداری مغرب میں ہے کسی اور معاشرے میں نہیں۔ برطانیہ غیر تحریر شدہ آئین (Unwritten Constitution) پر صدیوں سے عمل پیرا ہے اور اسلامی نظریاتی پاکستان آئین، مسنونہ، عقل اور تربیت کی نزدیکی میں رہتے ہیں۔ پھر مغرب کو ایسا الزام دینا کہ وہ اپنی ہی شمشیر کے زخم خوردہ اور اپنے شکار ہو کر تڑپ رہے ہیں "کہاں تک درست ہے؟

جواب یہ ہے کہ وہ آئین اور وہ قوانین بنانے والے بھی انسان تھے۔ وہ انسان جو درحقیقت انسانوں کی طرح۔ عقل و ہرگز سے سوچتے تھے۔ اُن کے بھی طبیعت تھے، نفسی خواہشات تھیں، حالات اور زمانے کا دباؤ تھا۔ وہ ان تمام تر مؤثرات کے تابع مہل تھے۔ اُن کے بنائے ہوئے ضابطے، قوانین، اصول و قواعد اور آئین۔ اُن کے تناقضات کو تو ہم آہنگ تھے مگر ان لاکھوں گڑبگڑ انسانوں کے طبیعتی تضادات اور تناقضات سے تو ہمیشہ تھے۔ اس لئے ان پر جبر تھے اور ہیں۔ دوس کی ٹوٹ پھوٹ، مغرب کی عظیم جنگوں، نوآبادیوں کی آزادی کی جنگ اور عظیم جنگوں کا زوال۔ اپنے ہی خیمے سے خود کشی اور اپنی ہی شمشیر سے زخم کھانے کی دلی بات ہی تو ہے۔ اہل مغرب کی تسخیر فطرت۔ چونکہ نفس کی تسخیر سے ماوراء اس لئے فسادات، ہلاکتوں اور اولاد آدم کی تباہی و بربادی ہی کا باعث رہی ہے۔ چنانچہ ایسا معاشرہ خود بھی گنہگار ہے پناہ میں ہوتا ہے۔ اُس معاشرے سے کسی عالم نو، کی تعمیر کی امید نہیں رکھا جاسکتی۔

شعر ۵۵۵ - نارتو: ہر وہ فیصلہ جتنی نے اسے مسئلہ عشق الہی لکھا ہے۔ عین۔ رسی نظر میں آئے چل کر علامہ نے مسلمانوں کو ہر طرف مخاطب کرتے لکھا ہے کہ ذوقِ تخلیق آتشِ نذرِ بدن۔ ہذا زندگی و سعادت و سازِ نارتو، کا صاف مطلب ہے ذوقِ تخلیق سے ہے البتہ میرا خیال اومو بھی راج ہے کہ علامہ نے ربط و ضبطِ ملتِ بیہما، کو عشق کی نجات لکھا ہے۔ اومو نظم میں مسلمانوں کو نیل سے نابینا کر کا شاعر ایک ہونے کی تلقین بھی کی ہے۔

ایک ہوں مسلم حرمِ ہاں بانی کے لئے نیل سے ساحل سے لے کر تا بنجاک کا شاعر عین

اتاترک بحیثیت فوجی انیسر : پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۸ء سے آخر میں ختم ہوئی۔ جرمنی اور ترکی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اتحادی افواج (برطانیہ، فرانس، اٹلی)۔ حجاز، فلسطین، شام عراق پر قابض ہو چکی تھیں۔ ترکی افواج غیر مسلح اور منتشر کردی گئیں اور اتحادی افواج نے استانبول کا کنٹرول سنبھال لیا تھا۔ سلطان ترکی۔ خلیفۃ الملوک معاویہ سیورے کے ذلت آمیز شرائط کے ساتھ اتحادیوں کے محکمہ قیدی بن چکے تھے۔ یورپ کا مرد بیمار (ترکی) اب ترک کے عالم میں تھا۔ ایشیائے کوچک کے ساحلی ملاقوں پر بھی اتحادیوں کا کنٹرول تھا۔ مشرق میں لرمنی عیسائی شورش پڑا مارہ تھے۔ اس عالم میں استنبول کا شکست خوردہ حکومت نے گیلی پولی اور درۃ دانیاں کے سمیرو جزل مصطفیٰ کمال پاشا کو مشرق صوبیات کا نظم و نسق بحال کرنے کے لئے وہاں کا گورنر جزل بنا کر بھیجا۔ اسی اثنا میں برطانوی جہازوں پر یونانی افواج ایشیائے کوچک کے ساحل پر اتریں۔

اور ۱۹۱۹ء یونان نے سمرنا (ازمیر) پر قبضہ کر کے قتل عام شروع کر دیا۔ ۱۹ ارمی کو مصطفیٰ کمال بحیرۃ اسود کے ساحلی شہر سمسون میں بر خیرسی تو شکست و شکست کی راہ سے کچھ جنگ جاراں الٹھی کیں جس سے تمام کی۔ فوج کی تنظیم نو کی اور عزت کی موت یا آزادی کی راہ۔ جہاد حریت کا آغاز کر دیا۔ استنبول کے محکم حکمران نے مصطفیٰ کمال کی معزلی کے احکام صادر لئے تڑاب تیرنگی چکا تھا۔ بے سرو سامان۔ موت یا نفع کے ملبہ دار، سیاسی اور کن میدان جہاد میں کود پڑے تھے۔ یونانی افواج کو انوکھے کرے میں روکا گیا۔ اور سفاریہ میں فیصلہ کن شکست دی۔ اور ۹ ستمبر ۱۹۲۲ء کو سمرنا میں ماتمانہ داخل ہوئے۔ یونانیوں نے استنبول پر یلغار چاہی تو سفرویش ترکوں نے وہاں بھی ان کا استقبال کیا۔ اسی طرح جلیس ملی کے تعین کردہ حدود ترکی سے نہ صرف یونانی افواج خارج کردی گئیں اتحادی فوجوں کو بھی نکال دیا گیا۔

ترکوں کی اس عظیم کامیابی کا نتیجہ، معاویہ سیورے کی نئی ذلت کی سیاسی کا دھندنا تھا۔ لوزان کانفرنس کی مہول گنت دشمنی کے بعد مساوی شرائط پر صلح نامہ کی تکمیل ہوئی۔ تاریخ کا یہ عجیب و غریب فیصلہ تھا جسے جانباز ترکوں نے اپنی شہر خوار شکاف کے ذریعے فاتح اتحادیوں سے منوایا۔ اتاترک کے ناقابل شکست عزم اور ارادے کا مہربان محنت تھا۔ صلح نامہ لوزان کی تکمیل (۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء) کے بعد حزب جمہور کی نے جدید ترکی آئین منظور کیا۔ جلیس ملی کی نرمیم کے مطابق ترکی کا سرکاری مذہب اسلام قرار پایا۔ ۱۹۲۴ء اس تمام عرصہ میں عالم اسلام کا بیدار معزز اور بصیرت رکھنے والا ہر شخص غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا مداح تھا۔ اور امید کے روشن دیپ ہر سو چلنے لگے تھے ملاوٹی کے اندھیرے پھٹ رہے تھے۔ اس عرصہ میں مسئلہ نے مصطفیٰ کمال پاشا کو بھرپور خراج ہستی کیا۔ ترکان احرار کی بظاہر بے یقینی کے حالات میں یقینی فتح نے اقبال سے یوں خراج وصول کیا۔

ہوئے احرار ملت جاہد پیمائیں جس سے تماشائی شکایہ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

عظا مومن کو ہر در گاہ حق سے ہو والا ہے شکوہ ترکانی، دوسہین ہندی۔ لفظی امر لای علیہا

نیابت زندگی، ایمان سکھ سے دنیا میں کہ لائی سے بھی یا شدہ ترنگ لای قرانی علیہا

حرم نسوا پڑا پیر حرم لای کم نگاہی سے جوانان مبتاری کسی قدر حب نظر لے علیہا

۱۹۲۹ء اقبال اکبر صادق ۱۹۲۹ء - ذکر و منہم حسین ذوالفقار - اقبال اکادم پاکستان لاہور طبع دہلی ۱۹۷۹ء
۱۹۵۰ء کلیات اقبال لہر دو ضفے (پاکیزہ : طبع رسم) ایضاً ۱۹۶۰ء - ایضاً ۱۹۷۰ء - ایضاً ۱۹۷۲ء

نئے لات و منات، افغانک سے در آمد کرنا اگر تجدید ہے اس سے تو کعبہ نیا نہ ہوگا۔ ترقیوں کو جو جدید نظر آیا وہ یورپ کا قدیم ہے۔ "یہاں جدید ترقی ہیں" ریاستہائے بلقان میں ایک اور یورپی ریاست کا اضافہ ہوا۔ یہ قوموں کی طرح ایجاد و کھودینے کے مترادف ہے۔ ایسی اندھی تقلید، کی زندگی کی تعمیر و تقویم میں کوئی گنجائش نہیں۔ عصر و نو کی تخلیق تقلید سے نہیں۔ قوی زندگی۔ اجتماعی خودی کا نام ہے اور خودی نہ تو کسی دوسری خودی میں مدغم ہو سکتی ہے نہ اس کا بظہور کسی دوسری خودی کے وجود میں آسکتا ہے۔ اور بنو مومن تو بغض میں جہانِ نوبہ کو لے پھرتا ہے اس لئے اس کی ہستی سرور باقرآن ہے (یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں یہ قرآن بطلیات اور قصبات ۵۲۲) اور قرآن کی ہر آیت جہانِ نازہ کی نقاب کش ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن ہے جو یہ بنانا ہے کہ یہ کائنات ایک بجا جانِ ڈھیر کی طرح مکان مطلق میں پس پڑی جس میں زمانے کا کوئی عمل دخل نہیں (۱۱۸) اسلامی حالات اور زمانے کی بخوبی رعایت رکھتی ہے۔ تو پھر غیروں کی تقلید۔ رسل یا مسلمانوں کی ترقی تو نہ ہوئی۔ "غیر" کی ترقی ہوئی۔ جسے ترقی کہنا۔ ترقی کے معانی و مفہوم سے نااہل ہونے کا ثبوت ہے۔

زندہ رود

۵۶۲۔ زورق ما خاکیاں بے نا خداست
کس نذر اند عالم قرآن کجاست

افغانی

عالمے در سینہ ما گم ہمنوز
عالمے بے استیاز خون و رنگ
عالمے پاک از سلاطین و عبید
عالمے رعنا کہ فیض یک نظریہ (۱۱۹)
لازوال و وار و التیش نو بہ نو
باطن او از تغیر بے سخن
عالمے در انتظار قم ہمنوز
شام او روشن تر از صبح فرنگ
چون دل مومن گزانش ناپدید
تخم او انگند در جان عمر رقا (۱۲۰)
برگ و بار محکاتش (۱۲۱) نو بہ نو
ظاہر او انقلاب بر دے
اندر و نشت آن عالم بگمراہ
مہاریم از محکات او حنبر!

حواشی و تعلیقات:

۱۱۸۔ عالم قرآن: وہ ماشرہ جو قرآن کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ وہ میرلم کے اندر ہے۔ وہ ماشرہ خارج سے درآمد نہیں ہو سکتا نہ اس کے لئے کسی اور کا دست نگر ہونا پڑتا ہے

۵۲۰۔ اقبال ایک مظلوم۔ جو اکثر عندم حسین ذوالفقار ص ۱۹۳ الفضا

۵۲۱۔ اقبال کے حضور۔ سید نذیر نبازی ص ۸۳ اقبال و کامی پاکستان راجی ۱۹۷۱ء

اس قرآنی معاشرے کی صفات درج ذیل ہیں

۱۰ استیاذ رنگ و خون سے پاک ران نہ کوئی آقا نہ کوئی بندہ ناچیز

یعنی، حریت، اہوت اور حفظ بنی نوع انسان کا ضامن

۱۱ دل مومن کی طرح لامحدود، جزائمیائی حدود سے ماوراء یعنی آفاقی معاشرہ لازماً (۱۲) بالمن (بنیادی اصول و قواعد) غیر متبدل کین حرکات حالات و زمانہ سے مطابقت کی صلاحیت سے ملبوس۔ دورِ فاروقی میں اس کا عملی نمونہ اور مثالی شاہکار۔

۱۲ قرآن اس معاشرت کی تخلیق سے بانجھ ہوا ہے نہ بھیڑ مسلم اس صلاحیت سے محروم ہوا ہے۔ بس کسی مسمیٰ صفت کے "حرفِ قم" کا انتظار ہے۔

(۱۱۹) فیض یک نظر: سے مراد تشریفات مصطفیٰ کا اثر ہے۔ ایک تو حضور نے آپ کو اللہ سے خود مانگا اللہم آید الیہم من احد القمرون ۱۰۱ عشت کسی ایک عمر (ابو جہل اور عمر ابن الخطاب) سے اسلام کا نائید و لغت نہا۔ دوسرے آپ نے فرمایا۔ میرے بعد اگر کوئی نبی ہو تو عمر ہوئے مگر لاینبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ باقی حالات تعلیقاً آئندہ نمبر ۱۲۰ کے تحت۔

(۱۲۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ: دوسرے خلیفہ راشد، فاروق اعظم، عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مکہ منورہ میں ۵۸۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ شروع میں آپ اسلام کے شدید مخالف تھے لیکن قبول اسلام کے بعد آپ سے اسلام اور میں اسلام بڑی تقویت ملی۔ صدیق اکبر نے آپ کو خلیفہ المسلمین چنا گیا۔ آپ نے نظم و نسق مملکت کو درست کیا۔ آپ کا عدل، مثالی اور آپ کی علوم پروری کے نظیر قلمی مسطورہ ازسب فتوحات نے مملکت کو چاروں طرف پھیلا دیا آپ نے مملکت کو مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل مشرق کی جانب ۱۰۸۴ میل جنوب کی جانب ۸۸۳ میل مغرب کی جانب صرف جدہ تک حد حکومت تھی۔ اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، عراق، بحرم، ارضینہ، آذربائیجان، فارس، ایران، خراسان اور مکران جیسے لچو حصہ بلوچستان کا بھی آجاتا ہے شامل تھے۔

ایشیائے کوچک جس کو ریل عرب روم کہتے ہیں پر بھی ۲۰ھ میں حملہ ہوا۔ یہ سب فتوحات فاروق اعظم نے کہ عہد خلافت سے تعلق رکھتی ہیں جس کا کل عرصہ صرف دس کچھ زیادہ برس تھا ۲۲۔ حکم حرم الحرام ۲۲ھ جو کو ایک پارسی غلام ابو لؤلؤ فیروز نے آپ کو شہید کر دیا۔ علامہ اقبال عہدِ حاضر کے کسی عمر نے کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں۔ ملکیت اقبال اردو، فارسی میں کم از کم اٹھارہ بار علامہ نے فاروق اعظم کا حوالہ دیا ہے۔ جس سے ان کی فاروق اعظم سے عقیدت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے ۱۲۳ھ میں ۲۳ھ تک ہے۔

معجزہ بنگراے صاب نظر!
درہن باز آفریں روح عمرؑ ۷۲۳

ز افزگی صنم بیگمانہ تر شو
کہ پیمانش نمی ارزد بہ یک جو
نگاہے وام کن از چشم فاروقؑ
قدم بہ پای منہ در عالم نو ۷۲۴

جہانگیری بنجاک ماسرشتند
امامت در جبین ما نوشتند
درہن خولیش بنگران جہاںؑ
کہ خموش در دل فاروقؑ ۷۲۵

(۱۲۱) نکلات :

فہم متشابہ کی ضد ہے۔ فہم وہ ہے جو اپنے معنی و مفہوم پر دلالت کرنے میں واضح ہو اور اس میں کوئی خفاء و اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اور ظاہر بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ لفظ وہ ہے جس کو راجح اور متباد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو اس لئے لفظ کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے۔

متشابہ : وہ ہے جو اپنا معنی و مفہوم ظاہر کرنے میں واضح نہ ہو۔ فہم، مؤنث اور مشغل بہت متشابہات میں داخل ہیں اس لئے کہ جمل کے لئے تفصیل درکار ہوتی ہے۔ مؤنث تاویل کے بعد اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ مشغل اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح نہیں ہوتا بلکہ اس میں التباس و ابہام پایا جاتا ہے۔ نکلات پر بحث و تحقیق کی حاجت نہیں ہوتی اور متشابہات کے درجے پر مابنا دل کی کجی پر دلالت کرتا ہے ۷۲۴ علامہ نے عالم قرآن سے متعلق چار حکمت کا ذکر کیا ہے۔ (۱) خلافت آدم (۲) خلافت ابی (۳) الارض للہ (۴) خلافت خیر الخیر ہے۔

۷۲۳ طلیات اقبال فارسی ص ۸۴ [پس چہ باید گرد جہنم چند با ملت عربیہ]۔

۷۲۴ الفأ ص ۹۴۲ [اورمان جاز] ۷۲۵ الفأ ص ۹۴۲ - ۷۲۶ الفأ ص ۹۴۲
۷۲۶ علم القرآن : دارالصحی صالح اندر ترجمہ علامہ احمد ریزی ص ۴۱/۴۰ الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ اقتباسیوں نوع
معدہ مطلق الدین سیوطی اندر ترجمہ محمد حاتم العناری - ادارۃ اسلامیات لاہور جمعہ اول اگست ۱۹۸۲

محکمات عالم قرآنی

۱. خلافت آدم

ابن آدم سرے از اسرار عشق
اوز سام و حام و روم و ام نیست
در مدارش شمال و جنوب
از زمین و آسمان تقسیم او
نور و نار آن جہاں اعمال اوست
او مداد و او کتاب و او قلم
نے حدود اور انہ ملکات لغور
اعتدال او عیار مملکت
غرق اعصار و دوسر اندر و لش
آنجہ در عالم نگین آدم است
نیست رہ جبریل و خلوتش

۵۷۶۔ در دو عالم یکجا آثار عشق
ستر عشق از عالم ارحام نیست
کوئی بے شرق و غرب بے غروب
حرف اقی جاہل تقدیر او
مرگ و قبر و شہر و احوال اوست
او امام و او صلوات و او حرم
حرزہ خردہ غیب او گردد حضور
از وجودش اعتبار مملکت
من چہ گویم از یم ساحلش
آنجہ در آدم بگنج عالم است
آشکارا مہر و ساز جلوتش

برتر از گردوں مقام آدم است
اصل تہذیب احترام آدم است

خواستنی و تعلقات : (۱۲۲) محکمات : مدظہر تعلیقہ بر ۱۲۱ خلافت آدم : لہذا قدر شایانی ہے۔

شومز ۵۷۶۔ الخ اصل آدم : کائنات فطرت کا ہر عنصر عشق کے آثار سے ہے لیکن ابن آدم اسرار عشق میں سے ایک سر ہے۔ آدم ستر عشق نہ عالم ارحام سے ہے نہ اس کو عدم شام یا سام و حام سے نسبت ہے۔ یہ ایک ایسا ستارہ جس کا مدار شمال و جنوب نہیں رکھتا نہ وہ بے غروب و مشرق و مغرب لکھتا ہے۔ چھوڑا دی بات کہ وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن چنانچہ

للمسم بود و عدم جس کا نام ہے آدم

خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس نے

پیرزیر یوسف سلیم جستی نے اس موضوع پر شیخ ابن عربی کی مفہوم الحکم کی پہلی فصل فقہی آدمی کے حوالے سے خاصی تفصیل لکھی ہے۔ جس کی یہاں چنداں ضرورت نہ تھی۔ وہ دین و وطن کی کثمت تر دسہ پاؤں گذر گئے لیکن اقبال کو ابن عربی کا خوشہ چین ثابت کرتے کا موقع لکھتے سے جانے ہنر ہے۔

۵۷۷۔ محکمات اقبال اور ص ۱۹۵ (مربہ سلیم : آدم)۔

کلیتے ہیں اقبال نے یہ نکتہ کہ آدم خدا کا راز ہے یا سر ذات ہے شیخ ابراہیم کی تعلیمات سے لیا ہے۔ ۷۲۸
 عالم بر لوہان لوح سے ان کے تین ذر ذریچے یافت، سام، حام، یاوت کی اولاد یورپ میں ہے۔ سام
 کی عرب، فارس میں، سام کی افریقہ میں۔ محمود حام کی اولاد سے تھا (دائرہ معارف اقبال حسن اضر ملاحظہ)۔

(۱۳۳) حرف الی جاہل: ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۰۔ موت اقرار (عالم برزخ) اور حشر و نشر

انسان کے احوال ہیں اور اس جہاں کے "نور و نار" جنت، دوزخ خود احوال انسان
 ہیں۔ اہل دنیا بیاں جاتے ہیں اپنے انکار سے کھلاتے ہیں۔ ۷۲۹

دہی نام دہی صلوات وی حرم وہی مداد (سیاہی) دہی تلم اور کتاب، یعنی سب کا وجود ہی آدم
 کے وجود کی بدولت ہے۔ نہ یہی تو جان عالم ہے۔ اسن تقویم پر ابن آدم ہی تو فائز ہوا۔
 جس طرح یہ شرقی و غربی نہیں ایسے ہی اس کا ملک و وطن بھی جغرافیائی حدود سے ماورا ہے۔
 یہ خودی جس کا نام آدم ہے "بحرے نثار ہے" عالم اکر، اس عالم اصغر میں پرشیدہ
 ہے لیکن عالم اکر (کائنات) عالم آدم سے ہے خبر ہے۔ ظہور آدم ہی سے ہر وہ کا
 ظہور و البتہ ہے اور اس کی خلوت میں جبریل کا داخلہ بھی نہیں۔ مراج کی رات
 مقام سیدہ پر روح الہی بھی بھیجے ہو گئے۔ یا اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہو رہا
 لی تع اللہ وقت لا یسعی فیہ شیئ منہن او تلک تقریب: [ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۳۷]

منقر یہ کہ نام آدم گردوں سے بھی بلند تر ہے۔ جو نظام احترام آدم سے محروم ہو
 اسے تہذیب نہیں جاہلی معاشرت (جاہلیت) ہی کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہان قرآن
 سے باہر تہذیبیں خود کو کتنی ہی تہذیب سمجھیں یہ تہذیب جاہلیت سے بہتر نام نہیں دیا جاسکتا۔

۵۸۷۔ زندگی کے رزقہ دل جانی کہ چیست؟
 مردوزن والبسمہ یک دیگر اند
 زن نگہ وارندہ نثار حیات
 آتش مارا بجان خود زند
 در ضمیرش نمکات زندگی
 شعلہ کز و شرر اورست
 ارج ما از ارجمند بیائے او
 عشق یک ہیں در تماشائے دوئی صفت
 کائنات شوق را صورت گرا اند
 فطرت او لوح اسرار حیات
 جوہر او خاک را آدم کشند
 از تہ و تابش ثبات زندگی
 جان و تن بے سوز او بہت بہت
 ماہمہ از لغت شہد بیائے او
 حق ترا داد است اگر تاب نظر
 پاک شو قدسیت او را نگہ

حواشی و تعلیقات: شیریں ۸۸: اللہ نے آدم کو نفس واحد سے پیدا کیا اور "مرد و زن" بنائے۔ یوں بھی پرش
 زوہ زرج، جڑا جڑا پیدا کی گئی ہے۔ یہی زندگی کا تماشائے دوئی میں عشق یک ہیں مونا ہے۔
ناریحیات: ذوق تخلیق کے ذوق تخلیق آتش اندر بن - کائنات: وہ جو حرفِ سخن سے وجود
 میں آئی۔ وہی ممکن بھی ہے۔ اس جذبہ کو صورت بخشنے کی صلاحیت عورت میں ولایت کی گئی
 ہے۔ حل اور وضع حل کی جو صلاحیت اور تطفیف عورت کو ملی ہے وہی مکملاتِ حیات
 کی امین اور تب و تابِ حیات کو ثبات بخشی ہے۔ اسی کا سوز "اجنبہ فلیق" شعلہ کو
 شرر اور شرر کو شعلہ بنانا ہے۔ اسی کی عزت سے پہلکی عزت والبتہ ہے۔ اس لئے درد
 کی بالزلہ اسی کی تقدیر ہے۔ علامہ نے معزی بے خودی میں کہ "اجنبی زندگی" امور جہاں فزونی کی تعمیر
 کا گویا مینو فیسٹو ہے۔ امومت کے حفظ و احترام کو بقائے نوع انسان کی بنیادی شرط قرار دیا
 ہے۔ "در معنی این کہ بقائے نوع از امومت است و حفظ و احترام امومت و سلام است"

نغمہ خیز از زلفہ زن ساز مرد
 از امومت بختہ تر تعمیر ما
 از نیاز او دو بالا ناز مرد
 در خط سیمائے اولت دیر ما
 حرف امت نکتہ د دلرد پسے
 زبیر یائے اثبات آدم جہاں
 از امومت کشف اسرار حیات

ملت از تکرم ارحام است پس
 ورنہ کما بر زندگی خام است پس

۷۳۰

فاش گویم با تو اسرارِ حجاب
 از فروغِ او فروغِ انجمنِ ما
 سوز و سازِ خویش را گردِ رقیب
 تا نگیرد لوحِ او نقشِ و کمر
 ملتے جملے خوشن کس را نہ دید
 ملتے از خلوتش الیختند
 منکر از شانِ نجی نہ توانِ شدن

۵۹۲- اب زوینتِ عمر حاضرِ برزہ تاب
 ذوقِ تخلیق آتشے اندر بدن
 پرکہ بر وارد از آتشِ نصیب
 ہر زماں پر نقشِ خود بند و نظر
 مصطفیٰ اندر حرا خلوت گزید
 نقشِ مارا در دل او رنجیت شد
 می توانی منکر نیز دران شدن

گر چہ داری جان روشن چوں کلیم بہست افکارِ توبِ خلوتِ مستقیم
از کم آمیزیِ تخیلِ زندہ تر
زندہ تر جویندہ تر تا بندہ تر

حواشی تعلیقات ^{۹۹} شہزادہ دین کا شن، عصر حاضر کے پردگی نے لوٹ لیا ہے۔ لیکن،

ذوقِ تخلیق، ہون کی آگ ہے تپش ہے، جسے اس تپش کا مالک بنایا گیا ہے اسے اپنا نگران خود ہونا ہوتا ہے۔ نادر نقشب اول، نقش ثانی کی آمیزش سے محفوظ رہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں ملت کا نقش خلوتِ حرا میں ڈھالا لیا۔ اللہ کا انکار کرنے والا بھی مصطفیٰ آئی اس شان کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے بھی کہ اللہ کو بھی مصطفیٰ ہی کے ذریعے پہچانا۔ کلیم کی جان روشن ہے داری سینا کی تنہا شیوں میں کلیم اللہی کا مرتبہ پایا۔ خلوت کے بغیر فکرِ باہجہ رہی ہے اور کم آمیزی نرب دنیا کا نام ہیں جویندہ تر ہونا ہے، تخیل اسی سے بیدار کا زندگیا اور پائندگی پاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ احترامِ آدمی، کا تحفظِ اولیٰ۔ عصمت و عفتِ نسوا کی حفاظت و نگہبانی ہے، پردگی اس کی دشمن ہے اور عصر حاضر کے پردگی کا مشاق ہے۔ تحفظِ نسواں، مرد کی پاکبازی سے مشروط ہے۔ ”پاک شو“ اور قدسیتِ اور انگر

۴۰۔ علم و ہم شوق از مقاماتِ حیات
سلم از تحقیق لذت می برود
صاحبِ تحقیق را جلوتِ عزیز
چشمِ موسیٰ خواست ویدار وجود
نن توانی نکتہ دار و متیق
بر کجا ہے پرده آثارِ حیات
و ز گریب گامہ افاق را

پردہ می گیر و نصیب از واردات
عشق از تخلیق لذت می برود
صاحبِ تحقیق را خلوتِ عزیز
این ہمہ از لذتِ تحقیق بود
اندر کے گم شو دریں بحرِ عمیق
چشم زارش در ضمیر کائنات
ز حمت جلوت مدہ خلّاق را

حفظِ بر نقشِ آفرین از خلوت است
خاتم او را بچمین از خلوت است

حواشی و تعلیقات ^{۹۹} شہزادہ خلوت، تخلیقِ حیرتِ حفاظت کا نام ہے اور جلوتِ تحقیقی جذبہ کے فروغ کا سبب۔ حضرت موسیٰ نے رب اِیٰی کہا کہ اہمیانِ ملکِ تحقیقی جذبہ کا مطالبہ تھا لیکن

لَنْ تَرَانِي، تخلیقی مصلحت کی غفلت پسندی کا اظہار — یہ دقیق نکتے ہیں — عشق [فانجیتہ
 آن اُمُوت] تخلیق اور علم تحقیق کی قوت ہے — ابن آدم کے لئے دو کلمے اہم ہیں —
 مرد کے لئے تحقیق اور عورت کے لئے تخلیق — ایک کو جلوت زیبائے نور دوسرے کو خلوت
 شایان شان — رموزہ خوری میں علامہ نے خطاب بہ مختبراتِ اسلام کے تحت لکھا
 اب بنی نوع جمعیت قوی حافظہ سرمایہ ملت قوی ۴۳۱

۲۔ حکومتِ الہی (۱۳۲)

۴۰۸۔ بندہ حق بے نیاز از ہر مقام
 بندہ حق مرد آزاد است و بس
 رسم و راہ و دین آمینش ز حق
 عقل خود پس نائل از بہبود غیر
 وحی حق بقیقہ سود بیم
 عادل اندر صلح و ہم اندر مصاف
 غیر حق چون ناہی و آمر شود
 نے غلام اور نہ اکس غلام
 ملک و آئینش خدا داد است و بس
 زشت و قوی و تلخ و نوشینش ز حق
 سود خود پسند نہ بیند سود غیر
 درنگا پیش سود و بہبود ہم
 وصل و فطاش لا یتوانی لا یجش
 زور و بر نالتوان تا ہر شود

زیر گردوں آمری از قاہری ست
 آمری از ماسوا اللہ کا ذری ست

قاہر آمر کہ باشد چہ کار
 بحرہ شایں تیز خیم و زود گیر
 قاہر را شرع و دستور و پد
 حاصل آئین و دستور ملوک
 وہ خدایان فریب و دہقان خود
 از قوانین گرد خود بند و حصار
 صعوہ را در کارا گیر و مشیر
 بصیرت سربہ با کور و دہد

خواشی و تعلیمات : شوخیز ۴۰۸ : موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
 (۱۳۲) حکومتِ الہی کے لئے ملاحظہ فرمائیے نمبر ۱۲۵
 نے کوئی مفقور و ضامان نے لگائے رہ لیں ۴۳۲

سروری زیبامقلا اس ذات سمجھا کو ہے حکمران ہے اب وہی باقی بتائی آفری ۴۳۳

بندہ حق : مردیومن — تمام دہتہ کی قید سے آزاد، نہ کسی کا غلام نہ کوئی اس کا غلام۔ اس کا
 ملک خدا داد، اس کی مملکت کا آئین خدا داد، اس کے تمام آداب زندگی و مملکت داری من جانب اللہ
 خود غرضی اور ذاتی فائدہ کی بجائے دوسروں کا فائدہ دوسروں کے والے علم و دہی کا پاس دار۔ جنگ اور امن
 ہر موقع ہر کسی اور رعایت سے ماورا اور خوف سے بری۔ انسانی قوانین [Man made laws] کمزوری

۴۳۱ حکمت فارسی اقبال ص ۱۵۵ (رموزہ خوری: خطاب بہ مختبراتِ اسلام) ۴۳۲ حکمت اردو ص ۱۵۵ (اردمان جاز: ہمیں لکھو
 ۴۳۳ ایضاً ص ۱۶۱ {ماہِ در: خضرہ}۔

کو دبانے والا ہوتا ہے۔ والشمخ قاپروا امر اپنے گرد قوانین کا قلعہ تعمیر کر کے، ان میں ان ملائے والوں کو دنیا شیر بنانا ہے: ممولہ جو ایک دم ملائے والا ابلق حوسمی پرزہ ہے [فرنگ عامرہ] —
 آمریت کا سرچشمہ قوت ہوتی ہے اور آمریت کا فریج — اس لئے کہ **اَلَا كُنَّا الْخَلْقُ وَالْاٰمِرُ** ۴۳۴
 امر بھی اسی کا حق ہے جو خالق ہے۔ ذاتی خواہشات پر مبنی قانون سازی کفر ہے۔ **مَنْ كَفَرَ**
يَحْكَمْ بِمَا اَنْزَلَ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۴۳۵ اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے خلاف حکم نہ کرے
 سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں — ایسے خود پرست، انہوں کی قانون سازی، گویا بصیرت سے محروم سڑک لکھ
 ہائے والدہ بھی زندہ ہوں میں۔ یہ ہے شرع ملکیت جہیں کسان قتل کے طرح سوکھے ہوئے اور زمیندار
 اور جاگیردار موٹے تازے، یعنی مراعات یافتہ طبقات خوشحال اور عوام نامناسب تباہ حال۔

مردہ تر شد مردہ از صوفزنگ
 از امم بر تختہ خود چیدہ نبرد
 پرزیاں اندر کین یک دگر
 ماتناح و این ہمہ سوداگراں
 مادراں را بار ووش آید پسر
 می پرد نم را ز اندام سجدہ
 می کشد نازارہ را اندر وجود
 من بجز عبرت نگیرم از فرنگ

۶۲۰۔ وائے پر دستور جہور فرنگ
 ختہ بازاں چون سپہر سگرد گرد
 شالہاں این گنج و راسخ بر
 ناسن باید گفت سیر و سیراں
 دیدہ ہائے نم ز حب سیم وزر
 وائے بر قومے کہ از بیم شمر
 تانیا روز جنبہ از تارن سیرود
 گر چہ دارد شیوہ ہائے رنگ

اے بہ قلبش اسیر آزاد شو
 دامن قرآن بہ گیر آزاد شو

قواسم و تعلیمات: شور ۶۲۰: ختہ بازہ: مداری، مجازاً عبارت مکار [لغات کشوری] شروہ:
 شطرنج ویزہ کی شروت: (۱۲۵) دستور جہور فرنگ: — جہوریت دراصل ایک یونانی کلمہ ہے —

۱۔ جس کے معنی ہیں ریاست پر عوام مالتصرف — ابراہیم لٹمن نے اس کی بڑی عمدہ تعریف کی ہے۔ عوام کی
 حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لئے — جہوریت یونان کی شہری ریاستوں کا دستور تھا۔ ریتھنڈا
 جہوریت پر یونانی فلسفی افلاطون نے یہ اعتراض کیا کہ یہ مستحق و غیر مستحق تین مساوات کرتی ہے
 افلاطون جس جہوریت کا دکیل تھا وہ جہوریت ریاست کے اندر "برادری میں برابری" کے اصول کی علم بردار
 تھی۔ افلاطون جہوریت دراصل "اشرفی کیونترم" تھا۔ جس نے جہوریت کی روح کو نسخ کر دیا۔

آج دنیا بھر میں اختیار کی ایسی جگہ کے شکار معاشرے اور قومیں جمہوریت کو وہی الزام دینے میں پیش پیش ہیں جو افلاکوں نے رس پر گھٹائے اور ٹھٹھے یہ کہ وہی گورکھ جمہوریت کے رس ناقہ کو جمہوریت کا بانی کہہ کر رد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ جمہوریت کی ابتدا حضرت داؤد علیہ السلام کے انتخاب سے ہوئی جو طاقت کے انتخاب کے بعد ماحول تھا اور جس کی دلیل اہل مدینہ نے حضرت محمد صلی علیہ وسلم کو، عبد اللہ بن ابی بنی کے مقابلے میں منتخب کر کے لی۔ وہ اسلام ہے جس کی ریاستی آئین اور اجتماعی مشاورت کو رواج دیا اور اس طرح عالم و محکم کے ساتھ ساتھ ریاست کے اقتدار یعنی کے رخن تصور کو مٹایا۔ یورپ میں بھی کیسا کی خدائی سے انکار کے بعد جمہوریت ہی نے عالم و محکم کے تصور کو مٹایا۔ مگر ہوس اقتدار نے خوب و فوجی باورانی نظام سکھایا، اپنی نوآبادیوں میں جمہوریت کے نام پر چند باجیت گورنر کا غیر فزیر اپنی بادشاہت کو حدام بختیے کا گرسکھایا۔ یہی وہ جمہوریت تھی جسے علامہ دستور جمہور فرنگ کہہ کر ٹھٹھے بھیجتے ہیں اور اس جمہوریت کے پارلیان کو "سرمایہ داروں کا تیلہ" لکھتے ہیں۔ جہاں تک حقیقی جمہوریت کا تعلق علامہ اے اسلامی روح کی واپسی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی نہیں برطانیہ جیسی کچھ جمہوریت ہندوستان میں لارڈ تھاہ نے بھی وہ عام سمجھتے تھے جو مسلم حکمرانوں کے کرتے کا تھا مگر انہوں نے نہیں کیا، برطانیہ وہ کام کر کے ہندوستان کو مسلم ریاست بنا کر ہے اور یہ مسلمانوں پر اس کا احسان ہے۔ صاحب اخلاق جلالی جس مدینہ فاضلہ کے راہی ہیں وہ کسی صورت بھی غیر جمہوریت ریاست نہ تھی۔ شرط یہ تھی کہ وہاں ہر آدمی اور برابری ہو اور اللہ کا حکم رسول کی سنت کا رواج ہو۔ یعنی اجتماعی مشاورت، نہ کہ کسی فرد واحد کے طبی تاحصوں اور نفسی خود پشائی پر مبنی احکامات اور آرڈی ننس۔ دور مملکت کے فقہاء نے بھی ایسے ظالم کے معزول کر کے کو واجب قرار دیا ہے لاکھلافی و خوب فزیر لے من لا یستثنیٰ۔ [فتح القبر، علامہ شوکانی]۔

لیکن ہمارے دن کے سیاسی ماحول کا یہ حال ہے کہ ذاتی انفرادی کے تحت شخصی احکامات کے نافذین کے دست و بازو بن کر سنت رسول سے روگردانی کے ارتکاب پر فرزند کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ برطانوی ہند میں معمولی سیاسی مراعات کے عوض حکمرانوں کے دست و بازو بن جاتے تھے۔ لیکن شبہ نشاہیت اور جمہوریت کا جوڑ ممکن ہی نہ تھا۔ یہ مراعات کی سیرھی، برطانوی تولیت کو ہول دینے کا ایک بدلہ تو حق کن حربہ تھا۔ یعنی مسلم ممالک میں جہاں جمہوریت کا طرح ہو گیا ہے۔ وہاں انخوا کا ایسی کاروبار قدس ناموں سے جاری ہے۔ جمہور کے ورثہ الانبیاء [ملاؤ لوں کے علماء والناس] نے بطور ناٹھیں حق، آسمانی بادشاہت کو حکومت الہی نام دیا تھا۔ اس حکومت الہی میں، اللہ کا اختیار ناٹھیں حق کو منتقل ہو گیا تھا۔ اور دیگر انسان خدا کے طریقے اختیار کر دیتے گئے تھے۔ اس حکومت الہی میں جاوت نے ان کے ملک کا بیشتر حصہ قبضہ میں لے کر، حکومت دینی چھین لی تھیں اور بنی اسرائیل سے ہی بنواؤ کر رکھا جو مصر میں ذعون نے روا رکھا ہوا تھا۔ قوم نے وقت کے پیغمبر و دروشت کی کہ اللہ سے ان کے لیے 'تلاک مانگے'۔ ملاؤ لوں کی حکومت الہی کی حقیقت کھل کر سامنے آئی ہے جب نبی [سمیریل] کی زبان وحی زہان سے اللہ کے نامزد طاقت کا نام سنتے ہیں۔ چلے آئی یا یوں کہ اللہ ملک ملکنا و نحن احق بالملک منہ وکم یؤت سوتہ بن الال ۷۳۷ [طاوت] ہم پر کیسے حکمران ہو سکتا ہے، حق مالتی تو ہم ورثہ الانبیاء کو حاصل ہے اور نوسالی جیت بھی نہیں رکھا۔ گویا ملاؤ لوں کی حکومت الہی کی ریاست کو تین طبقات میں تقسیم کئے ہوئے تھی۔

- ۱۔ علماء والناس — جنہیں حق مالتی حاصل تھا۔ بحیثیت ناٹھیں حق، بوجہ ورثہ الانبیاء بنوئے۔ ان کے علاوہ نور و نور ٹھوٹھی تھا تھا
- ۲۔ رؤساء الناس — وہ اہل ثروت — جنہیں ورثہ الانبیاء [ملاؤ لوں] سیاسی اقتدار کی خاطر ہر الامداد و تعزیر سے نوازتے تھے
- ۳۔ عوام الناس — جنہیں ہر روز و روزہ بالا طبقات کی دست لستہ بند کرنا تھی۔ طاوت کا تعلق اسی طبقہ سے تھا۔ اس لیے محتاج ہوا

= Thoughts and Reflections of Syed P. S. S.A. Sheikh Mahmood Ashraf Lahore. 1964.

۷۳۷

۷۳۷ البقرہ ۷۲۷

یہ وہ نظام تھا جس کی بحالی کی تحریک (اس کے باوجود کہ طاقت دولت سکینہ والیں لانے میں کامیاب

ہوا) طاقت کے خلاف برپا ہوئی اور اسے "اللہ کی حکمرانی سے انکار" کا الزام دیا گیا۔ ۳۸

حالانکہ طاقت ہی اُس سلطنت کا بانی تھا جس کے حکمرانوں کو اللہ نے بنوت سے بھی سرفراز کیا۔

اور اللہ نے ان کی حکمرانی کو خلافت سے تعبیر کیا: **يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي اَرْضِنَا** ۳۹

حکومت الہی کے انعامیوں کا یہ حال تھا کہ طاقت کے انتخاب کو چیلنج کیا حالانکہ وہ بنی کی زبان وحی
ترجمان سے من جانب اللہ حرر ہوا تھا۔ **مَا لَكُمْ مِنْهُمْ اِنْ اِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مِثْلَكُمْ**

حضرت داؤد اور ہفت سلیمان کے بعد ایک بار پھر حکومت الہی کی بحالی کی تحریک چلی

اور فلسطین دو ریاستوں میں بٹ گیا۔ شمالی ریاست اسرائیل میں یہ حکومت الہی نافذ ہوئی جو

بالآخر آشوریوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہوئی۔ تاریخ کے لغویاتی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز

ہفت داؤد و سلیمان کی ریاست کا دستور بغیر کسی مذہبی حوالے کے نافذ تھا۔ جس کو شمالی ریاست بنی اسرائیل

کے اشرافی طرز کے رہنما اعلیٰوں نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ متقی و غیر متقی کے نام پر برادری میں برابری کا

اصل دیا۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا جانشین آخری حکمران یوسیا تھا جو ۲۔ تواریخ کے مطابق

۲ آخری بادشاہ تھا جو داؤد کی راہوں پر چلا۔ ۳۔ یسودا کا آخری رسول ہفت عیسیٰ علیہ السلام جیسا

کہ تاریخ سے ظاہر ہے۔ جھوٹوں (عوام الناس) کے لئے بنیادی حقوق مانگنے کی سزا میں صلیب کا حق دار

تھرایا گیا۔ نصرانیوں نے اعلیٰوں کے اشرافی نظام کو اپنایا جو دراصل شمالی ریاست بنی اسرائیل

لاویانہ حکومت الہی (بطور نمائندگی، ورثہ الانبیاء کے اختیار و اقتدار) کی طرف رجعت تھی۔ جس میں

طاقت سے ماقبل کی ثنویت (دین سیاست میں مداخلت) کے **وَلَمْ يُولَدْ نَسُوهُ مِنَ الْمَالِ**

کا عنصر غالب تھا ۴۲

وہ حکومت الہی جس میں امور مذہب پر علماء الناس کا قبضہ ہو اور سیاسی امور پر، علماء الناس کے اعتماد و تعلق

سے نرسا و الناس کا بعض ہوں فی الحقیقت دین و سیاست کی جدائی پر مبنی نظام مرنے لگا۔ طاقت کی عوامی حکومت میں

پہلی بار یہ تفریق مٹی۔ عوامی اختیار کا نفی پر مبنی حکومت الہی بزرگ نام، اللہ کا ذکر کرتی ہے وہاں اللہ ہی عوام کا طرح ہے

اختیار مرنے لگا جیسا کہ یہود کے احتجاج سے ظاہر ہے اللہ کی حکومت تھی لیکن اللہ کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ طاقت

کو حکمران نامزد کرے۔ **ذَٰلِكَ الَّذِي مَنَعُوهُ** (المائدہ: ۶۸) اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے جیسے کفر سے کلمات اُس

حکومت الہی کے مدعیوں کی زبان رلیکا رکھتے ہیں۔ ایسی حکومت الہی ہیں۔ اختیار حکمرانی۔ ایک ایسے نام کو

من جاتا ہے جو خدا اور رسول دونوں کا منصب بھال لیتا ہے بغیر کسی شرعی جواز سے۔ یوں حضرت فارغ مابین

سے امت و قوم میں جتنی ہے اور قوم مذہب بنیزار ہو کر خدا سے باغی ہو جاتی ہے۔ نصرانیوں میں انھوں نے خدا کے

آغاز سے سوہر میں خدا کے وسط تک شاد و کلیسا کے ٹکڑاؤں سے یہی کیفیت پیدا کر لی۔ چنانچہ اختیار و اقتدار سے

پردہ و مکرز محروم ہوئے اور اختیار و اقتدار عوام الناس کو منتقل ہو گیا۔ مگر آئین نے ریاست کے اقتدار اعلیٰ کا تصور بھی

شاد دیا۔ کلیسیا نے اپنے بزرگ (لاویوں) کی طرح اسے بھی خدا کی بادشاہت سے انکار قرار دیا حالانکہ وہاں پہلے خدا کی

بادشاہت تھی نہ اب۔ اس بادشاہت سے کسی نے انکار کیا تھا صرف اختیار کا مرکز ہوا گیا۔ اور

۳۸۔ سمیٹل ایسے آیت ۱۶۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱

قانون سازی کا حق، ایل کلیسا کی خواہشات نفسی کے اثرات سے نکل کر عوام الناس کی ضروریات کے زیر اثر آگیا تھا۔ یہ وہ دستور جمہوریت فرنگ ہے۔ علامہ اقبال جن پر گفت بھیج رہے ہیں۔ وگرنہ اقبال رائی نوید الہی ہے۔ اقبال داعی عشق رسول (کامل اتباع رسالت) ہے۔
۱۔ اقبال مساوات کا داعی ہے۔ اقبال قلموں کی خصوصیت کیمنی کے وجود کا بھی روادار ہیں۔ وہ قائد اعظمؒ کو خط لکھ کر یاد دلاتا ہے کہ مسلم لیگ کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ عوام کی طرف جانے کی ضرورت ہے ۱۹۳۷ء
یہ نکتہ انہوں نے اپنے ایک قطعہ میں واضح کیا۔

جمہوریت اب طرز حکومت ہے جس میں ہندوؤں کو گنا کرتے ہیں تو لہا نہیں کرتے ۱۹۳۷ء
مسلم لیگ جب "عوامی جماعت" بنی تو مسلمانوں کو محفوظ اور اسلام کو محفوظ بنانے کے لئے پاکستان عرصہ وجود میں آگیا۔ یہ عوامی گفتی تھی۔ خواہوں سبوں کا وزن نہ تھا۔ جس ہندوستان کو آزار اور پاکستان کو وجود دلایا۔ ہاں! پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے مملکتِ خداداد کے دستور میں ایک شق ترمیم طلب ہے۔
اور وہ یہ کہ کوئی قانون قرآن و سنت کی روشنی میں زیر بحث نہ لائے بغیر منظور نہ ہوگا۔ چاہے ساری کی ساری پارلیمنٹ اس قانون کے حق میں ہو۔ تاکہ غیر قانونی امور غلط ذمہ معنی نہ ہونے پائیں [مشورۂ مکران اقبال ۱۹۷۷ء] یہ جمہوریت دستور جمہوریت کے التزام سے بری اور بری حکومت الہی جمہوریت کے ہر ایک نکتہ

کین مطلقاً جمہوریت کے خلاف اس التزام کو چھپا کر ناجائز فکر اقبال کے ساتھ کسی صورت میں القاف نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جمہوریت کی مخالفت۔ آج صرف آمریت ہی کی تقویت کا باعث ہو سکتی ہے۔ ہوتی رہی ہے اور ہوگی اور علامہ آمریت کو عملاً حقیقی کافری قرار دے رہے ہیں۔ مٹائیت کی تو غیر موجود ہے کوئی نجات نہیں کہ خلافت علیؑ میں تواریثی پر آمادگی کو بھی کفر اور شرک کہنے والا تصور امامت بھی ایران میں کامیاب ہونے کے بعد منتخب جمہوری پارلیمنٹ کے قیام سے شیشائیت کے آثار مٹا سکا ہے۔
دستور جمہوریت فرنگ۔ فی زمانہ شیشائی کا نیا روپ ہے۔ جو عوام کو اختیار نہیں سونپتا عوام کو شریک اختیار کرتا ہے۔ کیا اب میں اختیار کا سرچشمہ وہی ہیں رہا جو شریک کرنے کی بات کرتا ہے۔ عوام کا اختیار تو شرک کیلئے نگران کا اختیار نہ صرف توہید رہے بلکہ عوام کو اس اختیار میں شریک کرنے کی بات کر کے بھی رہے توہید کا داعی جمہوریت کے بتوں۔ مزے سے چھوڑتی ہے ہر کلمی غنیمت کو گلشن میں مگر باد صبا کی پاک دامانی نہیں جاتی

۱۹۳۷ء اقبال کے خطوط جناح سے نام ص ۷۷۱ ترجمہ ترتیب احمد جالب عالم، رینورسل پریس لاہور ۱۹۷۷ء (مکتوب مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۷ء)
۱۹۳۷ء مکیات اقبال اردو ص ۷۱۱ (عرب کلمہ: جمہوریت پر استدلال)۔

محاضرتی نظام اسلام کی تفصیلات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ لوگ موجودہ زمانے کے اعتقادی اور
 سوانح کی وجہ سے عقائد مابعد الطبعی میں دل چسپی نہیں لیتے۔ بحیثیت مذہب کے اسلام کی کامیابی کا دار و مدار اس پر
 ہے کہ لوگ کے معاشرتی نظام کی افضلیت نہایت حال کے نظاموں پر ثابت کی جائے۔ یورپ اور اسلام کی رقابت
 ہمیشہ رہی ہے مگر سچی پہلے اس کا نتیجہ تھا۔ صوبہ صلیبیہ تھا۔ رب یورپ اور اسلام کی جنگ تلواروں
 کی نہیں بلکہ معاشرت کے نظاموں کی ہوگی۔ یعنی منطائیت، بالٹورم اور اسلام وغیرہ (Hindus)
 (میدانوں) پر چھوڑا رہا ہے۔ مسلمانوں میں تو اس وقت اس مطلب کے آدمی موجود نہیں کیا عجیب کہ
 یورپ کے فکر خود اس نظام کا انکشاف کریں۔ یہ درہمیت مشکل ہے کیونکہ مذہب اسلام ہر قوتوں کی سے
 ہی جوہیت اور یورپ غالب آئی یعنی اسلام کے اصل افکار جوہی اور جوہی افکار نے، علوم کی نگاہوں سے
 چھپا لیا۔ میرا رائے ناقص میں اسلام آج تک بدعقاب نہیں پڑا۔۔۔۔۔ جاوید نامہ کے متعدد مقامات پر
 اس مسئلہ کے مختلف پہلو آئے ہیں۔ اس کو شروع سے آخر تک پھر پڑھئے۔ آپ کی آگاہی کے لئے یہ بھی
 لکھ دیتا ہوں کہ قون نے تقسیم جائداد کے متعلق جو قاعدہ دیا ہے اس کا ملاحظہ (یہ ناقص رائے) میں
 نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ صرف جائداد منقولہ کے لئے ہے، مگر علماء کی رائے مختلف ہے اور مسلمانوں
 کی پریکٹس بھی اس بارے میں مختلف ہے۔ ۵۷

شعبہ ۴۳۲ تا شعبہ ۴۳۸ : وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْفُرُوسِ (الزُّبُر ۲۰، آل عمران: ۱۰۵) دنیائی
 زندگی اسباب سے دھوکہ کا۔ انسان کن گنت صلیوں تک اُس حالت میں رہے گا جسے
 عالم نباتات اور عالم حیوانات کہا جاتا ہے۔ اسی کی حالت تب بدلی جب اُس کے خالق نے اسے
 راستہ بتایا۔ زمین عالم حنہ ہے اور انسانی عالم، عالم بیدار۔ جس حالت سے نکل کر احسن تقویم پر
 نائز ہوئے اسی سے بھر لگایا۔ عقل مندی ہیں۔ "الدُّنْيَا مَتَاعٌ" کا مفہوم لی تاویل وثبوت کا
 نتائج نہیں نہ ماننے والے کا فہم ہے دنیا۔ مالدولت اور فیروز و زین کا نام ہیں یہ دنیا کی زندگی کی نسبت ہے اس کی
شعبہ ۴۳۹ : وَلَا تَنْفَسْ أَنْفُكَ مِنَ الدُّنْيَا [مقصود: ۷۷] دنیائے اہل حصہ لیسانہ بخو۔
 کہ دُھبانیہ یعنی اسلام (نہایت پرچہ) ترک دنیا اور دُھبانیہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔
 وَدُھبَانِيَّةٌ ابْتَدَوْهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (الزُّبُر ۲۰) اور انہوں (یہود و نصاریٰ) دُھبانیہ کو خود سے ایجاد
 کر لیا ہے اُن پر اس کو واجب نہ کیا تھا۔ تسخیر فطرت۔ تیشہ۔ فرد کے عشق بلا خیر
 کا معروف آلہ جسے ہمارا کھود کر نہیں ہمارا ہے پناہ قوت عشق کی علامت۔ لڑ خود۔ نور خور
 خودی۔ تسخیر فطرت کے بغیر تعمیری ممکن نہیں۔ ضبط نفس بذریعہ الحاکم الہی۔
 یہ ہے نفس کو اللہ ماننے سے انکار۔ طبعی تقاضوں کو خور شکمات نفس کی بجائے رہائے الہی
 کے مطابق پورا کرنا۔ کیا ایک عالم کو اپنے زندرگم کرنا نہیں۔ یہی فقر ہے۔ یہ فقر
 نہ نقص و عریانی ہے۔ نہ دُھبانی ہے۔ یہ تو سلطان علی بن ابی طالب اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
 نائب حق درجہ اول و ثانی است پر غور فرمادیں اور غرض افسانہ کہ نہ کر آب۔

۴- حکمت خیرکشیر است

گفت حکمت را خدا خیرکشیر ^(۱۲۷)
 علم حرف و صوت را شہیر وید
 علم را بر اوج افلاک است ^(۱۲۸)
 نسخہ او نسخہ تقنیر سکل
 و شہت را گوید جاب وید ^(۱۲۹)
 چشم او بر وراثت کائنات ^(۱۳۰)
 دل اگر بندد به حق پیوست
 علم را بے سوز دل خالق شہ است
 عالمی از غار او کور و کبود
 بحر و شہت و موسی و باغ و ریح
 سینہ افرونگ نار از و شہت
 سیر و اثر وید ایام را
 قوتش البیس را بار شہود
 کشتن البیس کار تفسیل است
 فروشتن آن باشد سالتش کنی
 از جلال بے جمال الامان ^(۱۳۱)
 علم بے عشق است از طاعتیان ^(۱۳۲)
 بے محبت علم و حکمت مروہ

بر کجا این خیر را بینی بگیر ^(۱۲۸)
 باکی گوید به ناگویر وید
 تا چشم نهر برکت زد بکے
 بسته نذر سیراد تقدیر سکل
 بحر را گوید سیراب وید
 تا به بیند محلات کائنات
 و ز حق بیکانہ گردد کافی است
 نور او تاریکی بحر و بر است
 فرو وینش برک ریز نیست بود
 از ہم طیارہ او داغ داغ
 لذت شبنون و یغلب از و است
 می برد سرمایہ اقوام را
 نور نار از صحبت نار شود
 زانکہ او گم از افاق دل است
 کشتہ شمشیر قرآنش کنی
 از فراق بے وصال الامان ^(۱۳۳)
 علم با عشق است از لایوتیان ^(۱۳۴)
 عقل تیر بربوف ناخوہ

کور را بیند از دیدار کن

بویہب را حیدر کزار کن

حواشی و تعلیقات: حکمت: الصفات، دانائی، علم، بردباری، فلسفہ، حق کے حوائج گفتگو، کام کی درستی - نیاں الصفات میں ہے "حکمت دانائی و درست کرداری، نام علمیت کہ درون بحث کردہ شود باطل و سبائے مہم دلت خارجیہ نہانکہ کہ بہست در نفس الامر بقدر طاقت بشری - - - بعض محققان چنین تفسیل کردہ اند کہ حکمت

دالسن چیزہ باشد چنانکہ ہست و قیام بخون بکار چنانکہ باید۔ پس حکمت منقسم می شود بہ دو قسم یکی علمی و دیگر عملی، حکمت علمی را، حکمت نظری نیز گویند۔ علم نظری سہ قسم است علم مابعد الطبیعت، علم ریاضی، علم طبیعی، اب۔ علم عملی نیز سہ قسم است، تہذیب الاخلاق، تہذیب منازل، سیاست مدن ^{۵۸۱} ۵۸۱۔
مسئلہ ہر چہ معلوم مراد لیتے ہیں۔ لفظ حکمت قرآن مجید میں کم از کم تین بار (اور کلام اللہ میں ایک بار آیا ہے)۔

حکمت خیر کثیر است: وَمَنْ يُّؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۚ لَا يُمْسِكُهُ غَيْرٌ إِلَّا رِجْلًا۔

الحِکْمَةُ صَالَةُ الْمُؤْمِنِ فَمِنْ حَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ آخِذٌ بِهَا (براعلم) دانا (حکمت) مومن کا کم شدہ ہے جہاں ہیں آ

بائے وہ اسے حاصل کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔
الْحِکْمَةُ صَالَةُ الْحَكِيمِ فَمِنْ حَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ آخِذٌ بِهَا (مسکوٰۃ المصابیح، نیز جامع صغیر ۲ ص ۹۷)۔

دانا کی بات دانا کا کم شدہ سرمایہ ہے جہاں ہیں وہ پائے اسے حاصل کرنے کا حقیقی (بہ زیادہ) حقدار وہی ہے۔

اور مومن بہ بڑھ کر دانا و حکیم اور کون ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اللہ کے نور علم سے دیکھتا ہے۔
(۱۲۸) **خیر:** وہ شے جو ہر کسی کو ہر حال میں مرغوب ہو۔ آئے یُکُونُ مَرْغُوبًا بِكُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ كُلِّ أَهْلٍ: صاحب شرع مجدد

نے اس پر شرع و لبط سے کام لیا ہے۔ اور لکھا ہے ”اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ اسی بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ حکمت (حکیم) کا طے اس صفت کو بھی اللہ نے اپنی ذات سے منسوب فرمایا ہے۔ جسے بہ تفرع پسند آئی اس طرح مسئلہ نے ”مما کائنات فطرت“ کا ہر شے کو کام میں لانے (الفن و افاق ہر طرف) اور اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے مستفید ہونے تک ”حکمت“ کو پھیلایا ہے۔ وہ علم ہر شے کا تقدیر بناتا ہے۔ سنکھیا کی تقدیر جو حکمت سے مراد ہے۔ لیکن اسے اسی کام میں لانے کا راہ۔ علم سنکھیات: علم ہی سنکھیا کا تذکرہ و تریاق سنکھیات ہے جو سنکھیا کی تقدیر پر غالب آتا ہے۔ لیکن یہ ”علم“ جہاں خیر کثیر وہاں ”بے خدا“ ہونے کی صورت میں شریعہ عظیم بھی ہوتا ہے کہ علم را برق زنی مارے شود۔ افزنگ کی قوت تحقیق اسی حکمت و علم کا اثر ہے لیکن اُن کی صلاحیت تہذیب بھی اُسی کا پھل ہے۔ یہ بہار اپت جھڑپ ہے۔ ایسے علم کی قوت، ابلیس کی رفیق ہے۔ اسے مسلمان بنانا ضروری ہے۔ ابلیس کو قتل کرنا مشکل ہے (جیسا کہ نثری معنی و ہم ہے۔ اس کے صبیحہ نثری ہے) اسی طرح ابلیس کو مسلمان بنانا آسان ہے۔ اور وہ شریعہ قرآن ہے۔ ممکن ہے۔ قرآن (حکمت کا پیغام) ہے۔ پیغام محبت عام کرو۔ وہ علم جو بولہ لب تھا اب حیدر تر اور جہاں کا

^{۵۸۸} غیبات اللغات (فارسی) و دلائل اثبات الدین (برجائے منتخب اللغات، داغ دیابت)۔ ص ۲۵۷ تحت لفظ حکمت۔

^{۵۸۹} البقرہ: ۱۲۹، ۱۵۱، ۲۳۱، ۲۵۱، ۲۶۹، آل عمران: ۴۸، ۸۱، ۱۶۴، النساء: ۵۴، ۱۱۳

البقرہ: ۱۱۰، النحل: ۱۲۵، بنی اسرائیل: ۳۹، لقمان: ۱۲، الاحزاب: ۳۴، ص: ۲۰

الزحرف: ۴۳، النور: ۵، الجمع: ۲

۱۔ کلیات اقبال اردو ص ۶۶ [مربہ حکیم: ملاحظہ فرمائیے]۔ ص ۶۴ [تأبیر: خضر (دنیائے ہستی)] ص ۲۸۹ [الغیا: طرفین]۔

۲۔ کلیات اقبال فارسی ص ۸۱ [پہرہ بیدار: حکمت رفیق] ص ۸۷ [الغیا] ص ۸۱ [الغیا]۔ ص ۶۶ [جادو بنام: آوازِ ملک (دہلی)]

ص ۸۸ [پہرہ بیدار: شوقِ سحر: خطاب بہ پادشاہِ ہند (ملفوظاتِ پادشاہ)۔ ص ۹۱ [پہرہ بیدار: حق]۔

ص ۹۱ [زورِ بزم: ۳۳] ص ۳۵۸ [بیاض شرق: نقشِ رخت] ص ۶۲ [زورِ بزم: ۱۳]۔ ص ۸۰ [پہرہ بیدار: رخت]

ص ۳۰ [بیاض شرق: ذوق] ص ۸۳ [پہرہ بیدار: حرفِ جزا بہت درسی]۔ ص ۸۴ [الغیا] ص ۱۱ [مربہ بزم: ۱۱]

ص ۸۲ [پہرہ بیدار: دورِ راز و نیاز] ص ۶۱ [جادو بنام: طابین (بج)۔ ص ۶۲ [بیاض حکمت: فرشتہ است: آئینہ حکمت]۔

۳۔ شرح جادو بنام ہستی ص ۴۱

۴۹۰ البقرہ: ۲۶۹

(۱۳۳) **ابولہب** : (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، نام عبدالغنی تھا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کے باعث ابولہب مشہور ہوا۔ شرع لہاب بن ولانایوسف بن مالک نے لکھا ہے کہ دیکھا ہوا اس شرع رنگ تھا اس لئے کہ کینت ابولہب ٹھہری ۵۵۷۷ اللہ تعالیٰ ابولہب کی مروت میں بقاعہ سورہ نازل فرمائی تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۵۷۷۸ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو۔ استفوا اللہ معاذ اللہ۔ عدم ابولہبی سے مراد خلاف سنت رسول اور عداوت دین لیتے ہیں۔

(۱۳۴) **حیدر کرار** : حیدر بمعنی شیر۔ آپ کو اسد اللہ کا لقب بہادر کے باعث ملا۔ ظلمت راشدہ میں آپ کا بجز جو تھا ہے۔ حضور خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت خاتم الخلفاء ہیں ۵۷۷۹ میں مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے اور ۵۷۸۰ میں ایک برکت عبد الرحمن ابن بلعم فارسی کے کھنوں شہید ہوئے۔ آپ کے علم و لغوی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا اَوْضَاءُ عَلَمٍ : تم میں بہترین فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔ پنج السلاطین، آپ کی خطابت، بلاغت اور فصاحت کا نمونہ ہے آپ سے ایک دیوان شعر بھی منسوب ہے۔ آپ نے فرمایا

فِي الْجَمَالِ بِالتَّوَابِ تَزِينُهَا
آتِ الْجَمَالَ جَمَالَ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ
لَيْسَ الْيَتِيمُ الَّذِي قَدِمَاتِ وَلَدَهُ
أَبِ الْيَتِيمِ يَتِيمُ الْفَقِيرِ وَالْحَسْبُ ۵۷۸۱

زندہ رود

۶۶۶۔ محکماتش و انہودی از کتاب
پروہ را از چہرہ بمکاید چہرا
۶۶۸۔ پیش ما یک عالم فرسودہ الیت
رفت سوز سینہ تاتار و کرد (۱۳۶)

ہست آن عالم ہنوز اندر حجاب
از ضمیر ما بروں ناپید چہرا
ملت اندر خاب او آسودہ الیت
یا مسلمان مردو یا قرآن بمرزو

خواشی و تعلیقات : شعر نمبر ۶۶۸ :

عالم فرسودہ : شاید ملوکانہ دور کے فقہی اختلافات اور جامع فقہی احکام کی طرف اشارہ ہے۔ ملت ان کے دفاع پر میٹ کر رہی ہے لیکن اجتماعی زندگی میں ان کے نفاذ کی کوئی صورت ہی نہیں رہی۔ یہی اس خاک میں آسودہ ہو جائے "ماہی قریب میں" نفاذ شریعت بل "کے تحت فہم جو کچھ ہوا علامہ کے خیال کے تائید کے لئے کافی ہے۔ نہ صرف یہ کہ نفاذ شریعت ایک خراب ہو بلکہ ایک خون آلود سلسلہ بھی فقہی اختلافی بنیادوں پر چل نکلا۔ اس نامردی کی اصل وجہ علماء الناس کا مذہبی اختیار و اقتدار پر سرمایہ داروں (جائیدادوں، صنعت کاروں اور سفید درختوں والوں) کا سیاسی اختیار و اقتدار پر حق مالک جتنا ہے۔ حلقہ کسی بھی طور پارلیمنٹ کو بے اختیار بنانا چاہتے ہیں اور پارلیمنٹ اپنی بے اختیاری پر دستخط کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتی۔ علامہ اس "عالم فرسودہ" اور اس "جہیز فرنگ" کے دستور سے بیک وقت نجات اس میں دیکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ کو اجتہاد کا حق دیں اور کسی بلا کسی کے خیال کو جھٹک کر پارلیمنٹ کی رہنمائی کریں۔ تاکہ غیر قانونی اور غلط کو کم مٹی بنانے

جمہوری فکر کو مسلمان کیا جاسکے۔ فرنگی دستور جمہوری، کی یہی ایک روش غیر اسلامی ہے۔ ورنہ اسلام اقبال کے نزدیک "جمہوری طرز حکومت و اسلام کی روح کے عین مطابق ہے۔" ثانیاً اگر ان قوتوں کا لحاظ رکھ لیا جائے جو اس وقت عالم اسلام میں کام کر رہی ہیں (یعنی خاندانی نسلی ملی نفوذ کی بجائے سیاسی جماعتوں کا رواج) تو یہ طرز حکومت اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔ "۔ ۷۹

(۱۳۵) **تاتار :** دریائے جیخون کے اس پار جو ممالک ہیں ان کے رہنے والے تاتاری اور تورانی کہلاتے ہیں وسط ایشیائی ان اقوام نے بہ مرور زمان یا بہ اختلاف وطن مختلف نام اختیار کئے، فردوسی انہیں تورانی کے نام سے پہچانتا ہے۔ سفید پشیں بھی یہی لوگ ہیں، یا جوج ماجوج بھی انہیں کے القاب یا نام ہیں۔ ان نیم وحشی قبیلوں اور ملتی جلتی نسلوں کی نظریں ہمیشہ ایران کے زرخیز میدانوں پر لپائی ہوئی ہوتی تھیں۔ چین کے دولت مند شہروں کو بھی یہی لوگ ٹوٹنے کی تاک میں رہتے تھے۔ ان لوگوں کے حملوں سے بچنے کے لئے ہمسایہ قوموں نے سختی و غیرت کی تھیں۔ سید نوشیروانی، سد ذوالقرنین، دیوار چین یہ سب ان کی دست برد سے بچنے کے ذرائع ہیں۔ ان اقوام و قبائل کی سینکڑوں شاخیں ہیں۔ ترکمان چغتائی، ترکمان غزنوی، سلجوق، منگول اور قراختائی البتہ بہت مشہور ہیں ۷۸

۷۱۸ ع میں خوارزم پر چنگیز خان کے قبضہ کے بعد منگول (تاتاریوں) کا اقتدار مسلم ممالک پر بھی قائم ہو گیا۔ چنگیز خان کی پوربش کا وجہ دنیا کی تاریخ کا رخ بدل گیا۔ مغرب اور مشرق میں تجارتی اور سفارتی روابط قائم ہوئے۔ چینی فن کاروں اور صنعت کاروں کا اثر ہر ملک میں کم و بیش ظاہر ہوا۔ مسلمان روس سے لے کر چین کے دور رفتہ دور علاقوں تک پھیل گئے اور آخر منگولوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے عالم اسلامی کو ایک ایسی مضبوط مرکزی حکومت حاصل ہوئی جسے "بغداد" کو "باغداد" بنا کر چھوڑا۔ منگولوں کی اسے دودھان کا ایک فوتمیر تھا جس کے اختلاف نے ہندوستان میں ایک تمدن کی بنیاد رکھی یہ تمدن وسط ایشیائی عداوت، ہندوستانی رنگ، ایرانی حال، مختلف کہ مختلف تمدنوں کے مال میل سے ہندوستان کا مغربی تمدن ایک بے نظیر ادارہ بن گیا ۷۸

(۱۳۶) **کرد :** یہ خانہ بدوش مسلمان قبیلہ ہے۔ یہ ہندو ایران علاقہ اور ترکی میں آباد ہیں۔ مختلف حکومتوں کے ساتھ ان کی چپقلش جاری رہتی ہے کیونکہ وہ آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں ۷۸

۷۸۱ ع یہی پیغام آزادی دیا تھا۔ کرد، ترکی، ایران اور عراق میں وسیع رقبہ میں آباد ہیں طبع دراز سے پرورے کرد، کردوں کا، کا خواب دیکھتے آئے ہیں اور ایران، ترکی، عراق کے خلفاء و فاتحین اور کشت و خون میں معروف رہے ہیں ۷۸

۷۹۹ ع ایفا ۲۵۳ ع ۷۸۱ ع ایفا ۱۱۴ ع ۱۱۶ ع ۷۸۲ ع ۷۸۳ ع ۷۸۴ ع ۷۸۵ ع ۷۸۶ ع ۷۸۷ ع ۷۸۸ ع ۷۸۹ ع ۷۹۰ ع ۷۹۱ ع ۷۹۲ ع ۷۹۳ ع ۷۹۴ ع ۷۹۵ ع ۷۹۶ ع ۷۹۷ ع ۷۹۸ ع ۷۹۹ ع ۸۰۰ ع ۸۰۱ ع ۸۰۲ ع ۸۰۳ ع ۸۰۴ ع ۸۰۵ ع ۸۰۶ ع ۸۰۷ ع ۸۰۸ ع ۸۰۹ ع ۸۱۰ ع ۸۱۱ ع ۸۱۲ ع ۸۱۳ ع ۸۱۴ ع ۸۱۵ ع ۸۱۶ ع ۸۱۷ ع ۸۱۸ ع ۸۱۹ ع ۸۲۰ ع ۸۲۱ ع ۸۲۲ ع ۸۲۳ ع ۸۲۴ ع ۸۲۵ ع ۸۲۶ ع ۸۲۷ ع ۸۲۸ ع ۸۲۹ ع ۸۳۰ ع ۸۳۱ ع ۸۳۲ ع ۸۳۳ ع ۸۳۴ ع ۸۳۵ ع ۸۳۶ ع ۸۳۷ ع ۸۳۸ ع ۸۳۹ ع ۸۴۰ ع ۸۴۱ ع ۸۴۲ ع ۸۴۳ ع ۸۴۴ ع ۸۴۵ ع ۸۴۶ ع ۸۴۷ ع ۸۴۸ ع ۸۴۹ ع ۸۵۰ ع ۸۵۱ ع ۸۵۲ ع ۸۵۳ ع ۸۵۴ ع ۸۵۵ ع ۸۵۶ ع ۸۵۷ ع ۸۵۸ ع ۸۵۹ ع ۸۶۰ ع ۸۶۱ ع ۸۶۲ ع ۸۶۳ ع ۸۶۴ ع ۸۶۵ ع ۸۶۶ ع ۸۶۷ ع ۸۶۸ ع ۸۶۹ ع ۸۷۰ ع ۸۷۱ ع ۸۷۲ ع ۸۷۳ ع ۸۷۴ ع ۸۷۵ ع ۸۷۶ ع ۸۷۷ ع ۸۷۸ ع ۸۷۹ ع ۸۸۰ ع ۸۸۱ ع ۸۸۲ ع ۸۸۳ ع ۸۸۴ ع ۸۸۵ ع ۸۸۶ ع ۸۸۷ ع ۸۸۸ ع ۸۸۹ ع ۸۹۰ ع ۸۹۱ ع ۸۹۲ ع ۸۹۳ ع ۸۹۴ ع ۸۹۵ ع ۸۹۶ ع ۸۹۷ ع ۸۹۸ ع ۸۹۹ ع ۹۰۰ ع ۹۰۱ ع ۹۰۲ ع ۹۰۳ ع ۹۰۴ ع ۹۰۵ ع ۹۰۶ ع ۹۰۷ ع ۹۰۸ ع ۹۰۹ ع ۹۱۰ ع ۹۱۱ ع ۹۱۲ ع ۹۱۳ ع ۹۱۴ ع ۹۱۵ ع ۹۱۶ ع ۹۱۷ ع ۹۱۸ ع ۹۱۹ ع ۹۲۰ ع ۹۲۱ ع ۹۲۲ ع ۹۲۳ ع ۹۲۴ ع ۹۲۵ ع ۹۲۶ ع ۹۲۷ ع ۹۲۸ ع ۹۲۹ ع ۹۳۰ ع ۹۳۱ ع ۹۳۲ ع ۹۳۳ ع ۹۳۴ ع ۹۳۵ ع ۹۳۶ ع ۹۳۷ ع ۹۳۸ ع ۹۳۹ ع ۹۴۰ ع ۹۴۱ ع ۹۴۲ ع ۹۴۳ ع ۹۴۴ ع ۹۴۵ ع ۹۴۶ ع ۹۴۷ ع ۹۴۸ ع ۹۴۹ ع ۹۵۰ ع ۹۵۱ ع ۹۵۲ ع ۹۵۳ ع ۹۵۴ ع ۹۵۵ ع ۹۵۶ ع ۹۵۷ ع ۹۵۸ ع ۹۵۹ ع ۹۶۰ ع ۹۶۱ ع ۹۶۲ ع ۹۶۳ ع ۹۶۴ ع ۹۶۵ ع ۹۶۶ ع ۹۶۷ ع ۹۶۸ ع ۹۶۹ ع ۹۷۰ ع ۹۷۱ ع ۹۷۲ ع ۹۷۳ ع ۹۷۴ ع ۹۷۵ ع ۹۷۶ ع ۹۷۷ ع ۹۷۸ ع ۹۷۹ ع ۹۸۰ ع ۹۸۱ ع ۹۸۲ ع ۹۸۳ ع ۹۸۴ ع ۹۸۵ ع ۹۸۶ ع ۹۸۷ ع ۹۸۸ ع ۹۸۹ ع ۹۹۰ ع ۹۹۱ ع ۹۹۲ ع ۹۹۳ ع ۹۹۴ ع ۹۹۵ ع ۹۹۶ ع ۹۹۷ ع ۹۹۸ ع ۹۹۹ ع ۱۰۰۰ ع

میں کردوں اور عوامی حکومت میں مناسبت ہوگی اور کردوں کے بعض مطالبات منظور کر لئے گئے۔ دہرائی
 عوامی کے درمیان شہر الوبیک مسند پر مناسبت (۱۹۷۳ء) کے بعد عوامی کردوں کی رہنمائی میں عزالت بھی ختم ہو گئی۔ ۷۸۳
 کردوں کی درمیان کوہیں بھی ہے، دلچسپ بھی، حیرت انگیز بھی ہے اور الم فاک بھی۔ زمانے نے انہیں آرام سے بیٹھنے نہیں دیا۔

سعید سلیم پاشا (۱۳۷۰)

۷۷۶ - دین حق از کافری رسوا تر است
 سقیم ما در نگاه ما یم است
 از شکر غنیان آن قرآن فروش
 ز انسویں گردوں دیش بر گانه
 بے نصیب از حکمت دین نبی ۲
 کم نگاه و کور ذوق و ہرزہ گرد
 ملکیت و ملا و اسرار کتاب
 ز انکہ ملا مومن کافر گراست
 از نگاه او یم ما شقیم است
 دیدہ ام روح الایں را در خروش
 نژاد او ام اکتاب افسانہ
 آسمانش تیرہ ازب کو کبھی
 ملت از قال و قولش فرد فرد
 کور مادر زاد و نور آفتاب

دین کافر فکر و تدبیر جہاد
 دین ملا فی سبیل اللہ مناد

مرد حق جان جہان چار سوے ۶
 اے ز افکار تو مومن را حیات
 حفظ قرآن عظیم آئین لشت
 تو کبھی چند باشی سزنگوں
 سر گذشت ملت میضا بگوے
 آن بخلوت فرتہ را از من بگوے
 از نفسہائے تو ملت را ثبات
 حرف حق را فاش گفتن دین لشت
 دست خویش از آستین آور برون
 باغزال از وسعت صحرا بگوے

۷۸۲ - فطرت تو مستبذ از مصلحتی است

باز گو آخر مقام ما کیاست

۷۸۴ - مرد حق از کس نگر و نگر نو
 ۷۸۵ - ہرزماں اندر تنش جہان و گھر
 ۷۸۶ - راز دا یا مرد مومن باز نو
 ۷۸۷ - جہز حرم منرا از ارد کارواں
 مرد حق از حق پذیر و ننگ و بو
 ہرزماں اورا چو حق شان و گھر
 شرح رمز کل شیوم باز نو
 غیر حق در دل ندارد کارواں

۶۸۸ - من نمی گویم کہ ارشش دیگر است
کارواں دیگر نگاہش دیگر است

سید علیہ السلام

حاشی و تعلیقات: (۱۳۰) مدقہ بنو لیسہ بر ۹۴ - خلا: ابراہام، فاضل بزرگ، مافذ از علو، علم ہے پیر، چنی مدی

اور پانچویں صدی ہجری میں قرآن، حدیث، فقہ، عقائد، منطق، فلسفہ، کلام، ادب، حسانی و عبادی امور الکیات و غیر
جملہ علوم میں یکساں طور پر غیر معمولی قابلیت کے حامل افراد کو مثلاً کیا جاتا تھا۔ مثلاً صلاح الدین خدائی، مثلاً
سعد الدین تغلق زانی، مثلاً حبیب اللہ بباری (سندرتان) مثلاً عبدالحکیم سیالکوٹی۔ مثلاً حبیب الدین گجراتی اور مثلاً
عندیم تپتی بباری وغیرہم ایسے نام ہیں جو ہمیشہ ارفع علم پر سرورے جانے کی طرح روشن رہیں گے۔ یہ لوگ
کلی سچا ہے بہ نیاز علمی کاموں میں غور ہے۔ لیکن دھارمویں صدی سے علماء کلی سیاست میں محدود خیل ہو گئے۔ آزادی
کی تحریکوں میں علماء کی قربانیوں کی رہی ایک تاریخ ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ لیکن غیر کلی نظریات اور
سیاسی دعوے، بیچ سے ناواقف، یہ سید سے سادے مسلمان، نادارستہ اور غیر شعوری طور پر انگریزوں کی
کے جذبہ کے زیر اثر ایسی تحریکوں سے وابستہ ہو گئے جن کے ظاہر و باطن میں بعد از کتب تین تھا۔ ہندو، چاہے وزیر
کا، صدیقی دل سے دشمن ہو، مسلمان کا دوست پھر گزر نہ تھا نہ ہو سکتا تھا۔ خصوصاً نیر و بریٹ کے
بعد تو کسی بھی مسلم رہنما کا آل انڈیا کانگریس کا ساتھ دینا کسی بھی طور صواب قرار دیا نہ گیا۔ کچھ نے کا ستحقاق نہیں رکھا تھا۔
شخصی شکست جیسی مسلم کش تحریکوں کے پوتے ہندو کے خیر کی توقع بدل علم کی روشن غمیری سے لگا نہیں
کھاتا تھا۔ علاوہ ازیں — تاویل — کا وہ طوفان ہے جس نے عقل و دانش کو روشن کرنے کی بجائے
امت کو فرقوں میں بانٹ کر اور فرقہ واریت کو "توقظ دین" سمجھ کر امت کو رڑانے میں مصروف
رکھا۔ یہی دن کی کفری ہے جس کا روحنا علاوہ نے رویا ہے۔ کفر، فکر و تدبیر و مجاہد میں
مصرف ہے لیکن مثلاً۔ فی سبیل اللہ ضاد، جیسا کہ اوپر بتا گیا "فرقہ واریت" کو توقظ دین سمجھ رفتوں
کو چوہا دینے میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے یہ مثلاً — کوئی ایک شخص یا طبقہ نہیں بلکہ ذہنیت کا
نام ہے۔ علامت ہے — ادھر مردان حق: حقیقی علماء، اور صوفیاء کرم، ماحول سے بیزار لگتے تھلگ
خلوت کش ہیں — علامہ — ان علماء حق اور صوفیائے عظام کو۔ بحوالہ سید علیہ السلام پانا یہ پیام دینا چاہا
کہ ظالموں اور نراویں نشینی ترک کر کے "اسلمی" اختیار کریں شیخ ۶۸۳ نور مصطفیٰ سے مستنیر فطرت ہیں تو
ہمیں اپنے مقام سے آگاہ کریں۔ مرد حق کسی غیر سے رنگ و بو: شناخت، انفرادی و اجتماعی شخص
حاصل نہیں رہا بلکہ حق سے یہ شخص پائے رنگ و بو صبغة اللہ ومن آتئی بن الذب صبغة (۸۵) ان رنگ
سے لایا گیا ہے۔ یہ علامہ کے فلسفہ فوری کا بنیادی عنصر ہے کہ "مذہب کی دوسری فوری میں مدغم ہو سکتی ہے نہ
اس کا ظہور کسی دوسری فوری کے طور پر ہوگا ۸۶۔ مرد مومن کا اپنا شخص ہے — وہ حق کی طرح
ایک نئی شان سے ظہور کرتا ہے کمال یوم ہو فی شان ۸۷۔ مرد مومن کو اس رنر سے آشنا کرنے کا۔

۸۴ شریعہ جواد نامہ جیستی ۱۷۵۰ ایفا ۸۵ لغت عربی کردار میں اللہ کی برکات (طبقات تبار اردو قرآن) ۸۶ حضور تبار ۸۷ ایفا ۸۸ الرحمن: ۹
گھر ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی ۸۹ لغت عربی کردار میں اللہ کی برکات (طبقات تبار اردو قرآن) ۹۰

ضرورت ہے۔

مسلمہ نے واضح کیا کہ مسلمان (کارورن) حرم کے علاوہ کسی اور منزل کا سوچ بھی نہیں
سکتے۔ نہ غیر حق (باطل) کہہ دل میں بیٹھا سکتے ہیں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ان کی راہ فتنان
ہے۔ ہاں! — وہ جس کارواں (آل انڈیا نیشنل کانگریس) کا حصہ ہیں وہ فتنہ ہے۔ اسی کی
نگاہ (راہنما) اور ہیں۔

ملاقات حواسنی :

(۱۳۸) کلیدی: — علامہ کے ہاں طبی، مستضعفین مصر کی نجات کا استعارہ ہے وہ مستضعفین
جو کنگن کے آگر مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی وزارت کے زمانے میں آباد ہوئے۔ وقت نے انہیں
غیر مصری بنائے۔ فراعندہ کی ہڈی "مصری قبیلوں کی غلامی میں دے دیا تھا۔ حضرت موسیٰ انہیں کو لے کر
مصر سے نکلے تھے اور بالآخر رابیت فلسطین کا قیام عمل میں آیا۔ قرأت میں ساؤل یعنی غیر قوی اقبال ہوا۔
شہر اسرار خودی (۱۹۱۵ء) میں تو علامہ نے اسکا کیا تھا

در دل حق ستر مکنونیم ما

دارت موسیٰ و داودیم ما ۷۸۸

بین ۱۸۹۸ء کی ایک مشہور غزل کا ایک شعر اس "واشیت" کے پس پردہ "کارفرما" تمخیل
کی خبر دیتا ہے۔

دیکھو! ذوق تکلم! یاں کوئی موسیٰ نہیں

برای آنکھوں میں جو پھرنا ہے نقشہ اور ۷۸۹

نظم ہمال (۱۹۰۱ء) میں علامہ ایک بار پھر "طوریہا کے جلو" کا ذکر کرنے کے بعد
"روشنی" کے پیچھے کی طرف دوڑنے کی ضرورت ہے۔ شہر اسرار خودی (۱۹۱۵ء) آپ نے آپ کو اچھے عام
دارت موسیٰ و داود علیہما السلام بتاتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء کے خطبہ الہ آباد میں *with or without*

British Empire ایک الگ شمال مغربی اسلامی ریاست کا تصور دیتے ہیں۔ اب جاوید نام (۱۹۳۱ء)
میں وہ کلیدی کے ساتھ "نور مصطفوی" کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اچھے عام یہ بہت "کے رنارک
ہیں۔ پروفیسر ریڈورڈ تھا میسن نے دی ٹائمز ۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں علامہ کے اس تصور کو اپنی طرف سے
ہندوستانی فیڈریشن کے رنار یا باہر (مسلم موبوں) کی کنفیڈریشن "تیار کیا۔ علامہ نے اس تبصرے کو رد کرتے
ہوئے تھا میسن کو لکھا۔

In this passage I do not put forward a demand of a Muslim State outside the British Empire, but only a guess of the possible outcome in the dim future of the mighty forces now shaping the destiny of the Indian Sub-Continent. ۷۹۱

۷۸۸

۷۸۸ء کلیات انبال مارسی ۵۰ [اسرار خودی: الوقت السیف] ۷۸۹ء دبیرانی حکام اقبال منہ ذکر کیا ان چند شائستہ پیشکش اس کے لیے
۷۹۰ء لیٹرز رینڈر ایڈیشن: لمر آف آرمیا ۱۱۸ (جبروت تدریجی بارے) ڈار۔ رنبال انڈی پاکستان کرلی ۱۹۶۶ء
۷۹۱ء ایضا ص ۱۱۹۔

چوہدری رحمت علی نے ۱۹۳۳ء میں تقاضا پیش کے منصوبے کو اپنی سکیم بنایا۔ اسے ڈاکٹر محمد رفیق آبادی تجویز سے خود ہی مختلف سکیم بتایا ۹۲ء۔ فی الواقع چوہدری کی سکیم مختلف تھی۔ یہ ایک لومیل بحث ہے۔ علامہ نے ۲ مارچ ۱۹۳۲ء کو تقاضا پیش کے نام اپنے مکتوب میں چوہدری کو سکیم کو "پاکستان سکیم" لکھ کر اس سے برأت کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ وہ "نیشنل فینڈیشن" یا برطانوی تولیت کے خیال کو اب جھٹک چکے تھے ۹۳ء۔ جاوید نامہ کے زیر نظر شعر فرما تا شعر ۱۸۸ء سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ مسلم رہائوں کے متحدہ قومیت کے قریب چوہدری رحمت علی کی پاکستان سکیم اور تقسیم کے کسی بھی منصوبے یا خالوں سے متفق نہ تھے اور وہ اس لئے کہ ان سکیموں اور خاکوں میں مسلم ریاستوں کی کنفیڈریشن کے علاوہ برطانوی تولیت، جزو لازم تھا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمان کے غیر مسلم بدھائی کے اظہار کی بجائے کارولن ڈیگز کا ہنس دیکر اسے "پیر اکشتا کی" پس سٹیمی، جہاں مسلم شخص کی بحالی کا ستارہ ہے وہاں "ہجرت" کے "اور لٹش" کی نگاہ بھی — علیہ السلام بحکم الہی بنی اسرائیل کو مصر سے باہر لے جا کر ارض موعود کا وارث بنایا۔ تبتال کا "اور لٹش" "مصر ہند" بیت "ارض پاک" ملتا دیکھتا تھا۔

افغانی

۴۸۹۔ از حدیث مصطفیٰ داری نصیب؟
 ۴۹۰۔ باتو گویم مصنیٰ ابن عرب بکمر
 بہر آن مروے کہ صاحب جستجو ست
 غربت دں ہر زمان نوع و کمر
 دل بآیات مبیں و گیر بہ بند
 کس نخی داند ز اسرار کتاب
 روسیاں نقشب نومی انداختند
 حق بہ ہیں حق گوے و غیر از حق مجوے
 یک و حرف از من بآں امت بگوے

دین حق اندر جہان آمد غریب
 غربت دں نیست فقر اہل ذکر
 غربت دں ندرت آیات او ست
 نکتہ را در باب اگر داری نظر
 تا بگیری عصر نو را در کہند
 شرقیاں ہم غربیاں و پیچ و تاب
 آب و ناس برون و دوی در باخشد

۹۵ء

حواشی و تعلیقات: (۱۳۹) بَدَءُ الْإِسْلَامِ غَرِيبًا وَسَيَقُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُولُهَا بِالْقَضَاءِ
 اسلام کی ابتدا اجنبیت تھی اور پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا۔ اجنبیوں
 کے لئے خوش خبری ہے۔ علامہ نے اس کی "اجنبیت" کہا ہے یہ "اہل ذکر"

92. Now or Never P. 6, National Museum
 at Cross road P. 80 S. Hassan Ahmad Paint wall Alif 1988 Karachi No 245/6
 93. نقل کے لئے علامہ جو۔ علامہ اقبال کو پاکستان سکیم، رزادہ آکر اللہ ان بلوچہ صحیفہ۔ جس نے قلاب لہر حضرت تاریخ شہر
 94. سنن ترمذی جلد دوم ۹۱ (عن عبد اللہ بن مسعود) سعید ایم ایچ کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک ریلی آرٹ ۱۹۸۵ء
 95. سنن ترمذی جلد دوم

کا فقر [جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ غریباً سے مراد بلاس (درد عوامی) ہیں]۔ بلکہ غربتِ دین سے مراد "ندرتِ آیاتِ دین" ہے۔ یہ ندرت ہر دور میں بطرزِ نو وارد ہوتی ہے پس عموماً کمالِ تسخیر، آیاتِ دینِ حبیب سے دل لگا کر ہی ممکن ہے۔ مشرق ہو کہ مغرب اسرارِ کتاب (روحِ تسلیمِ قرآنی) سے نابلد ہیں۔ روسی نقشبِ نو کی طرح ڈال رہے ہیں کیلن وہ بھی اب دمان کے بولے دین کو مار گئے۔ حتیٰ بینی اچھی گویٰ کو شہارِ بناؤ اور سچ کے بغیر کچھ نہ کہو اس امت [روسیوں] تک میری یہی آہاں دو باتیں بنیادوں کے ہیں اور اہلِ نوکمر سے مراد وہ بزرگ نہیں جو منہ نشی کا ظہیر تھوکتے پایا سے رہتے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ لہذا غریباً سے مراد کھوساؤں کے ہیں۔

پیغامِ افغانی باملتِ روسیہ

۴۹۰ منزل و مقصودِ قرآن و دیگر است
در دل او آتش سوزندہ نیست
بنده مومن ز قرآن پر خنود
خود طلبِ قصور و کسبِ شکست
تا نہالِ سلطنت قوت گرفت
از ملکیت نگہ گرد و دیگر
عقل و برہن و رسم و کرد و دیگر

سم و آئینِ مسلمان و دیگر است
مصلحتی اور سیمہ او نزہت نیست
در لایع او نہ دیدم نہ درو
خود سر تخت ملکیت انشیت
دین او نقشب از ملکیت گرفت

حواشی و تعلیقات نمبر ۶۹۰ مراد یہ کہ مسلمان منزل و مقصودِ قرآن سے بہرہ ہے۔ اسی کا لایع (پیالہ) شرب تو خیر تلپٹ تک نہیں رکھتا۔ البتہ نہ ہونا خود قیصری و لبرائی کا خاتمہ کیا اور خود ہی ملکیت کا تخت سجا یا۔ سلطنت کا پورا قوی ہو تو دین ملکیت کی صورت اختیار کر لیتا اور ملکیت کا انداز ہی اور ہوتا ہے ملکیت کی بصیرت بھی اپنی ہوتی ہے اور طور طریقے عقل و دانش بھی مخصوص ہوتی ہے۔ قیصر و کراے: ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۱۲ ملکیت: کراے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۱۲ سلطنت: قبر و غلبہ (غلبہ اللغات) اسلام رفتہ لہا لہا جین ہے مگر مسلمان قایم و جاہلین گئے اس لئے ملکیت بھی بلکہ

تو کہ طرح و دیگرے انداختی !
بھجوا ما اسلامیاں اندر جہاں
تا سرفروزی چراغے در ضمیر
پائے خود محکم تزار اندر نمبر و
ملنے می خواہد این دنیکے پیر
باز می آئی سوئے اقوامِ شرق

دل ز دستور کین پر واختی
قیصریت را شکستی استخوان
عبرتے از سرگزشتت ما بکیر
گرو این لات و ہیل دیگر نگرد
ہم نکہ باشد ہم بشیر و ہم نذیر
بستہ ایام تو ما ایامِ شرق

١: ابنِ آدمَ كما شرفِ خلقت ٢: خلّوتِ الي ٣: الارضِ لله

۴۔ حکمت روسی انقلاب : ان حکمت کے تین اجزا یا ارکان پر مشتمل تھا۔ بدقسمتی سے یہود و نصاریٰ کی انسان دشمن حکومت الیہ (اہل طیسما اور ورثہ للانبیاء کے بطور ناسبین حق اقتدار و اختیار) نے عوام الناس کو اہل مذہب کے ساتھ مذہب اور الہ حقیقی سے بھی بدظن کر دیا تھا۔ اسلام وہی انقلاب لایا تھا جو روسی انقلاب کا منزل تھا سو اُسے حکومت الہی کے "زبانی کھلی" دعوے جو آج مسلمانوں کا ویرہ ہے۔ علامہ نے روسیوں کو مسلمانوں کی اس حالت سے درسِ عبرت لینے کی تلقین کی۔ اور ساتھ ہی قیصریت و جگہداریت کے جلدیالات و پُسل کے گرد دوبارہ طواف سے بچنے کے لئے دو تجویزیں دیں۔ پہلے کہ دستورِ زندگی سے اجتناب اور لاء کے گردباد سے الٹا کی فتنائے دلکشا کی طرف خرام۔ یہی وہ اساسیں محکم ہے جس کی طرف علامہ انبیا افغانی کے حوالے سے روسیوں کو دعوت دینا چاہتے ہیں۔ انقلابِ روس کے خیر سے متعلق پہلو اسی طرح محفوظ رہ سکتے تھے۔ یہ گویا اُس قرآنی استنباط کا اعتراف ہے جو "ان فی الشیطان لکم عدو مبین" کے بلیغ دستور میں پڑا تھا۔ مسلمانوں کا عظیم انقلابی دور ابلیس کی روسی رہنمائی کے ہاتھوں زوال پذیر پڑا ہے۔ مرنے لگے کہ جن میں بھی وہی جیلے ہیں پر ویزی کہہ کر جس علامہ نے کسی حقیقت کو صریح کیا تھا۔ مرنے لگے : راستہ۔ کہہ کر کہیں اپنے ہی تیشے سے سر چھوڑ کر نہیں مڑا؟ شوقی ہیں جو باید گرد میں دوبارہ بھی ہنیام دیا ہے

داستان همیشه شستی باب باب
باسیه فاماں پیر جیضا (۴۱) که واد؟

فکر را روشن کن از اُم الکتاب
(۱۲۲) مشرّف لا مقصور علی که واد؟

- [illegible]

خویش را در یاب از ترکِ خزند
رو بچی بگذار و شیرِ پیشتہ گیر
شیرِ مولا جوید آزادی و مرگ
(۱۴۳) فقرِ قرآن اصلِ شائشہا ہی است
فکرِ اکمل ندیدم خبر بہ ذکر
کارِ جان است این نہ کارِ کام و لب
بامزاج تو نمی سازد ہستوز

ورنذر از جلوہ ماے زب زب
گر ز مگر غریباں با سخی جنب
چہیت رو با ہی تلاش ساز و برگ
جز بقرآن ضیعفی رو با ہی است
فقرِ قرآن اختلاط ذکر و فکر (۱۴۴)
ذکر؟ ذوق و شوق را وادان اوب
خیزد از و شعلہ ماے سینہ سوز

لے شہید شایرِ رعناے فکر
باتو گویم از تجلی ماے فکر

حاشی و تعلیقات : (۱۴۱) ید بیضاء : مراد ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ثبوت نبوت
کے لئے دیا گیا معجزہ ربانی جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح آیا ہے - اللہ نے آواری و اضمہم یدک
الیٰ حاجک تخرج بیضاء من غیر سوی آیتہ اُخریٰ ع ۹۷ عساورتم انہا دلیلا تھ اپنی بایں لیل میں ذکر
اودہر کالو، وہ بلا کسی عیب (مرض مرض) کے نہایت روشن ہو کر نکلتا تھا - یہ دوسری نکتہ ہے (بہی نکتہ) عماقا
جو سائب (اردھا) بن جانا تھا - مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو شعر نمبر ۳۹۲

(۱۴۲) **مشوۃ لا قیصر و کسری :** اشارہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا طرف جیسے
غیر صادق ۳ کی ربانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے - عنہ العیٰ ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت کسری ثم لا یکون کسری لعدۃ ، و قیصر لیہ لکنت ثم لا یکون
قیصر لعدۃ و لتقتسمین کثوز حصا فی سبیل اللہ - ع ۹۸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں - رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب کسری (فارس کا بادشاہ) ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا
اور قیصر وہ بھی ہلاک ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا - ان دونوں کے فرائے (فارس و روم) خدائی
راہ میں تقسیم کر دیے جائیں گے -

رو بچی : رو با ہی جازمنا فقانہ ڈپلومیسی - شیر کا : حق گوئی و بے باکی

آئین جواں مولا ، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیر کا کو آتی نہیں رو با ہی ع ۹۹

یہاں علامہ نے رو با ہی کے حوالی جیلے بیانے اور اسباب کی تلاش کئے ہیں حالانکہ شیر مولا (مرد مومن) [م]

(۱۴۳) **فَقِرَ قَرَأَن** : فقیر، منسلی، غم، جمع فقر۔ فَقْرٌ، فَقَارَةٌ وَافْتَقَرُوا، منسلی ہونا، اِفْتَقَرَ إِلَيْهِ محتاج ہونا (مباح) "فقیراں ذکر" کا حوالہ شعر نمبر ۴۹ میں آیا ہے وہاں فقر بمعنی منسلی آیا ہے۔ یہاں بمعنی محتاجی آیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں مستعمل ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسْتُمْعُونَ أَصْوَاتَهُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** : اچھا تم خدا کے محتاج ہو اور اللہ، وہی ہے نیاز اور تمام خبروں والا ہے ظاہر ہے جو **إِلَى اللَّهِ** محتاج ہو وہی تو غیر اللہ سے ہے نیاز ہو سکتا ہے۔ کور غیر اللہ سے یہی ہے نیازی ہے جسے **مُسلَمہ فقیر قرآن**، یا قلندری اور فقیری سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی لئے اصطلاح صوفیہ میں مسالک کا تمام اہم نزول و مروج طے کر کے ذاتِ حق سبحانی و تعالیٰ میں خانی ہو جانا اور دونوں عالم سے بے نیاز ہو جانا فقر ہے ۸۰۱۔

سید عابد علی عابد لکھتے ہیں ” یہ مردِ مومن کا مالِ دنیا سے استغناء ہے اور سماجی زمانہ ستیزی کا معلم بھی ہے۔“ اقبال کا صاحبِ فقر یعنی مردِ قلندر صرف اپنی ذات کو کٹافتنوں (تلاش ساز و برگ) سے محفوظ نہیں رکھتا بلکہ ایسا اپنے زمانے سے ٹکراتا ہے اور اقدارِ مروجہ کی جگہ بزر و قوت نئے اقدار قائم کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔“ ۸۰۲ حکم اقبالؒ میں فقیروں، درویشی مندوں، مردِ مومن کے متراٹھاہی۔

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ

ہے کسی اور کی خاطر یہ نصیب زور و سیم ۸۰۳

فقر جنگاہ میں ہے ساز ویراق آتایہ
ضرب کار کا ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلم
سکونِ پرستی مرا ہےب سے غرق ہے . نیراز
فقر کا ہے سفینہ ہمیشہ ، طوفانی

۸۰۴ [نیراق : پھیلا سامان، ستام]
— فضلیہ خانم —

۸۰۵

ہمت پر اگر تو دھنڑوہ فقر
اُس فقر آدی ہی پیدا
یہ فقر عنبر جس نے پایا

جس فقر کی اصل ہے حجازی
اللہ کی شان ہے نیازی
بے تیغ و سناں ہے مردِ غازی

مومن کی اسی میں ہے امیر
اللہ سے مانگ یہ مقرر

جسیت فقرائِ نبرہاں آب و گل یک نگاہِ راہ ہیں یک زبہ دل ^{۸۴}

الفرمن و فقر قرآن احتساب بہت ولود ۸۰۸

١٠٠ ظاهر: ١٥
١٠١ ملاحظات صوفية شاه محمد العزم ١٦/٢٥ - ايضا -

۸۰۲ تعلیمات اقبال سید بابا علی شاہ ص ایضاً —
۸۰۳ ایضاً ص ۹۶ [عزیم : فقر و ملکیت]
۸۰۴ ایضاً ص ۵۵/۵۵ [ایضاً : جاوید ص ۳] —

۸۰۳ تعلیمات اقبال اردو (بالجریڈ فولک ۳۹)
۵۱۲ ایضاً ص [ایضاً : فقر و ہی]

﴿۱۴۴﴾ **ذکر و فکر:** علامہ نے چونکہ فقیر قرآن کو، اختلاط ذکر و فکر بتایا ہے اس لئے مناسب ہے کہ پہلے قرآن پڑھ کر روح کیا جائے۔ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَخِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّذٰلِكَ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَّ يَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴۵﴾ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور پہلے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے۔ جن کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار اگر تے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ **ذکر ذکر کرنا و تدکارا۔** اللہ: تسبیح و تہلیل، الشیء: دل میں یاد کرنا۔ الذکر: شہرت۔ (اصطلاح اللغات)۔ **فکر:** احضار المعرفتین أو المعارف لأشتتاج معرفۃ اخرى۔ دریا زیادہ معلوم حفاظت کو مد نظر رکھنا تاکہ ان کا مدرسے دوسری نئی معرفت حاصل کی جاسکے۔ جیسا کہ درج بالا آیت کریمہ میں اولیٰ الباب کے فکر فی تخلیق السموات والارض کا نتیجہ ربنا ما خلقت هذا باطلا۔ بنایا گیا ہے۔ پس، ذکر و فکر کے اختلاط کا نتیجہ "یادِ حق" نکلا۔ ۵ اور علامہ کا فرمانا کہ فکر کا دل نہ دیرم جزبہ ذکر اسی حوالے سے ہے۔ جیسا کہ اصطلاحات صوفیہ کی شرح میں واضح کیا ہے۔

و ذکر وہ شے ہے جس کے توشل سے مطلوب کی یاد ہو۔ لہذا انسان کے جملہ افعال و اقوال و حالات بشرط یادِ حق، ذکر ہیں اور بصورت غفلت کے ضلالت اور گمراہی، ۱۱۱ اسی علامہ ذکر کے معنی ذوق و شوق کو ادب کھانا بناتے ہیں۔ **اَدَب:** اَدَبًا وَاَدَابًا اِدْبًا کیا جاتا ہے اَدَبُہُمْ عَلٰی الْاَمْرِ: اُس نے ان سب لوگوں کو کام پر جمع کر دیا۔ ذوق و شوق کو یک جا کرنا اَدَب ہے اَلْاَدَب: وہ اخلاق مکملہ جو ناشائستہ باتوں سے روکتا ہے۔ پس ادب کھانا، شائستگی کے ساتھ جمع کرنا پڑا۔ گویا یہ ذکر صوفی لسانی ذکر نہیں۔ اعماقی قلب و جواں سے تعلق رکھتا ہے۔ خطاب بہ جاوید" میں اس لئے علامہ نصیحت کرتے ہیں

لا اَلَدُّ کُوْنٰی بَکُوْی اَز رُوْی جَاں ۱۱۲ تا ز دہام تو آید بوئے جَاں ۱۱۲ علامہ ہمدانی شہر ۱۴۹۹۔
یہ اختلاط ذکر و فکر ہے۔ بقول مولانا رومی۔ ۱۱۳ ذکر لفظی غیر عارض بیش نیست اسی ذکر کی آمیزش فکر کو اس قابل بناتی ہے کہ وہی کھنڈر اوار جلال، کردے۔ آگے اس اجمال کی توضیح ہوتی ہے۔

﴿۱۴۶﴾
وَسَتَکْرِہُ بِنَدْوٰی سَازِوِہِہٖ
لَنْ تَمٰنٰوْا اِلٰی یَّوْحٰقٰی تَمِیْقُوْا
کَسْ نَدٰوْدَ لَدٰتِ قَرْمٰنِ حَسَنِ
اَدْمٰی وَّ رَہْہٖ بَہٗ دَنَدٰنِ وَّ حَمٰکِ
اِیْنِ مَتَہٰجِہٖ بِنَدَہٗ وَّ یَلٰکِ خَدَاشَتِ
مِیْزِہٖ حَقِّ ہَرِشِہٖ کَمِیْنِ ہٰلِکِ اَسَتِ

﴿۱۴۵﴾
چہیت قرآن؟ خواہہ را پیغام مرگ
۴۵۔ مینچ چیز از مرگ زرقش مجو
۴۶۔ از ربا آخر چہ می زاید؟ منتظر
از ربا جاں خیرہ دل چون شست و شک
۴۸۔ زرقی خود را از زمیں برون رواست
۴۹۔ بہندہ مومن این حق مآب است

۱۰۹۔ آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱۔ ۱۱۰۔ شرح جاوید نامہ یوسف بسم جنتی ص ۵۵۔ ۱۱۱۔ اصطلاحات صوفیہ ص ۶۴ الفاظ
۱۱۳۔ کلیات اشعار فارسی ص ۸۰ [جاوید نامہ: خطاب بہ جاوید]۔ ۱۱۳۔ ذکر روحی۔ اشعار دُرّیں سے ایک ہے۔ اشعار ذکر و خیر
ہیں ۱۔ ذکر سالی ۲۔ ذکر قلبی ۳۔ ذکر روحی ۴۔ ذکر برہنہ ۵۔ ذکر فنی ۶۔ ذکر اخفی ۷۔ ذکر اخفی الاخفی (اصطلاحات صوفیہ ص ۶۴)
۱۱۴۔ مشنوی مولانا رومی۔ دفتر ششم ص ۵۱۴۔ اسلامک پبلشنگ کمپنی لاہور۔

۴۳۔ رایت حق از ملک آمدنگوں؛ قریہ باز دخل شاں خوار و زبوں

۴۴۔ آب و نان ماست از یک مائدہ

وودہ آدم گدغنیں و احمدہ

نقش قرآن تا دریں عالم نشست
نقش بای کاہن و پایا شکست
فاسن گویم آنچه در دل مفر است
این کتاب نیست چیز دیگر است
چوں بجاں در رفت جال دیگر شود (۱۲۷)
جال چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثل حق پنهان ہم پیدا است این
زنده و پایند و گویا است این
اندر و تقدیر بے غریب و شرق
سرعت اندیشہ پیدا کن چو برق (۱۲۸)
بامسماں گفت جال بر کون بہ
بر چہ از حاجت فزون واری بدہ
آفریدی شرع و این (۱۲۹) و گرا!
اندرے بالور قرآنش

از موزیر حیات آگاہ شو

ہم ز تقدیر حیات آگاہ شو

خواستی و تعلیقات : (۱۲۵) ذَٰلِكَ الْمَلِكُ الْمُتَوَكِّلُ (البقرہ: ۱۰۰) ذَٰلِكَ الْمَلِكُ الْمُتَوَكِّلُ وَاللَّهُ

[آل عمران: ۱۸۹] ذَٰلِكَ الْمَلِكُ الْمُتَوَكِّلُ (الزمر: ۲) - اسی کی قدرت و سلطنت ہے آسمان
اور زمین میں - اس کی حکومت و سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں - اَلَا ذَٰلِكَ الْخَلْقُ وَالْآلَاءُ (الاعراف: ۵۴)
ذَٰلِكَ الْمَلِكُ الْمُتَوَكِّلُ [آل عمران: ۱۸۹] حکم اسی کا ہے جو خالق ہے - کسی اور کا نہیں - خواجگی کی جڑ کئی ہے - (۱۲۶) حضرت نوحؑ سے جب قوم کے بڑوں نے کہا تیرے ساتھ ہمیں کون اراذل و افلاک

اور ہم عقل اور باری کو توں کے علاوہ کون؟ تو حضرت نوحؑ نے (ظاہر و باطن کے حکم سے) اعلان فرمایا
لَا اَقُولُ بِالَّذِينَ تَرَدُّوْا اٰمِيْنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ اَنْفُسِهِمْ اِنِّ اِذَا لَمَسْتُ
النَّاسَ اِنِّ اَنَا لَمِّنٌ (ہود: ۲۱) اور جو لوگ تمہاری نظریں میں ہیں (تیرے دربارے شیری عوام کا لالہ) میں ان کی نسبت (تمہارے
فرق) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہرزہ "خیر" نہ دے گا - اللہ ان کی نفسی صلاحیتوں سے (بھی طرح واقف

ہے - میں اگر (تمہاری بات مان لوں) تو رسالت (تمہارے طریقے) ظالموں میں سے ہو جاؤں گا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منصب نبوت ہی ان مستضعفین (تیرے درجے شہریوں) کو وہ اختیار
بنانا تھا وَ اَوْرَدْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا اَيْدِيَهُمْ ضَعُوْفًا (الاعراف: ۱۲۷) اور ہم نے ان لوگوں کو بالکل
کمزور شمار کیے جانے لگے تاکہ بنارہا - جب حضرت موسیٰؑ ان کمزوروں کو مصر سے نکال لے سکے اور
اس مقدس زمین پر اختیار و اقتدار کے لئے جہاد کا فریضہ دیا تو وہ سرگتھ الشاہین ہزار و ہزار طلب کرنے
لگے تو جواب دیا گیا اَلَسْتَبَدُّوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ (البقرہ: ۲۱۸) کیا تم خیر کے بدلے میں بدی چاہتے
ہو - یہ خیر" کفے نام وہ اختیار عاجز کے لئے نہیں مصر سے نکال لایا گیا اور "خیر" کے بغیر تو اختیار کا
نقدیر ہی نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۴۷) جاں ویکر شور : قرآن کجرو جاں پوجانا ، جان کو بدل دیتا ہے اور جاں بدلنے سے جہاں بدل جاتا ہے۔

یعنی : احکام قرآنی کی اس درجہ اہمیت کی طرف اشارہ ہے کہ خواہشات نفس

کی اہمیت کی جاتی ہے۔ یقیناً۔ جان کو بدل کر رکھ دیتی ہے۔ اور جتنے بدلنے سے عالم بدلنے کی طرف جان بدلنے سے بھی عالم بدل جاتا ہے۔ تیار سے پہلے کے لئے رجوع فرمادیں تعلیمہ نمبر ۲۸، بذیل شمار ۱۵۸۔

(۱۴۸) الْعَفْوُ : تَيْسَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفَعُوْنَ ۝ قُلِ الْغَفْوُطُ (البقرہ: ۲۱۹)۔ اور تم سے پوچھتے ہیں کیا فائدہ کریں کہہ دیں جو فاضل ہے۔ اتفاق کے حکم کا یہی تقاضا ہے نفی عہدہ تعلیمی جس نے دونوں طرف اشارہ کیا ہے۔ بیان آنگارہ اشعار کی جگہ پر ہے۔

(۱۴۹) علامہ نے انقلاب روس سے جو توقعات وابستہ کر دی تھیں۔ اس کا ذکر بار بار کیا ہے۔ دراصل وہ یہ دیکھتے تھے کہ اسلامی تعلیمات وہی ہیں جو روس ملکیت کے خاتمے، اور معاشی معاشرتی مساوات کے حوالے سے چاہتا ہے۔ لیکن محض نفی فطرتہ النانی کو تا دیر اس نہیں آئے گی اور روس اٹلا کی طرف بڑھے گا۔ اور یہ راہ قرآن کی راہ ہے۔ وہ سرفرانس نیگ ہسپینڈ کے نام مکتوب ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء میں لکھتے ہیں۔

”میرا ذاتی خیال ہے کہ روسی لوگ فطرتاً لا مذہب نہیں ہیں بلکہ میری رائے میں وہاں کے مرد اور عورتیں میں مذہبی میلان بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ روس کے مزاج کی موجودہ منفی حالت غیر معینہ عمر تک نہیں رہے گی۔ یہ اس لئے کہ کسی سوسائٹی کا انتظام دیریت کی بنیاد پر دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ حالات اپنے معمول پر آ جانے کے بعد جو وہی لوگوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کا موقع ملے گا انہیں یقینی طور پر اپنے نظام کی مثبت بنیاد کی تلاش کرنا ہوگی۔

اگر بالشوزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشودم اسلام کے قریب تر آ جائے گا (بالکل اسلام نہیں ہو جائے گا۔ ناقل)۔ اس لئے میں متعجب نہیں ہوں گا اگر کسی زمانے میں اسلام روس پر چھا جائے یا روس اسلام پر اس چیز کا انحصار زیادہ تر اس حیثیت پر ہوگا جو نئے آئین میں ہندوستان کے مسلمانوں کی ہوگی،“ ۱۱۵ء

چنانچہ جامعہ نامہ میں انقلابی کی زبانی روس کو قرآنی نور کی روشنی میں اپنے دستور کو پرکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ روسی انقلابی مدبرین ”تقدیر حیات“ سے آگاہ ہوں۔ ضرب سکیم میں حرف علی اللہ کے حوالے سے اشتراکیت کے تحت غفلت پھر یہی توقع ظاہر کی ہے۔

قوموں کی بکوس سے مجھ ہوتا ہے یہ معلوم
اندیشہ پر آشوبی انکار پہ مجبور
الہاں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان

بے سود نہیں روس کی یہ گرمی رفتار
فرسودہ طریقوں سے زمانہ پڑا بیزار
کھلتے نظرات ہیں بتدریج وہ اسرار
اللہ کے تجھ کو عطا جزوت کردار

جو حرف علی العفو میں پرشیدہ تھی ایک

اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار ۱۱۶ء

۱۱۵ء (عنوس ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت نئے آئین کے تحت۔ اقبال کی خواہشات کے مطابق طے ہو گئی لیکن وہ خلا بردار ہو سکا۔ جو ”قرآن میں ہو غوطہ زن ہونے کے نتیجے میں“ حرف علی العفو“ کی حقیقت کو نمودار کرنے کے حوالے سے دیکھا گیا۔ یورپی دنیا میں ایک بھی مسلم ریاست ایسی نہیں جو ”مکمل قرآنی“ کے مطابق ہو تو جواب وہی مل سکتا ہے۔ جوئان نے دیا تھا۔ مولانا مسعود اللہ سندھی کو۔ وہ لکھتے ہیں ”مجان نے دریافت کیا۔ کیا کسی اسلامی ملک میں اس وقت اسلامی نظام مروج ہے؟ تو میں نے شرمندگی کے ساتھ نفی میں جواب دیا۔ اس کے سوا اور کیا بھی کیا! چنانچہ علامہ نے بھی

۱۱۵ء حرف اقبال ۱۵۶/۱۵۷ء بطور ملاحظہ ہو ۱۱۶ء نکلیات اقبال اردو ص ۵۹۸ (ضرب سکیم: اشتراکیت)۔

مکتوب اقبال بنام بیروٹر زسیندر مورڈ ۲۳ جون ۱۹۲۳ء۔ مکتوب نائب اقبال بنام ج ۲۵ جون ۱۹۲۳ء

مسلمانوں ہی کو قرآن میں غلط زنی ہونے اور "حرف قلی العفو" کی حقیقت کے عملی انکشاف کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اسوں کے ساتھ کہ ایک طیف نے العفو کو درکار اور انکار کے خدو ہے، زکوٰۃ کے نمونہ اور زکوٰۃ کے نمونہ پر ہے۔ جیتوں پر نہیں۔ سوشل تعلقات نے بھی جیت کے حوالے سے دنیا پر غور و فکر کرنا اور عمل میں لانا مناسب نہیں تھا۔ انبال کا خوب جواب دیا ہے۔

۴۰۔ محفل مابے و ب ساقی است ساز قرآن را نوا باقی است
۴۱۔ زخمہ مابے اثر افتد اگر آسماں وارد ہزاراں زخمہ ور
ذکر حق از امتاں آمد غنی از زمان و از مکاں آمد غنی
ذکر حق از ذکر ہر ذاکر جداست احتیاج روم و شام اور اکجا است
حق اگر از پیش ما برادرش (۱۵۰) پیش قوتے دیگرے بگزاردش
از مسلمان دیدہ ام تقلید وطن ہر زمان جام بلرزو و ریدن
ترسم از روزے کہ محرومش کنند
آتش خود بر دل دیگر زنند

خواشی تعلیقات: "اسلام اب بھی ایک زلفہ قوت ہے جو ذہن انسان کو تسکین و دلن کی تہ سے آزاد کر لیتا ہے۔" شعر نمبر ۴۰: لا پھر آب باروی بارہ دجام اے ساقی! لاکھ آجائے مجھے میرا تمام اے ساقی!

شیر مردوں سے ہوا ہمیشہ حقیقت تھی رہ گئے صوفی مسئلہ کے غلام اے ساقی!
عشق کی تیغ جگوار اڑا لی کس نے علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!
تو میری رات کو مہتاب سے موم نہ رکھ تیرے پیانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی!

تین سو سال سے ہیں ہند کے مے خانے بند

اب مناسب ہے ترانہ میں موعام اے ساقی ۴۱۸

شعر نمبر ۴۱: "یا مسلمان مڑو یا قرآن مڑو" کا جواب ہے۔ "ساز قرآن" نواسے موم نہیں ہو سکتا۔ البتہ زلفہ ور "کوئی نہیں" اب انتباہ کرتے ہیں کہ ہمارا مہراب اگر بے اثر ہو جائے تو آسمان کے پاس بعد زلفہ ور بھی بہت ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے تعلیقہ نمبر ۱۵۰ کے تحت آ رہی ہے)۔ جاوید نامہ کے تصنیفی غرض میں علامہ نے خطبہ اندر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی زکوٰۃ مسلم کا فخر نہ ہو، میں صدر ان خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں وہ واضح کرتے ہیں۔

تم اپنے اندر جو اعتقاد رکھتے ہو وہ فرد کا ہمیت کا قائل ہے اور اس چیز کے لئے ساقی ہے کہ تم خدا اور انسان کی خدمت کر سکو۔ اس کے امکانات ابھی بڑی درجہ وجود میں نہیں آئے وہ اب بھی ایک نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے، جہاں ذات ارباب یا دولت کے پیانے سے اس کی عظمت کو ناما پائیں جاتا بلکہ اس کی طرز زندگی سے

جہاں غریب امیروں پر ٹیکس عائد کرتے ہیں، جہاں ان کی سوسائٹی شکم کی مساوات پر نہیں بلکہ روجوں کی مساوات پر قائم ہو۔ جہاں ایک اچھوت بادشاہ کی لڑکی کو عقید میں لاسکتا ہو، جہاں ذاتی ملکیت ایک رانٹ ہو۔ جہاں رس و رواج اور جبر و استکبار دولت کا نشان نہ ہو کہ وہ دولت پر کون والے پر ہی چاہے۔ لیکن تمہارے عقیدے کا یہ مزاج، نشاۃ وسطیٰ کے مقبول کی نازک خیالیوں سے پاک ہونا چاہیے۔ روحانی طور پر ہم نے تخیل اور احساسات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں جو ہم نے پچھلی صدیوں کے دوران میں اپنے بڑے لیڈر کے اور یہ ہم بڑوں کے لئے ہمیشہ شرم ہے کہ ہم نے نئے بود و بون اور عقائد، سیاسی اور مذہبی انقلابات کے لئے تیار نہیں کیا جو موجودہ دور میں انہیں پیش آئیں گے۔۔۔۔۔۔ ایک مدت مدید سے ہندوستان کے اپنی اندرونی کیفیت کی لڑائیوں کو ٹھونڈا چھوڑ رکھا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ زندگی کی پوری تابندگی اور ترقی و تاب کو دیکھ نہیں پاتا اور اسی لئے یہ اندیشہ ہے کہ ان قوموں کے ساتھ کہیں زبردستی ملے پر تیار ہو جائے گا جو اس کے نزدیک ناقابلِ غور ہیں، ۱۹۹

یہ ہے ”ہرمزوں کا جامِ بلرزد درون“ کی حقیقت — یعنی ترسم از روزگار کہ مورخین کشند کا اندیشہ — جو نتیجہ ہے جدید مسائل انہوں کے دینی حل کے فقدان کا — بتوں کا — بتوں کا — تقلید و ظن کا۔ **تفسیر:** کے بغیر اگرچہ کوئی چارہ نہیں لیکن — عالمانِ علم نظر سے اجتہاد سے تقلید یا ماضی کو مدللہ بھی خوب تر سمجھتے تھے — لیکن اجتہاد کے دورانوں کا بند ہو جانا — بے دلیل تقلید اور جدید مسائل زندگی سے اغماض — حیاتِ ملی کے لئے جوہر اور انعامِ عالم میں اپنے حقیقی مقام سے محرومی کا سبب ہو رہا تھا — اب بھی وہی عالم ہے کہی اگر اس طرف توجہ کی فرصت پائی بھی تو حتمی قرآنی کے ہر ٹیکس نتائج پیدا کئے جنہوں نے حکومتِ الہی، خلقتِ آدم اور اللہ علیہ السلام کے جدید اجتہاد کی انکار، حکمتِ قرآنی سے غیر متعلق بلکہ پیش تر ٹیکس ہیں اسی لئے باوجود برس و ترقی اور ہم نواز اسلام کے اول قدم ہی سے محروم ہیں۔ یہی وہ روش ہے جو قوموں کو آزادی، امن، خوشحالی اور ترقی و ترقی سے روکتی ہے۔ اس کا تاریخی تذکرہ تالیف نمبر ۵۰ (ذیل) میں ہوگا۔

(۱۵۰) **پیش قدمی دیگر بکنداروش :** حُوالہ اللہ الفیتش وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا لَيَسْتَبْدِلْ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَقَدْ لَکُمْ لَا یُکُوْنُوْا اَمَّا لَکُمْ ۝۸۰ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔ اور اگر تم نہ مورو گے تو وہ تمہارے مدللہ کسی قوم کو لے آئے گا (بدل دے گا) پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے —

یہ سنتِ اللہ ہے دین پر کسی قوم کا اجارہ داری نہیں ہے۔ جو قوم دین کا کام کرے گی وہی برتر اور کامیاب ہوگی۔ بنی اسرائیل کو ”خیمہ اجتماع“ دے کر ارضِ مقدس میں مقیم کیا۔ لیکن انہوں نے فراعنہ مصر کی طرح اُمت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ درختِ الانبیاء، رؤسا، اور عوام — حالانکہ سبھی ایک ہی جدِ امجد کی اولاد تھے۔ پھر اللہ نے طاقت کے ذریعہ اُن آفات سے نجات دیا جو انہیں دین فرعون کی ماضی تقسیم کی بدولت دن پر بصورتِ جالوت مسلط تھیں — تو انہوں نے اپنے اختیار و اقتدار کی بحال کی خاطر طاقت کو قتل کر دیا — پس اللہ نے لاویوں (درختِ الانبیاء) کو فہمِ نبوت سے محروم کر دیا۔ یہود کو یہ منصب سونپ دیا۔ حضرت داؤد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء و راسم کا تعلق یہود سے تھا۔ حضرت عیسیٰ نے ”جعوش“ کے لئے حقوق کی تحریک چلائی تو انہیں محافلِ دارِ گردنا گیا۔ لیکن شیعہ تھم — غلط فہمی میں مبتلا تھے حضرت عیسیٰ کو اللہ نے اٹھالیا لیکن یہود اسی نہیں سب بنی اسرائیل : مین حیث القوم منصبِ نبوت سے محروم کر دیئے گئے اور بنو اسرائیل کو اس لغت کے لئے چنا

گیا۔ امتِ محمدیہ، آخری امت ہے، نبوت کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے۔ اور دین کا کام امتِ محمدیہ پر مبنی حیثِ القوم عائد کر دیا گیا۔ اب اگر یہ کام نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں کسی اور کے ہاتھوں تہس نہس کر کے خود انہیں کو خاتمِ دین بنانے پر قادر ہے۔ یورپ تانار، ہاری تاریخ کی بڑی واضح مثال ہے اللہ ان کو بغداد پر مسلط کیا پھر دین کی خدمت میں سونپ دی اس نے اسلام کا تاریخی شعور اس سے عمل تک رسد کی ہر جوش نام یوں قوا کو سنت اللہ کی یاد دلانا ہے۔ واضح رہے یہ تاریخ کا دوسری تصور نہیں۔ عقیدہ جزا و سزا پر مبنی تصور ہے جو کمال کے مطابق سزا و جزا کی مثل تقدیر کا مسئلہ ہے۔

پیر روی بہ زندہ رود می گوید کہ شعرے بیار !

۴۴۔ پیر روی اُس سراپا جذب و درو
از دروں آئے جگر و زب کشید
آنکہ تیرش جز دل مرواں نہ سفت
دل بخوں مثل شفق باید زون
جاں ز امید است چوں جوئے رواں
باز در من دید و گفت اے زندہ رود
ناقہ تماحتہ و محل گراں
۵۴۔ امتحان پاک مرواں از بلاست
۵۵۔ در گذر مثل کلیم از رود نیل
این سخن دانم کہ با جانیش چه کرد
اشک او رنگیں تر از خون شہید
سوئے افغانی لگا ہے کہ دو گفت
دست در فتر اک حق باید زون
ترک امید است مگر جاوواں
یادو می آتش املن در وجود
یلمخ تر باید لوائے سارباں
تشنگاں آتش تر کرون رواست
سوئے آتش گام زن مثل غلیل ۵۶
نغمہ مروے کہ وارو بوئے دوست
ملنے راحی بر و تما کوئے دوست

حواشی و تعلیقات : امید : ناامیدی کا متضاد ہے جس سے معنی مایوسی ہے اللہ نے مایوس نہ ہونے کا حکم دیا ہے لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۱۴۱ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ زندگی میں حرکت و حرارت امید سے ہے اور ناامیدی زندگی کا موت ہے۔ اگر تامل و الون کی روشنی تھکی ہو اور محمل بھاری تو سارباں کو ۲ حدی "کو مزید تلخ کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے امت محمدیہ کی طرف سے اتنی مایوسی نہ چاہیے۔ علامہ نے عرفی کے شعر سے ماخذ رکھا ہے یہ شعر انہوں نے "عرفی" کے تحت عنوان باب در میں بھی استعمال کیا ہے۔ مراد خود کو خوش بنانا ہے۔
نوار تلخ تری زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز تری خورں چو محل را گروں بینی ۱۴۲

شعر نمبر ۷۵: فغان باری ہے وَ تَنبَلُوا نَفْسَکُمْ بِمِیْنِ الزَّوْفِ وَالْجُوفِ وَلَفِیْهِ مِنَ اللَّامُؤَالِ وَاللَّافِیْهِ
وَالْثَّارِیَاتِ مَا وَکَلَتْهُ الشَّاهِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ رَدُّوا اَصَابَتَهُمْ مُصِیْبَةً ۚ قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاغِبُونَ ۝
اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَواتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۚ وَاولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ ۸۲۳ ۝ اور ضرور ہم نہیں آریں
تھے کچھ ڈر اور ہولکتے اور کچھ ہالوں اور جانوں اور چلوں کی کمی تھی۔ اور خوش خبری سنا ان مبر والوں کو
کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو ان پر ہم (اللہ کے) رحمت اور اسی کی طرف ہم کو مہربان ہے۔ یہ لوگ ہیں جن

پر ان کے رب کی طرف سے درود اور رحمت ہیں۔ اور یہی لوگ۔ بدھی راہ پر ہیں۔
وَ تَنبَلُوا نَفْسَکُمْ حَتّٰی تَقْلَمَ الْجَاهِدِیْنَ مِیْنَکُمْ وَالصَّابِرِیْنَ وَتَنبَلُوا اِخْبَارَکُمْ ۝ ۸۲۴ ۝

اور ہم ضرور تم سے کسی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کریں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو
ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر سکیں۔ گویا کہ مردار روز بلا روز صفاست
مورت حال یہ ہے تو پھر ایسے میں پیاسے کا پیاس بڑھانا ہی بہتر ہے۔ علامہ

ابلیس کی زبانی بھی یہ نکتہ واضح آیا ہے اگرچہ علامہ کا "تصور ابلیس" بھی منفرد ہے لیکن شعر مرقع کی
مناسبت سے لکھ دینے میں کوئی قباحت نہیں جو کہ اشکھان رائے تکررین روایت کے مفہوم کے مطابق
جس کی نو میدی سے یو سوزیدوں کائنات

اُن کے حق میں تَعْتَبُوا اِحْصَاہُ بِالْاَعْتَبُوا ۝ ۸۲۵ ۝

شعر نمبر ۷۵: جب یہ بات حتمی ہے کہ مؤمن اپنا مال اور جان جنت کے عوض اللہ پر بیچنے والے مانا ہے
تو پھر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اہل ایمان، مثل کلیم، قلم میں اترنے والے اور مثل خلیل آگ میں کود جانے والے بنیں
(۱۵۱) **کلیم:** کلیم اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے اس لئے کہ آپ براہ راست (الرّجی من درجہ جاب) اللہ سے

ہم قلم پڑے۔ آپ کو اللہ نے جن موزوں آیات نبوت سے نوازا ان میں ایک آپ کے عصا کا اڑد بن جانا بھی
تھا وہی عصا آپ نے قلم پر مارا تو وہ پھٹ گیا اور پانی بڑے بڑے تودوں کا صورت کھڑا ہو گیا۔ آپ
کا منصب نبوت بنی اسرائیل کو لے کر کفار مصر سے نکلنا تھا۔ جب آپ انہیں لے کر نکلے تو فرعون کے مشیروں نے
اُسے موسیٰ کا بیچارے کا مشورہ دیا۔ حضرت موسیٰ جب سمندر کے کنارے پہنچے تو پہچنے سے فرعون اور اس لشکر
بھی پہنچ گئے۔ کہتے کہ تو بڑا آسان ہے مگر کیا معنی وارد ایسے میں حضرت موسیٰ کا سمندر میں اتر جانا جس لعین
فی اللہ وایمان باللہ کا عظمتوں کو چھوٹا ہے وہ ہر کسی کو کہاں نصیب ۸۲۶ ۝ دوسرا بتلا میں ایسے ہی ایمان و یقین
کی ضرورت ہے کہ مسلمان یہاں زور دے رہے ہیں۔

دوسری طرف ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ میں جنہیں پے درپے آزمائشوں میں کامیاب ہونے کی بدولت

(۱۵۲) **خلیل اللہ:** لقب ملا، نامزد میں بے تامل کود پڑنا اور پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آنا آپ
کی شانِ نبوت پر دلیل ہے ۸۲۸ ۝ علامہ تہذیب مزب کو بھی آگ سے تعبیر کرتے ہیں جسے اپنے
قوتِ ایمان سے بصورتِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سمجھا رہا تھا، اہل اسلام سے، خلیل جسے ایمان و یقین

۸۲۳ ۝ اَبَقَہُ : ۱۵۵ تا ۱۵۷ ۸۲۴ ۝ قَمَرٌ : ۳۱ ۸۲۵ ۝ کَلِمَاتُ اِبْرٰہِیْمَ (بالِ جبریل : جبریل و ابلیس)

۸۲۶ ۝ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ تَعْمَلَ الْجَنَّةَ []
۸۲۷ ۝ فَلَمَّا تَرٰہُ الْجَمْعَانَ تَاٰلَ اَفْجَیْ مَرَّیْ اَنَّا لَمَّا کُنَّا ۝ ۸۲۸ ۝ وَ اَنْجَیْنَا مُوسٰی رَحْمَۃً اَوْفَیْنِ ۝ ثُمَّ اَمَرْنَا الْاٰدَمِیْنَ (الشعر : ۱۶ تا ۱۷)
۸۲۹ ۝ قَالُوْا اَمْرِ قُوَّةً وَ اَنْفَرُوا اَرْمٰیْتُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝ عَلَمًا یَا اٰدَمُ نَزَّیْنِ بَرَّادٌ عَلَمًا عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ ۝ وَ [اَنْبِیَاؤُ ۸۱ تا ۸۰]

کا دل سے رات بھر وہ "خدا نے اپنے" سے جوت "دوست" کی توقع کی جا سکتی ہے اور جو کوئے دوست
 کی طرف سے اس کو ملے گا اس کا یہ - ہمارے کہ نجات دہندہ (دراصل) کی راہ ایمان یقین ہی سے مل
 سکتی ہے۔

غزل زندہ رود

این گل ولالہ تو گوئی کہ مقیم اندر
 معنی تازہ کہ جویم و نیایم کجاست
 حرفے از خویشتن آموزد و در غزل بسوز
 از وفا کوئی این مگر نشیناں گوی
 ۶۱ - چہ حرمہا کہ درون حرمے ساختہ اند

راہ پیمائیت موجب نسیم اندر
 مسجد و مکتب و میخانہ عقیق اندر
 کہ دریں خالفتہ بے سوز سلیم اندر
 موٹے ترویدہ و ناشستہ تکلم اندر
 اہل تو حیدر کی اندیش و دو نیم اندر

مشکل این نیست کہ بزم از سر نہ پائے شدت
 مشکل این است کہ ب نقل و ندیم اندر

حواشی و تعلیقات : گل ولالہ : مجازاً ، ساز و سامان دنیا - راہ پیمائیت : موجب نسیم
 رعایت سے ، مجازاً ، عالی ، عقیق : عقیقہ ، باجھ -

انہیں مدرسہ و خانقاہ سے ہم آہنگ نہ فرمائی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ ۸۲۹

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق نہ خرد بادہ کس از کارگر شیشہ تراں ۸۳۰

گلا تو گونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ ۸۳۱

شعر ۶۱ - اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا كَسَتْ سِیْنُهُمْ فِی شَیْءٍ اِنَّمَا اَنْزَمُ
 اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یَنْبِیْئُهُمْ بِمَا كَانُوا یَفْعَلُوْنَ ۸۳۲ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جواہر کر دیا
 اور گروہ گروہ بن گئے آپے کا ان سے کوئی تعلق نہیں - ان کا معاملہ بس اللہ کے ہاتھ ہے پھر ان کو
 ان کا کیا ہوا جتلائی گئے۔

مَنْ الَّذِیْنَ فَرَّوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرُّوْنَ ۸۳۳
 (وہ مشرکین) وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے ہر گروہ
 اپنے ہی طریقہ پر نازاں ہے جو ان کے پاس ہے - نقل : شرابے بعد کھائے جانے والی شے مثل کباب بیوہ اگر

۸۲۹ حکایت (نبال اردو ص ۳۲۵) [بال عربی: ۲۳۰-۸۲۹، ۸۳۱ حکایت (نبال اردو ص ۳۲۵) (بال عبری: ۲۳۰-۸۲۹)

۸۳۰ حکایت (نبال فارسی ص ۳۱۴) (پیام شرق) ۸۳۲ انعام: ۱۵۹ ۸۳۳ اردو: ۳۲۰-۳۲۱

باب چہارم نملک زہرہ

م ۳۰۶ تا ص ۳۳

تمہید

مجلس اقوام قدیم

نقذ بعزل

فرو رفتن بدایئے زہرہ و دین

ارواح فرعون و کشندرا

نمودار شدن درویش سوداگری

فلک زہرہ (۱۵۳)

تمہید

۴۶۳۔ درمیان ما و نور افتاب
پیش ماصد پرده را اوختند
تا ز کم دزی شود دل سوز تر
از تب او در عروق لاله . خون

۴۶۴۔ ہم خیال از خاک خیزد جان پاک
در رخ او مرگ خوشتر و مشرورتر
۴۶۹۔ در فضائے صد سپهر سلکوں
خود سریم خویش و ابرائیم خویش
پیش او نہ آسمان نہ جہنم است
این ستیزہ مبداء پاکش کند

۴۶۵۔ می کند پرواز در پینائے نور
۴۶۶۔ تا ز ما ز غ البصر گیر و نصیب
بر مقام عبدا گرو در قیام

از فضائے تو تو چندی حجاب
جلوہ مات آتشیں را پینختند
سازگار آید بشاخ و برگ و برگ
آب جو از رقص او سیلاب گوں

سوئے بے سوئی گزیرد جان پاک
جز تب و تاب ندارد ساز و برگ
خویش بنیم خورده باز آید بروں
چون توحید اللہ در تسلیم خویش

ضربت او از مقام حمید است
حکم و ستیاری و جلال کش کند
مخلص گیرندہ جبریل و حور

حواشی و تعلیقات :

(۱۵۳) زہرہ : ایک ستارے کا نام جسے سوک کہتے ہیں ، یعنی سفید رنگ اور حسن ، نام قبیلہ قریش . نام ایک عورت کا جس پر رورت و مروت فرشتے مائل ہوئے ۸۳۴ ستارہ ناہید جو کہ تیس آسمان پر ہے ۸۳۵ الطائف میں ہے کہ زہرہ کے دو گھر ہیں ایک ثور دوسرا میزان اور اس کا قلم سوم ہے ۸۳۶ صنمیات النانی کی قدیم ترین دیوی ہے ۔ اس دیوی کے مختلف نام ہیں لہذا کہیں مشہور ترین یہ ہیں ۔ رستری البستر افروختی ، زائیدہ کف دریا ، وینس ، زہرہ ۔ ناہید کلمہ کی نارسائی میں ان آہیت ہے جس کے معنی پلید و ناپاک کے ہیں ۸۳۷ شاید علامہ

۸۳۴ میراج اللغات ، لغات کثوری للفتاویٰ ۸۳۵ نوز اللغات الفعاج ۲ ص ۲۴۴
۸۳۶ نبات اللغات (ناری) الفنا ۲۵۱ ۸۳۷ تلخیصات (اقبال سیدنا سیدنا مابہ ۳۹۵ - لغات -

نے اسی خلاصے میں فرعون اور لارڈ کچنر کے لئے منتخب کیا ہے۔ کیمیا میں زہرہ سے تانبہ لرایہ۔ زہرہ، زہرہ
 شوق ہے مگر کچنر کے سخاوت مطلوب کا اظہار اور مینہ کا برسا نا قوت زہرہ کے سرد ہے ۸۳۸ —
 زہرہ کا آسمان تیسرا ہے۔ اور اس کے رینگے والے تمام اوصاف میں مقلون ہیں ۸۳۹ —

سورہ ۶۲ تا ۶۹ : توبتو: تہہ بہ تہہ پیچختن : لپٹنا، پیڑ و ہمارے
 معنی بیچیدن متصل ہے۔ [فہرست عامہ، سرائح اللغات، غیات اللغات وغیرہ]۔

جہاں میں پہلی ایماں صورت فرشتہ جیتے ہیں اور دوسرے ڈوبے اور تھکے اور دوسرے ڈوبے اور تھکے
 جن طرح سورہ کی راہ مرگ و شہر مسلسل ہے اسی طرح "ہماری تلوین کی صورت ہی یہ ہے کہ ہم ۸۴۱
 وہ لچہ نہ رہیں جو ہیں۔ زندگی کا راستہ گویا موت در موت سے گذرنا ہے مگر اس راستے کا تسلسل ہے ماحول میں ۸۴۱

(۱۵۱) **ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام :** ام المؤمنین حضرت زجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام

جلیل القدر قرینہ جنہیں بکرم ربانی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام حجاز کے ترقی و دوقیوں میں صبر
 آئے تھے تاکہ نادرہ مشرکانہ تہذیب کے اثر سے باہر ریکہ سائرس کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ لطف یہ
 کہ حضرت رضی اللہ عنہا در آیت کی والدہ سارہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی کفنان کی پہاڑیوں میں
 فراعنہ کے مشرکانہ تہذیبی رشتہ سے بچانے کی خاطر آباد کیا۔ علامہ نے ٹیپو مرزا اور مرزا کبستانی
 کا دورہ دن دونوں کو بنایا جو فطرت کے مقاصد کے نگہبان ہوئے۔

فطرت کے مقاصد کی کرنا ہے نگہبان

یا بندہ مرزا یا مرد کبستانی ۸۴۲

خواب میں اللہ تعالیٰ کا حکم پیر حضرت اسماعیل سے والد نے کہا میں نے ایسا خواب دیکھا ہے تیرا
 خیال کیا ہے؟ تو جواب آیا یا ایت اخقل ما ذا شرای ستجد فی النساء اللہ من العابرین ۸۴۳
 اباجی جو کچھ دیکھا ہے کر نرسے النساء اللہ آپ مجھے مثل مزاجوں میں سے پائیں گے۔

للہ نے آپ کو ذبح ہونے بجایا، اور اس عظیم قربانی کے صلے میں آپ کی گھرانے
 کو تاج و تخت ختم نبوت کا۔ امین بنادیا۔ فطرت کے مقاصد کے درجہ بالا حوالہ کے
 تحت کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ جان پاک، جو صورت فرشتہ جیتی ہے اپنی فطرت کے تجلی زار
 میں آباد ہونے کے باعث اس مقام کو پہنچتی ہے۔ وہ نہ آسمان کو ضرب میدری سے
 جنیر کے قلعہ کی طرح فتح کرجاتی ہے۔ یہ دم بوم کی جنگ و جہاد اسے پاک، علم، سیر
 [جود سے پیاز] اور مستعد کرتی ہے۔ ابراہیم و زید خورش پرنا۔ اپنے نفس پر لطف ہے۔

سورہ ۶۳ : سورہ کی شعاعوں کا جلال زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے تو جان پاک
 کا چٹنل۔ خبریں و حور کو شکار کرنا ہے۔ **خشب :** شکاری پرندے، باز و جبرہ اور شیر کا بخیر و خفاہ

در دشت جنوں جبرتی زبون صید

یزدان بکند اور اے بہت مردانہ ۸۴۴

۸۳۸ ذخیرۃ اللک - سید علی ہادی ۲۱۸ - الفہرست - اردو و فارسی ۸۳۹ انسان کامل، البیہ ۳۷۸ - الفہرست -
 ۸۴۰ کلیات اقبال اردو ۲۴۳ [نادرہ را : ملوک اسلام] ۸۴۱ تفسیر صبر الہیات و صبر صمد - الفہرست -
 ۸۴۲ کلیات اقبال اردو ص ۶۴۰ [ضرب کیم : ۲۰] ۸۴۳ الفہرست : ۱۱۲ ۸۴۴ کتاب اقبال ندری ص ۳۳۹ [ایک شوق مرزا]

شعر: **مَامَاغِ الْبَصَرُ وَمَا طَعْنِي** ۸۴۵ آنکہ نہ کسی طرف پہری نہ حد سے بڑھی — مراد کف عام انسان کے اس مقام تک پہنچنے سے ہے جہاں وہ "آفتابِ غمخسوس" کو دیکھنے کے باوجود ہٹکا، ہکا نہیں — اشارہ ہے واقعہ مراجع کی طرف — "دیدار باری تعالیٰ" — امر خالی مانا ممکن ہیں خود قرآن کریم کا ارشاد ہے فَكَلِّفْنَا مِنْكَ عِطَاءً ثُمَّ قَبَضْنَا الْقَيْدَ فَيُدِيدُ بِئْسَ آثَرُ میں انسان کا نگاہ تیز اور قوی کر دی جائے گی اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔۔۔ صبحِ مسلم کا ایک صورت میں اس کی تقریباً تصریح ہے جن کے الفاظ یہ ہیں وَاعْلَمُوا أَنَكُمْ تَبْتَغُونَ رِزْقًا رِزْقًا حَتَّى تَمُوتُوا ۸۴۶ تو اس تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید تو نہیں کہ وہ زندگی ہی [آیاتِ البری کھانے کے اعلان سے واضح ہے] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسنے درمیانِ حاملِ پردے ہٹا دیے اور آپ کی نگاہ کو وہ قوت بخشی کہ نہ آپ دیدارِ باری کر سکیں۔۔۔

"آفتابِ غمخسوس" اور ہمارے درمیان پردوں کا ذکر کرنے کے بعد مسئلہ کا "مازاغ البصر" لانا واضح طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ مسئلہ انسان سے یہ توقع امید اور آرزو کرتے ہیں کہ وہ مازاغ البصر کی لغت سے لفظ پائے اور "مقامِ عیدہ" کی حفاظت و نگہبانی کرے۔۔۔ عیدہ کی تفریح کے لئے نکتہ شری تعلیق نمبر ۱۹۸، نیز تحقیقات نمبر ۱۹۱ تا ۱۹۸ سے حاشیہ نمبر ۱۱۳۳ [البیوت الشفیر علی لہ عیدہ سلم] —

این قدر دامنم کہ از باران جداسیت
پیشد آں کو ہم چو من وارفتن گم
جان من تنہا چو زین العابدین
جز نواٹے من چرخِ راہ نیست
جاں بسا حل بروہ یک مرد فقیر
ترسیم از وصل و بنام از خرق
اے خلکِ آہ و فغان بے اثر!
گر بحال نش سازگار آید فرسخ
ہرز ماں خواہد جهان تازہ تر
گفت "می خواہی دگر عالم؟" تمکیر
پیشِ بنگر در سوہو زبرہ ایم
چوں خرم اندر خلافِ مشک نام
از درون میخ و مایخ او گذر!

از مقام خود نمی دامنم کجا ست
اندر دامنِ جنگ بے خیل و سپہ
بے خبر و دامنِ زرم کفر و دین
از مقام و راہ کس آگاہ نیست
غرق دریا غفلت و بیزا و پیر
بر کشیدم پردہ ماتے این وثاق
۸۸۱۔ وصل اگر بایان شوق است الحذر
۸۸۲۔ راہ رو از جادہ کم گیر و سراع
۸۸۳۔ آن دے دارم کہ از ذوق نظر
رومی از احوال جان من خبر
عشق شطر مابینش فہرہ ایم
حالی از آب و گل اورا قسوام
بانگاہ پردہ سوز و پردہ در

انزو بینی خدا این مبن ۴ می شناسم من همه را شن برتن

بعل و مزدوخ و میوق و نهر و نهر (۱۵۶)

رم جن و دلات و منات و سر و سر

برقیام و خلیش می آرد و دیل

از مزاج این زمان بے خلیل

خواستنی و تعلیقات : (۱۵۵) امام زین العابدین ع : (۹۵ تا ۱۳۳) نام ، علی ،

کنیت ابوالحسن ، لقب علی اوسط ، امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور ریران کے آخری فرمان روا نیز گرد کے نواسے تھے ۔ واقعہ کربلا کے موقع پر عیسیٰ تھے اس لئے جنگ میں شریک نہ ہو سکے ۔ بعد میں گرفتار ہو کر عورتوں کے ہمراہ نیز ابن ساریہ رضی اللہ عنہ کے لئے پیش ہوئے ۔ نیز بے ریا کر دیا (میرزا کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۳۴) بال بیت : کہ شہادت کے بعد ایسے شکستہ دل ہو چکے تھے

کہ بعد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نیز بے ریا کی جنگ میں غیر جانبدار رہے ، مختار ثقفی کی دعوت بھی قبول نہ کی ۔ مدینہ میں گوشہ نشینی اختیار کی اور وہیں وفات پائی ۔ ائمہ علیہ السلام دین اور عقیدہ امارت کے راوی ہیں ۔ فقہی مسائل کے سات مشہور فقہائے مدینہ کے بعد آسمان ہزاروں کا ہے ۸۴۸

علامہ نے ہندوؤں کے کارزار سیاست میں خود کو امام زین العابدین کی طرح تنہا کیا ہے ۔ مکتبہ دین و وطن " میں فی الواقع علامہ تنہا تھے ۔ کہ اقبال کوئی قوم ملتان میں جہاں میں نے کر جان میں تنہا جو زین العابدین تک ۔ علامہ جس حد نبیاں کو عام کرنا چاہتے تھے وہ ۱۹۹۰ تک صرف چند ایک نیم دروں تک محدود تھا البتہ قادر قادر لاہور نے اسے ہمہ گیر کر دیا ۔

شعر ۸۱ تا ۸۳ : علامہ نے بارہ اس نکتہ کو دہرایا ہے کہ جو وصل میں گریہ آرزو ، بحرین لذت لب

مرا صاحب دلے این نکتہ آموخت ز منزل جلاہ پیچیدہ فرشتہ ۸۴۹

من از ذوق سفر آنگونہ مستم کہ منزل پیش من جز ہفت نیست غمت ۸۵۰

ز جوئے بیکشان بگذر ز نیل و سار بگذر ز منزل دل بگرد و گریہ باشد منزل ما ۸۵۱

علم نور و ساز میں وصل ہے فراق وصل میں مرگ آرزو ، بحرین لذت لب

مرحبا آرزو فراق ، نورش لئے دیر فراق

موج کی جستجو فراق ، قطرے کی آبرو فراق ۸۵۲

۸۴۸ شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا ص ۹۱ ، مرتبہ منصور ریاز ، محمد ناصر شجاع ارب ، لاہور ، بار اول ۱۹۸۴ء
۸۴۹ مکلیات آری و تبال ص ۲۱۹ [ہمام مشرق] ۸۵۰ الفا ص ۲۱۵ ۸۵۱ الفا ص ۹۲ [زرگرم]
۸۵۲ مکلیات آری و تبال ارد ص ۴۱۶ [بال جریل : ذوق و شوق] -

مقدم اقبال کے لغوی معنی کا یہ وہ پہلو ہے جو فلسفہ و معنی کے کسی بھی مکتب کے پاس نہیں ملتا
ضرورتاً مشرق کا صوفیانہ معنی چاہیے وہ فلاطینیوسی فلسفہ سے ماخوذ ہو یا ولائت اور برہوت
سے — اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ

”صوفیہ کے ماں خدا کے پاس واپس لوٹنے کے عام نظریہ اور شرعی معنی
پس بلکہ ذات الہی میں داخل اور ایک رنگ و یک آہنگ ہونا ہے جو
تمام جنتوں اور تمام اجروں سے افضل کیفیات اور ہر قسم کی نفرت نفوذ
ہے۔“ **فزل ماکبرایت** ۸۵۳

لیکن علامہ کے لغوی خودی میں ”خودِ ربی جگہ لیتا ہے“ ہر خودی کا ایک تختہ اور ایک انوار
ہے کہ جب تک غامض ہے خودی غامض ہے ورنہ اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ نہ خودی کسی
دوسری خودی میں منظم ہو سکتی ہے نہ اس کا غیور کسی دوسری خودی کے غور پر گہرا ۸۵۴

نہ ان کے لغوی معنی میں حلول نام کا کشت نہیں پائی جاتی۔ یہاں ”مازاع البہر“ ہی مقام عبودہ
کی تعبیر کا نام ہے۔ ورنہ عبودہ کا لغوی معنی نہیں رہتا۔ جیہ شہود و شہادہ و شہود و شہادہ
سے حساب میں ہے؟۔ اس سے ان کے نزدیک اصل اثر باہاؤں شوق رحمت اکفران، چنانچہ
ان کا نتیجہ یہ ہے کہ ”نہرسم از وصل و بنام زرق“ **شیخ و ماع**؛ پیرا دھند، بیاد (شکریہ)
(۱۵۶) **بعل**؛ بعل کے لغوی معنی آتما، خدا اور شہر ہیں۔ یہ عبرانی لفظ سورج دیوتا کا لقب ہے،
قرآن حکیم میں حضرت الیاس کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَ تَذَرُونَ احْسَنَ
الْحَالِ الْفَاقِینَ ۱۵۵ کیا تم لوگ الہیے خوف ہو گئے۔ کہ بعل بت کو پوجتے ہو اور سب بہتر پیدا
کرنے والے (اللہ) کو چھوڑتے ہو؟۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعل حضرت الیاس کی قدم مانت
تھا۔ حضرت الیاس حضرت موسیٰ و ہرون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور شہر بعلبک شام کی
طرف مبعوث ہوئے۔ شاید بعلبک بعل بت کے حوالے سے نام رکھا گیا۔ یہ بت
بیش کو تھ لیا تھا ۸۵۶ عربوں کا مشہور دیوتا بعل جو قریش کا خدا کے اعظم تھا
اسی بعل کی تحریف ہے۔ عبرانی میں ہا، طمہ، تعریف ہے بعل کو وہ خد بعل کہتے
تھے عمرو بن لُحی شام کے دیوتاؤں کو جب عرب کے ارحلا تو مکہ پہنچے پہنچے خد بعل کی صورت
خد بعل سے بدل گئی۔ ایک غیر معروف روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (نام عربی) بت گزشتہ
نبرگوں کے جیسے تھے جن کو ایل عربیہ بعد میں پوجنا شروع کر دیا۔ لیکن زیادہ صحیح خیال
یہ ہے کہ اصل میں یہ مختلف ستاروں کی خیالی صورتیں تھیں ۸۵۷۔ یہودی اسی خدا کو
یہودا کہتے تھے ۸۵۸ اور چونکہ تمام دیوتاؤں کی صفات اسی میں جمع کر دی گئی تھیں اس لئے علامہ
نے بتائے عرب کے نمائندہ وکیل کے طور پر اسی کو چنا۔ **مروخ**؛ اسی مذکور بعل
کا نام ہے، ۸۵۹

۸۵۳ مکر اقبال ۳۵۵ ذکر و تفسیر عبدالحکیم نیرنگ لاپور طبع ششم جون ۱۹۸۸

۸۵۴

اقبال کے حضور ص ۸۳۔ الفا —

۱۳۵۴

مقدمہ القرآن ص ۵۵ علامہ رفیع بلند شہری ناشر دیر پور شہر

۸۵۷

نار۔ ج ۱ اونی القرآن ص ۲۲۹ تا ۲۳۱ جلد دوم۔ سید سلمان ندوی۔ معارف اہل بیت

۸۵۸

تلمیحات اقبال سید کاظم علی عابد ص ۴۲۶

۸۵۹

بجود تفسیر القرآن بلدی ۸۵۹

۸۵۹

یہ بُت 'جو کبھی' اِلہ " تھے مٹی اور پتھر کے بُتے رہ گئے۔ اس لئے کہ اللہ کے
 کی اذیتوں نے زبان کھلی نہیں عملاً بندوں پر بندوں کی قدرتی کوتاہیاں مہیٹ کر دیا تھا
 اپنی ربوبیت عظیم کا دلکا جانے والے "عزم خلیلی" کو شکست نہ دے سکے اور
 دفن ہو گئے مگر دورِ اقبال عجیب نادرہ و فراخ اندہ کا دور تھا، نہ صرف سارے جعلی
 اِکے زندہ ہو رہے تھے بلکہ بدلفیسی یہ بھی تھی کہ زمانہ بے خلیل تھا۔

جلس خدایانِ اقوامِ قدیم

آن ہوائے تند و آن شبگونِ سحاب
 قلزمِ اندر ہوا آوِ محنت
 ساحلش ناہید و خوش گرم خیز
 رومی و من اندر آن دریائے غیر
 او سغیرا دیرہ و من نو سفر
 ریزماں کفتم نگاہم ناہیاست
 تا نشان کو ہزار آمد پلید
 کوہ و صحرایہ بہار اندر کنار
 نفہ ہائے طائران ہم نفس سے
 تن ز فیض آن ہوا پائیدہ تر
 از سر کوہ پارہ کردم نظر
 وادی خوشب نشیب و فراز
 اندرین وادی خدایان کہن
 آن زاراب رب این از عراق
 این ز لبس مہر و دایہ و مہر
 آن کے در دست او بیج دورو
 بر کے ترسندہ از نو کرمیل
 گفت مردوخ " آدم از نواں حرکت
 تا بیفزاید باوراک و نظر

برق اندر طلعتش گرم کردہ تاب
 چاک دامان و گہر کم رخت
 گرم خیز و با ہوا با کم ستیز
 چون خیال اندر شہستان ضمیر
 در و چشم ناہیور آمد نظر
 آن و گر عالم نمی بینم کجاست
 جو تبار و مہزار آمد پلید
 مشکبار آمد نیم از کوہ سار
 چشمہ زار و ستیزہ ہائے نیم رس
 جان پاک اندر بون بیندہ تر
 خرم آن کوہ و مکر آن دشت و
 آب حفز آرد بخاب و نیاز (۱۵۷)
 آن خدائے مصر و این رے کہن
 این الہ الوصل و آن رب العراق (۱۵۸)
 آن بہ زوج مشتری وارد نظر (۱۵۹)
 و آن و گز چھیدہ مار در گلو (۱۶۰)
 بر کے از رخہ از ضرب خلیل
 از ملک و حرم نالائک رخت
 سوئے مہر رفتہ باز آید نگر

می برو لذت ز آثار کهن
روزگار افسانہ و کیمیا کشاد
از تجلی ہائے مادر سخن
می وز وزاں خاکداں باد و مراد
بغل از فرط طرب خوش می سرود
بر خدا یں راز رازے ما کشود

حواشی و تعلیقات :

(۱۵۷) آبِ خضر : آب حیواں { فرشتہ عامرہ } فارسی تلمیحات سے ترجمہ میں

جو تلمیحات موجود ہیں ان میں یہ تلمیح بہت پہلو دار اور معنی خیز ہے۔ روایت یہ ہے کہ ظلمات میں (یہ بھی ایک دنیا ہے) پروردگار نے جو معلوم نہیں کیا واقعہ ہے [کب چشمہ بہتا ہے جسے چشمہ حیواں یا چشمہ آبِ حیات کہتے ہیں، اس کے متعلق مشہور ہے کہ جو شخص اس چشمہ کا پانی پی لے وہ نرہ جاوید یا امر ہو جاتا ہے۔ تلمیحی روایات کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں اور چشموں کے کنارے ہیں اور عالم ظلمات پر بھی رہتے ہیں، کی عکس دہائی ہے وہ بھی اسی لئے عمر جاوداں رکھتے ہیں کہ آبِ حیات پی چکے ہیں۔ مشہور ہے کہ سکندر نے آبِ حیات پینے کی فریفتگی میں اپنی بیوی اور خضرؑ اسے عالم ظلمات میں لے بھی گئے تھے لیکن عین وقت پر چشمہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ (بعض دوسری روایات میں سکندر نے چشمہ میں ایک آب پر نہ کے کا عکس دیکھ لیا تھا جو درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا جس کی ہر گز کوشت سب جھڑ چکے تھے موصی ہڑلوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ سکندر نے خضرؑ سے پوچھا یہ آبِ حیات کیوں نہیں پیتا۔ خضرؑ نے بتایا اس آبِ حیات کا تو پیکر تبھی تو یہ عالم ہے۔ سکندر نے کہا باپ سے باپ میں تو یہ پانی پینے سے رہا۔ اور تشنہ کام لوبا۔ اس سلسلہ میں فارسی اور اردو شعراء نے بہت انیس کو رد و نادر معانی پیدا کیے ہیں ۹۷۷

خدا کے مصر : خدیو مصر : مصر کے بادشاہوں کا لقب { فرشتہ عامرہ }۔ خفیف خدیو کہ اعلیٰ خداوند است یا امالہ خدای، الف۔ بتا کرہ امالیای شد، اجتماع دو یا تفسیل است لازم آخر یائی دوم را بہ واو بدل کردن خدیو شد (غیاث اللغات فارسی)۔ **رب الیمین :** یمن کے بادشاہ، رب بمعنی ہر درش کنندہ، مثلاً رب النوع، مختلف انواع، نباتات، حیوانات، جمادات کی ہر درش کے لئے مقرر کردہ الگ الگ فرشتہ (غیاث اللغات) مصر کے خرافت نے انا ربکم الاعلیٰ، کا اعلان کر کے رب الارباب ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۱۵۸) **إله الوصل :** ہو سکتا ہے کہ عشق و محبت کے دیوتا کیویڈ یا کامیو کی طرف اشارہ ہو لیکن تحقیق سے نہیں کہا جاسکتا۔ **رب الوفاق :** گمان ہوتا ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جس کو صدر الدین (بلخی، صاحب قصص التوائن) ذات الوداع کا نام دیتے ہیں کلمہ کے معنی ہیں جدائی والی والدہ۔ لیکن یہ غلط ہے ۹۷۸

(۱۵۹) **لشلی مہر و واما و مہر :** دیکر آریہ کے سورج و لشی اند چندر و لشی (سورج ہنسی، چندر ہنسی) کے تقررات پر مبنی خاندان و قبائل کی طرف اشارہ ہے۔ ہندوستان کے راجپوت اپنا تعلق رن خاندان و قبائل سے جوڑتے تھے لیکن ہندو مؤرخ رن کے اس دعوے کو رد میں بنا پر تسلیم کرتے ہیں کہ رن کے فط و خال اور چہرہ ہر ہر پرانے زمانے کے آریوں سے ملتا جلتا ہے۔ ۹۷۹

مغربی غنیات میں اپالو سورج دیوتا ہے اس کی اولاد نسل ہر

ہوں۔ یونانی صنیعات میں دیوی دیوتا انسانوں سے بھی شادیاں رچاتے ہیں۔ ہندو صنیعات میں بھی سورج دیوتا کی اولاد حکومت کرتی ہوں دکھائی گئی ہے۔ جیسے سورج ہنسی خاندان ۸۷۸ء ایسے ہی چندر ہنسی ہیں۔

زوج مشتری: مشتری کو باپلی بعل کہتے ہیں۔ یونانی زیوس اور رومی ژوپیٹر یا جوپیٹر یہ گویا رب للہاب ہے۔ دیوتاؤں کا دیوتا ہے سیلٹ میں (Twelve Olympians میں)۔

زیوس یا مشتری کی تین صفات کا ذکر کیا ہے۔ ۱) کہ وہ قادر مطلق ہے (۲) کہ وہ خالق ہے (۳) کہ وہ ازل سے ہے۔ یہ تین کاموں کا مدد بڑا ہرادر ہے۔

مشتری کی بیوی کا نام ہیرا ہے۔ روایات کہتی ہیں کہ یہ اس کی بہن بھی تھی ۸۷۹ء زوج۔ جوزا۔ ثویر۔ زوہر۔ یوی۔ ہیرا۔ ہیرا کی مانی ہونے چاہئیں

(۱۶۰) **دوست تیغ:** اشارہ ہے ہندو تریپوریتی کے تیسرے خدا کی طرف جو ہر وقت فنا کرتا رہتا ہے

مارے ورگلو: جیسے کہ برہاد یوجی ۸۸۰ء ذکر چیل: بھلائی کا بیان۔ مذکورہ جونکی کے ساتھ کیا جئے (نورالاسات ج ۳) ذکر: وحی و تفریق کے لئے آیات ذابک مشکوۃ عنایت میں

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْذِّكْرُ الْحَكِيمُ ۸۸۱ء ایسے تمام نام پر پڑتے ہیں کہ تیس اور حکمت کی باتیں۔ **ضرب خلیل** تبلیغ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بتوں کے توڑنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ قُرْآن عَنِیْہُمْ قُرْبًا یَّاتِیْنِ ۸۸۲ء اور ہمرن ہر پوری قوت سے پل ہٹا اور مارنے لگے۔ اسی بہت شکنی کی سزا نارنود میں پھینک کر دی گئی۔

می بزدلت ز آثار کہن: عہد ماضی کے آثار اور نشانیاں اگر عبرت انگیز ہوں تو ان کا تلاش و دریافت مفید ہے۔ لیکن جو انسان مزب میں کلیا سے متنفر اور مشرق میں حرم سے نفور ہو کر اللہ سے بیزار ہو چکا اس کا عہد ماضی کے خداؤں سے یہ شفقت، ایسی ہی سے لئے مسرت کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہذا بعل یا مردوخ کا خوشی سے لقمہ سہا ہونا بے عمل نہیں۔

(۱۶۱) لغزہ بعل

۸۱۳ - آدم این نیلی تنق را برورید ؛
 ۸۱۴ - وروں آدم بجز افکار چیست ؟
 ۸۱۵ - جالنت از محسوس می یرو قرار ؛
 زندہ باد افروختی مشرق شناس

آنسوئے گروں خداے را ندید
 بچو موج این سرکشید و آن رسید
 بو کہ عید رفت باز آمدید پدید
 آنکہ مار از لحد بیرون کشید

اب خدا یان کہن قوت است قوت

۸۱۸- صحبتش پاشیدہ جانش پر ریز
 درنگر آن حلقہ وحدت شکست
 آل ابرہیم ب فوق الحسنت
 آن کہ بود از بارہ جبرلی حسنت
 با وطن پیوست و از نروان گشت
 لاجرم پیر حرم زمار گشت
 اے خدایان کہن وقت است وقت!

۸۲۱- در حمان باز آمد ایام طرب
 از چراغ مصطفی آئندہ چسبست
 ویں ہر محبت خوردہ از ملک و نسب
 بران کہ اوراپن زندہ بود لب
 آجہ از دل رفت کے ماندہ لب
 روز نروان ز روز و از بیم شب
 اے خدایان کہن وقت است وقت!

۸۲۵- بندوں از گردنش باید کشود
 تا صلوة اورا گراں آید ہے
 بندہ ما بندہ آز او بود
 رکعتے تو اہم و آن ہم با سجد
 پس چہ لذت در نماز با سرود
 خوشتر آن دیوتے و آید در پرود
 اے خدایان کہن وقت است وقت!

ملاحظہ ہو تلبیقہ نمبر ۱۵۶ -

حواشی و تعلیقات : (۱۶۱) بقول : سرپروردہ ، چادر ، فیلی متوق : آسمان ، نیلی چیت . سرپروردہ انگلک . [در وقت نماز استغاثہ]

زمانہ حاضر کا انسان

عشق ناپید و خردگی زیش موت ما
 دھونڈنے والے ستاروں کی نگاہوں کا
 عقل کو تابع فرمان نظر کرنے سکا
 اپنے دکھار کی دنیا میں سفر کرنے سکا
 آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے سکا
 جس نے سوزنے کی شاعری کو گرفتار کیا
 زندگی کی شب تاریک سو کرنے سکا

۸۸۳

خالدانے با فروغ و بے فراغ :
 چہرہ او از عنلاں داغ داغ

آدم او صورت مایہ بہ شست
 آدمی نروان گشت ، آدم پرست

روحانی اعتبار سے دنیا کی حالت کبھی ایسی بہت نہیں تھی جیسی اب ہے۔ تاریخ نے اشارہ فرمادیا ہے کہ بعض نبیوں سے مکتوب پر و خلاق موت کا ہی نہیں تھیں جنہیں جو بھی آج کا انسان کہیں زیادہ کر گیا ہے۔ ۸۸۵

۸۸۴ مکتوبات اقبال اردو ص ۵۳ (مترجم) ۸۸۵ کلیات اقبال مدری ص ۵۵ (مثنوی بندگی نام)

۵۵۰ اقبال کے حضور ص ۱۳۰ - ایضاً

فلت کامیہ شیکار جب خدا بینی سے محروم ہوا۔ بعل کے لئے روزِ میدان ہوا۔
افرنکی: ضرورتِ شعری کے تحت الف بڑھایا گیا ہے۔ اس کلمے کے لغوی معنی ہیں فرانسیسی لیکن فرستہ
 رشتہ تمام مغربی اقوام کو فرنگی کا لقب دے دیا گیا۔ ہماری زبان میں غالباً اس کلمہ پر فنی کہ پہلے ہم لوگ غرب
 کے لوگوں میں سے فرانس کے باشندوں ہی سے آشنا ہوئے تھے (یہ جنگ لڑنے صلیبی کی طرف اشارہ ہے)
 [ہندوستان میں بھی سب سے پہلے فرانسیسی تجارتی کمپنیاں آئیں۔ مائل]۔ اقوام کا جو ہجوم مسلمانوں سے لڑنے کے لئے
 بڑھا چلا آتا تھا اُن میں اہلِ فرانس قابلِ توجہ، قابلِ التفات اور قابلِ قدر تھے ان حالات میں یورپ سے
 آنے والے سب سے سب۔۔۔ اسی نام سے مشہور ہو گئے ۱۸۹۷

شورِ ۱۸۱۴ء: عجل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے ۱۸۹۷

"نفسِ عبارت کے حقائق کے عقلی انداز سے بڑا وہ کسی ایسے تصور سے آگے نہیں بڑھتا جو پہلے محسوس
 و مدرکات کی گونا گوں دنیا کو ایک نظام میں مدغم کر دے۔ وہ گویا دور ہی سے حقیقت کا مٹا پردہ کرتا ہے" ۱۸۸۸
 ایسے ہی سائنس کی نظر محسوس کے مشاہدے میں اُٹک ہوئی ہے۔ یعنی دونوں عقلِ محض
 کے دیریں ہیں۔ اور "جس حق و مدرکات کا انکشاف عقلِ محض کی وساطت سے ہو اس سے
 ایمان و یقین میں وہ حرارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و منزلِ سحرِ برکت ہوتی ہے" ۱۸۹۷
 افرنکی نے مشرقِ تناسی کا ثبوت دیا ہے اسے "محسوس" کا گردِ پردہ کر کے بھر دیتے
 [جب "ایمان بالغیب" سے آدم کی اولاد نا واقف تھی] نکلے از سر و نو اخیاء کی راہ کھول دی ہے۔
پوک: شاید، مگر (فصلِ عامر) کا بیدار کا محفہ ہے۔ **آل ابراہیم:** اسمیل و اسمی علیہما السلام
 کی اولاد، بحوالہ عبد اللہ، یہود و نصاریٰ مومنا اور ملتِ اسلامیہ قدیمہ خصوصاً **ذوقِ الست:**
 ملاحظہ ہو تعلقہ نمبر ۱۹۔ لادینی نے قانونِ اہلی کی جیتی قوت کو کمزور کر دیا ہے۔ **عبدالرحمن:** باز آید
 پدیدہ جب "محسوس" کی پرستش ہوتی تھی اجرامِ فلکی سے لے کر بادشاہوں اور پاپاؤں تک۔ سب
 محسوس ہی تو تھے۔ اور یہی وہ بنیاد پرستی ہے جس سے آج فوبلرز رہا ہے۔ مسلمانوں کی توحید اور
 ایمان بالغیب کو وہ بنیاد پرستی نہیں ہی نہیں سکتے۔ کہ اس بنیاد نے تو انہیں بھی انسان بنایا ہے۔
 لیکن "ناشبین حق کے الٰہی اختیار" کے محسوس حکومتِ الٰہی کے خلاف صدوں، قریباً بیسویں والے اس
 عذاب کو پھر کھلے لگانے کو تیار نہ ہو سکیں گے۔ وہ محسوس کے اسرے میں ذوقِ الست سے
 محروم ہو گئے یہ مذہب کے غالی عشق میں "ناشبین حق" کو پھر تحتِ نشین کرنے کے درپے
 ہیں مشرقِ تناس فرنگی نے کیسی حال چلی۔ کیا بائیں۔ اب وقت ہے۔

شورِ ۱۸۱۸ء: پاشیدن بکھڑا۔ یادہ جہری: وحی و منزل۔ **مروجر:** ملاحظہ ہو نمبر ۱۱

بادِ وطن پیوست و از نیرواں گذشت: مغربیوں نے کلیسا کی جگہ وطنیت کو دے دی یہ
 کوئی بڑی تبدیلی نہ تھی۔ خدا کو پہلے اپنی کلیسا کے خدا ساختہ ناشبین حق نے بے اختیار کر رکھا تھا۔ اب بے جان
 وطن اس کی جگہ آگیا۔ اور اختیارِ کلیسا کے بجائے علوم (عوامی فاضلوں) کو مل گیا۔ وطنیت نے حقیقی نقصان
 اہلِ توحید کو پہنچایا۔ اہلِ حرم کا خدا حق و قیوم بھی تھا اور قادر و تدبیر بھی، انور و وطنیت کا دم بکر کر زاری اختیار
 کی اور نیرواں سے دور ہو گئے۔ مگر در حرمِ زاد و کلیسا آ کر رہ گئے۔ یہی تو خدا یاں کہن کی خدا راہ

کر حیات دینا تھا۔

شعر نمبر ۸۶۱ : حال یہ ہے تو پھر دین مصطفیٰ کی طرف سے بے فکر ہو جانا ہی چاہیے
 ظلمت پھیلانے کے لئے زبانی کلامی کلمہ تو سید کہنے والے سینکڑوں بولہب ، چراغ مصطفیٰ کو
 پھونکیں مار رہے ہیں۔ یہ احیائے اہرنی کا دور ، دور مسرت ہے اپنے خدایان ہیں
 اب ہر وقت آگیا۔ ملک و نسب کی پرستش اس زبانی کلامی ورد **لا الہ الا اللہ** کو ہی جھینے لگی۔
شعر نمبر ۸۶۵ : یہ بند ، ہندومت اور نفرانیت کے طریق عبارت کو علامتی
 زبان میں "مسجد" کے مقابلے میں عام کرنے یا عام ہونے کے اندیشہ کو ظاہر کرنا ہے سب سے
 رگت ، نماز بسرود کے مقابلے میں نفہرانی اور ہستی غائب کے بجائے سامنے نظر
 آنے والے دیوتا (مُتھن) کلمہ ڈگر بے عمل اور لادین اسلام پرستوں کا مستقبل ہوگا۔
 یہی وقت ہے کہ ایسا ہو جائے۔

کہن ہنگامہ دئے آرزو سرور کہ ہے مرد مسلمان کا لہو سرور
 بتوں کو میری لادینی مبارک کہ ہے آج آتش اللہ سرور

مجھ ہنوز نوازند زخویر دین در نہ
 ز دیو بند حسین احمد این چہ بولہب
 سرور بر سر منبر کہ سنت از وطن است

چہ بے خبر ز قیام قدیر لب ست
 بمصطفیٰ برسائے خویش را کہ دین ہمہ دوست

اگر باؤ نرسیدی تمام بولہبی ست

قو رفتن بدریاٹ زہرہ و دین ارواح فرعون و کشتن را

۸۶۹ تہ پر روم آن صاحب ذکر جمیل
 ضرب اور اس طوطے ضرب خلیل
 ابن غزل در عالم مستی سرور
 ہر خدا کے کہنے آمد در سجود

غزل

باز ہر رفتہ و آئندہ نظر باید کرد
 پہلے ہر چیز کہ اندیشہ گو رہا باید کرد

۸۳۴- عشق ہزارہ ایام کشد محل خویش
 پیر ماغت جہاں بر روی حکم نیست
 عاشقی؟ راحلہ از شاہ و سحر بید کرد
 از خوش و ناخوش او قطع نظر بید کرد
 پس غشتیں رُس تویش گذر بید کرد
 ۸۳۵- تو اگر ترک جہاں کردی سر او داری
 محنتش در دل من لات و منات است
 گفت این بت کدہ را ز ریز بر بید کرد

باز با من گفت بر خیز اے پسر!
 اُن مہتیاں اُن جہاں بے سلیم
 جز ہلا مانم میا و نیرا پسر!
 اُن کہ از ہون است چوں انہار سیم
 آشکارا تر در دشت از برون
 در مزاج او سکون لم یزل
 عکراں غائب و حاضر پرست
 پردہ ہا مردان حق در حرب ضرب
 واں مگر از چوب دریشے دویم
 پردہ و در آغوش دریا کشنے میر
 مرگ جباراں ز آیات خداست
 دست در دستم بدہ انکس مترس
 ۸۳۶- ہر کسے باتلخی مرگ آشناست
 در پیئے من پا بند از کس مترس
 سینہ دریا چو موسیٰ ببرد
 من ترا اندر ضمیر او بزم

۸۳۷- بحر بر ما سینہ خود را کشود
 قحرا و یک واوی بے رنگ و بو
 یا ہوا بود و چو آب دانود
 واوی لے تارکی او تو بہ تو
 زیر دریا ماہتاب آمد فرود
 اندراں سگر شتہ و خیراں دو مرد
 باز سوئے یک و گر نگر بپنڈ
 از کجا این صبح و این نور و ظہور
 ۸۳۸- پیر روی سورہ لائے سرود
 کوہ ہائے شستہ و عریان و سرد
 سوئے روی یک نظر نگر لیتند
 گفت فرعون این سحر این ہوئے نذر

رومی ح

ہرچہ پنهان است از و پیداست
اصل این نور از یاربینا است

فرعون

آہ نقد عقل و دین در با ختم
اے جہاں واراں سوئے من بگرید
وائے فوئے از ہوس گردیدہ کور
پیکرے کو در مجاہب خانہ آلیست
از ملکیت خرامی دلد —
۸۵۸ - چیست تقدیر ملکیت ؟ شقاق
۸۵۹ - از بد آموزی ز بول تقدیر ملک
دیدم و این نور را نشناختم
اے زباں کاراں سوئے من بگرید
می برو فعل و گبر از خاک گور
بر لب خاموش او افسانہ الیست
کور چشم را نظر دای دلد —
نکلی جستن ز تو بیر نفاق
باصل و آشفتہ تر تدبیر ملک
باز اگر بینم کلیم اللہ را
خواہم از و یک دل کاہ را

تواشی و تعلیقات : فرعون : (۱۶۱) ملا حظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۲ -

(۱۶۲) کشنر : لارڈ کچنر : برطانوی جنرل جو اپنے زمانے میں جنگی جہازوں کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں جنرل کارڈن کی اورلے کے لئے سوڈان بھیجا گیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی جاپان نے فرطوم فتح کر لیا تھا۔ وہ مصر چلا گیا جہاں مصری افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ مصریوں کو زیر کرنے کے صلہ میں جبریل کا عہدہ ملا۔ ۱۸۹۵ء میں اس نے فرطوم کو فتح کر لیا اور لارڈ کا خطاب پایا اور بیس ہزار پونڈ نقد انعام بھی ملا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈاکٹر آف سول لاء کا خطاب دیا۔ ۱۹۰۲ء کی رکنزری ڈگری دی۔

۱۹۰۲ء میں جنوبی افریقہ کو برطانوی سلطنت میں شامل کرنے میں کامیاب ہوا۔ پارلیمنٹ نے جاس ہرلڈ پونڈ انعام اور وائی کاؤنٹ کا رتبہ عطا کیا۔ ۱۹۰۲ء میں اسے جنرل کا منصب دے کر ہندوستان کو روانہ کیا گیا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے لارڈ کرزن سے یہ تنذرعہ کھڑا کر دیا کہ گورنر جنرل کی دستاویزہ کونسل میں فوجی ممبروں کو ہو؟ لارڈ کچنر اس بات کے حق میں تھا کہ کمانڈر ریفین ہی ممبر ہونا چاہیے۔ وائسرائے کی سول مصیبت کے آدمی کو رکھنا چاہتا تھا۔ سیکرٹری آف سٹیٹ نے فیصلہ لارڈ کچنر کے حق میں دے دیا اس پر لارڈ کرزن نے (۱۹۰۵ء میں) استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۰۲ء سید مابد علی مابد نے تعلیمات اقبال میں یہ کہانی کی اور طرح بیان کی ہے۔ یہ کہ

نظم و نسق سلطنت میں آیا کانڈر ان چیف نائب السلطان یعنی وائسرائے کا حکوم ہے؟ برطانوی حکومت نے کرنل کے حق میں اور کچنر کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ یہی پہانی سید مظفر حسین برلی نے کلیات کتابت اقبال جلد اول ص ۱۲۷ پر تعلیمات اقبال سے نقل کر دی ہے اور ساتھ میں یہ اضافہ بھی کر دیا ہے کہ رس پر رس (کچنر) نے ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی ۱۹۰۷ء

یہ غلط ہے رس نے نہ کچنر ۱۹۰۷ء تک ہندوستانی فوج کا کانڈر ان چیف رہا ہے اور سید عابد علی عابد خود بھی یہ تسلیم کرتے ہیں ۱۹۰۷ء اور لارڈ کرنل ۱۹۰۵ء میں ہندوستان سے جا چکا تھے دن کی جگہ لارڈ مینٹونم نے لی جو ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۷ء تک رہا ۱۹۰۷ء

بہر حال مسئلہ کو رس کی زندگی کا وہ واقعہ ستارہ تھا جو رس نے خرطوم میں مہدی سوردانی محمد بن احمد عبداللہ کے جانشین عبداللہ کو شکست دینے کے بعد مدبر کے سینے میں ثبت کیا۔ اور وہ یہ کہ رس نے مہدی سوردانی کی تربیت کھدوا کر رس کی ہڈیاں سمندر میں بہا دیں۔ خدا کا انتقام بھی عجیب اور شدید ہوتا ہے۔ یہی جنگ عظیم جعفری تو وہ وزیر جنگ خورشید شاہ رگنریوں نے رس سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں کیلیں آغاز جنگ ہی میں (۱۹۱۶ء) وہ زار روس سے ملاقات کے لئے چین جہاز میں روانہ ہوا، اس جہاز میں نے غرق کر دیا اور لارڈ کچنر سمندر کی لہروں کا زرق و برق دیکھا ۱۹۰۷ء مسئلہ نے یہی واقعہ کو موضوع بنایا ہے۔

ضرب خیل ۴: ایک دن جب مہدی ایک ثقافتی میلے پر تھے حضرت ابراہیم موقع پکار مہدی کے گھسن گئے فراخ الی ایتھیم قتل الا تا کلون ۵ ما انکم لا تظنون ۵ فراخ علیہم ضربا بالیمین ۵ تب وہ ان کے معبود یوں تک پہنچ گئے، کیسے گلے لگاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر ان پر بوری قوت سے جھپٹ پڑے اور مارنے لگے۔

غزل: باز بر رفته داشتہ الخ - ز بر بجم حمہ دم آ ۲۱ دیں غزل ہے - جسے اقبال نے بزبانِ روی بیان دیا ہے۔

شوق فریب ۱۳۴: محبوب سے کربِ دنیا؟ نہیں سگری بازی لگانے کی ضرورت ہے۔ یعنی

نکل کر خانقاہوں سے لدا کر رسمِ شیری
کہ فقیر خانقاہی ہے قوطِ اندوہ و درگی ۱۹۹۷

”زمانہ حال میں بحیثیت (دجری نقوت اور نرب دنیا ہر استولز زندگی) سے اجتناب لازم ہے اس وقت مسلمان کا فرض ہے کہ جو قوت خدا تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے (اسے) گوشہ نشینی میں ضائع کرنے کی بجائے اسلام کی خدمت اور اقوام و ملی اسلامیہ کے احیاء و بیداری میں صرف کرے“ ۹۰۰

سکون لم یزل: لازوال سکون، مستقل ٹھیراؤ۔ **دور و ان حق:** حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قمر احمد علیہ السلام کا تذکرہ آئے آتا ہے۔

۱۹۹۳ء تعلیمات اقبال ص ۴۹۹ سید عابد علی عابد الیفا
۱۹۹۵ء تعلیمات اقبال ص ۴۹۹ الیفا
۱۹۹۷ء نیوکلون تاریخ پاکستان دس دس ص ۳۶۵ - ایضا

کرنل کے استعفیٰ سے ثبوت میں کمر اور تباری مرقوم کا قدیم جلد نظریہ - کرنل کچنر کے جھڑپ سے جو کل وہ منہم الفاف کا ما کہہ دیا میں نے یہ اس سے صاف تھا دیکھو تم زن پر نرغا
۱۹۹۷ء تعلیمات اقبال ص ۴۹۹ ، کلیات کتابت اقبال جلد اول (الیفا) - ۱۹۹۸ء التفقٹ : ۹۱ - ۹۳ -
۱۹۹۹ء کلیات اقبال اردو ص ۳۸۸ (اور مان نماز گزرتے) - ۱۹۹۲ء لارڈ اقبال ص ۱۹۲ لارڈ اقبال لکھی لاہور
کتوب بنام شفیقہ دین آسٹی - ۳۰ جولائی ۱۹۳۳ء

شعر نمبر ۸۴ - مَرَّ جِبْرَانُ زَآيَاتِ خُدَاسَتِ : اَمَّاوُہِ قَرَانِ لَہِ ذَلِیْ اَیَاتِ لَہِ دَوَفِ
 جِنِّ مِیْنِ " اَنَّا رَکَمُ اللّٰہِی " کَہِ مَدِیْ فِرْعَوْنَ مَہِ سَہِ غَزَقِ اَبِ دِوَرَابِ مَہِ کُوْ اَیَاتِ خُورِ اَیَا لَہِ
 وَجُوْرَ نَا یَبْنِیْ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرِ فَاَتَّبَعْتُمْ فِرْعَوْنَ وَجَنُودَہُ لَغْنِیًّا وَتَحَدَّوْا " حَتّٰی اِذَا اَذْرَکَہُ
 الْغَرَقُ " قَالَ اٰمَنْتُ اِنَّہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنْتُ بِہِ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ وَآءَا مِیْنِ
 الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰہُ وَقَدْ عَصٰیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنْ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَاَلِیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِیَدِنَا
 لَیْسَ لَہِ تَحَلُّوْنَ لَیْسَ لَہِ قَلْعَکَ اَیَہُ لَا وَآلِ کَثِیْرًا مِّمَّنَ النَّاسِ عَنِ اَیَاتِنَا اَلْغٰفِلُوْنَ ۝ ۹۰۱

اور ہم نے بن اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادے سے (دریا میں) چلا۔ یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا۔ تو (سربراہ ہر گھر) کہتے لگا۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ مجھ اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ (جواب دیا گیا) اب ایمان لانا ہے اور پہلے سرکشی کرنا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے۔ تاکہ ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہمارے ایسی ایسی عبرتوں سے غافل ہیں۔

وَاجْنِبْنَا مُوسٰی وَمَنْ مَّعَہُ اَتَمِّیْنِ ۝ ثُمَّ اَنْزَلْنَا الْاَحْزٰی ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃٌ ۚ
 وَ مَا کَانَ اَکْثَرُہُمْ شٰوِیْنِ ۝ ۹۰۲ اور (دعایا) قصہ میرزا) ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو غرق کر دیا۔ اور اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

شعر نمبر ۸۴۸ : ظہ ۝ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی ۝ قُرْآنِ فَمِیْ لَیْسَ مِیْنِ سُوْرَہِ پَارَہِ ۱۶
 ہم نے آپ پر قرآن حکیم اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔

ایک تو اس آیت کریمہ سے مترشح ہے کہ دریا نے زہرہ میں اترنے وقت تکلیف نہ ہو۔ دوسرے اس سورہ شریف میں حضرت درستی علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان ہوا ہے۔ سورہ نازعات کی طرح ظہ کا حوالہ بھی مسئلہ کے تدبیر فی القرآن کا ثبوت ہے۔ پیکر کے کو۔۔۔ بدن، نمی، فرعون کی لاش
یاد بیضا : ملاحظہ ہو تفسیر نمبر ۱۲۱۔ **ملوکیت :** ملاحظہ ہو تفسیر نمبر ۱۱۲۔

شعر نمبر ۸۵۸ - تقدیر : ملاحظہ ہو تفسیر نمبر ۹۹ **تقدیر ملوکیت :** تقدیر کسی شے کا مقدر و جود بھی ہے اور کسی عمل کا نتیجہ بھی۔ ملوکیت کی تقدیر یعنی نتائج سورہ تقدیر باہمی اور اللہ سے مدد کے اور قبہ بھی نہیں۔ جیسا کہ لایہ کی حکومت کے حوالے سے مشہور ہے کہ ان کی پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو ہے۔ یہی وہ نکتہ خاص ہے جو حسیولہ بان نے اپنی کتاب موزن ہند میں پیر خیر سیل کے حوالے سے درج کیا ہے۔

” جس روز ہند میں قومیت کا احساس پیدا ہونے لگا وہ لگتا ہی کمزور کیوں نہ ہو اور گو یہ احساس دس حد تک نہ بھی بڑھے کہ غیر قوم کو محلی طور پر ملک سے باہر نکال دینے کا جوش پیدا کر سکے بلکہ اسی قدر خیال پیدا کر دے کہ غیر قوم کی اعانت شرم کی بات ہے تو کسی

روز گویا ہماری حکومت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ہماری خونخواریوں در تہائی

دور رہا ہے۔ (۱۰۳)

حالات اگر یہ ہے کہ ”احزاب قومیت“ چاہے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو ہندوستان سے تاج برطانیہ کو نکال دینے کا سبب بن سکتا تھا تو پھر ان کی طرف سے ”متحدہ قومیت“ کا تصور اور آل انڈیا نیشنل کانگریس جیسی تنظیموں کا قیام باہمی سرچشموں کے علاوہ اور کیا مقاصد رکھتا تھا؟ — یعنی ملکیت کی حکمت، نفاق کی کامیاب تدبیروں سے ہی ممکن رہی ہے۔

قرآن حکیم نے نظام فرعون کی بنیادی خصوصیت ہی معاشرے کو طبقات میں بانٹنے کی حکمت بتائی ہے۔ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْمَدْيَنَ وَفِي الْعِثْرَیْنِ وَفِي الْمَدْيَنَ وَفِي الْعِثْرَیْنِ لَا يُفْقِدُ طَائِفَةً مِنْهُمْ فرعون سرزمین مصر اور اپنی مروجہ چڑھ گیا ہے اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا (طبقات بنائے تھے) اور ان میں سے ایک طائفہ (طبقہ) کو کمزور کر رکھا تھا۔ — بنی اسرائیل کو خیمہ اجتماع دیا گیا تھا لیکن ارض مصر پر رستمزدار سامعین رہتے ہی انہوں نے فرعون نظام طبقات کو احیاء بخشا تو ان پر پہلے قوم رستمزدار (پل غترہ) اور پھر جاہلوت کو مسلط کر دیا گیا۔ اسی اولین طبقاتی نظام کو مذہب کے درشتہ و دنیاوی نے حکومت دینی نام دیا تھا جسے جاہلوت کی من جانب اللہ بطور شک تعریف سے لے کر ”مدینۃ المعرفۃ“ ”دینی رسالت اسلامی“ کے قیام تک مسلسل رد کیا جاتا رہا ہے۔ اہل اسلام میں اس طبقات پسند حکومت الہیہ کو خوارخ نے از سر نو اٹھایا دیا۔ — حالانکہ اللہ نے اس نظام کے منتظمین کو صنادی کہا ہے۔ اِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُعْزِیْنَ ہے شک وہ (فرعون) واقعی ٹرامند تھا۔

شعر ۸۵۹: جیسا کہ خود فرعون و آل فرعون اور مصر کے ساتھ چڑھا۔ جیسا کہ لادوں کی ارض خدس پر جاہلوت نے قبضہ سے اور شمالی ریاست بنی اسرائیل پر نینوا، بابل اور رومیوں کے تسلط سے چڑھا جیسا کہ روما اور فارس کی سلطنتوں پر موبہتری۔ دور کیوں جاؤں میر صغیر بندہ ننگروں میں تقسیم ہوا اور ارض پاکستان چودہ سالہ آمریت [الوہا دیمچی خالی] کے زیر اثر دو ننگروں میں بیٹھی — اور جیسا کہ آمریت صیاد نے مسلمانان پاکستان کو عداوت، قومی ٹوہنتوں اور فرقہ وارانہ فساد کے حوالے کیا — یہ سب حکمران تمام تر نیک نیتی سے چونکہ اپنے اقتدار کے استحکام کے درپے رہے اس لئے ”نفاق پھیلانے“ کی لعنت سے نہ بچ سکے ”حکمی جستن بہ تدبیر نفاق“ ”تقدیر تلک رہی اس لئے“ بالمل و آشفته تر تدبیر تلک“ ”مقدر ہوا۔

دل آگاہ: کنایہ ہے تدبیرت سے، یعنی آغاز ہی سے انجام کو پالنے کی صلاحیت۔ اور یہ شے بغیر قوت ربانی کے ناکھ نہیں آتی۔ اس لئے کہ عرس اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اقوال فراموش المؤمنین فاتھ یتنظرون النور و جعل ۱۱۱۱ مؤمن کی فراست سے ڈرنا چاہئے کیونکہ وہ قدرے بزرگ و بزرگ کے نور سے دیکھتا ہے۔

۹۳۳ تمدن ہند ۲۳۴ گراماڑی بان - اردو ترجمہ سید علی گلرامی، مقبول آکٹوبر ۱۹۹۲ء

۹۳۴ القصص ۱۱۱۱ ایضاً - ۹۳۵ احادیث شتوی دارالحدیث قرآن و ترجمہ ۲۰۰۲

مورخ جامع منبر صلاحت

رومی رح

حاکمی بے نوجاں خام است خام	بے پیر بیضا ملکیت حرام
حاکمی از ضعف محکومان قوی ست	بینخش از حرمان محکومان قوی ست
تاج از باج است و از تسلیم باج	مرد اگر تنگ است می گردد زججاج
فوج دزدان و سلاسل زنجیری ست	اوست حاکم کز چنین سامان غنی ست

ذوالخرد طوم

مقصد قوم فرنگ آمد بلمند	از پی لعل و گریه گوید نکند
سرگذشت مصر و فرعون و سلیم	می توان دیدن ز آثار قدیم
علم و حکمت کشف اسرار است و لبس	حکمت بے جستجو خوار است و لبس

فرعون

۸۶۸ - قبر ما را علم و حکمت بر شود
لیکن اندر تربت مهدی چیر بود

منویش شدن درویش سوڈالی (۱۶۴)

برق بے تابانه خشید اندر آب	موجها بالید و غلطید اندر آب
بوی خوش از گشتن جنت رسید	روح آن درویش مهر آمد پدید
در صدف از سوز او گوهر برداخت	سنگ اندر سینه کشتن گرداخت
گفت ای کشتن اگر داری نظر	انتقام خاک درویشی بگر!
۸۶۳ - آسمان خاک ترا گورے نداد	مرقدے جز در یم شورے نداد
باز حرف اندر گلوے او شکست	از لبش آه بگمرا تا بے گسست
۸۶۵ - گفت آب روح عرب بیدار شو	چوں نیاگان خالق انصار شو

تا کجا برخویش چمپندر چودود
درجیاں باز آور آن روز کے گرفت
نقشہ توخیر او گیسر سب
برنخیز و از تو غار و قعر دگر؟
از تو می آید مرا بوٹے دوام
تا کجا تقدیر تو در دست غیر
استخوانم دینے نالہ خوئے

(۱۹۵) اے فوادے فیصل اے ابن سود
زیرہ کن در سیفہ آن سوز کمرفت
۱۹۸- خاک بطحا خالدے دگر بزاے (۱۹۶)
اے خلیل دشت تو بالندہ تر (۱۹۷)
اے جہان مومنان مشک نام
زنگانی تا کجا بے ذوق سیر
بر تمام خود نیائی تا کیے؟

(۱۹۸) از بلا ترسی؟ حدیث مصطفیٰ است

”مرو را روز بلا روز صفا ست

حواشی و تعلیقات : حقیقی حاکمیت زبیروں فوجیوں اور جیسوں سے ہے نیاز موتی ہے میرند
عدل و انصاف سے برائوں کی جڑ سونکھ جاتی ہے پھر ان اسباب امن کی حاجت ہی یا رہ جاتی ہے۔ تاج
یعنی بادشاہیت : بازار میں ، خراج سے بے کین خراج دینے سے ، مرد بیقر کا بھی موتی
کامیاب ہو جاتا ہے ۔ حاکمیت کو حکم کی کمزوری توڑنا کرنی ہے ۔ قلعوں کی حرمیاں حاکمیت کی جڑ کو
قوت بخشتی ہے ۔
خواجہ خرم طوم : مراد لارڈ کچنر ملاقات ہو تعلیقہ نمبر ۱۶۳ ۔

شعبہ نمبر ۸۶۸ جب کچنر نے کہا حکمہ آثار قدیمہ کا قیام کسی قیر سے لعل و کبر جمع کرنے کے لئے نہیں
پڑا ۔ اس کے ذریعے معارف و علم کی سرگزشت بھی معلوم ہوتی ہے ۔ حکمت و دانائی ۔ فلسفہ
اور سائنس چھپے رازوں کا انکشاف کرتے ہیں ۔ لہذا یہ انکشاف بغیر جستجو کے ہر نہیں سکتا ۔
تو قرون بولا چلو ایسا ہی سہی قربت جہری اکھاڑنے میں آخر کیا حکمت تھی ؟ کچنر لا جواب
ہو گیا اور مہدی سوڈانی ظاہر ہوئے ۔

(۱۹۹) **درویش سوڈانی [محمد احمد بن عبد اللہ مہدی]۔** محمد احمد مہدی سوڈانی

[ولادت ۱۸۴۸ء] نے سوڈان کے مشہور بزرگ شیخ محمد شریف کے زیر تربیت سات سال
کے زیر خدمت حاصل کی اور ایک جامع مسجد و خانقاہ تعمیر کی تاکہ مسلمانوں میں جہاد فی
سبیل اللہ کی روح بیدار کرے ۔ بائیس سال کی عمر میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ۔ عوام کی
طرف سے مقبولیت کا تاثر ملنے ہی باضابطہ امامت کا اعلان کیا ۱۸۸۵ء تک اس کی سلطنت
مصر تک پھیل چکی تھی ۔ اس کی وفات کے بعد ، انگریزوں نے صرفہ مسکون پڑا کہ ریش جالطین (خلعہ) ایسی سربراہین
تہذیبوں نے لارڈ کچنر کو مہر بھیجا ۔ ۱۸۹۸ء کو کچنر نے مہدی کے جانشین عبداللہ کو شکست
دی اور مہر مہر کو بحیثیت نواح خرم طوم میں داخل پڑا ۔ اور ۔ پہلا کام یہ کیا کہ مہدی کی پڑیاں قبر

۹۰۷ سے نکال کر جلاڈ ایس اور واکھ سمندر میں بہا دی۔ اس کے بعد سوڈان کو مصری متبوضات کا جزو بنادیا گیا۔

۹۰۸ عہدہ نے مہدی سوڈانی کی تحریک کو خالص سیاسی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ اور وحدت ملی کے لئے کسی خالد بن ولید کی آمد کی آرزو کی ہے۔

جنت : ایسے باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں نے زمین چھپائی ہو۔ عربی کا ہر وہ لفظ جس میں جیم زون آئے اُس سے معانی میں پوشیدگی کا تصور رہتا ہے۔ پری کو جنت اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ نظر سے غائب ہے [شرح لفظ یوسف بن مانع] ۹۰۹

شعر ۸۶۳ = ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۱۳ کی نئے حالات میں

روح عرب : وہ نفسیاتی ساخت اور نفسی خصائص جو آداب اسلامی سے جلا پاکر ایسے چیلے کر چار دانگ عالم کو منور کر دیا مصلحہ کا ظلم اُس سے ذکر سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں "پس چہ باید کرد" سے چند شعر لکھنا کافی ہوگا۔ ملت عربیہ سے مخاطب ہیں

حق ترا براں تر از شمشیر کرد	سارباں را راکب تقدیر کرد
باید تکبیر و عظمت و جبر و غلب	اندر اں غوغا کشاد شرق و غرب
اے خوش آن مجذوبی و دل بزدلی	آہ زین دلگیری و اندر دلی
کار خود را امتحان برزند پیش	تو ندانی قیمت حوائی خویش
اے ز افسون و زنگی بے خبر	فتنہ دادر استین او نگر
عمر خود را بتکراے صاب نظر	در بن بازار آفرین روح عمر
بگذر از دشت و در و کون و دمن	حنینہ را اندر وجود خویش زن
طبع از باد بیاباں کرد تمیز	ناقد را سرده بیدان ستیز
عمر صاف زارد و بام لشت	مستی او از مئے کھلام لشت
شارح اسرار او تو بودہ	اولیں معاری او تو بودہ

مرد حوا! بجنتہ ترکمن خام را

ہر عیار خود نرن ایام را ۹۱۰

(۱۶۵) **فواد :** (۲۶ مارچ ۱۸۶۸ء تا ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء) فخر جنید میں پیدا ہوا، جینوا اور تورین میں تعلیم پائی ۹ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو اپنے بھائی شہزادہ حسین کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں بادشاہ مصر کا لقب اختیار کیا۔ تہذیب شناسنگی اور اسلامی روایات کا بڑا احترام کرتا تھا۔ مصر کی بیداری کی تاریخ میں احمد فواد کا عہد بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

تحریک قومی تحریک کے رہنماؤں اور وفد پارٹی کی قیادت نے مصر پر انگریزوں کے قبضے کے خلاف تحریک شروع کی تو احمد فواد نے مطلق العنان بادشاہت کی خاطر دستور کو کھلونا بنادیا۔ اس کے عہد کے آخر میں حبشہ کی جنگ کی وجہ سے الماری خطے کے پیش نظر انگریزوں سے معاہدہ تائزیر ہو گیا مین فولد نے ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو انتقال کیا یہ معاہدہ اس کے پیشہ کاروں کے

ذریعے طے پایا۔ علامہ نے اسی شاہ فواد کا ذکر کیا ہے۔ ترکی کے فواد پاشا کی یہ اہمیت نہ تھی۔
فیصل: (۱۸۸۵ تا ۱۹۳۳) امیر فیصل اول شریف مدینہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم
 پائی۔ ۱۹۱۱ء تک جہدِ تعلیم اول میں ترکی فوج کے ساتھ شام میں خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد
 کرنل لائسنس کی بناءت میں شامل ہو گئے۔

۱۹۲۰ء میں شام کی قوم پرست کانگریس نے ان کی بادشاہت کا اعلان کر دیا مگر
 فرانس نے اسے پسند نہ کیا وہ عراق چلے گئے اور ۱۹۲۱ء میں عراق کے بادشاہ بن گئے۔ ان کی
 امارت کے معاملہ پر برطانیہ کی رائے کی گئی ۹۶ فیصد لوگوں نے ان کے حق میں ووٹ دیا اور اس
 کے ساتھ ان کی سیادت تسلیم کر لی گئی۔ وہ عراق میں دیگر نژاد کے حامی رہے۔ ۱۹۲۵ء میں وفات
 پائی ۹۱۲

ابن سعود: (۱۸۸۰ تا ۱۹۵۳) موجودہ مملکت السعودیہ عربیہ کے بانی عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل المعروف بہ ابن سعود
 ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دبا فہم ابن سعود فرمان روئے نجد کو ۱۹ ویں صدی میں ترکوں نے بے دخل
 کر دیا اور وہ کریت میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں ابن سعود نے شیخ مبارک کی مدد سے صرف چالیس
 سپاہیوں کے ساتھ نجد کے صدر مقام ریاض پر قبضہ کر لیا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد عربوں میں ترکوں کے خلاف
 آزادی کی تحریک کو فروغ ہوا تو ابن سعود نے نجد کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۱۴ء میں مشرقی نجد
 کو شکست دے کر حجاز کو بھیڑا۔ اطاعت میں شامل کر لیا۔ ۸ جنوری ۱۹۲۶ء کو بادشاہ حجاز ہونے
 کا اعلان کیا اور ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء کو بحرانیہ نے ایک معاہدے کے تحت مملکت نجد و حجاز کی مکمل آزادی کو
 تسلیم کر لیا۔ ابن سعود نے ۱۹۳۲ء میں مملکت کا نام المملکت السعودیہ عربیہ رکھا۔ ۱۹۵۳ء میں
 وفات پائی۔

وہ اتحاد عرب کے بڑے حامی تھے اس لئے عرب لیگ قائم کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہیں
 کے عہد حکومت میں تیسل کے چشمے دریافت ہوئے۔ علامہ اقبال کی نظر میں وہ ایک روشن خیال آدمی
 تھے۔ اسی حوالے سے اردو مضموناً مؤثر عالم اسلامی کی موجودگی میں سابق خلیفہ عثمانی کو حجاز کا انتظام سپرد کرنے
 کی تجویز کا مخالفت کی ۹۱۳

شعبہ ۸۷۵: نیاکاں: نیا کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں آباد اجداد، لیکن فواد کی رو
 اس کی جمع۔ نیایاں آتی چاہئے تھی جیسے خدا کی خدایاں ہوتی ہے۔ نیا کو ان کلمات میں شمار کر لیا گیا ہے
 جن کے آخر میں ہ ہوتی ہے اور جمع نیاکان کر لی گئی (اس لئے کہ قاعدہ یہی ہے کہ جن کلمات کے آخر میں آئے

۹۱۱ دائرہ معارف اقبال۔ مکتبہ انوار ۳۷۷ الفنا، تعلیمات اقبال سید عابد علی شاہ ۹۹۳ الفنا

۹۱۲ شخصیات کا لٹریچر سیکولر ۵۲۷ الفنا، شخصیات کا لٹریچر سیکولر ۵۲۷ الفنا، تعلیمات اقبال شاہ ۹۹۳

۹۱۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۵۵۱ الفنا، کلیات کتائب اقبال جلد ۳۷۷ الفنا، دائرہ معارف اقبال ۳۷۷

شخصیات کا لٹریچر سیکولر ۵۲۷ الفنا۔

ان کی جمعہ گان " سے کی جاتی ہے ۔ جیسے مثنوی سے مثنویاں ۔ اس میں ذرا روح اور غزل کی روح
کی کوئی تخصیص نہیں [دراصل اصل کلمہ نیاک تھا اس پر علت جمع آن کا اضافہ کرنے سے
نیاکان یا نیاکان کہتا ہے ۔ جب پہلی مثنوی عربی رسم الخط میں لکھی گئی تو نیاک
کو نیا پڑھا گیا ۔ فارسی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ نیا کی جمع نیاکان ہے
صرف دشواری کے علماء اس کی توجہ نہ کر سکے ۔ اور یہ کہ یہ کلمہ کے لیے جو جانا پڑتا ہے کہ
پہلی زبان اس طرح بولتے ہیں ورنہ حقیقت وہی ہے جو عرض کر رہی گئی " ۹۱۲

شعر ۸۷۸: غیاث اللغات میں کنز اور کشف و لطائف کے حوالے سے لکھا ہے کہ **بطحا** بمعنی زین فراء
کہ نذر گاہ آب سہل باشد و در آن سنگ نریز بار بار باشد ۔ یعنی پتھر پلانالہ یا داری ۔ کلمہ المعظمہ بھی سنگ
وادی ہے اس کے وادی کلمہ کو بھی بطحا کہا جاتا ہے ۔

(۱۶۶) **خالد بن ولید:** پسر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور نامور سپہ سالار اسلامی
پورا نا خالد بن ولید بن مغیرہ الخزومی تھا ۔ ۸ ہجری ۶۲۹ عیسوی میں اسلام قبول کیا ۔ غزوہ احد میں
مشرکین کے جس گروہ کو لڑائی سے مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کیا اور جیتی ہوئی جنگ کو بظاہر شکست
میں بدل دیا تھا اس کی کمانڈ خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی ۔ اسلام لانے کے بعد جذبہ و جوش میں اور بھی
اضافہ ہوا ۔ جنگ موتہ کے دوران میں بے خوفی و بہادری دکھانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو
"سیف اللہ" کا خطاب عطا فرمایا ۔

۸ ہجری (فتح مکہ) کے کوفات (۲۱ ہجری، ۶۲۲ عیسوی) تک جتنے غزوات اور جنگیں
ہوئیں حضرت خالد بن ولید نے ان میں سپہ سالار کی حیثیت میں حصہ لیا ۔ ایران کے بیشتر محاذوں پر
سپہ سالار کے فرائض انجام دیے ۔ مراد یہ کہ زندگی کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں بسر ہوا ۔
شوق شہادت میں ناقابل یقین کارنامے انجام دیے کیلین شہادت کی موت نصیب میں نہ
تھی ، کیسے ہوتی ؟ سیف اللہ جو ہوئے ۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں چند یوم بیمار رہ کر وفات پائی ۔ نامور ضحیٰ کا
اس بات پر اتفاق ہے کہ اسلام کے دور اول میں خالد بن ولیدؓ سے بڑھ کر کسی اسلامی سپہ
سالار میں ایسا بے پناہ عسکری تدبیر نہ تھا ۹۱۵

حضرت ابو بکرؓ نے یمانہ میں مسیلہ اللذاب کے خلاف مکرہ کی لڑائی ان کو سونپی ،
۱۲ ہجری میں انہیں عراق کے محاذ پر اسلامی فوج کی قیادت سونپی گئی ، پناہیہ اپنے عراق فتح کر کے
عراق کو پار کرتے ہوئے شام میں افواج اسلام کی مدد کو جا پہنچے ۔ خلیفہ دوم امیر المؤمنین فاروقؓ نے انہیں
نے انہیں اپنے عہدے سے معزول کر دیا تھا ، یہ بتائی کہ لوگ فتوحات کو ان سے منسوب کر کے
کہیں اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت سے غافل نہ ہو جائیں ۔ سبحان اللہ ۔ معزولی ، بھی انہیں سونپی گئی ۔
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

اُن دو آبوار قفاٹے یک دگر
از خرازی فرو د آید نگر !
یک دم آب از چشمہ صحرای خرد
باز سوئے راہ پیمای بنگر
ریگ و شت از نم شمال پر نیل
جاہ پر شستہ نمی آید گراں
حلقہ حلقہ چون پیریمو غم
ترسم از باران کہ دویم از مقام
سارباں یاراں بہیشرب مابہ نجد
اُن حوری اکوناقہ را آرد بوجہ

خواشی و تعلیقات :

شعر نمبر ۸۵ : میشرپ : حضور کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ منورہ میں اور
دبائی امراض کے علاوہ دوسری خرابی کا وجہ سے میشرپ کہلاتا تھا، مگر حضور کا دعائے مستجاب اللہم
حَبِّبْ لَنَا الْمَدِیْنَةَ کَمَا حَبَّبْتَ لَنَا الْمَكَّةَ اَوْ اَنْشُدْ : اے اللہ میں مدینہ سے بھی اسی طرح محبت دے
جس طرح مکہ سے محبت (اس کی ہائے کی وجہ سے) بہارے دلوں میں موجزن ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ ۔
تھیں میشرپ مدینہ طیبہ میں بدل گیا اور حضور نے بھی مدینہ کو میشرپ کہنے سے منع فرمادیا (بخاری نمبر ۱۹۲۰)
نجد : عرب کا ایک علاقہ جو حجاز سے مشرق کی طرف پھیلا ہوا ہے یہ ایک بلند اور ریگستانی
علاقہ ہے ۔ اسے شہرت تاریخی طور پر تو مسلمانہ عبدالوہاب نجدی کے حوالے سے ملی لیکن عربی
ادب میں اس کا ذکر اونٹنی کے حوالے سے ہر قصیدہ میں ہوتا رہا ہے ۔

علوم نہیں مردم ڈاکٹر قمر ریاض نے اس شعر سارباں یاراں بہیشرب مابہ نجد ، ۔۔۔ ۔
کا یہ ترجمہ کس طرح کر دیا " دوستو! سارباں میشرپ میں ہے اور ہم نجد میں ۔ وہ حرکی کہاں ہے
جو ناقہ کو وجد میں لے آئے " ۹۲۱ حالانکہ صاف ترجمہ یہ ہے ، سارباں! دوست میشرپ
میں ہیں اور ہم نجد میں ہیں ، ایسی حوری ، کہ اونٹنی کو وجد میں لے آئے اور ہم جلدوں پہنچ جائیں ۔
اللہ جلنے یہ " حصہ نظم " روز و معلوم میں لیا گیا معانی رکھتا ہے ۔ قیاس کہتا ہے کہ
مسلمانہ " حالات اور زمانہ کی نامساعدت کو باران کیہ کراہتہ [اونٹنی] سے کاروان ملی مراد
لیتے ہیں ، اور سبزہ ، اُن سیاسی مراعات کی طرف کنایہ ہے جو " کارواں ملی " کے قوم کو
کا صربہ ہیں ۔ ریتلا رستہ ہم آلود ہونے کے باعث ریشم کی طرح نرم ہے ۔ اور اونٹنی
پر " تراں نہ گزرے " کا اس لئے سبزہ زار سے گزریں اور یہی راہ اختیار کریں ۔ یہ
شعر " رودی " کے ایک شعر سے ماخوذ لگتا ہے ۔ رودی کے شعر کا پس منظر بھی یہی
ہے ۔ ہرات کے مشہور نثریہ گاہ باغینس ، میں لفرین سمانی نے ڈیرے ڈالے ، بہار میں
مرا چمن زار تھا تو سردیوں میں پھلوں کی آمد نے آبادیوں کو سوطرے کے میوؤں سے بھر دیا موسم پریم
گزرنے گئے مگر لفرنے دیاں سے پلنے کا نام نہ لیا ۔ تب نوح کے لوگوں نے بہرہ را رودی سے کام لیا رودی
۹۲۰ مطلب اقبال مقبول النور راودی جلد ہدایہ تحقیق و توثیق ص ۹۹

نے اپنی مسکند غزل چھڑی جس کا مطلع ہے

ہوئے جوئے مولیاں آید ہے یاد یار مہرباں آید ہے

ص۔ رودکی نے کہا
اے بخارا شاد بایں شادری شاہ سورت جیہاں آید ہے

تو نصر پیر وجہ کی کیفیت طاری ہو گئی ہاؤں میں موزن اپنے لغز سوار ہوا اور ایک منزل تک دوڑ لگائی۔ اس قصیدے میں ایک شعر یہ بھی ہے

دیکھو دودڑ تبتائے او زبیر ہایم ہر نیاں آید ہے ۹۲۲

مسلم کی نظم ”روح مہدی“ کی زبانی ایسی ہی ذہانت خوف دلائی اور رگ دشت کو مثال ہر نیاں کہہ کر۔ سبزوار سے، دل لگانے سے باز رہنے کا درس دیا ہے۔ بند کے شروع کا شعر آخر میں پھر آیا ہے۔ جس نے چائن کاکوری کے قعیرہ لغت

کے سمیت کاشی سے چلا جانب سحر ابارل،

کی یاد نازہ کی دیاں یہ احساس بھی پیدا کیا کہ عہدہ کی طبع و لاں ہم نہیں رہی تھی شعرا کی تکرار سے خولہ نور انداز میں روک پیدا کی گئی ہے۔ نظم کا یہ بند کئی خوشتر عربی قصیدہ کی غیر عربی تشبیب سے کم زور و طرب نہیں ہے۔

یہاں یہ تو فیج بھی ضروری ہے کہ علامہ نے نفس انانی کو بھی اونٹ سے تشبیہ دی

ہے۔ اونٹنی جس طرح اسوار سے بھی حصول منزل میں تیز تر ہوتی ہے۔ نفس انانی کو بھی الحالت حق میں اسی طرح ہونا چاہیئے۔ اور نفس اجتماعی کو تو حصول منزل کھلے آب کشوں کی نہیں (ببتلاؤں سے پھٹی خوشی گذرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ روح مہدی نے اسی جہد و جہاد کی ترغیب دی ہے۔

باب پنجم — نکل مرتخ

۳۳۱ تا ۳۴۰

اہل مرتخ
برآمدن انجم شناس مرتخی از رصد گاہ
گردش در شہر مرندین
الہوال دوشیزہ مرتخ کہ دعوت رسالت کردہ
تذکیر نبیہ مرتخ

اندرے از خود گسستم اندر آب
 یا زمان و با مکان و دیگر
 روز و شب را نوب و دیگر آفرید
 در زمان و از زمان بیگانه ایست
 وقت او خستم بیز روز که هست
 روز را از نور او عالم فروز

روز و شب را گردش پیچم از دست
 سیراوتن زانکه هر سالم از دست

دور بین او شریا در کنند
 یا سواد محاکد ان ماست این
 گاه دیدم در فضل آسمان
 گفت مرتیخ است این عالم مگر
 صاحب شهر و دیار و کاخ و کوست
 در علوم جان و تن از مافوق
 زانکه در علم فضا ماهر تر اند
 بر خم و بیج فضا را دیده اند
 اندرین عالم بدن در بند دل
 پر چپ می تواند به آب و گل کنند
 جسم را غیب و حضور از حکم جان
 جان و تن آن نمودن با نمود
 فکر مرتیخ کی اندیش است پس
 چشمت ترمی گردد از سوز و فراق

چشم را یک لحظه بستم اندر آب
 رخت نبردم ز جانی و دیگر
 آفتاب ما کافا قشش رسید
 تن ز رسم و راه جان بیگانه ایست
 جان ما سوز و بهر سوز که هست
 می نگرد و کینه از سپر و از روز

مرتیخ بار صد گاه بلند
 خلوت نه گنبد خضر است این
 گاه ختم و سمیت او را کمران
 پیر روم آن مرشد ایل نظر
 چون جهان ما طلبم نیک بوست
 بیاکنانش چون فرشتگان فو و فو
 بر زمان و بر مکان قاهر تر اند
 بر وجودش آن چنان پیچیده اند
 خاکیاں را دل به بند آب و گل
 چون دلی در آب و گل منزل کنند
 مستی و ذوق و سوز از حکم جان
 در جهان ما دوتا آمد وجود
 خاکیاں را جان و تن مرغ و قشش
 چون کسی را غار سد روز و فراق

یک دو روز پیش تر از آن مرگ
جان شل پروردہ ایام نیست
تن خویش اندر کشیدن مردن است
برتر از دیگر تو آخر این سخن
می کن پیش کساں اعلان مرگ
لا حرم خود کردہ ایام نیست
از جہاں در خود میدان مردن است
ز آن کہ جان لست محکوم بدن
رنجت این جایک دو دم بیکر شلید
این چنین فرصت خدا لست لاناو

حواشی و تعلیقات : (۱۶۶) **مریخ :** مشہر سیارہ ہے۔ اس کا لقب جلاذ ننگ ہے۔ اس جگہ اور خون ۲۵۵
آشامی کے لغزات و افکار و البتہ ہیں۔ بعض سائنسدان مدعی ہیں کہ مریخ پر عقیل جانداروں کی موجودگی کا امکان ہے [ایم جی ۲۵۵]
اسی لئے بڑی قوتیں مریخ کی سطح پر سرگرم ہیں۔ عنقریب ہی اس کا ابھار اور فوسفات کے اجسام کے سوا خون میں
داخل کرنا مریخ کی خاصیت کے سپرد ہے [ذخیرۃ اللغات ۲۵۸] اسے ہر ام بھی کہتے ہیں۔ پانچویں آسمان پر ہے اور اس کا رنگ
سرخ ہے (لغات کشوری تحت نظر ہرام)۔ انتقام، قہقہہ، ادراج اور انتظام والے فرشتے، اس فرشتے کے امر سے اترتے ہیں جو
قرب ہرام کی روحانیت ہے (ان کا نام ابیلی ۳۸۲)۔ (۱۷۰) **سیر :** اصطلاح موفیہ میں مقامات قرب حق اور مراتب خلقت
کے ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی طرف ترقی کرنا ۹۲۳ تین علامہ نے یہ لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا وہ کہنا یہ
چاہتے ہیں کہ زمان و مکان کی قید سے رہائی روح و بدن کے تقایا سے نہیں ہیں۔ تن، جان کے آداب سے بیگانہ ہے، جان
زمان میں ہو کر زمان سے ماور ہے۔ روز و شب اسے کہتہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ زمانہ اسی کے نور سے ہے۔ اور روز و شب کی گردش
بھی اسی کا معنوں سے۔ اس لئے روحانی سیر کرو کہ ہر عالم (کیفیت) اسی سے ہے۔ **جان و قوت :** سے متعلق
مکراتیل کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ شعر نمبر ۳۴۔ **قوت و قنون :** تمام علوم پر عبور رکھنے والا۔ ہر فن حولا۔
علامہ کہتے ہیں وہ جان و قوت اور علوم و فنون کے مایہ ہیں اس لئے زمان و مکان پر متصرف ہیں۔ کیونکہ ان کے
بدن پر دل متصرف ہے۔ اہل زمین کے دل پر ہون (حواس خمس) متصرف ہیں۔

ان کا جان، اعضاء بدن کی پروردہ ہیں، اس لئے ایک تو موت (زبان روح
ہون) انہیں اور چست کر لیتی دوسرے وہ اپنی موت سے قبل از مرگ آگاہ ہو کر اپنے مرنے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ اس لئے
کہ ان کی موت جسم کو روح میں جذب کرنے کا نام ہے۔ یہ بات ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اس پر اسرار مقام
پر کلمہ دیر کرنا چاہئے ایسے مقامات کسی کسی کو ملتے ہیں روح کی آواز نے سلسلہ خیال کو توڑا۔

برآمدن انجم شناس مریخی از رصد گاہ

پیر مریخ و ریش او مانند برون
تیز بین مانند دانا یان غریب
سایہ او در علم و حکمت کردہ مرث
کسویش چوں پیر ترسیان غریب
طلعتش ز خشنودہ چون ترکان مرو (۱۷۱)

آشکار از چشم او عکس عمیق
 در زبان طوسی و خیام گفت (۱۴۱)
 از مقام تحت و فوق آمد بروں
 ثابتی را جو بر سیارہ داد
 جو حیرت بودم از گفتار او
 برب مرغیاں حسن وری!
 مروت از مرغیاں با صفا
 دل پر خطہ آدم نہاد
 تا بسم (۱۴۲) حجاز آمد فرود
 نقش او ز گیس ترا باغ بہشت
 گشتہ ام در ملک نیل و رود گنگ
 بہر تحقیق نظرات زمیں
 کردہ ام اندر ہر جہش سفر

آشنائے رسم و راہ ہر طریق
 آدمی را دید و چون گل شکفت
 پیکر گل آن ایرمند و چوں
 خاک را پر دازد طیارہ داد
 منطق و ادراکش رواں جواب جو
 این ہمہ خواب است یا مشوگر
 گفت "بود اندر زمان مصطفیٰ"
 بر جہاں چشم جہاں ہیں را کشاد
 پیکر شود اندر فضا لائے وجود
 آنچه دید از مشرق و مغرب نوشت
 بودہ ام من ہم بہ ایران و فرنگ
 دیدہ ام امریک و ہم ترا پیون و چین
 از شب و روز زمیں دارم خبر

پیش ما ہو گامہ لائے آدم است
 گرچہ او از کار ما نامحرم است

حواشی و تعلیقات: (۱۴۱) مرو: خراسان کا مشہور شہر ہے اسی کے نام سے خراسان کا ایک حصہ

ربع مرو بھی کہلاتا ہے۔ مرو، دو ہیں ایک مرو طحاں ایک مرو خیر، مرو طحاں کو مرو شاہ جال بھی کہتے ہیں اور شاہ جال کا مطلب ہے شاہ گال یعنی شاہوں کے قابل۔ مرو کے ریشمی کپڑے بہت مشہور تھے۔ سلاجقہ کبیر کا آخری تاجدار سلطان سنجر یہیں مدفون ہے اور یہی شہر اُس کا دار الخلافہ تھا۔ جب منلوں نے ایران پر حملہ کیا ہے تو اس شہر میں ایسی فارت گری کی کہ فوتے لالہ کے قریب انسان مارے گئے (۱۴۲)

(۱۴۲) طوسی: طوسی سے مراد، اسدی طوسی ہیں یا نظام الملک طوسی معلوم ہیں۔ کتب دروز سے معلوم کا فتی و مکرئی نقل واضح ہے۔ سلاجقہ شروع سے "مناظرہ" پر مبنی شاعری کے دلولوہ نظر آتے ہیں جاوید نامہ بھی سر تا سر اسی طرز ادا کا نمونہ ہے۔ اس فن کا موجب مول اسدی طوسی بزرگ تھا۔ لطف ملی آذر مول آتش کوہ نے اسدی کو سلطان محمود کے سب سے زیادہ شاعر کہا ہے۔ دولت شاہ سمقندی [تذکرۃ الشعراء مبلوہ شیخ مبار علی مشائخ] لکھتا ہے "اسدی فردوسی کا استاد تھا۔ خراسان کے اکثر شعراء اسدی کے علمی فضیلت کی وجہ سے اسے استاد مانتے تھے" اسدی بزرگ فن مناظرہ کا موجد ہے۔ قصائد طبع ہوئے وہ دو چیزوں کا آئین ہیں مناظرہ کرنا ہے۔ دونوں کی برتری ظاہر کرنے کے لئے دلیلیں پیش کرنا ہے بالآخر مدوح کی تعریف کی طرف گریز کرنا ہے (۱۴۵)

نظام الملک طوسی: ابوعلی حسن بن اسحاق اپنے وقت کا جلیل القدر مدبر تھا ۱۰۱۷ھ میں طوس میں پیدا ہوا۔ شہزادہ الپ ارسلان کے عہد میں ایران کا وزیر اعظم بنا، جلال الدین ملک شاہ، توغری میں ایران کا وارث تخت و تاج بنا تو چچا کے طرف سے تخت نشینی کا دعوے داری سے پیدا ہونے والے تمام مسائل، نظام الملک کے تدبیر سے حل ہو گئے۔ بلکہ نظام الملک ہی کی ہدایت نے ملک شاہ کے درود سلطنت وسیع کرنے کا کام کیا۔ بغداد کا مدرسہ نظامیہ جس میں ابو حامد الغزالی جیسے معلمین تھے نظام الملک ہی کا کارنامہ ہے۔ فیثا پور کی رصد گاہ جہاں عمر خیام نے دیگر علماء سے

مکر زنجیر کی تیاری کی سیاست نامہ۔ نظام الملک کی مشہور تصنیف اور درس نقای کا مضاف،
 ملازموں کا رہنما ہے۔ رسد گاہ۔ اور عمر خیام کے اوراق سے طوسی سے عدلہ کی مراد نظام الملک طوسی ہی
 ہو سکتی ہے۔ نظام الملک۔ فریت کے دروازے ۸۵۰ جری میں، نیار میں قلعہ جوئے۔ قائل یا تو اسلامی تھا یا
 تاج الملک وزیر اعظم ایران کا آدمی ہے۔ کد شاہ نے نظام الملک کی مسزوں کے بعد نامزد کیا تھا۔ واللہ اعلم۔
حکیم عمر خیام: اوراق طوسی میں عمر خیام کا بیان ہے اور علم وایت اور علم وایت کا بہت بڑا فاضل تھا۔ ان
 علوم کے علاوہ شاعری میں بھی اس کا بیان ہے۔ بلذہب۔ اس کے علاوہ فاضل کا اعتراف اہل ایران سے بڑھ کر
 اہل یورپ نے کیا ہے۔ دستور سوراخ نگاروں نے اس کے تاریخ پیدائش ۱۰۸۵ یا ۱۰۹۰ ہجری لکھی ہے۔ عمر خیام
 نظام الملک کے دروازے اور دروازے صباغ بانی فرقہ باطنیہ، شیوں ہم سبق تھے۔ نظام الملک ۸۸۵ ہجری میں
 خیام ۵۱۷ ہجری میں اور حسن ابن صباغ ۵۱۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ صباغ چار سالہ نقای عروضی سمرقندی، خیام
 کا بڑا بھائی تھا۔ فلسفہ میں عمر خیام بوعلی سینا کا شاگرد تھا جس کا اعتراف اس نے اپنے رسالہ الکون والتعطیف
 میں کیا ہے۔ ملک شاہ کا قائم آریہ رصد گاہ سے جو زنجیر تیار ہوئی وہ خیام ہی کے فکر کا نتیجہ تھا (ابن الاثیر)
 خیام کو آج کل شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے لیکن وہ فلسفہ میں بوعلی سینا کا ہمسر اور
 فریبی علوم میں امام فن تھا۔ علوم نجوم کا تو وہ ماہر مانا گیا ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ خیام ملک شاہ کے
 دربار کا طبیب تھا، شہزادہ سبخر من چیک میں مبتلا ہوا تو اس کا علاج خیام ہی نے کیا تھا۔

مغربی دنیا میں خیام کی شہرت اس کی ریاضی دان کی بدولت ہوئی۔ فرانسیسی زبان میں اس کی
 جبر و معادلہ کا ترجمہ ۱۸۵۱ء میں "جبر عمر" کے نام سے ہوا۔ رضا شاہ پہلوی کے عہد میں یہ کتاب فارسی میں
 "جبر و معادلہ عمر خیام" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ سید سلیمان ندوی نے "خیام اور اس کے سورج حیات
 پر ناقدانہ نظر" میں خیام کے ذہن کا بیان گنجائی میں کیا ہے۔

۱) رسالہ استخراج اضلاع مربعات و مکعبات

۲) رسالہ جبر و معادلہ جس کا پورا نام رسالۃ فی تبراہین الجبر و المعادلہ ہے

۳) رسالہ شرح مسائل مشکل من مصادرات اقلیدس

۴) زنجیر ملک شاہی

۵) رسالہ مختصر در طبوعات

۶) میزان الحکم

۷) رسالہ الکون والتعطیف

۸) رسالہ اوصاف یا رسالہ الوجود

۹) ابواب عمر خیام

۱۰) بعض عربی اشعار

۱۱) کتابیات خیام فارسی۔ جو اب ناپید ہیں۔ ۹۲۷

ثابت: قائم، مضبوط۔ وہ ستارہ جو حرکت میں کرتا اور اپنی جگہ پر قائم ہے۔ جمع ثابت (زنجیر عامو)

توپر: کسی چیز کی وہ صفت جو اس کے ساتھ مستقل طور پر قائم ہو۔ **سیارہ:** حرکت کرنے والا ستارہ (الف)

حجاز: ۱۴۳) حجاز سے ماخوذ ہے جس کے معانی دو چیزوں کے درمیان آنا۔ چونکہ ملک حجاز نجد کی بلند زمین

اور تہامہ کی نشیبی زمین کے درمیان واقع ہے اس لئے اسے اسم بامستی ہے (اربع حجاز دو برابر اعلیٰوں کے درمیان
 واقع ہے اور ناف زمین ہے اسی لئے یہاں کے باشندے اربعین کہلاتے اور مکہ کو اُمّ القریٰ کہا گیا مرکز شہزادوں
 عربستان کا وہ علاقہ جس میں مکہ، مدینہ کے علاوہ نجد و حجاز کا درمیانی علاقہ شامل ہے۔ ۹۲۸

۹۲۶ الفضا ۱۵۲/۱۵۵ ۹۲۷ الفضا ۱۴۷ تا ۱۴۸

۹۲۸ غیاث اللغات فارسی بحوالہ منتخب، مدار، مراح، مؤید اور کشف۔

(۱۷۹) **نیل** : وادی نیل کی تہذیب بھی گنگا جمنہ (ہندوستان) کی طرح بہت قدیم ہے۔ بعض مؤرخ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قدیم ترین تہذیب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیل کی وادی اور اُس کے ملحقہ علاقوں، مصر وغیرہ میں جوشائیت کے سلسلے قائم ہوئے ان کی عظمت کا ہر ایک کو اعتراف ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے لے کر موسیٰ و ہارون علیہما السلام تک [سینا و فرعون کے حوالے اس حقیقت کے پائے کو کافی ہیں۔ ناقل]۔

جرمنی کے مصنف Ludwig نے دریائے نیل پر ایک نہایت اعلیٰ درجے کی کتاب لکھی ہے جس میں نیل کے کناروں پر جو کچھ ہوتا رہا ہے۔ اُس کے متعلق اس دریائے چشمِ حباب سے جو واقعات دیکھے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اہرام مصر، ابوالہول بھی اسی سرزمینِ ہر اسرار سے متعلق ہیں اور سرحدِ طلسم کے افسانے بھی۔ خود نیل کی تاریخ بھی کم دل چسپ نہیں ہے۔ ۹۲۹ **خیلرات** : خیلتز وہ جوہر فانی جو آگ میں یکجہل کسلے شند سرفا، چاندی، تانبا وغیرہ سدنابت، خیلات جمع ہے (لغاتِ کنوری ۲۵۷)

رُومی

۹۰۶۔ من زانلا کم رفیق من ز خاک
سرخوش و نافورده از گہا تا ک
مرد ب پروا و نامش زنده رود
مستی او از تماشائے وجود
ماکہ در شہر شما افتادہ ایم
در جہان و از جہاں آزادہ ایم
در تلاش جلوہ ماے نوبہ نو
یک زمان مارا رفیق راہ شہر

حکیم مترجمی

۹۱۲۔ ابن نواح مرغدین برخیاست
برخیا نام ابو الالبابے ماست
فرز مرز آن آمر کردار ز شہر
رفت پیش برخیا اندر بہشت
گفت "تو این جاجہاں آسودہ؟"
عمر اے محکوم یزداں بودہ
از مقام تو تلو تر عالمے ست
آن جہاں از ہر جہاں بالاتر است
پیش او جہنت بہار کیٹے ست
نہیت یزداں را از ان عالم خبر
آن جہاں از لامکاں بالاتر است
نے خدائے و نظام او و خیل
من ندیدم عالمے آزاد
نے طوائف نے سجدے اندر
نے کتاب و ن سول و جہیل
برخیا گفست "اے فسوں پرواز خیر
نے دعائے نے درود اندر
تا ابو الالباب فریب او مخور
نقش خود را اندر ان عالم بریز"
حق جہان و گیرے با ما سپرد

اندریں ملک خدا دادے گذر
مرغدین و رسم و آئینش ہنگر

حواشی و تعلیقات : شہر ۹۰۶ : من زانلا کم۔ بوجہ مردم جو سنکے رومی کی طرح دنیا
ہے اس لئے علامہ نے انہیں انلائی لکھا ہے۔

۹۰۵۔ مرغدین برخیا : علامہ نے ایک مثالی معاشرے کے لئے شہر مرغدین اور اُس کے بانی کے لئے برخیا
نام لکھا ہے۔ مثالی شہر یا مثالی حکومتوں اور معاشروں کا خواب ان کے مہذب ہونے کے ساتھ ہی لکھا

جانے لگا تھا۔ انگریزی میں اسے Utopia سے تعبیر کیا گیا ہے جو بنیاد میں مور کی کتاب کا نام تھا یہ کتاب 1516ء میں لکھی گئی — بلیک ویل انسائیکلو پیڈیا آف پولیٹیکل تھنکس میں Utopia کا تعریف یوں کی گئی ہے —

"It is a unique method of reflecting on Politics and Society, which seeks the perfect, best or happiest form of Society, untrammelled by commitments to existing institutions" —

مثالی معاشرہ [Utopia] پر مفصل بحث مقدمہ میں ملے گی —
شونہر ۹۱۲ - فرامرز : فرضی نام اس اہلسی کا جو مرغینوں کے ابو الہ آباد کو اسی طرح پہلانے اور بیکانے آیا تھا جس طرح کہ ابن خالک کے ابو الہ آباد حضرت آدم کو عزازیل نے بھگایا اور شجر ممنوعہ سے تمتع پر مجبور کر دیا — لیکن ناکام رہا۔ آدم کو بہک جانے کی سزا جنت سے نکال کر زمین کی خلافت سونپنے کی صورت میں ملی اور ہر ضیاء کو مرغ پر بھیج دیا گیا۔ اس کا نام مرغین ہے آؤ یہاں کی راہ درسم سے آگاہی حاصل کرو۔ فرامرز ایدہ ترکی لکھنوی ہے

گردش در شہر مرغین

مرغین و ان عمارات بلند	من چہ گویم زان مقام ارجمند
ساکنانش در سخن شیریں چونوش	خوبروئے و نرم ٹوٹے و سادہ پوش
فلر شاں بے درد و سوز آفتاب	رازوان کیمیت آفتاب ^(۱۲۶)
ہر کہ خواہد سیم و زر گیرد ز نور	چوں نمک شیریم ما از آب شور
خدمت آمد مقصد علم و ہنر	کار ہارا کس نمی سجد بہ زر
کس ز دینار و درم آگاہ نیست	این بتاں را در حریم ہارہ نیست
محنت کش و ہتھاں چہ اغش روشن	از نہاپ و ہنجاہاں ایمن است
کشت و کارش بے نزاع آئینہ است	حاصلش بے شرکت فلرے از دولت
اندر ان عالم نہ لشکر نہ فتنوں	نہ کسے روزی نور از کشت و فتنوں
نہ قلم و مرغین گیر و فسون	از فن تحسیر و تشہیر دروغ
نہ بہ بازاران زیمکاران خسروں	نہ صدائے گدایاں در دھوکوں

آفتاب کی صورت جو ہم نہیں مانتے اس کے مستقل ایک نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ اس میں دو تہا وقتاً خود بخود جو ہر زرد پھٹتا ہے اس سے روشنی دگر می پیدا ہوتی ہے۔ سورج کی جو تصویریں لی گئی ہیں ان میں ایسی بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا کہ شعلے ہزاروں میل تک سورج کے کناروں سے بلند ہو رہے ہیں۔ ” ۹۳۱

علاوہ چاہتے ہیں کہ ان کے مخالف غیروں کے افکار پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنی عظمت کے تجلی زار میں آباد ہوں۔۔۔ جانِ قرآنی میں علامہ نے جو مامشی معاشرتی خصال بیان کئے تھے اُن کی کچھ جھلکیاں یہاں دکھائی ہیں۔ علم و غیرت جیسے تین خصوصیت حق کے کام آتے ہیں۔ دہقانوں کے گرجا گیر داروں کے **نہاپ** (نوٹ مارنے) محفوظ اور روشن ہیں۔ کاشتکاری نہری پانی کے بہیزروں سے محفوظ ہے اور مزدوری محنت کا پھل بلا مشربیت غیر اسی کا ہے۔

فنون: ترکی زبان کا نظریہ اور بنیاد رکھا جاتا ہے۔ فارسی اہل زبان واؤ معروف سے لکھتے ہیں مراد فوج کا حصہ، رسالہ ۹۳۲ء۔

کس درین جا سائل و محسوم نسبت
عبد و مولا حاکم و محکوم نسبت

زندہ رود

سائل و معلوم تقدیر حق است
چهارده تقدیر از تدبیر نیست

حاکم و معلوم تقدیر حق است
چهارده تقدیر از تدبیر نیست

(۱۴۸)

حکیم مرتحنی

گزینک تقدیر خوں گردد جبگر
تو اگر تقدیر نو خواہی بر آں
ارضیاں تقدیر توئی در باختند
رمز بار بکش عسر و حزن
خاک شو نذر پواساز و تیرا
شب نمی؟ افتد گی تقدیر لست
ہزریاں سازی ہماں لات و منات
تا بخود ناساختن ایمان لست
ریخ ب گنج است تقدیر چہ چہ
اصل دین این است اگر آج بہر
وائے آن دینے کہ خواب آرد تیرا
خواہ از حق حکیم تقدیر دیگر
زانکہ تقدیر است حق لا انتہاست
نکتہ تقدیر را نشناختند
تو اگر دیگر شئی او دیگر است
سنگ شو بر شیشہ انداز و تیرا
قلزمی؟ یا بندگی تقدیر لست
از بتاں جوئی ثبات لے بہ ثبات
عالم افکار تو زندان لست
گنج ب ریخ است تقدیر این چنین
می شود محتاج از محتاج تر
باز در خواب گراں دارد تیرا
سحر و افسون است یا دین این؟
حب ایتون است یا دین این؟

تواشی و تعلیقات :

(۱۴۸) کس نگرود در جہاں محتاج کس نکتہ شرح مبین این است و لیس ۹۳۳

حکیم مرتحنی نے شہر مظہرین اسی اصول دین کے رواج کی خبر دی۔ یعنی وہاں عالم قرآنی کا دوز در رہا ہے۔
(۱۴۸) محدث نے "عام ذہنیت" کے مطابق سوال کیا۔ دور مکتوب یا طبع غلامی میں قوموں کی یہ ذہنیت بن جاتی ہے کہ جس اللہ کو یہی منظور تھا۔ اللہ نے عزیز پر پیدا کیے ہیں جو خدا بیخ انگشت یکساں نکر
یہ فطری اصول ہر معاشرے میں غریبوں کو ترقی سے دور رکھنے کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ قرآن حکیم
نے "قارن" کا یہی نظریہ بیان کیا ہے۔ جب اُس سے کہا جاتا تھا کہ ایتون کما احسن اللہ الیک
ولا تریغ الفساد فی الارضی ۹۳۳ جس طرح اللہ نے جہد پر (یعنی دین) دے کر احسان کیا ہے تو یہی
[نادار، ہنگامی فرائض] احسان کر اور دنیا میں فساد کا خوالاں مت ہو۔ قال انشاؤہ فی شہ

جتنا تقدیر کے نام جاتا ہے، اتنا ہی عمل کی ذمہ داری کو بھی۔ یہی وہ دوزخ کا ایک حصہ جس کی طرف علامہ نے اشارہ کیا تو اگر دیگر شری اُرد [یعنی تقدیر] دیگر است۔ نیا نتیجہ نکلے گا۔ ایک مسئلہ اور رہ گیا۔ جس نے تقریباً ان میں ایک گونہ تضاد پیدا کر دیا ہے۔ علامہ نے والدہ مرحومہ کی یاد میں ۱۹۱۷ء میں ایک نظم لکھی اس میں کہا۔

دردِ دیر کا زورانی اثر ہے
پیرہہ لبریں دے چارگی تو میر ہے
آسمانِ مجبور ہے شوقِ مجبور میں
دغمِ بابِ باغِ قمارِ مجبور میں
بے تکلفیت انجامِ غنا و فقر
بنا اُٹھل لگی ہیں مجبورِ مظلوم میں
آزیرِ بلیل ہو یا آؤ ازخوشِ غیر
یہ اسی زنجیرِ عالمِ گر میں پرشِ اسیر

آئندہ پر موتا ہے جب یہ سترِ مجبور کی عیاں
خشدِ ہر جانا ہے دل میں دُشدر کا میلِ دریا
پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تقدیر نہیں تضاد کا ساحل ہے۔ شمس شنی و شہابِ اِکَا وَجِبْہُ (۸۸) اُڑا ہے
تسلیمِ نمبر ۹، دیکھ جانا ہے تو تضاد اور تقدیر کی زن کر سکیں گے۔ آخری مسئلہ۔ جو علم ربانی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ بھی تقدیر ہی کے ذریعے آتا ہے۔ لیکن دراصل وہ علم ربانی ہے۔ یعنی انسانی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا رہے گا؟ مَا ذَا تَلْکَیْکَ نَدَا (۳۲) لیکن اللہ جانتا ہے۔ کیا اُس کا پہلے سے جانا۔ بندہ کو حکمت کراتا ہے کہ وہی کچھ کرے؟ یا بندہ جو کچھ کرے گا اللہ وہ جانتا ہے جب بندہ خود نہیں جانتا۔؟ پہلی بات کسی صورت میں اللہ دوسری بات درست ہے۔ لیکن اس کا تقدیر کا ساتھ کوئی تسن نہیں۔ علم ربانی سے متعلق ہے۔ لہذا انکرا بطل پر تضاد کا الزام بھی اُسی لئے غلط ہے جس لئے کہ تقدیر کے نام سے اللہ کو یہ الزام دینا کہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اس بندے کا کچھ اختیار نہیں۔ حالانکہ یٰہْدِیْ اِلَیْہِ مَن آتَابَ (۱۰۷) کا ارشاد باریِ رافع اور صاف ہے جو چاہتا ہے وہ اُسی کو ہدایت دیتا ہے (لَنَهْدِیْہُمْ سَبِیْلًا لَّیْسَ بِہِمْ اَعْلَیٰ)۔ اور جو گمراہی پسند کرتا ہے اُسی کو گمراہ کرتا ہے۔ تقدیر پرستی نے اُن کو بے عملی کا راہ لگایا۔ قومیں برابر ہوئیں۔ اور تقدیر کا یہ تصور کہ جیسا کہ دیکھا بھروسے "اِنَّ اِنْسَانَ لِرَبِّہِ لَکَافٍ" اور عمل کی تڑپ اور طالت بدلنے کا جذبہ و جوش پیدا کرتا ہے مسلم تاریخ میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی عملی زندگی اور جہاد و جہاد کے دورِ سعید کے بعد جن فطرتی توکل اور تقدیر کے حقیقی مفہوم اور مشائے باری کو کماحقہ رافع کیا اُن میں مولانا جلال الدین رومیؒ کے بعد صرف علامہ اقبالؒ کا نام آتا ہے۔ لہذا دینِ اسلام کو دینِ گوسندھان بنانے والوں سے اسلام کا یہ سوال ہر دولے سے برحق ہے کہ

کہ دین ہے یا سحر دانوں؟ کیا یہ امنوں کی گولی ہے جو ماننے والوں کو سلام دینے کے نام آتی ہے۔ یا زہرہ و سیدار۔ گرمِ محلِ رضا جو۔ مسلمان بنانے والی تحریک؟
اب لازم ہے کہ تقدیر سے متعلق مسئلہ کو سحر و دھنسی کی طرف رجوع کیا جائے

تقدیر کے پابند جادات و نباتات مومن فقط احکامِ الہی کا بے پابند ۹۴۰

حادث ہے شکوہ تقدیرِ زردی تو خود تقدیرِ زردی کیوں نہیں ہے ۹۴۱

خداوند را بدقتا ابر تقدیر سے پہلے ۴ خدا بندے سے خود بڑیبت بتا یرضا کیا ۹۴۲

وہ تمام نہیں رُخ ہنگامہ خدا جس قوم کا تقدیر میں امروز نہیں ہے ۹۴۳

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا ، خدا فریبی کہ خود فریبی

گل سے فارغ ہو کر مسلمان بنائے تقدیر کا بہانہ ۹۴۴

” دراصل تقدیر عبارت ہے اس زمانے سے جس کے امکانات کا ذلتناں

وہی باقی ہے ۔ یہ گویا وہ زمانہ ہے جو علت و معلول کا ترقیب سے

آزاد ہے ۔۔۔ کسی شے کی تقدیر قسمت کا وہ ہے رحم کا تقدیر جس جو

ایک سمت گیر آقا کا طرح خارج سے کام کر رہا ہو ، بلکہ ہر شے کی

حد و وسع ہے ۔ یعنی اس کے وہ امکانات جن کا حصول ممکن ہے

اور جو اس کے احوال وجود میں مقرر ہے اور بغیر کسی خارجی دباؤ کے

علی التواتر قوت سے فعل میں آجاتے ہیں “ (تشکیل حد و اہلیات و سلبہ : ذیلہ ص ۶۶) [کائنات میں تعیناتہ]

خوئے اندر بنگہ خاک از کجاست

طاقت ذکر کایماں از کجاست

ایں فنون و معجزات او ز کجاست

شعلہ کردار داری؟ از تو نیست

فطرت از پروردگار فطرت است

تو ایمنی صاب او دیگر است

۹۴۸ - می شناسی طبع و ذراک از کجاست

قوت فکر حکماں از کجاست

ایں دل و این واردات او ز کجاست

گرمی گفتار داری؟ از تو نیست

این ہمہ صفیں از بہار فطرت است

ز رنگالی چہ نیست؟ کانی تو برسانست

۹۴۰ کلیات اقبال اور ص ۵۴ (مربہ حکیم : احکام الہی) ۹۴۱ ایما ص ۶۴ (ارمان حجاز :)

۹۴۲ ایما ص ۳۴ (بال جریل : ۲۳) ۹۴۳ ایما ص ۶۴ (مربہ حکیم : تاج ادراک)۔

۹۴۴ ایما ص ۶۸ (ارمان حجاز : ۱۵)۔

طبع روشن مرد حق را ابرو در دست خدمت خلق خدا مقصود است

۹۵۵۔ خدمت از رسم و رپہ پندہ کی است

مزد خدمت تو اس قدر تن شود اگر کی است

ہمچنان این بار و خاک و ابرو گشت
اے کہ می گوئی متابع مازما است
ارض حق را ارض حق خود دانی بگو
ابن آدم دل بالمیسی بنیاد
کس امانت را بستاند و زبیر
برو چیز کہ از آن تو نمیبست
گر تو باشی صاحب سینه می سوزد
ملک یزداں را بہ یزداں باز دہ
زیر گردوں فقر و مسکینی چرست
بنوہ کنز آب و گل بیرون بخت
اے کہ منزل را نمی دانی ز رزہ
تا قنای لست گوہر گوہر است

باع ذرا بخ کاخ و کوئے شک و خست
مرد ناواں این ہمہ ملک خداست
چہیت شرح آیہ کاشف و ا
من ز البیسی ندیدم جز فساد
اے خوش آن کو ملک حق با حق پیر
واعلم از کارے کہ شایان تو نیست
ورنمای می خود بگوئے می سوزد
ماز کار خویش بکشائی گریہ
آنچه از مولا ست می گوئی ناست
شیشہ خود را بہ شگ خود شکست
قیمت ہر شے ز انداز شگست
ورنہ شگ است از پیشینہ کز شگست

نوع دیگر ہیں جہاں دیگر شود

این زمین و آسمان دیگر شود

تواشی و تعلیقات : نور کناہ ہے طبع دراک سے ہنگامہ کوٹھار، مکان، خانہ (مکتبہ)

مکتبہ، ذکر کی کیفیت، دل اور دماغ، دل، فنون در مجرات حق، گرمی گفتار، شعلہ کردار، سب
صلہ جیتیں بہار فطرت کا نہیں ہیں اور فطرت پروردگار فطرت کا عطیہ ہے۔ یہ زندگی کا نور ہے اور
تو صرف این ہے ملک نہیں ملک کوئی اور ہے۔ طبع روشن مرد حق کی آبرو ہے اور اس کا مقصود
خدمت خلق ہے۔ پیغمبروں نے خدمت کیا ہے۔ اور مزدوری طلب نہیں کی۔ قرآن حکیم کی
گواہی۔ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا أَنْ أَجْزِيَ الْآخِلَیْنَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۙ ۹۵۵ حضرت
نوح علیہ السلام نے کہا اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس پروردگار عالم کے ذمہ ہے۔
شہر پرندہ میں چونکہ کوئی مزدوری نہیں لیتا اس لئے زندہ رہتا ہے بھی اس نے یہ تقاضا کیا۔

خدمت آدم مقید علم و ہنر کا رہا راکس نمی سنجید ہنر

جب تیری جان تیری نہیں تو پھر اور کیا چیز تیری ہے؟ سب کچھ خدا کی ملکیت ہے۔ تیرے پاس اس کی
امانت ہے۔ امانت کو کون اپنے کام میں لگاتا ہے۔ حق کی امانت حق کو لوٹا دے۔ زور و لگان

بدلتے سے شے کی قدر و قیمت بدل جاتی ہے۔ اللہ کی ملکیت کو اپنی ملکیت سمجھنے سے۔ جو ابلیسی فلسفہ ہے۔ فتنہ و فساد پیدا ہوا۔ جس طرح گوہر کو اپنی ملک بنانے سے قیمتی کر دیا گیا ورنہ وہ بھی ایک پتھر ہوتا یا پشیز (دھیلا، دھڑی، ٹیڈی پیہ)۔ اسی نے مفروضہ سکنت کو جنم دیا ہے۔ زاویہ نگاہ بدلو۔ تحت و فوق بدل جائے گا۔ فدا کی جگہ امن اور آفاقی و غلطی کی جگہ احوال ملے گی۔

احوال و شیزہ مرتخ کہ دعوائے نبوت میا کرد

۹۹۹۔ درگن شتم از ہزاراں کوں و کاخ
اندر ایں میداں، مجوم مردوزن
چہرہ اسن روشن و بے نور جاں
حزن او بے سوز و چشمش بے نغ
نارغ از جوشن جوانی سینہ اسن
بے خبر از عشق و از آئین عشق
گفت یا ما اں حکیم نکتہ داں
سادہ و آزادہ و بے رپو و زنگ
پہننتہ در کار نبوت ساختہ شے
گفت نازل گشتہ ام از آسماں
از مقام مردوزن وارد سخن
نزو آن آخر زماں تقدیر لیسیت
ور زماں ارضیاں گویم کہ چیست

بر کنار شہر، میدان فراخ
دریاں یک زن قدس چو نارون
معنی او بر بیان او گمراہ
از سرور آرزو نا محسوس
نور و صورت ناپذیر آئینہ اسن
صوفیہ رو کردہ شاہین عشق
ہیست ایں دوشیزہ از مرغیاں
فسرز مرز اورا بدزدید از فرتنگ
اندرین سالم فرو انداختہ عشق
دعوت سن دعوت آخر زماں
ناسخ ترمی گوید اسرار بدن

تذکرہ نہایت مرتخ

اے زماں اے مادر اے خواہاں
ولسری اندر جہاں مظلومی است
درد و گسیب و شامہ درد انیم ؛ ما
زیتن تائے شمال و لبریں
ولسری محکومی و محسومی است
مرد را غنچیر توڑ دانیم ما

مرد صیادی بہ نچیری کسند
تو گدازی اے تو مکر و فریب
گر چہ اُس کا فریب ہم سازد ترا
بہر او بودن از رعبیات
ماہو بچاں از خم و چپش سگریز
گردد تو گردد کہ زنجیری کسند
درد و داغ و آرزو مکر و فریب
مبتلائے درد و غم سازد ترا
وصل او ز برد و فراق او نبات
زہر ہائش را بخون خود مریر

از اہمیت زرد، روئے یاد راں
اے خنک آزادی ہے شوہراں

وحی یزواں ہے بہ پے آید مرا
آمد آن وقتے کہ از انجما زن
حاصلے برداری از کشت حیات
گر نباشد بر مراد ما جنین
در پس این عصر اعصار دیگر
پرورتن گیرد جنین نوع دیگر
تا بمیرد آن سراپا ابرموشے
لالہ دایہ داغ و باد آسان پاک
خود بخود بیرون فتد اسیر از کشت
۹۹۹۔ آخے از نیساں فرویز و ماسیر
خیز و با فطرت بیا اندر ستیز

رستن از ربط و تن تو قید زن
حافظ تو ز باس و بر مرواں متن

حواشی و تعلیقات : (۱۸) زن نہیہ مرتخ : بظاہر یہ مغربی تہذیب ہے جو

شہر مردین میں (جہاں، علامہ قرانی کی جھک دکھائی دیتی ہے) اپنے فاسد نظریات پھیلے

میں معروف ہے۔ ایسا لگتا ہے علامہ کے پیش نظر تحریک حقوق نسواں بنام FEMINISM

تھی جس نے یورپ خصوصاً امریکہ و فرانس میں جمہوریت کے متعارف ہونے کے ساتھ ہی عورتوں کے

لئے مردوں کے مساوی شہری حقوق کی مانگ کر دی تھی۔ الیڈمک امریکن انسائیکلو پیڈیا

میں اس تحریک کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

Generally Feminism means the advocacy of women's rights to full citizenship—that is, Political, economics, and social equality with men. Different Strands of Feminism vary widely, however, and include those which advocate female separatism.

Modern feminism, which was born with the great Democratic revolutions of the 18th Century [American and French] differed from its Precursors in applying the democratic implications of "the rights of man and the citizen" to women as a group. ۲۹۴

۱۹۲۳ء میں Alice Paul کی پیش کردہ ترمیم Equal rights

[ERA] Amendment کی ناکامی کے بعد یہ تحریک ماند پڑ گئی

۱۹۶۱ء کے قانون سول رائٹس میں عورتوں کے لئے کچھ حقوق کے

معدوم "استقاطِ حمل" کا اختیار حاصل کر لینے میں کامیابی کے ساتھ ۱۹۷۳ء میں یہ تنظیم E.R.A. پھر متعارف ہوئی ۹۴۴ لیکن حیرت ہے علامہ اقبال نے اس مغربی خاتون کی زبانی عورتوں کے لئے اس قسم کے حقوق کی مانگ سے متعلق پیش گوئی ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ کردی — نہ صرف استقاطِ حمل

گر نباشد ہر مرادِ ماجنیں بے حجابہ کشتنِ او عینِ دی

بلکہ یہاں تک کہ گئے کہ اس زمانے کے بعد کے زمانوں کے آثار بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ جب چین کی پرورش "رحمِ مادر" کے پردوں کے اندر ہونے کے بجائے دوسرے طریقوں سے ہوگی۔ لٹسٹ ٹیوب بے بی، کے تجربے، بیسویں صدی کا سب سے غیر العقول کا راز ہے۔

شعر نمبر ۹۹۹ - علامہ کا یہ شعر فصاحت و بلاغت کے بے نظر مقام کا حامل ہے۔ فیملی پلاننگ نے مردوں کو حمل روکنے کی راہ دکھائی ہے لیکن سرج کی مدد سے بنوت مغربی خاتون عورتوں کو "قطرہ صدفِ رحم" تک نہ پہنچنے دینے کی تلقین کرتی ہے۔ کہ اس طرح ان کی "توسید" سکھ رہے گی اور ثنویت سے دوچار نہ ہونے پائے گی۔ یہی حقوق نسواں کی طلب گو، مزاج ہے

جیسے مردوں پر نازاں ہونے کی بجائے خود پر بھروسہ کرنا بتایا گیا ہے۔ نارون: گلنار، پھلاری

رومی

۱۰۰۶۔ مزیب عمر نو آئینے بکمر
زندگی را شرع و آئین است عشق
نظار او سوزناک و آتشیں
از تپ و تاب درونش علم و فن
حاصل تہذیب لا دنیہ بکمر
اصل تہذیب شیوہیں دین است عشق
بالن او نور رب العالمین
از جہنم و دوزخ علم و فن
وین بکمر و بختہ آداب عشق
وین بکمر از صحبت ارباب عشق

تواشی و تعلیقات : ڈاکٹر قمر ریاض مردم نے اس بند پر ترجمہ کیا ہے وہی اس موقع کے لئے کافی سمجھ کر نقل کیا جاتا ہے۔

” تہذیب کی اصل دین ہے اور دین عشق سے عبارت ہے۔ عشق کا ظاہر پر سوز آتش ہے (مگر اس کا باطن رب العالمین کا نور ہے۔ عشق کے باطنی تپ و تاب اور اس کے کرشمہ ساز جنون سے ہی علم و فن (وجود پس آئے اور نمودار ہوئے ہیں) آداب عشق کے بغیر دین بختہ نہیں ہوتا۔ دین کو ارباب عشق کی صحبت اور ہم نشینی سے سیکھو۔ اس سے قبل نیک عطارد پر خلدفت آدم کے عنوان سے زمرہ رود، مردوزن کے اختلاط کی برکتیں بیان کر چکے ہیں۔

زندگی کے زمرہ دل دانی و حسیت عشق یک ہیں در تماشائے مولا است
مردوزن و رلبتہ یک دیگر اند کائنات عشق را صورت گرانند

اس موقع پر بھی عشق و عشق کے اس معاشرہ ساز پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عشق کے بعض ظاہری پہلو جیسے دوستی، دردناک سہمی مکران میں بڑے بڑے خود کش مہم ہیں۔ یہ ناشائستہ پدر کی ولادیں جو *Dark Dark* کے ذریعے پیدا ہونے لگی ہیں، انسانی احساسات اور جذبات کی ترجمانی نہیں ہو سکتیں اور بغیر اٹے قرآن، راحت و سکون اور درد و الم کا مقابلہ ہوتا رہتا ہے [فان مع الفیہ لیسرا ۹۷۷] اور بار دوستی کی بعض تلخیاں، ناروا ضبط تولید لیناے اور قرب از دل و ج کا جواز نہیں پیدا کر سکتی ہیں۔

دیوہ مینا میں دلخلم چراغ سینہ ہے روح کو سامان زینت آد کا آئینہ ہے ۹۷۹

در اصل یہاں مسدود نے عشق بمعنی میلان طبع لیا ہے۔ جیسے وہ نیک عطارد میں ذوق تخلیق کی آتش سے لہجہ کر چکے ہیں۔ تہذیب میں خللوں میں بیرون نہیں چڑھتی وہ اس مفہم کے لئے معاشرت طلب ہیں اور معاشرت بغیر تخلیق جو بہر کہ غم کے ناپید۔ اور یہی منشائے ربانی ہے جو آدم و حوا کے شجرہ ممنوعہ کے قریب بانہ سے پورک پرش اور آدم غلغلتہ ارضی کا تاج سر پر سجائے ہمیشہ سے لیکے۔

باب ششم — فلک مشتری

ارواح جلیله جلاج و غالب و قرة العین طاہرہ
کہ بہشتی نگرویند و بگرویش جاوداں گراہیند

نوائے جلاج

نوائے غالب

نوائے طاہرہ

زندہ رود مشکلات خود را پیش ارواح بزرگ می گوید

نمودار شرف نوابہ اہل فراق

نالہ البلیس

ارواح جلیله حلاج و غالب و شوق العین طایفه (۱۸۲) (۱۸۳)

که به نشین بهشتی نگروید اند و گبروش جاوداں گراشدند

۱۰۰۶ - من فدائے این دل دیوانه
چوں بگیرم منزله گوید که چیزها
زانکه آیات خدا لا انتهایست
۱۰۱۰ - کار حکمت دین و فرسودن است
آن بسنجید در ترازوئے هنر
آن بدست آورد آب و خاک را
هر زمان غشدر گم و بیرانه
مرد خود رس بحسرا و انداختن
اب مسافر جاوه را میاں کجاست
کار عزناں دیدن و آفرودن است
این بسنجید در ترازوئے نظر
این بدست آورد جان پاک را

آن نگه را بر تجلی می زند
این تجلی را بخود گم می کند

در تلاس جلوه مائے پیچیده
این همه از فیض مرد پاک زاد
کاروان این دو بینائے وجود
آن جہاں آن خالک این ناتمام
خالی از مے شیشه تا کش هنوز
نیم شب از تاب ماهان نیم روز
من چو سوئے آسمان کردم نظر
بسیب نظاره از بهوشم رنود
طے کنم افلاک و عالم چوئے
آنکه سوز او بجان من افتاد
بر کنار مشتری آمد فرود
در طواف او قمر و نیز گام
آرزو نارسه از خاکش هنوز
نے برودت در پوائے او نه سوز
کو کبیش دیدم بخود نزدیک تر
شد دگرگون نزد و دور و دیر و زود

پیش خود دیدم سرروح پاکسباز
در بریشاں خندے لاله سحر
در تب و تاب زنگام الست
گفت روی "اے چمنی از خود مرو
شوق بے پروا نذرستی نگر!
غالب علاج و خاتون مجھ

آتش از در سینه شاں گیتی گدا
چہرہ کا ترشند از سوز دروں
از شراب نفہ ماے نوشش مست
از دم آتش نوا یاں زرنہ شو
زور این صہبیا نذرستی نگر
شوراء افکنده در جہان حسا

این نوا روح را بخشد ثبات
گرئی او از درون کائنات

حواشی و تعلیقات : (۱۸۱) مشتری : نام ستارہ جو فلک ششم پر ہے علمائے نجوم

اسے اسعد کبر سمجھتے ہیں۔ اسے قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ فارسی برجیس ہندی برجسپت نام ہے
گورقوس اور خوت اور شرف سرطان میں۔ ہوتوس اور کیمیا گرہنی و مطلق میں ارزیر
یا رائگ کو کہتے ہیں [عیان اللغات فارسی ص ۷۹]۔

انگریزی میں Jupiter جو پٹی کہتے ہیں اور مبارک سیاروں میں
اس کا شمار ہوتا ہے۔ ارباب لغت لکھتے ہیں کہ جس کے طالع میں زحل اور مشتری کا قرآن
(یکجا) ہو وہ صاحب اقبال بادشاہ ہوتا ہے۔ اسی لئے امیر تیمور کا لقب [ماجنوران]
ہے اور صاحب قرآن ثانی شاہ جہان ہے [تعلیمات اقبال سید عابد علی شاہ ص ۳۷]۔

اس کا مختار اصل [اندریمت] ہے۔ وہ ایک جوہر شفاف روحانی نیلے
رنگ کا ہے۔ اس کا کوکب قیومیت کا مظہر اور دیومیت کا منظر ہے۔ صاحب نور ہے
مدد ہے روشن ہے۔ حضرت عبداللہ حیلانی نے اس فلک پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
ملاقات کی۔ مبعثیل علیہ السلام اس آسمان [ششم] کے کوکب کی روحانیت اور وہ ان
تمام ملائکہ پر حاکم ہیں جو اس آسمان پر رہتے ہیں ۹۵

مشتری اور زحل کے ایک برج میں جمع ہونے کو قرآن السعدین
کہتے ہیں [مطالب اقبال - قبول الزور داؤد ص ۲۳۲]۔ اور عنقریبی کا ہونا اور اس کا چیزوں کے

مٹتا ہے۔ وہ لطفِ حق تعالیٰ کے انتشار سے حیران کو اپنی حالت
بتا دیتا ہے، اور اس کے بعد دراصل ہونے اور کمال پانے کا
طلب میں اپنے محبوب سے مل جاتا ہے۔

(سیرۃ و پیراغ) کے مندرجہ معانی میں فنا پذیر اور بے روح
شخص سے انطباق نہیں رکھتے جو کمزور و ہوس کی تکمیل میں لگا
رہے۔ چونکہ حق تعالیٰ اپنا ہے اور اپنا ہونے کے
مشابہ ہے اس لئے اگر میں اپنا ہو جاؤں تو مجھے خوفزدہ
نہ کیا جائے۔ ۹۵۱

شیخ فرید الدین عطارؒ لکھتے ہیں۔

مغفور صلاح ہمیشہ عبارت و ریاضت میں مگن رہتا اور معرفت و توحید
کے باتیں کرتا۔ اہل صلاح و تقویٰ کا صحبت میں رہتا اور پیرویش و
سنت تھا اور یہ بات اس سے ظاہر ہوئی رہی۔ لیکن پھر بھی بعض
مشائخ نے اس سے دور اختیار کئے رکھی۔ ۹۵۵

سید علی بن عثمان، بھڑکائی لکھتے ہیں۔

”جملہ مشائخ میں سوا چند کے کوئی دن (معدنہ) کے کمالِ فضل
صنائے حال، کثرتِ اجتناد اور ریاضت کا منکر نہیں ان
کے ذکر کا اس کتاب میں اثبات نہ کرنا بے ایمانی ہوتی لیکن
مردمانِ ظاہر ان کی تکلیف کرتے ہیں اور ان کے منکر ہیں اور
ان کے احوال کو کمزور و حیلہ اور سحر سے منسوب کرتے ہیں۔
ان کے گمان میں حسین بن مغفور صلاح، حسن بن مغفور صلح
ہے۔ وہ ملحد بنیاد کی تھڑکریا کا استاد اور ابو سعید قرطبی
کا رفیق تھا لیکن یہ حسین جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں غازی
تھے اور ہرقا کے رہنے والے تھے۔ ان کا درجہ ہمیں، دین و
مذہب پر کسی معنی کے سبب سے نہیں بلکہ ان کے روزگار
کی کیفیت کے بہت ہے۔ ۹۵۶

۹۵۲ اقبال اور ابنِ صلاح: کتاب الطورین اور لقاہ صیف اقبال کا تعلق مطالعہ۔ ذکر و تہذیب م ۲۲-۲۳
اسلاف بک فاؤنڈیشن۔ دہریہ ۱۹۷۷ء۔ ۹۵۵ حسین بن مغفور صلاح۔ ایضاً جوامع تہذیب و ادب
۹۵۶ ایضاً ص ۲۹ جوامع کشف المحجوب۔

جس طرح عام طور پر حلاج منصورؒ کی شخصیت صوفیاء و علماء کے درمیان متنازعہ رہی ہے۔ اسی طرح فکر اقبال میں بھی حلاجؒ مختلف روایات میں مختلف حیثیتوں میں نمایاں ہوئے ہیں۔ ۱۹۱۹ء کے ایک مکتوب بنام حافظ محمد رسلم حیدر جموڑی میں علامہ لکھتے ہیں۔

منصور حلاج کا رسالہ کتاب الطوا سین جس کا ذکر ابن حزمؒ کی "فہرست" میں ہے وائس میں شائع ہو گیا ہے۔ مولف نے فریخ زبان میں نہایت مفید حورشی رس پیر لکھے ہیں آپ کی نظر سے گذرا ہو گا۔ حسین کے اصلی معتقدات پر اس رسالے سے بڑی روشنی پڑتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے مسلمان منصورؒ کی سزا دہی میں بالکل حق بجانب تھے۔ اس کے علاوہ ابن حزم نے کتاب الملل میں جو کچھ منصورؒ سے متعلق لکھا ہے اس کے اس رسالے سے پوری تائید ہوتی ہے لطف یہ ہے کہ متقدمین صوفیہ قریباً سب کے سب منصورؒ سے بیزار تھے۔ معلوم نہیں متاخرین اس کے اس قدر دلدارہ کیوں ہو گئے، ۹۵۷

یہی آخری الفاظ خود علامہ کے بارے میں بھی کیے جاسکتے ہیں کہ اس مکتوب کے بعد، علامہ نے جہاں کہیں بھی منصورؒ کا ذکر کیا ہے، ان کی رائے دزنے والا خیال کے بالکل برعکس ہے۔

منصور کو پڑا لب گویا پیام مرگ اب کیا کسی کے عشق کا دواویا رہے تو ۹۵۸

رقابت علم و دماغ میں غلط بینی ہے منبری کہ وہ حلاجؒ کو سولی کو سمجھا ہے رقیب رہنا ۹۵۹

اقبال

فردوس میں روی سے یہ کہتا تھا سائی مشرق میں ابھی تک ہے دی کا مہر دی آتش

حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر اک مرد قلندر نے کیا راز خودی مائش ۹۶۰

زیر نظر کتاب جاوید نامہ، میں خصوصاً حلاج سے ملاقات ہوتی ہے اور بعض اہم مسائل پر سوال جواب ہوتا ہے۔ کتاب الطوا سین اور لقا صنف اقبال کے اہم مشترکات پر ڈاکٹر محمد ریاض مرقوم کا تقابلی جائزہ "اقبال اور ابن حلاج"، اچھی وقیع کوشش ہے۔ بتول ان سے، عشق رسول، حقیقت محمدی، مقام مہر لقیہ (مفت ابوبکر محمدیؒ) حوزی [خیر بشر اور ہدائی] خبر و نظر [معلیٰ اور عشق] اور حقیقت و بلیس جیسے موضوعات نگرد سخن پر کتاب الطوا سین کے جزوی یا

کئی اثرات موجود ہیں، ۹۶۱ میر انیسال ہے یہ تلفہ خودی اور فنا و ملیح کا یکسانیت کا ثبوت ہے، اثر نہیں۔

۹۵۷ کلیات معانی اقبال۔ برنی جلد ۲ ص ۹۷ الفنا - ۹۵۸ کلیات اقبال اردو ص ۱۲ (بہارِ دعا)

۹۵۹ الفنا ص ۴۱۵ [بالجبریل: ۱] ۹۶۰ الفنا ص ۵۸ [غزبِ عظیم]

۹۶۱ اقبال اور ابن حلاج: ڈاکٹر محمد ریاض ص ۳۴ الفنا -

(۱۸۳) **غالب** : اسد اللہ خان نام، مرزا نوشہ عرضیت - ۱۷۹۴ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۸ء میں دہلی میں وفات پائی۔ عمر ۷۲ برس تھی درگاہ نظام الدین اولیاء کے قریب دفن ہوئے۔ تین برس کی عمر میں والد فوت ہو گئے۔ چچا نواسہ خان نے پرورش میں لیا لیکن وہ بھی نو برس کی عمر میں چور ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر علی نظر گڑھ مارکی سے حاصل کی ۹۴۱ء

تیسرے برس کی عمر میں نواب الہی بخش خان حروف کی بیٹی سے شادی ہوئی اور دہلی میں رہائش پذیر ہوئے۔ مرزا مدعی ہیں کہ ان کے استاد ایک ایرانی بالغ نظر محقق عبد اللہ ہیں لیکن قاضی عبدالودود نے [علی ٹیپہ میٹرنی۔ غالب نیر: غالب کا ایک دفعی استاد] کہا ہے کہ عبداللہ مرزا صاحب کی ذہنی تخلیق ہے اور اس کا وجود فی الحاضر نہیں ہے ۹۴۳ء

بچے پیدا ہوئے اور راجا چانچہ مرزا اولاد دیے۔ سالہ کے لڑکے زین العابدین عارف کے دونوں لڑکوں مرزا باقر علی خان اور حسین علی خان کو اپنے پاس رکھ لیا اور اولاد کی طرح پالا۔

۱۸۴۹ء میں بہادر شاہ ظفر نے شائدن تیمور کی تاریخ مرتب کرنے کا نام سونپا اور بیچاس روپے ماہوار کے علاوہ پنجم الدولہ، دبیر الملک اور نظام جنگ کے خطابات سے نوازا۔ یہ کتاب میر منیم روز کے نام سے مرتب ہوئی۔ ذوق کے اشتعال کے بعد بہادر شاہ ظفر کے استاد ہو گئے لیکن ۱۸۵۷ء کے چنگاچے کے بعد تنخواہ اور سرکاری پینشن حروف ہو گئی تو نواب رام پور نے سورویہ دلفیہ مقرر کر دیا۔ مرزا اردو نظم و نثر کے مجدد

ہیں اور خطوط نویسی کا جو انداز ان سے مخصوص ہے وہ بے نظیر ہے۔ اردو پو یا فارسی صاف معلوم ہوتا ہے کہ رنگ نئی آواز ہے۔ انتہائی کے کلام پر غالب کا خاما اثر ہے۔ خاص طور پر غالب کے کلام میں سخت کوشی، خود داری اور عزت نفس کے معلق جو مطالب ملتے ہیں وہ علامہ مرحوم کی افتاد طبع کے عین مطابق ہیں ۹۴۷ء

غالب دہلی میں مرزا غالب پر رنگ نظم ہی موجود ہے۔ جس میں علامہ نے مرزا کو اس طرح فرما دیا ہے۔

نطق کو سونا زہن تیرے لب اعجاز پر

شاہد معقول صدق ہے ترے انداز پر

آد تو اجڑی ہوئی دلی میں آراںیدہ ہے

۹۴۵ء

مکتب و میر کے خواجہ بہیم نواز، گوٹے یا ٹیٹے ہیں جن سے علامہ کے فکری راستے ہم آہنگ ہیں۔ جاوید نامے میں مرزا کا ایک شعر زیر بحث لکھا ہے۔ اور ۱۲۸ اشعار کا ایک فارسی مثنوی کے مطالب پر

مقرر کیا گیا ہے۔ مرزا نے ذیل لفظ بلیغ یادگار چھوڑی ہیں۔

کلیات نظم فارسی، دیوان اردو، عود ہندی اور لہو لہو مثنوی (مکتوب کے مجموعے) پنج آہنگ (ماہنامہ) دلفی، غنیمت، نامہ غالب، درخش کاویانی، ماطع برہان، ہر نیم روز اور دستنبو۔

۹۴۲ء شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا۔ مقصود یاز/ محمد ناصر علی - ایضاً - ۹۴۲ء کلیات اقبال جاوید ص ۹۰ الف - ۹۴۵ء کلیات اقبال ہمزہ دارہ صاف اقبال مدرسہ افریقہ - ۳۴۱ الف - نیز مطالب اقبال مشرقی اردو ۱۹۴۵ء ۹۴۵ء مکتبہ اقبال اردو ص ۲۶ [بائیں دریا]

قرۃ العین طاہرہ: اسی نام پر اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے۔ قرۃ العین طاہرہ کے بارے میں پیدار ہوئی روایت یہ ہے کہ قرین تاج کو حدیث، فقہ، تفسیر اور الہیات و فلسفہ کی تعلیم دی گئی تھی۔ مجتہد ملا قزقینی کے بیٹے ملا محمد کے ساتھ شادی کر دی گئی۔ اسی زمانے میں علی گڑھ باب کا تبلیغات کا شہرہ قزقینی و پنچا تو قرة العین نے باب سے غلط و کثابت شروع کی اور اسی کے علقہ ارادت میں شامل ہو گئی۔ باب نے تبلیغ کی اجازت اور حکم دے کر قرة العین کا خطاب بھی دیا۔ گوردالے سے طاہرہ کہہ کر پکارتے تھے چنانچہ قرین تاج قرة العین طاہرہ ہو گئی اور اسی نام سے یاد کیا جانے لگی۔

طاہرہ نے باپیت کی دعوت گوروں پر پیش کی۔ شوہر نے ماننے سے انکار کر دیا تو طاہرہ نے کہا: میرا شوہر میری کوئی تردید نہ سمجھتا ہے۔ اس لئے شرعیات میں دونوں میں توفیق واقع ہو چکی ہے جس کی نوعیت جاننے والوں کی ہے۔ دلیل یہ پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں کے شوہر کاڑھے، بلاد اللق انہیں مسلمانوں کے عقد میں دے دیا تھا۔ قرة العین نے کر بلاں اپنی تبلیغ کا مرکز قائم کیا اور پردہ میں بیٹھ کر درس و تدریس ہوئی۔ طاہرہ نہ صرف حسین و جمیل تھی بلکہ مقرر بھی تھی جہاں تقریر کرتی تھی ٹھٹھے کے ٹھٹھے جگ جگ تھے۔ باب کی قبولیت میں طاہرہ کی موجودگی کو بھی خاصا دخل ہے۔ ہر فیروز برائوں نے مجمع ازل کے حوالے سے لکھا ہے کہ طاہرہ نے پردہ ہنس تارا ان کی بھی تقریر کے دوران نقاب اٹھا لیتی تھی۔ (تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم)۔

طاہرہ سرحد سے بغداد، دہلی سے کرمان شاہ پھر بہار پہنچی، دوران سفر سلسلہ تبلیغ بھی جاری رہا۔ ملا قزقینی قتل ہوئے تو اس میں طاہرہ پر شبہ ہونے لگا۔ طاہرہ نے فریت اسی میں دیکھی کہ ہجاک نکلی۔ خراسان پہنچی تو باب کے ایک دامی ملا محمد علی بار فرشتی سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات نے مخالفین کو اس کی فاسقانہ زندگی کے قلعہ گھرنے کا راہ کھولی لیکن کوئی مستند دلیل مہیا نہیں کی جاسکتی۔

ناصر الدین شاہ پھر تہذیب کے الزام میں گرفتار ہونے والوں میں طاہرہ بھی تھی اور ۱۸۵۲ء میں اس جرم میں قتل کر دیا گیا۔ ۹۹۶ ہجری ۱۸۹۶ء میں شہید بیان، خوش نوا شاعر اور سبک بڑہ کر جی داری میں بے مثال۔ بعض کے نزدیک گلا گھونٹ کر قتل کی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسے سنوئیں میں دھکیل کر کنوئیں بند کر دیا گیا تھا۔

کچھ ہیں ناصر الدین شاہ نے دیکھا تو ذلیفہ ہو گیا۔ عداوت سے کہنے لگا: بگڑا رہا کہ صورت زبیا دار اور بگڑو نہ مانے۔ اور نہ طاہرہ نے بابی مذہب ترک کر کے شاہ کے حرم میں آنا قبول کیا۔ علامہ نے اس کی زبان سے جو شعر کہلوا یا ہے بے نظیر ہے یا اس دور کا جواب بھی یہ کہہ سکیں چاہیے؟

از گناہ بہرہ دیا جنوں کائنات تازہ آید ہر دوں ۹۹۷

قفیز : ایک پیمانہ ہے بارہ صاع کا ایک صاع ، آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل آدھیر کا
 پیمائش زمین میں قفیز ایک سو چوبیس گز شری کا ہوتا ہے [سرتاج اللغات جدید لغت لکھنؤ]۔
شعر نمبر ۱۰/۰ : فرسودن : گھٹنا - گھٹنا - پیرانا ہونا - فرساید مضارع - [فرنگ عامرہ]
افزودن : برصنا ، زبانه زنا ، برصانا ، افزاید مضارع [فرنگ عامرہ]۔

” جس حق و صداقت کا انکشاف عقل محض کی وساطت سے ہو اس سے
 ایمان و یقین میں وہ درارت پیدا نہیں ہوتی جو وحی و تنزیل کا ہوتی
 ہوتی ہے “ ۹۶۸

نوائے حلاج

(۱۸۵)
 ۱۰۲۹ - زخاک خویش طلب آتشے پیر نیست
 نظر خویش چنان بستہ ام کہ جلوہ دوست
 بملک جم نہ دہم حرم علم نظری را
 اگر چه عقل ضلّوں پیشہ لشکر انیت
 ۱۰۳۲ - توفہ شناس نہ ای وز قناب حسری
 ز قید و صید نہنگان حکایتے ، اور
 مرید بہت آن را بروم کہ پاکیزا شست
 شریک حلقہ زندان بادہ پیا پیش
 حذر و محبت پیرے کہ مرد خو غنا نیست

خواستی و تعلیمات : (۱۸۵) یہ پیام مشرق کے حصّہ مغربیات کے ”باقی“ کا غزل نمبر ۱
 ہے [مکلیات اقبال فارسی ص ۳۱۸] علامہ نے در شعریہ درجہ کے ہیں اور شعروں کی ترتیب بھی
 بدلی ہے۔ مثلاً مکلیات میں شامل غزل کا دوسرا شعر جاوید نامہ میں تیسرا شعر ہے۔ تیسرا شعر
 ہے ، جو تھا ، ناخوار ہے ، مگر ناخوار شور جاوید نامہ میں دسرا ہے۔ چھٹا شعر
 بیا کہ غفلتہ در شیر دلبران فکیم
 جنوں زلفہ دہن ہر زلفہ محراب نیست
 اور آخری شعر
 برینہ حرف تلفتی کمال کو باقی نیست
 حدیث خلوتیان جز بہ رزدار یا نیست
 حذف ہیں — ساتواں شور جاوید نامہ میں چھٹا ہے اور چھٹا سورسازوں ہے اور

ساتھوں شعر جاوید نامہ میں مقطع کے طور پر آیا ہے ۔

علامہ کی یہ غزل جس کا شعر ابن حلاجؒ کی "سخت کوشی" کا نظریہ و تہ جانی ہے
خود ان کے فلسفہ و سخت کوشی کا بیان بھی ہے ۔ دیکھئے اس فلسفہ کی توضیح علامہ نے
پیرائیر نقلسن کے نام اپنے اس مکتوب میں کی ہے جو انہوں نے ڈکنسن کے مقالہ
مطبوعہ "نیشن" اور فارشر کے مضمون مطبوعہ "دی رینتھم" کے جواب میں لکھا تھا ۔
انہوں نے لکھا

"۔۔۔ میں روحانی قوت کا تو قائل ہوں لیکن جسمانی قوت پر یقین نہیں رکھتا
جب تک قوم کو حق و صداقت کی عاقبت میں دعوت پیکار دی جائے تو میرے
مقصد کے لیے وہ اس دعوت پر لبیک کہتا اس کا فرض ہے ۔۔۔۔۔ (۲۲۹)
میرے عقیدے میں حقیقت ایسے اجزاء کا مجموعہ ہے جو تصادم کے واسطے
سے رابطہ و امتزاج پیدا کر کے کل کی صورت میں تبدیلی کی سہی کر رہے
ہیں اور یہ تصادم لامحالہ ان کی شیرازہ بندی اور ارتباط پر منتج ہوگا ۔
۔۔۔۔۔ میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی نتائج رکھتا ہے
ہے جس کے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ
میں محل کی تمام صورت و اشکال مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل
ہیں ضروری سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک ان سے انسان کو زیادہ استحکام و
استقلال حاصل ہوتا ہے ۔ چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر میں نے سکون
و وجود اور اس نوع کے لغز کو جس کا دائرہ محض قیاس آرائیوں
تک محدود ہو کر رہا دیا ہے

[شریک حلقہٴ رندوں بادہ پیا باش
حذر زہدیت پیرے کہ مرد غوغا نیت]

میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں ۔
۔۔۔۔۔ افسوس کہ مسٹر ڈکنسن نے فلسفہ "سخت کوشی" کے اس
پہلو کو نظر انداز کر دیا ہے "اقت" ۱۳۲۱ء ۹۶۹

"زبور مجھ" کا آغاز میں "دعا" سے کیا ہے وہ کچھ یوں ہے ۔

ایں بندہ را کہ از نفس دیگران نزلیت
یک آہ حانہ زاد مثال شربہ !
سپلم مرا بجزے تنگ مایہ میسج
جولا نگہے بولوی دکوہ و کمر بندہ !
خاتم بہ نور نغہ داؤد بر فروز
پیر ذرہ مرا ہر وبال شرر بندہ !

بھی "صحت کوشی" آفے جس نے اس ملک پر حلاج، غالب اور طاہرہ کو یک جا کر دیا ہے وہ
 کا ہر گھلے راز نگ و لوئے دیگر است

شمار ۱۰۳۳ = ۵/۵ راہ اور مقام : موسیقی کی اصطلاح میں راہ اور مقام پیرہ سُرود کو
 کہتے ہیں اور یہ بارہ ہیں۔ راست، شباب، بوسلیک، عشاق، زیر بزرگ، زیر کوچک، حجاز
 معلق، زائنگہ، حسینی، رادی اور نوا۔ بعض لوگ حجاز کی جگہ باختر اور زائنگہ کی جگہ
 بنافند لکھتے ہیں اور بعض شباب کی جگہ صفادان لکھتے ہیں۔
 اصطلاح لُصُوف میں راہ، مقام درجات ہیں۔ ہر ایک درجہ مقام سے دور
 تک اٹھتا جاتا ہے حتیٰ کہ مقام تکلیف پیرہ بیچ جاتا ہے جو زوالِ بشریت ہے اور اسے فقر و فنا نام دیا
 جاتا ہے ۹۷۱ علامہ نے بربطِ سلیمی کی رعایت سے وہ مقام بطور کیا یہ استعمال کرتے ہیں۔

نوائے غالب

توٹا بگروش رطل گراں بگروانیم
 و گرز شاہِ رسد ارغماں بگروانیم
 و گرز خلیلؑ شود میہماں بگروانیم
 تہی سب ز درگستاں بگروانیم
 ز شاخسار سوک آشیان بگروانیم

۱۰۳۶۔ ہیا کہ قاعدہ آسماں بگروانیم !
 اگر ز شختہ بود گیر و دار بندیشیم
 اگر کلیمؑ شود ہمراہ سخن بگروانیم
 بختِ باج ستان شاخسار را
 بصلح ال نشانِ صحرا ہی را

ز حیدریمؑ من و تو ز ما کج نبود
 گر آفتاب سوئے خاوراں بگروانیم

حواشی و تعلیقات : قاعدہ آسماں : گردش رنگِ طرب : اسی ایک حال میں خوش رہے
 نہ دنیا۔ رطل گراں : بڑا پیالہ۔ رطل : شراب کا ایسا پیالہ جس میں آدھ سیر شراب آئے۔ ہیا نہ شراب۔
 کلیمؑ : ملا حظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳

انہوں نے عصر کی نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا تم نے نماز پڑھی؟ عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا خداوند! بے شک وہ تمہارا اہانت اور تمہارے رسول کی اہانت میں تھا، اب آفتاب لوٹا دے، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں نے سورج غروب ہوتے دیکھا تھا۔ پھر میں نے اسی کو دیکھا کہ وہ غروب کے بعد نکل آیا اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھہر گیا اور یہ واقعہ حنیفہ کے قلعہ میں ہوا تھا ۹۴۲

کتاب الشفاء کی یہ روایت وصاف کرتی ہے کہ نماز خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی فوت ہوئی ہوگی۔ اس لئے — تافہی عیاض اور امام طحاوی، حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ نے اسے علامات نبوت سے کیا — لیکن اس روایت کی استنادی حیثیت کو امام احمد کے حوالے سے ملد علی قاری بے اصل کہتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی اسے من گھڑت {موضوعات کبیرہ} اور جھوٹ [الافتاء ص ۱۵۷] بتاتے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ائمہ حدیث مثل امام مالک، مصنفین صحاح ستہ، اصحاب مسندین اور حسن احادیث کے جامعین رحمہم اللہ کا اسے اپنے جموں میں درج نہ کرنا، اس بات کا برا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت من گھڑت ہے {البدایہ ص ۶}

ملاحظہ دیگر دلائل کے ایک فقہی نکتہ بھی اس کی وصاف کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ نماز کا مقررہ وقت پورا کرنا فرض ہے رات الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً [النساء ۱۰۳]۔ یقیناً نماز کا وقت معینہ پورا کرنا مومنوں پر فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی وقت معینہ بھی ختم ہوا اب سورج کا لوٹنا نہ لوٹنا ایک برابر ہے ۹۴۳

پیر مال مرزا غالب نے اسی روایت سے فائدہ اٹھایا۔ یہ غزل کلمات غالب ناصی جلد سوم ص ۲۹ پر درج ہے بلوچہ جس ترقی ادب لاہور طبع دول ستمبر ۱۹۴۷ء — غزل ہندو اشعار پر مشتمل ہے۔ علامہ نے صرف ۶ چھ شعر لکھے ہیں۔ قطع کا معنی لونی قطع میں مکرر لائے ہیں جس سے فائدہ آسان ہو رہا ہے، اس شعر جو حال ہے۔

لوئے طاحیرہ

گر بتوافقم نظر چہرہ بہ چہرہ رو برو
شرح وہم غم ترا نکتہ بہ نکتہ ہو ہو

از پے ویرن خست، چچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ در بار کو چہ بلوچہ کو بکو

۹۴۲ کتاب الشفاء — تافہی عیاض مدد ترجمہ حافظ احمد علی شاہ بٹاوی ۲۴۵۵ اللہ والے کی قومی دھان بازار کشمیر وید
۹۴۳ غیبی داستانیں اور ان کی حقیقت، علامہ حبیب الرحمن مدنی کا مذکور جمعہ لول، الرحمن پبلشنگ سرٹ کراچی طبع جیام ۱۹۹۱ء

می رود از فراق تو، خون دل از رو دیده ام
 دجلہ بہ دجلہ ہم بہ ہم چشمہ چشمہ جو بجو
 مہر ترا دل حزنیں، باخته بر قماش جاں
 رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ، تار بہ تار پو بہ پو
 در دل خویش طاہرہ گشت و ندید خبر ترا
 صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا، پرودہ بہ پرودہ تو بہ تو

سوز و ساز عاشقان در دہند
 مشغلات کہنہ سر بیرون زدند
 قلمز منکم سراپا اضطراب
 گفت روحی وقت را از کف دادہ
 شور مائے تازہ در جام فلکند
 باز بر اندیشہ ام شبخوں زدند
 ساحلش از زور طوفان خراب
 لے کہ می خواہی کشود بر گره
 چہ در در افکار خود باشی اسیر
 این قیامت را بروں ریز از ضمیر

حواشی و تعلیقات : (۱۸۶) غزل طاہرہ : سید محمد محیط طباطبائی نے جو اولین

اقبال پرست ایرانی ادیب ہیں، اقبال نمبر ۱۹۷۷ء، جلد پنجم مردم تہران میں "نامہ کہ بہ اقبال فرستادہ شد" کے تحت عنوان "طاہرہ کی درجہ ۱۱۰۵ غزل کو قوی دلائل کے ساتھ شاہ طاہر کا شہی ثم دکنی (۹۰ تا ۹۵۰ء) کی غزل ثابت کیا ہے۔ اس حقیقت کی بنیاد ایک محسن نے جو اس غزل پر تحقیق کی گئی تھی۔ یہ محسن جلال الدین محمد قادری کی بیاض میں درج ہے۔ یہ شخص اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ اکبر کا منشی اور ہمسفر تھا اس کی بیاض ۱۱۰۵ھ [۱۶۹۳ء] اور ۱۱۱۷ھ [۱۷۰۵ء] کے دوران، شہزادہ نادر کے ہمراہ فرار کے واقعات کی ڈائری ہے۔ شہزادہ نادر ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء کے ملک بھگ فوت ہوا اور شہید میں مدفون ہوا۔ ۱۱۲۰ھ کے بعد محمد قادری کہاں گئے؟ خبر نہیں لیکن اس خطی بیاض پر وجیبہ اللہ نامی کسی شخص نے اپنے لکھ سے ابتداء ۱۱۲۵ھ کے واسطے کسی ندائی مخلص شاعر کی چوٹی سی مثنوی درج کی ہے۔ اس طرح یہ بیاض ۱۱۰۵ تا ۱۱۲۵ھ کے زمانے کی ہے اور اس میں ذیل محسنی درج ہے جسے مرزا محمد طاہر و سید قزوینی سے منسوب کیا گیا ہے (وسید بقول طباطبائی صاف طور پر نہیں پڑھا جاتا تھا مگر اسے وسید کے علاوہ کوئی اور بھی بھی نہیں دیکھ سکتے تھے)۔ مرزا محمد طاہر و سید، شاہ سلطان حسین کے اوائل سلطنت تک بقید حیات اور دیوانی کے اہم عہدے پر فائز رہا۔ اور جلال الدین محمد قادری (مذکورہ بیاض) کا ہم عصر تھا۔

اور شہزادہ اکبر بن اورنگ زیب کے ہمراہ سفرِ نوکر میں قادری اور مرزا لایروہ کی ملاقات کے امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔

سید محمد لطیف نے ایک دوسری بیانی میں جو صفوی دور کی مرقوم تھی، ظاہر سے منسوب شعر [مطلع جاوید نامہ] ظاہر اے کاشی سے منسوب دیکھا۔ یہ بقول ان کے شاہ ظاہر دہلی انجذابی کاشی ہے جو ظاہر اے کاشی کے نام سے معروف تھا اور ایران کے اسماعیلی شیعوں میں اُسے بڑا احترام حاصل تھا، اور اسی امر کے تحت کاشان سے ہجرت رکھے دکن میں مقیم ہوا۔ ہرمیفر کی فارسی کتب میں وہ شاہ ظاہر دکنی کے نام سے مشہور ہے۔ ایران اور ہرمیفر کی بیاضوں میں جو نظم و نثر پڑھتی اور دور صفوی کی یادگار ہیں، بیسیوں مکتوب اور قصائد و غزلیات اُس کے نام سے ثبت ہیں جن میں ایک وہی موزونہ غزل بھی ہے۔ شاہ ظاہر دوسری صدی ہجری کے لغتِ دل [۹۰۰ تا ۹۵۰] میں ایک نامور شاعر اور عظیم ادیب تھا۔ اس کے دوسرے اشعار میں جو اب دستیاب ہیں سخن دانی اور سخن دری کا کافی سرمایہ نظر آتا ہے، ۹۴۹ خلاصہ یہ کہ۔

منازل: شاہ ظاہر دکنی المعروف بہ ظاہر اے کاشی کا زمانہ ۹۰۰ تا ۹۵۰
منازل: نقیض ہر غزل زیر بحث ————— کا زمانہ ۱۱۰۵ تا ۱۱۲۰
[مطابق ۱۶۹۴ تا ۱۷۱۳]

منہس کا وجود یقینی ہے۔ اگرچہ شاہ ظاہر دکنی کی غزل کا بنیادی ماخذ نہیں دربارہ نہ مل سکا۔ نہ ہم تذکرہ میں ملے۔ تمام فرقۃ العین ظاہر قزوینی ۱۸۵۲ء میں قتل ہوئے بعد ۳۲ سال یعنی [۱۸۲۰ تا ۱۸۵۲]۔ اسی کا زمانہ دیا تھا۔ اس طرح کم از کم ایک سو پینیس برس قبل کا منہس اس غزل کے فرقۃ العین ظاہر سے انتساب کو درست قرار نہیں دے سکتا۔ اور منہس کا وجود لازماً اس غزل کو ۱۱۲۰ تا ۱۱۲۵ء سے قبل کے کسی شاعر کا سرمایہ ثابت کرنا ہے اور جبہ تک کوئی اور کسی اور شخص کا سراغ نہیں لگا لیتا ظاہر اے کاشی ہی اس کے اصل خالق تسلیم کئے جانے کا حق رکھتے ہیں۔ مناسب یہ کہ وہ منہس بھی درجہ کر دیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے ایک بات اور وہ یہ کہ ملاحظہ فرمائیے کہ غزل کے تحت یہ غزل درج کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ اس انتساب کو درست سمجھتے تھے۔ اس غزل کے مصنف چونکہ ظاہر قزوینی سے مطابقت رکھتے ہیں اس لئے اس انتساب سے علامہ نے فائدہ اٹھایا۔ ورنہ غزل کے تحت اسے نہیں دے دیتا غزل ۹۴۵ ہر حال وہ منہس حافی ہے۔

ساقی عشق اے صنم زہرستم سبوسو
دخیت بہ سانم دل بامی غم کدو کدو
چند دم من از پے ات گشتہ رشتہ سو بہ سو
گر بہ تو افتدم نظر چشم بہ چشم رو بہ رو
شرح کنم غم ترا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو
بر رخ دل درالم از ستمات کشادہ ام
تا بہ سرم دم اپنی خاک نشیں چو چادہ ام
از پے دیون رخت ہم چو صبا فادہ ام
خانہ بہ خانہ در بدر کوئی بہ کوئی بہ کوئی

۹۴۹ اور ترجمہ: ایک ایرانی دانشور کا فہرہ جو اقبال تک نہ پہنچ سکا، مشمولہ جزل و سیرت سرسائی لایروہ شمارہ دسمبر ۱۹۸۵ء
از صفحہ ۷۵ تا صفحہ ۸۴ ————— بشکریہ ہر نام ہر دینہ فیسیان دانش - ہر لایروہ۔

۹۴۵ سید محمد لطیف نے عشق درج کیا ہے جس سے وزن میں خرابی آتی ہے ۹۴۹ عدم اقبال نے چہرہ بہ چہرہ درج کیا ہے۔
۹۴۶ سید محمد لطیف نے "تا قدم بہ سر نہی" درج کیا ہے جو جسے معانی دیتا ہے اور سرسار غلط ہے۔

در عقب تو جان من هست چو سایه ات روان بسته به زلف و گیسوات رشته جان عاشقان
از جو توئی گسستن مهر و وفا نمی توان "مهر تو را دل حزین یافته بر قماش جان
رشته به رشته نخ به نخ تار به تار پویه"

یار جوان ترا بردل و جان کشیده ام همچو کمان حلقه از بارستم ضحید ام
بی که جو طغی ترانه من زین جگر کشیده ام "می رعد از فراق تو وین دل از دوریده ام"

دجله به دجله می بینم چشمه چشمه جو به جو
درخت بنفشه بر رخ و صورت یاسین خلعت یاد نگنده سایه بر زهره و جبین خلعت
خون شده نافه را جگر تاشده چوین چوین خلعت "داره دمان و چهره و ماری عنبرین خلعت

عنجه به عنجه می بینم لاله به لاله پویه پویه
در محنت از جگر فغان آه ز دل برآیدم گیسو حلقه ات ، دایم بلا غایم
لطف به لحظه دم به دم خون زود دیده زایدم "از رخ و زلف چشم و قدر دم من نزاریدم"

مهر به مهر دل به دل طبع به طبع خویه خویه ۹۴۸
تاشده استخوان من با سنگ کوبیت آشنا مانده به زیر بال غم کردن مطلب بهما
معن وفا توئی مرا غیر تو نیست مدعا "در دل خویش طایر گشت و ندید جز ترا
صفحه به صفحه سر به سر پرده به پرده تویه تو"

۹۴۹

زنده رود

مشکلات خود را به پیش ارواح بزرگ می گوید

۱۰۵۳ - از مقام مؤمنان ووری چسرا؟

یعنی از فرسوس همجوری چسرا؟

حلاج

مرد آزاد که داند خوی زشت (۱۸۴)
می نگیند روح او اندر بهشت
جهنت ملائکه و جور و غلام
جهنت آواوگان سیر دوام

جنت ملا خور و خواب و سرود
 حشر ملا شوق قبر و ملاک مہور
 علم برہم و رجا و اداس
 علم ترساں از جلال کائنات
 علم را بر رفتہ و حاضر نظر
 علم پیاں بستہ با آئین جبر
 عشق آزاد و غنیور و نامہور
 عشق ما از شکوہ ایگاہ الیست
 این دل مجبور ما مجبور نیست
 آتش ما را بفرزند سراق
 بے خلشہ از رستن ناز رستن
 رستن این گونہ تقدیر خودی ست
 خورہ از شوق بے حد شک مہر

جنت عاشق تماشاے وجود
 عشق شور انگیز خود صبح نشور
 عاشقاں رائے امید و نہ اس
 عشق غرق اندر جلال کائنات
 عشق گوید آئینہ می آید نگہ
 چارہ او چیست غیر از جبر و صبر
 در تماشاے وجود آمد حبسور
 گرچہ او را گرئی مستانہ الیست
 ناوک ما از نگاہ حور نیست
 جان ما را سازگار آید سراق
 باید آتش در پیہ پا ز رستن
 از ہمیں تقدیر تمیز خودی ست
 گنج اندر سینہ او نہ سپہر

شوق چوں بر مالے شب خون زند
 ایناں رجا و دانی می کند

حاشی و تعلیقات :

(۸۹) مرد آزاد، علم، عشق، اور قراق : بات علم سے شروع کی جائے تو مناسب ہے

علم کی دو اقسام ہیں ایک علم بالواس دوسرا علم بالوحی ۔ علم بالواس ، قیاس پر مبنی ہے اور قیاس، جس کا اشارہ ہے جس بولی تو قیاس بول گیا۔ قیاس بولنے سے عقل کی تدبیر و تنقید بھی بول گئی ۔ یہی عقل کا عشق ہے۔

فروغ دانش ما از قیاس است
 قیاس ما از تقدیر و اس است
 جو جس دیگر شد آن عالم در شد
 سکون و سیر و پیش و دم در شد

صاف واضح ہے کہ عقل، علم بالواس کی تابع مہل ہے ۔ عقل ذریعہ علم نہیں ۔ ذرا لے علم (افرونی و سیرانی دوس) کے انکشافات کی تنقید اس کا معنی کام ہے ۹۸۱۔ یعنی عقل حواس کی مادی تقدیرات کی منظم ہے یہ ہے مغیر علم پیاں بستہ با آئین جبر کا مفہم ۔ دوسرا علم بالوحی ہے ۔ یہ مادے قیاس دواس ہے و تا نہ یقین عین الحق ۹۸۲ صاحب الوفی اپنی خواہش (واس) کا اسیر نہیں ہوتا ۔ علم بالوحی کا اتباع ۔ عقل

۹۸۰ کلیات اقبال ماری ص ۵۱۲ (اسرار خودی) ایفہ ۔ ۹۸۱ اوزار اقبال ص ۵۱ ایفہ ۹۸۲ و الہم ۲

اسی طرح کرب جس طرح کہ وہ علم بالو اس [یعنی پر قیاس] کی مطیع ہے۔ تو — یہ عشق — حواس یعنی مادی جبر سے آزادی کا پروانہ — اور عاشق — یعنی مائل — آزاد و غیور و ماضیور — صاحبِ جراتِ زمانہ اب یہ عقل وہ عشق ہے جو تماشائے وجود — میں — جوڑ ہے — کہ اس کے کان، آنکھ زبان — اسی پابند ہیں۔
 مَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ خِصْرَ الْوَعْدِ ۙ

لیکن این پ چہ را آن جراتِ زمانہ نیست ۹۸۲

یہ ہے ک چہ او چیست یراز جبر مبر — کا مفہم — اور یہ ہے کہ این دل بہما (دلِ عشق) مجبوریت کی تفسیر — اختیار — خوب و بد — کی آگاہی سے پیدا ہوتا ہے — علم بالو اس — تو اس تمیز سے نا آشنا ہے کہ اس کی تمیز ہی تو طبیعت کی پسند و ناپسند پر موقوف ہے یعنی لبتہ آئین جبر ہے۔ عاشق — آزاد ہو گیا — ذاتی میلانات و تمیلات سے (آئین جبر) سے بھی آزاد — اور کمالِ وحی میں کمالِ استغراق کی بدولت سراپا حق — مگر انفرادی شان کا مالک — یہ فنا کے وجودی — ہیں — فراق ہے — اپنے نفس سے بھی — فراق — یہ فراقِ عاشقان میں رسال است — این دل مجبور یا مجبور نیست — اس میں آفاق کم ہیں — یہی اس کی جنت ہے — یہی خودی — شخص کی تقدیر ہے — اسی تقدیر سے تعمیرِ خودی ممکن ہے — جو آئی کو جاودانی بخشی ہے — ان اشارات کو بشرح و لبط سمجھنے کی ضرورت ہو تو ملاحظہ ہوں تعلیقات نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹ اور ۱۷۹ — بالترتیب۔

زندہ رُود

گمروش تقدیر مرگ و زندگی است
 کس نداند گمروش تقدیر چیست

حلاج

۱۰۷۰۔ ہر کہ از تقدیر وار و ساز و برگ
 جبر وین مرد صاحبِ ہمت است
 پختہ مروب پختہ تر گمروش جبر
 جبر خالہ عالمے بر ہم زند
 کار مروان است تسلیم و رضا
 تو کہ والی از مقامِ پیر روم
 لرزد از نیروئے او ابلیس و مرگ
 جبر مروان از کمالِ قوت است
 جبر مروان را آغوشِ قبر
 جبر ما بیخ و بن ما بر کند
 بر ضعیفاں راست ناپید این قیام
 می ندانی از کلامِ پیر روم؟

بود گریب در زمان با نیرید
 گفت او را یک سلمان سعید
 خوشتر آن باشد کہ ایمان آوردی
 تا بدست آید نجات و سروری
 گفت این ایمان اگر هست اے مرید
 آن کہ وارد شیخ عالم با نیرید
 من ندارم طاقت آن تا بہ آن
 کال فزوں آمد ز کوششہائے آن

کار ما غیر از امید و بیم نیست
 اے کہ گوئی بودنی این بود شد
 ہر کسے را بہت تسلیم نیست
 کار ما پابند آئیں ہوو شد
 معنی تقدیر کم فہمیدہ ق
 نے خودی رائے خدا ویدہ
 مرد مومن با خدا وارد نیاز (۱۸۹)
 ہا تو ما سازیم تو یا ما ساز
 عزم او خلاق تقدیر حق است
 روز ہما تیر او تیر حق است

خواستی و تعلیقات : (۱۸۸) پہلے نمبر ۲۰، ۲۸، ۲۹، ۱۹۰ اور ۱۸۷ - دیکھ لیا جائیے -

تقدیر : ۱) مادی تقدیرات انہی ہیں۔ جہ جادات و نباتات اس کے پابند ہیں۔ حیوانات میں یہ تقدیر آ
 خواہشات اور طبعی تقاضوں کی صورت میں اٹھتی ہیں۔ جب کہ جادات و نباتات میں یہ تقدیرات خواہ
 نباتاتی ہیں۔ حیوانات ان خواہشات یا طبعی تقاضوں کے پابند ہیں۔ جرات و نباتات، حیوانات کی
 یہ پابندی تقدیر ان کا اسلام ہے کہ کہ اسلمت فی السموات والارض۔ اسلمت : تعین کل کامیفہ
 ہے۔ بلاچون دجرا طبع و زمان بردار۔

۲) اخلاقی تقدیرات : احکام شرع۔ یہ احکام شرع۔ بذریعہ تعلیم دیے گئے ہیں جس طرح جادات
 و نباتات اور حیوانات، فطرت کے انکاروں کے تابع مہمل ہیں۔ اور وہ ان کا اسلام ہے۔ وہ اتباع مہمل
 انسان کے لئے طاعت کی ہرگز ہے۔ احکام شرع کی پابندی۔ چونکہ بذریعہ تعلیم کرائی گئی ہے اس لئے یہ
 اختیاری ہے یا تھذیبہ الشیثین اما شاکرا و اما کفوراً (۱۹۰) جس طرح اس کا ماننا نہ ماننا اختیاری
 ہے اسی طرح اس کے مان لینے سے انسان کو طبعی تقاضوں اور خواہشات نفس پر تصرف حاصل ہر جائز ہے۔
 احکام شرع کی پابندی جس درجے میں ہوگی اسی حد تک فطرت پر تصرف و تسخیر حاصل ہوگی۔ یہ انسان کا

نائب حق در جهان بودن خوش است بر نما هر کراں بودن خوش است ۹۸۵

گويا مومن کا غم تقدیر جی کو تخلیق دینا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ

پی

مقلما ترواخی :

۹۸۵ کتب اقبال فارسی و عربی [شعری و سراسر ادبی: مرحله سوم نیابت الہی]

984 خالد بن الوليد في ذكره لبيد بن ربيعة

9AC

۹۸۸

٩٨٩ - ال عمران : ١٣٩ ٩٩٠ - النمل : ١٨

۹۹۱ کلیات اقبال عدد ۳۸۹ [بال چرین: سبوزلبه] ۹۹۲ ایضاً عدد ۳۸۹ [ارمغان قیاز: قلم]

۹۹۳ کلیات اقبال جاری ص ۱۱ (مثنوی سرافخیزی: سرمد اول ایست)

زنده رُود

۱۰۸۵ - کم نگاهان فتند با انگشتند
بندۂ حق را بدار آویختند
اشکارا بر تو پنهان وجود
باز گو آخر گناه توجیه بود

سلاج

بود اندر سینه من بآب صور
۱۰۸۸ - مومنان با خن و بوی کافران
۱۹۱ (۱۹۲) امر حق گفتند لغتش باطل است
من بخود افزون ختم نار حیات
از خودی طرح جهان ریختند
بر کجا پیدا و ناپیدا خودی
۱۹۳ (۱۹۴) نار را پوشیده اندر نور اوست
بر زماں بر دل درین دیر کهن
بر که از ناریش نصیب خود نه بُرد
پند و نیم ایران ز نورش محرم است
من ز نور و نار او دادم حنبر

ملق دیدم که وارد قصد گور
لا اله الا تو باین و از خود ستار
زان که او وابسته آب گل است
مژده را گفتیم ز اسرار حیات
دلبری با قاپری آویختند
بر منی تابد نگاه ما خودی
جلوه ماے کائنات از ظهور است
از خودی در پرده می گوید سخن
در جهل از خویشتن بیگانه مُرد
آنکه نارش هم شناسد آن کم است
بندۂ محرم با گناه من نگر

آنچه من کردم تو هم کردی بترس

محشر بر مرده آوردی بترس

طاهره

از گناه بندۂ صاحب جنوں
شوق بحد پرده دارا بر درو
آخر از دار و سن گیرد نصیب
جلوه او بنگر اندر شهر و شهرت
کائنات تازه آید بروس
کهنگی را از تماشا می بُرد
بر نه گردد زنده از کوچه حبیب
تا نه پنداری که از عالم گذشت

۱۱۰۳- و ضمیر عمر خود پوشیده است
اندرین خلوت چشمان نموده است

حواشی و تعلیقات: (۱۹۱) انا الحق: لا اله الا الله و لا اله الا الله
شماره ۱۰۸

وَقُلْ هِيَ جَسَدٌ مَّا أَفْرَأَ لَكَ مِنَ الْخَلْقِ وَالْأَمْرَ مَا أَفْرَأَ كَيْفَ مَعْنَى هُنَّ رَهْمًا . إِذَا ارَادَ شَيْئًا
أَنْ يَقُولَ لَهَا كُنْ فَيَكُونُ ۚ ۹۹۵ ب خلق و امر کا مالک کسی شے کا ارادہ کرتا ہے وہ
تُن کہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور ہوتی رہتی ہے ۔ یہ تَن : امرِ تخلیق ہے ۔
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِلْعَيْشِ ۚ ۹۹۶ اور ہم نے زمین و آسمان کو کھیلنے کے
ہیں پیدا کیا ۔ اور لعین حق کا تنہا ہے قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنْ اللَّعِينِ ۚ ۹۹۷
اپنے نے کہا (ابراہیم) کیا تو حق لے کر آیا ہے یا کھیلنے والا ہے (کب سب گھٹا ہے)۔
إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاقْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَنُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَ
لِلْأَرْضِ رَسْمًا مَّا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ ۹۹۸

حقیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے بڑا نشانیاں ہیں (عقل والے) وہ لوگ ہیں جو اچھے سمجھنے اور پہلو کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں (اور اس غور و فکر کے نتیجے میں پکار اٹھتے ہیں)۔ اے ہمارے رب تو نے یہ مابل (بے وقوف) پیدا نہیں کیے (بلکہ حق ہیں)۔ نیرکانات پاک ہے (بے وقوف کھیل نہاں ہے) یہیں عزائے اثار سے بچا۔ لیکن لا الہ الا انت اقرار کنندگان اس کے منکر ہو کر زبہ در گور ہو رہے تھے۔

(۱۹۲) **امیر حق گوشت نقش باطل است :** جن لوگوں نے کَالِیْلَہُ الْاِیْمَانِ کا اقرار کیا مگر ان کے بارے میں ان کا ایمان تعلیقہ نمبر ۱۹۱ بلا میں بیان ہوا — علامہ نے مشنری ٹکٹن راز صید کے سوال نمبر ۸ کے جواب میں ہندو ایران کے تصور حیات پر زبردست اور انتہائی جامع تبصرہ کیا ہے۔ اور امیر حق — کو باطل نقش کہنے کے پس پردہ کار فرما نفسیاتی حالت کا تجزیہ کیا ہے۔

من از دیز آنا الحق باز گویم
دگر بایند و ایران راز گویم

فرا خفت و وجود ماز خواست
وجود ما نمود ماز خواست

ہمز و لہز کے مطابق (اور جیسا کہ علامہ نے لکھا) زردشتیوں کے نزدیک بھی [دنیا، مایا، غیر حقیقی

١٩٩٥ المصنف: ٥٥

۹۹۴ و ۹۹۵ : ۱۶

۹۹۵ قس : ۸۲

٩٩٥ الفهرست : ٥٥

۹۹۹ کتابت (تاریخ) ۵۴۱

۹۹۸ آل عمران : ۱۹۰ ، ۱۹۱

خواب ہے۔ یہ تصور حاصل ہے اسی تصور کا کہ
 "کائنات کے اصول اول و بنیادی، پانی کی تاریک سطح پر تیرتے ہوئے
 موجزواب و شنو (مہاپرش، ذاتِ مطلق) کی ناف سے ایک ننھا
 کنول باہر نکلتا ہے جس میں خالص سونے کی ہزار ہا کھڑیاں
 سورج کی آب و تاب سے جگمگاتی ہیں اور یہ خالق آفاق
 و شنو کنول کے ساتھ ساتھ برہما کو بھی باہر نکالتا ہے، جو
 کنول کے بیچوں بیچ بیٹھا ہوا اپنی تخلیقی قوتوں کے نور
 سے جگمگاتا ہے۔

اس طرح و شنو کے ایک خواب کے ساتھ ایک دنیا بیدار
 ہوتی ہے اور اپنی بیداری کے چکر کو ختم کرنے کے بعد خود بھی
 ختم ہو جاتی ہے اور دوسری دنیا بیدار ہوتی ہے ایک برہما
 کے بعد دوسرا برہما آتا ہے ایک آدم کے بعد دوسرا آدم پیدا ہوتا
 ہے۔ یہی و شنو کا خواب ہے، یہی نایا ہے۔ یہی وقت ہے

اور تمام انسان اس کے دائرے میں اسیر ہیں۔" عقائد

کائنات کو نقشِ باطن سمجھ سٹانے والوں کو روح کے پیچھے کا ہنجر کہہ کر فنا کرنے کے درپے، کیا
 "ایرانی" کو بالکل ہنس نہ رہے تھے؟

(۱۹۳) تبلیغ ہے رادی طوا۔ کے اس واقعہ کی طرف جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس
 سفر لوٹتے ہوئے آگ دیکھتے ہیں اور اپنے اہل کو یہ کہہ کر ادھر جاتے ہیں تم ادھر پھرو گے
 آگ لے آؤں یا کوئی راہ بتائے واللہ اس آگ پر ہوا اور اس سے راہ پوچھیں۔
 وَقَالَ اَنَّا نَرَىٰ جَدِثًا مَّوْسٰی ۝ اِذْ تَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوا اِنِّي اَنْتَبِهُ نَارًا كَذٰبًا
 اَتَيْتُكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجْذَعَتْنِي النَّارُ كَذٰبًا ۝ فَلَمَّا اَنْتَبِهَ لَوَدِيْتُ لَمْ نَمْسَا ۝ اِنِّي
 اَنْتَرَيْتُكَ فَاَقْلَعْتُ لَكَ نَارًا مِّنْ اَنْتَ ۝ اِنَّا نَرٰكَ فَاَقْلَعْنَا نَارًا مِّنْ اَنْتَ ۝ اِنَّا نَرٰكَ فَاَقْلَعْنَا نَارًا مِّنْ اَنْتَ ۝

مسلمہ نے شیخ خزالدین عطار کے تذکرۃ الاولیاء میں حسین مسطور علاج،
 کے حوالے سے، نقیب کے اظہار سے غائرہ اٹھایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

نقیب نقیب ہے ان لوگوں پر جو اس بات کو تو روا سمجھتے ہیں کہ
 کسی درخت سے "اَنَا اللہ" کی آواز آئے اور درخت درمیان میں
 نہ ہو لیکن ان کے نزدیک یہ کیوں روا نہیں ہے کہ حسین سے اَنَا اللہ
 کی آواز آئے اور حسین درمیان نہ ہو۔۔۔" عقائد

یہ اور بات کہ بتول علامہ (معنی تازہ دعاست) وہ حسین کو درمیان سے ہٹاتے
بلکہ حسین کی شخصیت کا اثبات چاہتے ہیں۔ حسین ابن منصور نے یہی چاہا۔ علامہ نے
نصیر خودی دے کر وہی کچھ چاہا۔ اسرار خودی کے اشاعت پر جو طوفان اٹھا۔ وہ بار آورین
سے کم نہ تھا وہ تو شکر ہے کہ کوئی شیخ الاسلام کی خلیفہ کے صیغہ کی حفاظت پر مامور نہ تھا۔
اور اگر ایسا ہوتا تو شاید اقبال اور فلسفہ خودی کا ضرورت بھی نہ مورتی کہ مسلمان، خُسر ہوتا
غیروں کی بندگی نے "خودی" کی نیرو و تقویم کا ضرورت پیدا کی۔
علامہ نے ایک اردو قطعہ میں بھی حلاج کی زبانی اپنے فلسفہ خودی کا ذکر کیا ہے۔

خودوں میں روی سے یہ کہتا عقاسنائی مشرق میں ابھی تک ہے وہی کامہ دی آتش
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر اک مرد قلندر نے کیا راز خودی ناش ۱۰۳۳
شعر نمبر ۱۱۰۳ :

دوام آں بہ کہ جانِ مستعار شود از عشق وستی پائدار
وجود کو ہمارا دوش و در پیچ چہاں فانی، خودی باقی، ذکر، پیچ ۱۰۴۱
خودی چون بختہ شد از مرگ پاک است ۱۰۵۵

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے اگر موزنہ تو دل ناہمور رہتا ہے
مہ و ستارہ شایاں شرارہ یک دوش ہے خودی کا ابد تک سرور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گوہر تیرا ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے ۱۰۶۱

زندہ رود

اے ترا داوند در جستجوے معنی یک شعر خود با من گویے
۱۱۰۵ = "میری کن خاک تہ و بیل قعش رنگ
اے نالہ! نشانِ جگر سوختہ کیا ہے"

۱۰۳۳ کلیات اقبال اردو ص ۵۸۰ [غزلیہ: اقبال] ۱۰۴۱ کلیات اقبال فارسی ص ۵۶۳ [غزلیہ: راز جدید: جواب سوال ۱۰۳۳]
۱۰۶۱ کلیات اقبال اردو ص ۵۲۶ [غزلیہ: موت] ۱۰۵۵ کلیات اقبال فارسی ص ۵۵۴ [غزلیہ: راز جدید: جواب سوال ۱۰۵۵]

شعر نمبر ۱۱۰۵ : دیوان غالب ص ۱۲۷ ، اکبری لاہوری - اردو اکبری سندھ کراچی - سن ۱۳۷۰
مسئلہ نے "کیا ہے" کی بجائے "چیسٹ" لکھا ہے۔

نواب الطاف حسین حالی یادگار غالب میں لکھتے ہیں " میں نے خود اس کے معنی مرزا سے پوچھے تھے۔ فرمایا کہ اے کی جگہ جن پر مضمون فہم میں آجائیں گے مسئلہ لیکن مسئلہ کی شرح نے اس میں گہرائی و گیرائی پیدا کر دی ہے۔ یعنی یہ دیے ہیں قدح ظرف قدح خوار دیکھ کر

غالب

ناله کو خیزد از سوز جگر	ہر کجا تاثیر او دیدم و گھر
متری از تاثیر او واسوخت	بلبل از وے رنگ ما اندوخت
اندرو مرے باغوش حیات	بک لفس این حیات ان جامات
آپنناں رنگے کہ ارژنگی از وسعت	آپنناں رنگے کہ بے رنگی از وسعت
توندانی این مقام رنگ و بوست	فست ہر ول بقدر ماے و بوست

۱۱۱۱ - یا بزرگ آ یا بے رنگی گز
تافشان گیری از سوز جگر

شعر نمبر ۱۱۱۱ : یہ حقیقت وہی جانتا ہے جو سوز جگر دھتا ہے کہ اس کی تاثیر ہر جگہ منت ہوتی ہے۔ تمام رنگارنگی اسی سے ہے اور ہر رنگ بے رنگی بھی اسی سے ہے۔ جیسے سانس کہ حیات و موت دونوں اسی سے ہیں۔ یہ رنگ و بو کا مقام ہے چہرہ دل اپنی ماے و بو کو مناسبت سے پاتا ہے ارژنگ : مانی کی تصویر کا اہم ، رنگارنگی ۔

زندہ زود

صد جہاں پیدا دریں نیلی فضاست
ہر جہاں را اولیا و انبیا ست

غالب

۱۱۱۲ - نیک بنگر اندرین بود و نبود
 پے پے آید جہانہا در وجود
 (۱۹۴) ہر گجا ہنگامہ عالم بود
 رحمۃ اللعالمینے ہم بود

زندہ رود

فاش ترگو زانکہ فہم ناساست

غالب

این سخن را فاش تر گفتن خطاست

زندہ رود

گفتگوئے اہل دل ہے حاصل است!

غالب

نکتہ را بر لب سیدین مشعل است

زندہ رود

تو سراپا آتش از سوز طلب!

ہر سخن غالب نیالی اے عجب!

غالب

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست

رحمۃ اللعالمین ہی اللہ سیدہ انتہاست

(۱۹۵)

زندہ رود

من ندیدم چہرہ معنی بہنوز

آتش داری اگر مارا بسوز

مطالب

اے چو من بنیندہ اسرار شعر! این سخن افزویں است از تار شعر
شاعران بزم سخن آراستند این کلاماں بے یوسفیاستند
آنچه تو از من بخوای کافریست کافری کو ماورائے شاعریست

حلاج

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو آنکہ از خاکش بروید آرزو
۱۱۲۵۔ یاز نور مصطفیٰؐ آورا بہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰؐ
زندہ رود

از تو پرسم گر چہ پرین خطاست ۱۹۶۱ (۱۹۶۱) ستر آن جو ہر کہ نامش مصطفیٰؐ است
۱۱۲۷۔ آوے یا جوہر اند و جوو آنکہ آید گاہے گاہے درو بود

حلاج

پیش او گیتی جبریں فرسودہ است خویش را خود عیدہ فرمودہ است (۱۹۷۰)
عبدہ از فہم تو بالاتر است زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
جوہر اونی عربی اعجم است آدم است و ہم ز آدم اقدم است
عبدہ صورت گر تقدیر اندر و ویرانہ ہا تقمیر
عبدہ ہم جاں فزا ہم جاں ستاں عبدہ ہم شیشہ ہم شکر گراں
۱۱۳۳۔ عبدہ دیگر عبدہ چیزے دیگر ۱۹۶۸ (۱۹۶۸) ماسرا پا انتظار او منتظر
عبدہ دہراست و دہرا از عبدہ مایہ زہیم و لوب رنگ و بوست

عبدۀ با ابتداء انتہاست
کس ز سر عبدۀ آگاه نیست
لَا إِلَهَ إِلَّا تَبِيعْ وَ دُمِ اَوْ عَبْدۀ
عبدۀ چند و چگون کائنات
مدعا پیدا نکردد ز بی دویت
عبدۀ را صبح و شام ما کجا ست
عبدۀ جز سر الا الله نیست
عبدۀ تر خواهی بگو طو عبدۀ
عبدۀ راز درون کائنات
تانه یعنی از مقام ما نیست
بگزر از گفت و شنود زنده رود
عرق شود اندر و جود زنده رود

عبدہ را صبح و شام ماکجاست
عبدہ جز سر الا اللہ نیست
قاسم تر خواهی بگو طوع عبدہ
عبدہ از درون کائنات
تانه بینی از مقام ما نیست

بگزر از گفت و شنود ز زهره رود!

تواشی و تعلیقات :

شعر نمبر ۱۱۱۲: یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آ رہی ہے مدام صدائے کُن فیکوں ۱۸۷۱ء

مسئلہ ہے اپنے خلیعہ " مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار " میں جہاں تخلیق کائنات کو غائی مہک کہا ہے وہاں وہ کسی ایسی غایت کے بھی غافل نہیں جو پہلے سے معرور اور زمانہ رس کے ہر فرد کے ہر بادیں ہمہ کائنات ترقی پذیر (مضافہ پذیر ہے) (وہ برگزین کا یہ مقصدیت پر مبنی کردار ہے)۔

”ہمارے نزدیک قرآن مجید کے طبع فکر کا ثبات کا کئی تصور رہتا ہے۔

جتنا یہ کہ وہ کسی پہلے سے سوچے سمجھے ہوئے منصوبے کا زمانِ نقل ہے۔۔۔۔۔

قرآن مجید کی رو سے کائنات میں رضافہ ممکن ہے۔ مگر کیا وہ کب رضافہ بذریعہ کائنات

یہ کوئی بنا بنایا مصنوع نہیں جس کو دوسرے صانع نے مدت ہوئی تیار کیا تھا، مگر

جو اب مارے کے ایک بے جان ڈھیر کا طرح مکاں مطلق میں پڑا ہے جس

میں زمانے کا (یعنی مرورِ لیل و نهار کا) کوئی دخل نہیں اور میں نے اس کا وجود و عدم

برابر ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ہم اس آیت کا مطلب سمجھیں، وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ

الْبَلْبِلِ وَالنَّهَارِ خِلْفَةً لَمْ يَأْمُرْ أَنْ يُدْكَرَ أَوْ أُرَادَ شَلْوًا ۝١٠٩

۱۹۴) مسئلہ امتناع خلق نظیر رحمۃ اللعائین علیہ علیہ السلام۔

برہمپور ہندو پاک ہیں برہمنی استعمار نے اپنے نظریہ قومیت [وطنیت] سے دین و وطن کا منکر ہی سراہا نہ کیا تھا۔ تاکہ ہندوستان کبھی متحد نہ ہو سکے اور قومیت کا وہ احساس ابھرنے نہ پائے جو غیر قوم کے اقتدار کو قومی غیرت کے لئے مٹا دینا خیال کر کے نجات پر متحد ہو [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۸]۔

١٠٠٨٤ - طبقات قبائل اردو ص ٣٢٠ { مال جلد ٣ : } ١٠٠٩ - تفصيل مجید الیہات ص ٨٥ ٨٦

۱۰۱۰ الزمان: ۶۳ ۱۰۱۱ نیز مثالہ بقال کا تصور ملت ہے آزاد کا ہند۔ واقعہ رشاد کا کہہ دینا یہ بھی صحیح ہے جو واقعہ رشاد کا ہے ۶۱

بلکہ ہر قوم کے اندر کچھ ایسے مزیدار اور بھی قائم کر دیئے تھے جو اپنی مذہب کی اصطلاح کو میسر نہ ہو سکتا تھا۔
معانی پیدا کر قوم کے اندر بے غوث ڈال سکیں۔ ایسے ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ امکانِ نظرِ حقوی یا
استناعِ لُطَرِ حَرَمِ اللعالمین بھی تھا۔

مولانا عبدالرحمن بنکھوی سے منقولاً طلب کیا گیا حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول کے حوالے
سے جو درمنثور میں نقل ہوا تھا۔ رَأَى اللَّهُ خَلْقَ شَيْعِ آدَمِينَ فِي شَجَرِ آدَمَ كَأَدَمَكَم وَ
نُوحَ كَنُوحَكُمْ وَإِبْرَاهِيمَ كَأَبْرَاهِيمَكُمْ وَمُوسَى كَمُوسَىكُمْ وَعِيسَى كَعِيسَىكُمْ وَنَبِيَّ كَنَبِيِّكُمْ
یعنی اللہ نے سات زمینیں پیدا کیں۔ ہر زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم ہے نوح جیسا نوح ابراہیم جیسا ابراہیم
موسیٰ جیسا موسیٰ عیسیٰ جیسا عیسیٰ اور تمہارے بنی جیسا بنی آیا۔ چوچا یہ کیا کہ
موجود و مستحق ہونا امثالِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم میں بعدی مذکور حق ہے یا باطل؟
اور یہ عقیدہ صحیح ہے یا خلافِ اہل سنت والجماعت کے؟ اور دلیل میں جو حدیث
پیش کرتا ہے اس کا کیا حال ہے؟ اس سے یہ عقیدہ ثابت ہے یا نہیں؟ بیوقوفانِ حق

جواب میں قول مذکور کو صرف صحیح بلکہ اس میں بیان کی گئی سات زمینوں کو بھی درست بتایا گیا۔ جہاں
ہر حال آدم ارضی۔ انسانوں سے مختلف آدم کے وجود کا بھی اثبات کیا گیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ
جملہ طبقاتِ باقیہ میں انبیاء کا ہونا ثابت ہے۔ اور متعدد جلال الدین صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے حوالے سے وہاں جبریل
کا وحی لے کر اترنا بھی تسلیم کیا گیا۔ یہ تینوں امور صحیح تسلیم کر لینے کے بعد نکلا گیا کہ گامِ کائنات
کے کاف کے درجہ کا کام دیا ہے اور تشبیہ میں مشابہت کا مشابہت مساوی ہونا کسی بھی طرح ضروری نہیں
یہ تشبیہ۔ ترتیب میں تو ہو سکتی ہے صفات و کمالات میں نہیں۔ مثلاً اللہ فُرد السَّوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ
نُوحٍ كَمِثْلِهِ فِيهَا مَصْبَاحٌ [النور: ۳۵] اس آیت میں اللہ نے اپنے نور کو مشکوٰۃ سے تشبیہ دیا ہے
اور ظاہر ہے نور الہی بدرجہ ۱ اس نور سے الٰہی اور حق ہے۔ پس لفظ کَئِنِّي تَكْمٌ سے یہ امر ہرگز ثابت
نہیں کہ خاتم الانبیاء طبقاتِ باقیہ کا مثل خاتم الانبیاء اس بعد کے ہے۔ جب کہ گامِ کائنات سے
یہ بھی ثابت ہے کہ طبقاتِ باقیہ کا مخلوق ہمارے آدم کی اولاد نہیں بلکہ کسی اور آدم کی ہے اور یہ کہ
تمام کتبِ معارف میں یہ تصریح موجود ہے کہ اس دنیا کے آدم کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی ہے۔
وَلَقَدْ رَزَقْنَاهُ آدَمَ [فران] اَنَا سَيِّدُ دَلِادَمَ وَلَا فُخْرَ [حدیث]۔ پس مماثلت خاتم الانبیاء طبقاتِ باقیہ
کی ہمارے خاتم الانبیاء کے ساتھ کیسے ثابت ہوگی۔ یعنی ہوسکتی۔ بلکہ عدمِ مماثلت ثابت ہے علامت

مسئلہ صاف ہو گیا لیکن۔۔۔ سوالاتِ مزید اور تحقیق مزید نے بات کو بڑھا دیا۔
اور مسئلہ زمان "درمیان آگیا۔ کیا بیک وقت یہ انبیاء آتے رہے؟ مولانا حسن ناٹووی نے
بعدہ مولانا قاسم ناٹووی نے تحذیر الناس لکھی اِدْ كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ نَبِيٌّ الْهَادِ وَالْطَّيِّبِ كُو بِنَادِ بِنَاكَر
نقدم و تاخر زمانی کی قید کو بھی رد کر دیا کہ اگر دوسرے طبقات کا آخر الزمان حضرت محمدؐ کے زمانے کے
بعد بھی آئے تو حضورؐ کی آخر زمانی کا تنوع بحال رہا ہے۔ بس کیا تھا "حسام الحرمین" لکھی گئی اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر زمانی سے انکار کے اہتمام کا طومار باندھا گیا۔ ۱۲۰۰ھ میں

۱۰۱۲ فتاویٰ مولانا عبدالرحمن بنکھوی (کتاب العناثر) ص ۵۲ تا ص ۵۳ اور ترجمہ مولانا خورشید عام۔ مبلوہ

محمد سعید ایڈیٹر مولانا سار خان کراچی اشاعت اول ۱۹۹۴ء۔
تحذیر الناس۔ مولانا محمد قاسم ناٹووی سے نکلے مولانا محمد لکھنوی صاحب الم دارالافتاء اور بازار کراچی
مسئلہ کی تفہیم کے لئے اس کتاب کے صفحات ۵۲ تا ۵۹ صفحہ ۵۸ کے جائزے۔

۱۰۱۳

یہ بحث علامہ فضل حق خیر آبادی اور سید اسماعیل شہید کے درمیان مناظرے کی صورت اختیار کر گئی
علامہ کا یہ رائے تھی کہ خاتم النبیین کا مثل جمیع بالذات ہے اور شاہ شہید ممکن بالذات اور
مستغنی بالغیر مانع تھے۔

” اس مسئلہ پر علامہ کا کتاب مناظرۃ الزمّانہ رند از میں ۱۹۵۸ء میں مولانا سید سلیمان رشیدی
صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے شائع کر دی تھی۔ علامہ نے اپنے توقف پر برص
پر زور دلائل دیے ہیں ^{۱۱۵} حضرت امیر اللہ خان غالب سے علامہ کے گہرے تعلقات تھے۔ علامہ
کا رجحان طبع دیکھ کر [یا فرمائش پر] اسی موضوع پر ایک مثنوی ”بیانی نموداری نشان نبوت و ولایت
کہ در حقیقت بہر نور نور حضرت روحیت است“ مشتمل بر ایک سورہ فاشیس (شعار) لکھ ڈالی۔

سچ تو یہ ہے کہ غالب نے اس مسئلہ کو انتہائی خوبی سے حل کیا ہے۔ مثنوی کا متعلقہ حصہ
نقل کیا جاتا ہے۔

یک جہاں تاحست یک خاتم البشر است	قدرت حق را نہ یک عالم کیست است
خواہد از ہرزہ آرد عالمے	ہم بود پر عالمے را فاتحے
پر کجا ہنگامہ عالم بود	رحمۃ اللعالمین ہم بود
کثرت ابداء عالم خوب تر	یا بیک عالم دو خاتم خوب تر؟
در یکے عالم دو تا خاتم مجونے	صد ہزاراں عالم و خاتم جگوے
غالب این اندیکہ نپذیرم ہمے	حشرہ ہم بر خویش می گیرم ہمے
اے کہ ختم المرسلینش فواندہ	دام از روئے یقینش فواندہ
این الف لائے کہ استغراق راست	حکم ناطق معنی الملاقا راست
منشایہ ایجاد پر عالم یکے ست	گرد و صد عالم بود خاتم یکے ست
پر کہ را با سایہ نہ پسند خدا	ہمچو اولیٰ نقش کے بند خدا
منفرد اندر کمال ذاتے است	لا جرم مثلش حال ذاتے است
این نہ مجزاست اختیار است اے فقیہ	خواہ بے ہمتا بود لا ریب فقیہ

اس دقیق اور نازک مسئلہ پر پیر میر علی شاہ صاحب گورنمنٹ شریف نے بھی منفرد مگر جامع بحث کی
ہے۔ انتہائی مناسب جگہ لازم اور فروری ہے کہ وہی نقل کر دی جائے۔

”۔۔۔ اس مقام پر امکان یا امتناع نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الغیر

۱۱۵/۱ یعنی ہندوستان [الثورة الهندیہ] مولانا مولانا فضل حق خیر آبادی ترجمہ عبد الشاہد خان شروانی
مکتبہ قادریہ لاہور۔ بیع نامی ۱۹۷۲ء
۱۱۵/۲ کلیات غالب نامی جلد اول۔ ص ۳۰۲ تا ۳۰۷ جس میں ترقی ادب لایہد طبع اول ۱۹۹۷ء

ظاہر کرنا مقصود ہے نہ لغتویہ یا تلفیظ کسی کی۔ فرقتیں رسمانیہ و خیر آبادیہ میں سے
شکر اللہ تعالیٰ سعیدیم۔ راقم سطور دونوں کو مآجور و مشاب جانتا ہے فانہما الامانی
بالنیات و لیقل امری ما لوی۔

مقدمات: ۱۔ ممتنع ذاتیہ کا احاطہ قدرت سبحانہ و تعالیٰ سے خروج، کمال ذاتی باری
تعالیٰ پر دعبہ نہیں لگتا بلکہ یہ قصور راجع بجانب قابل ہے کہ ممتنع ذاتی قبولیت
کا صالح نہیں۔

۲۔ انقلاب حقائق و اقدار کا خواہ معدودات سے ہوں مثل انسان، فرس، بقر
غنم کے یا مراتب عددیہ سے ہوں مثل ایک دو تین چار یا مختلف یعنی محدود بحیثیت
عروض و مرتبہ عددی مثلاً زید جو اول مولود ہے بہ نسبت باقی اولاد نمونہ کے ممتنع بالذات
ہے۔
۳۔ نظر کسی چیز کی اسی کو کہا جاتا ہے کہ معلوم مشارکتہ لوی کے اوصافِ ممیزہ
کاملہ میں اس کا ہم پلہ ہو۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحسب الحقیقۃ الروحانیہ النوریہ اول مخلوق ہیں
اول ما خلق اللہ نوری، اول ما خلق اللہ العقل تصحیقات تصحیقات از اہل کشف و شہود
ہر شاہد ہیں۔۔۔۔۔ اور آخر الانبیاء بھی ہیں قال اللہ تعالیٰ و انزل رسول اللہ و خاتم
النبین۔

اہل بصیرت کو ان مقدمات مذکورہ ہر گہری نظر ذالنی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نظر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا وجود ممتنع بالذات بدیں معنی ہے کہ خالق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو ایسا بنایا ہے
اور ایسے کاملہ ممیزہ صفات کے ساتھ سنوارا ہے کہ جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ در صورت فرض
وجود نظر، انقلاب حقیقت لازم آتا ہے کیونکہ فرضی نظر کا وجود آپ کے بعد ہی ہوگا تو لامحالہ
ایسا معدود ہوگا جس کو مرتبہ ثانیہ عددی عارض ہو، اور نظر کیلئے کا مستحق جب ہی ہو سکتا
ہے کہ وصف ممیزہ کامل یعنی اول مخلوقیت و ختم نبوت میں مشارک ہو تو موقوف، مرتبہ ثانیہ
کا موقوف مرتبہ اولی کا ہوگا۔ ایسا ہی بلحاظ ختمیت فرض کیا کہ آپ مثلاً چھٹے مرتبہ میں تو
نظر آپ کی ساتویں مرتبہ کی مثلاً موقوف مرتبہ ساوسمہ کی ہوگی و هو خلفاء (اور نہ پہچے رہا)
۵۔ اس میں شک نہیں کہ ممتنع ذاتیہ میں سے دو قسم، اولین اور قسم ثالث میں
فرق ظاہر ہے کیونکہ قسم ثالث کا امتناع اوصاف عارضہ کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے کہ

مولیٰ بحث، امتناع یا امکانِ نظریہ نہ امتناع یا امکانِ شل۔
خلاصہ یہ تھم آئینہ گہری صلی اللہ علیہ وسلم میں خالق عز و مجدہ نے جہاں نہ کمال دکھایا۔
یعنی ایسا بنایا کہ نظریش امکانِ نرارد " ۱۰۱۴ (نوٹ: تعلیقہ بز ۱۹۵ ضرور ملاحظہ کریں۔)

۱۰۱۶ فتاویٰ میریہ ص ۶ (۶۔ مسئلہ امتناعِ نظر)۔ ترجمہ شریف اسلام آباد، جنوری ۱۹۸۸

ابا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال ۱۹۲۲ء سے اس موضوع پر غور کر رہے تھے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء
کے ایک مکتوب بنام سید سلیمان ندوی میں لکھتے ہیں
مرزا غالب سے اس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے؟
ہر کجا بیگامہ عالم بود رخصۃ اللعالمین ہم بود

حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر
خلوق کی آباری ممکن ہے اگر ایسا ہو تو رخصۃ اللعالمین کا ظہور دماغی
ضروری ہے۔ اس صورت میں کم از کم وحدت کے لئے تنازع یا بروز لازم
آتا ہے۔ شیخ اشراق تنازع کے ایک شکل میں قائل تھے ان سے اس عقیدہ کی
وجہ یہی تو نہ تھی؟ ” ۱۰۱۷

سید سلیمان ندوی نے اس قیاس کی تردید کی اور لکھا کہ یہ وجہ نہیں شیخ اشراق میراث فلسفہ سے متاثر تھے
اور دماغ سے یہ خیال ان تک پہنچا دیکھئے شعر حکمۃ اللہ اشراق، مقالہ خامسہ، ۱۰۱۸

(۱۹۵) رخصۃ اللعالمین انتہاست : تعلیقات بر ۴۹، ۴۹ میں ہم اس موضوع کی

وضاحت کر چکے ہیں لیکن یہاں نتائج مختلف ہیں اس لئے کہ یہ تفصیل ضروری ہے۔
وہاں باری تعالیٰ ہے أَفْقَرُ دِينَ النَّبِيِّ يَتَّقُونَ وَلَهُ أَشْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْيَهُ يُرْجَوْنَ لِقَائِهِ ﴿۱۹۵﴾ کیا یہ اللہ کے دین سے ہٹ کر کوئی دین تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ جہاں
کی ہر شے چاروںچار اُس کی مطیع وہاں بردار ہے اور یہ اُسی طرف لوٹتے ہیں۔

ہم نے دیکھا کہ کائنات کی چاروںچار احوال لیا ہے — بس اسی سے دین
اور دین کے والد [صلی اللہ علیہ وسلم] رخصۃ اللعالمین ثابت ہو جاتے ہیں۔ جہاں کی ہر شے
مادی تقدیرات کی اسیر ہے۔ اللہ نے ہر شے کو چار مدارج میں تخلیق کا ذکر کیا ہے
الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ۚ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ﴿۱۹۶﴾ تخلیق، تسوید، تقدیر اور

صوابیت — ہر شے مرحلہ تخلیق ہی میں ان چار مراحل سے گزرتی ہے۔ نیست سے
ہست کی جاتی ہے تناسب و توازن سے نوازا جاتا ہے اُسے اسی کا مقصد وجود [تقدیر] بنایا جاتا ہے
اور اسی مقصد پر کاربند رہنے کی ہدایت [طریقہ، راستہ] کو بھی اُس کی فطرت کا جزو
بنادیا جاتا ہے۔ جس کی وہ تابع پہلے ہوتی ہے۔ اسی اتباع پہلے نے فطرت کے
تمام عناصر و مظاہر کو آزاریاں دے رکھی ہیں۔ مثلاً پانی کا رکتا اور پانی کا دوزخا۔ ایک
ہی تقدیر کا اثر ہے۔ لیکن انسان کے لئے یہ آزاری طاعوت ہے۔ اقبال سمجھتا
ہے کہ موج کو آزادیاں سامان شیون ہو گئیں [تعلقات اقبال اردو، ج ۱، ص ۱۹۷] لیکن اسی موج کو

۱۰۱۷ اقبال سید سلیمان ندوی کی نظریں ص ۳۹ مرتبہ اختر اہمی بنام اقبال دہرور ۱۹۷۸ء شیخ مظہر
اقبال نامہ اول ص ۱۱۹ کے حاشیہ پر یہ وضاحت کی ہے اور ذیل میں شیخ علاؤ اللہ لکھا ہے۔ لیکن اختر اہمی
(س) جیسا کہ یہ حاشیہ سید سلیمان ندوی کا ہو —

کتنے سکون ملتا ہے۔ جب اس کی تقدیر: احکام تکوینی [سطح سپور رکھنا وغیرہ] اُس کے ہاتھ آجاتی ہے۔
 انسان کی تقدیر، ارادہ و اختیار اور اپنے کامل شعور کے تحت احکام الہی (احکام شرعی: الدین) کی
 اسی طرح بابتدائی [عشق] ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۚ جو اس راہ کو
 اپناتے ہیں وہ فطری جبری مسلم (احکام تکوینی یا مادی تقدیر، نفس انسان میں طبعی تقاضوں اور خواہشات نفس)
 کے جبر سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ اللہ کی مرضی بھی پوری کرتے ہیں اور فطری جبر سے بھی بچا
 پالیتے ہیں یہ ہے رحیمیت اسی لئے اپنی مرضی مقلوبی نہیں تسلیم کی تلمذ اہل ان مالم نعلم۔ فمن شاء اقلدنا والی دہرہ سبیلہ۔ جو چاہے یہ
 راستہ اپناتے۔ جو ایسا کرے گا وہی دراصل اللہ کی مرضی پوری کرے گا۔ یہ ہے سراپا رحمت دین
 احکام تکوینی، رب العالمین کی رحیمیت کا ظہور ہیں جو جہالت سے انسانوں تک عام ہیں اور احکام شرعی،
 اس کی رحیمیت کا ظہور ہیں۔ جو صرف انسان اور جنوں کے لئے ہے اور جس کے فوٹو وہ اٹھاتے ہیں جو ان کے لئے اور ان کے لئے ہیں۔
 انجمن رب العالمین کی ربوبیت کا اظہار، رحیمیت و رحیمیت، دونوں سے جو رہا ہے اس
 جہاں کہیں باشعور زندگی اور انسانوں کی طرح ارادہ اختیار کی مملکت مخلوق ہرگز وہاں وہاں رحیمیت
 [احکام تکوینی] کے ساتھ، رحیمیت (احکام دین و شریعت) کا ہونا بھی لازمی و لا بدی ہے۔ اور
 چونکہ احکام دین و شریعت سراپا رحمت ہیں۔ اس لئے یہ احکام لے کر آنے والا بھی سراپا رحمت ہے
 [مجاز مرسل]۔ اور چونکہ یہ سراپا رحمت و فخر رحمت عالم انسانی ہیں بلکہ رحمۃ اللعالمین ہے
 اس لئے جہاں جہاں رب العالمین کی ربوبیت ہے وہاں وہاں، محمد مصطفیٰ کی رحمۃ اللعالمین
 کے ہر پریم بھی ہر پریم ہیں۔ اور یہی مفہوم ہے حلاج کی زبانی حضرت اقبال کے ان شعور کا

ہر کجا بینی جهان رنگ و بو آئند از خاکش برودید آرزو
 یا ہوز لافور تملش مصطفیٰ رحمت ۱۰۲۱

لیں۔ اس قصہ کے لئے کسی مثل یا نظیر کی سرے سے ضرورت نہیں۔ صل اللہ علیہ وسلم۔ اس طرح قدرت
 کذب، امکان، اعتناع کے سارے تنازعات غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ اور اگر اب بھی ضرورت
 محسوس ہو تو کیا جاسکتا ہے کہ یہ بھی قدرت ربانی کے کمال کا مظہر ہے۔ جو ایمان لایا اور صالح العمل ہوا
 وہ اس دین رحمت میں آگیا اور اسے مصلوب خلق کو تمام ہمارے اور اس کے رسی بندہ
 جسے شکست و رجحیت کا کوئی ظہور نہیں، فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۚ
 اور جس نے انکار کیا [گز اختیار کیا] وہ بھی اللہ کی حکمرانی سے نکل تو نہیں سکتا، خواہشات نفس اور طبعی تقاضوں پر
 چلے گا وہ بھی تو اللہ ہی کے تکوینی احکام (مادی تقدیر) ہیں۔ جبر و اسلام کے کافر ہے تو ہے تابع تقدیر، مسلمان، یہی وہی زندگی ہے
 وَاللّٰہُ یُجْعَلُونَ۔ کافر انہی زندگی کا طرف پوچھتے ہیں جہاں، الدین آنے سے پہلے تھے۔ ہل آئی۔
 عَلَى الدَّائِیْنِ هِیْنَ مِنَ الذَّہْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْکُورًا۔۔۔۔۔ اِنَّا هَدَّیْنٰہُ الْبَیِّنَ اَمَّا شَاہِرًا
 وَ اِنَّا لَنُفَوِّرُ۔۔۔ الخ ۱۰۲۲ انسان پر ان گنت زمانے گذرے وہ قابل ذکر نہ تھا [یہ وہی صف سے نہایت بیگناہ تھا]

۱۰۱۹ الزاریہ: ۵۷

۱۰۲۳ الذہر: ۲۱، ۳۰، ۱۰۲۴
 علامہ مرغی میں برخیا کے شہر کا ذکر کر چکے ہیں۔ جہاں کا آدم چارے آدم سے مختلف
 ہے۔ کیا رحمۃ اللعالمین ہی مختلف ہوگا؟ جیسا کہ میں کیا گیا میرے رائے اور یقین دایان کا روت نہیں یہ لکھالین
 کا توجہ نہ کر دین کا نام ہے۔ ۱۰۲۵ البقرہ: ۲۵۷ ۱۰۲۶ الذہر: ۳

ہم نے اُسے (اس زندگی سے نجات کا) راستہ دکھایا۔ (اس پر چل کر) ہمارا شکر گزار بندہ بنے یا (انکار کر کے) ناشکر اور نافرمان۔ جو یہ راہ اختیار کرے گا وہی اللہ کی مرضی پوری کرے گا۔ اللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ آمین۔ یہی وہ تمام خواہش اور حقیقی شخص ہے جہاں خدا بندے سے خود پوچھے بتا دیتی (منا کی بات ہے؟)۔ یہی ہے عہدہ۔

(۱۹۶) **حقیقت محمدیہ** : تلبیۃ نمبر ۱۹۱، ۱۹۵، پڑھ لینے کے بعد، مقامِ مبدؤ کو

سمجھنا چنداں مشکل ہیں رہا۔ لیکن مسئلہ ہے اس نکتہ لطیف کو یہ کہہ کر خود بھی حل کر دیا ہے۔ سفر۔ دعا پیدائشِ زینِ دوہیت تاناہ بینی از مقامِ مارمیت

جو تلمیح ہے قرآنِ باری سے، مژدہ بدر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنکریاں پھینکنے کے واقعہ سے متعلق، قرآن میں آیا مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلَکِنَّ اللّٰہَ اَرْمٰی ۚ وَہ جو تو نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تو نے پس اللہ نے پھینکی تھیں (اس بحث کے بعد اس آیت کا حقیقی مفہوم اور اس کے آیت کے سرور پر مبنی ترجمہ کے ساتھ ساتھ علامہ کی جانب سے "ماش ترخو پئی" کا خصوصی رہنمایا جس سے ستریت کو جنم دیتا ہے وہ آیت کے خصوصیت کو حلقہ ۵ کے "طاسین سراجِ نور" کے حصے سے حاصل کیا ہے۔ مدظلہ ہر کتاب الطواصین حلاج کے پہلے باب کے یہ احتیاجات۔

۸۔ "آپؐ ظاہر ہیں، مگر صوابِ باطن بھی ہیں۔ آپؐ کی فکر عظمت، شہرت، فخر، قدر و منزلت اور بصیرت کو زوال نہیں۔ آپؐ وقوعِ پذیر حوادث بلکہ فلول کے وجود سے قبل بھی مشہور تھے۔ آپؐ ازل سے قبل موجود تھے اور آپؐ کے جو اہر ابد کے بعد بھی مذکور ہیں آپؐ کا جوہر پاکیزہ ہے اور آپؐ کا کلام منظرِ نبوت۔ آپؐ کا مرتبہ علم انتہائی بلند ہے اور آپؐ کا جوہر نور نہ شرقی ہے نہ غربی۔ آپؐ کی آباؤی بلند نسبت ان کے لقب "زمتی" سے جوہر ہے۔

۱۳۔ کوئی بھی عالم آپؐ کے علم تک نہ پہنچا اور صوابِ حکمت، آپؐ کی حکمت کی کنہ سے مطلع نہ ہوا۔

۱۴۔ ایسا اس لئے ہوئے کہ آپؐ "ہو" اور "ہو" کی مانند تھے۔ "انا" بھی "ہو" سے ہے اور "ہو" والا "ہو" ہو جاتا ہے۔ ۱۰۲۵

ہو، ہو سے مراد ذات بحت بلا اعتبار صفات و ظہور، یعنی ذات بحتیت ظہور حق سبحانہ کا نام ہے اور پھر خالص اور ذات بحت کا نام ہے جہاں کسی صفت و ظہور کا دخل نہیں ہے۔ یہ نقطہ ذات کا اسم ہے۔ اس کے ذکر سے سالک کی صفات بشریت فنا ہو جاتی ہے، اور جملہ اعتبارات غیریت زائل ہو جاتے ہیں اور بجز مہستی حق سبحانہ کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس لئے یہ جلالی اسم ہے خواص سالکین اس کا ذکر کرتے ہیں [اصطلاحات صوفیہ۔ شاہ محمد عبد الصمد ص ۱۶۸]۔

لیکن علامہ "ہو عبودہ" سے یہ مراد نہیں لیتے۔ بات صلاح کی زبانی پوری ہے اس لئے اصطلاحات بھی کتاب الطوسین ہی کی استعمال پوری ہیں۔ منشی سراج الدین نام مکتوب الرمارۃ ۱۹۰۳ء میں اپنی ایک نظم کے بارے میں علامہ نے ایسی ہی بات لکھی ہے

"منہجہ بلا لنظم [؟] کی بندش ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ بچوں کے

لئے ہے اس واسطے اضافات اور دقتِ مفہوم سے خالی ہے۔

علامہ ازہر فریاد کرتے والا آخر ہر نذر ہے " [انتہا نام اول ص ۶۲]۔
 فیانچہ صلاح کی زبانی بات تھی اسی اصطلاحات میں ہوئی اور مولانا اسلم حیرا جپوری کو لکھنا چاہا۔

"مطلب مشتری پر ڈالر صاحب کی ادا قرآن کے خلاف معلوم ہوئی اس لئے اس کو

بھی ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ جو پر مصطفیٰ کی حقیقت جس

کو اللہ تعالیٰ نے مزاج کے بیان میں [استرأی یعبودہ لیلًا] عبودہ

فرمایا ہے۔ صلاح کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں

عبودہ ازہریم تو بلا تراست
 فاش تر خراسی بگو ہو عبودہ

یہ حقیقت میں غلو ہے۔ رسول پاک کو انسانیت کے حدود میں رکھنے سے

دن کا رسوہ حسد انسانوں کے لئے دلکش اور آسان رہتا ہے بخلاف اس کے

دائرہ الوہیت میں داخل کر دینے سے دن کی پے روکی نہ صرف دشوار بلکہ غیر ضروری بھی

ہو جاتی ہے۔ غالباً اسی نکتے کی وجہ سے قرآن نے جہاں جہاں اس رمز کو بیان

کیا ہے حق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا

رَسُولًا۔ میں نہیں ہوں قرآنیک انسان پیغام لانے والا۔ سورہ کہف میں ہے

قُلِ الْيَمَانُ أَنَا بَشَرًا مِثْلَكُم تَبَيَّنَ کہ میں تو بس تمہارے جیسا انسان ہوں۔ یعنی

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بجز اس کے کہ عالم غیب اللہ ان پر وحی بھیجتا

ہے بشریت ہی کے دائرے میں محصور ہے اور کوئی شعبہ الوہیت کا اس میں نہیں

ہے۔ مزید تقریبات قرآن کا متعدد آیات میں ہیں۔

جو لوگ دونوں کو ملا دیتے ہیں انہوں نے یا تو اللہ کو پس سمجھا

یا رسول اللہ کو نہیں سمجھا۔" ۱۰۲۶ جہاں تک اس اعتراض کیا تعلق ہے مولانا رحمہ اللہ جبراً چھوڑ کر معترضین میں نہیں معتبر تفسیر میں سے ہیں۔ دن کا یہ اعتراض، احتیاط کی تلقین کے ذیل میں آتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ جبراً چھوڑ کر ہوں یا کتاب "انبال معلم العلم" کے مصنف علی ہدیس جلالپوری، ان کے سامنے ہماری صدیوں کی مصوفیانہ روایت ہے۔ جو "خو" کو ایک مخصوص معانی میں لیتی ہے۔ پنجابی دور فارسی کے یکساں معتبر مصوفی شاعر، حضرت سلطان باجوہ ہی کو یوں دن کی شاعری "خو" کے بغیر چلتی ہی نہیں۔ اور "خو" کا لغزہ، بلوچ "رولین" گویا "باجوہ" کے شعر کی پہچان ہے۔ وہ درج کرتے ہیں کہ ذاتے نال جا ذاتی رلیا، تڈ باخو نام سدا میں، خو

ناری علم میں دیکھیں تو سخن از لا چہ می گوئی، تو خو باخو نمی جوئی
جبرا باغیر می پوئی خو لکھو گو جو مستانہ [دیوان بابوہ مستانہ] (من و تو) کے فرق کا نام ہے۔ لا لینے کی سیجائی — "خو کو باخو" قدس کرنا ہے — یعنی "ہمارا سایہ ہمیں ناگوار راہ میں ہے" یا تلاش یار میں لکھتے ہیں سے ہو ہو کر ہوئے ہم آپ ہی گم جو جستجو ہو کر۔

لیکن علامہ کا تصور عشق، "گم ہو کر" نہیں — خود کو پہچان کر۔ اور وہ یوں کہ ذات، ذات میں نہیں، بلکہ ذاتی میلانات اور جہانات کو "رہناے یار" کے اس طرح تابع پہل بنا دینا — جسے کہ خو ذاتی میلانات، کی تابع عقلی ہوتی ہے یعنی جزو فطرت بنا دینا — اسی کو علامہ حقیقی رحمتی بے خوری نام دیتے ہیں اور اسی سے تعمیر خودی — ذاتی کف کی تعمیر و تفہیم ممکن ہے — پس "خویش را خذ عیدہ مؤفودہ است" کی تصریح کے بعد "عیدہ دیگر عیدہ چیز دیگر" طور، باخو و دال لغزہ خو سے اس کا تعلق نہیں رہتا بلکہ یہ "معدن و فضا" ہے کہ ہر ذاتی "عیدہ" کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا — یہاں دوسرا نام المرام ہوا جس کی صفت "ذات یطی عن العوای" "خو" نے بیان کی — لہذا "خو عیدہ" کا مفہوم — سورے میں کچھ نہیں کہ "صرف لا عرف محمد عیدہ" ہے۔ اس طرح حلاج کا اصطلاح علامہ نے حقیقی تازہ کے تحت استعمال کی ہے۔ اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ غلط، لغو و نہ علم العلم میں اصطلاحات کے مفاسد، میں حقیقت اور معنی بدل لیتے رہتے ہیں۔

شعر نمبر ۱۱۲۶: جو صبر: ۱- اصطلاح جو یونانی لفظ Ousia کا عربی متبادل ہے جس سے یونانی میں ایک شے کہ داخلی حقیقی مابیت مراد ہے۔ لاطینی میں اس کا ترجمہ جس سے مشتق انگریزی لفظ Ousia ہے، یہ ہے "وہ جس پر ایک شے کی نظرت جینی ہو"، عربی اور فارسی میں یونانی لفظ کے متبادل کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں (الکدنی، ابن حنیف) اور ان کی عبادی اور فزہ۔ اس کے مترادف کے طور پر ذات اور عین بھی مستعمل رہے ہیں۔ انفرادی کے بدلے یہ اصطلاح غلط ہے، صوفیاء وہ مشغولوں نے جہاں جہاں معنوں میں استعمال کی ہے۔

۲- لفظ جو صبر: وہ جو بلا ذات مقصور ہو اور بالذات نام جو (ج) وہ جو صفات کا موضوع باطنی ہو اور خود صفت یا محول نہ ہو ۱۰۲۸
عزیم یوسف سلیم چشتی جنس علامہ کو ابن عربی کا فرقہ چین ثابت کرنے کا از حد فوق ہے، انہ "خو عیدہ" کو درحقیقت غلط لکھتے ہیں۔
کر رہا ہے — اناہ نام کے لئے وہی نقل ہیں۔ اگرچہ یہ منطقی اور خارج از بحث ہیں۔

مرتبہ اول: لا یقین: ذات بحت، وہ فہم اور ایک انسانی سے بالاتر ہے۔
مرتبہ دوم: یقین اول: ذات بحت نے پہلی بقی لگائی، جس جوہر کا نام معطوف ہے۔ اس کی حقیقت یہی پہلی بقی ہے۔ اس بقی کے واسطے سے ذات بحت نے اپنی صفات کا اجمالی طور پر مشاہدہ کیا اسی کو حقیقت کہتی ہے۔ زمرہ دوم مرتبہ سوم: یقین ثانی: ذات بحت نے اپنی صفات یا اپنے اسما کا تفصیلی طور پر مشاہدہ کیا۔ یعنی صلاحت حق کو وجود علی ماضی ماضی۔
یہی اعلان ثابتہ ہیں۔

جبراً چھوڑ کر

اب تکون وخلق کا سلسلہ شروع ہوا۔ ذاتِ حق نے ہر سلسلہ تعین لعل [حقیقتِ محمدی] اپنے معلوم [امیانِ ثابتہ] کو خلعتِ وجود عطا کیا۔ یعنی ذاتِ حق نے ۱: عالم ارواح [لاموت] ۷- عالم مثال [ملکوت] ۳- عالم ناسوت میں نزول فرمایا۔ یہ تین خارجی مراتب ہیں اس طرح چھ مراتب محقق ہوئے ۱۰۲۹

پھر تو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی توحید پسند ہے جو واللہ اقبال نے اقبال کو نبائی

” آدم علیہ السلام سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ خاتم الانبیاء ہیں جتنے بنیٰ مبعوث ہوئے ان میں سے ہر ایک کا گذر مدارجِ محمدیہ ہی میں سے ہوا تھا۔ وہ گویا ایک سلسلہ تھا جس کا خاتمہ ذاتِ محمدیہ کی تشکیل پر ہوا۔۔۔۔۔ شعور انسانی کی تشکیل کے ساتھ ساتھ بالآخر وہ مرحلہ بھی آ گیا کہ زندگی اپنے مقصد کو پالے تو ذاتِ محمدیہ بھی اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہو گئی۔“

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ باپ بنوت

بزر ہوا اور النبیات اپنی حواج کو پہنچی ۱۰۳۰

آیت و ما رَمیت (یہ آیتِ ربیہ شرک کی جزا کا تھی۔ لیکن ہستی سے اس کے برعکس حال لے کر) **وَلَمَّا تَشْتَلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَوَمَا رَمیتُ اِذْ رَمیتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ**

رَمی ۲۰ وَلَيُبَيِّنَنَّ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً وَخَسَاءً اِذْ اَتَى اللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۱۰۳۱

یہ غزوہ بدر کے واقعات سے متعلق ہیں معنی محمد شفیع رحمہ اللہ صاف التوا ان لکھتے ہیں: ” بالکل مایوسی اور نا اُمیدی کے عالم میں یہ فتح عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ میدانِ جنگ میں آ کر آپس میں گفتگو میں شروع ہوئیں صحابہ کرامؓ اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَلَمَّا تَشْتَلُوهُمْ اَلَمْ تَشْتَلُوْهُمْ اَلَمْ۔ جس میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ دینی سبھی مکمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ صرف تمہاری قسمت و کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص فی تعالیٰ کی لافرت و مدد کا ثمرہ تھا جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو درحقیقت تم نے ہنس بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔“

اسی طرح رسول کریمؐ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا وَ مَا رَمیتُ اِذْ رَمیتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمی یعنی یہ سبھی گفتگو کی جو آپؐ نے بھیجی وہ درحقیقت آپؐ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے مطلب یہ کہ پھینکنے کا یہ نتیجہ کہ لشکرِ دشمن کے ہر فرد کی آنکھوں میں پہنچ کر سب کو سر اسیعہ کر دے یہ آپؐ کے بھیجنے کا اثر نہیں تھا بلکہ فی تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ صورت پیدا فرمائی **وَمَا رَمیتُ اِذْ رَمیتُ** گفتِ حق کارِ ما بر کارِ دارد سبق

عذر کیا جائے تو مسلمانوں کے لئے جہاد کھینچ نکالنا سیالی سے زیادہ قیمتی یہ ہدایت تھی جس نے ان
ذہنیوں کو رسوائی سے بچھڑا کر مسیبت و مصیبت سے وابستہ کر دیا، اور رس کے ذریعے رس خیز و
محب کی خرابی سے بچا لیا جس کے لئے میں مومن قانع لغوام مبتلا ہو جایا کرتا ہوں، ۱۰۳۲

یعنی کب تک تر مسلم صرف و ماریت کا نہ رہے، فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ بِي سَاحَةِ
اور مقام عبودہ - الرسول سے صحابہ تک جائز تھا ہے - یہ اہمیت رسول کا اثر ہے۔ دور
اس سے اسباب ظاہری پر اعتماد و اعتبار سے شرک و کفر کی جڑ کٹی ہے کہ - اگرچہ
شرک سبب جہالت ہے لیکن اسباب پر اعتماد شرک [تَرَكَ الشَّيْبَ جَهْلًا وَاعْتِمَادًا عَلَيْهَا
مِثْرًا: مَثَلًا كُنْفِي]۔ تیسرے متابہ ہی شرک سے تھلا حضور کا ریت پھینکنا اور پورے
شرک کفار کی آنکھوں تک سنڈریزوں کا پھینچنا شرک کا ایک نیا نماز کھول سکنا تھا۔ اور
وجودی لغوت نے کھول بھی دیا۔ اس لئے پھینکنا تو دست مبارک رسول کا تھا کیلین اس
آنکھوں تک پہنچانا اللہ کا کام بنایا گیا۔ چوتھی بات جو سب سے زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ
الرسول اور آیت کے ساتھ کوئی دلیل جنگ توڑ نہیں رہے تھے اللہ کا کام تھا - مَنْ كَانَتْ
لِللَّهِ كَانَتْ لِلَّهِ كُتُبًا - جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوا - رَحِمَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَدَعَا غَنَمَهُ
اللَّهُ أَنْ سَ رَاحِي وَهُوَ اللَّهُ سَ رَاحِي - یہی وہ مقام عبودہ ہے جہاں اللہ سے وہی کام ہوتا
ہے جو اللہ کو پسند ہو، آنکھ ادھر ہی کو دیکھتی ہے جہرہ دیکھنے کا حکم ہو - کان وہی کچھ
سننے میں جو سننے کو کیا گیا اور زبان وہی کچھ کہتی ہے جو بنایا گیا ہے - جب سب کچھ
اسی کا ہے تو نتائج بھی اسی کے ہونے چاہئیں - یقین یہ ہیں کہ عبودہ، عبودہ نہ (۴)، اللہ عز وجل
اسی لئے کلمہ شہادت میں عبودہ پہلے اور رسول اللہ بعد میں لایا گیا ہے۔

- (۱۹۷) **عَبْدُ** : کلمہ شہادت کے علاوہ درج ذیل آیات میں عبودہ آیا ہے۔
- ۱۔ سُجُنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْسَ - [بنی اسرائیل: ۱۱] پاک ہے وہ ذات
جس نے رات کے منقرنین جیسے میں اپنے بندہ خاص کو سیر کر لیا۔
 - ۲۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ [الحج: ۱] نام تر نورانیوں والہ وہی
کلمہ جس نے اپنے بندہ خاص پر کتاب اناری۔
 - ۳۔ تَبَارَكَ الَّذِي مَنَّكَ الْوَقَانَ عَلَى عَبْدِهِ [الزمر: ۱۸] برکت والی ہے وہ ذات
جس نے اپنے بندہ خاص پر مہمان (حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب) اناری۔
 - ۴۔ قَاوُحًا إِلَى عَبْدِهِ كَمَا أَوْحَى (انجیل: ۱۹) پس کیا اپنے بندہ خاص سے تو
کہا [کہنا تھا]۔
 - ۵۔ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (الحج: ۱۹) ہوا۔ وہ ہے جس نے
اپنے بندہ خاص پر روشن آیات اناری۔

عَبْدُہٗ " کا خطاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خصوصیت ہے۔ جو اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سے اعلان رسالت سے مزید روشن ہے۔ ہر پیغمبرِ حق کو بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہہ کر مسترد کیا گیا تھا۔ حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے فرستادگان انطوائیہ تک کوئی ایسا نہیں جسے بَشَرٌ " کہہ کر تلافیت کی گئی ہو۔ حضرت نوحؑ کے بارے میں اپنے من کے ارادوں الفار (عوم کا اللہ نام) سے کہا گیا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُرِیدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ (الہود: ۶۱)۔ یہ تمہاری طرح عامی شخص تم پر بڑا بننا چاہتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ و ہرون علیہما السلام کے بارے میں کہا گیا اَنْتُمِ الْبَشَرِیْنَ وَ قَوْمُہُمَا لَنَا عَابِدِیْنَ (الہود: ۶۱) کیا ہم ان دو عامی انسان پر ایمان لے آئیں جن کی قوم ہماری مذہم ہے۔ تیسرے درجے کے شہری۔ عوم الناس۔ مامورین اللہ حکمرانِ اول۔ جناب طاووت کو عوامی آدمی ہونے کی حوالے سے رد کیا گیا اَنْتَ یٰکُوْنُ لَہٗ الْاَمْلَکُ عَلَیْکُمْ (بقرة: ۱۲) یہ عامی شخص ہم پر کیسے ملک ہو سکتا ہے۔ نہ ورثۃ الانبیاء میں سے نہ اہل شریعت۔ انطوائیہ میں حضرت عیسیٰؑ کے مرسلین سے۔ عوم الناس نے اپنی زبانی کہا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اَنْتُمْ اِلَّا تَلْذِیْنَ (یسی: ۱۵)۔ بلا فر بنی اسرائیل نے یہ بات دوں کے ذہنوں میں راسخ کر دی۔ تب آخر وحی کے مخاطب سے اعلانِ رایا گیا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ رُوْحِیْ اِلَیَّ اِنَّمَا الْاِلَھُ الْوَاحِدُ (یسی: ۱۵)۔ اس اعلان کی جامعیت و کاملیت ملاحظہ ہو۔ مولانا مسلم جیرا چپوری نے عَبْدُہٗ کے حوالے سے اس آیت کا حوالہ دے کر سب کو کید کیا جو کیا جاسکتا تھا۔

اِنَّمَا حَصَرَ لَہٗ آیت ہے۔ اور شرع اس کی یہ ہے کہ اولادِ آدم ہونے کی حیثیت میں تو ہم سب ایک جیسے بشر ہیں ہی کہ آدم بشر تھے۔ میں صاب الوحی ہو کر بھی بشر مِثْلُکُمْ ہوں۔ کہ مجھے وحی یہی بتاتی ہے تمہارا اِلَہِ الْوَاحِدُ ہے۔ سبحان اللہ کیا بلذت و رفاحت ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا تمام انبیاء کو بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا طعنہ دے کر رد کیا گیا لیکن اس پیغمبرؐ کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ایلیس اپنے کاروبارِ اغوا کو نیا رخ دے دیتا تھا۔ وہ ایلیس باور کراتا۔ پیغمبرؐ کو اپنی طرح بشر نہ کہو۔ وہ خدا کا بیٹا تھا۔ اور پھر یہ دمان چک جانے کے بعد ورثۃ الانبیاء سے اعلانِ رایا جاتا تَحْنُ اَبْنُو اللّٰہِ وَ اَحِبَّاءُہٗ (اللہ) اس طرح شریک کے بازار سے جاتے تھے۔ حضورؐ نے خود کو خود ہی بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہا۔ اور آئندہ کے لئے بوالہ وحی و رسالت و رشاء۔ ہر بھی عوم الناس پر کسی سماجی تفریق کے ضمنی حوالے کی نفی کر دی کہ وحی و رسالت، اَللّٰھُ الْوَاحِدُ۔ کا اعلان کر رہی ہے۔ واحد۔ فاعیل ہے۔ ایک کرنے والا۔ برادری اور برابری۔ نخب و لا۔ اذیناتی اتیم۔ ملکہ الناس، رؤساء الناس اور عوم الناس (انسان) جیسا کہ طاووت سے نئے زمانے کا دستور تھا اور نام صلوٰۃ الہی۔ کو جڑ سے اکھڑنے والا۔ اُدھر۔ اعلانِ رایا گیا عَبْدُہٗ۔ لیکن اب تو مانعہ نالائی مذہبی ادارے قائم ہیں جو اصطلاح مذہبی کو میپوٹیوں کے جوت پسند مانی پہنانے پر مامور ہیں۔ تاکہ آپس میں لڑائی بھڑائی قوم اصل رسولِ دین سے بھی نرم ہو جائیں اور لیساً منیسا ہو کر ختم لا تَکُوْنُوْا اَمْثَلُکُمْ کی سزا بھگتیں مگر نوش رہیں۔

شماره ۲۲۲ - البقی المُنظَر

روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ قرأت ہی سے آواز ہوتا ہے۔

قرأت کی متعدد آیات - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ مستقرہ منات مراد لگتی ہے۔ لیکن قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ خوش خبر سنائی گئی کہ میرے بعد احمد (مصلیٰ) تشریف لیں گے۔ اِذَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْثَمَ بَنِي إِسْرَءِیْلَ اِنَّكُمْ دَعَوْتُمْ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیِّنَ یَدَیْهِ مِنَ الْوَحْیِ وَتُبَشِّرُا بِرَسُوْلِ یَاْتِیْهِ مِنْ بَعْدِی اَسْمُهُ اَقَمُّہ [الصف: ۶]۔ یہ گویا ابوالہنیہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ثمرہ تھا۔ جب آپ نے کلمۃ اللہ کی بنیادیں دو بارہ استوار کیں اور دیواریں چختے ہوئے دعائیں کرتے جاتے تھے ایک دعا یہ بھی تھی دَبْنَا وَابْنُ الدِّثْ فِیْہُمْ رُسُلٌ فِیْہُمْ یَتْلُو اٰیٰتِہُمْ اٰیٰتُکَ وَیَنْقُلُہُمْ لِلْکِتَابِ وَ الْحِکْمَةِ وَرَزَقَہُمْ [البقرہ: ۱۲۹]۔

خود جہاز میں ہی ان سے پوچھے تھے کہ نبی بنی ہاشم شاید یہ پہلا شخص تھا جو غزوہ [جمعہ] کے دن لوگوں کو آواز کرتے خطبہ دیا کرتا تھا۔ ایسے ان خطبات میں کہ نبی البقی المُنظَر کی بعثت کی علامات سناتا اور آپ کی علامات بیان کرتا۔ اپنے ایک خطبے میں اہل نبیس کو حرم (کعبۃ اللہ) کی تعظیم و تزیین کی ہدایت کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدشت کی نوید سناتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔ اَلَا اَرَا اَمَّا مَکُمُ وَالظَّنُّ عَلَیْکُمْ مَا تَقُولُوْنَ وَحَسْرَ مَکُمُ زَیْنُوْنَ وَیُظَفَرُوْنَ فَمَسِیَّاتٍ لَّہٗ نَبِیٌّ عَظِیْمٌ یَسْتَخْرِجُ مِنْہُ نَبِیُّ کَرِیْمٌ ۝۱۲۲ وہ گھر سامنے والا، برا خیال اس پر جس سے جو تم تھے ہو۔ وہ پہلے حفاظت کا فہم ہے۔ تم انہی کو آواز دے کر دو اور اس کی تعظیم کرو کیونکہ منقریب اس سے متعلق ایک بڑی خبر آنے والی ہے۔ منقریب اس سے ایک نبی کریمؐ کا ظہور ہوگا۔ کعب بن لوی اور حضورؐ کی بعثت کے درمیان ۵۶ سال کا عرصہ تھا۔ صاحب اشعار نے حسنوں پانچہ و عشرہ دن منہ لکھا ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ ابوعبید نے دلائل النبوة میں کعب کی وفات اور واقعہ فیل کے درمیان ۵۲ سال کا عرصہ بتایا ہے اور یہی سال حضورؐ کی ولادت کا ہے۔ چالیس سال کا عمر میں بعثت ہوئی اسطر ۵۶ سال بعد ہی ولادت ہوئی۔

عرب میں مائتوں کی ایک جماعت تھی جو تحقیق و مستحکم کلام میں عنیب کی خبریں سناتے تھے۔ حضورؐ کی ولادت کے قریبی زمانے میں یہ لوگ ایک نبیؐ کی آمد کی پیش گوئی کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ نے ایک ایسے ہی گروہ میں کہا ہے کہ وہ کسی کی تعریفیں بیان کر رہی ہے پوچھا کہ کون ہے بولی نبیؐ مؤید قَدْ اَیَّ حَیْثُ یُوْجَدُ وَذَیْنِ اَوَانُ یُوْکَدُ یُبْقِیْتُ اِلَیَّ اَلَا خَیْرٌ وَاَلَا شَوْدُ یُکْتَبُ لَا یُتَقَدُّ اِسْمُہُ فُحْد۔ وہ نبی جن کا نامید ہوگا۔ تم جلد ہی اس کو پاؤ گے۔ وہ وقت قریب ہے جب اس کی ولادت ہوگی وہ اسود و امیر کے طرف ایک لڑکانی کتاب پڑائے گا اس کا نام فہر ہوگا۔ عرض کا داناں نگہ تنگ و گل حسن اولیاء محل جہن بہار نو زولان ملہ دارد

۱۲۴۔ سیرۃ النبویہ و الآثار المہدیہ از احمد زینی الدنانی (ناشر سیرۃ حلبیہ مصر ۱۳۲۰ھ) ص ۵۴

عروہ کو بعد کا نام ہے کعب ابن لویؓ دیا (بادۃ العرب، جلد ۵، صفحہ ۵۴۵) یہ تحریر آفریج، مصر، مصرہ اور بورد (اردن) پر ہوئی۔

۱۲۵۔

محدث رسول اللہؐ، محمد و ما تفری تہذیبہ، ابن ندیم، جامع جہان، مایہ تاج کتب ۹۲ پر اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے نام تہذیب رکھے گئے۔ ان میں سے ایک مذکورہ مشن سفیان ابن عیینہ کا۔ بیضا تھا۔ جس کا نام اس نے محمد رکھا تھا۔ (ماہی تو نہ ہو لیکن اس نام کے صدقہ سیرت کا کتابوں میں جگہ پائیا۔ میں نے بھی اس کا اقتدا کیا ہے۔ اس موضوع پر رافق کی کتاب لیدر حالت میں لنت (ابن ندیم) میں

زندہ رود

کلم شنام عشق را این کا چیست؟
 فراق دیدار است پس دیدار چیست؟ (۱۹۹)

حلاج

مغنی دیدار آن آخسر زمان
 در جہاں زی چوں سول النس جان
 حکم او بر خویش تن کردن رواں
 تا چو باستی مقبول النس و جان
 باز خود را بپس رنم دیدار او صحت
 سنت او سترے از اسرار او صحت

زندہ رود

چیمیت دیدار خدائے نو سپر
 آنکہ بے خاکش نہ گزود ماہ و فلک

حلاج

نقش حق اول جہاں انداختن
 نقش جہاں تا در جہاں گزود تمام
 باز او را در جہاں انداختن
 می شود دیدار حق دیدار تمام
 اے خاک مرده کہ از بیک ہوئے او
 وائے درویشے کہ صوئے آفرید
 حکم حق را در جہاں جاری نکرد
 خالق ناقص نیست و از خیر نمید
 نقش حق واری؟ جہاں بخیر نیست
 ہم عنان تقدیر یا تدبیر نیست

عصر حاضر با قومی جوید ستیز
 نقش حق بر لوح این کافر بر نیز

زندہ رود

نقش حق را در جہاں انداختن!
 من منی و انم چہاں انداختن!

حلاج

یا زورِ دلبری انداختند یا زورِ قاهری انداختند
زانکه حق در دلِ پدیدار است دلبری از قاهری اولی تر است
زنده رود

باز گوی صاحبِ اسرارِ شرق
در میان زاید و عاشق چه فرق؟

حلاج

۱۱۵۸ - زاید اندر عالم دنیا غریب
عاشق اندر عالم عقبات غریب

زنده رود

۱۱۵۹ - معرفت را انتها نابدون است؟ زندگی اندر فنا آسودن است؟

حلاج

۱۱۶۰ - سکر یاران از تپه پمانگی است نیستی از معرفت بیگانگی است
لے کہ بولی و فنا مقصود را در نمی یابدم موجود را

زنده رود

۱۱۶۲ - آنکه خود را بہتر از آدم شمرد در خم و جامش نه باقی نہ رود
مشتِ خاک ما بگردنِ آشناست آتشِ آن بسرو سالکِ جاست؟

حلاج

۱۱۶۴ - کم بگو زان خواجہ اہل فراق
 (۲۰۰) ماجہول او عارف بود و نہ بود
 تشنہ کام و از ازل خویش ایاق
 کفر او این راز را بر تن کشود
 عیش افزون زور کاشتن
 سوختن بے نار او ناسوختن
 زانکہ او در عشق و خدمت اقدم است
 آدم از اسرار او ناسوختن
 چاک کن پیراں تعلید را
 تابیا موزی از تو تمید را

زندہ رود

اے ترا اقلیم جاں زیر نگین
 یک نفس باما دگر صحبت گزین

حلاج

(۲۰۱) با مقام در نمی سازیم و بس
 ہر زمان و بین تمپین کارماست
 ماسرا پا ذوق پروانیم و بس
 بے پروا بے پرین کارماست
 حواشی و تعلیقات :

(۱۹۹) دیدار: دیدار حقیقی یہ ہے کہ حکم کو اپنے آپ پر نافذ کیا جائے۔ اللہ
 والعبود الرسول و اعلیٰ الامرینکم ۲۳۶ نمبر پر اللہ اور اس نبی اللہ پر منکمل کا احکام واجب کر دی گئی ہے
 جو الرسول بھی ہے۔ من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ ۱۲۴ جسے اتباع رسول یا اس نے اللہ
 کا حکم تسلیم کیا۔ ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہکم عنہ فاشتہوا ۱۳۸

جو الرسولؐ ہے اسے مصلوبی سے پکڑ لو اور جس سے روکے اس سے سختی کے ساتھ رک جاؤ۔ گویا سنت رسولؐ کا میں دین اتباع کرو۔ یہی فتنائی الرسولؐ کا شرعی مفہوم ہے۔ ایسا ہو جانے کے بعد خود کو دیکھنا۔ گویا دیدار رسولؐ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہی حقیقی دین ہے۔ محمد مصطفیٰؐ ہر سال خلیفہ راشدین پہلوست دیدار کا دوسرا مرتبہ۔ دیدار الہی ہے، اور اس سے مقصود شرعی تخلُّقوا یا خَلَقُوا اللہ ہے۔ اللہ رب العالمین ہے ہر کافر و مومن شفیق، اسی کا خلق [صفتِ حانی] ہے۔ وہ خالق ہے، تخلُّقوا الخ کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کی شاہِ خلاقی اپنے اندر پیدا کر دو، کُلِّ قَبْمِ تَوَفَّى مَنان۔ کاما ملک ہے۔ تمہارے صفتِ ہر لحظہ نئی آن نئی شان مونی چاہئے۔ جب صفاتِ خداوندی کا نقش لوحِ جاں پر ثبت ہو گیا تو دیدار الہی ہی مانی ہو گیا۔ یہی فتنائی اللہ کا شرعی مفہوم ہے۔ جو لوحِ نو عالم کی تخلیق کرنا ہے۔ نہ تحلیل کرنا ہے نہ تفریق کرنا ہے۔

زندگی را سوز و ساز از نعل و شست
مالم نو آفرین کار شست !!
ای خدا ہیں! خلیفانِ رام نگر
بھرا در فطرۂ ششم نگر ۱۰۲۹

معبر حاضر اسی نقشِ حق سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ دلیری، قابری سے کہیں زیادہ نالائق ہے۔ ”مسلمان کو محبت کا طریق اختیار کرنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مسلمان دنیا کے لئے سزا یافتہ ہے [لَقِشْتُمْ نَفْسَیْنِ۔ تمہیں آسمان بڑا کرنا کے لئے مبعوث کیا گیا ہے] (خطوطِ اقبال ص ۱۶۹ بنام سید محمد سعید الدین جعفری ۱۹ نومبر ۱۹۲۳ء)۔

”تب کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ محبت سے رام ہو سکتا ہے۔ مخالفت اور عداوت سے رام نہیں ہو سکتا“
[گفتار اقبال ص ۱۶۹، تقریر ۱۹ نومبر ۱۹۲۶ء]۔

ترکِ ملائق ہی مقصود ہو تو یہی زہد سے اعلیٰ مقامِ عشق کیجئے۔ زہد تو اس دنیا میں رہنے کے آپ تو مسافر اور دجیبی بننا ہے۔ لیکن جنت، حور و نکاح اور نہروں اور بانگ کی ہوس تو باقی رہتی ہے عاشقِ دن سے بھی بے نیاز ہوتا ہے۔ گوشت نشین، دم کشی میں جو، حوئے نرے تو گھٹاتا ہے۔ دین کے لئے تمام کام نہیں کرتا۔ یہ جو خور، کش و جبر سے نازنا ہے نہ معرفت، مٹ جانے کا نام ہے نہ زندگی ترسہ فنا ہو رہا ہے، شکر، خالی کاسہ ہونے کا کیفیت ہے۔ جو خذ نہ رکے رہے کس کا عوفان؟ عدم، وجود کو کیسے پاسکتا ہے۔ آدم، خاک کا پتلا، اب بھی ترشٹا ہے زندگ ہے، اشارہ مروج رسولؐ کی طرف ہو یا محوی روحانی رفعتوں کی طرف، آدم سر بلند ہے۔ مگر اُس کی، زویر پڑھنے والی آتش، کا کیا حال ہے؟

شعر نمبر ۱۱۵۸۔ زہد و زارید: زہد خواہشاتِ نفس کو مارنا، جسمانی ہمیشہ آرام کو ترک کرنا۔ دل کو ماسوا اللہ سے خالی کرنا، عبادت اور تقویٰ اختیار کرنا۔ زارید۔ جس میں زہد کی باتیں ہوں۔ جس کو آخرت کا پروقت خیال رہے۔ راحت و لذت دنیا کی پروا نہ رکھے۔ ہر وقت عبادت میں مصروف رہے۔ عبادت اور عبادت، تمام اعمال و افعال کو رضائے الہی کے تابع کرنا کا نام ہے۔ گوشت گیری کا نام نہیں۔

شعر نمبر ۱۱۵۹۔ معرفت: معرفت کا تین اقسام ہیں۔ معرفتِ علمی، معرفتِ لسانی، معرفتِ عقلی

معرفتِ عقلی:۔ دلائل عقلی سے حق سمیٹنے کی پہچان جیسا کہ فلسفہ کرتے ہیں یہ ناقص معرفت ہے۔ معرفتِ علمی:۔ دلائل عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے حق کی پہچان دلائل نقلیہ چونکہ دنیا و کلم سے متروک ہیں اور دلائل عقلی دن کے مطابق ہند جیسا کہ علم الکلام ہے، فلسفہ سے قوی ہے لیکن معرفتِ عقلی سے قوی ہے باوجود اداصل حق

۱۰۲۹۔ حکایات اقبال نارسہ ص ۴۵ (جاریہ نام: سعید علم پاشا)
۱۰۳۰۔ اقبال صاحبزادہ کی نظمیں ص ۹۳ (الف) نام (اقبال پر ایک صفحہ نظر رکھیں جس)
۱۰۳۱۔ اقبال نامت ص ۱۰۲ (جاریہ نام: سعید علم پاشا)

ہونا یعنی نہیں ہوتا
 معرفت کشفی :- معرفت حقیقی ہے۔ جو آثار و صفات میں مناسبت سے کاشف الہی ہے۔ ہر شے کے
 اس کی بھی عین قسمیں ہیں۔ دن معرفت افعالی : سالک اپنے ارادے کو خدا کر کے الہی ارادے
 پر عمل افعال و آثار کا تصور کرے اور مشاہدہ کرے کہ جو آثار بظاہر خلق سے ظاہر ہوتے ہیں وہ
 سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی سے ہمارے ہوتے ہیں۔
 (۱۱) معرفت صفائی : یعنی صفات کو نظروں سے اوجھڑا جانے اور مشاہدہ کر کے
 (۱۲) معرفت ذلالت : سالک منافی الزورات ہو جائے اور ہمہ وجود اس کو
 بعین ذرات حق محسوس کرے۔ یہ درجہ معرفت کا سب سے اعلیٰ و
 رفیع درجہ ہے۔ - ۱۰۴۲

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ جمع الزوائد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ، ارشاد فرماتے ہیں...
 درجہ شخص میرا قرب [دیدار، معرفت] اس چیز کی بہ نسبت جو میں نے اس پر فرض کیا ہے حاصل
 نہیں کر سکتا۔ یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی جو ہے، ذالقی ادا کرنے سے ہوتی ہے اور نورانی کی وجہ سے ہر
 صوبہ سے قریب ہونا تھا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن
 جاتا ہوں جس سے سننے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلنے... آنگہ، کان بن جاتا ہوں جس سے
 کہ جس سے دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا سب میرا خوشی کے تابع ہو جاتا ہے اور کوئی بات مجی یری خلافِ حق
 نہیں رہتی۔ ۱۰۴۳

شعبہ ۱۱۹۰ : شکر : شکر کا مفاد ہے۔ اصطلاحاً: موقوفہ میں شکر سے مراد "وقت مشاہدہ یا جبرئیل
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خود ہو جانا اور عقل کا مشق سے مغلوب ہو جانا اور اس نسبت پر پہنچنا کہ اس کو عاشق و معشوق کی
 تیز نہ رہے۔ اسی حالت میں (بقول موقوفہ) حق تعالیٰ سے عشق و محبت سے باہر نہ پہنچائی سے
 سبحانی ما اعظم شأنی صادر ہوا " ۱۰۴۴ اور شکر : سالک کا انتہائی توصیف حقیقی میں پہنچ کر فرقی مراتب
 سے غافل نہ ہونا۔ ۱۰۴۵

علاوہ کو حالت ہو لپٹا ہے جیسا کہ "دیدار اور معرفت" کے تحت عنوان درپردہ ہوا
 وہ عمل کے شیعہ ہیں۔ توجہ حسن نظامی کو ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔
 "حالت شکر منشاءِ اسلام اور توفیق سے ہے۔ حالت صحو
 جس کا دوسرا نام اسلام ہے تو زمین حیات کے عین مطابق ہے اور
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ ایسے آدمی پیدا ہوں

۱۰۴۲	اصطلاحات موقوفہ، زاد المعاد، ۱۳۱/۱۳۲	الف
۱۰۴۳	فضائل اعمال، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص ۶۲	مکتبہ انبلی، ملتان/مکتبہ رحمانیہ لاہور سنہ ۱۴۱۱ھ
۱۰۴۴	اصطلاحات موقوفہ، الف ۷۹	۱۰۴۵ الف ۷۹

جن کے مستقل حالت کیفیت مسموم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم
کے صحابہ میں صدیق اکبرؓ تو بکثرت ملے مگر حافظ شیرازی کوئی

نظر نہیں آیا " ۱۰۴۶

شعر نمبر ۱۱۶۴: قَالَ وَأَشْجِدُ يَمِينَ خَلَقْتَ طِينًا قَالَ أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَكُنَّ
قَالَ أَنَا قِيرَانُهُ ۚ فَخَلَقْتَنِي مِن تَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ۱۰۴۷

بولائیں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ کیا تو نے دیکھا اسے جو میری فضیلت کی (جڑاؤ سے)
پیدا کیا گیا ہے۔

معلوم ہے کہ یہ نظم شرفطرت میں اس کاوالہ اس طرح دیا ہے :-

نورِ نادانِ غیم، سجدہ بآدمِ برم او بہ نہاد است خاک من بہ نثر ادا دم ۱۰۴۹

شعر نمبر ۱۱۶۴: خواجہ ابی فرات: مراد ابلیس - ملاحظہ ہو آئندہ تعلیقہ نمبر ۲۰۶ نیز تعلیقہ نمبر ۱۲۔

(۲۰) اشارہ ہے اس آیت کریمہ کا طرف - يَا نَارُ ضَنَا اِلٰهًا مَّا نَعْلَمُ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
مَا بَيْنَ اَنْ تَخْلُقْنَهَا وَاَسْتَفْتِنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط ۱۰۴۸ كَانَتْ تَلَوُّ مَا جَهِلُوا ۲۰۵

محقق یم نے امانت پیش کی آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر انہوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا
اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اٹھائی - بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والہ (۲۰)
اور نادان ہے - پہلے — ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۱ - اب دیکھیں - سب سے جس کا انکار
کیا - وہ تو آخرت کے مواخذے سے بچ رہے - جس نے اٹھالیا - وہ "کر نہ کر" کے درمیان
پھنسا دیا گیا - یعنی خیر و شر کے درمیان پہرے - ابلیس نے بھی سجدہ سے انکار کیا -
ایک تو وہ عرصہ ثابت کرنا چاہتا تھا خود کو، دوسرے اسے معلوم تھا کہ "اقرار" مواخذہ
کا باعث ہوگا اور مواخذہ موت کے بعد ہوگا - واقف بود ونبود تھا -
اسی نے اسے انکار کی جرأت دی - معلوم اس حقیقت کا اظہار بھی کر چکے ہیں -
اسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکہ

مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا ۱۰۵۱

انکار نے جرات (آسمانوں، زمین، جبال) کو ایسا پائندہ و قلم بنادیا کہ ان کی عمر رفتہ کی آن ہے مگر
یعنی جسے حق دیکھتا ہے - ابلیس بھی انکار کر کے موت "ہے الی وقت معلوم" نجات پا گیا -
اُس نے انسان کو بھی جنت کی زندگی کے جہود سے لکھنے کی راہ دکھائی - فطرت میں
فرے تسلیم تھی - یہاں بھی اسی جہالت کا مظاہرہ کیا - لیکن اس بار اُس کی تخلیقی قوتوں
نے اظہار پایا - اور شعور کی بیداری نے - ذوق تخلیق کی نار - کے علاوہ - مضبوطی کا

۱۰۴۶ احکامات کتابت اقبال - برائے ۱۳۵۱/۱۳۵۲ ایف آئی ۱۰۴۷ بنی اسرائیل: ۶۲، ۱۰۴۸ الامراء: ۱۲

۱۰۴۹ احکامات اقبال فارسی ۲۵۵ (پیام شرق: انکار ابلیس) ۱۰۵۰ الامراء: ۷۲ ۱۰۵۱ احکامات اقبال فارسی (۲۰: ۲)

درد دے کر عیشِ صفود کی لذت سے بہا آشنا کیا۔ اُس نے دُور کا اختیار کیا۔ آدم کو پہنچایا اور زندگی کے سوز و ساز سے معارف کر دیا۔ بہشت سے حکم سفر اور کارجہاں کی درازی۔ ہجر و فراق۔ کی عجب بہار ہے۔ اب۔ آدم۔ اُن (ابلیس) سے انکار، کے بعد ہی۔ صبوط سے صفود کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ انکار کی آگ۔ ہی تو عاشقی ہے۔ کفر او ابن راز را برین کشود۔ اُس نے انکار کر کے جو آزادی حاصل کی وہ "فراق" کا باعث بن گئی۔ آدم۔ اُس سے انکار کر کے۔ جو فراق۔ حاصل کرے گا۔ وہی اہلِ توحید ہے۔ طاغوت کی حکمرانی سے انکار۔ اسی لئے تو عدسہ نے حواریہ حسن نظامی کو لکھا تھا "آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپ مجھے سیر الوصال کا خطاب دیا تھا تو میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے سیر الفراق کیا جائے۔ اسی وقت میرے ذہن میں یہی (گسستن یا پیوستن میں گسستن کے معنی و مسلم ہونے کا) اختیار تھا " ۱۰۴۶-۱۰۴۷

(۲۰۱) مقام : سالک کے دل پر جو کیفیات (دہی، کسبی، لنبی) بلا کوشش بعض اللہ کریم کا طرف سے وہی طور پر وارد ہوں حال کہلاتی ہیں۔ حال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ بوجہ صفاتِ نفسی کے زائل ہو جائے اور کوئی کیفیت باقی نہ رہے۔ دوسری یہ کہ کیفیت ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔ اول کو حال اور دوسری کو مقام کہتے ہیں ۱۰۴۷-۱۰۴۸

سالک کا ہر ایک منزل کے لوازمات اور مراسم کو پورا ادا کرنا اور اس منزل کی روحانیت کا مالک ہو جانا اور اس میں ایسا مضبوط اور ثابت قدم ہونا کہ تنزل کا خطرہ بھی نہ رہے بلکہ اس کے بعد اعلیٰ منزل میں ترقی کرتے ہوئے یہ منازل عروجی شو ہیں۔ منازل منزلیں مطابق تعداد اسماء الحسنیٰ کے تلویں گئے ہیں۔ ہر ایک منزل کو سالک طے کرتا ہے اور کسی منزل میں قیام نہیں کرتا بلکہ ہر ایک منزل سے آگے ترقی کرتا ہے۔ ان منازل منزلوں کے بعد مقام تکمیل ہے۔ وہاں پہنچ کر سالک اقامت کرتا ہے۔ کیونکہ تمام منازل سلوک سے فارغ اور جملہ اعتبارات غیرت سے پاک ہو کر ذات سبحانہ و تعالیٰ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور قطرہ عینِ دریا ہو جاتا ہے۔ اسی کو مقام فقر و غنی کہتے ہیں۔ یہ انتہائی مقام ہے یہاں ایک حد سے گزر کر لامکان و لا حد کے میدان میں موجیرت ہو جاتا ہے تمام منزلات و منازل و جویوں کی ہیں جو فنا اور فنا و الفناء کے قائل ہیں لیکن حلاج کا "اَنَا الٰہی" فنا نہیں "اثباتِ خودی" کا منظر تھا اس لئے کہ کسی ایک بھی مقام پر اقامت کی نفی کرتا ہے۔ "ہر زمان دیون تپیدن" اور "ہر وبال پرین" کا مدعی ہے۔

نمودار شدن خواجہ اہل فراق ابلیس (۲۰۲) ۴

۱۱۵۴ - محبت روشندلای یک دم دودم
عشق را شوریدہ تر کرد و دلالت
چشم برستم کہ با خود دارم
ناگہاں دیدم جہاں تار یک شد
اندر آن شب شفاء اندر پدید
یک قیامت سرمی اندر برسش

۱۱۵۹ - گوشت رومی خواجہ اہل فراق

آن سر را پاسوز و آن خونین ایاق

۱۱۸۱ - کہنہ دلم خندہ اندر سخن
زند و ملا و حکیم و حرفہ پلوسن
۱۱۸۳ - فطرتش بیگانہ ذوق وصال
تا گستن از جمال آسان نبود
اندر کے در واردات او نگر

چشم او بیندہ جاں در بان
در عمل چون ز ابدان سخت کوش
زید او ترک جمال لایزال
کار پیش افکند او ترک سجود
مشکلات او ثبات او نگر

۱۱۸۵ - غرق اندر رزم خیر و شر بہنوز

صمد بہ سیر دیدہ و کافر بہنوز

۱۱۸۶ - جام اندر تن ز سوز او تپید
گوشت و چشم نیم و ابر من کشود
آیناں بر کار را پیچیدہ ام
نہ مرا افشردہ نہ چاک
نہ حدیث و نہ کتاب آوردہ ام
رشتہ وں چون فقیہاں کس نہشت
۱۱۹۱ - کیش مارا این چنین تاسیس نیست
و گزشتہم از سجود اسے خبر
از وجود حق مرا عنکر نگیر

بر لبش آب غم آلود رسید
در عمل جہنم ما کہ بر خور دار بود؟
فرصت آوینہ را کم دیدہ ام
وحی من بہ ہمت پیونہ
جان شیریں از فقیہاں برودہ ام
کسیہ را کہوند آخر خشت خشت
فرقت اندر مذہب ابلیس نیست
ساز کردم از عنون خیر و شر
دیدہ بر باطن کشت ظاہر مگیر

۱۱۹۴۔ گر گویم نیست این از ابلہی ست
من بے در پردہ لا گفتم ام
بغیب از در آدم و اشم
۱۱۹۵۔ شعله از گشت زار من و مید
در شتی خود را نمودم آشکار
تو نجات ده مرا از نار من
اے کہ اندر بند من افتادہ
در جہاں باہمت مروانہ زری
بے نیاز از پیش و نوسن من گذر
در جہاں صیاد با نخیر است

زانکہ بعد از وید نتوان گفت نیست
لفظ من خوشتر از ناگفتہ ام
متر یار از بہر او بگذاشتم
او ز مجبوری بہ مختاری رسید
بانو دادم ذوق ترک و اختیار
و اکنون اے آدم گبرہ از کار من
رضیت عصیاں بہ شیطان دادہ
عم گم من! ز من بیگانہ زری
توانہ گردو نماسہ ام تارک تر
تا تو نخیری بکیشم تیراست

صاحب پرواز را افتاد نیست
صید اگر زیرک شود صیاد نیست

۱۲۰۵۔ گفتمش بگذر ز آئین فراق
گفت ساز زندگی سوز فراق
۱۲۰۶۔ بر لبم از وصل می ناید سخن
حسرت وصل اورا ز خود بیگانہ کرد
اندک غلطید اندر خود خویش

الْبعضُ الذی شَاءَ مِنْ ذی الطَّلَاقِ
اے خوشا سرستی روز فراق
وصل اگر خواہم نہ او ماندن من
تازہ شد اندر دل او سوز و درد
باز گم گردید اندر دود خویش

نالہ زان دود و پیمچان شد بلند
اے خنک جات کہ گردو در دمنند

خواستی و تعلیقات: (۲۰۲) خواجہ اہل فراق ابلیس: ابلیس سی انوائے آدم کی داستان

بہت مشہور ہے۔ اور ہر کوئی خصوصاً مسلمان اس کے بنیادی خط و فعل سے آگاہ ہے۔ اس سارے قصے میں جو چیز اقبل
کو بہت متاثر کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت آدم کو یہ سمجھا دیا گیا کہ اب (انوائے آدم کے بعد) ابلیس اور انسان کے
درمیان بہت سلسلہ جنگ برپا رہے گی۔ یہ گویا خیر و شر کا منکر ہوگا۔ جو انسان اس جنگ میں فاتح ہوگا
وہی جنت کے حق دار ہوں گے۔ تو ابلیس قوت شر کا مظہر بھی ہے۔ لیکن انسان کی قوت خیر کے بخود کا وسیلہ
ہی وہ ہے (اس لئے کہ خیر کے تصور بغیر اختیار و ماکوئی تصور نہیں آتا)۔ شر کے تصور بغیر خیر کا تصور نہیں بھرتا

اُس کے ساتھ جو پیکار رہنے سے مذہبیت جسم دھال ٹوٹی جاسکتی ہیں۔
ابلیس کے دور سری قوموں میں بہت سے روپ ہیں مثلاً سانپ، طاؤس اور پندو دیوالا
میں ناگ دیوتا انگریزی میں ابلیس کے لئے Devil کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور Satana کا
بھی۔ یہ کلمہ عبرانی میں شیطان [Satan] ہے اور اس کے معنی میں مخالفت رکھتا، دشمن۔ شیطان
بنی نوع انسان کا دشمن ہے اس لئے اس کا یہ نام پڑا (لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُبِينٌ) اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ابلیس کے معنی میں نا اید از رقت [غیاث اللغات بحوالہ منتخب اللغات]۔ ظاہر ہے رقت سے
رقت الہی مراد ہے۔ شیطان کے لغوی معنی میں ابلیس اور آدم کی جنگ پیہم کی جھلک زیادہ ہے [The
[Shahenshah: Dictionary of world origins]

بال جبریل میں جبریل و ابلیس کے مناظرے سے بہ صراحت معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نہ ہوتا
تو بنی نوع انسان نے جو خیر و شر کی مسلسل روینرش کے نتیجے کے طور پر جو کچھ کر کے دکھایا ہے۔
دنیا اس سے حرم رہتی۔

۱۵۱ء جبریل تو واقف نہیں اس راز سے کہ گیا سر مست جمہ کو لڑٹ کر میرا سبوتا
جس کی نا امیدی سے ہوسوز درون کا ثبات اُس کے حق میں تعظیفا اچھا ہے بالالتظنا

پے مری جرات سے مشیت خاک میں ذوق غو میرے فتنے جانہ عقل و حذر کا ناز پو
گر کبھی فرشتہ میسر ہو کر پوچھ اللہ سے قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو ۱۵۱ء - ابن

پیام مشرق کی ایک راجی بھی غور طلب ہے۔
جہ گویم نکتہ زشت و نکو چیست زبان نرزد کہ معنی پیچیدار است
بروں رز شاخ بینی خار و گل مرا درون تو نہ نگل پیدا نہ خار است ۱۵۱ء - ابن

[اس ذیل میں تعلیقہ نمبر ۲۰ دیکھ لینا زیادہ مفید ہوگا]۔

شیطان کو رہنما خودی اور تخلیق کی وہ عظیم الشان قوت سمجھتا ہے جو محبت و امانت کی راہ مستقیم
سے بھٹک گئی ہے۔ اس اعتبار سے وہ گونڈے کا ہم آہنگ ہے کہ وہ خود کی تربیت و تہذیب پر
بہت زور دیتا ہے اور شیطان بے قید اور بے تربیت خود کی مثال ہے [بحوالہ اقبال کا تصور خودی
ڈاکٹر عابد حسین] اقبال کے شعرا سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ دوسرے لقورات کی طرح خودی بھی جزو
مہذب ہو سکتی ہے۔

ابلیس کے سلسلے میں خیر و شر کی متضاد قوتوں کا ذکر علامہ نے "زیر ان میں مابعد الطبیعا
کا ارتقا" میں کیا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ مہدی الحکیم نے اقبال اور عشق میں ابلیس کے تصور سے بھی
بحث کی ہے (نثر اقبال صفحہ ۴۰۲) [نثر اقبال لاہور ستمبر ۱۹۸۸ء] ۱۵۲

تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ فرمائیے جو حسب ذیل کلام اقبال -

جبریل و ابلیس (کلیات اقبال اردو) - (بال جبریل) ص ۲۳۵

ابلیس کی عصیانیت - ایضاً ص ۲۵۴

ابلیس کا دفن اپنے سیاسی دشمنوں کے نام - کلیات اقبال اردو ص ۶۰۸ (عرب کلام) یہاں ملاحظہ فرمائیے -

ابلیس کی جسمی شہرہ - ص ۶۱۶ (ارخان جاز)

تکلیف خیر کبریا - کلیات اقبال فارسی ص ۶۶۲ (تذکرہ عطار، جلد دوم) [تذکرہ مشرقی، قمری، جلد اول]

جبریل و ابلیس - ص ۶۱۶ (ارخان جاز)

ابلیس کا حق و ابلیس ناری - ص ۱۰۰۸ [] -

اسم ذیل میں الہیہ صفت الہیہ بات ہے کہ جس طرح بعض مذہب میں نیردان و اہرنم کی شہریت ملتی ہے۔ اسلام میں طرح کے لقور سے خالی ہے۔ یہاں شیطان یا ابلیس، خیر کے مقابل شر کا نمائندہ فرد ہے لیکن وہ رب کے مقابل نہیں انسان کے مقابل ہے۔ وہ انسان کا دشمن ہے۔ اور زیر نظر نظم میں وہ انکار کا نمائندہ آدم کی مسلسل پیروی ابلیس سے تنگ آچکا ہے اور کسی ایسے مردوں کا نمائندہ ہے جو اس سے انکار کا ارتکاب کر کے اسے شکست دے سکے۔ عہدہ کا لقور ابلیس جو بھی ہے، لیکن یہ آخری تکلیف جہاد بالنفس کی ایسی تحریک ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

شعر ۱۱۶۹ : ایاق : ایاق، پیالہ، گھنٹہ ہے مایوسی، نامراری ہے۔

شعر ۱۱۸۱ : (۲۳۷) زہر : (فارسی) وہ منکر جس کا انکار شرعی باتوں سے از روئے عقیدہ کے ہوا، نابلیب جہالت کے۔ لے بھانٹنا، چرانا، گرد خاک۔ کے معنی میں بھی آتا ہے (جہدات کشوری المروف بہ سراج اللغات) دالستہ منکر، شلوپ، خور، جمع زہر - (زہنگ عامہ)۔

اصطلاح صوفیہ میں زہر وہ عاشق ذات حق تعالیٰ ہے جو غلبہ مشق میں ان روز و حقائق کو جن کا چھپنا عوام الناس سے ضروری ہے امدادیہ بیابان کردے - (زہری) - مہارت میں ہر قسم کے اعمال سے قطع نظر کرنا - (اصطلاح صوفیہ - شاہ محمد عبداللہ ص ۶۸) - عہدہ نے لغوی معانی لئے ہیں اور بمعنی زہری بھی استعمال کیا ہے۔

طل : یہ صیفہ مبالغہ کا ہے بمعنی بہت بھرا ہوا، بسیار پُر۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو علم سے بہت بھرا ہو۔ (بڑا عالم) - فارسی کے استعمال میں اکثر یہ لفظ بغیر ہمزہ آخر کے آتا ہے (جہدات کشوری) [غیاث لغات فارسی] - (فرعند عامہ)۔

کئی نہایت احترام کے لوہیر اور نہایت عقیدت کے اظہار کے لئے کسی شخص کے نام کے ساتھ اس لقب کا اضافہ کرتے تھے جیسے ملا صدرا وغیرہ لیکن متعدد زبانوں سے اور علما نے شوق کے اختلافات سے اس لفظ کے معانی میں بھی تنزل و فحش رونما ہوا اور ایک مرتبہ کٹ ملا یا کھٹ ملا بھی زیادہ میں پیدا ہوا جس کے معنی جہل کے ہیں اور اس میں تعصب کا عنصر بھی شامل ہے۔ اب غلط اس شخص کو کہتے ہیں جو شریعت کے ظاہری پہلوؤں کی پابندی کرے اور اس میں کچھ ریاکاری کا عنصر ملے ہو۔

اقبال غلطیت سے ایک لادارہ مراد لیتا ہے جس کے لغزاد اسلام کو زندہ حقیقت کے بجا

جند جامد قورنین کا مجموعہ تصور کرتے ہیں۔ درستر سلاوی حاکم میں بھی سنگ نظر ملد شیت نے جو قتلے
برپا کئے ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں حاشا کسی عالم دین کی یا کسی فاضل مذہب کی تنقیص و تعلوذ نہیں
مذہبیت کی بیکڑی ہوئی شکل کو ملد شیت کہا گیا ہے۔ رسی شکل میں دتبال ملد شیت سے دور رس کے لور
سے برسر پیکار ہے ۱۰۵۳

جب ملد، درمظ یا غیقہ کے خلاف لکھتے ہیں تو رن کی مراد رسیے لوگوں سے ہوتی ہے جو
قوم کو بے عملی کا سبق پڑھاتے ہیں اور جن کا کام بد آموزی و قیوم ہے جن کے پاس فسانہ دانے کرامات
کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو عمل کی دولت سے محروم ہیں۔ چند شکر ملد ملد

میں جانتا ہوں انجام رس کا جس کر کے میں ملد ہوں غازی ۱۰۵۵
۱۰۵۵ سے بد آموزی و قیوم ملد کام رس کا
پیر حرم کو دیکھا ہے میں نے
دین حق از کافر رسو تر است
دین کافر فکر و تدبیر و جہاد
دین ملد فی سبیل اللہ جہاد ۱۰۵۸
دور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت
کردار بے سوز گفتار واپی ۱۰۵۶
زرتہ حلقہ مومن کافر گراست ۱۰۵۷
دین ملد فی سبیل اللہ جہاد ۱۰۵۸

زمن بر صوفی و ملد ملد

کہ پیام خدا دادند مارا

وے تاویل شان در حیرت و درخت

خدا و جبریل و مصطفیٰ را ۱۰۵۹

قوم کیا چیز ہے قوم کی امانت کیا ہے رس کو کیا جانیں یہ بیچارے دور کھت کے نام ۱۰۶۰
۱۰۶۱ " ملد کازہن فی الواقع معقم ہے اور پھیلی دیکھ صدی کی تاریخ اسلام کی شاہد ہے کہ ملد غور و فکر سے محروم ہے۔

اس موضوع پر ملد نے بہت کچھ لکھا ہے۔ یہاں ملد کی تاویل قوت ہی رہیں اصل ملد شیت ہے۔

ملد در شیت - کلیات آتال مدد ص ۵۹ (بال جبریل)
حال و مقام ص ۴۸ []
ملد حرم ص ۴۹ (حرب ملک)
سعید حلیم باؤشا کلیات آتال فارسی ص ۶۶ (جامد نام)
بہ یاران و ملوکی - ص ۱۱۱ (ارخان حجاز)

۱۰۵۳ تعلیمات آتال - باب ۳۴۴/۳۴۵ ۱۰۵۴ کلیات آتال اردو ص ۳۶۳ (بال جبریل) ۱۰۵۵ ایضاً ص ۱
۱۰۵۶ ایضاً ص ۳۵۴ ۱۰۵۷ کلیات آتال فارسی ص ۷۴ (کاوید نام) ۱۰۵۸ ایضاً ص ۲۸۲
۱۰۵۹ ایضاً ص ۹۵۶ (ارخان حجاز) ۱۰۶۰ کلیات آتال اردو ص ۸۷ (فریکم) ۱۰۶۱ آتال کے صفحہ سید غریب نام

خبرۂ پوش : دلی پوش، گورلی واد۔

رند، ملا، حکیم، فرقہ پوش، ابلیس کی ایسی صفات ہیں جو اس نے مولود آدم کو پہننے کے لئے اپنا رکھی ہیں۔ دراصل اس نے مغربی دنیا کے لباس یا اس دنوں کو پہننے کا کام اپنے ذمے لیا ہے۔
 قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَسْتُ أَقْدَرُ لَهُمْ هِيَ الْحَالُ الْمُسْتَقِيمُ — وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۱۰۶۱
 تو لا قسم ہے اس کی [جس تو نے] مجھے گمراہ کیا میں تیرے سیدھے راستے پر ان کی ناک میں بیٹھوں گا۔
 اور تو ان میں سے اکثر کو شکرفور نہ پائے گا۔ وہ جس سے ابلیس مردود قرار پایا وہ خلقت کے
 میں ہیں۔ کی دلیل یہی ہے۔ یعنی بشریت آدم۔ ملا، رند، فرقہ پوش، حکیم، اروپہ میں وہ کبھی انبیاء
 کو بشر کہہ کر روک رہا تھا۔ کبھی حنابلہ بشر کے اس فلسفہ کو بنیاد دے کر انبیاء کو خدا
 کے بیٹے ثابت کر رہا تھا۔ آج اسی فلسفہ حنابلہ بشر کی بنیادوں پر عوام الناس، علماء الناس اور
 رؤسا الناس کے درمیان اختیار کی ابلیسی جنگ جاری ہے۔ یہ وہی فلسفہ ہے جو لادلوں کے ذریعہ
 الانبیاء نے عوامی تحفہ طاہر کی من جانب اللہ تقریر کے خلاف پیش کیا تھا۔ غرض —
 ۱۰۶۱ کے دروازے اوپر — بہر کو دیناں چشم و گوش اند
 کہ در تاراج دل و سخت کوش اند ۱۰۶۳

سپر از رشتی او شرمسار است
 در مد شیطاں ترا خدمت گزار است ۱۰۶۴

نہاد عمیر حاضر آشکار است
 ارمید آہنی ذوق نگاہ ہے

شعر نمبر ۱۱۸۶ تا ۱۱۸۵ : جمل : جلال و جلال پر تفصیل کے لئے تہذیب نمبر ۲۶۲ ملاحظہ ہو۔
 یہاں موقع دعائ کی مناسبت سے اس صوفیانہ اصطلاح کا مفہوم درج ہے۔ اصطلاح صوفیہ میں ۱۰۶۵
 ذات حق سبحانہ و تعالیٰ مرتبہ سبع مخفی [کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا نَا حَبِيبًا أَنْ أَعْرِفَ فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ]
 وَ كُنْتُ كُنْزًا سے تنزل فرما کر لباس تعین اول یعنی حقیقتِ محمدیہ میں جلوہ گر ہوئی۔ یہاں
 سے اس ذات بے چون و بے چگون کا ظہور شروع ہوا اور تمام افراد عالم اسی
 حقیقتِ محمدیہ سے ظہور میں آئے۔

- ۱۔ یہ حقیقتِ محمدیہ کلی مراتبِ ظہور کی جامع ہے۔
- ۲۔ یہی حقیقتِ محمدیہ مرتبہ واحدیت میں آکر متصف بجمع صفات و مستوی
 بجمع اسماء ہوئی۔
- ۳۔ باعتبار جمال کے متصف ہو کر اسمِ جلّی اور باعتبار صفاتِ جلال
 کے متصف ہو کر مستوی باسمِ مُضِلّ ہوئی اور جمیع اسماءِ جلالی و جلّی کا
 ہمیں تحقق ہوا اور دعائی جمالیہ و جلّلیہ متعین ہوئی ۱۰۶۶

۱۰۶۳ کلیات اقبال ندوی ص ۱۰۹ [ارمان حجاز: ابلیس کا رہائش گاہ]

۱۰۶۲ اعراف: ۱۷۱۴

۱۰۶۵ احادیث شنیعی ص ۱۰۱ ص ۹۲ [حدیث ندوی، بحوالہ منارات السانین]

۱۰۶۴ الباقی ص ۱۰۱ [الباقی]
 تالیف نجم الدین ابوبکر، الذوالمرع ص ۱۰۱

۱۰۶۶ اصطلاحات صوفیہ، ۱۵، محمد عبداللہ ص ۳۸، الباقی

شعر ۱۱۹۴ : زما آن رانندہ گاہ خوشتر حق اور دیدہ ہمارا شنیدہ (رہنما مجاز: غرضی بطنانگاہ ۱۹۲۵)
 شعر ۱۱۹۵ : اوز خیور بہ فتاری رسید، سلاطین و دلیقہ بزر ۲۰۰ - زرنگی، فتنگی سے بیدار
 کی فرت - امر - کرت گذر نہ کر، کی فرتوں میں پہنچ آتا جب فتنی کو اس کے فیور و فتویٰ سے آگاہ
 کیا گیا۔ یہ عالم انسان کا مغرب تھا۔

دار - عالم کے لئے ایک امر ایک ذوق طاب

لَا دَالَا کَا تَشِیْشِیْ رِکْ زَانِہِ کَے [ارشاد شاعرانہ]۔

اس نے کہا "کو تو تک دینے کے لئے" (ابلیس کے بھانوی) کی ضرورت تھی۔ اب خیر و شر کا وجود
 ظاہر ہوا۔ اور انہی امارہ و فتنہ کی تشکیل ہے۔۔۔ بے اختیاری کہ زنجیری توڑ دین
 بے اختیاری کی زنجیر توڑتے بغیر ابلیس کے دام سے نکلتا کہن نہیں۔ جب تک شکار، شکار مونا چاہتا
 ہے شکاری بھی ہوتا ہے اور تیر بھی۔ اور شکار اگر زیرک ہو تو شکاری نابود۔
 اے میرے شکار! ہوشیار ہو کہ برا نامہ اعمال مزید سیاہ ہونے سے بچ جائے۔

وَلْيَفْضُ الْأَشْيَاءُ غَمْرِي الْأَطْلَاقُ :
 شعر ۱۲۰۵ :

عن ابن عمر رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لَيَفْضُ الْخَلَالُ إِلَى
 اللَّيْلِ الْاَطْلَاقُ"، رواه البوداؤ، ابن ماجه (بلوغ الرام: ابن جرير عسقلانی، حنبلی پریس ۲۲۳) ۱۰۶۸
 مسدود نے الخلال، کو الاشیاء کر کے۔ اسے مسموم نہیں دیا ہے۔

شعر ۱۲۰۶ : جب شرزدہ تو خیر، بے نسی ہو کر رہ جائے گا۔ اور نَفَاقِيَّتُ اَنْ اَمْرُف - کا
 مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہذا فتنی کے سوز و ساز کی خاطر اور عرفان الہی کے لئے بھی ابلیس کو ابلیس
 ہی رہنا ہے۔ اس کے حق میں تَقَنُّطُوا ہی اچھا ہے۔ اُس کا فراق - اولادِ آدم کو وصالِ باری تمہارا رُخسار
 جس کی تومیری سے ہو سوز درون کا ثبات
 اُس کے حق میں تَقَنُّطُوا اچھا ہے یا لَا تَقَنُّطُوا ۱۰۶۹

نالہ ابلیس

من شدم از صحبت آدم خراب
 چشم از خود بست و خود را دریافت
 از شرار کتب بیا بیگانه
 الاماں از بندہ فرماں پذیر
 طاعت و پیروزی من یاد کن

اے خداوند صواب و ناصواب
 ہرچیز کہ از حکم من سر بر نہافت
 خاکش از فوق آبا بیک گاہ
 صید خود صیاد را گوید کہ پیر
 از چہر صید مرا آزاد کن

۱۰۶۲

بست از و آن مہمت والاے من
فطرت او خام و عسقم او ضعیف
بندہ ہوا نظر بایر مرا
نعت آب و گل از من باز گیر
ابن آدم جہت با یک مشت خست است
اندرین عالم اگر چنین خست نبود
شیخ را بگرداختن عاریت بود
آینان تنگ از فتوحات آدم
منکر خود از تو می خواہم بدہ
بندہ باید کہ چسبہ گردنم
آن کہ گوید از حضور منے برد

وائے من اے وائے من اے وائے من
تاب یک ضرب ہم نیار دین حسین
یک ضرب بخت تر باید مرا
می نیاید سودگی از مرد پیر
مشت خست را یک شرار از من نیست
این قدر آتش مراد ان چہ نبود
شنگ را بگرداختن کارے بود
پیش تو بہر مقامات آدم
سوئے آن مرد خدا را ہم بدہ
لرزہ اندازد نگاہش در شتم
آن بہ پیش او نیز زم با دو جو

اے خدا یک زن مرد حق پرست
لذت شاید کہ یام در شکست

حواشی و تعلیقات : نعت آب و گل : مٹی، پانی کا کھلنا، گردنا۔ ایک بار پھر اسی
بشریت کی تحفہ تین ننگ آور۔

شکوہ شکایت کہنے میں اقبال بدلتی رکھتے تھے۔ خدا اور انسانوں سے شکوے تو کرتے رہے یہاں
انہوں نے انسانوں کے بارے میں ہمیں کا شکوہ خدا، انظم کیا ہے۔ یہ شکوہ ہے جو ہر تنگ
اور تنگ آور ہے۔ کیونکہ خود ظہیر شر، انسانوں کی بے حیا و مٹی اور تسلیم باشر کی روش سے
خدا کے ہاں فراری ہے وہ خدا سے ملتس ہے کہ اسے صاحبان خودی اور مردان حوس سے سلب
ہو رہے بلکہ گاہے گاہے اسے شکست ملے کیونکہ سر بہ تسلیم نچھڑوں سے وہ تنگ آچکا ہے۔ تعالیٰ
کے ہاں رہیں، انسانوں کی قوت ضرور مہارزہ کو زمانے کی تبدیلیت [کسوئی] پر کھٹے کا آم
ہے۔ مگر عطر صاف کے ہے علی النشانی نے اس ازلی دشمن سے بغیر شقاوت اور بد بختی کچھ
بھی نہیں کیا۔ خدا خود عظام کو دیکھ کر شہادت ملا نظر ہو
اے خدا ایک زن مرد حق پرست
لذت شاید کہ یام در شکست

عنہ : جاوید نامہ : تحقیق و ترویج - دارالکتاب اہل حق ۱۳۸۷/۱۳۸۸ - الرضا - روزنامہ اسلامی، ربیعہ چار بار نومبر
ہجری کا ذکر ملتا ہے۔ ربیعہ بارب دس ہجری است و ربیعہ کا مطلب ہے۔ ربیعہ بارب دس آسمان سے زمین پر مبتلا جاتا ہے جبکہ بارب
فیروزہ ہیشہ سوت ہیں چوٹی بارب سورۃ فاتحہ [وہاں تو ان] نازل ہوا [فضائل قرآن ص ۳۱۱] جو بنی موزن قائمہ
نیچے لکھتے ہیں علامہ ذریار - مکتبہ فیضیہ لاہور (۱) لاہور۔

باب ہفتم — فلک زحل

صفحہ ۳۲ تا ۴۵

ارواحِ رزلیہ کہ بہ ملک و ملتِ عنذاری کردہ
ودوزخ ایشان را قبول نہ کردہ

قلمِ خویش

آشکارا می شود روحِ ہندوستان

روحِ ہندوستان نالہ و فریاد می کند

فریادیکے از زورقِ شینانِ قلمِ خویش

ارواحِ رزید

که با ملک و ملت عنادری کرده و دوزخ
الیشان را قبول نه کرده

- ۱۲۲۸- پیر روحی آن امام راستان
گفت لے گردوں نور سخت کوئی
آنچه برگرد کمزیر چید است
از گراں سیری خرام او ساکن
پیکر او گر چه از آب و گل است
صد نیاز افرشته تندر بدست
دوره پییم می زند سیاره را
عالمی مطرود و مردود سپهر
۱۲۳۶- منزل ارواح بے یوم النشور
اندرون او دو طاغوت کهن
جعفر از بنه کمال صادق انور (۳۵)
نا قبول و نا امید و نا مراد ،
۱۲۴۰- ملتی کو بند هر ملت کشاد
می ندانی خط هندستان
خط پیر جلوه اش گیتی فروز
۱۲۴۳- در گشایش تخم غلامی را که گشت
آشنای هر مقام راستان
ویدیه آن عالم زتار پویش
از دم استاره و زوید است
هر تکیه از حکم او زشت و زیور
برزینش پانهاون مشکل است
فهر حق را قاسم از روز الست
از مدارش پر کند سیاره را
صبح او مانند شام از بخل مهر
دورخ از احراق شاں آمد نفور
روح قوی کشته از پیر و تن
نیای آدم ننگ دین ننگ وطن
ملتی از کار شاں اندر فساد
ملک و دینش از مقام خود قناد
آن عزیز خاطر صاحب دلاں
در میان خاک و خون غلطه بنور
این همه کروار آن ارواح زشت

در فضائے نیلیوں کی بالیت ”امکانات عمل بینی کہ حدیث“

حاشی و تعلیقات :

(۲۰۴) زُحَل : جا، ضد (پیش) اور فتح (زبر) دونوں سے پڑھا جاتا ہے۔

ایک ستارہ ہے جسے کیوں اور شیجر بھی کہتے ہیں۔ ستے بلند ہے۔ تمام فلک ہفتہ ہے۔ اس سے اوپر فلک الملک یعنی سدرۃ المنتہی ہے۔ غنّی کبر بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے کئی رفت کی علامت کے لئے مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی بلاتہ نے یہاں حضرت ابراہیمؑ اور نبیاء علیہم السلام کو اکثراً لکھنے والی وصیتیں علی الکبر اسمعیل واسحق الایہ ندادت کرتے دیکھا۔ اور کئی بدعتی کے لئے اس کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ خود علامہ نے بھی جاہد نامہ میں غزالی ملک و ملت کو دیکھ دیکھا ہے۔ اسے ہندوئے فلک بھی کہتے ہیں اس لئے کہ فلک ہفتہ جو زحل کا مقام ہے اگرچہ اسے عقل اول کے نور سے پیدا کیا گیا ہے مگر اس کا جو رشتہ فاف سیاہ مثل شب تاریک کے ہے۔ موجدات کا ذات کا قائم رکھنا زحل کی خاصیت کے مشقی ہے۔

اس کی اردلی کے تمام ثوابت اور سیارے اس کے کوبہ میں آہستہ رفتار سے چلتے ہیں۔ ان کی سیر ایسی خفی ہے کہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اس کے سائے میں پیدا ہونے والا بجہ سمت کاہل سرد مہر اور تاریک خیال ہوتا ہے۔ اس سیارے کے آٹھ چاند ہیں اور یہ تیس سال میں سورج کے گرد اپنا ایک چکر پورا کرتا ہے۔ یہ بھی جانتا چاہئے کہ یہ آسمان ہفتہ جہاں زحل ہے پہلا آسمان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم موجودات پر محیط بنایا ہے۔ ۱۷۱

امام راستاں : نیلو کاروں اور حق پرست، راستبازوں کے پیشوا، امام، پیشوا،

آئم: بمعنی مرکز، اصل۔ اصطلاح مہاراں میں وہ ڈوری جس سے تعمیر کی گئی دور کا جاتی ہے۔

شعر ۱۲۳۶ : ارواح بے یوم النشور : حشر، زندگی کے بنائے دوام کی منزل ہے۔

جہاں ہم جنت کو دوسری زندگی ملے گی اور نورہ نور تجلیات حق سے ان کی خودی مستفید و مستغنی ہوگی۔ الہیم بھی اس شفا خانے سے شفا یاب ہو کر جنتی زندگی سے ہمکنار ہوتے جائیں گے۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو دوزخ بھی قبول نہ کرے گا۔ یہ وہ قابل نفرت لوگ ہوں گے جن کا بدن، اس دنیوی زندگی میں بھی روح سے محروم تھا۔ بنائے دوام علامہ کے نزدیک مسلسل جدوجہد کا اثر ہے اور ہم جس کے امیدوار ہیں علامہ ۱۷۲ وہ جن کی زندگی اس جہد و جہاد سے خالی بلکہ مریض زندگی حاصل ہے ان کا حشر ہی نہ ہوگا۔ یہ بہت بڑی غروہی ہے۔ من کان فی ہذہ ائمتی فتوفی لاخیرۃ ائمتی [یعنی انہیں ۲۲] جو ممکن دنیا میں مدح و ثناء سورہ تہٰت میں بھی مذکور ہے گا۔

اربعان حجاز (اردو) کی ایک نظم ”مدرے غیب“ اس رمز کی کشف ہے۔ حضرت مولانا جہاد علیہ السلام۔

۱۷۱ غیاث اللغات فارسی، تعلیمات اقبال ماہر مد ۳۹۴، مطالب اقبال، مکتبہ روزگار،

دختر اللوک، شاد پرائیڈ مد ۲۸، انسان کامل، ریحانہ مد ۳۸۵ تا ۳۸۷

۱۷۲

شعین جہاں علیات بلدیہ اقبال مد ۱۸، انسان روزن، مہر حق حقیقت نوری ج ۱، ۳۸۵، شریانی شریانی ج ۱، ۳۸۵

صداۓ غیب

نے نصیب مارو کتر دم نے نصیب دام ودد
بائیک اسرافیل اُن کو زندہ کر سکتی نہیں
یہ فقط، محکوم قوموں کے لئے مارگ ابد
روح سے تھا زندگی میں بھی تھی جن کا جسد
گر چہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ محمدؐ
مر کے جی اٹھنا، فقط آزاد مردوں کا حکام

جعفر و صادق جیسی پلید روحوں کا یہ انجام۔ نس رہتہائی لغت کو مستلزم ہے جو ان کے کردار پر سے
علامہ کو تھی اور پیر باشعور مسلمان بلکہ کسی بھی مذہب کے حامل ہندوستانی کو چاہیے کہ ان کے
اس کردار ہی نے ایک طرف مسلم حکمرانی کا خاتمہ کیا اور دوسری طرف ہندوستان کو غیروں کا
محکوم بنایا۔ اور شیر اقبال صرب المثل بن گیا۔

(۲۰۵) جعفر از بنگال : میر جعفر، بنگال کے صوبہ دار علی وردی خان کا بیٹا اور نواب سراج الدولہ کی
فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ بنگال کا صوبہ جس کا دار السلطنت مرشد آباد تھا محمد شاہ رنگیلہ کے عہد میں علی
وردی کے ماتحت سلطنتِ مغلیہ میں مختار ہو گیا تھا۔ ۱۷۵۶ء میں علی وردی خان کی وفات پر اس کا نوکر
سراج الدولہ تخت نشین ہوا۔ برطانوی فورٹ ولیم کو مضبوط کرنا چاہیے تھے لیکن سراج الدولہ کو یہ
منظور نہ تھا اس سے دن کے نور انگریزوں کے درمیان دن بن ہو گئی۔

بنگال میں ہندو ساہوکار اشتہار مضبوط تھے وہ بھی سراج الدولہ سے بیزار تھے
اور اس کی افواج کا سپہ سالار میر جعفر اس کی جگہ لینے کے لئے انگریزوں سے ساز باز میں معروف تھا۔ انگریزوں
نواب کے ایک مفور ناجر کو بھی پناہ دے دی اور نواب کے ملائے کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نواب کی رگ عزیزت
پھٹکی اور قاسم بازرگ انگریز کو بھی پر قبضہ کر لیا۔ جس سے یہ افواہ عام ہو گئی کہ نواب نے اشتہارِ ظلم
سے عام لے کر ۱۷۶۲ء انگریزوں کو ایک تنگ و تاریک کونڈری میں بند کر دیا اور ۱۲۳۰ افراد دم گھٹ کر
نس بلیک ہول، میں مر گئے۔ چنانچہ ابھی ابھی ہندوستان آنے والے کلاٹون نے امیر ابیروائسی
کو لے کر کلکتہ پر فاتحانہ حملہ کیا۔ نواب بوگھلا گیا۔ کمپنی کو عام حقوق درپس کرنے کے علاوہ نقصان
کی تلافی کا بھی وعدہ کر لیا۔

کلامِ نواب بھی صلح کے بابود و الیسویں ساز باز میں معروف تھا اور میر جعفر کے ساتھ
انگریز میں بھاؤ ڈھپا رہے تھے۔ اور یہ سورا بھی عجیب تھا۔ میر جعفر نواب بننے یا بنائے جانے کے
عض نندرم، سرکات اور اپنے اخراجات پر انگریزوں کی فوج اپنی حفاظت کے لئے رکھنے پر
راضی ہو گیا۔ ایک بنگالی بااثر تاجر اوماچند یا اسی چوندے بھی کلاٹون سے خفیہ سودا بازی کر کے تلوں
پر کمر کس لی۔ آخر یہ تعداد ۱۰۰۰۰ پہنچا رہی تھی۔ مگر اسی چند تو سازش میں شریک ہو گیا۔

مازس مکمل ہو گئی تو کلاٹون نے سراج الدولہ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں سابقہ خلاف

سے بھرنے اور فرانسیس سٹ سز باز کا الزام لگایا، اور جواب کا انتظار کئے بغیر تین ہزار کے گنگ بھگت سپاہیوں کے ساتھ کلکتہ سے ۷۰ میل دور پلاسی پہنچ گیا جہاں نواب سر اسرار الدولہ پچاس ہزار پیادہ لہہ اٹھارہ ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ پہلے سے خیمہ زن تھا۔ کھلاؤ پہلے تو کچھ جھجکا لیکن یرجفر کی طرف سے المیناں حاصل ہوجانے بعد فیصلہ کن جنگ شروع کر دی۔ تقریباً ۷۰ فرانسیسوں بھی نواب کا ساتھ دیا لیکن یرجفر کے کھلاؤ سے مل جاتے۔ ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو تاریخ نے وہ شکست نواب بنگال کے نام لکھ دی جس کی سیما ہی ۱۸۵۷ء میں پورے ہندوستان کے مقدر پر پھیل گئی۔ ۱۷۶۲ء میں بکسری شکست نے بنگال، بہار، اڑیسہ کی دہلائی کمپنی کو دلا دی اور اس طرح سارے بنگال پر انگریزی اقتدار کا پرچم اُڑ گیا۔ بھونڈ بکسری شاہ عالم شہنشاہ ہند کی اُمر لگایا تھا۔ ۱۷۵۷ء میں یرجفر کو نواب بنایا گیا۔ ۱۷۵۹ء میں اس نے خذ خذاری کے لے و ڈیج کوؤں سے سز باز کی لیکن کھلاؤ کے ناموں شکست کھائی۔ اس کے داماد یرجفر کو نواب بنایا گیا ۱۷۶۳ء میں دوبارہ یرجفر نواب ہوا لیکن ۱۷۶۵ء میں مر گیا۔ صرف دو برس کی نوابی اور وہ بھی بے اختیار کی خاطر قوم سیج دی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ سر اسرار الدولہ نے ۱۷۵۷ء میں

صداق از دکن :

میر صادق کی داستانِ حیات کا معاملہ اول دآخر میں کہتے کتاب افتاد است کا سا ہے۔ نواب حیدر علی والی میسور کا کونوال بننے سے پہلے وہ کیاں سے آیا کوئی نہیں جانتا سلطان شیپو کی شہادت کے بعد وہ کہاں گیا خلت فیہ ہے کہیے بتوں مارا گیا اور وہیں دفن ہوا کسی کے بقول وہ نواب کی جنوفاں کی قیام کمیشن کا رکن مقرر ہوا تھا۔ یعنی مارا نہ گیا تھا۔ تو پھر وہ کمیشن کا رکن — ذرہ دگر مقرر ہو گیا کسی کو اس کا علم نہیں۔ خود بگھوڑی کو بھی، اس کا مارا جانا تسلیم نہیں لیکن اس سوال کا جواب تو بھی نہ دے سکے ۱۷۵۷ء

نواب حیدر علی سے میسور کی دو جنگیں لڑنے والے سازش کا جال بچھانے میں مصروف تھے ہی خود۔ میر نظام علی خان اور میر عالم خان بھی حیدر علی اور شیپو سلطان کی جان لینے کے درپے تھے۔ میسور کے اقتدار کے خاتمے بغیر نہیں حیدر آباد۔ دکن کی سلطنت کا قیام ناممکن نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے میر صادق کو اور اس کے ذریعے دوسرے امراء و وزراء کو ساتھ ملا دیا۔ اب میسور کی ایک ایک بات حیدر آباد، ارکاٹ، مدراس اور کلکتہ پہنچ جاتی تھی۔ سارے جنگی نقشے قبل از وقت انشاء ہوجاتے سے میسور کی چاروں لڑائیاں سلطان کے خلاف گیتی۔ ولزے نے سب سڑے لڑی قانون کو تمام ریاستوں پر پیش کیا لیکن شیپو سلطان نے مسترد کر دیا ۱۷۵۷ء

سرنگا پٹم کی لڑائی میں جب شیپو سلطان مرنے مارنے پر تیار ہو کر حمل سے نکلے تو میر صادق نے اپنی اصلیت چھپاتے بغیر دایسی کے غام دروازے، انگرادیشیے اور اٹشی کی لڑائی دی پر شیپو سلطان تین طرف سے توہر ہو کر کھید ہو گیا۔ مور لینڈ اور چٹربھی تسلیم کرتے ہیں کہ سلطان ۱۷۵۷ء ہندوستان سے یزوں کی حکومت کا خاتمہ اور انگریزوں کو کمال باہر کرنا چاہتا تھا لہذا سچ ۵۶ شیپو پورہ دین فرشتہ

۱۷۵۷ء نیوولڈن تاریخ ہندوستان ص ۲۱۸، تلیمات اقبال - مابعد ۵۵ - نامک ۵۰ ۱۷۵۷ء الفنا ص ۲۷۷
۱۷۵۷ء، ۱۷۵۷ء تلیمات اقبال - مابعد ۵۸ - نامک ۵۸۳، بحوالہ تاریخ سلطنت خداداد، خود بگھوڑی بگھوڑی ۱۹۳۲ء، خند تاریخ ہندوستان
(انگریزی) در بڈلہ چٹربھی، مشاہیر اعظم دکن ص ۷۷

۱۰۷۸

شعر نمبر ۱۲۴۰ = علامہ نے جہاں یہ دعویٰ کیا کہ توحید لا الہ الا اللہ میں ہے چارے آسمانیں سنا نام رکھیں ہمارا
وہاں اس نے یہ وضاحت بھی کی کہ اس کا مقصد توحید، ایک ایسی تہذیب فرہم کرتا ہے جس کے اوصاف اپنی نوع انسان
کی فطری آزادی کو تحفظ فرہم کرتے ہیں۔ انہوں نے سید محمد سعید الدین جعفری کے نام (جو جعفری کے رائے کے لئے لکھے گئے) سے
جمع تھیں، بے شمار برپا ہیں۔ اور ان کے لئے ڈاکٹر محمد نجیب الدین (پیشوا)۔ اپنے مکتوب ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء میں لکھا

”مسلم ایک قوم ہے نوع انسان کے اتحاد کی طرف۔ یہ ایک سوئس نظام ہے جو حریت و مساوات
کے تقاضوں پر گھرا ہے۔ پس جو کچھ میں اسلام کے متعلق لکھا ہوں اس سے بری
غرض ضرورت ہے نوع انسان ہے اور کچھ نہیں۔ برے نزدیک عملی نقطہ خیال سے

صرف اسلام ہی Humanitarian Ideal کو Achieve کرنے کا دارگر

ذریعہ ہے۔ باقی ذرائع نفس و فلفہ ہیں خوش ناخود ہیں مگر ناقابل عمل“ ۱۰۷۹

خطبہ الہ آباد ۲۹ دسمبر ۱۹۶۰ء میں یہ مدعا کیا کہ اسلام التقدير ہے جو تمام تقدیرات کی جامع ہے اور کسی
تقدیر کو اس سے غلط نہیں (اس لئے اسے کسی اور تقدیر کے حوالے نہیں کیا جاسکتا)۔

”Islam is in itself Destiny and will not suffer
a destiny.“ ۱۰۸۰

اس کی وضاحت مزید ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو سر ڈینیئل سن راس سے دوران گفتگو فرمائی۔

”اسلام ڈاک میٹک (Dogmatic) مذہب نہیں ہے۔ اس کا منہا ہے عقود

یہ ہے کہ نوع انسان ایک گھرا نا اور ایک خاندان بن جائے [برادری اور برابری

نہ کہ برادری میں برابری۔ شاعر]۔ شعراء اور فلسفی اس اتحاد نوع انسان کی کئی کئی

خواب دیکھتے رہے۔ لیکن اسلام نے اس تصور کے حصول کے لئے ایک عملی حکم

پیش کر دی کہ از کم دنیا کے اسلام (جو گونا گوں قوموں اور ملتوں کا مرکب ہے) ایک

نسل اور قوم کے امتیازات کو بالکل فنا کر چکی ہے۔ اور دنیا میں اسلام کے سوا

کوئی اور ایسا طریق نہیں جس پر کاربند ہو کر یہ امتیازات مٹ سکیں۔ (اسلام

نے جو خلائق، ارکان یا طریق عبادات مقرر کئے ہیں ان سب کا مدعا یہ

ہے کہ انسان مکتوب کو رنگ نسل اور قوم کے امتیازات سے پاک کرے“ ۱۰۸۱

نہی نوع انسان کو رنگ نسل قوم کے دیگر تمام امتیازات مادی سے پاک کرے روحانی عقیدہ توحید، میں جمع کر دینے سے بڑھ
کرنیات کا۔ اور کون سا راستہ ہو سکتا ہے؟۔ یہی تو حقیقی لذت حیات ہے۔

شعر نمبر ۱۲۴۲ : علامہ نے ترائیہ تہذیب (ستمبر ۱۹۶۰ء) میں ہندوستان کو یہ خراج پیش کیا

۱۰۷۸ استیات اقبال اردو ص ۱۵۹ (بابت خدا، ترانہ ملی) ۱۰۷۹ خطوط اقبال ص ۱۶۶۔ رشیہ الدین دانشی مکتبہ خیابانی لاہور پاکستان

۱۰۸۰ Thoughts and Reflections of Iqbal, P. 165 S. A. Wahid, Shaukat, M. Ashraf
Lahore May 1964

۱۰۸۱ گفتار اقبال ص ۲۳۵۔ توفیق الرحمن۔ دران تحقیقات پاکستان۔ دارالکتاب لاہور۔ طبع سوم ستمبر ۱۹۸۶

یونان و مصر در مناسب مٹ گئے جہاں سے اب تک مغرب باقی نام و نشان ہمارا
کہہ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں، ہماری صدیوں رہا ہے دشمن دورِ ناز ہمارا ۱۰۸۲ء

۱۰۸۲ء قیامت کی لہر آگئی، اور جس کی برابر میں کے تذکرے آسمانوں میں ہیں، جہاں پر عمل
اپنے مقصد کے برعکس نتائج دکھانا ہے اور غلطی کی رات گہری سے گہری ہوتی جاتی ہے۔ وہ نورِ سرور اور
اور سلطان شیعوں کی موت ہی کا نتیجہ تو ہے۔ جو از دین پیمہ ارواحِ زشت یعنی جعفر و صادق،
بطورِ شخص اور آگے چل کر بطورِ عظمت، کے کردار پر کاوش ہے۔ اور خود ان کا حال...

۲۰۶ قلزمِ خویش

آنچہ دیدم می نگیند دریاں تن ز سہمش بے خبر گردو زجاں
من چہ دیدم؟ قلزمِ دیدم زخوں قلزمِ طوفانِ بہروں طوفانِ دروں
در ہوا ماراں چو در تلزمِ نہنگ لعلیہ شبِ گوں بال و پیریاں رنگ
موجہا و ریزہ مانند پلنگ! از تہیش مودہ بر ساحلِ نہنگ
بمحر ساحل را اہل یکدم ندو ہر زماں کہ پارِ دُخوں فتاد
موجِ دُخوں با موجِ دُخوں اندر تیز در میانِش زورِ قے درافت و حیز

اندر آں زورِ قے دو مرد زور و رو
زور و رو، عیاں ہوں، آشفتہ ہو

حواشی و تعلیقات :

۲۰۶ قلزم : سمندر اور چاہو بیار آب کو کہتے ہیں، بحیرہ احمد کا دوسرا نام قلزم
ہے۔ ادبی روایت میں کبھی اس سے مطلق سمندر مراد لیتے ہیں۔ کبھی چاہو بیار آب
لیکن جغرافیہ کی اصطلاح میں یہ بحیرہ احمد ہے۔ اور شاید احمدی کے
حوالے سے علامہ نے زحل کے اس سمندر خیالی کو قلزمِ خویش نام
دیا۔ حضرت حوسنیؑ نے اپنی قوم سمیت یہی قلزم عبور کیا تھا۔ لہذا فرمائی
اور آری فرمون اسی میں غرق ہوئے یعنی منسرب نے غلطی سے اس نیل کو دیا
یہ منظر علامہ کی محاکات اور وصف نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔ "اندر باقی مردم کہتے ہیں" قلزمِ خویش ایک ہولناک
نام ہے جو شاعر کی قوتِ منظر کشی کا ایک جلیا جلیا ثبوت ہے۔ اس منظر کو مصور کیسے پیش کر سکے گا؟ ۱۰۸۲ء شاعر نے نظر کا گمانا ہ۔

۱۰۸۲ء کلیاتِ اقبال اردو حصہ ۸۳ (بائیں در: تیرہ سہری) ۱۰۸۳ء تعلیماتِ اقبال جلد ۱۲ - الفنا -

۱۰۸۴ء جادید نامہ : تحقیق و ترجیح - ڈاکٹر فرید الدین - ۱۰۸۴ء - الفنا -

کعبہ : پھن - [ضغٹ سارہ] - زورق : کشتی : قاتل : قارب [ضغٹ سارہ] -

آشکارا می شود روح بندو تن
 اس حال شوق گشت حورے پاک زار
 پروردہ را از چہرہ خود بر کشاد
 در و چشم او سرور لایزال
 حلقہ در ہر سبک تر از سحاب
 تار و پودش از رگ برگ گلاب
 با چمنیں خوبی نصیبش طوق و بند
 بر لب او نالہ ماتے درو مند
 گفت رومی روح بندست این نگر
 از فغانش سوز را اندر جگر

حواشی و تعلیقات : جن حقیقتیں اور ماہرین اقبالیات کا یہ خیال ہے۔ [اور ان میں قوم ہرست اور
 نیر قوم ہرست - ایک برابر ہیں] کہ - ترانہ ہندی - اور نیا شوالہ میں تو کلمہ ہندی میں ہم وطن ہے ہندوستان
 ہمارا - خاک وطن کا بھوکہ پر زور دیتا ہے - لیکن - ترانہ ملتی کے بعد اس وطن کو کسی سے دست ہوار
 ہو کر - ملت میں گم ہو گیا - کسی نے اس پر صدمہ ظاہر کیا کسی کو خوشی ہوئی اور کسی نے اسکی ذہنی لڑکتا کا فائدہ خود
 اپنے نیت بدلنے نظر پائی غالب کے لئے ڈھال کے طور پر گھڑ لیا - اقبال نے - ترانہ ہندی میں - جو
 بات - روش معدا کی دست برد سے ہند کے بچاؤ کی - بیان کی - ترانہ ملی میں اسے توحید کہا - یعنی
 اسی توحید کا مظہر شہود و حوت اور اتحاد - علامہ نے نظم آفتاب [ترجمہ گاتری] کے
 شذرہ میں ہندو مت کو اصل توحید ہرست ثابت کیا تھا - تاکہ تَعَالَوُا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ [ان مکررنا]
 کی ربانی آواز اور مثنوی درجہ آغاز ہو خطبہ الہ آباد میں انہوں نے واضح کیا - " ہندوستان کی سیاسی غلامی تمام ایشیائے
 لئے لاشعاری مصائب کا سرچشمہ ہے - اس نے مشرق کی روح کو کھپ ڈال دیا ہے اور اسے زہار ذرات کی رس صیرت
 سے محروم کر دیا ہے جس کی بدولت کہیں اس میں ایک بلند اور شان دار تمدن پیدا ہوا تھا - ہم پر ایک
 فرض ہندوستان کی طرف سے عائد ہوتا ہے جو ہمارا وطن ہے اور جس میں ہم نے جینا اور مرنا ہے اور فرض ایشیا
 بالخصوص اسلامی ایشیائی جانب سے - - - " ۱۰۸۵ء

۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء کے ایک بیان میں کہا

" ہماری اپنی پرورشین واضح ہے - مسلمان ہندو جوں اپنے قومی تحفظ کے لئے کوششیں دیکھیں وہ ملک

کی آئینی ترقی کے بھی دل سے خواہش مند ہیں " ۱۰۸۵ء

جاوید نامہ کے زیر نظر جمعہ میں ہندوستان کو حورے پاک زار، کہہ کر اسی کی غلامی پر صدمہ ظاہر
 کرتے ہیں - مرتے دم تک جو تجاویز انہوں نے دیں - انہیں ہندوستان کے دکھوں کا علاج بتایا -

۱۰۸۵ء حرف اقبال ص ۹۹ لطیف امدان شروانی - علامہ اقبال لوہن ٹیوٹری - رسلہ آباد - رسالت لکھنؤ ۱۹۸۴ء

۱۰۸۶ء ایفا - ص ۳۶۸

روح ہندوستان نالہ و فریاد می کند

۱۲۵۷- شمع جاں افسردہ زناؤں میں ہند
مرد کے ناخسرم از اسرار خویش
ہندیاں بیگناہ از ناموس ہند
ز ختمہ خود کم زند بہتر از خویش
از شیش افسردہ می سوزد و جگر
نالہ ہائے نارسانے میں از دوست
۱۲۶۱- خویشتن را از خودی پرورنتہ
از رسوم کہنتہ زنداں ساجنتہ
آدمیت از وجودش در ہند
عصر نو از پاپ و نا پاکش نشند

حواشی و تعلیقات :

شعر نمبر ۱۲۵۷ الحظہ جو سرزمین، مہرور و ماکے مقابلے میں آئے دن کی پریشوں اور
شورشوں کے درمیان زندہ و سر بلند رہی۔ جس کا تہذیب قدیم تر
اور حسین تر سمجھی گئی۔ وہ ایک طرف غلامی کے غرابے گزر رہی ہے اور دوسری طرف اُس کے
باسی، باہمی سر بھٹول سے خود کو کمزور اور اپنے دشمن آفا کر مضبوط کرنے میں
مہربان ہیں۔ غلام نے بھی تو اپنے دکھ کا انبار اس طرح کیا۔
کب زبان لھوئی ہماری لذت گفتار نے چھوٹک ڈالا جب چین کو آتش پھارنے ۱۰۸۷
کبھی موجب و ماحصل کی طرح "وصل فراق انگیز" کی شکایت کی۔
لذتِ قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہے اس وقت لذتِ وجہ و ماحصل سے گھبراتا ہوا ۱۰۸۸
کبھی صل کر چلا اٹھتے ہیں۔

نشانِ برگ گل تک بھی نہ چھوڑاں پانی میں
تیری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں
اور کبھی انتہائی درد مندی سے متنبہ کرتے ہیں

نہ سمجھو گے قومِ جلاوٹ کے پند و نساں دلو

مبارک داستان تک بھی نہ ہوگی داستان میں ۱۰۸۹

کبھی مخالف فریق سے مخاطب ہوتے ہیں

یشتِ پابِ بر ملک آبا و اجداد

۱۷ امانت دار تہذیب میں

کوثرِ ہم سرمایہ جمعیت است

گزشتہ جمیع حیاتِ ملت است

در خورِ طوفِ حسرتِ دل نہ ۱۰۸۹

تو کہ ہم در مافری کا ملی نہ

کبھی انہوں کی فرقہ پرستی کی پرتشدد مزہدیت کے ساتھ 'ہندو کاٹھولس' سے قلبی لگاؤ کا مظاہرہ کرتے ہیں تو تسلیم و اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ

ساندھ ایم از جابرہ تسلیم دور تو ز آزر من ز ابرہیم دور ۱۰۹۰

اور یہ سب کچھ اسی خواہش کے تحت ہو رہا ہے کہ ہندوستان 'عصر جدید کے انسانی تقاضوں سے ہم آہنگ' نگر ذاتی شخصیات کی امین و محافظ دینا بنایا جائے

از گلی حوڑا دے تیر کن ہیر آدم عالمی تیر کن ۱۰۹۱

کبھی - ماہی کی تلکیوں میں جیسے کی بجائے عصر وجود کی زیر نگیوں کا اندازہ کر کے متحد ہونے کا درس دیتے ہیں -

قفس میں اے ہم صفا لگلی شکایتوں کی حکایتیں کیا

خزاں کا دورہ ہے اب چمن میں نہ تو رہا ہے نہ ہم ہے ۱۰۹۲

اور یہی کچھ نشر کے اس شہ پارہ کا پتھر ہے - ایک ہیرامیدی - جو کبھی پوری نہ ہوئی -

'' اگر سیاسی اختلاف ہے تو میں کہوں گا دونوں کی حالت قابلِ رحم ہے

اب آہستہ آہستہ دونوں [مسلمانوں اور ہندوؤں] کو مسلم ہونے لگا

ہے کہ اختلاف کی تہ میں پولیٹیکل وجہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے

جیسا جیسا ہندو مسلمان ملک کی حیثیت کو سمجھیں گے - زیادہ سے زیادہ

ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے ' ۱۰۹۳

کلیں ہر خواہش نام کام، ہر کوشش بے سود، کہ ہندیاں بیگانہ از ناموں ہند، نامم اسلوفری
باک و نایاک؟ اچھوت و پیراھوت کی تفریق کے پرانے امیر، عصر نو کو بھی نملگین و خواہر
[نشر شد] کرنے میں مصروف ہیں شعبر ۱۲۶۱ - رحانی طور پر ہم بن تخیلات اور احساسات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے
ہیں جو ہم نے بھی صدیوں کے دوران میں اپنے گرد لپیٹ لی ہیں (ان قبائل ۶۵)

۱۲۶۳ - بگنڈر از فقرے کے عسریانی وید اے خنک فقرے کے سلطان وید

۱۲۶۴ - الحذر از جبر و ہم از خوشے صبر جابر و مجبور از ہر است جبر

ایں بہ صبر یہیمے خوگر شود اں بہ جبر یہیمے خوگر شود

۱۱۶۶ - ہر دور از فوق ستم گرد و فزون

ورود من یالیت قومی یعلون

حواشی و تعلیقات : فقر : ایک وہ فقر ہے جو عربانی سے بڑھ کر کوئی راست نہیں بخشتا اور
سوال دہیہ کا خوگر بنا کر خطا کی موت کا باعث بنتا ہے - ایک فقر وہ ہے جو شرک عطا کرتا دینا

کی بجائے تسخیر فطرت کی راہ دکھانا ہے کہ لقمہ و فرزند و مروت، غنائے نفس سے ممتاز ہو۔ یہ فقر غنی کرتا ہے۔ دشتی کے فاقوں اور عمر فاروقؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے فاقوں کا یہی فرق ہے جو فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز رہنے نہیں دیتا۔

آک فقر سے قوموں میں سکینی و دلگیری اک فقر سے ملتی ہے خاصیتِ اکیبری
اک فقر سے شیریں، اس فقر میں شیریں میراثِ مسلمانی، سرمائے شیریں ۱۰۹۲ء

میں ایسے فقر سے پہل حلقہ باز آیا تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری
کمالِ ترک نہیں اب غل سے ہجوری کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و لوری ۱۰۹۵ء

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقراؤں جو جس کی فقری میں پوئے رسدِ الہی ۱۰۹۱ء
اک فقر دکھاتا ہے صیاد کو گنجیری اک فقر سے کھلتے ہیں دربارِ جاگیر ۱۰۹۷ء

سکون پرستی راہ ہے فقر ہے بیزار فقر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی ۱۰۹۸ء
حکمتِ دین دل دوازی دے فقر قوتِ دین بے نیازی دے فقر ۱۰۹۹ء

ہمت ہو اگر تو دھندلے فقر جس فقر کی لہلہ ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا اللہ کی شان بے نیازی ۲۰۰۰ء

فقر جوں غمراں شود زیرِ سپہر

از نہیب او بلرزد ماد و مہر ۲۰۰۱ء
یعنی، فقر غمراں کا نام نہیں، یہ زمانہ ستیزی کا معلوم ہے۔ صاحبِ فقر، صرف اپنی ذات کو کٹا فقر
سے پاک نہیں کرتا بلکہ ایجاباً اپنے زمانے سے منکرت لیتا ہے ۲۰۰۲ء

صبر: یہ وہ صبر نہیں جسے جیل کہا گیا اور استقامت کے معنی دیتا ہے۔ یہ وہ صبر ہے جو بقول مرزا احمد ایک طرح کی سیاسی اور نفسیاتی فعالیت ہے جس کی وجہ سے ظلم سینے میں نفسیاتی طور پر مزہ آنے لگتا ہے (یوں) صبر ایک طرح کا سیاسی و فنیون بن جاتا ہے ۲۰۰۳ء۔ بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر سے ظلم سے نکالنے جانے کا واقعہ معلوم مام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیر نگرانی ایمن من و سلوی ملتا تھا۔ لیکن جب ایمنی قوی بی لیتی پر چڑھائی

۱۰۹۲ء حکایاتِ اقبال اردو ص ۵۵۲ [بالِ جیل] ۱۰۹۵ء البقا ص ۳۳۳ (بالِ جیل) - ۱۰۹۶ء البقا ص ۳۳۴ (البقا)
۱۰۹۷ء البقا ص ۵۵۲ (البقا) ۱۰۹۸ء البقا ص ۵۱۲ (ترجمہ: بقدرِ ایمنی) ۱۰۹۹ء طبقاتِ فارسی ص ۸۱۴ (پیشوا بزرگ)
۲۰۰۰ء طبقاتِ اقبال اردو ص ۵۵۱/۵۵۲ (ترجمہ: جدید ص ۳۵) ۲۰۰۱ء طبقاتِ فارسی ص ۸۱۸ (پیشوا بزرگ)
۲۰۰۲ء طبقاتِ اقبال - عابد ص ۳۲۷ - البقا - ۲۰۰۳ء اقبال - نئی تشکیل ص ۷۷ - ناج آفرین کرلی -

سے اسے راڈی ملتی ہے تو یہ مدسٹرن میں اپنا آشیانہ بنالیتی ہے۔ غداری کا ہر روپ، ہر صورت جعفر کا نیاروپ، جعفر کا بہروپ،

شعر نمبر ۱۱۶۱ - غنتری: جس طرح اسد اللہ علیٰ حق کی خاطر جہاد اور بہادری کی علامت ہے اور حیدری کہلاتی ہے اسی طرح غنتری حق کی مخالفت کی علامت ہے۔ غنتری - خیر کے ایک مشعل یہو کی قلعہ دار کا نام تھا جو مرقب کی طرح جنگ جو کا فر تھا۔ حیدری: علامت ہے جہاد فی سبیل اللہ کی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب ہے حیدرآباد کے لئے ملا نظیر علی قلعہ نمبر ۱۳۲ -

شعر نمبر ۱۱۶۲ - وطن معبود: ہر او ہے مغربی نظریہ وطنیت سے۔ جسے علامہ اللہ کی جگہ معبود بناتے سے تعبیر کرتے ہیں یا رسول کی بجائے وطن کو مرکز ملت بنانا بتاتے ہیں سید حسین احمد دینی سے دین و وطن کی بحث میں انہوں نے اسے قادیانی افکار کے تنسیع کا الزام بھی دیا تھا علامہ ہاشمیؒ بڑھ کے خیر سے یہ موددین و وطن اس زمانے میں کوئی حیدرآباد بھی ہے۔

تاکجا آذرین دین و وطن جویر جاں پر مقدم ہے بدن ۲۰۰۸

۱۳۱ ملت در وطن دیون کہ چہ یار و آب و گل پرستیدن کہ چہ ۲۰۰۹

قلب ما از ہندو نام و نام نہایت مرز و بوم او مجسم اسلام نہایت ۲۰۱۰

عندہ قومیت مسلم کشود از وطن آتائے کا ہجرت نمود ۲۰۱۱

آنجہاں قطع اذیت کر رہ اند بروطن تعمیر ملت کردہ اند

تا وطن را شمع منفل ساختند نوع الناس را قبائل ساختند ۲۰۱۲

علامہ کی نظم وطنیت [یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور]۔

اس دور میں ے اور ے جام اور ے جم اور باقی نے بنا کی روش لطف و کرم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا جسم اور تہذیب کے آزر نے ترشوائے صہم اور

ان تازہ خدائوں میں بڑا ہے وطن ہے

جو پیر ہیں اس کا ہے وہ ملت کا لہن ۲۰۱۳ یہ مدرس چار بنیوں پر مشتمل ہے

اور انتہائی مدلل و موثر نظم ہے۔ کھ رے مصطفوی خاک میں رس نبت کو ملا دے۔

۲۰۰۵ تبلیغات اقبال ماہد ۵۶ ۲۰۰۶ خطبات اقبال - فقیر انور اوردی ص ۴۲ ۲۰۰۷ خطبات اقبال اردو (۲۵۲ جلد) ۲۰۰۸ البقا ص ۴۲۸ (البقا) ۲۰۰۹ خطبات اقبال فارسی ص ۱۱۲ (رمز ہے فدائی) ۲۰۱۰ البقا ص ۱۱۲ - ۲۰۱۱ البقا ص ۱۱۲ ۲۰۱۲ البقا ص ۱۱۵ ۲۰۱۳ خطبات اقبال اردو ص ۱۶۰ (باندہ در)

یہاں کہیں کوئی ملت نفاق کا شکار ہے، حالت کے ساتھ روپ بدلنے والے جعفر ہی اس کا سبب ہیں۔ عظیم فر
کا جعفر تسلیم کیا پرست ہو یا وطن پرست ایک ہے۔ اور اگر کوئی جگر کا ٹرنے کیلئے روپ ہی روپ ہو گیا ہو تو وہیں ظاہر ہو
یہ — ان جعفروں ہے اللہ کی پناہ۔

۱۱۶۹- نے عدم مارا پذیرنے وجود
تا لکڑ شیتیم از جهان شرق و غرب
یک شرر بر صادق و جعفر نژد
وائے ازب مہری بود و نبود
بر در دوزخ شدم از در دو کرب
بر سر یا مشیت خاکستر نژد

گفت دوزخ را حق و خائیاک به
شعله من زین دوزخ را پاپ به

۱/۸۴ - آنسوئے نہ آسمانِ رقتیم ما
گفت جلا سترے زاسر زمین است
جان زشتے گرچہ شیرِ بادو جو
پیشِ مرگ ناگہاں رقتیم ما
حفظ جان و ہدم تن کارِ من است
اے کہ از من ہدم جاں خواہی برو

ایں چہنیں کارے خنی آید ز مرگ
جانِ خدا رب نیاساید ز مرگ

اے ہوائے تمنا اے دریاے قوس
اے نجوم اے ماہتاب اے آفتاب
اے بتان ابیہن اے سروان عزب
اے زمیں اے آسمان نیلگوں
اے قلم اے لوح محفوظ کتاب
اے جہانے در بقل بے حرب و ضرب

۱۱۹۰ - این جہاں ہے ابرار ہے انتہاست
بندۂ غدار را مولا ، کجاست ؟

ناگہاں ابد صدارت ہو لیا کسب
ربط اقلیم بدن از ہم کیسخت
سینہ صحرادر وریا چاک چاک
وہبدم کہ پارہ برکہ پارہ رحمت
انہدام سالے ہے بانگِ صحر
اشیاء بستند اندر خبر خون
موجہا پُر شور و از خود رفته تر
غرق خون گردید اُس کوہ و کمر

آئینہ برپیدا و ناپید گذشت
خیل انجم دیدوب ہر را گذشت

حواشی و تعلیقات : وجود و عدم : مد نظر ہفتیہ نمبر ۱۶ ، شیعہ نمبر ۵
شعر نمبر ۱۱۸۵ - حفظ جان و ہر دم تن کا رمن است :

فرشتہ موت کا جھوٹا ہے گویا تیرا ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے ۲۰۱۵
کہ جانے کہ بخشند دیگر نگیرند ۲۰۱۶

ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ موت زندگی کا بہترین محافظ ہے - زندگی جان کا نام ہے روح کا نام ہے - موت جب ربی حفاظت لٹا لیتی ہے طیب پاگل ہو جاتا ہے -
یہ منظر جتنا ہولناک ہے اسی قدر تخیل کا بندی دور فکر کی گہرائی و گیرائی کا حامل ہے -

شعر نمبر ۱۱۹۰ : بندۂ غدار را مولا کجاست : یہ بند ٹیڑھ کر سورۃ القیامہ کی وہ آیات یاد آئیں جو موت کے وقت کا وہ مایوس کن منظر پیش کرتی ہیں کہ بدن کے روٹ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں - سَکَلًا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۝ وَ قِیلَ مَنْ تَرَّاقِیَ ۝ ۲۰۱۶ ۱۵ : اُن ! اُن ! جب جن گٹے کو پیچ ملے گی اور کہیں گے ہے کوئی جو جھاڑ پھونک کرے [بچائے] - کون ہے ، جو جھاڑ پھونک کرے [بچائے] یعنی کہ ہے مکر لپ ساقی یہ صلا میرے بعد والد منظر -
ہے کوئی بچائے والد - مایوسی کے عالم میں - کون ہے کوئی نہیں جو بچائے - یہی عالم غداروں کا ہے کہ وہ - ہوائے تند و تیز ، دریائے خون ، آسمان نیلگوں ، نجوم و اسباب و آفتاب ، علم ، لوح محفوظ ، کتاب ، بیانِ ابریض ، گردانِ مغرب - کو مدد کے لئے پکارتے ہیں - مگر اللہ کو آواز دینے کی ہوش نہیں - وہاں غداروں کا مولا کہاں ہے ؟ کوئی نہیں - کیہ ر وہ جاتے ہیں -

۲۰۱۵ : کلمات اقبال اردو ۵۲ [مغربِ سلیم : موت] ۲۰۱۶ : کلمات اقبال نالی ص ۵۸ [زبوریم : ۵۸] -
۲۰۱۶ : القیامہ : ۲۶ ، ۲۷

باب ہشتم — السوء افلاک

ص ۲۱۴ تا ۲۲۳

مقام حکیم المالوی لکھنؤ

حرکت بخت الفردوس

قصر شرف النساء

زبیرت امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی و ملا طاهر غنی

در حضور شاہ ہمدان

صحبت با شاہ ہمدانی برتری ہری

حرکت بہ کاخ سلاطین مشرق (نادر، ابدالی، سلطان شہید)
موجودار می شود روح نادر و سلوی و غزنی ستانہ سر اٹھیدہ
غائب می شود

پیغام سلطان شہید بہ رود کاویری
[حقیقت حیات و مرگ و شہادت]

زندہ رود رخصتی می شود از فردوس بریں و لقاءت تواریں بہشتی
غزل زندہ رود

حضور

ندائے جمال
افتادن تجلی جلال

(۷۰۷)
مقام حکیم المانوی لفظہ

(۲۰۸) کجا استینہ بود و نبود
بر کجا مرگ خورد پیغام از بسیت
بر کجا مانند باد از ازاں حیات
چشم من صد عالم شش روزہ دید
۱۲۰۰ - ہر جہاں را ماہ و پروینے دیگر
وقت ہر عالم رواں مانند زو
سال ما این جامعے اں جاوے

کس نہ اندر ستر این چرخ کہود
لے خوش آن مروے کہ داندر گنجیت
بے ثبات و با تمنائے ثبات
تا حد این کائنات آمد پذیر
زندگی را رسم و آئینے دیگر
و میرا ز این جا و آن جا پذیر
بیش این عالم باں عالم کے

۱۲۰۲ - عقل ما اندر جہاں دو فنون

در جہاں دیگر تو روز ہوں

بر تغور این جہاں چون و چہند
ویدہ او از عقاباں تیز تر
و سبدم سوز درون او فزود
۱۲۰۸ - "نہ جبریلے نہ فردوس نہ جبریلے نہ خداوند
لین خاک کے کہ می سوزد ز جان آرزو مند"

بود مرد با صدلے درو مند
طلعت او شاد سوز جگر
بر لبش بیتے کہ صد بارش سرود

تواشی و تلیقات (۲۰۹) فرید ترک نمیشے - انیسویں صدی کا انتہائی صبا اثر مکتبہ -
۱۵ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو روکن (Rocken) کے (نہا) ہر ایک پادری کے گھر میں ہوا ۱۸۷۷ء میں ترک پولش کیا
اور بون (Bonn) یونیورسٹی میں دنیاویات اور لسانیات کے خصوصی مطالعہ کے لئے داخلہ لیا۔ سال ۱۸۷۸ء
دنیاویات کو چھوڑ دیا اور کھربلقہ میں دلچسپی دنیا شروع کر دی۔ اس عرصہ میں فرید ترک نمیشے
کا دنیاوی نوعی بددعایت نہادہ طلبہ کے گھروں کے سامنے بائبل کی تلاوت کرتا تو وقت طاری
ہو جاتی لیکن رستخارہ سا کی ٹمریں مذہب اور اہل مذہب سے اس کے ذہنی و قلبی کھاؤ
میں کمی آتی گئی - ۱۸۷۹ء میں ڈبل (Basal) سوشل سائنس کی یونیورسٹی میں لسانیات
پر ڈسٹرکٹریوٹا - ۱۸۷۹ء میں بوجہ علالت سیکورٹس پر ۱۹۰۰ء تک نمیشے متعدد سالوں

میں مبتلا رہنے کے باوجود لاقینف و زانیف میں معروف رہا۔ خصوصاً وہ گیارہ سال جوڑس نے ایک
دورانہ دور جنوب کی حیثیت میں بسر کیے لاقینفی تخلیقی اعتبار سے اس کی زندگی کا انتہائی شہرت
دور تھا۔ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ میں انتقال ہوا اور ویمز میں مدفون ہوا۔

لاقینف

نیشے کی پہلی لاقینف آغاز المیہ *The Birth of Tragedy* ۱۸۷۲ء میں شائع
ہوئی ۱۸۸۳-۸۷ء میں بقول زرششت کے دو حصے ۱۸۹۲ء میں تیسرا حصہ شائع ہوا *Suske*
Spake Zuntusk اس کی مقبول ترین کتاب ہے۔ جو جتنی بڑھی جاتی ہے اس قدر کچی
ہیں گئی۔ اس میں نیشے کے فکر کا بھرپور نقشہ ملتا ہے اور عالمی ادب کا ایک شاہکار
گمانہ ہے۔ خیر و شر سے ماورائے *Beyond good and evil* ۱۸۸۶ء میں منظر عام پر آئی جس میں
نیشے کی فکر واضح طور پر سامنے آئی۔

ادب نیشے کی لاقینفی اور تخلیقی قوتوں کے شعرا و ارماتہ تھا کوہنہ سہگین کوہنہ
میں نیشے پر یکبارہ دیکھ گئے۔ اس سال اس نے *Anti Christ* (دجال) نامی جس میں عیسائیت
کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

اس کی یادداشتوں کا مجموعہ *Power and the Will* (اورادے برائے قدرت) اس کی موت
کے بعد ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ فلسفہ و شاعری کی آمیزش پر مشتمل چار مجموعے ان کی یاد و دراز کے
نام سے اور *Human All too Human* بشری اور نفس بشری *Human All too Human*
۱۸۷۸ء میں شائع ہوئے۔

محبت برمن نثر نگار آج تک نیشے کا نام یاد نہیں ہوا۔ اس کی شاعری بھی اثر پذیر
ہے کیونکہ اس کا اصل مقام اکبر عظیم ملحق کا نام ہے ۲۰۱۸ء
نیشے کی لاقینف فلسفیانہ ہیں لیکن ان کا مرسوم بیان خشک نہیں بلکہ خالص رویانہ اور شاعرانہ ہے
بعض مہمات اس کی تحریریں حیرانہ دلکشی پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً سنج، بالغ نظر، جدت طراز نیشے کے
بعض جملے ضرب المثل کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

” انسان ہی وہ حیوان ہے جو نہیں سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رونا بچی تو کہے گا یا
” دنیا میں صرف ایک ہی آدمی عیسائی مذہب کا پیرو تھا مگر لائونڈسٹونوں نے اسے قتل کیا اور اسے
اس نے انتہائی جرأت سے آشوب، تجسیم سنج، کفارہ کو خلاف عقل ثابت کیا اور دلائل و براہین سے
ثابت کیا کہ عیسائیت، زندگی سے ذرا ماسبق دیتی ہے۔ ” بقول زرششت ” شدت احساس
اور ضرب و جنوں کا شکار ہے۔ پڑھنے والے کو اس کی رو میں جیتے ہوئے وقت کا احساس ہی
ہیں رہتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے میں نے اپنا فلسفہ روشنائی کے بجائے خون جلکے لکھا۔“
ہرنسیر کلپے (Kulpe) اپنی لاقینف تاریخ فلسفہ یورپ میں اس طرح فراہم ہیں راجیہ۔

" لفظتہ، جبرئی سے عظیم المرتبت ماحول طرز میں سے تھا۔ اس انسانی جذبات کی عکاسی پر غرضی قدرت حاصل تھی۔ اس کی تصانیف میں عارفی، مصوری اور موسیقی ماریت ریٹز امتزاج پایا جاتا ہے وہ خود اپنی طرز نگارش کو "رقص نام" کہتا ہے۔"

نیشے نے دنیا کو حریف قرار دیا اور اسے "پیغام" یا "جہان" سے شمس و زحل صورت کے شکر لہ جبریت کے علم پر دلالت ہے۔" ۲۰۱۹ نیشے لفظتہ کی بات کرتا ہے کہیں اس کا لائٹنالی تصور "حق کی نہیں ارتعاشی ہے جس کی رہنمائی فوق البشر کی تخلیق ہے جو بقول اس کے غیر مطلق ہے۔ کہیں قبر و عقیقہ و اعتدال لہ جبر و استبداد کا مجسمہ ہے۔ وہ کہتا ہے "ضرر" یا "نامہ فوق البشر پیدا ہو"۔ نیشے کی ساری زندگی وہ ساری تصانیف کا خلاصہ ہی یہ "خود میں استبداد کے علاوہ اور کوئی حق [سمائی] نہیں" "فوق البشر کے علاوہ کوئی اور نیکی (خیر) نہیں"۔

مکملہ کتابل پر نیشے کے دستیابی حکم کمرات پڑے ہیں۔ اور اسی نے تعلیمات فارسی و اردو میں کم از کم سات بار نیشے کا نام آیا ہے۔ "کلیات اور صفت" (بال جبر) ص ۳۲۸ [الفنا: ص ۵۹] (الفنا: ص ۵۹)۔ الفنا ص ۵۹ (عرب کلیم: حکم لفظتہ)۔ "کلیات فارسی ص ۳۲۸ (پیام شرق: شوہن، مار و نیشا)۔ الفنا ص ۳۶۸ (الفنا: نیشا)۔ الفنا ص ۳۴۱ (الفنا: نیشا)۔ الفنا ص ۳۸۳ (الفنا: خرابات و نیک)۔

پروفیسر فریڈرک (۱۸۸۱-۱۹۶۵) ۱۹۰۲ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل، ۱۹۱۷ء میں ایم ڈی کالج ممبئی کے شعبہ فلسفہ کے مشیر بن گئے۔ حکایت، کلیات، مسلم لفظتہ، جیسے مجموعہ ہر کم از کم دس کتابیں ہیں۔

Modern Renaissance نامی کتابوں میں ان کی قبول کرنی کتاب سے ۲۰۲۰ء کے نام کتاب، کلیات کتابت اقبال ۲۲ ص ۶۲۶، میں ان کی کتاب، کتاب الغیر، (علیٰ رحمہ) کا ذکر کیا ہے۔

شعرات مکر اقبال ص ۹۵ (نیشے کا جنوں)۔ انیسویں صدی کی کلیات و اسلامیہ ص ۱۷۲، جبر و رجعت ادبی، ص ۲۸۳، جواہر مابعد الطبیعیات ص ۲۸۹، جواہر نظریہ ارتقاء، ص ۳۰۱، جواہر عالم و کون ص ۳۰۲، جواہر انکار خدا ص ۳۰۲، الفنا ص ۳۰۲، شعرا و لفظتہ میں حکایت الحسن و زغال نیشے ہی سے ماخوذ ہے۔

نیشے کا مکتبہ "م از کم اخلاقیات کے دائرے میں، یورپ کے طرز عمل کو عقلی جواز فراہم کرنے کی ایک کوشش ہے لیکن اشتراکیت کا یہ عظیم پیغمبر یورپ بھر میں محدود قرار دیا گیا ہے۔ بہت کم لوگ (اس کے جنوں کے رمزا) سنائیں" ۲۰۲۱

نیشا

درخت و کلکشی غریب و مستدر است
دستش از خون چلیپا اہر است

گر فدا خواہی ز پستی او گریز
نیشہ اندر دل مغرب فشر

آنکہ برہرے صم بہت خانہ ساخت قلب او مومن دماغش کا فراست
 فوٹق را در نار اوں نمود سوز
 زمانہ لبنان خلیل از آذر است

معلمہ نے اس نظم پر یہ نوٹ بھی درج کیا ہے۔
 نیشٹا نے مسمی فلسفہ اطلاق پر زبردست حملہ کیا ہے۔ اس کا دماغ اس لئے کافر ہے
 کہ وہ خدا کا منکر ہے گو بعض افلاقی نتائج میں اس کے انکار مذہب اسلام
 کے بہت قریب ہیں ”قلب او مومن دماغش کا فراست“ بنی کریم نے اس
 قسم کا جملہ اُمیۃ ابن الصلت (عرب عالم) کے نسبت کیا تھا
 آمَنَ لِسَالَهُ وَكَفَرَ قَدِيَهُ - آذر یعنی آتش“ ۲۰۲۲

بال جبریل کی منزل ۲۲ کے ایک شعر
 اگر ہوتا وہ مجزوب فرنگی اس زمانے میں
 تو اقبال اس کو سمجھانا نہام کر یا کیا ہے

معلمہ نے اس شعر پر یہ نوٹ بھی درج کیا ہے
 ”جبرینی کا مشہور مجزوب فلسفی نیشٹا جو اپنے قلبی ولادات کا صحیح اندازہ
 نہ کر سکا اور اس لئے اس کے فلسفیانہ افکار نے اسے غلط راستہ پر لڑا دیا“ ۲۰۲۳
 جن ناکھ آزاد کھتے ہیں

مادیت کے بوجھ تلے دب چکے یورپ میں نیشٹے ایک حیرت انگیز شخصیت تھامس
 اپنے وقت کا ایک مہوفی تھا روحانی کیفیات سے بریز، اور اسے اس کا پوری
 طرے احساس تھا یہ مدد کی بات ہے کہ وہ خدا کو نہیں مانتا تھا۔۔۔
 یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جس زمانے میں عیسائیت اس کے ہدف تنقید
 کا نشانہ تھی [کذا] جینوا میں اس کا نام ایک سنت اور مہاتما کے طور
 پر لیا جاتا تھا ۲۰۲۴

نیشٹے کا فلسفہ صلاحیت و بختگی، رجوع ابدی اور تصور فوق البشر، بنیادی عقیدہ الوہیت
 کے حوالے سے بسا مختلف سی لیکن عقیدہ کے تصور فوری اور تصور انسان کامل یعنی
 خیر البشر کے مماثل ہے۔ فرق یہ ہے کہ معلمہ کا خیر البشر اپنے الہ حقیقی کے طرح جلال و
 جمال ہے، نیاری، مغاری، اندر اور حیرت لیکن نیشٹے کا فوق البشر، طبعی ریشوں کا
 نظم البدل ہونے کے باعث مجسم قہر و غضب ہے۔ معلمہ نے اس کی مادیت پسند فکر کے

بارے میں جا بجا تبصرہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

نطشے کی طبیعت پر ماریت پسندی کا غلبہ تھا۔ اس نے ہستی باری تعالیٰ کا انکار کیا اور اس
انکار سے خودی کا انکار لازم پھر ا۔ وہ خودی کا منکر ہے۔ خودی اسے نزدیک ہوئی مابعد الطبیعی
حقیقت نہیں، اس کا فوق البشر بھی قدیم یونانی سوراخوں کا نمونہ ہے۔ وہ ہمیشہ کسی
آنے والے کا خواب دیکھتا ہے۔ نطشے کی ساری خوبی ذات الہی کے لئے اس کے
ذوق و شوق، اس کے سوز و ساز اور ضرب و دھڑکن میں ہے۔ اور اس سے اسے کوئی
مرد کامل نہ ملا۔ ۲۰۲۵

نکطن کے نام مکتوب میں علامہ نے نطشے کو بقائے شغفی کا منکر بنایا ہے۔ اس لئے کہ وہ مسئلہ زمانے
و خلقتی پہلو سے غافل رہے۔

(۲۰۸) رجوع ابدی یا ارتقاء حیات : تنازع للبقا جاری ہے۔ اور یہ تنازع
انواع کی بقا کا تنازع ہے۔ موت، پر ہمیں ایک تازہ تر زندگی کا ہیٹ بنتی ہے۔ مگر تو یہ فکر اقبال
ہو تو اس کی تفصیل ”از جاری مردم و نای شوم“ کے فلسفہ دروی کے حوالے سے رقم پر چلی ہے اور اگر یہ نطشے
کی فکر کا خلاصہ ہو تو اسے رجوع ابدی ETERNAL RECURRENCE سمجھا جانا چاہئے جو بطور
ڈائون کا فلسفہ ارتقاء ہے مگر فوہی ہونے کے باعث شعوری نہیں بلکہ ارتقائی ہے۔ پروفیسر محمد یوسف مسلم
حیثی نے اس پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے،

نطشے ’رجوع ابدی ETERNAL RECURRENCE‘ کا تائلی ہے۔ اس کے توضیح یہ ہے کہ
کائنات میں مکان، مادہ، توانائی کے سابقہ امتزاجات (خصوصاً حیوانی و انسانی) بار بار عود
کریں گے۔ لیکن چونکہ کوئی بات (شے) پہلے سے طے شدہ [مقدر] نہیں ہے اور یہ عود
یا رجوع مطلقاً بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس تکرار کی صورت دوری [eternity] نہیں ہوگی
بلکہ ارتقائی ہوگی۔ وہ کہتا ہے کہ ہم اور تم سب بار بار پیدا ہوں گے ہیں اور اس طرح
پر پیدا ہوں گے جس ہر مرتبہ وقت ہے۔۔۔۔۔ مگر اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کا پورا اختیار
حاصل ہوگا (نئی زندگی میں)۔ ۲۰۲۶

کشاف اصطلاحات فلسفہ میں ETERNAL RECURRENCE (تکرار جادو) کا یہ تفسیر لکھی ہے
یہ تصور کہ چونکہ فطرت کی حرکی توانائیاں اور ان کے ممکنہ امتزاجات محدود ہیں

شعبہ ۱۲۰۰ تا شعبہ ۱۲۰۴ : وقت ہر جہاں میں سمندر کی طرح دوایں ہے لیکن آئینے افلاک
ساحل مختلف ہے۔ کسی جگہ آئینہ، سال کے برابر ہے کسی جگہ ایک دم۔ عقل اس جگہ ہر منی مولایں لیکن
وہ ان سے بس ادب کا روم۔ وہ اس مقام کا لاشعور ہوتا ہے۔
شعبہ ۱۲۰۸ : انکار خدا کے ساتھ آرزو مندی، مستقل بے قراری بھی تو جنم دے سکتی ہے اور دیتی ہے۔

۲۰۲۵ اقبال کے قصیدہ ۶۵ الفنا ۲۰۲۶ شروع کا مبدی نامہ ص ۹۸ الفنا

۲۰۲۶ کشاف اصطلاحات فلسفہ ص ۱۰۰ دائر تافنی مبدی العقار۔ الفنا

اس لئے کہ حقیقی روحانی سکون ایک غیر متقدراۃ کی یاد ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اَلَا یَذِکُرُ اللّٰہُ تَعَالٰی
الْعَلَوْبُ [المعنی: ۲۸] اُن دے گئے کہ دارد در کنار ہمیشی یزدان ہم نمی یزد قرار [حکایت نغالب فارسی]

من پر رومی گفتم این دیوانہ کیست
۱۴۱۰۔ ورمیان این دو عالم جائے اوست
باز این علاج بدارو رسن
حرف اوبے پاک و افکارش عظیم
۱۴۱۳۔ ہم نشیں بر جذبہ او پے نہ نبرد
عاشقان از عشق و مستی بے نصیب
باز شدگان حیات میر از ریو و زنگ
این سینا ہر بیایے دل نبرد (۲۰۹)

گفت این فرزانہ الما نوی ست
نغمہ دیرینہ اندر نائے اوست
نوع دیگر گفتمہ آن حرف کہین
عزبیاں از تیغ گفتارش دو نیم
بندہ مجذوب را مجنوں شمر
نقص او دادند در حسرت طبیب
وائے مجذوب کز زاد اندر و زنگ
رگ نرند یا حبت خواب اور و دل

۱۴۱۶۔ بود حلاج بشیر خود غریب
جہاں ز ملا نبرد کشت اور طبیب

تواشی و تعلیقات : شعرب ۱۴۱۰۔ مراد اعراف ، اس لئے کہ بقول علامہ اقبال
مزل سے اہل خرد کا مقام ہے اعراف ۲۰۲۹۔ نغمہ دیرینہ یا حرف کہین : مراد انا الی۔ بطور
نشے اپنی ایک لطیف میں اپنے ایک کردار کے منہ سے کہلوانا ہے

”کیا ہم خود خدا ہیں بن سکے؟ اتنا عظیم کارنامہ اس سے قبل ظہور پذیر نہیں ہوا۔“

اگر یہ کارنامہ انجام پا جائے تو ہمارے بعد آنے والے اپنے آپ کو تاریخ کے ایک اعلیٰ

اور ارفع دور میں پائیں گے۔ ایسا دور آج تک صفحہ کائنات پر رونما نہیں ہوا ہوا، ۲۰۳۰۔ یہ نغمہ فوق البشر ہے

شعرب ۱۴۱۳۔ مجذوب : وہ ہے کہ جس پر جذبہ الہی ایسا طاری ہو کہ ایک آن میں اسے واصل حق کر دے اور
تمام صفات عروج و بلکلب و مجاہدہ اس کے طے ہو جائیں اور وہ مستغرق و محو ذات ہو جائے
اور اس عالم سے بالکل بے خبر ہو جائے، بحیر عشق اور دریاۃ تغیر میں مست و بے خود ہو جائے۔ اس وجہ سے ان پر ماضی شریعت نافذ
نہیں ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہ حالت شکر میں رہتے ہیں اور تمام بقا و بعد الفناء میں پس آتے اور صحو بعد الخو اور جمع الجمع میں ورود
پس کرتے اسی لئے یہ ناقص رہتے ہیں اور محققین صوفیاء ان کو کامل نہیں مانتے کیونکہ کامل یہ ہے کہ بعد فنا میں اسے خلق کی
طرف نزول کرے اور تمام عبودیت میں اگر وہ ہے ارفع مقام ہے خلق کو نفع پہنچائے اور حالتیں و وارث ختم الانبیاء
ہے۔ ۲۰۳۱۔ ظاہر ہے منکر خدا سے مجزوبیت کا یہ تصور بالکلیہ منسوب تو نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر البتہ
مجذوب کے ساتھ ”ناقص ہونے“ کا معاملہ البتہ علامہ کے پیش نظر تھا اس لئے کہ وہ اس مجذوب فانی کو
کسی مجدد الف ثانی کی قیادت و رہنمائی اور خدا اپنے حوالے سے تمام کربا دکھانے کی بات کرتے ہیں۔

پیر شاک : طبیب ، علاج ، جراح۔ ریو و زنگ : حیلہ طیبیانہ ۔ بیاض : یوحیٰ کتاب المیزان

۲۰۲۹۔ کلیات اقبال (دوم نمبر ۳) [بال جری: ۶۰]۔ ۲۰۳۰۔ اقبال اور مولیٰ شکرین ص ۱۰۶، ج ۱، نغمہ ازل و البقا۔

۲۰۳۱۔ اصطلاحات صوفیہ، شاہ محمد عبد الہرم ۱۳۳۳ھ البقا۔

شعبہ ۱۲۱۶۔ علامہ نے اپنے ایک مضمون *McTaggart's Philosophy* میں اس موضوع کا احوال فہم دیا ہے

A more serious thing happened to poor Nietzsche - ^{نیکتشی} whose peculiar intellectual environment led him to think that his vision of the ultimate ego could be realised in the world of space and time. What grows only out of the inner depths of the heart of man he proposed to create by artificial biological experiments. He was taken as a mad man, and was placed in the hands of those who administer drugs and mixture. As I said of him in my fabled Nama.

۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

جان زملا بزد و گشت اورا حبیب ۲۰۳۳

غریب نشیمن کو اس کے فضوں تعقل نے پیچیدگی سے یہ سوچنے پر گھایا کہ خودی مطلق کی بعیرت زمان و مکاں کی دنیا میں غورس کی جا سکتی ہے۔ انسان عدول کی اندرونی گہرائیوں میں ہے یہ چیز اجاگر ہوئی ہے۔ اس کے لئے اس خودی

٢٠٣٤ شخصيات - ٥٤/٥٥ ايضا ، تعليمات اقبال عابده م ٩٤/٩٥ ايضا - طرزه حلف اقبال
مدرس الفر - ٣١ ايضا -

speeches writings and Statements of Iqbal Latif Ahmad Shauani ۲۰۲۲
 (186-7), Iqbal Academy Pakistan 4th Edition 1995.

بس فزوں شد نعمه اش از تا خلیک
صد خلل در واردات او افتاد
کاروانست مرقار او را نہ کرد
ساک در راہ خود گم گشتہ
از حسد ابیریدو ہم از خود گشت
اختلاط قاہری با و بسری
نوشہ گز گشت دل آید بزوں
ایں مقام از عقل و حکمت ناوارست
لا وال از مقامات خود کاست
از مقام عبودیت بیگانہ رفت
دور تر چون میوہ از پیچ شجر
نہو بہ باکانہ زو آدم کجاست
مثل موسیٰ طالب و دیار بود
تار سید بر سر و سر بد
تورہ خود رو کہ راہ خود نکوست

مورہ دانے نبود اندر خنک
راہو را کس نشان از نہ نداد
نقد بود کس عیار او نہ کرد
عاشق در راہ خود گم گشتہ
۱۲۲۲ - مستی او ہرز جابجی را شکست
خواست تا بیند خیم ظاہری
خواست تا از آب و گل آید بزوں
آنچہ او جوید مقام کبریاست
ز نرنگی شرح اشارت خودی است
۱۲۲۵ - او بہ لا و ماند و تا الہ نہ رفت
با خلی ہم کنار و بہ حیر
چشم او جز رویت آدم خواست
ورنہ او از خالیاں بیزار بود
۱۲۳۱ - کاسش بودے در زمان احمدی (۲۱۰)
عقل او با خلیش و گفتگوست

۱۲۳۳ - ہمیش نہ گاہے کہ آمد آن مقام

”کاند روی حریف می روید کلام“

خواستی و تعلیقات

شمارہ ۱۲۲۲ - از خدا پیرید۔۔۔ در اصل خودی نام ہے۔ اس بے خودی کا جو اپنے مقید وجود کو جزو فطرت بنانے سے مستہ آتی ہے۔ یہ تصور ”اگر نفسی تناصر سے چھوٹا ہے تو انسان، حیوانات ہی کی صف میں رہتا ہے۔ احسن نوع میں ہونے کے اعزاز کو نہیں پاسکتا۔ نفسی تناصر کی تکلیف، نفسی تناصر کے اتباع میں ہے جو تو انسان میں حیوان رہتا ہے اولیٰ کا الالکام بلہم اصل ۲۰۳۵ سے اس اسفل سافلین سے اٹھانے کے لئے خالق ہی کے اوامر و نواہی کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان، دیگر مظاہر فطرت کی طرح خلق وائر کے مالک کی اطاعت سے بھی بہرہ ور ہو اور ایک باشعور اور صاحب ارادہ شخصیت کا مالک بن سکے۔ اللہ کا انکار۔ نفسی تناصر کی سیری کی طرف رجعت ہے اس لئے ”خود“ کو بھی گم کر دینے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہوں تعلیقات

نمبر ۱۸۷/۱۸۸/۱۹۰/۱۹۵ -

شعبہ نمبر ۱۲۱۶ - مقام علیہ السلام : ملا فضلہ بن علیہ السلام ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸

لا۔ جلال ہے اور الہی جلال، لا سببی قوت ہے تو الہی جلالی
 علامہ نے اول الذکر کو قاہر سے اور ثانی الذکر کو دہلی سے تعبیر کیا ہے۔ نشیۃ ان کا اختلاف
 چاہتا تھا لیکن لا ہی میں پھنس کر رہ گیا۔ اور خودی کے اگلے اور ارفع مقام الہی طرف
 اڑان نہ پاسکا۔ اسی لئے مقام سبب سے بیگانہ رہا۔ ورنہ وہ بھی حضرت موسیٰ کی طرح طالبِ دربار
 تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ خاکوں میں آدم کی تلاش کر رہا تھا جو خلافتِ ارضی کا
 لوجہ اٹھائے۔

(۲۱) شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی : آپ شیخ عبد اللہ فاروقی کے ہاں بہنام
 سرہند ۱۵۶۲ء (۹۷۱ھ ماہ شوال ۱۰۷۱ھ) پیدا ہوئے۔ ستو برس کی عمر تک متدلی علم کی تحصیل سے تاریخ
 پور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ نے سلسلہ نقشبندیہ میں طریقت کے درجات
 طے کرائے بلکہ تو آپ نے وحدت الوجود کے تصور پیوستہ کو رہبانیت یا مجہدیت ثابت کیا اور
 گشتن کو عینِ اسلام بنایا۔ یہ نظریہ وحدت الشہود کا اجمال ہے۔ علامہ اسی کے والد
 شیدار ہے۔ یہی معیت کے قبائل ان کو سمجھاتا تھا کہ کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ میں محفوظ ہے۔

دوسرے اسی وحدت الوجودی اوصوف کے سیاسی شاہکار، اکبر کے دینی الٰہی کو
 چیلنج کیا۔ اکبر کے بعد جہانگیر کے عہد میں بھی آپ کی یہ سیاسی خدمات بدستور جاری
 رہیں۔ جسے بغاوت کے خوف سے تعبیر کے آپ کو قلعہ گوالیار میں بنام تحفظ زیر
 کیا گیا۔ لیکن پھر جہانگیر کے بعد رہا کر دیا گیا۔ علامہ نے ہردو حوالے سے آپ کو
 " ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان " لکھا۔ ۲۰۳۷ء متعدد تصانیف میں مثلاً " مبداء و معاد، حقائق اللہ "

شیخ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مقبول تالیف آپ کے مکتوبات ہیں۔ عوارف المعارف کی
 تعلیقات اور خواجہ باقی باللہ کی رباعیات کا مجموعہ بھی یادگار ہیں ۲۰۳۸ء ۲۰۳۹ء ۱۹۳۷ء دوشاپائی۔

شعبہ نمبر ۱۲۳۳ - کانزروبے حرف۔۔۔۔۔ منوی مولانا روم دستار اول ص ۳۲۳ کے شعر " ما معہ عدم ہے "

شوریہ ہے اے خدا جاں را تو بنما آن مقام

کانزروبے حرف می روید کلام۔

۲۰۳۷ء - تصانیف کتابتِ اقبال برنی جلد اول ص ۵۵ (مکتوب بنام خواجہ حسن نظامی - ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء)

۲۰۳۷ء - تصانیف اقبال اردو ص ۵۵ (بال جبریل: پنجاب کے سیرازوں سے) - ۲۰۳۸ء تاریخ دعوت و حریت محمد حیدر
 نندہ لعل و لکھنؤ طبع لعل ۱۹۸۱ء - دائرہ معارف اقبال علی رضوی افر ۱۹۸۳ء - تصانیف اقبال شاہد ص ۲۴۲
 مطالعہ تصانیف اقبال - ڈاکٹر ابرار حسین ذریعی ص ۴۳ - ایضاً -

حرکت بجنّت الفردوس (۲۱۱)

درگذشتم از حد این کائنات
بے یمن و بے یسار است این جہاں
پیش او قذیل اور کم فسترد
حرف من از ہیبت معنی بمرود
با نہادوم در جہان بے جہات
نارغ از یل و نہار است این جہاں
۱۲۳۷ - باز بان آب و گل گفتار جہاں

در نفس پرواز می آید گمراں
اندرے اندر جہان دل
۱۲۳۹ - چسیت دل یک عالم بے رنگ و بو
تا نور جو شوی روشن بصر
ساکن و برخطہ بسیار است دل
عالم بے رنگ و بوبے چار سو ست
از حقائق تا حقائق رفته عقل
عالم احوال و انفا است دل
حد خیال و بریک از دیگر حد
سیراوبے جاہ و رفتار و نقل
کس نہ گوید این نہ گردون آشناست
این بگردون آشنا آن آسا است
بریمین آن خیال آسا است
نیم گامے از ہوائے کوئے دوست
پاشورے فاید از دیدار دوست
چشم تو بیدار باشد لیل و خواب
دل بہ بندے شفاع آفتاب

آن جہان را بر جہان دل شمس
من چہ گویم زان چہ ناید در قیاس
اندر عالم جہانے و گیرے
از زوال و ہزماں فوری و کرے
۱۲۴۱ - ہزماں اورا گماے و گیرے
روزگار شے نیاز از ماہ و تھر
ہر چہ در عیب است آید روز بروز
در زبان خود چساں گویم کہ چسیت
لالہ ما اسودہ در کب سار ما
عجبے ہائے سرخ و اسپید و لبود
آب ما سیمیں یونا غنبر لیا
افضل او از سخن فکانے و گیرے
ناید اندر و ہم و آید در نظر
ہزماں اورا جہاے و گیرے
گنجد اندر ساخت او نہ سپہر
پیش از ان کہ دل بر آید آرزو
این جہاں نور و حضور و زنگی ست
نہر ما گردنہ در جہانزار ما
از دم قدوسیاں اورا کشود
قصر ما باقبہ ہائے زمردیں

شہابِ اراں با طاعتِ آئینہ تاب
در گزیر از اعتبار است تو اس
می شود آن دوزخِ ان گزشت
اصلش از اکمال و نه از جہشت
جسودہ این عالمِ جذب و سرور

نیمہ یاقوتِ نرسِ طناب
گفت روزی لے گزیر قیاس
(۲۱۳) از عسلی کا راست خوب در شست
(۲۱۴) این کریمی متصلا، رنگ رنگ
آنچہ خوانی کوثر و غلمان و حور

۱۲۹۱۔ زندگی این جاز دیدار است ریس
فوق دیدار است و گنار است ریس

جوانشی و تعلیقات : (۲۱۱) فردوس : اربابِ نعت مکتبے ہیں کہ بہشت آگہ ہیں اور
محبِ بلند و اعلیٰ بہشت فردوس ہے۔ تفصیل ص ۷۱۱ ہے۔

۱۔ خلد ۲۔ دار السلام ۳۔ دار التوار ۴۔ جنت عدن
۵۔ جنت الماوی ۶۔ جنت النعیم ۷۔ ملکین ۸۔ فردوس ۲۳۹
مبانیات اللغات مکتبے ہیں۔ یعنی گفتہ کہ طبقہ اعلیٰ بہشت و بوستان کہ آنچہ در سید بہشت
بوز در آن درجہ باشد از درخت انگور و خرما و جزآن۔ از منتخب
و بران فوشتمہ کہ فردوس : عربیہ فردوس کذا فی التاریخ البیہقی۔ و در قافوس
گرد کہ فردوس بستانیکہ در وجود بود آنچہ در سید بلطین بود۔ در اصل عربی است یا ربی
یا سربانی کہ بر روی نقل کرہ اند، و نیز گفتہ کہ فردوسیہ یعنی وسعت و فراخی، و منہ الفردوس۔
شعر نمبر ۱۲۳۷ = ماخریہ آیت کریمہ ہے شیخ، لہ اسمائے السبع والادین ومن فیہن ما و این متن شہ
یَا لَیْسَ بِخَیْرٍ وَلَا لَیْسَ بِشَیْءٍ لَّا تَقْتُولُوْنَ لَیْسَ بِہُمْ اِنَّہٗ كَانَ عَلَیْہُمْ غَوْرًا ۲۴۱ اس کی پالی دلتے ہیں
ساتون آسمان اور زمین، اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پالی نہ
ہوے۔ اسی تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے، بے شک وہ علمِ کامل بخشنے والا ہے۔

شعر نمبر ۱۲۳۹ = دل : وہ لطیفہ روحانی اور لطیفہ ربانی ہے وہی حقیقتِ انانی ہے جس نے دل کو
بہیمانہ اس نے خدا کو ہالیا۔ اور جو دل تک پہنچ گیا خدا رسیدہ ہو گیا۔ دل مظہرِ حال و بدل ہے۔ دل آشیانہ ذاتِ لادزال
ہے ۲۴۲ پس ذاتِ لادزال کی طرح یہ آشیان بھی سمت و جہت ہے، درالہا ہے۔ جنت قیاس سے تو سمجھ
میں آ نہیں سکتا ہے۔ دل کی مثال سے سمجھ لو۔

شعر نمبر ۱۲۴۱، شعر نمبر ۱۲۵۷ = عقل (قیاس و اعتباراتِ حواس : علامہ مولانا تعلیقات نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹،

۲۸، ۳۲، یہاں اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ عقل، ذریعہ علم نہیں علم کے ذرائع حواس و صورتات باطنی و ظاہری ہیں۔ حواس سے عقل قیاس کرتی اور حکم لگاتی ہے۔ حواس۔ بے جاوہ و بے ارادہ علم کے ذرائع ہیں۔ اس لئے عقل کے سینکڑوں خیالات اور ہر ایک مختلف بعض اوقات برعکس ہیں حواس کی تعبیر، تبدیل و متغیر ہے۔ اور جنت نو قیاس سے بھی وراوہ الورا ہے۔

(۲۱۲) **تجلی:** روشن و آشکارا کردن، اور ایرانیوں کے ہاں غلبہ نور الہی کا کنایہ ہے۔ [حضرت جویریہ] حوسنی اور کوہ طور [لغوف کی اصطلاح] میں اس کے معنی بہت پرچہ دار ہیں۔

”تاثر انوار حق را باشد بحکم اقبال بردی، متبلاں کہ ہواں تشائستہ آن شوند کہ ہول مرئی بہ بینند۔“ (جویریہ) بہ تمام از فرسنگ مصطلحات صوفیہ، صفیہ نازخ لغوف در اسلام۔ تاسعین، یہ منہم کہ غلبہ نور، حکم اقبال پر تائب۔ اقبال کے لغو الہام سے بہت قریب ہے کہ اس کے خیال میں حکیم، الہامی کیفیت کی کلیت کو قبول کرتے پر مبہور ہے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا کہ جو پہلونا پسند ہوں اس کو مسترد کر دے۔ تجلی کا قرآنی حوالہ سورہ الاسراء آیت ۱۷: فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْعَبْدِ جَعَلَهُ دَكَّا وَخَرَّ سَوْسًا صَیْقًا: پرپ اس (سوسا) کے دبے پہاڑ پر اپنا نور چکایا (جلو ڈالا) اسے پاش پاش کر دیا اور حوسنی بے پرپ رہا۔

(۲۱۳) **اصلش از اعمال و نئے از خشت و سنگ:** [لغوف جنت و دوزخ] = علامہ نے نزدیک

جنت و دوزخ انسان کی اپنی کلائی ہے۔ جس طرح بتول ان کے یہ دنیا محل ہے، جہنم با جنت بنی ہے [حوالہ در در و در اور سکون و مسرت] [محل سے زندگی بنی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خالی اپنی عظمت میں نہ لڑی ہے نہ مارا ہے] اسی طرح مرنے کے بعد کی زندگی کا حال ہے۔ مانگ درا کی ایک نظم ”سیر فلک“ میں علامہ ایک مقام تک دیکھتے ہیں اور فرشتے سے پوچھتے ہیں اس کی کیفیت۔ جواب ملتا ہے۔

یہ مقام خاک جہنم ہے ناز سے نور سے تہی آغوش
شعلے ہوتے ہیں مستعار اس کے جن سے لرزاں ہیں مرد میرت کوئی

اہل دنیا یہاں جوتے ہیں

اپنے انگارے ساٹھ لائے ہیں ۲۰۴۵

تشکیل مجدد الہیات اسلامیہ کے چوتھے خطبہ ”خدی، جبر و قدر، حیات بعد الموت“ میں لکھا

”قرآن مجید کی تعلیمات اس باب میں بہر حال یہ ہیں کہ بعثت بعد الموت پر انسان کی

بہارت تیز ہو جائے گی (ق: ۲۱: فَلَمَّا نَسَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ يَبْتَاطِرُ فَبَقَرْتَ الْبُؤْسَ حَبِیْرُ) وہ اپنی گردن میں دوز اپنی تیار کردہ قسمت کا حال آویزاں پائے گا (وَمِنْ لَّدُنَّا لَآئِمْنَا طَائِرُہُ فِی عُنُقِهِ مَخْرُجٌ لَّہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کَمَا بَا یَلْفُہُ مَقْتُورًا: یعنی اسرائیل: ۱۳)۔

پیش آئیں مکانات محل سجده گزار
ذائد خیز دوزخ اور اعراف و بہشت (حیات نامی جاوید نام)

در جنت اور دوزخ اس کے احوال ہیں، مقامات یعنی کسی جگہ کا نام نہیں ہیں۔

چنانچہ قرآن پاک میں ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ اید در خطی حقیقت، یعنی انسان کے اندر وہی احوال کا لفظ اس کی آنکھوں میں پھر جائے۔ جیسا کہ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے، اللہ کا جلال ہوئی آگ جو دلوں تک پہنچتی ہے [نار اللہ موقدۃ لثی یطیع علی الاقنۃ (صفحہ: ۶)] بہ الفاظ دیگر وہ انسان کے اندر بہ حیثیت انسان اپنی ناکامی کا درد نیکر احساس ہے۔ جیسے بہشت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت۔

اسلام نے انسان کو اہل لعنت کا مستحق نہیں ٹھہرایا چنانچہ قرآن مجید نے لفظ خلود کی تشریح میں دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس مراد محض ایک مدت زمانی (لینتین فیہا احقاباً) (انباء: ۲۳)۔۔۔۔۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہنم بھی کوئی جاویہ [مالداراٹ ماہیہ ماہیہ (الغارۃ: ۱۰، ۱۱)]۔ نہیں جسے کسی منتقم خدا نے اس لئے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتار غراب رہیں۔ وہ درحقیقت تادیب کا ٹیکہ مل ہے تاہم جو خودی پیچھے کی طرح سخت ہو گئی ہے وہ پھر رحمت خداوندی کی نسیم جانفزا کا اثر قبول کر سکے۔ لہذا جنت بھی لطف و عیش یا آرام و تفریح کی کوئی حالت نہیں۔۔۔۔۔ ۲۰۹۷

مترجم سید تذیر نیازی نے تفسیر حیات میں۔ شاہ ولی اللہ کا ارشاد بے حوالہ نقل کیا ہے۔ لیکن مرید خیال میں اس سے علاوہ کچھ خیال کی تائید نہیں ہوتی۔ مصنفانہ اصطلاح مقام و حال، ایک دوسرے کی ضد ہیں کہ حال ہو تو وہ مقام نہ ہوگا۔ بہر حال شاہ صاحب کا مذکورہ بالا قول حب و ذل ہے

ایک عالم محسوسات کا ہے ایک عینان لور ایک امتثال کا۔ عالم امتثال میں محسوس عین اور عین محسوس کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ جنت اور دوزخ کا تعلق بھی عالم امتثال سے ہے۔ مگر وہ احوال بھی ہیں اور مقامات بھی ۲۰۹۸

شعر نمبر ۱۲۶۱ - دیوار - ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۹۹۔

۲۰۹۷ نار اللہ موقدۃ اللہ : دراصل دہل و لعل حمزۃ المرقہ کے معانی سے لگتا نہیں لگانا۔ وہ جو خود اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں ان کے لئے قرآنی۔ اور وہ ہلاکت کا سامان دولت کو گن گن کر سبھا لیتا ہے۔ یہ عمل گوگوں (موجود) کے دلوں میں آگ بھڑکاتا ہے یہ آگ اللہ کی جلائی ہوئی ہے (فطری ہے اس لئے برحق ہے)۔ اس کا تعلق دنیا میں حسد، بغض، حسد ہے۔ اور آخرت میں ہی لعنت غراب ۲۰۹۸ لیلیٰ ص ۳۴۲ (اقرح ط: جنت اور دوزخ)۔

قصہ شرف النساء (۲۱۴)

گفتم این کا نشانہ از اعلیٰ باب
 این مقام این منزل از ملک بلند
 ہے تو وادی سالکان را جب محبوب
 گفت این کا نشانہ شرف النساء است
 قلزم ما این چنین گویند زار
 خاک لاہور از مزارش آسمان
 آن سراپا ذوق و شوق و در راغ
 آن فروغ دورہ عبد الصمد (۲۱۵)
 تا زختر آن پاک سی سوز و وجود
 در کمر تیغ زور و قرآن بدست
 خلوت و شمشیر و قرآن و نماز
 برب او چون دم آخر رسید
 گفت اگر از راز من داری خبر
 این دو فوت حافظ ہیں و گیرند
 اندرین سالم کہ میرد ہر نفس
 وقت رخصت با تو دارم این سخن
 دل باں حسرتی کہ می گویم بہ
 مومنوں را تیغ با قرآن بس است
 تربیت ہمارا ہمیں سالماں بس است

عماد زریں زریں قباب
 مرقدش اندر جہان بہ ثبات
 ۱۶۸۲ - تاسلمان کرد با خود آئینہ کرد
 ۱۶۸۳ - مروتی از غیر حق اندیشہ کرد
 آنکہ می گیرد حراج از آفتاب
 حریراں بر در ہمیش احترام بند
 صبا او کسیت با من باز گوے
 مرغ با من با ملائک ہم نواست
 تیغ مادر این چنین و خنجر زار
 کس ندانر راز او را در جہاں
 عالم پنجاب را چشم و خیراع
 فقر او نفیست کہ ماند ہما اید
 از تلاوت یک نفس غایب بود
 تن بدن موسی و تو اس اللہ مست
 اے خوش آن عمر کہ رفت اندر نیاز
 سوئے مادر دید و مشتاقانہ وید
 سوئے این شمشیر و این قرآن نگہ
 کائنات زندگی را خور اند
 و خنجر را این دو محرم بود پس
 تیغ و قرآن را جدا از من کن
 قبر من بہ گنبد و قندیل بہ

از دشن تاب و تب بجا برفت خود بدانی آنچه بر پنجاب رفت

۱۲۸۵ - خالصہ شمشیر و قرآن را بہ ہر د

اندر ان کشور مسلمانان

تواستی و تعلیمات: (۲۱۴) شرف النساء: ابو الفتح دوش اختر محمد شاہ کے زمانہ

میں پنجاب کے حالات بہت بگڑ چکے تھے۔ سکھوں کی طاقت بتدریج بڑھ رہی تھی۔ نواب عبدالعہد خان دیرنگ جو سکھوں کی طرف سے پنجاب کا حاکم تھا۔ ان کی سرکوبی کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کے باوصف صوبہ میں کامل طور پر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ نواب عبدالعہد خان جو اصلہ تورانی تھا فرخ سیرنگی کرمانے میں اپنی شناخت اور تہذیب کی دھاک بٹھا چکا تھا اور فرخ سیرنگی کے زمانہ میں اس نے کئی بار سکھوں کے سردار بنہ (بیرنگی) - اصلی نام لچھن دیو تھا قوم کا راجپوت راجپوت پوٹھوہ کشمیر کا باشندہ تھا جو انی بی بی بیرنگی ہو گیا اور دریائے گوداوری کے کنارے رہ کر رہا تھا۔ گودو گوبند صاحب حسب دکن گئے تو رن کی ملاقات اس سے ہوئی انہوں نے اسے اپنے مشن جاری رکھنے کا اہمیت دیا اور اسے سکھوں کا فوجی رہنما مقرر کیا۔ بنہ بیرنگی پنجاب چلا آیا اور سکھوں کی ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھی کر کے ضلعی علاقوں پر چھاپے مارنے لگا۔ سرسند (جناب درستی علی علیہ السلام) کو اس نے تباہ و برباد کر ڈالا۔ مسلمانوں کا قتل عام، عورتوں کی بے حرمتی، بچوں کا بے رحمانہ قتل ٹوٹ مار جاری رکھی۔ سکھ مذہب میں ترجیح دینے کی ٹھانی تو سکھوں نے علاقہ کی اختیار کی ۱۷۶۱ء میں فرخ سیرنگی کے زمانہ میں انھوں نے سو پیرا ہیوں سے سمیت گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا ۲۰۴۹ء کو شکست دی۔ عبدالعہد خان کی وفات پر اس کے بھائی خیر الرحمن خان کی خلافت دیا گیا اور اس کے بیٹے ذرا خان کو خان بہادر کا خطاب سے کر لا اور احمد علی خان کا حاکم مقرر کیا۔ شرف النساء بیگم اسی ذرا خان کی لبت جگر تھی۔ وہ روزانہ علی الصبح ایک بلند چوڑے پر بیٹھ کر خوش الحانی سے تلاوت قرآن کرتی تھی۔ تلاوت سے فارغ ہو کر تلوار قرآن کریم کے پاس رکھ کر جڑ سے نکل آتی۔ مرنے سے پہلے دس دن وصیت کی کہ قرآن مجید اور تلوار میری فرہر رکھ رکھا جائے۔ ۱۷۷۷ء میں فوت ہوئی اور لاہور کے علاقہ بیگم پورہ میں دفن ہوئی شہلا مار کے نزدیک کا یہ علاقہ موصوفہ ہی کے نام پر بیگم پورہ کہلاتا ہے اور دس کے مقبرے کے سرور کے درختوں میں گوا ہے۔ سرور والہ مقبرہ کہتے ہیں۔

اپنے زمانہ عروج میں جب سکھوں کو معلوم ہوا کہ شرف النساء کے مقبرے میں جو ہر ہنگام صبح تلوار ہے تو وہ مقبرہ میں داخل ہو گئے اور تلوار اور قرآن مجید لے گئے۔ علامہ نے اس دور کو تاریخی فیصلے سے تعبیر کیا۔ تمام مسلمان رد باخود آئندہ کر دیا ۲۰۵۵ء خالصہ شمشیر و قرآن را بہ ہر د، اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۱۵) عبد العہد: نواب دیرنگ: خواجہ خاند محمد المشہور بہ حضرت الیشان

۲۰۴۹ء نیوٹون ٹرانسجینڈ ویک مس ۱۹/۱۹۰ الفنا ۲۰۵۰ء تعلیمات اقبال عبد العہد ۱۷۷۹ء بحوالہ تاریخ پنجاب الفنا ۱۹۷۸ء
عابدی نامہ: متنبی و توہم و ذکر و قرآن ۱۷۷۸ء الفنا ۲۱۹-۲۱۸ء متنبی علی بی بی زیرہ ۱۹۷۸ء
بحوالہ متنبی جہتی ۱۷۷۸ء، تاریخ پنجاب ۱۷۷۸ء (بیگم پورہ میں سکھوں کی لوت مار) بحوالہ تعلیمات اقبال دہلی ۱۷۷۸ء - الفنا -

۲۰۵۱ء

نرس سترہ کی اولاد سے تھے [تحقیقات جنتی ص ۶۲] جو عید جہانگیر و شاہجہان کے باشرعیت لفظ بندی بزرگ تھے۔
 مددہ نے اسی لئے عبداللہ کے لئے "فقیر و لغتہ کرماند تابد" استعمال کیا۔

جیسا کہ اوپر بذیل تالیف ۱۶۱۲ء میں کیا گیا بیجا کے حاکم تھے۔ ملاحظہ تیلیت اقبال کے مصنف ملک تھے
 عبداللہ بن الملک بہ نورب شمس اندولہ بہادر جنگ و ملا خواجہ عبداللہ بن خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد
 سے تھے { یہ بھی لغت بندید - سلسلہ کے بلند مرتبہ ولی اللہ اور حضرت الشاہ کی اولاد سے تھے } ان کے والد سمرقندی
 تھے مگر یہ آئرس میں پیدا ہوئے۔ یحییٰ بن سمرقندی میں والد کے ساتھ جاکر تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور بعد از
 واپس آئے۔ سٹش صری کا منصب ملا اور چند ہی روز میں پانزہ صدی پر ترقی ہوئے۔ خان کا خطاب عطا ہوا
 جہانگیر شاہ کے عہد میں ہفت ہزاری منصب اور عالی جنگ کا خطاب ملا۔ فرخ سیر کے عہد میں لاہور کے
 موبہ دار مقرر ہوئے سکھوں کے سردار بہنو بیروگی کو گرفتار کیا تو محمد شاہ نے ملتان کی صوبیدار کی اور
 شمس رندولہ کا خطاب دیا۔ ۱۷۳۹ء میں فوت ہوا ۱۰۵۲ء۔

ڈاکٹر سلیم اختر نے بیگم پورہ، کاغذ باب، نورب عبداللہ کی ملکہ عالیہ سے فرور دیا ہے۔ ان کے
 بقول ملکہ کی وصیت کے مطابق ان کے ذریعہ زہورات فروخت کر کے شہادہ چارغ دہلوی کے مزار کی تعمیر کرائی
 گئی۔
 البیہ والوین کے کس شرف النساء نے جنم لیا تو قرآن مجید اور تنواری سے یہ شفقت کسی
 دینے کی بات نہ رہی۔ ۲۰۵۲ء ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی غافلہ منت عبداللہ فرار علی
 کے لئے کیا گیا یہ مہرہ اقبال شرف اللہ کے حوالے سے بھی رہی مگر مؤثر ہے۔

قیاب: قبیہ، کی جمع انگنبد، مجلس، [غیاث اللغات، وقت عامہ بذیل قیہ] تیر و ہزار شمشیر و بیہی بزرگ
 و فریہ نیز [منتخب اللغات حاشیہ غیاث اللغات فارسی]۔

شعر ۱۲۸۲ - دستور فطرت ہے۔ جس سے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے کا غلط دُور ہی تصور کیا گیا ہے۔
 قرآن مجید نے تاریخ کے ان دہرائے جانے والے نتائج کو اعمال سے منسوب و مشروط کیا ہے۔ سورۃ العصر، تاریخ رواہ
 ہے۔ کہ السنن خسارے میں ہے۔ ہاں وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح پر کار بند رہے، حق کی وصیت کی اور اس
 راہ میں صبر و استقامت (رکے بھی رکھائی) اور ملتین بھی کی۔ وہ اس خسارے سے بچ گئے۔ متعدد مقامات پر
 قوموں کے اعمال سیکھنے کے حوالے سے اور بطور تامل و تامل کے اس حقیقت کو قرآن مجید میں واضح و آشکارا لفظوں میں بیان کیا
 گیا ہے۔ قوم دہلی کے بارے میں آیا **فَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ** ۲۰۵۱ء قوم نے آسمان سے
 ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے لئے دیا۔ **وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ الشَّيْءَ وَكَانُوا يَكْفُرُونَ** ۲۰۵۵ء اور اللہ نے ان
 پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کے مرتکب ہوئے۔ **كَمْ أَزَلَّمُوا** ۳۸ بار اس آیت کی وضاحت ہوئی ہے [نجم القرآن - ملکہ
 مصطفیٰ ابن سعید - اسلامی آبادی لاہور - اشاعت اول اپریل ۱۹۷۹ء بذیل ظلموا]

۲۰۵۱ء اقبال شمس عبداللہ - ڈاکٹر سلیم اختر ۲۱۹-۲۱۰ الفقا ۲۰۵۱ء ملاحظہ تیلیت اقبال - ذیلی ص ۲۴۷ بحوالہ
 آئرس ۲۰۵۱ء، ص ۲۵۰، ۲۵۱ء نیز An Oriental Biographical Dictionary P. ۲۴
 by Thomas William Beal ۲۰۵۱ء البقہ: ۵۹

شعبہ ۱۲۸۳ تا شعبہ ۱۲۸۵ - مروج از غریب حق اندیشہ کرد - - - اندراک شہرستانی ہندو

مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ ان کا عدم اعتماد اور عدم اتحاد، غیروں کے ساتھ ان کا میل جول، تاریخ کے ہر دور میں ان کے زوال کا موجب رہا ہے۔ مسلمانوں نے جب بھی اپنوں پر غیروں کو ترجیح دی اور انہیں محرم راز بنایا تو اس سے ان کا داخلی منتشر ہوا اور وہ نئے مصائب سے دوچار ہوتے رہے [وہاں باری تعالیٰ واضح ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا لِبَطَانَةِ يَتِّدُونَ لَكُمْ دُونَكُمْ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ خِيَالًا - وَذُؤَا مَا بَيْنَكُمْ قَدْ بَدَتْ الْبَقْعَاتُ مِنْ آفُوهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (ان ۸۸) روئے ۱۷ ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں رتے، ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے، تیرا ان کی باتوں سے چھلک پڑا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہوئے ہیں اور بھی بڑا ہے۔ نام نے نہیں اپنی نشانیاں نکول کر سادیں اگر تمہیں مل جو]۔

برصغیر کی تاریخ کے دو تین باب تو شمال نے بھی جاوید نامہ میں گھنٹے ہیں۔ ایک نواب احمد علی شاہ دہلوی کی جنگ بندی میں شکست کا واقعہ (۱۷۵۷ء) جسے میر جعفر اور دس ساتھی غدار گروہ نے انجام دیا۔ دوسرا واقعہ سلطان شیخو شہید کی ۹۹ برس شہادت جس کا موجب برصغیر دس سالوں کا خونریزی کا دور بنا، دس وقت نظام حیدر آباد دکن نے بھی سلطان کے ساتھ تعاون نہ کیا۔ تیسرا واقعہ سکھوں کے پنجاب کے سرحد میں نوری سے قتل کا ہے۔ تاریخ شاہد کہ سید احمد شہید کو شاہ ریکال شہید کے درجن کے ساتھیوں کی شہادت اور تحریک جمہوریت کی ناکامی کا سبب بھی مسلمانوں کی بے حساسی اور بے جہت بنی ہے۔ یہاں تمام واقعات مدہ جزئیات کے طرف اشارہ کرنا ممکن نہیں، تحریک جمہوریت کو غلط فہمی سے بھرا ہوا دیکھ کر جانتے ہیں۔

مسلمانوں کی کاربہ دورانیوں نے تیموریوں (مغلوں) کے اندر ان کا خاتمہ کر دیا۔ خود پاکستان کی وحدت کی دو کشتی کہا اس کا کفایت جوت نہیں؟ صرف پنجاب ہی کا کیا نہ کہ، تاریخ مسلمانوں کی دس نادانی سے بھری ہوئی ہے۔ اسلام تو وہ دین ہے جسے بیرونی مداخلت بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی دس نقصان ہندو کے غداروں یا کے ماحول پہنچا۔ سورۃ والتین: اور انجیر کی قسم۔ یعنی انجیر گواہ ہے۔ الدین کی مثال انجیر کی سی ہے کہ جب یہ بھول جاتی ہے تو اس میں کڑا داخل ہو کر اس کے نہ گریز کو مادہ گریز سے جاملتا ہے اور انجیر فریڈلائز ہو کر پھیل جاتی ہے۔ ابن الدین کو بھی بیرونی مداخلت زرخیز ہی کرتی ہے۔ تفصیل کے لئے، میرا مقالہ "لا الہ الا اللہ فی الدین" ملاحظہ ہو۔

خالصہ کشمیر و قرآن را بہ ہندو : تو میرا نہیں مری کے ارشاد سے پنجاب کے بعض حصوں پر رنجیت سنگھ کا تسلط شروع ہوا جوڑوں چالیس برس تک جاری رہا۔ دس کے بعد کوڑی دس برس تک [تا ۱۸۴۹ء] اس کے کئی جانشینوں کا زور زور قدرت رہا۔ اس دور سکھوں کی بنیاد پریشانہ اور تعصب آمیز کام آئے۔ انہیں بالخصوص مسلمانوں کے شعائر اور عبادت کے تقدس کا کوئی پاس نہ تھا۔ انہیں خاص خوف و ہراس کی فضا نام رکھی تھی کہ جب انہیں شرف اللہ بیگم کے حزار کے توپوں میں جوہر لنگار اور زر اندوز تلوار کا علم ٹوٹا تو اسے بھی لگانے سے دریغ نہ کیا۔ قرآن اور تلوار۔ حد ہی تو سامان مسلمانانہ تھے۔ وہ خاکہ لے گیا تو اس خط میں "مسلمانانہ ہندو" کا اندیشہ گویا پاک ہو گیا۔

زیارت امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانیؒ (۲۱۶)

طاہر غنی شامیریؒ (۲۱۷)

حرف رومی در و لم سوزے نکلند
آہ پنجاب اُن زمین ارمبند
از تپ یاراں تپیدم و زمبشت
کہنہ غم ہا را خردیم در بہشت
تا در اُن گشن صداے درد مند
از کنار حوض کوثر شد بلند
”جمع مردم مشیت خاشاکے کہ سوزم خویش را
گل گماں دارد کہ ہندم آشیاں در گشتاں“

گفت رومی آغیہ می آید ، نگہ
شامی ز گلیں نوا طاہر غنی ،
نغمہ می تواند اُن مست مدام
سید السادات سالار عجم
تا غنریؒ (۲۱۸) در س الشیخو گرفت
مرشد اُن کشور مینو نظیر
۱۲۹۶ - خطہ را اُن شاہ دریا آستیں
آفرید اُن مرد ایران صغیر
دل مدہ با آغیہ بگذشت ای پسر
فقیر او باطن غنی طاہر غنی
در حضور سید والا مقام ،
وسعت او معمار تقدیر امم
(۲۱۹) ذکر و فکر از دودمان او گرفت
میر و درویش و طلیس را شیر
داو علم و صنعت و تہذیب دیں
باہر راے غریب و دل پذیر
یک نگاہ او کئی پد صد گہرہ
خیز و تیرش را بہ دل راے بہرہ

تواشی و تعلیقانہ : (۲۱۶) امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ : ۱۲۷۱ھ کو ہمدان میں

پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید شہاب الدین ہمدان کے حکام میں سے تھے مگر شاہ صاحب نے راہ مزارعتیاری

شاہ صاحب کی تربیت شیخ سید علاء الدولہ معتمدی کے زیرِ نگرانی انجام پائی [سہ ماہی تہران سے کوئی ڈیڑھ سو سال
کا لطف ابدِ قصہ ہے]۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ نے متداول علوم اسلامی میں تبحر حاصل کیا۔ شیخ
علاء الدولہ نے انہیں کبرویۃً سلسلہ طریقت میں بیعت کروایا تھا۔ شاہ صاحب نے اُس دور کے تین
صاحبِ کمال: شیخ ابوالبرکات علی دوستی سہانی (م ۷۳۳ھ) شیخ ابوالعباس محمود مرقدانی رازی (م ۷۶۲ھ)
اور شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی (م ۷۷۸ھ) سے علوم باطنی حاصل کئے۔

آپ کی حیات کا دوسرا دور ۲۱ برس تک سیر و سیاحت اور عملی تعلیم و تبلیغ میں گزرا ہے۔
اس دوران آپ کا اکثر اسلامی اور نواحی ممالک میں گزر ہوا اور آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کے نتیجے میں کئی
گروہوں نے راہ ہدایت پائی اور غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ ۷۷۰ھ میں آپ کا گزر کشمیر میں ہوا تھا۔
[انتباس از منقبتہ ابوالہر مؤلفہ حیدر جہدشی (نویں صدی ہجری) محفوظ کتب خانہ احمدیہ تہران]۔
۷۵۷ھ میں اپنے والد بہران سے لوٹے اور تبلیغ کے ساتھ تصنیف کا کام بھی شروع کیا۔ آپ کی زندگی کا یہ
تیسرا دور ہے جو کوئی بیس برس کے قریب رہا۔

۷۷۳ھ میں یارس سے کچھ قبل آپ بہران سے موجودہ تاجکستان کے ایک شہر ختلان
میں نقل مکانی کر گئے اسی شہر کو اب کوئلاب کہتے ہیں [ڈاکٹر غلام علی الدین صوفی (م ۱۹۶۲) کی تالیف، اشیر
Nizamiہ جلد اول صفحہ ۱۱۶ مع ضمیمہ ۱ ملاحظہ ہو]۔ ختلان سے شاہ صاحب کو پہرا گھاڑ تھا۔ یہاں ایک فخر حیدر کر
مسجد، خانقاہ اور اپنے مزار کے لئے زمین بخش کر رکھی تھی۔ خانقاہ اور زوایہ کی تعمیر کے ذریعے آپ نے
فتیان جمع کر رکھے تھے۔ ان باکال مرید فقیان میں سے دو شخص نور الدین جعفر رستاقی باناری بدشی
(م ۹۷۷ھ) اور خواجہ اسماعیل طوطی علی شاہی ختلانی (متوفی ۹۲۶ھ، شاہ صاحب کے داماد اور حلیف) اسی
ضلع سے وابستہ تھے۔ اسی طوطی علی شاہی کی فالش پر ہے کتاب الفتوحہ لکھی۔

کہا جاتا ہے کہ امیر تیمور لنگ گورگانی (مہر حکومت ۷۷۱ تا ۷۸۰ھ) کو شاہ صاحب اور ان کے مریدوں
کا اثر و نفوذ سے خطہ پیدا ہو گیا تھا۔ امیر نے شاہ صاحب کو طمانات کے لئے بلایا آپ نے اپنی پوزیشن واضح کی
مگر امیر کی ہوس ملک گیری اور اس کے نظام کے خلاف آواز اٹھائی۔ امیر نے غضبناک ہو کر ترک وطن کرنے
کا حکم دیا۔ چنانچہ ۷۷۷ھ میں اپنے خاندان اور چھ یاسات و سادات کے قافلے کے ساتھ وادی کشمیر
کی سمت راہ گرا چوٹ [تفصیل روفاات الجنان و جنات الجنان مؤلفہ حافظ حسین اکبر لہانی (م ۱۰۹۷ھ)
روفاہ ششم طبع تہران، نیز تاریخ کبیر کشمیر از سننی مسکین امرتسری]۔ اس کے ساتھ آپ کی زندگی کا
چوتھا اور آخری دور شروع ہوا۔ شاہ بہران جب وادی کشمیر میں داخل ہوئے تو سلطان شہاب الدین سرہر
سے تمام امیر سلطان فیروز شاہ نند [۷۵۲ تا ۷۹۰ھ] کے ساتھ برسرِ پیکار تھا۔ سلطان کے برادر اور دلی ملحد

تاریخ ولادت کے متعلق بھی کچھ اختلاف ہے بعض ۱۰۷۰ھ بتاتے ہیں۔ ملا حسن فانی سے تعلیم و تربیت پائی، غنی تخلص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسکا اعداد ۱۰۶۰ ہیں جو غنی کی ابتداء و مشور گوئی کی تاریخ ہے۔ فطری استعداد نے غنی تخلص اختیار کرایا۔ راجوری کے قریب مقیم تھا جب گھر سے نکلتا تو اسے غیر متقبل سمجھ دیتا جب گھر پر ہوتا تو دروازہ بند رکھتا کہ بقول اس کے اس گھر کا ایک ہی تو قیمتی اثاثہ تھا اور وہ اثاثہ وہ خود تھا۔ علامہ اقبال نے اسے پیام شرق میں "غنی نامیری" کے عنوان سے نظم کیا ہے۔

غنی نامیشیند بکاشانہ اش ہمایے رانیدیت در خانہ اش
جو آن فصل افروز در خانہ شہت نہی نرزیں بیج کاشانہ، نیست ۲۰۵۸

غنی کی زندگی میں جو لوگ کشمیر کی نیابت کے عہدہ پر فائز رہے ان میں سے اکثر سخی سخی اور سخی گوٹھے اس لئے غنی کی بڑی قدر دانی کرتے تھے۔ خوجہ محمد اعظم لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں فنی حسیا خوش خیال اور نازک ہند کوئی شاعر نہ تھا۔ صاحب سروازاد لکھتے ہیں، ایسے شعر کہتے کہ جان دے کر خریدے جائیں تو بھی سستے ہیں ۲۰۵۹ علامہ غنی کے مزاج تھے۔ غنی کا ایک شعر ہے ربی نظم خطاب بہ جو زمانہ سلام "میں لغنین کیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ شرعی منویٰ ہم بشر یا تک لے گئے ہیں

کبھی آنو خوں مسلم تبر بھی کیا تو نے وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ٹوٹا مارا
حکومت کا تو کیا روٹا کر وہ اور عارضی شے تھی ہمیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی جارا
مرد مسلم کے حویٰ کتا ہیں اپنے آبا کی جو دیکھیں دن کو یورپ میں نورل ہونا یکے سبب پارا

"غنی روز سیاہ پیر کنعان را نماشا کن"

۲۰۶۰ کہ نور دیدہ رش روشن کند چشم زلیخا را

ظاہر لفظ آبادی بیان کرتے ہیں کہ شاہجہان نے سیف خان کو لکھا کہ غنی کو حضور میں حاضر کیا جائے اس نے غنی کو بتایا تو غنی نے کہا لکھ بھیجیں وہ ایک دیوانہ ہے صوبیدار نے کہا میں چنگلے بھلے عقل مند کو دیوانہ کیسے کہیوں، غنی نے گرجیاں بھارا اور صوا کی طرف چل نکلا۔ ۱۰۷۷ھ میں خٹاق کی بیلک نے جان لے لی۔ افتاد ہرزین، سخن از رفتن غنی

۲۰۶۱

۱۷۹۰ - ۷۱۰ = ۱۰۸۰ھ -

۲۱۸) غزالیؒ

ابو حامد محمد بن محمد بن غزالی، طوس کے ایک موضع غزالہ میں پیدا ہوئے (۱۰۵۹ تا ۱۱۱۱ھ)

فلسفی، متکلم اور مونی۔ فلسفیانہ انداز کا آغاز متشکک کی حیثیت سے ہوا لیکن بالآخر لائق عرف کی طرف مائل

۲۰۵۸ء مکتبات فارسی اقبال ۳۰۷ء تعلیمات اقبال، عابدی ۱۸۶۴ء، تہذیب ۵۷۱ء - ایضاً -

۲۰۶۰ء مکتبات اردو اقبال ۱۸۰ء (باب در) ۲۰۶۱ء تذکرہ شعرا کثر: بخش دوم ۱۹۸۱ء جیسلم مرین ریشی

اقبال اکادمی لاہور، طبع دوم ۱۹۸۲ء

ہوئے اور امام کھلائے۔ عالم اسلام کے بزرگ ترین مفکروں میں سے تھے۔ نیشاپور اور طوس کی فقہ، کلام، حدیث اور علوم قرآنی میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ مقام اجتہاد تک پہنچ گئے۔ نظام الملک طوسی تک شہرت پہنچی تو مدرسہ نظامیہ میں درس پر مامور ہوئے۔ یہ ۸۵۵ھ کا واقعہ ہے۔ چار سال تک درس و تدریس کے دوران باطن میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ سفر حج پر روانہ ہو رہی مشہور تصنیف تہافت الفلاسفہ میں فلسفیوں خصوصاً فارابی اور بوعلی سینا کے لغوات کو رد کیا ہے۔ غزالی کے نزدیک حقیقت کا ادراک وجدان سے ہوتا ہے عقل و دوس سے نہیں۔ (رام غزالی کی تصانیف میں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، میزان العمل، معانی غزالی، اور تفسیر جوامع التواریخ زیادہ مشہور ہیں) ۲۰۹۳ھ

مصلحہ اقبال کے کلام میں غزالی کا ذکر سینا افارابی اور الرازی کے مقابلے میں بہت کم آیا ہے۔ بال جبریل اور ارجمین جبار میں رام کا ذکر رازی کے ساتھ اور ایک دو مقامات پر تنہا۔ ایک تو زیر نظر شعر و بیاد میں۔

نیز — دماغِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برقِ لمبعی نہ رہی شعلہِ قتالی نہ رہی
رنگی رسمِ نواں روحِ بلائی نہ رہی فلسفہٴ کتبِ تعلیم غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خوں میں کہ غازی نہ رہے

یعنی وہ صوبہ ادھم جباری نہ رہے ۲۰۹۳ھ

عطار ہمدانی رازی ہو غزالی ہو کچھ دامنہ نہیں آتا ہے آہِ سحر کا پی ۲۰۹۴ھ

دگر میری دے حرم نہ می بیستم

دلی جنید و نگاہ غزالی و رازی ۲۰۹۵ھ

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ غزالی کی دعوت میں ایک پیغمبرانہ شان پائی جاتی ہے ۲۰۹۶ھ انہوں نے مذہب کی بنا فلسفیانہ تشکیک پر رکھی (جو نتیجہ تھا اس تشکیک حقیقت کا کہ قرآن پاک کہ روحِ اساتیرانیت کے منافی ہے) لہذا یہ اس بغاوت اور کچھ ذاتی حالات کا لٹا ہوا تھا ۲۰۹۷ھ مصلحہ اقبال جیتے ہیں۔

”اس میں کچھ شک نہیں کہ غزالی کے مفاہم مذہبی تھے لیکن فکر کی تنقید میں انہوں نے جو مباح وضع کیا اس کے لئے فلسفہٴ ان کا مہیونِ مہنت رہے گا۔ یہ مباح وضع نہ ہوتا تو عقل و فکر کا قدم آگے نہ بڑھتا۔ غزالی کا مذہبی درجہ بھی بلند ہے۔ لیکن فلسفیانہ حیثیت سے بھی یہم دین کی ذہانت اور طباطبائی سے انکار نہیں کر سکتے“ ۲۰۹۸ھ

۱۰ ارجمین ۵۰۵ھ میں بمقام طہران انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ابن جوزی نے ان کے مرنے کا قصہ اُن کے

۲۰۹۲ھ - لمحات اقبال عابد ص ۵۸ ، اقبال صاحب کی نظرس تقریب پر سید وقار علی محمد (احیاء ۳۸) - الغزالی حیدر شہنشاہی ص ۱۳ نا ص ۵ (تہافت غزالی سے تعلق کے لئے مضمون) - مظلوم الحق حیات اسلام الامور سن ۱۴۰۰ھ ۲۰۹۳ھ تا ۲۰۹۵ھ - کلمات اقبال اردو بالترتیب ص ۲۰۳ (بندار اور شہدہ) ص ۳۱۵ (بال جبریل ص ۳۲۱) ۲۰۹۵ھ (ارجمین ص ۱۲۰) - ۲۰۹۶ھ ، ۲۰۹۷ھ - تشکیل مدبر الہیات اسلامیہ - ترجمہ سید نذیر نیازی ص ۵۱ - خطبہ اول - ایضاً - ۲۰۹۸ھ اقبال کے حضور ص ۳۰۶ - ایضاً -

بھائی احمد غزالی کی روایت سے حسب ذیل لکھا ہے۔

”پیر کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے، دھنوکہ کے نماز پڑھی پھر لفظ منلواریا اور آنکھوں سے لگا کر کہا ”اَنَا كَا حَكَم سَرَّ اَنْكُھوں پر“ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے (شرعاً حیات و حیات بن جوزی) لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔“ ۲۰۶۹

(۲۱۹) **ذکر و فکر:** ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۲۷۔

شعبہ نمبر ۱۲۹۹۔ تبلیغ اسلام، تربیت فطیان سے کشمیر میں تہذیب اسلام کی ترویج و فروغ کے علاوہ شاہ صاحب کے ساتھ ایران سے آئے ان کے ذریعہ صفت و معرفت کو بھی فروغ ملا۔ آج کشمیر نقاشی، فطاطی، پارچہ بافی اور خصوصاً نالین۔ ازی کے لئے دنیا میں مشہور ہے تو یہ بھی شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کا اثر ہے۔ کشمیر کو اسی حوالے سے تو ایران سفیر کہا گیا۔ کشمیر کی ان خوبیوں ہی کے پیش نظر علامہ نے اپنے عالم قومی زندگی (الحسنہ) میں جب جاپان ویرہ کی صنعتی ترقی کو ”ملکی فروغ“ کے لئے مثال بنایا تو وہاں کشمیریوں کو یہ خراج بھی پیش کیا کہ صرف وہ اس راز کو سمجھتے ہیں۔

در حضور شاہ بہمان رح

نزدہ رود

طاعت از ما جست شیطاں فرید
در عمل از ما نکوئی خواستن!
ہا قمار بد نشیں بازی کہ چہ؟
خود بگوئی زمین کارے کہ کرد؟
دست با دندان گزیدن کار ما

از تو خواہم ستریزواں ارطید
فیشت و ناخوش را چنان آراستن!
از تو پرسم این شون سلوی کہ چہ؟
مشت خاک و این سپہر گرد گرد
کار ما افکار ما آزار ما

شاہ بہمان رح

آفریند صفت را از ضرر!
رزم بادلو است آدم را جہاں
تو ہمہ تیغ او ہمہ شگفتن
ورنہ باقی درو گیتی تیرہ بخت

بندہ کنز فویشن دارد حشر
ہرم بادلو است آدم را و ہاں
۱۳۰۶۔ فویشن را بر ابرین باید زدن
تیر تر ستو تا فتنہ صرب تو سخت

حواشی و تعلیقات : اس پر من : ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۶۲ -

تسمہ نمبر ۱۳۰۷ - علامہ کے تصور ابلیس کے لئے ملاحظہ ہوں تعلیقات نمبر ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲۔

علامہ کا تصور ابلیس، خیر کی پہچانی کا آلہ مقرر ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز اپنی صفات سے پہچانی جاتی ہے۔ ابلیس کے انکار نے "خیر" کے وجود کو نمود بخشی ہے۔ گویا ابلیس نے قربانی دی ہے تاکہ آدم، دیگر مظاہر قدرت سے بلند ہو۔ اب جس کی اپنی شخصیت سے آگاہی حاصل کی وہ اپنے نفع و ضرر کو بھی سمجھے گا۔ ابلیس دشمن نہیں تیغ خوری کو تیز کرنے کا آلہ ہے۔ جس تیغ خوری کو چکایا اس نے ابلیس پر غلبہ حاصل کیا ورنہ دو جہانوں میں خوار ہوا۔ علامہ ابلیس کو بھی کسی کمزور ایمان والے کو بہکانے پر مطمئن کرتے ہیں اور اہل ایمان کو بھی غیرت دلاتے ہیں کہ ابلیس نے اپنے رب کا انکار کیا اور تم اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتے۔

حریف ضرب او مرد تمام است کہ آن آتش بسبب دلا مقام است

نہ ہر شاکی سزاوار رخ او سست کہ صید لاغرے بر کس حرام است ۲۰۷

علامہ کا زشت و نافرمانی آرستہ نہاد اور از مادر عمل کنونی خواستند کسی محبت لانا اور اس غاری شرف

کی شکایت در میان قیود یا تختہ بندم رده ای بازی گوی کہ دامن تر متکین ہشیا رباش ۲۰۸ دو

ختم زادیہ کے نظر ہیں۔ خواہ ذکر اسے صحت عصیت اور استہ سمجھتے ہیں جبکہ علامہ ابلیس کو

حریف کی حیثیت دیتے ہیں ایسا حریف جس انسان کے لئے قربانی دی ہے اور اب اس سے یہ چاہتا ہے

کہ وہ بھی جرات انکار پیدا کر۔ ابلیس کے تبلیغات میں نہ آئے تاکہ اس کا نامہ اعمال کچھ تو

سیاہی سے محفوظ رہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ بات ہو رہی ہے جنہوں نے مطلقہ و شیا لین کو دو لشکروں کے مانند کیا ہے اور

ان لوگوں کو ان لشکروں کی ناپائیدار غلبہ کے حوالے سے تقسیم کیا۔ مومن، مفلوہ، کافر، مشرک، منافق، عاقل، غافل، منافق

اور مشغول ۲۰۹ مومن کھیتی کے لئے برتنے باطن کی لڑائی پروردگار (ابلیس) بھی حکمت خواہد کو سیرا کر رہا ہے ۲۱۰ [مثنوی اسرار خوری حکمت مارا]

ملنے بر ملتے و گیر چسرو

چیز و از ول نالہ ماے در و مند

در جہاں تروستی او آیتے ست

ورنے من نالہ از مضمون او ست

در دیار خود غریب افتادہ است

ماہی رودش پر شست و گیراں

کار او ناتوب و بے اندام و خام

۱۳۰۸ - زیر گرووں آدم آدم را خورد (۲۱۰)

جان ز ال خطہ سوز و چوں سپند

زیرک و دراک و خوش گل ملتے ست

ساغر من غلظندہ اندر خون او ست

از خودی تا بہ انصیب افتادہ است

دست مزوا و بدست و گیراں

کارواں بسوئے منزل گام گام

از غلامی جذبه مات او به مرد
ماتانه پنداری که بود است این چنین

در زمان صفت شکن هم بوده است

چیره و جانپاز و پر دم بوده است

کوه مات خنگ سار او نگمر
در بهاران صلی ریزد رنگ
لکه مات ابر در کوه و دمن
کوه و دریا و غروب آفتاب
۱۳۲۱-
۱۳۲۲- بالسم تواره بودم در نشاط
مرغی که می گفت اندر شاحسار
لاله رست و نرس شهبلا و مهید
عمر با بالید ازین کوه و کسر

۱۳۲۶- عمر با گل رخت برست و کشاد

(۲۷۵) خاک ما و بیکر شهاب الدین نزار

ناله پیر سوز آن مرغ سحر
تا یک دیوانه دیدم در غروبش

و اد جاسم راتب و تاب دگر
آنکه نزار از من متابع صبر برون

"بگذر ز ما و ناله مستانه مجوس"

بگذر ز شاح گل که طلسم است رنگ و بو

گفتی که شبنم از ورق لاله می چسکد

عناصل دله ست این که بگرید کنار جوی

این مشیت پر کجا و سرود این چنین کجا

روح غنی است باقی مرگ آرزوی

با و صبا اگر چه جمیوا سکر کنی

خرنی ز ما به مجلس اتوام باز گو

۱۳۳۳- و بهقان و کشت و جون و خیابان فروختند (۲۷۳)

قوی فروختند و چه ارزان فروختند

حواشی و تعلیقات : شوال ۱۳۰۱ تا ۱۳۳۳ :

زفرہ رُود (عبدلہ) کا یہ سوال دراصل کشمیر جنت نظر کے گون کی تشریح : مشافعی و تہذیبی اور اُس شاندار ماہی کا حوالہ دے کر جب کہ شہاب الدین شاہ میری (۷۷۵ - ۷۹۶ھ) جیسا ناسخ جرنیل اور حاکم کشمیر کے قدر کا سا ہو گا۔ لیکن بد قسمتی ملافظ ہو یہ خطہ بلاخر بک گیا (۲۳) **عہد نامہ لاہور ۱۸۴۶ء اور معاہدہ امرتسر :**

رجحیت سنگھ کی وفات (۱۸۳۹ء) کے بعد پنجاب میں ابتری پھیل گئی۔ خالصہ فوج نے رجحیت سنگھ کے دو بیٹے اور کئی وزیر موت کے گھاٹ اتار دیئے ۱۸۴۲ء میں رجحیت سنگھ کا چھوٹا بیٹا دلیپ سنگھ پانچ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کی سرپرستی اس کی ماں رانی جنڈاں کر دی تھی۔ رانی جنڈاں اور سکھ سرداروں نے خالصہ فوج کو انگریزوں سے بھڑانے کی سکیم بنائی تا کہ ان کے شر سے خود محفوظ رہ سکیں۔ اور انگریزوں نے بھی ستلج پار اپنے مورچے مضبوط کرنا شروع کر دیئے تھے سندھ کی فتح نے سکھوں کو انگریزوں سے مزید متنفذ کر دیا تھا۔ چنانچہ سکھ فوج دسمبر ۱۸۴۵ء میں ستلج پار کر کے انگریز علاقے میں داخل ہوئی۔ تو لارڈ دارڈنگ نے مسلمان جنگ کر دیا۔ بے درپے تین مہینوں میں سکھوں کو شکست ملتی رہی تیسری جنگ میں مشہور سکھ سردار شہام سنگھ بھی ہاری بھی مارا گیا ہزاروں سکھ ستلج پار کرتے ہوئے ڈوب مرے۔ آخر کار عہد نامہ لاہور کی رو سے لڑائی ختم ہوئی۔ اس عہد نامہ کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

- ۱۔ دو اہم لیست جائیداد انگریزوں کو دے دیا گیا۔
- ۲۔ سکھ فوج گھٹا کر ۲۰ ہزار پیادہ اور ۱۳ ہزار سوار رہنے دی گئی
- ۳۔ سرحدی لارنس کو لاہور میں ریزیڈنٹ مقرر کیا گیا۔
- ۴۔ قیام امن کے لئے انگریز فوج لاہور میں رکھی گئی
- ۵۔ ڈیڑھ کروڑ روپے سکھوں کو تاوان جنگ دینا پڑا

سکھوں کے پاس تاوان جنگ کی رقم ادا کرنے کے لئے صرف ۵۰ لاکھ روپے تھے چنانچہ بقایا ایک کروڑ روپے کے بدلے انہوں نے جموں و کشمیر کا علاقہ انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ لیکن انگریزوں سے یہ علاقہ دواگرہ سردار گلاب سنگھ کے ہاتھ پہنچ دیا گلاب سنگھ نے صرف پچھتر لاکھ روپیہ ادا کیا۔ گلاب سنگھ خالصہ دربار کی طرف سے جموں کا مسیحا تھا مگر اب خود مختار حاکم تسلیم کر لیا گیا ہنزہ کشمیر منیو نظر کے حسن و جمال اور اہل کشمیر کے کعبہ کمال سے جو گیت نالے سنا رہا تھا وہ دراصل غنی کا کشمیری کی روح تھی ہنزہ نہ تھا۔ مجلس اقوام کے نام "قوم و فتنہ درازاں و فتنہ" کا پیغام دیا گیا اور شکایت کی گئی کہ آدم آدم کو کھارنا ہے لیکن تب سے اب (۱۹۰۵ء) تک کشمیر بدستور منسلک ہے۔ برٹش قبا خواجہ از حوت او نصیب تنش جامہ نارتارے ۲۰۴۱ء

شعبہ ۱۳۲۱ - علامہ ایسے مناظر میں شانِ خداوندی کا نظارہ کرنے کی بات ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔ (ذو بان اقبال سفر لوہپ کی روداد ایڈیٹر وطن کے نام لکھ کر بھیجتے ہیں - ۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں -

جہاز کے سفر میں دل پر سب سے زیادہ اثر ڈالنے والی چیز سمندر کا نظارہ ہے۔ باری تعالیٰ کی قوتِ لا متناہی کا جو اثر سمندر دیکھ کر سونا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے ہوتا ہو۔۔۔۔۔ " ۲۰۴۵

اب یہ شعر پڑھیں کوہ و دریا در غروب آفتاب من خدرا را دیدم آنجا ہے خواب
شعبہ ۱۳۲۲ - علامہ نے اپنے سفر کشمیر ۱۹۲۲ء کا ذکر کیا ہے جب انہوں نے لٹا باغ میں بیٹھ کر ساتھی نامہ لکھا تھا۔ جس کا پہلا شعر ہے۔ نظارگی کے حسن میں ڈوبا ہوا ہے خوشنما روزگار ہے خوشنما اذہار ہے بنوے ہر آنِ دولت از مرغلزار ہے

اور آخری شعر کشمیریوں کی خودی ناشناس غلامی کے دکھ میں ترہیز ہے۔ خودی ناشناسے زخود شرمسارے ازاں ہے فشان قطرہ ہر کشیری کہ خاک ترش آفریند شہر ہے ۲۰۴۶

کثیر کچھ پچھلے برسوں سے خون اور آگ کے کھیل میں معروف ہیں ان کی خاک شعلہ اگل رہی ہے لیکن نہ مجلسِ اقوام حرکت میں آتی ہے نہ مسلمان حکومتوں کی جمیت میں جوش آتا ہے۔ کشمیریوں کا اللہ حافظ اب یہ خبر بھی گرم ہے کہ امریکہ نے اقوام متحدہ کے رجمندے سے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی قرارداد پر غور کر رہا ہے۔

شعبہ ۱۳۲۶ - (۲۲۱) **سلطان شہاب الدین** : اپنے باپ کے بعد کشمیر کے تخت کا مالک ہوا۔ شجاعت اور اخلاق پسندیدہ رکھتا تھا۔ فاتح اور اولوالعزم تھا۔ جس روز کہیں سے فتح کی خوشخبری نہ آتی اس دن رنجیدہ رہتا اور سمجھتا کہ دیکھن عمر کی موت میں سے کم ہو گیا۔

۱۳۵۶ء میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور دس سال کی مدت میں اہمیت کا شہر برخشان اور کابل کو فتح کیا۔ ریس کے بعد ہندوستان پر فوج کشی کی۔ فیروز شاہ تغلق سلطانِ دہلی سے مقابلہ ہوا۔ دریائے ستلج پر ریس کو شکست دی اور کشمیر واپس چلا گیا۔ ۱۳۷۶ء میں ریس کا انتقال کیا گیا ۲۰۴۷

(۲۲۲) **جنیوا** : پہلی جنگِ عظیم کے بعد ۱۹۲۰ء میں انجمنِ اقوامِ تمام کی گئی جس کی غایت یہ تھی کہ دنیا کے لوگ جنگ کی غارتگری سے محفوظ ہو جائیں۔ پہلے جلسے کے ممبر کم تھے لیکن آہستہ آہستہ جبری طور پر اس میں شامل ہو گئے۔ اس جلسے کا مشورہ یہ تھا کہ جب دو ملکوں میں اختلاف رونما ہوگا تو پہلے جلسےِ اقوام سے ذریعہ کوشش کی جائے گی کہ ثالثی سے فیصلہ ہو جائے۔ بصورت دیگر جلسےِ حملہ آور کے خلاف مناسب اقدام

کر سکی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مجلس نے بعض چھوٹی چھوٹی لڑائیاں روک دیں کیلئے جب بہت اہم موقع آئے تو مجلس کے ارکان اپنے خزانے تمام دینے سے قاصر رہے۔ مثلاً جب جاپان نے چین پر حملہ کیا تو مجلس کچھ نہ کر سکی۔ ۱۹۳۳ء میں جینوا میں ایک کانفرنس ہوئی جہاں یہ طے کیا گیا کہ مختلف اقوام اپنی عسکری طاقت گھٹائیں۔ ۱۹۳۵ء میں اٹلی نے جسنہ پر حملہ کیا تو اس وقت بھی مجلس کچھ نہ کر سکی۔ اس واقعہ کے بعد لیگ آف نیشنز کا رہنما دتار بھی مٹ گیا۔ چنانچہ جب ہٹلر نے دوسری جنگ عظیم کی بنیاد رکھی تو مجلس کے ارکان چپ چاپ دیکھتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں مجلس اقوام نے فیصلہ کیا کہ اس مجلس کو برخاست کر دیا جائے۔ چنانچہ مجلس اقوام کی جگہ اقوام متحدہ [۱۹۴۵ء] کی مجلس نے لی۔ ۲۰۰۸ء یہ مجلس بچھلے دس بیس برس سے امریکہ کی لے پالک بنی ہوئی ہے۔ کشمیر کا مسئلہ جو کشمیری فوجیت سے شروع ہو کر بھارت کے غاصبانہ قبضہ تک پھیل گیا ہے اور ہندوستان پاکستان کے درمیان خطرناک ترین وجہ نزاع بنایا ہے ۱۹۴۷ء سے اب تک تین جنگیں ہو چکی ہیں پچھلے ایک عشرہ سے زیادہ عرصہ پورا کہ کشمیر آزادی کے سوالوں کے خلاف بھارتی جارحیت کے بدولت آگ و خون کا مکن بنا پڑا ہے اقوام متحدہ کشمیریوں کے حق خود اختیاری کو تسلیم کر لینے کے باوجود اس میں شریک نہیں ہوئی۔ علامہ نے اپنی مشنری پس چہ باید کرو (۱۹۳۶ء) میں واضح طور پر اس مسئلے پر راز کے بعد تو میں کفن زندہ ہی رہ گئے ہیں۔ علامہ نے بالکل درست فرمایا تھا۔

نقشبند خاں اور جہاں باید نہاد
در جینوا اجمیت غراز مکر و فن
از کفن دزدان چہ امید کشاد
مید تو این میش و آن نخیر من

نکتہ ۴ کو می ناسخ در سخن

۲۰۰۹ء یک جہاں آشوب و یک گیتی فتن

مکہ اور جینوا

اس دور میں اقوام کی محبت بھی مٹی مام
توزن بھل حکمت ازنگ کا مقصود
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

مکتے نے دیا خاک جینوا کو یہ پیغام

۲۰۰۹ء جمعیت اقوام کو جمعیت آدم؟

فلسطینی عرب ہے

زمانہ اب بھی نہیں جہنم سے فارغ
میں جاناہوں دو آتش نرے وجود میں ہے

تیری دوا نہ جینوا میں ہے نہ لندن میں
زنگ کی رگ عاں پیچیدہ یہود میں ہے

سنا ہے میں نے غلامی سے انہوں کی نجات

۲۰۰۹ء خودی کی پرواز دلزلت عود میں ہے

۲۰۰۸ء تعلیمات اقبال، عابد ۱۱/۱۱/۱۱۲ بوارہ تماموں سیاسیات عالم (ڈیگریری) لندن ۲۰۰۹ء حکایت اقبال فارسی ص ۸۴۱

۲۰۰۸ء حکایت اقبال اردو ص ۵۱۹/۵۲۰ (مترجم) ۲۰۰۸ء ایفنا ۶۲۱/۶۲۲ (مترجم) ۲۰۰۸ء

معدیت اقوام مشرق

پانی بھی خرب ہوا ہی ہے مستقر
ایسا ہو جو نگاہ ملک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملکیت روزگار نے جو خواب
دکھ ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے

طہران ہو گر عالم مشرق کا جینوا

شاید کرڈ ارض کی تقدیر بدل جائے

حالات بہر حال اسی طرف بڑھ رہے ہیں - دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا ۲۰۸۳

(۲۲۳) قوت فروختند: ملائم ہو تلبقہ نمبر ۲۲۰ -

شاہ بہران

۱۳۳۲ - بالو گویم رنر بار یک اے سپر
جسم را از بہر جاں باید گذاخت
گر بہ بڑی پارہ تن را ز تن
لیکن آن جانے کہ گرد جلوه مست
جو بر من با پیچ شے مانند نیست
گر نگہ دار کا میر و در بدن
چہیت جان جلوه مست اے مردار
چہیت جان دان؟ بحق پروا ختن
جلوه مستی؟ خویش را در یافتن
خویش را نایافتن ناپون است
ہر کہ تو را دید و عزیز تو نہ دید
جلوه بدستے کہ بہید خویش را
در نگاہش جاں تو با ازل شود
تیمستہ او خارہ را بر می درو

تن ہمہ خاک است جاں والا گبر
پاک را از خاک می باید شناخت
رفت از دست تو آن تخت بدن
گر ز دست او را دی، آید بدست
ہست اندر بند و اندر بند نیست
ورہ بیفشانی شروع انجن
چہیت جان دادن ز دست مردار
کوہ را یا سوز جاں بگداختن
در شہاں چوں کو کیے بر تافتن
یا صفت تو را بخود بخشون است
رحمت از زندان تو بیرون کشید
خوشتراز نوشینہ داندیش را
پیش او زندان اولزاس شود
تا نصیب تو ز غیتی می برد

۱۳۴۸ - ناز جاں بگداختن، جانش جان اوست

ورنہ جانش یک دودم بہان اوست

خواہشی و تعلیقہ

شعر نمبر ۱۳۳۴ تا ۱۳۳۸ : ان اشعار میں علامہ نے "جان و تن" اور موت و حیات کی حقیقت واضح کی ہے اسے کشمیریوں پر علامہ دیکھو، کی شب بٹائی دیر باز کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔ علامہ تن کو بھی احوالِ جان میں سے ایک حالت سمجھتے ہیں۔ لیکن ہون سے اگر کچھ حصہ کاٹ دیا جائے تو بس گیا۔ لیکن جان کا یہ حال نہیں۔

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے کہ جاں مرنی میں رگ ہون سے ۲۰۸۷
اور "رگ ہون" جان دادن ہو اور جاں دادن، بحق پر داغ حق تو پھر
یہ موت مرنے والے ہی کہہ میں پوری قوم کی زندگی کا نام ہے یعنی نہ صرف

۲۰۸۵ * مملہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ
بلکہ سرفاک شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
نہ خوش ہا نہال ملت ماس ز کار آہ ۲۰۸۶
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔

اگر معاملہ یہ ہے کہ تکمیلِ خوری جاں سے گزرتے ہیں تو پھر جو جاں سے گزر گیا اُس کی جان، اُس کی ہے۔ ورنہ موت تو ہر زندگی کا انجام ہے۔ جاں دُرِ قدم کی ہماں ہے۔
تیاں یہ ہے کہ علامہ کشمیریوں کو "مثنوی شہادت" سے آزادی کی راہ دکھاتے ہیں۔ "دائرہ قمر ریاضِ دہم" نے اسے "فیروشر" کا نام دے کر "دخیرۃ اللک لیاہ ہوان" کے دستِ شرم سے مطالب سے جوڑا ہے۔ جو بے جوڑ لگتا ہے ۲۰۸۷

یوں بھی علامہ "موت" کو تجریدِ مزاقِ زندگی کا نام دیتے ہیں۔ اور فقط عالمِ معنی کا سفر تبات ہیں۔ اور جان کو ایسا عطیہ الٰہی گردانتے ہیں جو واپس نہیں لیا جاتا
۲۰۸۸ جانے کہ بخشد دیگر نڈیر ۲۰۸۸ مہذا تن ہروری کی بجائے حفاظتِ جانِ خوری
ہے۔ اور حفاظتِ جان، سردینے کا نام ہے بکری سردینا جانتی ہے رلوڑ کے رلوڑ ہیں۔ یہی
خوشناسی ہے۔

بخود باز آ خود را بختہ تر گر

اگر گری پس از مردن، نیری ۲۰۸۹

راو : سخی، سورما، بطل، درِ دینے والا (رہنڈ عامر)۔ تہنیتہ او : اشارہ ہے فراد کی کوہ کنی کی طرف علامہ
پر تعلیقہ نمبر ۶۲۔

۲۰۸۷۷	سطحاتِ اقبال اردو ص ۳۷۹ (بال جبریل)	۲۰۸۵۷	الفنا ص ۳۰۷ (الفنا)
۲۰۸۶۷	الفنا ص ۲۷۹ (بابِ در: صلاح اسلام)	۲۰۸۴۷	حاجیہ نامہ: تحقیق و توضیح: دائرہ قمر ریاض ص ۱۹۳ - الفنا -
	دجیح کینڈہ: ذخیرۃ اللک (اردو ترجمہ) ص ۱۵۲ - الفنا -	۲۰۸۸۷	مکتب اقبال اردو ص ۳۳۳، ص ۵۱۷
	نیکانارک مہر ۵۵ (زبور مجی) -	۲۰۸۹۷	الفنا ص ۲۱۱ (پیدام مشرق)

زنده رود

گفته ای از حکمت زشت و نیکو
پیر وانا نکتہ دیگر گیلو
مرشد معنی نگاہان بلوده ای
نرم اسرارشان بود ای
ما فقیر و حکمران خوابد حراج
چسپیت اصل اعتبار تحت و تاج

شاہ ہمدان

اصل شاہی چسپیت اندر شرق و غرب
یارسنائے امتاں یا حرب و ضرب
فاسق گویم با تو کہ والا مقام
باج راجہ با دو کس و آن خرام
یا اولی الامر کہ منکم شان اوست
آیہ حق حجت و بران اوست
یا جوان مردے چو مرد ترسند چیز
شہر گیر و خویش باز اندر سیر
۱۳۵۵
روز کس کشورش از قتاہری
روزی صلح از شیوہ با و لری
۱۳۵۶
می توان ایران و ہندوستان حزیر
جام جم را است جوان با ہنر
ور بگیرد مال او جز شیشہ نیست
پادشاہی را ز کس نتوان حزیر
کس نہ گیرد از دکان شیشہ گر
شیشہ را غیر از شکستن شیشہ نیست

حواشی و تعلیقات : * اشارت بہ شاہ صاحبی بر سفیر ہندوستانی و تبلیغ اور ذخیرۃ الکون جیسی کتابکار
فی الواقعہ لطیف نکتہ ہے۔ شاہی یا تو قوم کی مرضی سے تمام ہوتی ہے یا جنگ و جدال کے بعد عقبہ سے
البتہ ہی حکمران کو خراج لینے کا حق حاصل ہے، گلاب سنگھ نے نوکسیر فرمایا ہے، جام جم خریدنے
سے کوئی جمسید نہیں ہر جاتا۔ یہ شیشہ ٹوٹنے کی چیز ہے ٹوٹ جانا اس کا کام ہے۔
ایران و ہندوستان خریدنا معنی ہے لیکن بادشاہ ہونا اور وہ بھی خرید کر مکن نہیں
بملا حق دار جسے قوم کی مرضی حاصل ہو اولی الامر منکم ہے منکم اس کی شرط ہے صحت
ہے۔ اور حرب و ضرب سے بادشاہی حاصل کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ
بھی مومن ہو جو رزم ہو یا ہنر ہو یا کھل و پاک بازی ہے۔ رزم میں قاتل اور صلح میں دلبر،

۲۲۷ اولی الامر منکم : یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولی الامر منکم
تَاَمَّ شَرَا عَمَّ اِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ وَالرَّسُولَ اِنَّ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
ذَٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَسْنَنُ تَاَدْرِیْلًا ۲۰۹۱ جس طرح کہ عالم اسلامی کے تمام تر سماجی مسائل اِنھما اِنَّا بَشَرٌ
مِثْلُکُمْ کے اعلان کی حقیقت سے غفلت کا نتیجہ ہیں اسی طرح سیاسی مسائل کی جڑ اولی الامر منکم کی

۲۰۹۰ ہر طبقہ یا ان کو برائے شیم کی طرح نرم
۲۰۹۱ النساء : ۵۹
[مکملات اردو] (قریبیہ مومن و نابینا)

نادر قرآنی اصطلاح کی حقیقت سے انماں ہے۔ کہتے کہ تو دعویٰ کر دیا جانا ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے بلاشبہ ایسا ہی ہے لیکن یہ دعویٰ کرنے والے جمعہ تھے ہیں اس لئے کہ یہ کہتے ہوئے ہیں شریعت کہ اسلام نے کوئی واضح نظام نہیں دیا صرف اصول ہیں۔ مگر اصول سہی لیکن اصل الامور اولی الامریتکم کی (مطلعا ہے۔ جسے گول مول کر دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں تین آسمانی بادشاہوں کا ذکر ہے ^{تقریباً} ایک جناب طاہر جبریل علیہ السلام نے پیغمبر وقت کی زبان وحی سر جان سے خود نامزد فرمایا **قَالَ يٰٓيٰٓهٰٓؤُمِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طٰٓوُثًا مِّمَّكُمْ** ۲۰۹۲۔ آخرت سے حکمران مقرر ہے اور خود لفظ اسے ملک کہہ رہی ہے۔

دوسرے حکمران حضرت داؤد علیہ السلام ہیں جن کے لئے **يٰٓاٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِى الْاَرْضِ** ۲۰۹۳۔

ابن خلیفہ کیا گیا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد آپؑ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام حکمران ہوئے

ابن خلیفہ نہیں کیا گیا بلکہ **مَلَكًا مِّمَّكُمْ** کی زبانی **مَلِكًا** کہلایا گیا۔

صنوبر بنی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ریاست مدینہ کے حکمران تھے

دن کے لئے **الرَّسُولَ** کے ساتھ **اَوَّلِى الْاَمْرِ مِّنْكُمْ** کا لاف لگایا گیا۔

دیکھنا یہ ہے کہ ان قرآنی العفایات میں آخر کون سا بنیادی فرق ہے۔ جس کی وجہ سے ایک جیسے حکمرانوں کے لئے بدلے رہے ہیں۔ کیا ان کی نوعیت و ماہیت میں کوئی بنیادی فرق ہے؟ یا نہیں ہے؟ اور اگر ہے تو وہ فرق کیا ہے؟

اس فرق کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں خلافت ارضی کے ازلی منصوبے کے برسرِ حال آنے وقت کے واقعات اور ان کے نتائج پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ تمثیل آدم — بعض تمثیل

نہیں ایک واقعہ ہے اور اس سے خلافت کے بنیادی اصول مستنبط کرتے ہیں۔

یہ تمثیل اولی الامر حقیقی نے خود بیان کی ہے

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيفَةً ۚ ۲۰۹۳

وَابْتِخٰنُ بَيْنَهُمَا مَن يُفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْلِفُ ۚ اِلٰٓذْ نَسِجَ بَجْرَدٍ وَّلَقَدِىْ لَآلَ ۚ ۲۰۹۴

فَرَا ۚ ۲۰۹۵

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۚ ۲۰۹۶

جَوَابًا ۚ ۲۰۹۷

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْ اَتٰكُمْ مَّا لَا تَعْلَمُوْنَ ۚ ۲۰۹۸

فَرَا ۚ ۲۰۹۹

فَاَنْجَدُوْا اٰدَمَ ۚ ۳۰۰۰

فَسَجَدُوْا لِاٰلِىْہِٕٓس ۚ ۳۰۰۱

بِس ۚ ۳۰۰۲

فَاَخْرَجَ فَاٰدَمَ رَجِیْمًا وَاٰتٰ

۲۰۹۲۔ ان سے ان کے نبی نے کہا کہ اللہ نے طاہر کو تمہارا ملک نامزد کیا ہے۔ الحق ۲۰۹۳۔ ۲۰۹۴۔ ۲۰۹۵۔ ۲۰۹۶۔ ۲۰۹۷۔ ۲۰۹۸۔ ۲۰۹۹۔ ۳۰۰۰۔ ۳۰۰۱۔ ۳۰۰۲۔ ۳۰۰۳۔ ۳۰۰۴۔ ۳۰۰۵۔ ۳۰۰۶۔ ۳۰۰۷۔ ۳۰۰۸۔ ۳۰۰۹۔ ۳۰۱۰۔ ۳۰۱۱۔ ۳۰۱۲۔ ۳۰۱۳۔ ۳۰۱۴۔ ۳۰۱۵۔ ۳۰۱۶۔ ۳۰۱۷۔ ۳۰۱۸۔ ۳۰۱۹۔ ۳۰۲۰۔ ۳۰۲۱۔ ۳۰۲۲۔ ۳۰۲۳۔ ۳۰۲۴۔ ۳۰۲۵۔ ۳۰۲۶۔ ۳۰۲۷۔ ۳۰۲۸۔ ۳۰۲۹۔ ۳۰۳۰۔ ۳۰۳۱۔ ۳۰۳۲۔ ۳۰۳۳۔ ۳۰۳۴۔ ۳۰۳۵۔ ۳۰۳۶۔ ۳۰۳۷۔ ۳۰۳۸۔ ۳۰۳۹۔ ۳۰۴۰۔ ۳۰۴۱۔ ۳۰۴۲۔ ۳۰۴۳۔ ۳۰۴۴۔ ۳۰۴۵۔ ۳۰۴۶۔ ۳۰۴۷۔ ۳۰۴۸۔ ۳۰۴۹۔ ۳۰۵۰۔ ۳۰۵۱۔ ۳۰۵۲۔ ۳۰۵۳۔ ۳۰۵۴۔ ۳۰۵۵۔ ۳۰۵۶۔ ۳۰۵۷۔ ۳۰۵۸۔ ۳۰۵۹۔ ۳۰۶۰۔ ۳۰۶۱۔ ۳۰۶۲۔ ۳۰۶۳۔ ۳۰۶۴۔ ۳۰۶۵۔ ۳۰۶۶۔ ۳۰۶۷۔ ۳۰۶۸۔ ۳۰۶۹۔ ۳۰۷۰۔ ۳۰۷۱۔ ۳۰۷۲۔ ۳۰۷۳۔ ۳۰۷۴۔ ۳۰۷۵۔ ۳۰۷۶۔ ۳۰۷۷۔ ۳۰۷۸۔ ۳۰۷۹۔ ۳۰۸۰۔ ۳۰۸۱۔ ۳۰۸۲۔ ۳۰۸۳۔ ۳۰۸۴۔ ۳۰۸۵۔ ۳۰۸۶۔ ۳۰۸۷۔ ۳۰۸۸۔ ۳۰۸۹۔ ۳۰۹۰۔ ۳۰۹۱۔ ۳۰۹۲۔ ۳۰۹۳۔ ۳۰۹۴۔ ۳۰۹۵۔ ۳۰۹۶۔ ۳۰۹۷۔ ۳۰۹۸۔ ۳۰۹۹۔ ۳۱۰۰۔ ۳۱۰۱۔ ۳۱۰۲۔ ۳۱۰۳۔ ۳۱۰۴۔ ۳۱۰۵۔ ۳۱۰۶۔ ۳۱۰۷۔ ۳۱۰۸۔ ۳۱۰۹۔ ۳۱۱۰۔ ۳۱۱۱۔ ۳۱۱۲۔ ۳۱۱۳۔ ۳۱۱۴۔ ۳۱۱۵۔ ۳۱۱۶۔ ۳۱۱۷۔ ۳۱۱۸۔ ۳۱۱۹۔ ۳۱۲۰۔ ۳۱۲۱۔ ۳۱۲۲۔ ۳۱۲۳۔ ۳۱۲۴۔ ۳۱۲۵۔ ۳۱۲۶۔ ۳۱۲۷۔ ۳۱۲۸۔ ۳۱۲۹۔ ۳۱۳۰۔ ۳۱۳۱۔ ۳۱۳۲۔ ۳۱۳۳۔ ۳۱۳۴۔ ۳۱۳۵۔ ۳۱۳۶۔ ۳۱۳۷۔ ۳۱۳۸۔ ۳۱۳۹۔ ۳۱۴۰۔ ۳۱۴۱۔ ۳۱۴۲۔ ۳۱۴۳۔ ۳۱۴۴۔ ۳۱۴۵۔ ۳۱۴۶۔ ۳۱۴۷۔ ۳۱۴۸۔ ۳۱۴۹۔ ۳۱۵۰۔ ۳۱۵۱۔ ۳۱۵۲۔ ۳۱۵۳۔ ۳۱۵۴۔ ۳۱۵۵۔ ۳۱۵۶۔ ۳۱۵۷۔ ۳۱۵۸۔ ۳۱۵۹۔ ۳۱۶۰۔ ۳۱۶۱۔ ۳۱۶۲۔ ۳۱۶۳۔ ۳۱۶۴۔ ۳۱۶۵۔ ۳۱۶۶۔ ۳۱۶۷۔ ۳۱۶۸۔ ۳۱۶۹۔ ۳۱۷۰۔ ۳۱۷۱۔ ۳۱۷۲۔ ۳۱۷۳۔ ۳۱۷۴۔ ۳۱۷۵۔ ۳۱۷۶۔ ۳۱۷۷۔ ۳۱۷۸۔ ۳۱۷۹۔ ۳۱۸۰۔ ۳۱۸۱۔ ۳۱۸۲۔ ۳۱۸۳۔ ۳۱۸۴۔ ۳۱۸۵۔ ۳۱۸۶۔ ۳۱۸۷۔ ۳۱۸۸۔ ۳۱۸۹۔ ۳۱۹۰۔ ۳۱۹۱۔ ۳۱۹۲۔ ۳۱۹۳۔ ۳۱۹۴۔ ۳۱۹۵۔ ۳۱۹۶۔ ۳۱۹۷۔ ۳۱۹۸۔ ۳۱۹۹۔ ۳۲۰۰۔ ۳۲۰۱۔ ۳۲۰۲۔ ۳۲۰۳۔ ۳۲۰۴۔ ۳۲۰۵۔ ۳۲۰۶۔ ۳۲۰۷۔ ۳۲۰۸۔ ۳۲۰۹۔ ۳۲۱۰۔ ۳۲۱۱۔ ۳۲۱۲۔ ۳۲۱۳۔ ۳۲۱۴۔ ۳۲۱۵۔ ۳۲۱۶۔ ۳۲۱۷۔ ۳۲۱۸۔ ۳۲۱۹۔ ۳۲۲۰۔ ۳۲۲۱۔ ۳۲۲۲۔ ۳۲۲۳۔ ۳۲۲۴۔ ۳۲۲۵۔ ۳۲۲۶۔ ۳۲۲۷۔ ۳۲۲۸۔ ۳۲۲۹۔ ۳۲۳۰۔ ۳۲۳۱۔ ۳۲۳۲۔ ۳۲۳۳۔ ۳۲۳۴۔ ۳۲۳۵۔ ۳۲۳۶۔ ۳۲۳۷۔ ۳۲۳۸۔ ۳۲۳۹۔ ۳۲۴۰۔ ۳۲۴۱۔ ۳۲۴۲۔ ۳۲۴۳۔ ۳۲۴۴۔ ۳۲۴۵۔ ۳۲۴۶۔ ۳۲۴۷۔ ۳۲۴۸۔ ۳۲۴۹۔ ۳۲۵۰۔ ۳۲۵۱۔ ۳۲۵۲۔ ۳۲۵۳۔ ۳۲۵۴۔ ۳۲۵۵۔ ۳۲۵۶۔ ۳۲۵۷۔ ۳۲۵۸۔ ۳۲۵۹۔ ۳۲۶۰۔ ۳۲۶۱۔ ۳۲۶۲۔ ۳۲۶۳۔ ۳۲۶۴۔ ۳۲۶۵۔ ۳۲۶۶۔ ۳۲۶۷۔ ۳۲۶۸۔ ۳۲۶۹۔ ۳۲۷۰۔ ۳۲۷۱۔ ۳۲۷۲۔ ۳۲۷۳۔ ۳۲۷۴۔ ۳۲۷۵۔ ۳۲۷۶۔ ۳۲۷۷۔ ۳۲۷۸۔ ۳۲۷۹۔ ۳۲۸۰۔ ۳۲۸۱۔ ۳۲۸۲۔ ۳۲۸۳۔ ۳۲۸۴۔ ۳۲۸۵۔ ۳۲۸۶۔ ۳۲۸۷۔ ۳۲۸۸۔ ۳۲۸۹۔ ۳۲۹۰۔ ۳۲۹۱۔ ۳۲۹۲۔ ۳۲۹۳۔ ۳۲۹۴۔ ۳۲۹۵۔ ۳۲۹۶۔ ۳۲۹۷۔ ۳۲۹۸۔ ۳۲۹۹۔ ۳۳۰۰۔ ۳۳۰۱۔ ۳۳۰۲۔ ۳۳۰۳۔ ۳۳۰۴۔ ۳۳۰۵۔ ۳۳۰۶۔ ۳۳۰۷۔ ۳۳۰۸۔ ۳۳۰۹۔ ۳۳۱۰۔ ۳۳۱۱۔ ۳۳۱۲۔ ۳۳۱۳۔ ۳۳۱۴۔ ۳۳۱۵۔ ۳۳۱۶۔ ۳۳۱۷۔ ۳۳۱۸۔ ۳۳۱۹۔ ۳۳۲۰۔ ۳۳۲۱۔ ۳۳۲۲۔ ۳۳۲۳۔ ۳۳۲۴۔ ۳۳۲۵۔ ۳۳۲۶۔ ۳۳۲۷۔ ۳۳۲۸۔ ۳۳۲۹۔ ۳۳۳۰۔ ۳۳۳۱۔ ۳۳۳۲۔ ۳۳۳۳۔ ۳۳۳۴۔ ۳۳۳۵۔ ۳۳۳۶۔ ۳۳۳۷۔ ۳۳۳۸۔ ۳۳۳۹۔ ۳۳۴۰۔ ۳۳۴۱۔ ۳۳۴۲۔ ۳۳۴۳۔ ۳۳۴۴۔ ۳۳۴۵۔ ۳۳۴۶۔ ۳۳۴۷۔ ۳۳۴۸۔ ۳۳۴۹۔ ۳۳۵۰۔ ۳۳۵۱۔ ۳۳۵۲۔ ۳۳۵۳۔ ۳۳۵۴۔ ۳۳۵۵۔ ۳۳۵۶۔ ۳۳۵۷۔ ۳۳۵۸۔ ۳۳۵۹۔ ۳۳۶۰۔ ۳۳۶۱۔ ۳۳۶۲۔ ۳۳۶۳۔ ۳۳۶۴۔ ۳۳۶۵۔ ۳۳۶۶۔ ۳۳۶۷۔ ۳۳۶۸۔ ۳۳۶۹۔ ۳۳۷۰۔ ۳۳۷۱۔ ۳۳۷۲۔ ۳۳۷۳۔ ۳۳۷۴۔ ۳۳۷۵۔ ۳۳۷۶۔ ۳۳۷۷۔ ۳۳۷۸۔ ۳۳۷۹۔ ۳۳۸۰۔ ۳۳۸۱۔ ۳۳۸۲۔ ۳۳۸۳۔ ۳۳۸۴۔ ۳۳۸۵۔ ۳۳۸۶۔ ۳۳۸۷۔ ۳۳۸۸۔ ۳۳۸۹۔ ۳۳۹۰۔ ۳۳۹۱۔ ۳۳۹۲۔ ۳۳۹۳۔ ۳۳۹۴۔ ۳۳۹۵۔ ۳۳۹۶۔ ۳۳۹۷۔ ۳۳۹۸۔ ۳۳۹۹۔ ۳۴۰۰۔ ۳۴۰۱۔ ۳۴۰۲۔ ۳۴۰۳۔ ۳۴۰۴۔ ۳۴۰۵۔ ۳۴۰۶۔ ۳۴۰۷۔ ۳۴۰۸۔ ۳۴۰۹۔ ۳۴۱۰۔ ۳۴۱۱۔ ۳۴۱۲۔ ۳۴۱۳۔ ۳۴۱۴۔ ۳۴۱۵۔ ۳۴۱۶۔ ۳۴۱۷۔ ۳۴۱۸۔ ۳۴۱۹۔ ۳۴۲۰۔ ۳۴۲۱۔ ۳۴۲۲۔ ۳۴۲۳۔ ۳۴۲۴۔ ۳۴۲۵۔ ۳۴۲۶۔ ۳۴۲۷۔ ۳۴۲۸۔ ۳۴۲۹۔ ۳۴۳۰۔ ۳۴۳۱۔ ۳۴۳۲۔ ۳۴۳۳۔ ۳۴۳۴۔ ۳۴۳۵۔ ۳۴۳۶۔ ۳۴۳۷۔ ۳۴۳۸۔ ۳۴۳۹۔ ۳۴۴۰۔ ۳۴۴۱۔ ۳۴۴۲۔ ۳۴۴۳۔ ۳۴۴۴۔ ۳۴۴۵۔ ۳۴۴۶۔ ۳۴۴۷۔ ۳۴۴۸۔ ۳۴۴۹۔ ۳۴۵۰۔ ۳۴۵۱۔ ۳۴۵۲۔ ۳۴۵۳۔ ۳۴۵۴۔ ۳۴۵۵۔ ۳۴۵۶۔ ۳۴۵۷۔ ۳۴۵۸۔ ۳۴۵۹۔ ۳۴۶۰۔ ۳۴۶۱۔ ۳۴۶۲۔ ۳۴۶۳۔ ۳۴۶۴۔ ۳۴۶۵۔ ۳۴۶۶۔ ۳۴۶۷۔ ۳۴۶۸۔ ۳۴۶۹۔ ۳۴۷۰۔ ۳۴۷۱۔ ۳۴۷۲۔ ۳۴۷۳۔ ۳۴۷۴۔ ۳۴۷۵۔ ۳۴۷۶۔ ۳۴۷۷۔ ۳۴۷۸۔ ۳۴۷۹۔ ۳۴۸۰۔ ۳۴۸۱۔ ۳۴۸۲۔ ۳۴۸۳۔ ۳۴۸۴۔ ۳۴۸۵۔ ۳۴۸۶۔ ۳۴۸۷۔ ۳۴۸۸۔ ۳۴۸۹۔ ۳۴۹۰۔ ۳۴۹۱۔ ۳۴۹۲۔ ۳۴۹۳۔ ۳۴۹۴۔ ۳۴۹۵۔ ۳۴۹۶۔ ۳۴۹۷۔ ۳۴۹۸۔ ۳۴۹۹۔ ۳۵۰۰۔ ۳۵۰۱۔ ۳۵۰۲۔ ۳۵۰۳۔ ۳۵۰۴۔ ۳۵۰۵۔ ۳۵۰۶۔ ۳۵۰۷۔ ۳۵۰۸۔ ۳۵۰۹۔ ۳۵۱۰۔ ۳۵۱۱۔ ۳۵۱۲۔ ۳۵۱۳۔ ۳۵۱۴۔ ۳۵۱۵۔ ۳۵۱۶۔ ۳۵۱۷۔ ۳۵۱۸۔ ۳۵۱۹۔ ۳۵۲۰۔ ۳۵۲۱۔ ۳۵۲۲۔ ۳۵۲۳۔ ۳۵۲۴۔ ۳۵۲۵۔ ۳۵۲۶۔ ۳۵۲۷۔ ۳۵۲۸۔ ۳۵۲۹۔ ۳۵۳۰۔ ۳۵۳۱۔ ۳۵۳۲۔ ۳۵۳۳۔ ۳۵۳۴۔ ۳۵۳۵۔ ۳۵۳۶۔ ۳۵۳۷۔ ۳۵۳۸۔ ۳۵۳۹۔ ۳۵۴۰۔ ۳۵۴۱۔ ۳۵۴۲۔ ۳۵۴۳۔ ۳۵۴۴۔ ۳۵۴۵۔ ۳۵۴۶۔ ۳۵۴۷۔ ۳۵۴۸۔ ۳۵۴۹۔ ۳۵۵۰۔ ۳۵۵۱۔ ۳۵۵۲۔ ۳۵۵۳۔ ۳۵۵۴۔ ۳۵۵۵۔ ۳۵۵۶۔ ۳۵۵۷۔ ۳۵۵۸۔ ۳۵۵۹۔ ۳۵۶۰۔ ۳۵۶۱۔ ۳۵۶۲۔ ۳۵۶۳۔ ۳۵۶۴۔ ۳۵۶۵۔ ۳۵۶۶۔ ۳۵۶۷۔ ۳۵۶۸۔ ۳۵۶۹۔ ۳۵۷۰۔ ۳۵۷۱۔ ۳۵۷۲۔ ۳۵۷۳۔ ۳۵۷۴۔ ۳۵۷۵۔ ۳۵۷۶۔ ۳۵۷۷۔ ۳۵۷۸۔ ۳۵۷۹۔ ۳۵۸۰۔ ۳۵۸۱۔ ۳۵۸۲۔ ۳۵۸۳۔ ۳۵۸۴۔ ۳۵۸۵۔ ۳۵۸۶۔ ۳۵۸۷۔ ۳۵۸۸۔ ۳۵۸۹۔ ۳۵۹۰۔ ۳۵۹۱۔ ۳۵۹۲۔ ۳۵۹۳۔ ۳۵۹۴۔ ۳۵۹۵۔ ۳۵۹۶۔ ۳۵۹۷۔ ۳۵۹۸۔ ۳۵۹۹۔ ۳۶۰۰۔ ۳۶۰۱۔ ۳۶۰۲۔ ۳۶۰۳۔ ۳۶۰۴۔ ۳۶۰۵۔ ۳۶۰۶۔ ۳۶۰۷۔ ۳۶۰۸۔ ۳۶۰۹۔ ۳۶۱۰۔ ۳۶۱۱۔ ۳۶۱۲۔ ۳۶۱۳۔ ۳۶۱۴۔ ۳۶۱۵۔ ۳۶۱۶۔ ۳۶۱۷۔ ۳۶۱۸۔ ۳۶۱۹۔ ۳۶۲۰۔ ۳۶۲۱۔ ۳۶۲۲۔ ۳۶۲۳۔ ۳۶۲۴۔ ۳۶۲۵۔ ۳۶۲۶۔ ۳۶۲۷۔ ۳۶۲۸۔ ۳۶۲۹۔ ۳۶۳۰۔ ۳۶۳۱۔ ۳۶۳۲۔ ۳۶۳۳۔ ۳۶۳۴۔ ۳۶۳۵۔ ۳۶۳۶۔ ۳۶۳۷۔ ۳۶۳۸۔ ۳۶۳۹۔ ۳۶۴۰۔ ۳۶۴۱۔ ۳۶۴۲۔ ۳۶۴۳۔ ۳۶۴۴۔ ۳۶۴۵۔ ۳۶۴۶۔ ۳۶۴۷۔ ۳۶۴۸۔ ۳۶۴۹۔ ۳۶۵۰۔ ۳۶۵۱۔ ۳۶۵۲۔ ۳۶۵۳۔ ۳۶۵۴۔ ۳۶۵۵۔ ۳۶۵۶۔ ۳۶۵۷۔ ۳۶۵۸۔ ۳۶۵۹۔ ۳۶۶۰۔ ۳۶۶۱۔ ۳۶۶۲۔ ۳۶۶۳۔ ۳۶۶۴۔ ۳۶۶۵۔ ۳۶۶۶۔ ۳۶۶۷۔ ۳۶۶۸۔ ۳۶۶۹۔ ۳۶۷۰۔ ۳۶۷۱۔ ۳۶۷۲۔ ۳۶۷۳۔ ۳۶۷۴۔ ۳۶۷۵۔ ۳۶۷۶۔ ۳۶۷۷۔ ۳۶۷۸۔ ۳۶۷۹۔ ۳۶۸۰۔ ۳۶۸۱۔ ۳۶۸۲۔ ۳۶۸۳۔ ۳۶۸۴۔ ۳۶۸۵۔ ۳۶۸۶۔ ۳۶۸۷۔ ۳۶۸۸۔ ۳۶۸۹۔ ۳۶۹۰۔ ۳۶۹۱۔ ۳۶۹۲۔ ۳۶۹۳۔ ۳۶۹۴۔ ۳۶۹۵۔ ۳۶۹۶۔ ۳۶۹۷۔ ۳۶۹۸۔ ۳۶۹۹۔ ۳۷۰۰۔ ۳۷۰۱۔ ۳۷۰۲۔ ۳۷۰۳۔ ۳۷۰۴۔ ۳۷۰۵۔ ۳۷۰۶۔ ۳۷۰۷۔ ۳۷۰۸۔ ۳۷۰۹۔ ۳۷۱۰۔ ۳۷۱۱۔ ۳۷۱۲۔ ۳۷۱۳۔ ۳۷۱۴۔ ۳۷۱۵۔ ۳۷۱۶۔ ۳۷۱۷۔ ۳۷۱۸۔ ۳۷۱۹۔ ۳۷۲۰۔ ۳۷۲۱۔ ۳۷۲۲۔ ۳۷۲۳۔ ۳۷۲۴۔ ۳۷۲۵۔ ۳۷۲۶۔ ۳۷۲۷۔ ۳۷۲۸۔ ۳۷۲۹۔ ۳۷۳۰۔ ۳۷۳۱۔ ۳۷۳۲۔ ۳۷۳۳۔ ۳۷۳۴۔ ۳۷۳۵۔ ۳۷۳۶۔ ۳۷۳۷۔ ۳۷۳۸۔ ۳۷۳۹۔ ۳۷۴۰۔ ۳۷۴۱۔ ۳۷۴۲۔ ۳۷۴۳۔ ۳۷۴۴۔ ۳۷۴۵۔ ۳۷۴۶۔ ۳۷۴۷۔ ۳۷۴۸۔ ۳۷۴۹۔ ۳۷۵۰۔ ۳۷۵۱۔ ۳۷۵۲۔ ۳۷۵۳۔ ۳۷۵۴۔ ۳۷۵۵۔ ۳۷۵۶۔ ۳۷۵۷۔ ۳۷۵۸۔ ۳۷۵۹۔ ۳۷۶۰۔ ۳۷۶۱۔ ۳۷۶۲۔ ۳۷۶۳۔ ۳۷۶۴۔ ۳۷۶۵۔ ۳۷۶۶۔ ۳۷۶۷۔ ۳۷۶۸۔ ۳۷۶۹۔ ۳۷۷۰۔ ۳۷۷۱۔ ۳۷۷۲۔ ۳۷۷۳۔ ۳۷۷۴۔ ۳۷۷۵۔ ۳۷۷۶۔ ۳۷۷۷۔ ۳۷۷۸۔ ۳۷۷۹۔ ۳۷۸۰۔ ۳۷۸۱۔ ۳۷۸۲۔ ۳۷۸۳۔ ۳۷۸۴۔ ۳۷۸۵۔ ۳۷۸۶۔ ۳۷۸۷۔ ۳۷۸۸۔ ۳۷۸۹۔ ۳۷۹۰۔ ۳۷۹۱۔ ۳۷۹۲۔ ۳۷۹۳۔ ۳۷۹۴۔ ۳۷۹۵۔ ۳۷۹۶۔ ۳۷۹۷۔ ۳۷۹۸۔ ۳۷۹۹۔ ۳۸۰۰۔ ۳۸۰۱۔ ۳۸۰۲۔ ۳۸۰۳۔ ۳۸۰۴۔ ۳۸۰۵۔ ۳۸۰۶۔ ۳۸۰۷۔ ۳۸۰۸۔ ۳۸۰۹۔ ۳۸۱۰۔ ۳۸۱۱۔ ۳۸۱۲۔ ۳۸۱۳۔ ۳۸۱۴۔ ۳۸۱۵۔ ۳۸۱۶۔ ۳۸۱۷۔ ۳۸۱۸۔ ۳۸۱۹۔ ۳۸۲۰۔ ۳۸۲۱۔ ۳۸۲۲۔ ۳۸۲۳۔ ۳۸۲۴۔ ۳۸۲۵۔ ۳۸۲۶۔ ۳۸۲۷۔ ۳۸۲۸۔ ۳۸۲۹۔ ۳۸۳۰۔ ۳۸۳۱۔ ۳۸۳۲۔ ۳۸۳۳۔ ۳۸۳۴۔ ۳۸۳۵۔ ۳۸۳۶۔ ۳۸۳۷۔ ۳۸۳۸۔ ۳۸۳۹۔ ۳۸۴۰۔ ۳۸۴۱۔ ۳۸۴۲۔ ۳۸۴۳۔ ۳۸۴۴۔ ۳۸۴۵۔ ۳۸۴۶۔ ۳۸۴۷۔ ۳۸۴۸۔ ۳۸۴۹۔ ۳۸۵۰۔ ۳۸۵۱۔ ۳۸۵۲۔ ۳۸۵۳۔ ۳۸۵۴۔ ۳۸۵۵۔ ۳۸۵۶۔ ۳۸۵۷۔ ۳۸۵۸۔ ۳۸۵۹۔ ۳۸۶۰۔ ۳۸۶۱۔ ۳۸۶۲۔ ۳۸۶۳۔ ۳۸۶۴۔ ۳۸۶۵۔ ۳۸۶۶۔ ۳۸۶۷۔ ۳۸۶۸۔ ۳۸۶۹۔ ۳۸۷۰۔ ۳۸۷۱۔ ۳۸۷۲۔ ۳۸۷۳۔ ۳۸۷۴۔ ۳۸۷۵۔ ۳۸۷۶۔ ۳۸۷۷۔ ۳۸۷۸۔ ۳۸۷۹۔ ۳۸۸۰۔ ۳۸۸۱۔ ۳۸۸۲۔ ۳۸۸۳۔ ۳۸۸۴۔ ۳۸۸۵۔ ۳۸۸۶۔ ۳۸۸۷۔ ۳۸۸۸۔ ۳۸۸۹۔ ۳۸۹۰۔ ۳۸۹۱۔ ۳۸۹۲۔ ۳۸۹۳۔ ۳۸۹۴۔ ۳۸۹۵۔ ۳۸۹۶۔ ۳۸۹۷۔ ۳۸۹۸۔ ۳۸۹۹۔ ۳۹۰۰۔ ۳۹۰۱۔ ۳۹۰۲۔ ۳۹۰۳۔ ۳۹۰۴۔ ۳۹۰۵۔ ۳۹۰۶۔ ۳۹۰۷۔ ۳۹۰۸۔ ۳۹۰۹۔ ۳۹۱۰۔ ۳۹۱۱۔ ۳۹۱۲۔ ۳۹۱۳۔ ۳۹۱۴۔ ۳۹۱۵۔ ۳۹۱۶۔ ۳۹۱۷۔ ۳۹۱۸۔ ۳۹۱۹۔ ۳۹۲۰۔ ۳۹۲۱۔ ۳۹۲۲۔ ۳۹۲۳۔ ۳۹۲۴۔ ۳۹۲۵۔ ۳۹۲۶۔ ۳۹۲۷۔ ۳۹۲۸۔ ۳۹۲۹۔ ۳۹۳۰۔ ۳۹۳۱۔ ۳۹۳۲۔ ۳۹۳۳۔ ۳۹۳۴۔ ۳۹۳۵۔ ۳۹۳۶۔ ۳۹۳۷۔ ۳۹۳۸۔ ۳۹۳۹۔ ۳۹۴۰۔ ۳۹۴۱۔ ۳۹۴۲۔ ۳۹۴۳۔ ۳۹۴۴۔ ۳۹۴۵۔ ۳۹۴۶۔ ۳۹۴۷۔ ۳۹۴۸۔ ۳۹۴۹۔ ۳۹۵۰۔ ۳۹۵۱۔ ۳۹۵۲۔ ۳۹۵۳۔ ۳۹۵۴۔ ۳۹۵۵۔ ۳۹۵۶۔ ۳۹۵۷۔ ۳۹۵۸۔ ۳۹۵۹۔ ۳۹۶۰۔ ۳۹۶۱۔ ۳۹۶۲۔ ۳۹۶۳۔ ۳۹۶۴۔ ۳۹۶۵۔ ۳۹۶۶۔ ۳۹۶۷۔ ۳۹۶۸۔ ۳۹۶۹۔ ۳۹۷۰۔ ۳۹۷۱۔ ۳۹۷۲۔ ۳۹۷۳۔ ۳۹۷۴۔ ۳۹۷۵۔ ۳۹۷۶۔ ۳۹۷۷۔ ۳۹۷۸۔ ۳۹۷۹۔ ۳۹۸۰۔ ۳۹۸۱۔ ۳۹۸۲۔ ۳۹۸۳۔ ۳۹۸۴۔ ۳۹۸۵۔ ۳۹۸۶۔ ۳۹۸۷۔ ۳۹۸۸۔ ۳۹۸۹۔ ۳۹۹۰۔ ۳۹۹۱۔ ۳۹۹۲۔ ۳۹۹۳۔ ۳۹۹۴۔ ۳۹۹۵۔ ۳۹۹۶۔ ۳۹۹۷۔ ۳۹۹۸۔ ۳۹۹۹۔ ۴۰۰۰۔ ۴۰۰۱۔ ۴۰۰۲۔ ۴۰۰۳۔ ۴۰۰۴۔ ۴۰۰۵۔ ۴۰۰۶۔ ۴۰۰۷۔ ۴۰۰۸۔ ۴۰۰۹۔ ۴۰۱۰۔ ۴۰۱۱۔ ۴۰۱۲۔ ۴۰۱۳۔ ۴۰۱۴۔ ۴۰۱۵۔ ۴۰۱۶۔ ۴۰۱۷۔ ۴۰۱۸۔ ۴۰۱۹۔ ۴۰۲۰۔ ۴۰۲۱۔ ۴۰۲۲۔ ۴۰۲۳۔ ۴۰۲۴۔ ۴۰۲۵۔ ۴۰۲۶۔ ۴۰۲۷۔ ۴۰۲۸۔ ۴۰۲۹۔ ۴۰۳۰۔ ۴۰۳۱۔ ۴۰۳۲۔ ۴۰۳۳۔ ۴۰۳۴۔ ۴۰۳۵۔ ۴۰۳۶۔ ۴۰۳۷۔ ۴۰۳۸۔ ۴۰۳۹۔ ۴۰۴۰۔ ۴۰۴۱۔ ۴۰۴۲۔ ۴۰۴۳۔ ۴۰۴۴۔ ۴۰۴۵۔ ۴۰۴۶۔ ۴۰۴۷۔ ۴۰۴۸۔ ۴۰۴۹۔ ۴۰۵۰۔ ۴۰۵۱۔ ۴۰۵۲۔ ۴۰۵۳۔ ۴۰۵۴۔ ۴۰۵۵۔ ۴۰۵۶۔ ۴۰۵۷۔ ۴۰۵۸۔ ۴۰۵۹۔ ۴۰۶۰۔ ۴۰۶۱۔ ۴۰۶۲۔ ۴۰۶۳۔ ۴۰۶۴۔ ۴۰۶۵۔ ۴۰۶۶۔ ۴۰۶۷۔ ۴۰۶۸۔ ۴۰۶۹۔ ۴۰۷۰۔ ۴۰۷۱۔ ۴۰۷۲۔ ۴۰۷۳۔ ۴۰۷۴۔ ۴۰۷۵۔ ۴۰۷۶۔ ۴۰۷۷۔ ۴۰۷۸۔ ۴۰۷۹۔ ۴۰۸۰۔ ۴۰۸۱۔ ۴۰۸۲۔ ۴۰۸۳۔ ۴۰۸۴۔ ۴۰۸۵۔ ۴۰۸۶۔ ۴۰۸۷۔ ۴۰۸۸۔ ۴۰۸۹۔ ۴۰۹۰۔ ۴۰۹۱۔ ۴۰۹۲۔ ۴۰۹۳۔ ۴۰۹۴۔ ۴۰۹۵۔ ۴۰۹۶۔ ۴۰۹۷۔ ۴۰۹۸۔ ۴۰۹۹۔ ۴۱۰۰۔ ۴۱۰۱۔ ۴۱۰۲۔ ۴۱۰۳۔

تَعْلِيقُ التَّعْنِیْنِ إِلَى یَوْمِ الذِّیْتِ ۳۰۲

ان آیاتِ کریمہ پر تدبر ہے۔ جو نکات لاحقہ آتے ہیں حسیب ذیل ہیں { زیادہ نہیں سنے } ملاحظہ فرمائیے

۱: خلافتِ ارضی اللہ تعالیٰ کی منشاء تھی۔ پس اُسی نے آدم کو اس کے لئے نامزد کیا اللہ تعالیٰ کا یہ پسند، زمین پر اولادِ آدم کی ضرورت بن گئی۔ لہذا خلافت و حکومت جس کی ضرورت ہے، اُسی کو نامزدگی کا حق بھی حاصل ہے۔

۲: خلافت کے لئے کسی نسل، طبقہ، گروہ کا حوالہ الہی دامت باری ہے۔ اس کے لئے نفسی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ علمِ الاسماء کی تعلیم آدم کو کونے میں بٹھا کر نہ دی گئی تھی ملائکہ بھی اُدھر ہی تھے۔ ان میں اس کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ صالح۔ صاحبِ صلاحیت کو دیتے ہیں۔

۳: اس آزمائش میں جو ہار گیا اُسے اعتماد کا دھوکا [سجدہ کرنے] کو کہا گیا۔

۴: جس نے انکار کیا اُسے ابھری پھٹکار ملی۔

ذرا غور فرمائیں: حضرت نوحؑ کی قوم نے اہل ایمان کو اراذل و الفجار کہا عوامِ ملام نام۔ تو حضرت نوحؑ نے اس نظریے سے اتفاق کو ظلم سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ اَنْفُسِهِمْ ۳۰۳ اللہ ان کی نفسی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ اپنی خیر سے ہمیں نوازے گا۔ یہ خیر وہ اختیار ہے جس سے مراعات یافتہ طبقات نے ہمیں محروم کر رکھا تھا۔ جب قوم کو حوسلیٰ نے پاس والی بستی پر چڑھائی کہ کو کہا تاکہ الہین اختیار و اعتماد ملے تو وہ سمیت ہار گئے اور بیچارہ بہن مسور و غیرہ مانگنے لگے تاکہ وہی کہتی باری کریں جو پہلے کرتے آئے تھے تو جواب ملا تھا اَلَسْتَبَدُّوْنَ الَّذِیْ هُوَ اِذْنِیْ بِالْقَوٰی هُوَ خَیْرٌ ۳۰۴ گویا خیر، اختیار کے حالی دیتا ہے۔

قوم حوسلیٰ نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے درخواست کہ وہ اللہ سے ہمارے لئے حکمران مانگیں تاکہ ہم اس کی قیادت میں جاؤں گے ظلم و ستم سے نجات حاصل کریں اور وہ ہمارے درمیان عدل قائم کریں۔ حکمران بنی اسرائیل کی ضرورت بن گیا۔ لیکن اصل الاصولِ خلافتِ آدم کے برگزین رسول کے ذریعے، نامزدگی کرائی گئی۔ یہ نامزد خود اللہ کے فرمان کے مطابق ملک کیلایا۔ ضرورت کسی کی تھی۔ ہوا کسی اور کے حق نامزدگی سے کیا گیا۔ یہی ملکیت ہے۔

غائب طاقت نامزد ہوئے۔ وہ طاقت پر غالب آئے۔ دولت سیکھنے بھی لوٹائی لیکن حکومتِ الہی کے قیام کا خاطر بزمِ خذ نامین حق نے جبریل یوآب کی سرکردگی میں ۳۰۵ خرمک جلالی۔ طاقت قتل ہوا اور اُس کے حابیوں کی لاشیں بیت الشان کی دیواروں سے لٹکائی گئیں تاکہ نامین حق

کے خود ساختہ آسمانی اختیار کے منکر ہوتے ہیں۔ لیکن منشاء ربانی کچھ اور تھی
 طاوت کے خلاف اَلْحَقُّ يَكُونُ لَدَى الْمَلِكِ عَلَيْنَا ۳۰۶ کا استحقاق جتنا کچھ پھر بھی مردم رہے
 طاوت کے قتل کے بعد لوگوں نے داؤد کو حکمران بنالیا۔ لوگوں نے اپنی ضرورت
 خود پوری کر دی۔ اور وہ بھی داؤد کی نفسی صلاحیت کے حوالے سے۔ داؤد، طاوت کے لشکر
 تھے۔ نوک پچھلا کر زور بنائی اور اعلیت میں پوتے ہوئے حالت کی اکثریت پر غالب آئے۔
 لوگوں سے انتساب آسمانی تائید و توثیق حضرت داؤدؑ کو نبوت بخشنے اور خلیفہ کے لقب سے سرفراز

کئے جانے سے ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام حکمران
 ہوئے یہ خاندانی وراثت باوجود اس کے کہ حضرت سلیمان پیغمبر تھے ملکیت کیلئے۔ حضرت عمرؓ
 نے اپنے بعد ۲۱ میں عمرؓ کو تمام تر صلاحیتوں کے باوجود اہرینے کے استحقاق سے محروم کر دیا تھا
 ہوئے نا فاروق اعظمؓ؟۔ حضرت علیؓ نے عالم نزع میں بھی لوگوں کے بار بار اہرار پر
 حسن بن علیؓ کو نامزد نہ فرمایا بلکہ اعلان فرمایا لَا أَمْرُكُمْ وَلَا أَنْتَهُمْ وَأَنْتُمْ الْبَقَرُ
 ۳۰۷ اس قسم کا اعلان وہ اپنے خلاف تحکیم قبول کر کے الزام میں کمزور شرف کا فتویٰ
 لگائے جانے پر بھی کر چکے تھے۔ سَلَامَةُ الْحَقِّ (إِنَّ الْحَقَّ يَكُونُ لَدَى الْمَلِكِ) يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ ۳۰۸
 ایک برحق مکہ کی باطل تاویل کی جارہی ہے عوام کو بہر حال ایک حکمران کی ضرورت ہے جو پوری قوت سے
 انکام نافذ کر سکے۔ ”عوام کی ضرورت، عوام کا فیصلہ“ فرمایا وَأَنْتُمْ الْبَقَرُ تم خود بہتر دیکھ
 سکتے ہو۔ ہوئے نا اقتضائکم۔ بہتر فیصلہ دینے والے۔

اللہ کے آفرین والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کی بنیادی وجہ
 جنگِ بُعَاث کے جگمگے فتنوں اور باہمی نفرت و عداوت سے تنگ اہل مدینہ کی ضرورتِ حکومت تھی
 غیر جانبدار رہنے والے سرداروں میں سے عبداللہ ابن ابی ہریرہؓ ہونے والا تھا تاجِ شامی تیار تھا
 کہ حضورؐ بیعت عقبہ کی رو سے مدینہ تشریف لے آئے اور لوگوں نے شانانہ استقبال کیا
 جِئْتُ يَا الْأَمْرَ الْمَطَارِعَ۔ کے گیتوں میں آپؐ کو مطاع جن لیا گیا۔ گویا دو میں سے
 ایک کو جُن کر اہل مدینہ نے اپنی ضرورت خود پوری کی۔ خلافتِ ارضی کے ارضی منصوبے کا اصل لاہور
 رُو بعل آگیا۔ حقیقتِ قدیمہ کا ایک رخ یہ بھی ہے۔ هَرَارًا، آدَم، نُوح، مُوسَى، طَاوُت، دَاوُد،

سلیمان۔ علیہم السلام۔ اسی مراتب میں سے گذر رہے تھے حتیٰ کہ حضرت قہمؓ پر یہ منصوبہ
 بھی تکمیل کو پہنچا۔ آپؐ نے حضرت۔ نابینا ہی کے خود ساختہ آسمانی اختیار کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں
 بلکہ دینِ ایمپائر کے اصل الاصول ”نابینا کے اقتدار اعلیٰ“ کی بنیادیں بھی آٹھڑ دیں۔ اور ایک دستر

تیار فرمایا جسے تاریخ، میثاق مدینہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ہمارے مفکرین اگر حق فائق کے ایسی نسخہ کے امیر نہ ہوتے اور میثاق مدینہ کا ملکی تجزیہ کرتے تو دنیا کو دہشت اور دھوکے کی طرف ہمراہی حاکم کے حوالے سے دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ یہ معاہدہ دینے ذیل فریق کے درمیان طے پایا

محمد رسول اللہ ﷺ مکمل مسلمان ہاجر مدنی مسلمان انصار

مدینہ کے یہودی مدینہ کے نصرانی مدینہ کے درویش غیر مسلم

یہ سب ایک جماعت نہ تھے بلکہ یہود و نصاریٰ کو اُمتہ شیعہ المؤمنین تسلیم کیا گیا۔ یہ ایک الگ اُمت تھی جو عیسائیوں کے ساتھ شریک معاہدہ تھی اسی کے میثاق مدینہ میں مسلمانوں کے الگ دفعات تھیں اور غیر مسلموں کے لئے الگ دفعات تھیں۔ ہم صرف اولی الامر منکم تک خود محدود رکھے ہوئے ہیں اسی لئے دوسری جزئیات کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔

مسلمان شریک معاہدہ کے لئے بنیادی شرط

☆ مسلمان اپنے باہمی تنازعات میں خدا اور محمدؐ کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہوں گے [ذیلی دفعہ نمبر ۱]

غیر مسلم شریک معاہدہ کے لئے بنیادی شرط

☆ اس معاہدہ کے پابند افراد اور گروہ باہمی اختلاف اور تنازع کا مقدمہ خدا اور اُن کے رسول محمدؐ کے سامنے پیش کریں گے [ذیلی دفعہ نمبر ۱۴]۔ ۳۰۹

ذرا ان ہر دو دفعات پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان چونکہ محمدؐ کو رسول تسلیم رکھ چکے تھے اس لئے انہیں اللہ کے ساتھ صرف محمدؐ کی اطاعت کا پابند بنایا گیا۔ جبکہ غیر مسلموں نے محمدؐ کو رسول نہیں حکمران تسلیم کیا ہے اس لئے انہیں اللہ کے ساتھ "رسول محمدؐ" کی طرف رجوع کا پابند بنایا گیا۔ افسوس خزانہ مدینہ سے لے کر خزانہ مہدی حافز تک ہر دور کے مسلم نما اسلام دشمنوں بلکہ رسول اکرمؐ کے الفاظ میں "بے دین دینداروں" نے نظریات کے جنگل پھیل کر مسلمانوں سے سنجیدہ غورو فکر کی صلاحیتیں ہی چھین لی ہیں۔ ورنہ وہ ان شقوں کے اس عجیب و غریب فرق پر غور کرتے۔ مسلمانوں کو صرف محمدؐ کی طرف رجوع کا پابند کیا گیا ہے۔ اور غیر مسلموں کو رسول محمدؐ کی طرف رجوع کا پابند بنایا گیا ہے۔ اس عجیب و غریب دستور کی تائید قرآنی میں آیت اتری۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَادْعُوا إِلَىٰ مَا نَدْعُكُمْ فِي شَيْءٍ

فَرِهَةٌ إِلَىٰ اللَّهِ وَالرَّسُولِ - - - -

تلاشِ باریکے باوجود یہ سرخ نہ مل سکا کہ دستور مدینہ پہلی مرتبہ ہوا یا یہ آیت پہلے اتری دونوں صورتوں میں یہ آیت کریمہ دستور کی دونوں شقوں کو یک جا کر کے ان کی تصدیق و توثیق کر رہی ہے۔ میثاق مدینہ میں

۳۰۹ سیاسی و فنی حیات۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ "حیدر آبادی اور غریبہ مدینہ النبویہ" اہم دہشت گردی کی کتاب

مطبوعہ مجلسِ اربعہ (۱) عرب لاہور، طبع اول۔ ۱۹۹۰ء

مسلمانوں کو اللہ کی اطاعت رسول کی اطاعت اور محمدؐ کی اطاعت کا پابند کیا ہے۔ آیت میں محمدؐ کی جگہ "اولی الامر منکم" لایا گیا ہے۔ یہ حد شرطیہ ہرگز نہیں اس لئے اس میں اگر، مگر اور بشرطیکہ جیسے تفسیری نکاتوں کی ابتداء کی ہرگز گنجائش نہیں۔

اے ایمان والو! تم ہر اللہ اور اُس رسول کی اطاعت واجب لرہی گئی ہے جو تم میں سے اولی الامر ہے۔ اللہ اولی الامر حقیقی ہے اللہ اور رسول کی اطاعت میں کوئی غائرت نہیں من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی قرآن مجید۔ اولی الامر منکم۔ بحیثیت الرسول۔ وحی کے بغیر خود رہی حواس میں سے کچھ نہیں کہتا۔ نہ کچھ کہہ سکتے۔ نہ بجا ہے۔ نہ پابند وحی ہے۔ اولی الامر منکم کی حیثیت میں بھی اسے "وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ" کا تکلف بنایا گیا ہے۔ یہ سیاسی معاملات میں۔ سنت رسول ہے جو تاقیامت واجب ہے۔ یہ طے کہ اب۔ اولی الامر منکم۔ کا نعرہ مسلمان باہمی صواب دیر سے کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ وہی اولی الامر منکم ہوگا جو غلام کا کامل صواب دیر کے استعمال کے بعد منتخب کر رہ ہو۔ یہ اولی الامر منکم۔ اللہ اور رسول۔ [قرآن] کا اور الرسول اولی الامر منکم۔ [سنت رسول مشاورت عام] کا تکلف ہوگا۔ چونکہ مشاورت صیغہ شاورت کا اس لئے مشورہ دینا لینا۔ دونوں میں رہتے جو مشورہ دے سکتا ہے وہ لے بھی سکتا ہے مشورہ لینے کا تکلف اولی الامر منکم ہے تو مشورہ دینے والے بھی اولی الامر منکم ہو جائیں گے لہذا جس طرح اولی الامر منکم کا انتخاب عوام کی کامل صواب دیر سے مشروط ہے اسی طرح مجلس مشاورت کے طے بھی مسلمانوں کا معتمد بننا لازمی ہے۔ جو مسلم حکمران ہیں شرعی سے بالا بالا احکام صادر کرنے کا عاری ہو جائے

اُسے معزول کرنا مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے ۳۰۱۲

اس لئے کہ وہ آیت کریمہ کی رو سے اولی

الامر منکم کی سنت کی اطاعت

ہیں کرتا۔ منکم کی یہی

شان ہے جس کی طرف

علامہ نے توجہ دلائی

شمارہ ۱۳۵۵ ماردیوبی پورہ جو "جوئے اللہ" کے تحت نہیں بلکہ "انسانوں کی غلامی سے چھڑانے کے لئے" ہے بی بی فیروز پورہ

۳۰۱۱ النساء ۸۰۱ ۳۰۱۲ آل عمران: ۱۵۹ یہ فرقہ اندک اختلافی حالات کا بیان ہے مشاورت

و آیت نے غزوہ بعد سے پہلے ہی کہ تم میں مشاورت عام کے فطرتی پہلو کا وادیلہ تھا۔ اور نہ دعویٰ کیا تھا کہ ان تئیں الامر منکم ماقبلنا حضرتنا (ال عمران ۱۵۹)۔ بدستوری دیکھئے یہ آیت حکمت الہیہ کے عالمی قوانین مشاورت کے خلاف استعمال کرتے رہتے ہیں حالانکہ یہ امر درست کا دعویٰ ہے۔ دعویٰ اجتہادی مشاورت کے خلاف۔ اللہ نے حکم دیا اسی فرقہ مشاورت سے نہیں کیا کریں۔ بلکہ انہیں بھی اس مشاورت میں شامل کر لی جو کھالی سے بغیر انوار امتزاجی روز کی نیت ہرمانہ تھی پھر چارہ دوڑے تھے اس لئے کہ میں صاف کر دس۔ اور مشاورت عام میں انہیں بھی شامل کیا کریں۔ وہ فقہاء جنہیں دور آریت و ملکیت کے زیر اثر فتنہ کا لہر دیا جاتا ہے ہلا بھلا اب قرآن کے معزول کرنے کا فتویٰ اڈیتے ہیں ۳۰۱۲ کا خلاف فی وجہ عزالین لا یتشر (فتح القدیر) لیکن دور جہد کے خود پسندوں نے مرابہ ہی فکر ان کے لئے نقطہ ثبوت بنے ہیں کہ اگر صرف وہ ان کے خلاف دور جہد کی بات کرے۔

۱۔ الامور دس کے اصولی ضرورت کی غلط تعبیر کا شکار نہ بنایا جانا چاہیے۔ ۱۵۲

شعبہ ۱۳۵ : پادشاہی راز کس تنوارِ حریف : طلبِ سنگھ کے کثیر خدینے پر وارد ہوئے ہیں۔ یہی
 ماہرہ سیر کا شہر تھا ۱۹۲ء میں جب وہ خلافت " مودنا قمر علی جوہر کی قیادت میں یورپ گیا۔ اس نے ایران میں علامہ
 سید سلیمان ندوی سے بھی ملائے تھے۔ دغدہ اپنی تمام تر سیاسی و مذہبی بصیرت کے لئے ناکام لڑنا۔ علامہ اقبال نے
 سید سلیمان ندوی کو دس مہینے میں جو خط لکھا وہ اس زیر نظر مضمون کا ہم معنی ہے۔
 وزراءِ اعلیٰ کا جواب دی ہے جو ان حالات میں ہمیشہ دیا گیا ہے

اَلْاُمِّيْنَ لِيَنْشُرِيْنَ وَتَوْمَهُمَا لَنَا عَیْدُونَ [مومنون: ۷۷] اب جو موسیٰ و ہارون علیہما السلام و
 فطرون اور انس الہی موالیوں نے دیا تھا۔ اس آیت کا حقیقی مفہم نظم و نثر خلافت سے لھٹا ہے
 نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا خلافت کی کرنے لگا تو گدالی

خریدیں یہ ہم جس کو اپنے لہو سے ممالا کو ہے نگہ دہ پادشاہی ۳۰۱۳
 ماہرہ سیر کے ذریعے خلافت پرانا اور مسلمانوں کی رضا و رغبت سے خلیفہ بننا و مختلف النوع اور متفاوہ باتیں یہی
 اول لکڑ گدالی ہے اور ثانی الکر پادشاہی - غنی

مندر این فوق ازاری کہ داد؟ صید را سووائے صیاد کی کہ داد؟
 ۱۳۶۹۔ آن برہن ز اوگان زندہ دل لالہ احمد ز روئے شاں مجمل
 تیز بین و چختہ کار و سخت کوشن از نگاہ شاں فرنگ احمد خروشن
 اصل شاں از خاک دانگیر باست مطلع این اختران کشمیر باست
 خاک مارا ب شرر والی اگر بر درون خود کیے بکشا نظر
 این چہ سوزے کہ واری از کجاست این دم باد بہاری از کجاست

این ہاں باواست تو تاثیر او
 کو سپار ما بگیرد رنگ و بو

ایچ می والی کہ روزے در ولر موجہ می گفت با موج و گمر
 چند در قلم بیک دیگر ز نیم خیز تا یک دم بساغل سر زیم
 زادہ مایعنی آن جوئے کہن شور او در وادی و موہ و دمن
 ہر زماں بر سنگ و خود را زند تا بنائے کوہ را بر می کند
 آن جواں کو شہر و دشت و در گرفت پرورش از شیر صد مادر گرفت

سطوت او خالیاں رخشہ ست
زلیستن اندر حد ساحل خطا ست
باکراں در ساختن مرگ و وام
گرچہ اندر بحر غلطی صبح و شام
این ہمہ از ماست نہ از دیگر ست
ساحل مانگے اندر راہ ماست
زندگی جولان بیان کوه و دشت
لے خنک موجے کر از ساحل گزشت

اے کہ خواندی خطہ سیما حیات
لے ترا آئے کہ می سوزد جگر
لے ز تو مرغ چین را بے و ہو
لے کہ از طبع تو کشت گل دمید
کاروانہا را صدائے تو در آ
دل میان سینہ نشان مرده نیست
باست تا یعنی کب آواز صبور
غم مخور لے بندہ صاحب نظر
شہر بازیر سپہر لا جور
۱۳۸۵ - سلطنت نازک تر آمد از حجاب
۱۳۸۶ - از نوا تشکیل تقدیر ام
نشتیر تو گرچہ درد لبها غلید
پروہ تو از نوا مے شامری ست

اے بہ خاور وادہ غوغائے حیات
تو از بے تاب و مابے تاب تر
سبزہ از اشک تو می گیرد وضو
لے ز امید تو جانہا پیر امید
تو ز اہل خطہ تو میدی چہ را
اخگر نشان زیر رخ انہر نیست
ملتی بر خیزد از خاک قبور
برکش آن آئے کہ سوز و فشاں تر
سوخت از سوز دل درویش فرد
از دے او را تو اس کردن خراب
از نوا تخریب و تعمیر ام
مر ترا چونانکہ بہتی کسی نہ دید
آخہ گوی ماورائے شاعر ست

آزہ آشوب نگن اندر بہشت
یک نواست تبار اندر بہشت

جواہر لعل ہندوستان : شوہنشاہ ۱۳۶۱ : آن برہمن زادگاہا : مراد حقی لعل ہندو
جواہر لعل ہندو ہیں - جن کی مسلم دشمنی اپنی جگہ (جس کا ذکر سلسلہ نے غنی کی زبانی ذکر قبیل
کی موج کے حوالے سے کیا - یہ دو وجہیں ہندو مسلم ہیں - جن کا تعلق ازاد نے خواہ اسے منہ قید و
موندہ جدید کا لباس پہنا کر میر واعظ عمر فاروق اور شیخ عبداللہ کے لئے لکھا یا ۲۰۱۳ء) ان دو برہمن زادوں

نے بلکہ سبھی کانگریسیوں نے آزادی ہند کے لئے قربانیاں دی بھی اور آزادی کی تڑپ بھی پیدا کی۔ مسلمہ نے کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا تو یہ بے تعصبی اور عالی ظرفی کی دلیل ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بیگی زاویہ نظر سے مسلمہ صرف آزادی ہند کا نہ تھا آزاد و خود مختار ریاست اسلام کے قیام کا بھی مسئلہ تھا ان کانگریسی رہنماؤں نے اس رہ میں مسلسل مشکلات پیدا کیں نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء نے فوجی کردی۔ اس کے بعد بھی جو لوگ خصوصاً مسلم زعماء آزادی ہند کے جھانسنے کے اسیر رہے انہوں نے مسلم مفاد سے نہ صرف غفلت برتی بلکہ حقیقی نقصان انہوں نے ہی پہنچایا۔

نوٹ: جنوں و کشمیر کی ایک خوبصورت جمیل کا نام ہے۔

شعر نمبر ۱۳۸، ۱۳۸۶ : از نوا تخیل عقد میرا ام : انجمن ادبی کابل کے نام پیغام میں فرمایا

--- شاعر فرم کا زندگی کی بنیاد کو آباد بھی کر سکتا ہے اور برباد بھی۔ بس میری یہ خواہش ہے

کہ افغانستان کے شعراء اور دانش پرداز اپنے ہم معردوں میں ایسی روح پھونکیں جس سے

وہ اپنے آپ کو پہچان سکیں، ۳۰۱۴

غنی کا شیراز زبان سے اپنے نام پیغام، دراصل تمام شاعروں کے نام پیغام تھا اور اب بھی ہے کہ صورت ۵
اب بھی وہی بلکہ مزید ابتر ہے۔

زندہ رود

۱۳۹۰- بانہ درویشی در ساز و دوام زن
پوں پختہ شوی خود را بر سلطنت ہم زن

گفتند جهان ما آیا بتو می سازد
گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ ہر ہم زن

در میکہ ما ویدم شائستہ حریفی نیست
بارستم دستاں زن باغچیہ ما کم زن

لے لالہ صحرائی تمہانہ توانی سوخت
این داغ جگر تاپ بر سینہ آدم زن

تو سوز درون او تو گرمی خون او
باور نہ کنی؟ چاکے در سپیکر عالم زن

عقل است چراغ تو در راہ گذارے نہ
عشق است ایام تو بامندہ محرم زن

لحنت دل پر خونے از دیدہ فروزیم
لعلے ز بخت نام ہر وارو بہ خاتم زن

واقعی و تعلیقات :

شونیز ۱۳۹۰ - درویشی : فقیری - درویش اصل میں درونیز تھا۔ زاکو
ش میں بدل دیا گیا۔ درونیز بھی درونیز تھا وہ جو دروازے سے چٹا رہے۔ اگر انہوں نے دروازے سے چٹا
رہے تو گڈنگر اور درویشی گڈنگری۔ اور مولائے حقیقی کے دروازے سے چٹ جائے تو فقیر کامل، درویشی
فقیر کامل (عبدیہ لغات کشوری)۔

جم : جمشید : نام فارس کے ایک بادشاہ کا۔ جو حکیم پیشہ تھا۔ یہ نام اگر خاتم ونگیں، آسپ
تخت و باد، آصف و ماہی و طیر و غیرہ کے ساتھ آئے تو مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہوتے ہیں۔ اور
اگر سرد و آئینہ و آب حیوان کے ساتھ آئے تو مراد سکندر سے ہوگی۔ اور اگر جام و شراب و نیرم و
جشن و روز و غیرہ کے ساتھ آئے تو مراد فارس کا جمشید بادشاہ ہوتا ہے (تحدیث اللغات فارسی مولانا کشف
و مدرا)۔

رستم و ستاں : ایران کا مشہور پہلوان جس کی بہادری کے قصے مشہور ہیں وہ سام کا پوتا اور
زال کا بیٹا تھا (سید عالم علی غایب نے اسے سام کا بیٹا لکھا ہے - تعلیمات اقبال ماہ ۱۹۶۶ء)۔ جب ایران کے بادشاہ
کیکاؤس کو دیوسپید نے شکست دی تو رستم اس کی مدد کرنے روانہ ہوا اور سات بہیں سرکیں،
جنہیں بہت خون رستم کیا جاتا ہے۔ رستم کے کارناموں کو فردوسی نے اپنے شاہنامے میں تفصیل سے بیان
کیا ہے۔ جن پر علامہ اقبال نے تبسم کیا ہے

باوین پیوست و از خود درگزشت ^{۳۰۱۵} دل بہ رستم داد و از میدر گذشت ^{۳۰۱۵} لفظ لفظ ۲۲۵۰۔

رستم کا بیٹا سپر اب بھی پہلوان تھا جو اس کے ۶ عموں مارا گیا۔ ^{۳۰۱۶} ساسانی عہد میں اگر پہلوانوں کے نام
رستم رکھے جاتے تھے ایران پر مسلمانوں کے حملے کے وقت بھی رستم نامی کماندار نے مدافعت کی تھی ^{۳۰۱۷}

۳۰۱۵۔ تعلیمات اقبال ماہ ۱۹۶۶ء (باب ۱۲) ۳۰۱۶۔ دائرہ حارف اقبال حصہ ۲۲۵۰، تعلیمات اقبال ماہ ۱۹۶۶ء
۳۰۱۷۔ مطالب اقبال مقبول انور داؤد ۱۱۵۔ ایضاً سنہ جامع اللغات ۲۶۔ رستم فرخیدہ العبد روزنامہ ۱۹۸۹ء

گرم : مدح ہو خاصہ شہزادہ مناجات عقل و عشق مدح ہو تالیقہ نمبر ۲۷

(۲۲۵) صحبت باشاعر مہدی بترتری ہری

۱۳۹۷- چوریاں را در قصور خیاں
اں تلے از حینہ سر بیوں کشید
پروئے را در بہشت جاوداں
زیر لب خندید پیر پاک زاد
اں ذرا پرواز بندگی را بگھر
نکتہ آرائے کہ نامش بترری است
از چمن جز غنچہ نوز نہ چید
پادشاہے بانوائے ارجمند
نقش خوب بندد از منکر شگرف
کارگاہ زندگی را محرم است
نالہ من و موت سوز تمام
واں و گراں غم رخ بہنو و وید
وادم از درد غم اں خاکدایں
گفت لے جاو و گریبندی نثر او
شبہم از فیض نگاہ او گھر
فطرت او چوں سحاب آذری است
نغمہ تو سوئے ما اور اس کشید
ہم بہ فقر اندر مقام او بلبند
یک جہاں معنی نہاں اندر دھن
اوجہم است و شو او جام جم است
ماہ تقظیم ہنر خا سیم
باز باوے صحبت آرا سیم

زندہ رود

اے کہ گفتی نکتہ ماے دل نواز
مشرق از گفتار تو داناے راز
شعرا سوز از کجا آید بگوے
از خودی یا از خدا آید بگوے (۲۲۶)

بترتری ہری

۱۴۱۲- کسی نداند در جہاں شاعر کجاست
اں دے گریے کہ وار و در کنار
جان مارالذت اندر جستجو است
پرورہ او از ہم وزیر نواست
پیش یزداں ہم نمی گیر و قرار
شعرا سوز از مقام آرزوست

اے تو از تاکِ سخن مسیت بدام گرترا آید میسر این مقام
با دو بیت در جہان سنگ و خشت می توان برون دل از تور بہشت

زندہ رود

ہندیاں را دیہ ام و پیچ و تاب
سیر حق وقت است گوئی بے حجاب

بہتری ہری

۱۴۳۴- این خدایان نمک مایہ ز سنگ اندوز خشت
بہتر بہشت کہ دور است ز ویروز کینشت

۱۴۱۷- سجدہ بے فوقِ عمل خشک و بجائے نرسد
زندگانی ہمہ کردار چہ زیبا و چہ زشت

فاسق گویم بہ تو حرفی کہ نداند ہمہ کس
اے خوش آن بندہ کہ بر لوح دل اورا بنوشت

۱۴۱۹- این جہان کہ تو یعنی اثر نیرواں نیست
چرخ از لست و ہم آن رشتہ کہ بروں تو رشت

پیش آئین عکافاتِ عمل سجدہ گزار
زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت

حواشی و تعلیقات : (۲۲۵) بہتری ہری : جس قدر تاریخی دلا میں سرائی ہے وہاں تو
سے بہتر ہری راجہ گندھرب سین کا بیٹا تھا۔ جو راجن کا راجہ تھا۔ بچپن ہی میں ماں باپ مر گئے تھے۔ اور
راجہ دھڑ نے بہتری ہری کا ہر دھڑ کی بہتری کے سوتیلی ماں اکے باپ تھے۔ راجہ دھڑ کے نواسے اور بہتری کے سوتیلے

بھائی کا نام وکرتم تھا۔ راجہ دلاڑن بھرتی کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسے رہنما راج پاٹ سوہنے خود درویشی اختیار کر لی۔

بھرتی کی جوانی خوش رو اور خوش گلو عورتوں کے درمیان بسر ہوئی عمر کے اس حصے کے رشتہ کو شرن گھاڑتک کے نام سے جمع ہیں۔ دوسرا دور تفکر و تدبیر کا دور تھا جب بھرتی کو دنیا بھوجھ بوجھ مل گئی تھی اس دور کی شاعری نعتیہ شتک کے نام سے مدون ہوئی، تیسرا جمود و بیگانہ شتک اس کے ترک دنیا اور یوگ کے زمانے کی شاعری پر مشتمل ہے۔

ویراگ کی کہانی بھی عجیب ہے مختلف لوگوں نے مختلف روز میں اسے بیان کیا ہے۔ رانی نے اس کے چوتھے کسی اور سے تعلق قائم کر رکھا تھا۔ ایک رات اس نے رانی کی اس بے وفائی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کیا، رانی زیرِ کھار گر گئی۔ جب اس کی جتنا کے شعلے دیکھے تو بھرتی کے دل کی ہر ٹھٹھکی لگی کچھ بھی تھی، تھی نورس کی محبوبہ، سوگ لہ میونہ پر یعلیٰ کیا۔ صاحبوں نے اس کے ذوق کے مطابق صلہ تلاش کیا مایہ کی حسین ترین معشیت کو اس کا دل بہلانے پر مامور کر دیا۔ بھرتی کا دل تو پہل گیا کہیں وہ جیتنے کہ یہ بھی بے دنیا لگتی تو پھر، بدستور قائم تھی۔ ایک دن بھرتی نے بطور آزمائش ہرن کے خون میں اپنے کپڑے آلود کر کے رانی کے پاس بھجوائے کہ رفوس کیک شیر نے راجہ کا کام کام کر دیا۔ رانی مدد کی تاب نہ لا کر گر گئی۔ یہ برعکس منتظر تھا، بھرتی کا دل اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا اس نے فیصلہ کیا کہ اس سے دل لگاؤں گا جسے موت نہیں آسکتی۔ اپنے وزیر کو مایہ کی حکومت سوہنے کر ویراگ لے لیا۔ دھڑ سے اجین، اجین سے بھیلہ۔ یہاں سے نیپال کی نرانی بن رہنے والے بوگی گورکھ ناتھ کے پاس پہنچا۔ وہاں بارہ برس تک علوم و ہری و باطنی سیکھے۔ گرو نے پوری آزمائش کے بعد سنیاس مارگ پر قائم کیا اور بھرتی کا بے در در روح کو شانتی حاصل ہوئی ۳۰۱۸ء

ایک اور روایت کے مطابق ایک برہمن نے بہت عرصہ خصل کی بندگی کی اور اسے ایک ہرت پھل ملا جسے کھا کر انسان ہمیشہ زندہ اور جوان رہتا ہے۔ اس نے یہ پھل بھرتی پر لایا کی خدمت میں پیش کیا اس نے بھرتی دھرم کا پابند اور نیک راجہ تھا۔ بھرتی کو اپنی رانی انگ سنیاس سے بڑی محبت تھی اس نے یہ پھل اسے دے دیا تاکہ اس کا حسن و شباب دائمی بن جائے۔ رانی کی محبت ایک کوتوال سے تھی رانی نے یہ پھل اسے دیا کوتوال ایک بیسوا کی محبت میں سرشار تھا۔ اس نے یہ پھل اسے دے دیا۔ بیسوا اپنی زندگی سے بہتر اور تھی اس نے یہ پھل اپنے نیک دل راجہ ہی کو دینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ پھل جہاں سے چلا تھا وہیں آگیا۔ جب اس پر تمام حقیقت حال لگتی تو آنکھوں کے سامنے دندھوا چھا گیا۔ اس واقعہ نے اس کے من کی دنیا بدل دی۔ ایک ڈر پر دھیرے دھیرے بہتی ہوئی ندی میں اچانک بارش پڑ جانے سے پانی ایک لمحہ کے لیے رکا اور پھر زرخش اپنے لیے ایک نئی راہ نکال اب اس کا رخ آبائی کی طرف نہیں ویرانوں اور جنگلوں کی طرف تھا ۳۰۱۹ء

۳۰۱۸ء شرح مایہ نامہ جیشی ص ۱۰۴ تا ص ۱۰۵ (انتخاب) ۳۰۱۹ء جزبات بھرتی پر بے کرشن چودری

۱۹۵۱ء؟ دہلی بھارت ص ۱۲/۱۳ [بے منتظر]۔

یورپ میں بادشاہی ابراہیم راجہ نے بھڑکے رشتہ کو ۱۷۵۱ء میں لاطینی روپ بخشا ،
 ہونیرٹانی (Tawney) نے ۱۸۷۷ء میں رنڈاٹنریا ترجمہ مکتبہ سے شائع کیا گیا۔ ۱۸۸۹ء میں دوسرا انگریزی
 ترجمہ دوسرے شائع ہوا جو پہلے سے بہتر تھا۔ ۱۸۹۶ء میں پروہت گوپی ناتھ نے رنڈا کا بھڑکے اور انگریزی
 ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ۱۹۱۷ء میں مفید حورشی کے ساتھ بمبئی سے ایک ہی جلد میں شائع ہونے لگا۔

[Dixon Scotts] ڈیکسن سکٹس نے ملفوظات بھڑکے کے نام سے (Bhartani Says)
 بعض حصے انگریزی میں شائع کیے۔ ۱۹۲۸ء میں بھارتیہ ہندو یا بھون بھٹی کی طرف مکمل کتاب کا
 سنسکرت متن کے ساتھ انگریزی میں تبصرہ شائع ہوا یہ ٹانا السنٹی ٹیوٹ آف فنڈریشنل ریسرچ بمبئی
 کے پروفیسر ڈی ڈی کوشمبی (D.D. Kosambi) نے تالیف کی۔ یہ کتاب ہندوستان کے ادب اور
 باہر دستیاب تمام نسخوں کا بخور ہے۔ ۲۰۲۱ء

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ سنسکرت گرامر Vakya Padhyaj
 مصنف بھڑکی، ایک شخصیت ہیں۔ شاعر بھڑکی پر اقبال کو بے حد متاثر کیا۔ بال جبریل کے
 صفحہ اول پر بھڑکے کے ایک رشتہ کا ترجمہ لکھ کر اقبال نے لکھا یہ کتاب بھڑکی پر لکھے نام معنون کی۔
 بھول کی بیتی سے کٹ سکتا ہے پیرے کا جگر
 مرد نادار ہر کلام نرم و نازک ہے اثر
 علامہ کا یہ شعر بھڑکی پر لکھے متعدد رشتہ کوں سے مفہوم مشترک ہو سمیٹے ہوئے ہے۔ ایک رشتہ کوں
 کچھ دس طرح ہے۔

”مگر چھ کے جبریل سے موتی نکال لینا بہت ممکن، مثلاً لم سمندر کو تیر کر مہر کرنا آسان
 ایک غضب ناک سانپ کو سر پر بھول کا لہر ۲ رکھ لینا سہیل۔ پیر یہ ناممکن
 کہ جاہل کے دل میں جائزین کسی خیال کو بٹایا جاسکے“ ۲۰۲۲ء

”کنول کا نازک ڈنڈی [شاخ] سے دھکی کو باندھا جاسکتا ہے۔ پیرے کو
 سرسوں کے پھول کا پتی سے بیندھا جاسکتا ہے اور شہد کی ایک ہونٹ
 کھارے سمندر کو بیٹھا کیا جاسکتا ہے، لیکن مرد نادار کو میٹھی باتوں سے
 رام کر لینا سہی لا حاصل ہے“ ۲۰۲۳ء

لالہ لال چند ملک نے اسی دوسرے رشتہ کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے۔

۲۰۲۰ء شعر جاوید نامہ۔ چشتی ص ۱۵۳۔ ایفنا۔
 ۲۰۲۱ء ارمان سنسکرت بھڑکی پر اردو میں: منظوم ترجمہ یوسف ناکم ص ۸ مکتبہ جامعہ لمینڈ۔ جامعہ نڈری دہلی ۲۵
 ۲۰۲۲ء جذبات بھڑکی پر لکھے۔ جگرشن چدری ص ۷۳۔ ایفنا۔ ۲۰۲۳ء ایفنا ص ۷۵۔

” جو انسان جاہلوں کو انجینے نیک پیرہیت سے راہ راست پر لانا
 چاہتا ہے وہ گویا شایع گھل سے مامی کو باندھنے اور بزرگ گل
 کی نوک سے پیرے میں سوراخ کرنے اور کھارے سمندر کو
 ایک بوند رس سے شیریں کرنے کی بیچار کو سنش کرنا
 ہے “ ۲۲۱

علامہ نے غایت عقیدت سے ہر کو فراع پیش کیا ہے
 ان ذرا پرواز ہندی رائے شبنم از فیضی نگاہ او گیر
 نکتہ آرائے کہ ناپاش برتری است فطرت او چون سحاب آذری است
 پادشاہے با ذوائے ارجمند ہم بہ فقر اندر مقام او بلند
 کارگاہ زندگی را محرم است او جنم است و شیر او جام ہم است ۲۲۵

آر تھر ڈیور انڈر نے لکھا۔

In short verses the Hindu's excel, their mastery
 of form, their play of fancy, their depth and
 tenderness of feeling are all exquisite, of
 the many who wrote such verses, the greatest
 is Bhartari Hari ۲۲۶

ترجمہ: مختصر گیتوں کے کہنے میں ہندوؤں کو کمال حاصل ہے۔ ان کے ذہن بندش کی پختگی، تخیل کی بلند پروازی
 احساسات کی گہرائی اور لطافت، تمام دل پذیر ہیں ایسے بہت سے گیت کہنے والوں میں بھرتاری ہری
 کا درجہ سب سے بلند ہے۔

(۲۲۶) خودی: خودی علامہ کا مرکزی تصور ہے اور فلسفہ اقبال کی ساری بخشیں اسی نقطہ نوری
 سے چھوشتی ہیں۔ عقل، عشق، تقدیر اور ایب در سر موقوفاتے تحت ”خودی“ کی ماہیت واضح تر دی گئی ہے۔ علامہ نے

لفظ خودی کے نام او خودی است زیر خاک ماسر ار زندگی است
 از محبت می شود پائندہ تر زندہ تر سوزندہ تر نابندہ تر ۲۲۷
 از محبت چون خودی شکم شود قوتش فرماں دہ عالم شود ۲۲۸
 خودی اندر خودی تنہی بر حال است خودی را عین خود بودن کمال است ۲۲۹

۲۲۶ء بھرتاری ہری شتک ص ۱۲، لال چند سنگ لاہور۔ بارل سن نرادر ۱۱/۱۲
 ۲۲۷ء کلیات اقبال فارسی ص (جادید نامہ - زیر نظر) ۲۲۶ء جزبات بھرتاری ہری۔ جگدیش چندری۔
 ۲۲۸ء کلیات اقبال فارسی ص ۱۸ (شہنوی اسرار خودی) ۲۲۸ء الفنا ص ۲۵ ۲۲۹ء الفنا ص ۲۵

شمارہ ۱۴۱۲: شعرا سوز از مقام آرزو ست : فلسفہ خودی بن آرزو یا تخلیق مقاصد کو
بنیادی حیثیت و اہمیت حاصل ہے۔

زندگی در جستجو پوشیدہ است اصل او در آرزو پوشیدہ است
اے ز راز زندگی بیگانہ خیز لذت شراب مقصدے مستانہ خیز
ماز تخلیق مقاصد زندہ ایم از شطاعت آرزو ناجزہ ایم ۳۰۳۰
علامہ ادب برکات ادب نہیں ادب بررے زندگی کے قائل تھے۔ اور ادب بررے زندگی (یعنی مقصد) کو
ترک چاہتا ہے۔

”میرا عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا شاعری یا مصوری یا موسیقی یا معاوی
ان میں سے ہر ایک زندگی کی معاون اور خدمتگار ہے۔ اسی بنا پر میں آرٹ
کو ایجاد و اختراع سمجھتا ہوں نہ کہ محض آئینہ تفریح۔ شاعر قوم کا زندگی
کی بنیاد کو آباد بھی کر سکتا ہے اور برباد بھی“ ۳۰۳۱

شمارہ ۱۴۱۶: --- پر چیز میں ہمارے لئے خطہ چھپا ہوا ہے اور جاودانی امن و راحت
ان سے کنارہ کشی میں ہے۔ ”دہی بہتر ہے جو دھڑوں کے جھگڑوں (دیر و کشت) سے
دور ہے۔“ [جذبات بھڑا، ص ۶۹، نزع کرن چودھری، ج ۱، راجستان ۱۹۷۷ء]
شمارہ ۱۴۱۹: زندگی کافی ہمہ کردار۔۔۔۔۔ خوش آب گریبوں کی مالہ پہنچ بازو بند ماندھے۔ تن مانجھے
بیلر ملنے بھولوں کے بگڑے ڈالنے اور بابوں کو تر راستہ کرنے میں انسان کی زیبائش و عزت نہیں بلکہ
وہ یاقین جو دنیا کی جھلکی سے متعلق ہوں انسان کا زیور ہیں۔ کیونکہ اول الذکر سب زیبائشیں
زوال پذیر ہیں مگر خوش الذکر لازوال“ ۳۰۳۲

شمارہ ۱۴۱۹: چرخہ آراؤں کی زندگی کے تصور کی بنیادی علامت ہے۔ جو آزاد گونج یا تنازع کے
تصور کی مرکزی علامت ہے۔ اس چرخے پر جوڑا کا چرخہ ہے بلکہ چرخہ ہے بچنے کی راہ ترک عمل میں تلاش
کا گم تھی --- علامہ نے کہا ”چرخہ ہی تیرا ہے سوت جو کاتا جا رہا ہے وہ بھی تیرا“ یعنی عمل ہی
عمل، ترک عمل کیا؟

شمارہ ۱۴۲۰: عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاک کی اپنی فطرت میں نہ لڑی ہے نہ ماری ہے ۳۰۳۳

در عمل پوشیدہ معنوی حیات لذت تخلیق قانون حیات
خیز و خلاق چہاں تازہ شو شعلہ در بر کن خلیل آواز شو ۳۰۳۴

تَبَارَتْ لِّلَّذِي بَدَّهِ الْمَلَكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ
وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ تَحْتَلَّاهُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۳۳۵

گویا زندگی وہ فرصت ہے جس میں خودی کو عمل کے لا استقامت واقعے میسر آتے ہیں اور جس میں
موت اس کا پہلا امتحان ہے تاکہ وہ دیکھ سکے اسے اپنے اعمال و افعال کی شیرازہ بندی
میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اعمال کا نتیجہ نہ تو لطف ہے نہ درد۔ اعمال یا تو خودی کو
سپار دیتے یا اس کی ہلاکت اور تباہی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ لہذا یہ امر کہ خودی
فنا ہو جائے گی یا اس کا کوئی مستقبل ہے، عمل پر حوقوف ہے، اور اس نے خودی کو ہر قرار
رکھیں گے تو وہی اعمال جن کی بنا اس اصول پر ہے کہ ہم بلا امتیاز من و تو، خودی
کا احترام کریں۔ لہذا بقائے دوام انسان کا حق نہیں اس کے حصول کا دار و مدار
ہماری مسلسل جدوجہد پر ہے۔ ۳۳۶

”دنیا میں کوئی کام بھی سستی بلیغ کے بغیر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ خدا
نہائی بھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتی جب تک کہ وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے
[اپنے اندر صلاحیت پیدا نہ کر لے]۔“ ۳۳۷ صحیح زندگی جہاد است و ترقی حق نیت ۳۳۸

حرکت پہ کاخ سلاطین، شرق

ناور، ابراہامی، سلطان سید (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹)

مست بودم از نوائے بتری
پایوں از حلقہ افکار بہ
یک نظر کاخ سلاطین ہم نگر
سطوت ایران و افغان و دکن
باسماں واد پیغام و داد
واد افغان را اساس ملتے

۱۲۶۱۔ رفت در خیال خم صدائے بتری
گفت رومی چشم دل بیدار بہ
کردہ بر بزم درویشاں گذر
خسروان مشرق اندر اجمن
ناور آن دانائے رمز افتاد
مرد ابراہامی وجودش آیتے

۱۴۲۶ - آن شهیدان محبت را امام
نامش از خورشید و منہ تابنده تر
عشق را زب بود بر صحرانما
۱۴۳۰ - از نگاه خواجه بدر و حنین (۲۳۰)
فخر سلطان وارث خیر حسین (۲۳۱)

رفت سلطان زریں رخسار سخت روز

نوبت او در دکن باقی مینور

سرف و صوتم خام و نکریم ناتمام
نوریاں از جلوہ مات او بصیر
قصرے از فیروزہ دیوار و درش
رفت او بتر از چند و حجیوں
آن گل و سرو و چمن آن شاخسار
ہزارماں برگ گل و برگ شجر
این قدر باد صبا افسوں گراست
ہر طرف فوارہ ماگو ہر فرسوش
بارگاہے اندر آں کاخ بلند
سفت دیوار و اساطین از عمیق
برہین و ہر کیار آں و شاق
در میاں بنشستہ براونگ زر
رومی آں آئینہ حسن ادب
گفت مردے شاعرے از خاور است

کے تو اس گفتن حدیث آں مقام
زندہ و دانا و گویا و جنبہ
آسمان نیلگون اندر ہر ش
می کند اندیشہ را خوار و زیوں
از لطافت مثل تصویر بہار
دارد از ذوق منورنگ و نگر
تا مشہ بر ہم زنی زردا حمراست
مرغک خردوس زاد اندر خسروش
فرہ او آفتاب اندر کمند
فرش اوازیشم و ہر چہین از عمیق
خوریاں صف بستہ بازری لظاق
خسروان جسم ششم بہرام قنر (۲۳۲)
با کمال دلبری بکشا و لب
شاعرے یا ساحرے از خاور است

نکر او باریک و جانش در دمنند

شعر او در خاوراں سوزے نمکند

حواشی و تعلیقات :

(۲۲۵) **نادر شاہ ورائی :** امام علی بیگ کا بیٹا نادر قلی بیگ ۲۲ فروری ۱۶۸۸ء کو پیدا ہوا۔ جوان ہوا تو ڈاکوؤں کا سردار بن گیا۔ اچھی خاصی قوت پیدا کر لی یہاں تک کہ ۱۷۳۱ء میں ایران کے صفوی حکمران پھاسپ دوم نے ابراہیموں سے نجات کے لئے اس کی مدد حاصل کی۔ نادر شاہ نے قزوین کے قتل خانوں کا بیچھا کیا۔ شاہ ایران کا ترکوں سے معاہدہ، نادر شاہ کی مرضی کے خلاف تھا اس لئے نادر شاہ نے بادشاہ کو ۱۷۳۲ء میں معزول کر کے شیر نواز شہزادے کو عباس سوم کے لقب سے تخت نشین کیا اور خود اس کا سرپرست بن گیا۔ ۱۷۳۶ء میں، خود نادر بادشاہ بن بیٹھا۔ بیکند شہزادہ مریا تھا۔

بعض افغان سردار ہندوستان بھاگ آئے تھے نادر شاہ نے محمد شاہ سے ان کا مطالبہ کیا۔ محمد شاہ نے اس کی پراہ نہ کی چنانچہ نادر شاہ نے مغلیہ سلطنت کے صوبہ بابل پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور ۱۷۳۹ء میں لاہور سے ہوتا ہوا دہلی پہنچ گیا۔ افغان سردار شاید بادشاہ کے اس زمانہ سے بھاگے تھے جو اس نے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے فوراً بعد جاری کیا تھا۔ ^{۳۳۹} دکن محمد راجہ سے لکھتے ہیں ۔

” انہیں (علاء آبدل) نادر شاہ افشار دیرانی کی ایران میں اور ہر مغربین سفائیوں سے بیاں کوئی واسطہ نہیں انہیں اس کی ان ناکام کوششوں سے واسطہ ہے جو اس نے سنی شیعہ اتحاد کے سلسلے میں کیں۔ پھر اس کے ذریعہ ایرانیوں کی مغرب آبادی اور غیر معمولی وطن پرستی و غیرہ پر اعتماد کرنا بھی مقصود تھا “ ^{۳۴۰}

سچ تو یہ ہے کہ ذاتی اختلاف نے مسلمانوں کو ہر کہیں دسرا کیا۔ خان دورا کے ساتھ تمام الملک اور برہن الملک کی ذاتی ہر خاش نے ^{نہیں} **میران جنگ** کی حکم عہدی پر مجبور کر دیا۔ خان دورا شام سے قریب گولی کھا کر گھوڑے سے گرا تو فوج نے ہتھیار ڈال دیئے نادر شاہ نے طبل فتح بجایا۔ اگلے دن برہن الملک کے ایما پر بادشاہ دلی محمد شاہ کو ساتھ لے کر ۲۰ مارچ ۱۷۳۹ء کو دلی میں داخل ہوا کو قوال دہلی لطف اللہ خان سے شہر بیاہ، لال قلعہ اور عزانہ کی کچیاں حاصل کیں۔ ۲۳ مارچ کو شہر میں قتل عام کا حکم دیا گیا اور ادلی دنیا کو ” شامیہ اجمالیہ ماہورت نادر گرفت “ کی ضرب المثل لکھ آئی۔ ہندوستان کی تاریخ کا ورق ورق میر جعفر اور میر صادق جیسے خبیث دروہوں سے مملو ہے۔ نادر شاہ نے چھ گھنٹوں میں تیس ہزار ہندو مسلمانوں کو قتل کیا۔ معلوم نہیں اسے عقیق اور فیروزے کا محل جنت میں کیوں بختا گیا؟ شاید شیعہ سنی، فرقہ مٹانے والا وہ حکم جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ایک ہوں مسلم حرم کی بے سبائی کے لئے، کی خواہش اتحاد ملت سے لگا کھانا تھا اس لئے۔ واللہ اعلم ایک ارب چار روڑ مالیت کا مال غنیمت اور محمد شاہ کی بیٹی اپنے بیٹے

۳۳۹ وہ حکم ایران کے اہل ربیع کو اہل سنت والجماعت کا مسلک قبول کرنا تھا۔ - تعلیم آبدل معاہدہ ۱۵۸۸ھ ایذا۔
۳۴۰ جاوید نامہ: تحقیق و توضیح ص ۱۶۷ ایذا ۳۰۴۱ شرح جاوید نامہ: ہشتی ص ۱۰۶۶ ایذا۔

نفران خان کو بیاہ کر ارشاد دیا اور مرہٹوں کے لئے راہ ہموار کر دیا۔ جوانی کا یہ ڈاکو جنگی مصلحت میں بے نظر سوجھ بوجھ کا مالک تھا لیکن قتل اُس کے لئے کھیل تھا اسی لئے ۱۷۷۹ء کو اپنے ہی قبیلے کے ایک فرد کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گیا۔ ۳۷۲

(۲۲۸) **احمد شاہ ابدالی**؛ معبر ہرات کے سدوزئی قبیلہ کا یہ دوز فیل ملتان میں پیدا ہوا۔

احمد خان کو اس کے مرشد خواجہ ابو احمد ابدالی چشتی نے ابوالی کہا۔ ۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ شہدلی پر یلغار کی تو احمد خان کی شجاعت کے جوہر نمایاں ہوئے نادر شاہ نے اسے چھ ہزار خاصہ کے سپاہیوں کا کماندار بنادیا۔ وہ کہا کرتا تھا "میں نے اپنی ساری عمر میں احمد خان سے زیادہ قابل، بہادر، باتدبیر، دھم دند اور بلند سیرت انسان نہیں دیکھا۔" ۱۷۷۷ء میں نادر شاہ کے قتل ہونے کے بعد افغانوں نے احمد شاہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے روحانی مشیر حضرت صاحب شاہ نے اسے درانی قومیتوں کی طرح (حین دلپندریہ) کا لقب بخشا، دیا یا اسے احمد شاہ درانی کہتی تھی اور پورے اسے احمد شاہ ابدالی کہتے ہیں۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے افغانستان میں قومی حکومت قائم کی۔ اس سے پہلے افغانستان صدیوں سے اغیار کا قلم چلا آ رہا تھا۔ ملام نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ داد افغان را اس ملے۔

احمد شاہ ابدالی کو اللہ نے نادر شاہ کا سارا مال غنیمت تقی حن اختہ بیگی شیرازی کے وسیلے سے عطا کیا وہ کوہ نور ہیرا بھی اس میں تھا جس کا حوالہ دے کر برون اللف نے نادر کو دہلی کی طرف دوڑایا تھا۔ خود تو وہ برہمت کوئی صلہ پائے بغیر اگلے ہی روز واصل جہنم ہوا لیکن وہ دولت احمد شاہ کے قدموں میں آن پڑی۔ جس سے اس نے اپنی فوجی طاقت بنائی، اور پورے افغانانہ پر اقتدار حاصل کیا، مشہد، ہرات، خراسان، کشمیر سندھ اور پنجاب کا ایک حصہ بھی اس کی مملکت میں آ گیا تھا۔ ہندوستان ہر سات صوبوں نے مرہٹوں کی طاقت کو مدیا میٹ کر دیا پانی پت کی تیسری لڑائی کی یہی بڑی اہمیت ہے لیکن مذکورہ بالا مفتوحات میں درانیوں کے قدم نہ جم سکے اس لئے سکھوں نے پاؤں جائے۔ ۱۷۷۵ء میں سکھوں نے ملتان میں خون ریزی کا وہی منظر دکھایا جو نادر نے دہلی میں رکھا تھا۔ ابدالی نے اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے تین مرتبہ [۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۷ء] حملے کیے مگر مسلم برہمنی نے اس کا قلع قمع نہ ہونے دیا۔ ۱۷۷۳ء میں یہ بلند اقبال افغانی اللہ کو پیارا ہوا ۳۷۳

(۲۲۹) **سلطان شوشمید**۔ ابو الفتح علی؛ اوزنگ زب عالمگیر جنہیں علامہ ترکش

مارا خذنگ آفریں " لکھتے ہیں اپنے بعد کسی لائق جانشین کا وجود وجود نہ گئے۔ تو ایسٹ انڈیا کمپنی کو میدان میں اترنے کا موقع ملا۔ انھارہوں صدی کے آخری سالوں میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو دکن میں تین طاقتوں سے مدد ملتا تھا نظام حیدر آباد، فرماں روا بایان میسور، اور کم زور مگر پر عزم مرہٹے ۲۷۲

لیکن حقیقی قوت میسور کے شجاع احمد نیور و مسرور سلطان تھے۔ جنہیں نظام اور مرہٹوں کی طرف سے بھی کسی امداد کی توقع نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ ہیں زبان روئے میسور سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ سلطان ٹیپو نے بعد میں سلطان ٹیپو نے میسور کے لوگوں میں نئی روح پھونک رکھی تھی۔

سلطان ٹیپو کے والد پنجاہی نے جو بہت کر کے گملہ گک (دکن) میں آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت میسور پر ہندو راجہ حکمران تھا۔ مرہٹوں نے میسور کو اپنی مقبوضات میں شامل کرنا چاہا۔ راجہ نے حیدر علی کو راجہ کے خلاف کان دی۔ حیدر علی کامیاب لڑا تو راجہ بددیت ہو گیا لیکن حیدر علی نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس طرح میسور کا فرمان روا بن گیا۔ حیدر علی کے گھر ٹیپو سلطان کی ولادت ۱۷۵۰ یا ۱۷۵۳ء میں ہوئی۔ ایک روایت ۱۷۵۱ء کی بھی ہے۔ بہر حال قوتوں کی تاریخ میں سال ولادت و وفات کی نہیں حاصلت و کردار کی بہت ہوئی ہے۔ ٹیپو نے تیس سال کی عمر میں میسور کے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ ٹیپو تمام اسلامی ریاستوں کو مل کر بزمِ ملکی اشرف و نفوسِ شام نے کئے لئے تیار کر رکھا تھا۔ لہذا انگریزوں کو اس سے حقیقی کد تھی۔

بددیت ہے کہ لوگوں کو ٹیپو کے خلاف رک نے کام کام ایک جعلی پیر کے سپرد ہوا تھا۔ روڈرڈ جتنے امرات تھے اکثر خرید لئے گئے جن کا سرغنہ میر صادق تھا (مسلطہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۰۵)۔ میر قمر الدین، میر ناسم علی اور بدر الزمان جیسے معتد امرات بھی کب چکے تھے۔ سلطان اپنے ہی قول "شیر کی ایک روزہ حیات گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے" کے مصداق غیرت سے جسے اور عزت سے مرے ۱۷۹۹ء میں انگریزوں نے نظام اور مرہٹوں سے مل کر سلطان پر چڑھائی کی۔ سرنگا بیٹم کے قلعہ میں حیدر ٹیپو نے مرنے یا مارنے کا فیصلہ کر کے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ گھر بھاگ گیا۔ میر صادق نے یہ رہنما کیا تھا۔ انگریزوں نے شاہی خزانہ لڑا، کتابیں لے گئے کچھ مملکت میں رہیں اور انگریزوں نے بیچ دی گئیں۔ اب انگریزوں کے لئے تختِ دہلی تک پنچنا آسان ہو گیا ۳۰۴۵

مسلطہ آزادی کے رس متوارے، اتحاد بین المسلمین کے داعی، بالقصب فرمان روا کے دلدارہ تھے۔ ضربِ کیم میں سلطان ٹیپو کی وصیت کے عنوان سے بے نظیر نظم میں لکھا

صبح ازل پہ مجھ سے کیا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہے وہ دل نہ کر قبول
باللہ دلی پسند ہے حق لاشرک ہے
شرکت میاں حق و باطل نہ کر قبول ۳۰۴۶

بجبر سعید محمد خان کے نام اس تجویز کے جواب میں کہ اتہال کے نام سے ایک فوجی سکول قائم ہو۔ لکھا
 ”ایک معمولی شاعر کے نام سے فوجی سکول کو موسوم کرنا کچھ زیادہ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔
 میں تجویز کرتا ہوں کہ آپ اس فوجی سکول کا نام ”ٹیپو فوجی سکول“ رکھیں۔
 ٹیپو ہندوستان کا آخری مسلمان سپاہی تھا جس کو ہندوستان کے مسلمانوں
 نے جلاوطنی و موت کی گھنٹی بجاتے ہوئے بڑی نا انصافی سے کام لیا ہے۔
 جنوبی ہندوستان میں جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ ریشمی
 مرتبت مسلمان سپاہی کا قبر زندگی رکھتی ہے۔ بہ نسبت ہم جیسے لوگوں
 کے جو بظاہر زلفہ ہیں یا اپنے آپ کو زلفہ ٹھاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ
 دیتے رہتے ہیں“ ۳۰۴۷

محمد عبدالجلیل بنگلوری کے نام مکتوب ۷ نومبر ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں
 ”سلطان شہید کے روزنامہ کے لئے جو سلسلہ جنہائی آئے شروع
 کر رکھی ہے، اس کے لئے سراپا سپاس ہوں اگر آپ ایک نسخہ بھجوریں
 تو میرے لئے ایک گینے گراں بہا ہوگا۔ اس روزنامہ سے امید ہے کہ سلطان
 سے متعلق تجویز نظم [شاید حابید زمانہ؟] میں مجھے سلطان شہید کے صحیح
 صحیح حالات پیش کرنے میں بہت امداد ملے گی۔ درلہ کر مطالعہ فرمائیے
 کہ وہ ناک کتاب قیمت چاہتے ہیں تو کتنی؟ میں بخوشی مناسب قیمت
 بدلاؤ کرنے کو تیار ہوں اگر وہ آپ کو کتاب کی نقل لینے دیں تو خوشخط
 نقل لے لیجئے۔“ ۳۰۴۸

راغب الحسن کے نام مکتوب ۱۶ ستمبر ۱۹۲۹ء میں لکھا
 لاہور میں ایک ترک عالم آیا تھا اب شاید چلا گیا ہے جو سے
 ملنے بھی آیا تھا۔ میرے کمرے میں سلطان ٹیپو کے مزار کا فوٹو
 دیکھ کر بے اختیار رونے لگا“ ۳۰۴۹

یہ سب سلطان شہید سے ملنے کے ذہنی و قلبی تعلق کے شواہد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نادر انداز والی ہر
 نو ایک ایک شعر لکھا لیکن ٹیپو شہید پر براہ راست اشعار سات ہیں۔

سلطان ٹیپو نے ۷ مئی ۱۷۹۹ء کو جام شہادت نوش کیا ۳۰۵۰ء وواوہ رہتی

آرزو، چاہت [فرہنگ عامہ]۔

۳۰۵۱ء کلیات کتابت اتہال۔ برنی ۳۲/۵۲ الفہاء - ۳۰۵۲ الفہاء ۹۲۵

۳۰۵۳ الفہاء ۴۲۶ - ۳۰۵۴ مطالعہ تلیقہ اتہال برنی ۲۵۱

شعبہ ۱۴۲۶ء۔ آن شہیدانِ محبت را امام: مراد ابو الفتح سلیمان شیخ شہید [تہذیب] (۲۲۰) خواجہ بدر و حسینؑ: رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخسارہ ہے۔ آپؐ

۲۹ رگت ۵۷۰ء کو شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ شش ماہ کی عمر ہی میں آپؐ کا سفر حجاز میں ہوا۔ پھر مدینہ منورہ کی نامور شاخ بنو ہاشم سے ملے۔ تبلیغِ توحید میں بے پناہ مصائب برداشت کئے۔ یہاں تک کہ مدینہ ہجرت فرمایا۔ (در بیان اسلام کی بنیاد پر مکمل اسلامی سلسلہ کی بنیادیں رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ یہ شہر دمشق اور لہور کی شاہ راہ تجارت پر واقع تھا۔ قریش کے لئے وہاں مسلمانوں کا پیرایہ بن گیا۔ ہجرت نہ تھا۔ چنانچہ قریش کے ساتھ مسلمانوں کا پہلا سفر ۲ رمضان ۶۱۰ء [۶۲۲ء] کو بدر کا داری میں ہوا۔ ابو جہل قتل ہوا۔ قریش کے قدم اکھڑ گئے۔ دستِ دروغ میں چھوڑ کر بھاگے اور شتر ہی تیری بنے۔ چودہ ماہ رسولؐ نے حجاز شہارت نوش کیا۔ اس جنگ سے نہ صرف مدینہ میں آپؐ کی شخصیت کو قوت و اثر ملا، عرب بھر میں سردارینِ قریش کا غرور ٹوٹ گیا اور نظریں آپؐ پر مرکوز ہو گئیں۔ رگت سالِ احد کے تمام پر پھر سفر ہوا۔ ذرا سی جگہ کے سبب مسلمانوں کا جانی نقصان لیکن شکست پھر مسکینِ مکہ کا تقدیر ہوئی۔ خیمہ کے چوبوں

کی سازش سے غزوہ خندق، اللہ جل جلالہ کی بنیاد پر ہوا لیکن حق کو غلبہ ہی ملا اور باطل نامراد لڑا۔ ۶۳۰ء میں مکہ فتح ہو گیا۔ لڑتے ہوئے ابو جہل قتل ہوئے۔ یہاں سے آپؐ (۶۸۰ء) مدینہ منورہ پر روانہ ہوئے اللہ نے فتح و نصرت کے ساتھ کثیر مالِ غنیمت بھی دیا۔ جو زیادہ تر اہلِ مکہ میں تالیفِ قلب کے تحت تقسیم کیا گیا۔ آپؐ انصار و مہاجر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدینہ منورہ آئے۔ کچھ عرصہ بیعت عقبہ جس کی دنیا میں آپؐ مدینہ تشریف لائے تھے۔ تقاضا کرتی تھی کہ حضورؐ مکہ میں نہ ٹھہریں اور ایقانے عہد کرتے ہوئے مدینہ لوٹ جائیں۔ آپؐ ہر قرآنِ مجید نازل ہوا جو تمام صحفِ آسمانی کا مصدق اور اللہ کی آخری کتاب ہے۔ آپؐ نے راسیت کو اچھے راستے کا باہمی عمرانی معاہدہ ثابت کیا اور عالمِ حکومت کی تیز مٹا دی ہے۔

مارچ ۶۳۲ء میں آپؐ نے حج فرمایا اور عمرات پر فطہ دیا۔ یہ حج آپؐ کا آخری حج ثابت ہوا اور یہ فطہ تاریخِ انسانی کا لازوال منشور، صلی اللہ علیہ وسلم یَعْدُوْكَ ذُرَّةَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ : ۳۰۵۱

نہ حشش غایت دارد نہ سعدی را سخن پایاں

میر دلشہ مستقی و دریا یم چہاں باقی

(۲۳۱) سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما : رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے
 علی المرتضیٰ کے خلف الرشید اور خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء بنتِ رسول کے گھر
 استقامت اور مہربانی کے نظریے اور رسولِ پاک کے گھرانے کے تمام خوبیوں کے مالک ، ۶۲۶
 عیسوی میں پیدا ہوئے ۔

پل کو فتنہ سے بدلے شلوٹ لکھ کر بلایا تاکہ یزید ابن معاویہ نے کے بجائے
 ان کا بیعت ہو کہیں نہ دار کا کی ۔ چچا زاد بھائی اور قاصدِ اول مسلم بن عقیلؓ کو
 شہید کیا ، حضرت حسینؓ کو کربلا میں ۱۰ بیعت مرد عورتوں بچوں سمیت شہید کیا ۔
 مرت حسینؓ کے فرزند زین العابدینؓ [لفظ ہوتلیدہ نمبر ۱۵۵] زلفہ بچے ۔ علامہ نے
 حسینؓ کو بھرپور فرمایا ہے عین کیا ہے ۔

نزیب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
 نہایت رسا حسینؓ نے ابتداء پر رسماً ۳۰۵۲
 صدق خلیلؑ بھی بچے عشق ، ہر حسینؓ بھی ہے عشق ، مکر و وجود میں بدو حسینؓ بھی ہے عشق ۳۰۵۳
 ریزِ قرآن از حسینؓ نہ آموختیم
 نالیش او سعد و اندوختیم
 تار ما از زلفہ رش نزاراں بنوز
 نازہ از تکبیر او ایمان بنوز ۳۰۵۴

در زائے زلفی سوز از حسینؓ نہ
 یل حق حریت آموز از حسینؓ نہ ۳۰۵۵
 فقیر مایا گرمی بدو حسینؓ
 فقیر مایا بانگِ تکبیر حسینؓ نہ ۳۰۵۶

حقیقتِ ابر کا ہے ختامِ شبیریؓ
 بر لے رہتے ہیں اندازِ کوئی شامی ۳۰۵۷

پیر حسینؓ : کیفیت ، باغ کی خاردار بارز ۔ بیانِ فرش اور دیواروں کے ساتھ ذکرِ آبا ہے اس لئے حاشیہ
 کوٹ اور سخاوت مراد بنا جانا چاہیے ۔ **نطاق** : کمر بند ، پیٹی ، پٹکا [فرغہ عامرہ] ۔

۳۰۵۲ ، ۳۰۵۳ کلیاتِ انبال اردو ۳۵۵ (بالِ جبریل : ۲۲) ، ص ۱۱۲ [بالِ جبریل : ذوقِ شوق]
۳۰۵۴ کلیاتِ انبال فارسی ص ۱۱۱ (شعوبہ روضہ دوزی : درخشِ حریت و سلامہ و تیرہ دوزیہ) ۳۰۵۵ الباقی ص ۱۵۳ (الباقی)
۳۰۵۶ الباقی ص ۸۱۸ (شعوبہ پسند باید کرد) ۳۰۵۷ کلیاتِ انبال اردو ۳۶۵ (بالِ جبریل) ۔

جم : ملاحظہ ہو حاشیہ شریف ۱۳۹۰ -

(۲۳۳) بہرام : بہرام اول، ساسانی خاندان کا چوتھا بادشاہ اور ہرز مارٹر کا تھا۔ ۲۷۳ء میں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ روم دل اور فتاحی تھا۔ رمایا اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس کے عہد کا مشہور واقعہ مصور مانی " کا قتل ہے۔ جو فرقہ مانوید کا مانی تھا۔

[مانی : ایران کا مشہور فلسفی اور مذہبی رہنما تھا۔ ۲۱۵ء کو سہان میں

پیدا ہوا۔ پھر باہل چلا گیا۔ مار ۲۷۳ء کو شاہ پور کا تاج پوشی

کے موقع پر اپنی پیغمبری کا اعلان کیا۔ لیکن زرتشت کے ماننے والوں

نے اس کی سخت مخالفت کی۔ چنانچہ چلا وطن کر دیا گیا۔ شاہ پور

کا مورت کے بعد اسے وطن واپس آکر تبلیغ کی اجازت ملی، مگر

۲۷۳ء میں قتل کر دیا گیا۔ اس نے دنیا رسم الخط بھی ایجاد کیا تھا

جن کی وجہ سے اسے مصور کہا جاتا ہے۔ انسانی نجات کے لئے وہ

دولت، محورت اور عسرت سے ترک کر دینے کی تلقین کرتا

اور رہبانیت اختیار کرنے کو کہتا ہے، " [۳۰۵۸ء

بہرام نے صرف تین سال تین مہینے حکومت کی اس کے بعد اس کا مرٹ کا بہرام ثانی تخت نشین ہوا ۳۰۵۹ء

نادر

۱۴۴۷ء - خوش بیا اے نکتہ بیخ خاوری
محرم رازیم باما راز گوے
لے کہ می زید ترا حرف دری
آخچہ می والی زایراں باز گوے

نزدہ رود

۱۴۵۰ء - بعد مدت چشم خود بر خود کشاد
کشتہ ناز تبان شوخ و شنگ
لیکن اندر حلقہ دوائے قتاد
خالق تہذیب و تقلید فرنگ

۳۰۵۸ء مطالب اقبال - مینول انور دادوی ص ۲۱۷ الفنا
۳۰۵۹ء مطالب تعلیمات اقبال - قریشی ص ۲۵۱ بولال سندھو
Sir Percy Sykes: A History of Persia
vol: 1- pp 405-07.

۱۴۵۱- کاراں وارفتہ ملک و نسب
روزگار او ہستی از واد است
با وطن پیوست و از خود درگذشت
نقش باطل می پذیرد از فراگ
نقش باطل می پذیرد از فراگ
نقش باطل می پذیرد از فراگ

۲۳۴- پیری ایران زبان یزد حسد
دین و آئین و نظام ادب
موج و در شیشه آکس نبود
تا ز صحرای رسیدن محشر
این چنین حشر از عنایت خداست
آنکه رفت از پیکر او جان پاک
مرد صحرائی به ایران جاں و امید
کہنہ را از لوح مابستر و رفت
۱۴۶۱- پیرہ او بے فروغ از خون سرد
شید قمار بیج و شام او کہن
یک شر در توفہ خاکست نبود
آن کہ داد او را حیات دیگر
پای باقی رومہ آن برای کجاست
بے قیامت بر نمی آید ز خاک
باز سوئے رگ زار خود رمید
برگ و سار عصر نو آورد و رفت

۱۴۶۳- آہ احسان عرب نشناختند
از تش افرینیاں بگداختند

حواشی و تعلیقات : شعر نمبر ۱۴۵۰ ، ۱۴۶۳ : فردوسی نے شاہنامہ لکھ کر قدیم ایران تہذیب و ثقافت کو زندہ کیا۔ محمود غزنوی نے خد یا کسی کے کہنے پر اسے جو سی تہذیب کا توصیف سمجھا بعد فردوسی کو کافور و نام سے محرم رکھا۔ اس کے متعدد درایتیں ہیں۔ لیکن محمود غزنوی کا یہ معاملہ نام قابل تردید ہے۔ تفسیر میں اختلاف کی بحث اور ہے۔ شاید مسئلہ کہ محمود غزنوی کی حمایت منظور ہو یا تہذیب اسلامی سے عشق نے انہیں مجبور کیا ہو۔ بہر حال انہوں نے فردوسی کے مہمانے کو رضا شاہ پہلوی کی (مصلحتاً مشقہ) ہجری کے بجائے شمسی سنہ کا طالع، زبان سے عربی الفاظ کی صفائی، ۱۶۲۵ء کی حد (مصلحتاً) جن میں بترق کے استعمال کو ناگوارا منع قرار دیا گیا۔ کو، مکتب و نسب کے عشق اور عرب کی تحقیر کیا۔ فردوسی نے بھی عربوں کو ”سوسار“ و غیرہ کے طعن دیے

عرب را بجائے رسید است کار
تقدیر تو دے چرخ گرداں تنو ۳۰۹۱

۳۰۹۰- دیوانہ در ایران (فارسی) ڈاکٹر ذبیح اللہ صاحب ۱۳۸۵ء { ۳۰۹۱- دیوانہ در ایران (فارسی) ڈاکٹر ذبیح اللہ صاحب ۱۳۸۵ء
انتشارات فردوس : نیاباد ماہرین (مجموعہ) نیرا چاپ پنجم ۱۳۶۸ء }
۳۰۹۱- دیوانہ در ایران (فارسی) ڈاکٹر ذبیح اللہ صاحب ۱۳۸۵ء
پیشروں کی فہرستیں لاہور سنہ ۱۳۸۵ء

حاشی و تعلیقات : (۳۳۸) نادر خسرو علوی :

مشہر تباریاں (بلخ) میں ۳۹۴ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ حفظ قرآن، کلمہ صلیب و فقہ، ریاضی، طب، موسیقی، نجوم، فلسفہ اور علم کلام میں کمال پایا۔ نادر کو مذہب عام کے تقابلی مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور لکشت، مانہ، ہمدون، غار اور ہندو مت کا بہت گہرا مطالعہ کیا۔

تحصیل علم کے بعد غزنوی بادشاہوں محمود مسعود کے درباروں سے دراستہ رہا۔ بعد میں سلجوقیہ کی ملازمت اختیار کی یہاں سے دبیر کا منصب ملا پھر حکمہ مال کے کید ذمہ دار مقرر ہوا۔ پینتالیس سال کی عمر میں ملازمت چھوڑ دی اور ۴۱۹ھ ہجری میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ یہ پورے عالم اسلام میں انتشار و افتراق کا زمانہ تھا صرف صفوی مامی حکومت پر امن تھی۔ وہاں رشتہ علمی رفیقین کا قرب حاصل کیا اور سماہلی عمائد پسند آئے۔ چنانچہ قیام مکر کے دوران میں دین مذہب میں شامل ہو گیا۔ خلیفہ المستنصر باللہ نے اسے حجت خراسان، لقب دے کر ایران میں رسامہلیہ عمائد کی لشکر و شامت پر حاضر کر دیا۔

نادر خسرو معروف و ممتاز بلخ لڑنا تو رسامہلیہ مذہب کی اشاعت میں معروف ہوا۔ لیکن علامتہ اسلام اور دہرے سلجوقی کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ در بدر پھرنے پر مجبور ہوا جہاں جاتا وہیں حالت ہمتی لیکن دین رسامہلیہ کی وجہ سے کم نہ ہوئی۔ اس کو درگاہی کے احوال مگر اس نے "زوالِ ساوین" میں کیا ہے جس کا رنگ فلسفیانہ ہے۔

نادر خسرو مازندران اور طبرستان ہوتا ہوا ۵۵۶ھ ہجری میں بدخشان پہنچا اور یگانہ میں نوشتہ لائینی اختیار کیا اور یہیں ۵۸۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ نظم و نثر کی متعدد کتابیں یادگار تھیں جن میں ترکیب نو زوالِ ساوین، مازندران، وجہ دین، رسامہلیہ عمائد پر، مثنوی روشنائی نامہ بحر خزینہ میں یہ نظم عقل و دانش، علم اخلاق اور علم الہیات پر بحث کرتی ہے۔ مثنوی سعادت نامہ : یہ اخلاقیات پر مبنی ۳۰ باب اور ۲۴۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ بھی بحر خزینہ میں ہے۔

بہ لغت و فصاحت دل کا نگہدار
کس از دست و زبان خود میآزار
چو مریم حسد را رخت بیاں بآں
بسختی چارچہ بے چارگان باش ۳۰۶۹

نادر خسرو کا متداول دیوان تیار زہر در شکار مشتمل ہے لیکن جو زمین تیس ہزار اشعار کی (مطلع در) ہے۔ متعدد نے جن شعروں کو غزلے مسمانہ "کہا ہے وہ بھی ایک اخلاقی قصیدے کا انتخاب ہیں ۳۰۷۰
عراق : جس گورے کے ٹخنوں کی کھال بھٹی ہوئی ہے غل اور ٹنگڑے کو تنگ کہتے ہیں فاروقی ظہار
درخت آتش -

خلیفہ کلام یہ کہ جس طرح نارت اور اند نارون سے نار پیدا ہوتی ہے اسی طرح تیغ و علم سے عزت و راز،
اور پہلے علم سے دین خرم ہوتا ہے۔ جاہل دین کو اسی طرح بے توقیر کر دیتے ہیں جیسے سوتی کپڑا آگ سے کڑا ہوا تو خرم لیکن پیور کا کفن ہو تو بے وقت ہوتا ہے۔

- (۲۳۹) حضرت الیاس علیہ السلام : ایک پتھر تھے ۔ عام طور پر شیوہ ہے کہ جس طرح حضرت خضرؑ پانی میں لوگوں کی رہنمائی اور مدد کرتے ہیں حضرت الیاسؑ خشکی پر سمولہ بمشکوں کو رستہ دکھاتے ہیں ۔ شام کے شہر بعلبک کا بادشاہ ان کا مستعد تھا لیکن رات کی ملکہ اور قوم بعل بت کہ پرستار تھی ۔ رہنوں نے بادشاہ کو بہکایا رات پر خضرؑ الیاسؑ نے ہمدردی جس سے ملک میں قحط مالی آئی اور قحط پڑ گیا ۳۰۷۱
- (۲۴۰) یہودی : بنی اسرائیل کا قبیلہ یہود اسے انبیاء و کرم (از داؤد تا عیسیٰؑ) کے پیروکاروں کو یہودی کیا جاتا ہے ۔ حضرت عیسیٰؑ یہود کے آڑی پیغمبر تھے ان کے ماننے والے لفرانی یا لضرانی کہلاتے ہیں ۔ رات میں رات لوگ فرق نہیں کرتے کہ حضرت موسیٰؑ سے حضرت داؤد تک انبیاء و کرم کے قبیلہ سے آئے تھے ۔ حضرت داؤد یہود سے آئے ۔ اور حضرت عیسیٰؑ یہود کے آڑی رسول تھے ۔ سب کو بنی اسرائیل کہنا درست ہے یہودی کہنا درست نہیں ہے ۔

ابدالی

۱۴۶۹- آں جواں کو سلطنت نا آفرید
۱۴۷۰- اُتھے در کوہ سار ش برفروخت
باز در کوہ و قفار خود رمید
خوش عیار آمد یا پاک سوخت؟

زندہ رو

آتشاں اندر آفت گرم خیز
از حیات او حیاتِ خواہست
بے خبر خود را ز خود پروا خست
ہست دارائے دل و غافل ز دل
مرد رہو را بمنزلِ راہ نیست
خوش سرود آں شاعر افغان شناس (۲۴۱)
راز قوس دید و بیابا کا نہ گفت
او برادر با برادر در ستیز
طفلیک وہ سالہ اش لشکر گراست
مملکتِ خویش را نشناخت
تن ز تن اندر لاق و دل ز دل
از مقامِ جان او آگاہ نیست
آنکہ بیند بلا گوید بے پرس
حرف حق با شوقی زدادہ گفت

اُشترے پابد اگر افغان حُر
بایراق و ساز و بانبار دُر
بہمت و دلش از انبار دُر
می شود خوشنور بازگ شتر

تواستی و تعلیمات : قطار : بنجر زین ۔ [عیات اللغات فارسی]۔

شعبہ نمبر ۱۴۶۰ : اشارہ آتش ، اُس لواٹ اللوی اور خانہ جنگی کی طرف جس کے نتیجے میں امان اللہ خان کی سرزوری اور جلد وطنی عمل میں آئی اور بحیثیت ستہ نے کابل پر قبضہ کیا ۔ آخر امان اللہ خان کے وزیر اور سپہ سالار جنرل نادر خان نے اس کو شکست دی اور نادر شاہ کے لقب سے اقتدار سنبھالا ۲۰۷۲
یہ ہے برادر بابر اور درستیز کا مفہوم بھی ۔ جب کہ دوسری قومیں آپس میں متحد ہو رہی ہیں جیسے کہ جہری ممالک میں ہو رہا تھا ۔ مصلحہ نے غیرت اور برت کا خاطر ایسے واقعات پر اکثر تبصرہ کیا ہے انکار جہاد اور نبوت کا ذبہ پنجاب پر مصلحہ نے ایسا ہی تبصرہ کیا تھا

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے دنیا میں اب وہی ہیں تلوار کا درگ
باللہ نے فال و فری حاکم کے واسطے اور پ زور میں ڈوب گیا روش ناکر ۲۰۷۳

(۲۷۱) شاعر افغان شمس ، خوشحال خان خٹک : خٹک قبیلے کا صاحب سف و قلم سردار ولایت ۱۶۱۳ بمقام آلودہ خٹک ، ملاک شہباز خان خٹک کی وفات کے بعد (۱۶۱۷) قبیلے کا سردار بنا ۔ یوسف زئی قبیلے کے ساتھ تنازعات مسلسل جنگ میں معروف رکھا اس کے باوجود علوم و فنون سیکھنے اور تصانیف کا سلسلہ جاری رکھتے مابقی رہے ۔ شیخ رحیم الرحمن المعروف بہ کا کا صاحب خوشحال خان کی ارادت تھی ۔ کابل کے صوبہ دار سید میر خان نے اورنگزیب عالم گیر کو اُس کے خلاف ایسی ایسی رپورٹیں بھیجوائیں کہ عالمگیر نے اسے گرفتار کر کے لاہور اور وہاں سے دہلی لے جا کر قید کر دیا ۔ آخر جیل میں چلنے کی ہولناکتیں میسر تھیں یہی دکان کے بعد افغان سردار منلوں سے نفرت کرنے لگا ۔ قیدی کے عرصہ میں یوسف زئیوں کی طرف سے خاندان کی دیکھ بھال سے ادھر کی نفرت سے ہی مارغ کر دیا تھا ۔ چنانچہ منلوں نے جب گڑھی کپورہ میں یوسف زئیوں کے خلاف قتلہ تعمیر کروایا تو خوشحال خان کو خوب موقع ملا کہ آیا وہ اپنے ظلموں میں اور شعروں کے ذریعے رشتہاں قبائل کو بفرکانے میں مصروف کر دیا کہ عقل آہستہ آہستہ ان کے

ملک پر قبضہ کر کے انہیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ قبائل اس نقطہ پر جمع ہو گئے اور غلوں کے ساتھ افغانوں کی جھڑپیں آئے دن کا معمول بنی گئیں۔ خوشحال خان اب یوسف زئی قبیلہ کے ساتھ تھا۔ اکثر افغانوں ہی کا پڑا بھاری رہا۔ بالآخر اورنگزیب عالمگیر خود فوج لے کر حسن بدایوں پہنچا، بادشاہ کی حوجگی نے حالات کا رخ بدلا، خوشحال خان شکست کھا کر آفریدیوں کے علاقہ میں پناہ لی، اور وہیں ۱۶۸۹ء میں وفات پائی۔

علامہ نے خوشحال خان خٹک کی ایک نظم کے انگریزی ترجمہ سے، ایک نظم بعنوان خوشحال خان کی وصیت، لکھی اور اس کے ساتھ ایک مختصر نوٹ بھی لکھا۔

”خوشحال خان خٹک پشتو کا مشہور وطن دوست شاعر تھا، جس نے افغانوں کو غلوں سے آزاد کرانے کے لئے سرحد کے افغان قبائل کی ایک جمعیت قائم کی۔ قبائل میں آفریدیوں نے آفریدم تک رس کا ساتھ دیا۔ اس کی قربانیاں ایک سو نظموں کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوئی۔“

تہاں یوں ملت کی وحدت میں گم	کہ ہونام افغانیوں کا بلند
محبت تھے ان جوانوں سے یہ	ساروں پر جوڑا لے ہیں گلوں
غل سے کسی طرح کم تر نہیں	قیسناں کا یہ بچہ ازخند
کیوں تجھ سے کہ ہمنشین دل کی بات	وہ مدفن ہے خوشحال خان کو بلند
اڑا کر نہ لٹ جہاں باد کوہ	منزل شہسواروں کی گرد کند ۳۰۷۷

علامہ نے جادیرنامہ میں جس شعر کا ترجمہ پیش کیا ارغمان خوشحال میں وہ چھ شعروں کی غزل کا تیسرا شعر ہے ۵۵۸ یونیورسٹی بک ریجنی لپ ورکنگ رشتہ ندرد

اوپن لہ تارہ پر خیل کوہ کنیے اے وراغے
پر اولجہ ڈ اوپن دغا ہے د جہاں دی
ترجمہ: اصول و اسباب سے لڑا ہوا اونٹ اُن کے (پشتونوں) کے گھرا آیا مگر یہ اُس کے گلے کی

گھنٹی پر آپس میں لڑنے لگے۔
ایرغمانہ خان شنوری نے علامہ کے شعروں کو ذیل پشتو صورت بخشی ہے

چہرہ چہ اولجہ کا ندی یو اوپن آزاد افغان سداو دسان سہرے بار در ورجان ؛
کھورہ خوید د در کھور و حشہ ہوئیں کا اوپن بار کھے پیر پیر دی کوثر لہ غامہ ہے خیر کا ۳۰۷۷

۳۰۷۷ دائرہ معارف اقبال۔ مکتب اختر ص ۲۰۹، تعلیمات اقبال، عابد ۱۳۵۴/۵۵۴ ایفا

۳۰۷۵ کلیات اقبال اردو ص ۴۴۹ (بال جریل: خوشحال خان خٹکیت)

۳۰۷۶ جادیرنامہ: پشتو ترجمہ ستلیم: ایرغمانہ خان شنوری ص ۲۰۹۔ (قبال ریکارڈ پاکستان ایسور بیس دوم جنوری ۱۹۸۳ء)

ابدالی

- در نهاد ماتم و تائب دل است
تن ز مرغ دل و دگرگون می شود
از فساد دل برون بیج است بیج (۲۲)
۱۴۸۳- آسیا یک پیکر آب و گل است
از فساد او فساد آسما
تا دل از دل است از دل است تن
۱۴۸۴- همچو تن یا بند آئین است دل
۱۴۸۶- قوت دی از مقام و در است
۱۴۸۸- شرق را از خود بر قلب غرب
قوت مغرب نه از خپک و رباب
نه ز سحر حیران لاله روست
محکم اورا نه از لادین است
قوت افرنک از علم و حق است
حکمت از قطع و برید جامه نیست
علم و فن را از جوان شوخ و تنگ
۱۴۹۵- اندر ره جستن که مطلوب نیست
نکر حال که آرداری بس است
گر کسی شبها خورد و در چرخ
ملک معنی و کس حسد او را نه بس است
۱۴۹۹- ترک از خود رفتن و حسد و تنگ
- خاک را بیداری و خواب دل است
در سالش عرق خون می شود
ویریه بر دل بند و جز بر دل بیج
ملت افغان در آن پیکر دل است
در کشاد او کشاد آسما
و نه کلمه در ره باد است تن
مردم از کس زنده از دین است دل
و حمت از شهید و گرد ملت است
باید این اقوام را تنقید غرب
نه ز رقص و خیران و حجاب
نه ز عریان سکنی و نه از قطع نموت
نه فروغش از خط لاطینی است
از همیش آتش حیران روشن است
مانع علم و هنر عمامه نیست
مغربی باید نه بلبوس و فرنگ
این کلمه یا آن کلمه مطلوب نیست
بلع و آکے آرداری بس است
گیرد از علم و حق و حکمت سرخ
بے جهاد و پیغمبر نباید بدست
زیر پوشش حوزہ از دست فرنگ

من چه گویم خبر بخارش یار باد
مجاہد از غزنیان رقص و سرود
علم و شوار است می سازد بهر
فطرت او در پذیرد سہل را

۱۵۰۰۔ تاکہ تریاق عراق از دست داد
بنده افروز از رزق نمود
۱۵۰۲۔ نقد جان خویش در بازو بہ ہمو
از تن آسانی بگیرد سہل را

سہل را جستن در پی دیر کہن

این دلیل آن کہ جان رفت از بدن

خواستی و تعلیمات :

(۲۲۱) از فساد اول بدن، پیچ است ۔ ۔ ۔ استفادہ کیا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ **اَلْاَدَانُ فِي الْجَسَدِ مَصْنُوعَةٌ اِذَا صُنِعَتْ مَصْلَحَ الْجَسَدِ كُلُّهُ وَاِذَا فُسِدَتْ قَسَدَ الْجَسَدِ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ** سنو! بدن کے اندر گوشت کا ایک ٹھکانہ ہے اس کی اصلاح ہوئی تو سارے بدن کی اصلاح ایسا کا دل کیا۔ اور وہ اس لئے کہ ملت افغانیاں، مسلمان ہیں۔ اور علامہ کے فلسفہ فخری کا سچا اور سچا نمونہ صرف اور صرف مسلمان تھا۔ اہل مشرق کی نجات وہ مسلمانوں کے ربط و ضبط میں دیکھتے تھے اور ایشیا کی نجات افغانیوں کی حریت و آزادی میں جو اتحاد کے بغیر ممکن نہ تھی خوشحال خٹک قوم پرست تھا۔ عالمگیر علامہ کے نزدیک مرکز ملت کا آخری خٹک تھا اس کے باوجود علامہ خوشحال خان کی حلقوں سے نفرت و خراج پیش کرتے ہیں۔ کیوں؟ یہ خود تردید ہی ہے۔ ان کے فلسفے میں اتحاد کو توہید کے عقیدے کے استہساد کا درجہ حاصل ہے۔ خوشحال خان نے خود بھی یوسف زئی قبیلہ سے پرانی حلیش بھلا دی۔ یوسف زئیوں نے بھی مصیبت میں اس کے خاندان کو سہارا دیا۔ یہ اتحاد کی فضا ہے قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم۔ کا منظر پیش کر رہی تھی چاہے اسی کا سبب کچھ بھی ہو۔ اس اتحاد کا نتیجہ برصغیر میں اور ہر مسلم ایشیا کے حق میں منبہ تھا۔

شعبہ ۱۸۸۶ء : دل، کینہ اور حسرت نہیں دین سے زندہ ہوتا ہے۔ قبائلی مصیبت کو دینی اخوت سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ بدن : منام کا جوہر، مادی لذتیں، انہوں کے فیزات، قوانین و روایا کا مجموعہ۔

شعبہ ۱۸۸۷ء : اسی طرح دل بھی پابند آئین ہے اور اس آئین اخوت دینی سے دل کو قوت ملتی ہے یہ قوت وحدت کی قوت ہے (یک آئینی یک دلی لاتی ہے)۔ وحدت قبائل کے درمیان اور قوموں قبیلوں، مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو تو اسی کو ملت کہتے ہیں۔

شعبہ ۱۸۸۸ء : مشرق کو "مذہبی قومیت" کے تصور کا تلاء وہ اپنی گردن میں ڈالنے کی بجائے اسی کی حقیقت پر غور کرنا چاہئے کہ اس تقریر قومیت کا مقصد کیا ہے؟ اتحاد تک تو ملت تو کسی ایسے مادی حوالے کا فردیت ہی نہیں رہتی کہ ملت تو دین کا مترادف ہے۔ اَلَيْلَةُ وَاللَّيْلُ

كَهُوَ يَشْرَعُ اللَّهُ تَعَالَى لِيُؤْبَادَهُ مَنِ اسْلَمَ اَيْنِيَا يَهْدِي لِيَسْتَوْفَوْا بِرِ الْوَارِثَةِ ... ۳۰۷۸

اسی طرح ضرب کے دوسرے تہذیبی مناظر ہیں وہ ان کی قوت ہیں ان کی قوت عدم وفون سے ہے۔
 اہل شرق کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے خیر و شر میں تمیز (نگاہ) کی ضرورت ہے۔
شعبہ ۱۴۹۹ اشارہ ہے مصطفیٰ کمال پاشا کی ان اصلاحات کی طرف جو انہوں نے خلافت کے فائے
 کے بعد کیں۔ اور جو سالم اسلامی بن مصطفیٰ کمال پاشا کی عزت و توقیر ختم کرنے اور ترک قوم کو
 اسلام کی ترقی کے بجائے یورپ کی ترقی کا راہ پر گامزن کرنے کا باعث ہوئیں۔ اور ان میں سب اہم
 وطنی و ملی قومیت کا بُت تھا۔ وہ جو انسانی تباہی جنہیں مصلحت نے صاحب نظر کیا تھا بمقابلہ
 پیرانہ دم — اب وہ انہیں "ترک نادان" کہنے پر مجبور ہوئے۔ یہ میٹھا ذریعہ تھا جو ترکوں نے
 افریقیوں سے لے کر جدید قوی میں داخل کر دیا۔

شعبہ ۱۵۰۰ : تاثر بآق از عراق آورده شور مارگزیزدہ نردہ شود :

شعبہ ۱۵۰۲ : لغو : غیر نفع بخش (ضرر رساں) اعمال "مکتولہ" : نفع بخش اعمال کی طرف عدم توجہ
 "لغو" کے معنی اہل لغت نے شکار بلکہ مقدی لکھے ہیں۔ حرف فرق اختیار ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ غیر نفع امر میں مشغول ہونے کے بعد آخر میں
 ابد خدا اس کی طرف توجہ فرمانا کہ نفع اور ہے توجہ [حاشیہ انوشیروانی] آیت و مایلیۃ اللہ لایا ایتا لعل و لغو (اللہ) (۳۲۰)

می شناسی جمہیت تہذیب فراگ
 جلوہ آتش خانمانہ اسوختہ
 ظاہر شتابندہ و گزندہ السیت
 چشم بیند دل بلور اندر و
 کس نداند شرق را تقدیر جمہیت
 در جہان او دھندہ فروں برگ
 شلخ و برگ و آشیہا نہا سوختہ
 دل ضعیف است و نگہ را بندہ السیت
 پیش این بہت خمانہ افتد رنگوں
 دل بظاہر بستہ را تقدیر جمہیت

ابدالحی

آخر بر تقدیر شرق قادر است
 پہلوی آن وارث تحت قباد
 سزم جہنم پہلوی زور است
 ناخن او عتدہ ایراں کشاد

ناور اُن سرمایہ وراثتیاں
 از غم دین و وطن خوار و زبون
 اُن نظام ملت افغانیاں
 لکھن از کوسبار آمد ہر
 ہم سپاہی ہم سپہ گم زیر
 سن ندائے اُن کہ خود رویدہ است
 عمر حافر را نکو سنجیدہ است
 غریباں را شیوہ لے ساہی است
 تکیہ حسرت بر خویش کردن کافری است

کوشش و تعلیقات :

نہ کرافرنڈ کا اندازہ اُن کی تابانگی سے کہ بجلی کے چراغوں سے ہے جس جوہر تبارقی سے
 برا نہ مان ذرا آزمائے دیکھ اسے فرنگ دل کی حرابی افسردگی عمو کی ۸۰
 عزم و حزم پہلوی و نادر : بر قسمی سے امان اللہ خان کی طرح نادر شاہ اور رضا شاہ بھی یکے بعد دیگرے اپنے مقاصد ملی
 کی تکمیل سے قبل ہی ملک عدم کو سدھارے ۱۹۲۹ء میں امان اللہ خان جلاوطن ہوئے ۱۹۳۲ء میں نادر شاہ کو گوئی لگی
 رضا شاہ کو وقت ضرور ملا مگر نیم نہ رہی اور ۱۹۳۳ء تک وہ بھی ناج و تخت سے محروم رہ گئے۔ بعینہ ہی فوج انیس سو ستتر اسی کے
 عشرے میں شاد نیعل شہید، ذوالفقار علی بھٹو اور رضا شاہ پہلوی کے ساتھ ہوا۔ کہ یہ تینوں ایٹمی قوت بننے، مشترکہ فوج
 بنانے اور تیل کو بے حد اختیار استعمال کرنے کے جرم تھے۔ عبدلہ ہراسی پر عبور کرنے کے قابل تھے جو روہ مصر کو
 سنجیدگی کے ساتھ دیکھنے اور صرف اپنی ذات [ملت] پر عبور کرنے درپے ہوئے کہ اپنے بغیر کسی اور پر عبور نہ قبول
 دن کے کافری ہے۔

”جب تک توں قوم اپنے لہب العین پر قائم رہتی ہے اپنی روایات کو زلفہ رکھتی اور
 اپنے اصل الاصول سے پیچھے نہیں ہٹتی۔ مدام بے راہرو نہیں ہوتے پاتے خولیں اُن
 کی رہنمائی کرتے ہیں، قوم کے وجود ملی کو تقویت پہنچتی اور وہ اپنی ترقی اور کامرانی
 کی منزلوں میں با بصیر و اعتماد آگے بڑھتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچتی
 ہے۔“ ۳۰۸۱

مقصود احمد کی نکتہ والہ ردی ہی سیاسی کردار شرقی انقلابات پیدا

کرتا ہے۔ سلفیتیں قائم کرتا ہے اور دنیا کو دشمن عطا کرتا ہے۔ “ ۳۰۸۲

(۲۴۳) پہلوی، رضا شاہ : ۱۹۲۵ء میں تخت ایران پر قبضہ کیا اور فارس کو ایران کا نام دیا۔ ۱۹۲۹ء
 میں روسی اور برلانی فوجیں ایران میں داخل ہو گئیں اور رضا شاہ کو تخت اپنے درندہ محمد رضا شاہ کے لئے

۳۰۸۱ ، ۳۰۸۲ ، کلیات اقبال اور مزہ ۲۵ ، ۳۰۸۳ (بال جریلی) علی الزمینی]۔
۳۰۸۱ اقبال کے قصیدہ مرثیہ ۳۰۸۲ شہادت نذر اقبال (ترجمہ) مرثیہ ۳۰۸۳ اقبال

خالی کرتے ہوئے پر مجبور کر دیا۔ وفد جنوبی افریقہ چلے گئے جنہوں نے خاندان بیلوی کی بادشاہت کی بنیاد رکھی ۳۰۸۳ء
 مملکت نے ان کے تدبیر کو "ناخن اوعدہ ایران لکھ" کہہ کر خراج پیش کیا۔

(۲۴۴) **نادر شاہ** : مراد نادر شاہ درانی ہیں۔ جنرل نادر ہیں جنہوں نے بچہ ستہ سے اقتدار سنبھالیا تھا۔
 مملکت اتھال دن کی حکومت پر افغانستان بھی گئے اور بال جبریل میں ایک حصہ نادر شاہ غازی کے نام مقرر کیا۔
 اس حصہ کا تذکرہ کچھ یوں ہے۔ نظم دراصل حکیم سنائی کی تھوڑی ہے۔

الموت شہید ابرار المؤمنین نادر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے لطف و رحم سے

نمبر ۱۹۳۳ء میں مصنف کو حکیم سنائی غزنوی کے مزار قدس کی زیارت

لغیب ہوا یہ چند افکار پر لبیاں جن میں حکیم جی کے ایک مشہور

قصیدہ کا ہیرو کی گئی ہے۔ اس قصیدہ سعید کا یادگار میں سرِ نظم کے

گئے گا ماز پئے سنائی و عطار آدم ۳۰۸۴ء

ادوای نے شعبہ ۱۲۰ میں افغانستان کی جس آگ کا ذکر ہے آتش در کوسپارش ہر وقت
 میں کیا۔ مملکت نے اس آگ کا علاج سر شاک دیرہ نادر میں دیکھا تھا۔ بال جبریل کی
 یہ نظم ملاحظہ ہو

نادر شاہ افغان

حضور حق سے چلائے کے لوٹے لالا وہ ابر جس سے رگ گھلے میں تارفتن

بہشت راہ میں دیکھا تو پوچھا ہے ناب محب تمام ہے اہی چاہتا ہے جاؤں بہر

مدا بہشت سے آئی کہ منفر ہے ترا ہرکے و قابل و سترنی کا بنوہ نورس

سر شاک دیرہ نادر بہ داغ افغان

۳۰۸۵ء جہاں کہ آتش نور را گر درو نہ نشان

شہزاد مسافر میں تہیدی شہر نادر شاہ کے حضور مملکت کا بے نظر نذرانہ عینیت ہے۔

نادر افغان شہر درویش خور رشتہ حق پر روان پاک او

عہد مدین از جلالت تازہ شد عہد نادر از جلالت تازہ شد

نقد نادر از رنر خون تہید آویز ہر فرقہ مرید شہید

بیز رنر از شہد او میناے او

۳۰۸۶ء آہ از امروز بے فرداے او

۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء کے ایک مکتوب میں لکھا ایران شاہ کی شہادت کی خبر ایک ناقابل برداشت مہم ہے

۳۰۸۳ء الشائیکو پیر یا بر لائیکا ۱۹۲۰ء طبع ۱۹۵۰ء باز داروہ صرف اتھال۔ پطرس اختر ۲۳۵ الفنا
 ۳۰۸۴ء کلیات اتھال ۳۱۲ [بال جبریل] ۳۰۸۵ء الفنا ۳۰۸۶ء کلیات اتھال ۳۱۲ مکتوب ۳۰۸۷ء الفنا ۳۰۸۸ء

مرے لئے - اور یقیناً ماری دنیا نے اسلام کھٹے - کھال میں اس کے متعلق ایسی حکایات
مشہور ہیں کہ ان کو سن کر مدینہ کے لوگ غاروں سے یاد آتے ہیں " ۳۰۸۷

۱۸ نومبر ۱۹۲۳ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں

شاہ نادر کی قیادت میں آئی ہوئی افغانی اپنی جارحانہ فوج کے ساتھ افغانستان
اور افغانستان میں ان کے سامنے رکھے گئے " ۳۰۸۸

اسی دن ایک اور مکتوب آیا تھا

کابل سے ہوا آئی کے سرحد زبیدی میں شاہ کے آگے کی وردناک خبر سن کر
جس کے بعد درجہ قبولیت - افغانستان میں احمد شاہ دہلوی کے بعد ایسا بادشاہ نہیں
گزرنا - - - - - ملک کے تمام مسائل و واقعات اور عوام کی بہبود و بہتر کا
تعمیل سے دیکھتے تھے " ۳۰۸۹

مذہب اسلام افغانستان کے نام لکھا ۔

میں نے اعلیٰ حضرت احمد شاہ کے عذارانہ قتل کی خبر سے نہایت شدید رنج و غم
محسوس کیا ۔ اللہ تعالیٰ حضرت سعید کا روح کو خلیفہ معفرت عطا فرمائے ۔ آپ
نبات و پندہ افغانستان اور زمانہ حاضر کے جلیل ترین مفکرین میں سے تھے " ۳۰۹۰

شعر نمبر ۱۵۱: باعدو فولاد و بابایاں حمیرہ : ماخذ از آیت کریمہ محمد رسول اللہ و ولدین
مَوْءِیَّہِ اسْتَدَّ اِلٰہُ عَلٰی الْکُفَّارِ رُفَعَا وَ بَشَّیْنَهُمْ (آیہ ۳۰۹۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی رسولان
اللہ (جمعین) اور مسلمانانِ نبو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعبا گوئے (بابایاں ہونا چاہئے) جو دشمنانِ دین کے لئے فولاد
اور آہیں میں ہیراں ، حمیرہ ، ملاسنے اپنے مسخ خور کا (مومن صادق) کے لئے ان صفات و گونہ کا
بار بار ذکر کیا ہے ۔ کفار میں سردارین اللہ کی برائی ہونے کے لئے دنیا میں بھی میزبان اور قیامت میں بھی میزبان ہونا لازمی
ہو چلنے والے تو برہمن کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد سے مومن ۳۰۹۲

پیش باطل تیغ و پیش حق سپر
امر و نہی او عیار خیر و شر ۳۰۹۳
مغو و عدل و بذل و استکثان منظم
نام بقیہ اندر مزاج او کریم ۳۰۹۴

۳۰۸۷ مکتوبات کاغذی اقبال - برقی جلد ۳ ص ۴۱ بنام راقب احسن ۳۰۸۸ ایضاً ص ۴۲ بنام سید امین ندوی
۳۰۸۹ ایضاً ص ۴۲ بنام میروڑ کھوسو ۳۰۹۰ دائرہ المعارف اقبال علی حسن رقم ۵۱۱/۵۱۲
۳۰۹۱ الفتح : ۲۹ مکتوبات اقبال اردو ص ۵۰۷ [عرب کلمہ: مومن] -
۳۰۹۳ مکتوبات اقبال فارسی ص ۱۶۴ (مثنوی روضہ خرم) ۳۰۹۴ ایضاً ص ۱۶۵ [ایضاً] -

سلطان شہیدؒ

- ۱۵۱۶۔ باز گوازی بندو از بند و متاں
آنکہ اندر سجده بش نگامہ مُرد
آنکہ با کابیش شیر ز بوتہاں
آنکہ اندر دیر او آتش نفسرو
آنکہ دل از بہر او خون کرویہ ایم
آنکہ یاقوت را بجاں پرورہ ایم
از غم ناگن غم اورا قیاس
آہ از اں معشوق عاشق ناخشاں

زندہ رود

- ۱۵۲۱۔ ہندیاں متکثر تانوں فرنگ
۱۵۲۲۔ روح را بارگراں آئین غیر
وز نگیرد سحر و افسون فرنگ
گر چہ آید ز آسماں آئین غیر

سلطان شہیدؒ

- ۱۵۲۳۔ پتوں بر وید آدم از مست گلے
۱۵۲۵۔ زان لب عصیاں خودی ناید بہت
بادلے با آوروئے در دلے
لذت عصیاں شپیدن کاراوست
تا خودی ناید بہت آید شکست
زائر شہر و دیارم ، برون
چشم خنداں بر مزارم سودہ
لے شناسائے حدود کائنات
در دکن دیدی ز آثار حیات

زندہ رود

- ۱۵۲۹۔ تجھ اشکے ترختم اندر دکن
رود کاویری مدام اندر سفر
لالہ رود ز خاک آں صحن
دیدہ ام در جان او شوے دگر

سلطان شہیدؒ

- لے ترا داؤد صرف دل فروز
از تپ اشک تومی سوزم ہنوز

کاو کاو ناعین مروان راز
 آن نوا کنز جان تو آید برون
 ۱۵۲۳- بودہ ام در حضرت مولائے کل
 گرجہ آنجا جرات گفتار نیست
 سحرتم از گمنامی اشعار تو
 گفت این بیٹے کبر خواندی ترکیت
 باہماں سوزے کہ در ساز و بجاں
 جوئے خوش بکشاوار گماں از
 می و بہر پر سینہ را سوز دروں
 آنکہ بے او طے نمی گرد و سبیل
 روح را کارے بجز ویدار نیست
 بزر ما ہم رفت از افکار تو
 اندر و ہنگامہ ہائے زندگی ست
 یک و حریف از ما بہ کاو پیر ریاں

۱۵۲۸- در جہاں تو ز نذرہ رود او ز نذرہ رود

خوشتر آید سر و اندر سر و

حواشی و تعلیقات : شونبر ۱۵۱ تا ۱۵۲۰ : مملکت سلطنت حیدر علی لد سلطنت شیو شہید

کی قریبوں اور دکن دیوہ کی دوسری ریاستوں کے والیوں کی جلعہری لد بے مروتی کاٹلوہ کیا ہے۔ اور اس
 بے صہتیج میں "دیر دھم" [اندرو مسلم] و ایک برابر بتایا ہے۔ اور انہیں عشوق عاشق ناشناس نکلہ دیوہ
 سب کچھ کہہ دیا جو کیا جاسکتا تھا۔

شونبر ۱۵۲۰، ۱۵۲۲ : عام سیاسی بیداری کی طرف اشارہ ہے یہ بیداری ۱۹۲۷ء کی سول نافرمانی
 تحریک راج گوبال [شتم سول] کے حوالے سے مسلم جامعوں اور فرقوں کا اتحاد، نیردر پورٹ کے پیدار کرنے فتنے،
 افغانستان میں غازی خان (شاہ خان) کے خلاف "بہر سقہ" کاغذ۔ چرخی نادر شاہ کا متلی، کشمیر کے حالات
 فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری اور دیوہ گریہ سے "نیکی سلجانی" کے حوالے سے میت المقدس پر قریبی کے حملوں کا
 مسلمانوں کا متلی عام — ہندوستان کے اندر بعض قورین جنہیں مداخلت فی لادین تصور کیا گیا مسئلہ ناماف
 بیرون کی شادی جیسے قورین کا نفاذ — "روح را با دران آئین یز" ان سب واقعات کا پورٹ ہے۔

شونبر ۱۵۱۳، ۱۵۲۵ : لذت عصیان، آدم اور خودی : مملکت کے لغز و ملیں کے تحت
 پر منسلک بحث ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیے فر ۲۰، ۲۱ شذرات ترقابل میں "گناہ اور تقویٰ" اور "کینا
 کے تحت عنوان مملکت نے گناہ کی تعلیمی ضرورت قیمت ہر مکرلہ آرا نوٹ لکھے ہیں۔
 گناہ اور تقویٰ : — کم از کم ایک لحاظ سے گناہ تقویٰ سے بہتر ہے۔ گناہ
 میں ایک تخیلی عنصر موجود ہے۔ جو تقویٰ میں مفقود ہے، " ۲۰۹۵

۲۰۹۵ شذرات ترقابل اور شونبر (مقتار لہدنی ص ۱۴۱) لکھا۔

نیک و گ : گناہ کی اپنی ایک تعلیمی قدر و قیمت ہے ، نیک و گ اکثر

سادہ لوح ہوتے ہیں " ۳۰۹۶

حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا شخص اس کی قدر سے ناواقف ہے ، دن کی شناخت ، رات سے ہے اور سفیدی ، سیاہی کی بدولت ۔ اسی طرح خیر ، نیکی ، بھلائی کا وجود شر ، بُرائی اور خرابی کے وجود سے ہے ۔ نیکی اور بڑی کے شعور سے انکار ۔ بھی خدای کے ثبات کا سبب بنا ۔ زمین ، آسمان ، جہاں نے امانت اٹھانے سے انکار کیا اور آتھن کا کائنات کی شان رکھتے ہیں مگر لذت خوری سے تو بے خبر ہیں ۔ لذت خوری سے باخبر ہونے کے لئے نیکی بڑی کا وجود اور اُن کا شعور ضروری ہے ۔ اور وہ جو حق و بشر کے علاوہ کسی کو نہیں ملا ۔ جنت (شیطان) بڑی کا نمائندہ ہے تو نیکی کے لئے اُس بڑی کی اہمیت بھی ضروری تھی ۔ علامہ نے " در حضور شاہ بہار " اور " لابلہ " جو ایسے سولت کئے ہیں ،

از تو ذایم سیریزداں را کسید

زشت و ناخوش را بہاں آرتن

ذات از ساجدت و شیطاں آفرید

درشل از مائتوئی فردستن

یہ اسی نکتہ کی وضاحت کی خاطر ہیں ۔ کہ بڑی کے وجود نے انسان کو انسان اور مومن سے علیحدہ کر کے تمام نیک پہنچایا ۔ ابلیس کا جبر کے مقابلے میں فخریہ اعلان کہ میں کائنات میں دل یزوں میں ماننے کی طرح صرف اور صرف اس سبب سے ہے کہ اُس کے ہونے قصہ آدم کو رنگینی بلکہ رنگینیاں بخشی ہیں ۔ یہی گناہ کی تعلیمی قدر و قیمت ہے ۔ سول نامزدانی ، ترکیب سولت ، شادی کیلئے کے خلاف احتجاج ، انفرادی شخص کے اظہار کے ذرائع ہیں ۔

شعبہ ۱۵۱۹۔ کاویری : جنوبی ہندوستان کا دریا جو سرنگاپٹم کے قریب سے بہتا ہے جہاں

سلطان شیو شہید کا مزار ہے یہ دریا ۱۷۷ میل لمبا ہے ۔ [مطالب اقبال ۔ متبول ہندو راوری ص ۱۹] ۔

یہاں یہ زندگی کی علامت ہے ۔ علامہ نے اپنے دور و دکن کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

میسور میں جہاں نہیں بھی گیا لوگوں کی زبانوں پر ایک ہی نام تھا ۔ یعنی سلطان شیو شہید

کا نام ۔ جہاں ہیں دو تین آدمیوں کی محفل گرم ہوتی ایک ہی قصہ تھا ایک ہی رنگین چٹان

تھی جسے ہر کوئی بیان کرتا اور سب لوگ ادب سے سر جھکاٹے سنتے اور وہ سلطان شہید

کی حرکت آرا زندگی کا سا جرا تھا ۔ بازاروں میں دکانداروں کا مونو سخی سخن بھی یہی تھا ۔

دو تیرے جلسوں میں جہاں جانے کا مجھے اتفاق ہوا یہی باتیں ہوتی رہیں ۔

میں نے محض ایک مرتبہ گفتگو کا رے دوسری باتوں کی طرف پھرا ، لیکن ہر بار پھر

سلطان شیو کا تذکرہ آجاتا ، ۳۰۹۷

میر محمد سعید خان کے نام مکتوب میں یہ لکھنا اسی حوالے سے تھا کہ

اس عالی مرتبت مسلمان سپاہی کی قبر زندگی رکھتی ہے ۔ بہ نسبت ہم جیسے لوگوں کے جو بظاہر

زندہ ہیں یا اپنے آپ کو زندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں ، ۳۰۹۸

ہی کا دیدہ ام در جان او شور دگر " کی رجائیت کا پس منظر ہے ۔
شعبہ نمبر ۱۵۳۳: مولائے کل: منور بنی کریم حضرت شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم —
 برزخام رفت از انکار تو است ارادہ گاید ہی شہر بن جن کی طرف مولائے کل ، دانائے سبیل بہ کر شان
 کیا گیا ہے ۔

عجب کیا گرسہ و پروں مرے پھیر ہو جائیں کہ ہر قراب صاب دولتے بستم سیر خود را
 وہ دانائے سبیل ختم الرسل مولائے کل ہیں غبارِ ران کو بجٹا فروغ واری سینا
 نگاہ عشق دہتی ہیں وہی اول دی آخر رہی قرآن وہی قرآن الہامی وہی طاب ۳۰۹۹

شعبہ نمبر ۱۵۳۸: خوشترک آید سرود اندر سرود: معلوم نے بانگ درا کی نظم
 محالہ میں فراز کہ گمانی ہوئی اندی سے کیا تھا ۔
 چھوٹی جا اس عراقی دل نشیں کے ساز کو اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو ع

تب سے وہ بہتی ندی کو زندگی کی بیداری کا زمینہ اول ، جان کر مخاطب کرتے ہیں ۔ کبھی انہیں اختلاط
 موجبہ و سائل ، تر پاتا ہے اور وہ اپنی عاشق کی زندگی میں دم بدم باہن و نیز لفظ گریزوں ازمن ، کا اتحاد
 و افتراق ، دیکھ کر دھتے ہیں ۔ وہ اصل کیسیاں تو اب قریب فراق آگیز ہے [میر] ہذا کبھی کبھی وہ
 پل کر بکھاراٹھتے ہیں " ہنس سائل تری قسمت میں اے موج " — منقریہ کہ ندی ، زندگی کا
 حوالہ ہے اور علامہ نے اس علامت سے زندگی اور موت اور ربط ہر موت مگر حقیقی جاودانی
 زندگی : شہادت اچھے تمام واضح کئے ہیں واللہ مدعوہ کی یاد میں بھی کہ موج صفر نور و نور کر کے جاتا
 اسی حقیقت کی کبھی ہے ۔ چنانچہ وہ اس مسئلہ لانیل کو موج کا ویری سے مخاطب ہو کر
 حل کرتے ہیں ۔ کہ ساز زندگی سرور دیا ہے دل کر نیا آہنگ پیدا کرے گا کہ لہ بڑھتا ہے شربس پوشر اہل میں
 [احد فراز]۔

پیغام سلطان شہید بہ رود کا ویری حقیقت تہیات و مرگ و شہادت

۱۵۳۹۔ رود کا ویری کے نزل حشرام خستہ شاید کہ از سیر و دام
 در کہستہ عمرہ بالبدہ راہ خود را با مشرہ کا ویدہ
 اے مرا خوشتر ز جیمون و قرات (۲۴۵) (۲۴۶) اے دکن را آب تو آب حیات

آد شهب کو در آغوش تو بود
 کهنه گمزدیدی شتاب تو بهماں
 موج تو جزو آنه گوهر نزار
 ای ترا سازد که سوز زینگی است
 آنکه می کردی طواف سطلوش
 آنکه محراب از تدبیرش بهشت
 آنکه خاکش مزاج صد آرزوست
 آنکه گفتارش همه کردار بود
 مشرق اندر خواب او بیدار بود

۱۵۵۰- ای من و تو حوچه از روی حیات
 ۱۵۵۱- ز زندگانی انقلاب هر چه ست
 ۱۵۵۲- تار و پود هر وجود از رفت و بود
 جاده با چون ربرواں اندر سحر
 کاروان و ناقه و دشت و خنیل
 در چمن گل میهمان یک نفس
 موسم گل؟ ماتم و هم ناه و نوش
 لاله را کفتم یک دیگر بسوز
 ۱۵۵۸- از خنس و خاشاک تقصیر وجود
 میز حیرت چیست با آتش نمود

در سبزه بهشت و بود آئی؟ میا
 در بیانی جوی شرار از خود مرو
 تاب و تب داری اگر مانند مهر
 از عدم سوئے وجود آئی؟ میا
 در تکلش خرمن آواره شو؟
 پابنه در وسعت آباد سپهر

کوہ و مرغ و گلشن و صحرای بسوز
سینہ داری اگر در قوز و تیر
زائده در عرض حیات آمیختبات
زائده را در تیر و در تیر و در تیر

زندگی را چسبیت مزدین ویش

یک دم شیریں با بزم صد سلطین

۱۵۶۶- زندگی محکم تسلیم و رضا است
بنده حق ضعیف و آهوست مرگ
حافظت بر مرگ آن مرد تمام
بر زمان مرد و سلام از بیم مرگ
بنده آزاد را شایسته دیگر
او خود اندیش است و مرگ اندیش نیست
بلکہ از مرگ کہ ساز و بالی
مرد مومن نواید از نیروان پاک
آن و اگر مرگ انتہائے راه شوق
در چہ بر مرگ است بر مومن شکر
۱۵۶۷- جنگ شایان جہاں غارتگری است
جنگ مومن چسبیت برت سودوست
۱۵۶۸- لکنہ حرف شوق با اقوام گفت
کسی نہ اند جز شہیدان نکتہ را
کو بخون خود حریفان نکتہ را

موت نیرنگ و طعم و میاں است
ایک مقام از صد مقام اوست مرگ
مثل شایسته کہ افند بر حرام
زندگی اورا حرام از بیم مرگ
مرگ اورا می دهد جان و دگر
مرگ از لولواں زن بیش نیست
زائده این مرگ است مرگ اود و دگر
آن و اگر مرگ کہ بر گریز خاک
آخرین تلبیر در جنگاہ شوق
مرگ بیور و قتلے پیر و دگر
جنگ مومن سنت پیغمبر است
ترک عالم اختیار کوئے دوست
جنگ را پہیلی اسلام گفت

۱۵۶۹- کسی نہ اند جز شہیدان نکتہ را

کو بخون خود حریفان نکتہ را

تواشی و تعلیقات : (۲۴۵) جیحون : مشہور دریا جسے دریائے آمو بھی کہتے

ہیں۔ ایران و توران کے درمیان حد فاصل مانا جاتا ہے۔ اس دریا کے پار شمال میں جو علاقے تھے، ماوراء النہر کہلاتے تھے۔ یہ دریا سیر دریا اور دریائے بلخ بھی کہلاتا ہے۔ اس کے سرچشمے تہمت جو زند کی رید جھیل اور ہستناں یا میر کے اوپر سے شروع ہوتے ہیں۔ مرداب کے قریب یہ بحیرہ ارل میں گر جاتا ہے۔

جیون پار کے ملک عام طور پر ان علاقوں پر مشتمل سمجھے جاتے ہیں (۱) سندھ۔ سنارا اور سموند یہیں واقع تھے۔ (۲) خوارزم۔ آج کل اسے خنوو کہتے ہیں (۳) صفانیان۔ وہیں خنل اور بدیشان کا علاقہ بھی شامل تھا رومی فرغانہ (۴) شاہین۔ آج کل تاشقند کہلاتا ہے جیون اور سجون کے درمیان کا علاقہ بھی جنت ارضی شمار ہوتا تھا اور نعمان و تہذیب کے اعتبار سے بھی اس کی بہت اہمیت تھی ۷۰۱

رومی کا مشہور قصیدہ "ریگیا تو درستی دے او" اسی دریا کی ریت کے بارے میں ہے۔ کچھ زیرِ پائیم پر سنیاں آ رہی ہیں۔

(۲۷۹) **فرت**؛ مشہور دریا جس کی ولایت میں دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں نے پروش پائی ہے۔ بال اور نیوا کے جاہ و جلال اور سحر و اسرار کے کرشمے اسی دریا نے دیئے ہیں۔ اسی دریا کے کنارے وہ صومرا بھی ہے جسے دشتِ کربلا کہا جاتا ہے اور جہاں اہلِ کوفہ نے بہترینیت اور پُر امن آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا اور فریب سے بیعت کے لئے بلایا اور پھر گھر گھر گھیر کر دیا۔ اہلِ نیوا تاریخِ انسانی میں اس عظمت کا تاج بھی رکھتے ہیں کہ اپنے بنی حفت پرنس علیہ السلام کی دعوتِ توفیق پر مین حیثِ القوم لبیک کہی۔ قُلُوبًا كَانَتْ تَرِيَّةً اَمْنًا قَنَقَهَا اِيْمًا لَهَا اِلَّا قَوْمٌ يُّوْشُونَ ۷۰۲ پھر کہیں نہ ہوئی ایسی بستی جو ایمان لاتی اور اس کا ایمان اسے نفع پہنچاتا سورۃ قوم پرنس ۷۰۳

شعر ۵۵۵ الخ: ہر نفس دیگر شود این کائنات؛ ثبات ایک تغیر کو بے زمانے میں یہ تجدیدِ حال، تغیرِ اشیاء اور زندگی کی ناپائیداری کا بیان ہے

اول و آخرنا ظاہر و باطن فنا ۷۰۴ نفس کہیں ہو کہ نو منزل آفرنا ۷۰۵
سُئِلَ مَنْ عَمِلَتْهَا قَاتِلٌ ۷۰۶ اس زمین پر جو کوئی ہے فانی ہے۔ تین یہ فنا، ماندگی کا وقفہ ہے۔ یعنی آگے چلیں گے دم لے کر۔

وہ فریق کائنات نام ہے جس کا حیات جلوہ گاہیں اُس کی ہیں لاکھوں جہان بے ثبات
مختلف ہر منزل پر کسی کی رسم و راہ ہے آخرت بھی زندگی کی ایک جوں کا موہ ہے ۷۰۶

۷۰۱ تلمیحات اقبال باب ۲۸۵/۲۸۶ جواہر جغرافیہ خلافت مشرقی Strangor ۷۰۱ اردو ترجمہ جلیل الرحمن حیدر آباد
۷۰۲ للناس ۲۲۱ جواہر الیقا ۷۰۲ Easton ۷۰۲ Strangor ۷۰۲
۷۰۳ یونس: ۹۸ ۷۰۳ نکات اقبال اردو ۷۰۳ (بالجیل: بحرِ لب) ۷۰۳ الفتن:
۷۰۴ نکات اردو ۷۰۴ (بانتہ روا: والدہ نعمت آباد میں)

لہذا زندگی، ایک جہانِ تازہ کی جستجو کا نام ہے۔ دنیا کی ہر شے کا وجود ذوقِ غور سے وابستہ ہے اور یہی اس "چل چلاؤ" کی جان ہے۔ زندگی اور موت، جدا جدا حقیقتیں ہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔ موت ہر کسی کی راہ میں ہے۔ کچھ حوروں کی طرح مرتے ہیں کچھ برزخ کی طویل رات میں سے ہو کر گذر جاتے ہیں۔ کچھ ایک لمحہ سے زیادہ کے لئے نہیں مرتے اور یہ وقفہ بھی "جامعہ دلنہ" کا وقفہ ہوتا ہے۔

موسمِ گل، غنچہ درآغوش اور نفیشِ گل بدوش، ہونے کی کیفیت ہے۔ جب حال یہ ہے تو پھر "خوفِ جان" سے بڑھ کر کوئی اور اہتمام نہیں۔ موت کا خوف، جتنا کمزور ہوگا "جان" اتنی مضبوط ہوگی۔ شاہین کی طرح جینا مرنا، حقیقی زندگی ہے۔ گیدڑ کی سوال زندگی سے شیر کا ایک سانس، بے تیر ہے۔

مسلمانوں کے فلسفہِ حیاتِ دینی میں "بدربالخط و باحوش در کوثر" ہی حیاتِ جاودہ کی حصول کی راہ ہے۔ یعنی بندہ حق کی زندگی جیسے سفیدوں مقامات میں سے ایک مقام موت بھی ہے۔ دوسری چیز آزادی یعنی حریت ہے۔ بندہ حُر موت پر شاہین کی طرح چھٹتا ہے۔ مسلم ہر موت کا خوف، زندگی کی لذتوں کو حرام کر دیتا ہے۔ "بندہ آتد کو" موت "آید اور" جان " سے نوازی ہے۔ البتہ مرگِ محدود ہر کسی کو حاصل ہے لیکن مرگِ یومین — جہان میں رکنے والی موت سے بالاتر موت ہے۔ مومن کی موت، شکر سے مٹی ہو جاتی ہے لیکن حسین ابن علی رضوان اللہ علیہ کی موت کی ثبات ہی لمحہ اور ہے۔ یہ موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے۔

شہرِ ۱۵۶۶ء - زندگی حکمِ تسلیم و رضا ست؛ عقل و عشق اور تقدیر کے تحت عنوان اس نکتہ خاص کی وضاحت ہو چکی ہے۔ یہاں ملخصاً عرض ہے کہ تقدیر کے معنوں میں سے یہد معنی ہے کسی وجود کا مقصدِ زندگی ہے۔ جتنی کوئی ہے اپنے اس مقصدِ زندگی کو جزوِ فطرت رکھتی ہے اتنی پامیدار ہے۔ اسی پر زمانے کا کوئی اثر نہیں ہے۔ تیری عمر رفتہ کا ارتان ہے ٹھیکہ میں سے علامہ کی مراد اسی حقیقت کا اظہار تھا۔ انسان اپنی تقدیر — مشہادِ حق ہے جس کے تین مدارے ہیں افرادِ پائسان، لصدق بالقلوب، اور دن پرورد کا استنبادِ عمل میں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اس پر ایک خوبصورت جملہ لکھا ہے۔

"اقبال سے نزدیک خودی ہی حقیقتِ اولیٰ ہے۔ اور موت وصیاءِ خودی کے احوال میں لکھ لکھ نہیں۔ زندگی کا مقصدِ عمل ہے اور عملِ صالحہ کو عملِ حسن سے خودی کی لاشرو کا ہوتا ہے۔ اصل رہنمائی حسنِ عمل کو حاصل ہے نہ کہ موت و مصیبت کو" ۱۱

تسلیم و رضا پر معنی حسنِ عمل کا مواجہ "پُورِ مرقفہ" کی طرح مرنے سے شہادت نام بھی دسی لئے دیا گیا کہ تسلیم و رضا کا بدرجہ غایت سچا عملی اظہار ہے۔

شعبہ ۱۵۴- جنگ یا جہاد : ناسخِ سخت کو سختی : جنگ و جہاد، داروں کے

حیاتیاتی افکار، جہد و لبثہ اور بقائے اصلح کے فطری قوانین ہو یا ہیگل کا تصور جدلیت اور کمزوریوں کو مشائے سے بڑھ کر کوئی اصلح کا راسخ نہیں دکھایا۔ علامہ کے تصور بیکار کو مجموعاً ان مذکورہ مغربی مفکرین سے ماخوذ ہے کہ تحقیق کا حق لڑا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اقبال مسلمان ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان بن سلفیہ سے ذلولۃ جمع تک "جہاد" بالنفس ہی کا فرما ہے۔ اب اس جہاد بالنفس نے ایثار و قربانی پر مبنی جس اخوت و مساوات کو معاشرے کے اندر قائم کیا اور جسے تزییل { اوٹ سے دونوں کجاووں کو متوازن رکھنا : حقوق و ذرائع میں توازن } کے لافانی تصور سے وابستہ کر کے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو المزمع کے بقائے لڑا کر دیا ہے بیرونی مداخلت سے بچانا بھی لازمی تھا اسی تدبیر سے پیچھے ہٹنے : اپنا دفاع کرنے کو مستثنیٰ علیک قولاً ثقیلاً [المستقل] سمیت بات انسانی جانے والی ہے کیا یہ وہی دفاعی تنظیم و تقویٰ جسے آپ کو مدثر کے خطاب سے نوازا گیا — ہم دیکھتے ہیں کہ "اقبال" کے مکتب میں بیکار کے تمام اشارے تصورِ جہاد سے وابستہ ہیں اور اس تصورِ جہاد کی سب سے واضح اور فطری تصویر اسرارِ خودی کے رس باب میں موجود ہے جس کا محور ہی یہ ہے کہ

اسلام میں جوئے الارض [ہوس ملک گیری] کے لئے جنگِ حرام ہے، "۱۰۱ اور اسلامی جہاد حق و صداقت اور ہرگز باسدری کے علاوہ مظلوموں، صغیفوں اور کمزوروں کی حفاظت کے لئے بھی لڑی ہے۔۔۔ اور فقہیہ اور شرعی ازالے کے لئے ہے۔۔۔ اور ہوس ملک گیری میں جہاد اقوام کے مقابلے کے لئے ہے۔ اسلام میں جہاد کے لئے بہت سی شرطیں مثلاً یہ کہ اس کا مقصد خالص حق کی حمایت ہو اور غیرت و دفعِ ہستی سے پاک ہو۔۔۔ اور مد نظرِ حق دینی مقصد ہو ملک گیری نہ ہو" ۱۰۹

آتشِ جان لڑا جوئے کو راست جوئے سلطان ملک و ملت و انصاف

پیکرِ خنجرِ ہر غیر اللہ کا سید تیغ اور درِ سینہ او آرمید ۱۰۱

پروفیسر ٹکسن کے نام "یکٹنس و غیرہ کے مضامین کجاولہ اسرارِ خودی" میں بعض غلط تاویلات کی روایت کرتے ہوئے علامہ اقبال نے یہی بات نثر میں بھی واضح کیا ہے۔

۱۰۱ سال اقبال ڈاکٹر سید محمد اللہ اقبال ۳۳۵ ۱۰۱ اقبال ۳۳۶

۱۰۱ کلیاتِ اقبال قاری ص ۶۲ (اسرارِ خودی) : در بیان اینکه مقصدِ جہاد، مسلم اللہ کے لئے اللہ است و جہاد، اگر کسی اور جوئے الارض باشد در مذہب اسلام حرام است۔

” میں روحانی قوت کا تو قائل ہوں لیکن جسمانی قوت ہر یقین نہیں رکھتا۔
 جب ایک قوم کو حق و صداقت کی حمایت میں دعوت پر کھار دی جائے
 تو میرے عقیدے کی رو سے اُس دعوت پر لبیک کہنا اس کا فرض ہے۔
 لیکن میں ان تمام جنگوں کو مردود سمجھتا ہوں جن کا مقصد محض کثرت کشائی
 اور ملک گیری ہو۔۔۔۔۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ معاہدے کیلئے بیجا بیعتیں
 اور کانفرنسیں استیصالِ حرب [جڑ سے اکھڑ] نہیں نکلتیں۔ اگر اس
 سہی میں ہمیں بیش از بیش کامیابی ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ
 یہ ہوگا کہ مثلِ شتر [نوابا دیاں بنانے والی قومیں] جن ملتوں کو تمدن و
 تہذیب میں اپنا ہم سر نہیں سمجھتے انہیں اپنے تمام جور و تعدی کا
 شکار بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ ہمارے وسائل اختیار کر لیں گے“ ۱۱۱

یہی فرمانِ باری تعالیٰ ہے اور یہی سنتِ رسولِ محمد ﷺ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ اَذِنَ لِلَّذِينَ
 يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ لِيُحْدِثُوا أَلَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيُجَاهِدُوا
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسِ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ
 وَمَنْ فِيهِنَّ وَمَتَابُكُمْ يُدْرِكُهُمْ أَشْمُ اللَّهِ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝۱۱۲ جن پر مقرر ہے کہ ان کی اجازت ہے کہ وہ جہاد کریں۔
شعبہ ۱۵۷۹ - رُہبانیتِ اسلام: اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ رُّهْبَانِيَّةً وَرُهْبَانِيَّةً
 هَذِهِ الْاُمَّةُ الْجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝۱۱۳ بمقتدار امت کے لئے رُہبانیت ہے اور اس

امت [امتِ مسلمہ] کے لئے جہاد ہی اس کی رُہبانیت ہے۔
 عَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ رُهْبَانِيَّةٌ اُمِّيَّةٌ ۝۱۱۴ تم پر جہاد لازم ہے
 اور یہی امت کی رُہبانیت ہے۔ علامہ کا شعر ہے تَرْعَا لِمِ اخْتِيَارِكَوَسْتِ اور
 ہجرت سوئے دوست، موجدین کا ترس دنیا و ترسِ عدالتی دنیا نہیں۔ بلکہ یہ کفر و باطل کے حریف
 صرف آرا پر جان دینا ہے۔ اور یہ عمل حَتَّى لَا تَكُونُ فِتْنَةً وَلْيَكُنِ الدِّينُ مَلِكًا
 لِّلنَّاسِ ۝۱۱۵ بیانِ تک جاری رہنا ہے جب تک الدین، صرف اللہ کا باقی رہ جائے اور
 باقی فتنے ختم ہو جائیں۔ لفظِ فتنہ اس جنگ کی نوعیت دہائی کو بخوبی ظاہر کرتا

شعبہ ۱۵۷۹ - یہ موت و حیات کا ایک لمحہ کے لئے قربانی کرنے کا
 لباس پہننے اس کی ہر نفسِ زندگی اللہ کے ہاں لکھتے ہیں بسیرت ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقَاتِلُ فِي

۱۱۱: کتابتِ کتابتِ اہل ۲۰ ۲۱۹ (مکتوب نام نمکین ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء) ۱۱۲: ۱۱۱
 ۱۱۳: مطالعہ بیاناتِ اہل ۲۰ ۲۱۹ (مکتوب نام نمکین ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء) ۱۱۴: ۱۱۳
 حوالہ نہایت مناسب ۲۰ ۱۱۲، سنیہ ہجاری ۱۲۰ ۱۱۴، ۱۱۵: ۱۱۴، ۱۱۵: ۱۱۴

سَبِيلِ اللَّهِ أَحْوَاتُ مَبْلُ أَحْيَاءُ وَكَانَ لَا تَشْعُرُونَ ۱۴۱۶ اور جوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ [موتی مردوں کا طرح] مرتے ہیں بلکہ وہ تو [ایک ممتاز صفت کے ساتھ] زندہ ہیں۔ لیکن تم [ان] سے [اس جات کا] اور اس میں رکھتے۔ ترجمہ مہذب القرآن علی تفسیر تفسیر شہید فی سبیل اللہ کی اس زندگی کی حقیقت سے اللہ اور شہید خور، واقع ہیں وہ شہید جس نے اپنے خون سے یہ زندگی خریدی۔ وِیْتَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو الْبَادِ ۱۴۱۷ یعنی آپ کو ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان بیچ دیتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے [ان کی قربانیاں پسند فرماتا ہے]۔ حضرت عثمان غنی نے اپنی جان تک صرف کر ڈالی ہے۔ لکھا ہے۔ اور یہی متعری علامہ مسعود کا ہے کہ جو بنو ذر خرید ابن نذرہ سلطان شہید بھی اسی طرح کے آدمی تھے۔ اسی نے علامہ اقبال کو ٹیپو کی قبر پر جیسے لوگوں سے جو بظاہر زندہ ہیں، کہیں زندہ زندگی کی علامت نظر آئی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيْتَابَهُمْ يَا اللّٰهُ! تو ہیں ان کی بے روی لپیٹ فرما۔ اَوَّ اللّٰهُ اشْتَرِي بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ يَأْتِ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُعْقَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَمَا عَلَيْهِمْ فِي الشَّوَارَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ط وَمَنْ آوَىٰ يَعْهَدْهُ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِنِعْمِ اللَّهِ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۱۴۱۸ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں مرتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں [غازی ہر شہید] اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توراہ، انجیل اور قرآن میں، اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ [اپنی] اس بیعت پر جس کا تم نے [اللہ تعالیٰ سے] معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناد اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اسی واسطے تو حضرت سعد نے رہنم ایران کو بے دھڑک لکھا تھا
فَاتَّ يَمَعِي قَوْمًا يُحِبُّونَ الْمَوْتَ كَمَا يُحِبُّونَ الْمَاعِجَمَ الْخَمْرَ، بے شک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو اسی طرح محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم [بھی] شراب کو محبوب رکھتے ہو [تورہ تفسیر عزیز اول]۔ علامہ سے ان بنائے دھام اسٹاکم خوری کے ساتھ مشروط ہے اور اتھام خود تسلیم و رضا کے ساتھ اس لئے کہ پھر خدا بندے سے خود بوجھے بتائیں رہا کیا ہے ۱۱۔ یہی مقام ہے رضی اللہ عنہم ورضوانہ کا لیکن بعض پرست اس کے برعکس اپنی خوری کو بیچیں گے۔ تو فیصلی علامہ پر حیات بعد الموت رجوع فرمائیں انکسلی مدبر فلبہ جامہ ۱۸۔ الخ

زنده رود رخصت می شود از فردوس بری و

تقاضای قرآن بهشتی ۴

شیشه صبر و سکونم ریز ریز
آن حدیث شوق و آن جذبه عشق
- ۱۵۸۲
باور پر خورشیدم بر درش
بر لب شام زنده رود از زنده رود
شور و غوغا از یار و از یار
یک مردم با ما نشین با ما نشین
پیر روی گفتم در گوشم که خیز
آه آن ایوان و آن کاخ بری
یک با هم حور دیدم بر درش
زنده رود از زنده رود
زنده رود

زار و کو و انداز سر اسفر
عشق در باغ وصال آسوده نیست
- ۱۵۸۵
ابتداییش تنها افتادگی
ترسد از منزل ز ریزش بیشتر
بجای لایزال آسوده نیست
انتها از دلبران آزادگی

کیش ما مانند موج تیز گام
قرآن بهشتی: تنها در اختیار جاده و ترک تمام
شیوه ادبی: تنها در اختیار جاده و ترک تمام
کپ: تنها در اختیار جاده و ترک تمام

غزل زنده رود ۴

با دمی نرسیدی اخلاص می جوئی
و گریه لبخند می آویز و آب نم درین
- ۱۵۸۹
ز خود گر خفته آشنای چه می جوئی
دیده رنگ ز باره مها چه می جوئی
- ۱۵۹۰
دو قطره خون دل است آنچنینک می مانند
تو که غزال حرم و خطا چه می جوئی
خیابان فقر و سلطان و جبهانگیری ست
سر زخم بطلب بویا چه می جوئی

(۲۴۷) **قلندر:** قلندر وہ فقیر ہے جو بحر تجرید و تفرید میں اکمل ہو۔ دونوں عالموں میں بے نیاز بن کر اور جملہ کائنات سے منقطع ہو کر خود ذات حق سبحانہ ہو جائے اور دریائے ناپید اکابر عشق میں مستغرق ہو۔ فقیر تین طرح کے ہوتے ہیں ۱۔ فقیر ملائی: جو تجرید و تفرید میں عبارت کو چھپاتا ہے ۲۔ فقیر قلندری: جو بحر تجرید و تفرید میں یگانہ اور عبارات شاقہ اور تخریب عادات میں کوشاں ہوتا ہے ۳۔ فقیر صوفی: جو جامع کمال و باطنی و ظاہری ہو تجرید و تفرید میں ارفع اور عبارات و مجاہدات میں ہمیشہ مصروف اور قدم پر قدم حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہے۔ اور بحر عشق و ولید میں نور ہل من تیزید گناہ ^{۲۴۸} سلسلہ اقبال کے ۱۸ں باب اصطلاح در فقر، مومن کے معانی میں استعمال ہوتی ہے جو انسان کامل کے مرتبہ تک جاتا ہے۔ سلسلہ نے ان سنوں میں مشاہیق کا کلمہ بھی استعمال کیا ہے اور اپنے ایک مکتوب میں اس کی جو صفات بیان کی ہیں وہ درجہ ذیل ہیں

۱۔ خود دار اور غیرت سزے کہ کسی کے ہاتھ کچا مارا ہوا شکار نہیں لھاتا

۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ اپنی بناتا۔

۳۔ ہمت پسند ہے ۴۔ بلند پرواز ہے ۵۔ تیز نگاہ ہے ۶۔ ۲۴۷

ملازم اقبال کے مراد قلندر یا انبی کامل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مجازِ محل سے تجرید حیات کرتا ہے۔ وہ زمانے کو اپنے اشارے پر چلاتا ہے یعنی رالہ زمانہ ہے مرکب نہیں۔ وہ خود جن مقام پر ہوتا ہے وہاں حالت کو بھی کھینچ لے لیتا ہے وہ اپنے ہمراہ سنتِ عارف کی زندگی کی نئی تصویر پیش کرتا ہے ^{۲۴۸}

(۲۴۸) **کرامات:** جس طرح معجزہ کسی واقعہ کے نام درمیانی علتوں کو ماقط کر کے اسے علتِ اولیٰ (رب) سے ملا دیتا ہے اسی طرح کرامت کا حال ہے لیکن کرامت کے تعلق شہادتیں ایسی مستند ہیں جتنی یا جیسی کہ معجزہ کے تعلق۔ صوفیاد ایک ایسے شام کا دعویٰ کرتے ہیں جہاں ان سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام وہ ہوتا ہے جہاں بندے کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، اللہ کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ہوجاتے ہیں۔ اجمال نے کہا ہم قلندر ہیں اور ہماری کرامات جہاں بتی ہیں۔ اس لئے ہم **کیمیا:** معمولی دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا فن۔ کیمیائی کیمیا ہی کو کہتے ہیں۔ حنفیہ اور سدر سند ادویہ بھی کیمیائی ہیں مجازاً مرشد کامل کو بھی کہتے ہیں ^{۲۴۹} نہ طلب کر محبت اور

نظرِ انکاہ: لغت میں ذاتِ الہی کو پرہ صفت میں دیکھنا۔ علامہ کے ہاں جہاں بتی یعنی "اشیاء کا راز حیات" معلوم کرنا۔ اور وہ یہ کوششِ ناتمام اور سفرِ بے مقام رافضیات ہوجھ لے خیرِ فستہ گام سے

زیر پر ایک چیز کے کوششِ ناتمام سے ^{۲۵۰}

۲۴۷ اصطلاحات صوفیہ ۱۰۴ فقرہ بعد از فقر ۱۰۶ ۲۴۷ اقبال نامہ ص ۲۰۴
 ۲۴۸ روح اقبال ص ۲۱ تا ۲۱۱ [ملاحظہ و انتساب] یوسف صنی خان ۱۰ تہ ادب لاہور ۱۹۸۲
 ۲۴۹ کیمیات اقبال ص ۳۳۷ ۲۵۰ کلیات اقبال اردو ص ۱۲ [بانیہ دراز کوشش نامہ]

- ۱۵۹۶- گرچه حنبت از تجلی لایق دوست
 ماز اصل خویش تن در پرده ایم (۲۵۲)
- ۱۵۹۸- علم اگر کج فطرت و بدگوهر است
 علم را مقصود اگر باشد نظر
 می نهد پیش نواز شیر وجود (۲۵۳)
- ۱۶۰۲- جاده را هموار سازد این پیش
 در و داغ و تاب و نبخشند ترا
 علم تفسیر حیان زنگ و بو
 بر مقام جذب و شوق آرد ترا
 عشق کس را که خلوت مایه بود
- اول اویم رنق و هم طس لوق
 آخر او راه رنق ب رنق
- ۱۶۰۸- در گذشتم زان همه تور و تصور
 غرق بودم در تماشای جمال
 گم شده اندر صمیم کائنات
 آنکه بر تارش رباب دیگر
 ما همه یک و دیوانه نار و نور
 پیش جان آئینه او میخندند
 صبح امروز که نورش ظاهر است
 حق بود یا با هم سر از خویش
- ۱۶۱۲- جان نیاید بجز دیدار دوست
 طائریم و آشیای گم کرده ایم
 پیش چشم ما حجاب ابراست
 می شود هم جاده و هم راهبر
 تا تو پرسی چیست راز این نمود
 شوق را بیدار سازد این چنین
 گریه های نیم شب بخشد ترا
 دیده و دل پرورش گیرد از تو
 باز تو جبریل بگذار و ترا
 اوز چشم خویش نیت می برد
- زورق جان با ختم و کبر نور
 هر زیا در انقلاب و لایزال
 چون رباب آید نسیم من حیات
 هر نوا از دیگر توین تر
 آدم و هر و مه جبریل و نور
 حیرت را با یقین آینه خند
 در حضورش دوش و فراد جانشین
 بانگاه من کنند دیدار خویش

دیدنش افزون کجاستن و دیدنش از قبر تن برخاستن
عبد و مولا در کین یک و گر بر و بیتاب انداز ذوق نظر

زندگی هر جا که باشد جستجو ست
حل نشد این تلخین صیدم است

عشق جان را لذت دیر دارد - ۱۶۱۸
اے دو عالم از تو با نور و نظر
بندہ آزاد را ناسازگار
غالبان غرق اندر عیش و طرب
از ملکیت جهان تو خسراب
و نش افروغیاں غارت گری
آنکہ گوید لا اله الا بیچارہ البیت
چار مرگ اندر پیے این دیر میر
باز بانم جبرأت گفتار داد
اندکے کن خالکاتے را بنگر
بر و مد از سنبیل او نمیش خار
کار مغلوبان شمار روز و شب
تیرہ شب در آستین آفتاب
دیر با خیمہ شد از بے حیدری
فکرش از بے مرکز آوارہ البیت
سود خوار و والی و ملا و پیر
این چنان عالم کجا شایان است
آب و گل داغے کہ بر دامن است - ۱۶۲۶

تواشی و تعلیقات : (۲۴۹) حضور : ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۵۵ رزح باب شریف تنہا ہوا لہذا روی کا محبت ختم۔

(۲۵۰) تجلی : ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۱۲ (۲۵۱) دیوار : ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۹۹ یہ اعمال صالحہ کا عطیہ ہے۔ فَمَنْ كَانَتْ يَرْجُوا يَتَّقَهُ رَبَّهُ فَلْيُقِ لِلْعَمَلِ مَا لَمْ يَلْمِ سِرْجُ شَمْسٍ اِذَا رُبَّ عَمَلٍ مِّنْهُ لَآ يَرْجُو نَبْكَ كَامٍ تَرَابٍ۔ اعمال صالحہ سے مراد اپنے اندر اپنے منصب و مقام اور مقصد و مقصود وجود کے قائم و برقرار رکھنے کی صفت و ہدایت ہے۔ یوں خودی، خودی مطلق کا دیوار کر سکتی ہے۔ یہ فنا کا مقام نہیں یہ مازع البقر و مآل فی کی صفت ہے۔ نہ تو نگاہ بٹا نہ بڑی۔ مطلب یہ کہ بیکہ اپنی شو چاں با ذات حق خلوت گزینی تیرا او بیند و اورا تو بینی (۲۵۲) ماز اصل تو لیشن در پردہ ایم : ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۔ پرونیہ فرسینہ فانی چشتی نے ایک بار پیر

اسے محی الدین ابن عربی کے خوشہ چینی و ہیروی ثابت کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔ حالانکہ "دیوار" کے تحت وہ خود بھی اس کا برعکس تسلیم کر چکے ہیں۔ اگر اسلام نے یقاعہ کی تعلیم دیا ہے تو فنا کے تعورات کا اسلام سے بیاملا ہے۔

پہ ناراڈی کہ سوٹ خود نہ بینی ۵۲۶

جینا خیمہ بخود محکم لڑا اندر نمودش
لفیب زندہ کن آن الطراب
میں در جلیوں کاو یار سی سوز
میں نا پسید اندر مجھ پر نورش
کہ تا بد در حسرتیم آفتاب
غیاں خود را نہاں اورا بر افروز

کے کو "وید" عالم را امام است^۲

من و تو نانامیم او^۲ تمام است . ۵۰۳۷

جہاں تک جذبہ رحمت کا تعلق ہے تو مسئلہ اسی کو جہاں بینی و مہمان سے تعبیر کرتے ہیں کہ اگر خوری مطلق ' نے یہ بزم سجاائی ہے تو بے روق نہ ہونے پاٹ ' فنا ' سے بچا جائے خودی کی حفاظت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے ۔

پرس از من ز عالم گریز مرگ
جهان یکسر تمام آفتین است
خداست زنده به ذوق سخن نیست
انست از خلوت ناکه خبریات
اگر ما نیم گردان جا آتی است
مرادل سونت بر تنهایی او

مثال دانه می کارم خوری را

۵۰۳۸

شعبہ ۱۵۹۱ - علم : ارادہ مادّی شعور ہے۔ جسے ملامہ عقل خود ہیں بھی کہتے ہیں۔ اگر عقل مادی ، جس کا فروغ قیاس پر ہے اور جن کا ماحاذ خواہ ہیں۔ آئین قوانین کی پابندی و اتباع اسی طرح ہے جس طرح کہ علم الحواس کا کرتی ہے تو وہ علم اور نہ عقل ، جہاں پر جاتی ہے وہ نظر ، بخشی ہے۔ جو پردہ صفات میں ذات الٰہی کو دکھیتی ہے یعنی اشیاء کا راز حیات معلوم کرتی ہے۔ عقل خود ہیں دگر عقل جہاں ہیں دگر است ۴۳۹

۴۰۳۵) کلمات انجیل مقدس و ۵۲۹ [شترانگنکر از جدید: جواب سوال نمبر ۱] ۴۰۳۶ الفبا ۵۵۵ [جواب سوال نمبر ۵]
۴۰۳۷ الفبا ۵۵۹ [جواب سوال نمبر ۶] ۴۰۳۸ الفبا ۵۵۵، ۵۵۱ [جواب سوال نمبر ۶] ۴۰۳۹ الفبا ۵۵۹ [بابا مشرق: چابم]

مقل خود ہیں۔ چونکہ حواس کے مادی شعور اور نفس کے طبعی تقاضوں میں تطبیق کرتی ہے اس لئے مادے کی اسیر ہے اور مادے کی اسیری انسان کے لئے طاغوت کی بندگی ہے۔ لیکن اس عقل سے انسان مادی دنیا کے اسرار معلوم کرتا ہے یہ راستہ ہے رانہا نہیں۔ اگر یہ جہاں ہیں ہو جائے تو راہ نما بھی ہے۔ عقل، عشق، علم، ادب حجاب الابرار سے متعلق جملہ تعلیمات ماسبق دیکھنے چاہئیں {تعلیمات نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰}۔

(۲۵۳) **تجوو:** ملاحظہ ہو تالیف نمبر ۱۶، ۱۸، ۱۹

شعبہ نمبر ۱۶۰: باز چوں جبریل بگزارد ترا: علم ایک حد تک ساتھ دیتا ہے اور عشق بھی نیر کے موجود گوارا نہیں۔ یہاں نور بنویش کے ہمارا سایہ نہیں ناگوار راہ میں ہے۔ چنانچہ جس طرح شب مزاج جبریل نے صفت تھو کو تنہا آئے بھیج دیا اسی طرح رومی نے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔

شعبہ نمبر ۱۶۰۸: پرزماں در انقلاب و لائزال: باعتبار ذات آلات کماکان، لائزال، لیکن تخلیقی فعلیت کے اعتبار سے یُسَبِّرُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْذُهُ (۴۰۴) اظہار صفات کے حوالے سے کُلِّ یَوْمٍ تَوَفٰی سَلٰتٰنٌ (۴۰۳) ہر دم متغیر۔ یعنی مخلوق، پردہ حق میں پوشیدہ ہے۔

کرا جوئی؟ چہرا در پیچ و تاب
تلاش او کئی جز خود نہ بینی
کہ او پیدا است تو زیر نقابی
تلاش خود کنی جز او نیابی (۴۰۳)

شعبہ نمبر ۱۶۱۱ تا ۱۶۱۶: زندگی نے اپنا دیوار کیا۔ صفات باری تعینات کے پردے میں عقیم ایک دانا و بیانا انسان کی تخلیق نے تعینات کے پردے بنادیئے {تعلیمات کی نشر و تحریک کے لئے آتنا لکھنا کافی ہے نہ ہر شے ہر جاندار ظہور زندگی کا ایک انگ اور منفرد جلوہ ہے اس لئے ہر اجزا ہے لیکن باعتبار اصل۔ غنہ الراب (آب دلتی، خاک و باد) کے لحاظ سے ایک ہیں۔ اور یہ سب ارادہ الہی۔ حرف کُن کے ظہورات ہیں۔ جو کُنْتُ کُنَّا کے حوالے سے فَأَجْتَبٰتُ اَنْ اُحَرِّفَ، اکی جلوہ فرمائی ہے۔ لہذا حق گویا دیدہ انسانی سے خود کو دیکھ رہا ہے۔ اسی حوالے سے سلامہ فراق عارف و معروف کو خیر کہتے ہیں۔ کہ یہی فراق اندر وصال ہے۔

خودی را زندگی ایجاد غیر است
از خود را بر بدن فطرت است
فراق عارف و معروف خیر است
تسیر نارسیدن فطرت است
نہ مارا در فراق اور مبارک
نہ اورا بہ وصال ما فخر ہے

نہ او ہے ما نہ ما ہے تو، چہ حال است

فراق یا فراق اندر وصال است (۴۰۳)

مسئلہ یہ ہے تو پھر مستحق من العالمین ذات بھی، ہمارے واسطے سے اپنی صفات کا اظہار و ترقیے تاکہ ہم دسی کی معرفت حاصل کر سکیں۔ یہی مقصد ہے شعر مبدوء و مولود زمین یک در گر ہر دو بہ تاب اندوز ذوق نظر کا۔ اس سولہ کا جواب کیا ہے۔

(۴۰۳) بوسنی: نمبر ۳۴، (۴۰۴) ارمینی: ۲۹، (۴۰۵) تعلیمات انبال فارسی ص ۲۲ [بیبا مشرق: ۸۱]

(۴۰۳) لیبنا ۵۷ [مکتبہ رازیدہ: جواب سوال نمبر ۵۰]

ہم کیا ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودیوں اور اس کا کیا جواب ہے کہ ہم نہ ہوتے تو اسے دیکھتا کیونکر آئی؟
 ص ۱۱۱ لشد این نکتہ من صمیم کہ دوست یعنی زندگی تلاش جستجو کا نام ہے۔

اور جستجو عشق کو مستلزم ہے۔

شمار ۱۹۱۶ تا ۱۹۲۹: عشق جزا تہ روزانہ لکھتا ہے مجھے بھی گفتار کی جرأت ملی

یہ دنیا جہاں غالب ہمیشہ کریں، مغلوب، غلامی کی زندگی کے روز و شب کے شمارے آگے کچھ نہ کر سکیں،
 جہاں ملکیت تخریب اطلاق میں، دانش اندر پیر پھیلا میں، معرف ہو۔ جہاں بے مرکز، آوارہ مری رہے
 اور جہاں سود خوار مہاجر سرمایہ دار، جاہل دار و صنعت کار، منکم کی شرط سے محروم حکمران، ارتقا پذیر زندگی کے تقاضوں
 سے نا آشنا لڑاؤ بشریت سے بے گناہ پیر، فوج کھانے میں لگے ہوں۔ وہ تیرا جہاں۔ تجھے زیب نہیں دیتا۔

تو قادر و عاقل ہے مگر تیرے جہاں میں ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات ۱۹۱۶
 کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ دنیا ہے تری منتظر اے روزِ محاکمات

خلق خدا کی گھات میں زند و فقیہ ویر و پیر تیرے جہاں میں ہے وہی گردش صبح و شام ابھی
 تیرے ابر مال مست، تیرے فقیہ حال مست بندہ ہے کیچر گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی
 دانش مدین و علم وطن، بندگی ہوس تمام عشق روئے کا فنیق نہیں ہے عام ابھی
 دہر زندگی ہے عشق، جو ہر عشق ہے خوری آہ کہ ہے یہ تیغ تیز، ہوگی نیام ابھی ۱۹۱۶

بے مرکزگی: فرقہ واریت بھالہ مذہب، قومیتیں، بھالہ رنگ و نسل، علاقہ و زبان، جماعتیں، بھالہ دین و ملی
 بے حیدری: بے نفس رہنائی، بے لوث خدمت، فقر کے لئے خزانہ امارت و خلافت، حیدر کے لئے تلیقہ نمبر ۱۲
 ۲۳۱، حیدر کے لئے تلیقہ نمبر ۳۰، ملا حظ ہوں ملکیت کے لئے تلیقہ نمبر ۱۱، حیدر کے لئے نمبر ۱۲۵ دیکھیے

نڈائے جمال

۱۹۲۶ = کلاک حق از نقشہ خورشید
 چمست بوون والی اے مرد مجیب
 آفرین؟ جستجوئے دلبر
 ایں ہمہ ہنگامہ ماتِ ہست و بود
 زندگی ہم غالی و ہم باقی است
 ہر چہ مارا سازگار آمد نوشت
 از جمال ذات حق برون نصیب
 و انمودن قولش را بر دیگر
 بے جمال مانیاید در وجود
 این ہمہ حسیلا فی وشتاقی است

زندہ مشتاق شو خلاق شو
در شکن آنرا کہ ناید سازگار
بندہ آزاد را آید بگزین
ہر کہ اورا قوت تحقیق نیست
از جمال مانع ب خود نہ برد
از خیل زندگانی بر خیزد
۱۹۳۷ء - مرد حق! بترندہ چوں کشمیر باش
خود جہان خویش را تقدیر باش

حراسی و تعلیقات : گفتند جہان ما، آیا بہ تومی سازد

گفتم کہ نمی سازد، گفتند کہ بر ہم زن ۴۰۴۶ء

گویا کہ مصلحتی در این بندہ باجموع اور مسلمانوں کو علی الخصوص ملکیت، سود خوار سرمایہ داروں، جاہل و نادانوں، فرقہ پرست اور خود پسند ملاؤں اور گمراہ کن پیروں کے خلاف "برہمن زن" دے رہے تھے۔ اور اس کے لئے بے مرکزیت کے خاتمے کا درس دے رہے تھے۔ اس کے بعد خلافتی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین بھی کر رہے تھے کہ صرف منفی مصلحت کے لئے جہاد حق تخریب کاری ہے۔

جس طرح مردِ حق دوسروں کے جہاں میں زندہ ہیں وہ سکنا اسی طرح وہ اپنے خالق کی طرف خلافتی اور امانتیت کے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنے جہاں کی تقدیر سازا خود یا کرنی ہوگی۔ ظاہر ہے یہ زمانہ "شمال مغربی اسلامی مابیت" کے تصور کی بار آوری کے لئے مسلسل ذہنی اور سیاسی محنت کا زمانہ تھا۔ اس پس منظر میں اس حقہ نظم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تقدیر ملی: سلفہ میں تعلیمات فروری ۱۹۱۷ء - ۱۸۹۱ء - بڑا تقدیر و تدبیر،
"اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص مصلحت میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے" ۴۰۴۷ء

"اسلام کا فوجی لقب العین اس کے دائرہ قی (قلم) سے جو خود ہی کا پیدا کردہ ہے اللہ نہیں دوسروں کو دیکھ کر کے لئے لازم و ملزوم ہیں اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو ماتم خود کو ترک کرنا بھی لازم آجائے گا" ۴۰۴۸ء
اسلام ایک وحدت ہے جس میں فرد در جماعت کو جزو و کل کا ساتھ ملتا ہے۔ یہی نسبت حیات ملی کے ایک پہلو کو دوسرے سے ہے" ۴۰۴۹ء

”مسلمانوں کی زندگی کا راز اتحاد میں مضمر ہے..... مسلمانو! میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہیے ہو تو متحد ہو جاؤ۔ مختلف بھی نہ رہو تو اپنے آبادی کے طریقے تنگ نظری چھوڑ دو“ ۲۰۵۰

ہمارے مسائل کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے اتحاد، مسلمان متحد ہو کر تو ان کی بڑگاہانہ حیثیت تسلیم کر لی جائے گی اور ہم آزادی سے اپنا مستقبل تعمیر کر سکیں گے“ ۲۰۵۱

اور آزادی و خود مختاری کا مفہوم اُن کی ”اسلام محفوظ اور مسلمان محفوظ“ تھا۔ اور علامہ اس مثبت نتیجہ کا اظہار بھی کر چکے تھے۔ وہ چار غوروار جو جس قدر قوی کرنا شروع رہے ہیں سو دروازہ دروازہ دیکھو، ان کا ملنے یہ تھا

انھوں نے دنیا کے غریبوں کو جگادو
کامیاب ہمارے درد دیوار ہلا دو !

گرم و مفلحوں کا ہوس و لذت سے
کشمکش فرمادیا یہ کوشاں ہے لڑا دو

مسلمانی جمہور کا آنا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

جس کھیت سے دیہات کو شیشہ پرور
وہ کھیت کے ہر خوشہ ڈھنڈھ کو جلا دو

یوں خالق و مخلوق میں عامل رہیں ہر
پیر و نیک کو کلیہ سے رٹھا دو ۲۰۵۲

یہی وہ منشور ہے جس پر وہ عالم قرآنی استوار تھا جو جاوید نامہ کا مفہوم ہے اور جس نے ایک ہزار مکتبہ سلوین کا خواب دیکھا اور دکھایا کیا شرم۔ ہر گز لگنے برس اک خواب سے ہم مگر نکلے نہ پہلے باب سے ۲۰۵۳ مکتبہ دن بے زمین ہر ماہ

زندہ رود

۱۹۴۸ - چھپتے آئیں جہان رنگ و بو
جس نہ آبِ فرستہ می ناپید ہو

زندگانی راستہ تکرار نیست
فطرت او خوگر تکرار نیست

زیر گردوں محبت اور انار است
چوں زیا افتاد قوسے برخواست

ملتے چوں مرد کم خمیز و زخمیر
چارہ او چھپتے غیر از قبر و صبر

۲۰۵۰ گفنا اقبال ص ۱۸ (نور ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ : ہولاء زندہ رود : ۲۱ نومبر ۱۹۲۹) - الفنا -
۲۰۵۱ اقبال کے حضور ص ۱۶ - الفنا -
۲۰۵۲ کلیات اقبال ص ۴۱ ص ۴۲ [بال جریں : زندہ رود ص ۱۳]
۲۰۵۳ ارشاد شکرانہ ص ۱۰ - الفنا -

ندائے جمال

- ۱۶۴۱ - زندگانی نیست تکرار نفس
 ۱۶۴۲ - قرب جان یا آنکه گفت ای قرین
 ۱۶۴۳ - فرد از تو حیدر لا ہوئی شود (۲۵۰)
 (۲۵۱) بایزید و شیخی و بود از دست (۲۵۲)
 ۱۶۴۴ - بے تجلی نیست آدم را ثبات
 (۲۵۳) هر دو از تو حیدری گیرد کمال
 (۲۵۴) این یکمانی است آن سلامتی است
 ۱۶۴۹ - آن یکی را بیند این گردد یکی
 در جہاں با آن تشبیب این نری

- ۱۶۵۰ - چیست ملت که گوئی لا اله
 ال حق را حجت و دوی یکے ست
 زہ ما از یک نگاہی آفتاب
 یک نگاہی را چشم کم مبینس
 ۱۶۵۱ - ملتے چوں می شود تو حیدر مست
 قوت و عبرت می آید بدست

- روح ملت را وجود از اجتناس
 ۱۶۵۲ - تا وجودش را نمود از صحبت است
 ۱۶۵۳ - مرد و ؟ از یک نگاہی زنده شو!
 روح ملت نیست محتاج بدن
 مرد چوں شیرازہ صحبت شکست
 بلذرا بے مرکزی پایندہ شو!

یہی ۵ آیتیں کتابت سورہ رحمن۔ ہائی ایم آئی۔ سائر ترکیبی مالتویہ، روح بیجان ہے۔ ۴۰۵۶ یہ دراصل قوم کسی ایک داعیہ کے تحت کسی دائمی کے گواکھنے ہونے والے افراد کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ۴۰۵۶ یہ داعیہ کوئی بھی ہو سکتا ہے یا ہو۔ ان افراد کو مرکزیت بخشتا ہے اور انہیں ایک ملت بنادیتا ہے چاہے وہ داعیہ کفر ہو یا اسلام، شرک ہو یا توحید۔ چونکہ وہ مرکزیت تو بخشتا ہے اس لئے توحیدی نتائج رکھتا ہے "وہرت" کے اثرات۔ بکواسلے ہیں تارخ ان کی کبھی بڑی سلطنتیں جن کے آثار اب بھی باقی ہیں اور تہذیب، قوانین، اثرات، علم، تمدن اور شہرت میں۔ لہذا نے جب "نیاشوالہ" کی تعمیر کی ترمیم ہندو کر دی تھی تو وہ دراصل اس رات تھی۔ شہزادی اسرا خودی میں بھی ہندو کو ایک بار پھر "بہتر مالمے دیگر" کی تعمیر کی ترمیم دیتے ہوئے یہ رموز بیان کرتی تھی

گر جمہوریت جاریہ ات است کفر ہم سرمایہ جمعیت است

کیونکہ کفر اسلام کا اعلیٰ ر، نیاشوالہ انفرار کفر کو مٹانا یا اسلام و دین کے بت کی پوجا سونپنا پس تھا۔ بلکہ۔ ایسی فضا پیدا کرنا تھا کہ ہونا تو اس و اذان کو برابر اٹھا سکے۔ اور یہ اسی وقت ممکن تھا جب کفر کفر میں اور اسلام، اسلام میں سکھ میں خوشبو اور رنگ کی طرح۔ ہر ہندوستان کو پھول بنائیں۔ برہمنی ہندو ایک ہندو نہ تھا اور مسلمان ایک مسلمان نہ تھا۔

ماندہ ایم از جادو تسلیم دور تو ز آذر من زابرہم دور ۴۰۵۷

جناحہ قیس ماسودائی۔ حمل نشد در جنوب عاشقی کامل نشد

توحید، اسی جنوب عاشقی کا نام۔ یہ جنوں فرد میں کمال پاؤ تو بایزید و شبلی و بوذر، اس میں اسی تجسیم ہو۔ صاحبان خودی وجود میں آئیں۔ اور اگر قوموں میں کمال کو پہنچے تو طفل و سبب مجاز۔ مراد سلاجقتہ ہیں۔ وجود میں آئیں۔ جب تک اعمال، ایسے ہی رہیں اس تمام سے مستمع ہوں کہ عمل بر لے ہی حالت بر لے ہے ذالک تعذیر العزیز البلیم۔

(۲۵۴) **لا ہوتی** : ذات احدیت کو لاہوت کہتے ہیں۔ مددہ نے لاہوت سے روح مراد لی ہے ۴۰۵۸

تفصیلات کے لئے مددہ ہو تعلیقہ نمبر ۱۳۲۔

(۲۵۵) **جبروت** : اصطلاح صوفیہ میں اسماء الہی اور صفات الہی کی عظمت و جلال کو جبروت کہتے ہیں اور مرتبہ اودت اور مرتبہ شبثون کو بھی جبروت کہتے ہیں ۴۰۵۹۔ ابوطالب مکی کی اصطلاح میں عالم عظمت ہے۔ لیکن کفر صوفیہ کا معتبرہ یہ ہے کہ عالم وسطیٰ ہے (ابن عربی) ۴۰۶۰۔ یہی حقیقت حق ہے اور مرتبہ صفات سے اس کا تعلق ہے ۴۰۶۱۔ مددہ نے مومن و چار صفات میں سے ایک جبروت لگائی ہے

تہا ری و سفاری و قدر و سی جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بننا ہے مسلمان ۴۰۶۲

۴۰۵۶ اردو دائرہ سائر اسلامیہ جلد ۱۹/۱ ص ۴۸ الفنا، الجامع الاحکام للقرآن جلد ۴ (سورۃ الجرا: ۱۱) ص ۳۲۴ مددہ مومن اور فطری استعارات نامہ سرور ہونے سے اول ۱۳۶۴ جو ۴۰۵۷ کیا۔ اقبال نارسہ ص ۵۹ ۴۰۵۸ الفنا ص ۶۱ ۴۰۵۹ اصطلاحات صوفیہ شاہ محمد عبدالقادر ص ۲۸ ۴۰۶۰ تمجید اقبال ص ۲۸۴ جلد ۲ تہذیب صوفیہ جلد ۲ تاریخ لغت مددہ ناسم مکتب لہران نارسہ۔ ۴۰۶۱ الفنا ص ۲۸۴ جلد ۲ تاریخ لغت مددہ جبروت ۴۰۶۲ کیا۔ اقبال اردو ص ۵۲۲ (فہرست: مددہ)

۱۶۵۸ - وحدت افکار و کربزارِ آفرین تاشوئی اندر جہاں صبا لکھیں

خواستی و تعلیقاً مست : شہرِ نمبر ۱۶۳۸ - جزیرہ آبِ فرستہ می ناپلہ بھو : پشتوئے معروف صوفی شاعر
عبدالرحمن بابائے یہ مثال گذشتہ وقت کے لئے دی ہے

دوبارہ دہا اقلہ نشے پہ دنیا
ہر چہ تروت تیر شتی غنفاشی
نہ دوا دے کدہ روغ کدہ دشتیا
غفا نہ دے پہ دام نینتے دھیا
تروخہ تیرے ادب ویر نہا ہاروٹی
تیر ساعت شمالی مری دلحد دے
کدہ معبود دہرے تلوار کدہ وقت تو دے
غزہ مہ شہ دے دے ٹہر پہ بقا ۵۵۱

ترجمہ : اس دنیا میں دوبارہ آنا پس آج ہی کرے جو سچ جھوٹ کرنا ہے — مروجہ کام جو وقت گذر گیا غنفا
ہو گیا اور غنفا کر لے جال میں ہیں پھنسا — تراؤ سے جو پانی گذر گیا لپٹا پھر مڑ کر نہیں آتا
اسی طرح گذر دقت بھی ہیں لوٹ کر آنا — گذرے وقت کی مثال حد میں گئے مردے کی ہے
کس نے رو کر مردے کو زندہ کیا ہے کہ کوئی مقصد ہے تو جلدی کر وقت کم ہے — عمر کی
بقا کا گھنڈہ نہ کر فانی ہے۔

☆ ایسے ہی قوی زندگی کا معاملہ ہے جو قوم مقام کھو بیٹھی (رگڑی) جال میں پھنسی (کھڑی
نہ ہو سکی)۔ ملت جب رگڑی قبر سے نہ اٹھی، اس کا علاج قبرِ صبر سے سوا بھی کچھ ہے؟۔
شہرِ نمبر ۱۶۴۲، ۱۶۴۳ : **انی قریب** : **وَإِذْ سَأَلْتُ عَبْدِي عَنِّي قَائِلًا قَرِيبٌ أُنِيبُ وَنُوحِي إِلَيْهِ**
إِذَا دَعَاكَ [۱۶۴۲] ایہ آیت کریمہ جازی اسلام اور دیگر مذاہب کے تصور خدا کے درمیان حوالہ اصل نام
رہتی ہے ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۹ — یہ ارشاد (انی قریب) اللہ اور بندے کے باہمی تعلق کو مستحکم و مضبوط
کرنا اور تصویر الہیت میں زندگی پیدا کرنا ہے۔ وہ زندگی الحیۃ، القیوم کی عنایت اور عطیہ ہے — ہذا
پر زندہ کو اپنے عطیہ کا قرب، مفعولی کی صفات سے متصف کرنا ہے۔ وہ جادواں، یہ بھی جادواں —
شہرِ نمبر ۱۶۴۴ : علامہ نے حوالہ گزاری کے نام اپنے ایک مکتوب میں اسلام (توحید) سے مراد اخلاقی اور
طبعی منافضات کو مٹانا لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

”مسلم کو موت نہیں چھو سکتی کہ اس کی قوت [وہ قوت نورانیہ جو جامع ہے جابرِ مرسویت و اہلِ ہیبت کی]
حیات و موت کو اپنے اندر جذب کرے حیات و موت کا منافض مٹا چکی ہے [مٹا رہی ہے]۔“ ۵۵۵

(۲۵۲) **بایزید، ابو بکر شیلی :** ملاقطہ پر تعلیقہ نمبر ۹۸

(۲۵۷) **شیلی : ابو بکر شیلی :** اصلًا خراسانی اور منصور علاج کے ہم درس تھے۔ ہندو میں پیدا ہوئے وہیں معلوم ہندو میں تعلیم پائی۔ دمانو کے والی قرچہ ٹھہرے تھے۔ کین حضرت زین الدین کے ایک ہمراہی [خیرلساج] کے اثر سے تائب الدنیا ہوئے۔ علاج کے زمانہ نے بہت دلائل قائم کیے تھے البتہ کلمات منہ سے نکل جاتے، لوگوں نے باگل خانے بھجوا دیا۔ اقوال کا مجموعہ "شیلی" کے نام سے لکھا گیا۔ شوستری لکھتے ہیں کہ شیلی کے اقوال سے متبادر ہوتا ہے کہ مام مادی غیر حقیقی اور اضافی ہے اور اصل وجود صرف خدا کا ہے۔ تاہم غنی بھی لکھتے ہیں کہ بایزید، علاج اور ابوبکر شیلی رحمت الوجود کے متبرک کے تامل تھے۔ ۴۶۲ء ولادت ۴۷۷ء بمطابق ۸۸۱ء وفات ۴۳۷ء بمطابق ۹۲۵ء۔

(۲۵۸) **بوذر : ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ :** قبیلہ غفار ملک شام کے راستے میں رہتا تھا۔ ابوذر نے حضرت کعبہ کا سنا تو اپنے بھائی کو معلومات کے لئے بھیجا وہ لوٹا تو خبر دی کہ میں نے ان کو اچھی عمارتوں اور عہدہ اطلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا ظلم سنا جو نہ شہرت نہ کامیابی کا ظلم ہے، آتش شوق بھڑکی، خود معلومات کے لئے نکلے، تین دن تک انہیں روم سے رکے رکھے زمانہ خوف کا تھا۔ تیس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ واسطت سے تعارف ہوا ملتے ہی ایمان لائے اور کعبہ اللہ میں جا کر کھڑے ہوئے۔ **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ**۔ بس کیا تھا مگر کین ٹوٹ پڑے حضرت مہال جو خود ہی ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے آپ پر لپٹ گئے اور چلائے کیا ظلم کرتے ہو یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے جو ملک شام کے راستے میں ہے۔ قریش کی ساری معیشت کا مدار ملک شام پر تھا۔ ہج گئے ۶۵۷ء۔

نام جنرل تھا ابوذر کینیت تھی۔ اسلام میں ارتکاز دولت کے خلاف بلند آواز دے رہے اور شیخ الاسلام کہلائے۔ طبرستان زنگی لبرکی۔ امیر معاویہ نے دمشق سے نکالا تو مدینہ آئے وہاں بھی قیام کی اجازت نہ ملی تو "الزبدہ" کے مقام پر کس میسرسی کے عالم میں وفات پائی ۶۶۶ء۔
 (محابہ صفحہ ۱) نہ گھر نہ دولت، مسجد نبوی کے ایک حصہ میں ساٹھان [صفحہ ۱] بچے رہتے تھے وقت رسول اور دین میں بالکل۔ میں سے تھے رضی اللہ عنہم ورنہ ائمہ۔

(۲۵۹) **طوقل :** فضل بیگ، میکائیل بن سلجوق کا رطکا تھا اور خاندان سلجوق کا پہلا بادشاہ ۱۰۳۸ء کو نیشاپور کا بادشاہ بنا۔ عراق، بغداد فتح کئے اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ طوقل بیگ نے ۲۲ سال حکومت کی اور ۱۰۶۳ء میں انتقال کیا۔

طوقل نے اپنے قوت بازو سے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی ایک راسخ المعقبہ اور دیندار، متقی اور پاک از فرما، روا تھا۔ سجدوں کی تعمیر سے شغف تھا کہا کرتا تھا مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ کوئی عمارت بنواؤں اور میں اس کے پہلو میں سجدہ نہ کروں ۶۷۷ء پورا نام دکن الدین ابو طالب تھا ۶۷۸ء۔

۶۷۳ء شہنشاہ کا اسٹیکلو پیدیا۔ ایاز ناصر ۳۷۹ الفنا ۶۷۴ء شہنشاہات اقبال مابعد ۶۷۸ء بولہ اسلامی شہنشاہ کا خاکہ۔ شوستری، نازخ لہرت در اسلام، تاہم غنی ۶۷۵ء حکام مابعد ۶۷۸ء مابعد ۶۷۸ء الفنا۔ ۶۷۶ء شہنشاہ کا اسٹیکلو پیدیا ۶۷۷ء الفنا ۶۷۸ء شہنشاہات اقبال ۶۷۸ء مابعد ۶۷۸ء الفنا۔ تاریخ اسلام ۶۷۸ء الفنا ۶۷۹ء شہنشاہات اقبال ۶۷۹ء مابعد ۶۷۹ء الفنا۔

(۲۶۰) **سنجر**: سنجر ملک شاد سلجوق کا تیسرا وزیر تھا۔ چچا ارسلان کے قتل کے بعد اسے بڑے بھائی برکیاروق نے خراسان کا حاکم بنایا۔ بعد میں بعد تیسرے بھائی محمد نے برکیاروق کے خلاف بغاوت کر دی برکیاروق شکست کھا کر خراسان کی طرف مراجعت کر گیا۔ سنجر نے اپنے ماں چچے بھائی محمد کا ساتھ دیا۔ برکیاروق طبرستان جوجان کے ولی امیرداد کا حلیف بن کر سنجر کے خلاف میدان میں اترا تو محمد نے سنجر کا فاداری کے ساتھ ساتھ دیا، برکیاروق شکست ہوئی ۴۶۹ء سے ۵۱۰ء تک وہ خراسان اور ماورالنہر کا برکھلدا تھا لیکن اس کے بعد سلطان سنجر کھلنے لگا۔ اس کے عہد میں خولند شاہی دور قراختائی دور میں وجود میں آئے۔ یہ خواندہ شاہی سلسلہ وہی ہے جس کا آخری بادشاہ سلطان محمد خوارزم، چنگیز خان کے حملے کا موجب بنا۔

خولند شاہی، بعد خوارزمی جانتے تھے اور سنجر اپنی بیادست تسلیم کرنا چاہتا تھا لہذا مسلسل پیکار رہی۔ یہ پیکار تو جو خواست لایا لائے۔ لیکن اس سے بھی بڑی بدقسمتی، ترکان غز کا فتنہ تھا۔ محمدی سیادت پر یہ مانت ترک، میدان میں اترے اور بدقسمتی سے سنجر بھی فوج لے کر مقابلے میں آیا۔ بیگم سمیت قید ہوا اور تین سال کے قریب اسیر رہنے کے بعد ۵۵۲ء میں وفات پائی۔ اس کے مرتبہ ہی سلاطین بزرگ کی میراث کو یاد حقوں کا حق بٹ گئی ۴۷۰ء

سلطان سنجر، ایران کے بزرگ ترین حکمرانوں میں شمار ہوتا ہے، شجاع، کریم، رعیت نواز اور ہنر پرور تھا۔ علما، شعرا، فضلا، فتنے اس کے دربار سے منسلک تھے کم ہی کسی کے قصے میں آئے۔ انہی کے قید کا یہ شعر اس کے مقابل کے لئے کافی ہے۔

۴۷۱

در جہاں داز جہاں میثی نام جو معنی کہ درجیاں باشند
سلطان سنجر سلجوقی خاندان کی عظمت کا حافظ تھا۔ "سلطان انظم" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کی سلطنت و شوکت اسی کے عہد میں ضرب المثل تھی۔ مروی اس کے دفن ہونے کے ساتھ سلجوقی شان و شوکت بھی مدح و تحسین ہوئی ۴۷۲ء

(۲۶۱) **تجلی**: ملاحظہ ہو تعلیقہ نمبر ۲۹، ۲۱۲۔

(۲۶۲) **جلال و جمال**: نیز ملاحظہ ہو حاشیہ تحت اشعار نمبر ۱۱۸۲ تا ۱۱۸۵۔

جلال کے معنی رعب، دبدبہ، عفتہ، شان و شوکت، جمال کے معنی ہیں حسن و خوبصورتی۔ علامہ اقبال کے نزدیک سلطان کی زندگی جلال و جمال سے مرکب ہے۔ انہی جلال کو لا اور جمال کو آلا سے تعبیر کرتے ہیں۔ لا میں قوت، حرکت، تیزی اور تندگی ہوتی ہے اور آلا میں سکون اور نرمی ہوتی ہے۔

صفت میں جلال رجال اللہ کی صفات ہیں۔ جبروت اور اقتدار جلال کی قدر رحمت، روعیت

اور کرم و عنو، اللہ کی جلالی صفات ہیں۔ لغت میں بھی جلالی رجالی صفات کا اظہار ہوتا ہے ۴۷۳ء

۴۷۱ء شہنشاہات کا التماس خط پڑھا ۳۴۱/۳۴۲ ایفا ۴۷۰ء تبسمات اقبال ماہ ۲۲ ایفا ۴۷۱ء و ۴۷۲ء
۴۷۴ء نابغہ اسد مدظلہ ۱۳۳ شاہ حسین الدین ایفا ۴۷۵ء ملاحظہ ہو تبسمات اقبال جولائی ۲۵۳/۲۵۴ مجاہد دولت اول سلجوقی ۱۱۸۲ ماورانی اصفیائی اللہ
۴۷۵ء مطالب اقبال - داوری مدظلہ ایفا

جلال: تجلی قہاری ہے جملہ افعال و آثار صفات و صفات کا صدور اس سے ہوتا ہے۔ - حال: تجلی مرتبہ و لغت یہ جملہ افعال و آثار و صفات و صفات کا صدور اسی سے ہے۔ اور بھی جلال سے مرتبہ لغت اور حال سے مرتبہ وحدت مراد ہوتا ہے۔ کبھی ذات کے مرتبہ و صفات کو جلال اور مرتبہ ظہور کو حال کہتے ہیں۔ اس قدر پر ذات سے جملہ مراتب میں جلال و جمال دونوں پائے جائیں گے اس لئے کہ ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہر مرتبہ میں ایک جہت و ذاتی اور ایک جہت ظہور کی یعنی تنزیل و کشیمہ اور لغت ذات کے مراتب داخلی وحدت، وحدت، واحدیت کو جلال میں اور مراتب خارجی ارواح، افعال اور سالم اجسام کو حال کہتے ہیں اس لئے کہ عالم اجسام میں پورا ظہور ہے اس سے زیادہ نمایاں اور عیاں کوئی نہیں ہے اور حال کے معنی غایت ظہور ہے ہیں باقی سب مراتب اس سے خفی و نشان ظہور میں کم ہیں۔ (اسی لئے مسلم نے لکھا ہے تجلی نیت آدمی را ثبات)۔ چنانچہ غایت حقائق جو مرتبہ گنج خفی سے اس جلال سے تعبیر کرتے ہیں اور بھی جلال سے استغناء و معشوق اور حال سے ہر بانی معشوق و الہام غیبی و کشف الزاریاں مراد لیتے ہیں۔

جلال و جمال: ذات حق سبحانہ و تعالیٰ مرتبہ گنج خفی و کشف کنز سے تنزل فرما کر لکھائے ہیں یعنی حقیقت قہر میں جلوہ گر ہوئی۔ یہاں سے اس ذات بے چون و بے چگون کا ظہور شروع ہوا، اور تمام افراد عالم اسی حقیقت قہر میں سے ظہور میں آئے یہ حقیقت قہر میں کل مراتب ظہور کی جامع ہے۔ یہی حقیقت قہر میں مرتبہ واحدیت میں آکر متصف بجمع صفات و سمیٰ بجمع رساء ہوئی اور باعتبار حال کے متصف ہو کر سمیٰ باسیم ہادی اور باعتبار صفات جلال کے متصف ہو کر سمیٰ باسیم فضل ہوئی اور جمیع رساء جمالی و جلالی کا یہیں تحقق ہوا اور حقائق جمالیہ و جلالیہ متعین ہوئے، اور اس مرتبہ واحدیت سے نیچے نزول کر کے عالم ارواح میں ماتحت رسم ہادی کے حقائق جمالیہ سے ارواح ملائکہ و ارواح ہل جہت ظہور میں آئیں اور ماتحت رسم فضل کے شہادین و ارواح دوزخ کا ظہور ہوا اس کے موافق عالم مثال میں اور مثال کے موافق عالم اجسام میں ظہور ہوا۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ فنہ مطلقات موفیہ مشمولہ لقوف در اسلام ماسم عنی میں ان کلمات کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

جلال: اوصاف قہر حضرت الوہیت است [ابن عربی]
آئینہ متعلیٰ بہ قہر و غضب خداوند است [تذلیات]

حال: اوصاف لطف و رحمت خداوند است [سما شانی]۔

ترجمہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی وہ صفات جو اس کی قدرت، جبروت اور اقتدار کا اظہار کرتی ہیں صفات جلالی کہلاتی ہیں۔ اور جن صفات سے اس کی ربوبیت، رحمت و کرم کا اظہار ہوتا ہے

یالہمت جاذب ہے اقوام کی خود ان میں جذب نہیں ہو سکتی، ۵۰۹
 ”تمام افراد ملت میں مساوات اور برابری ہے۔ یہاں کسی اشتراکیت کا حوالہ نہیں
 چلتا سوائے خوف خدا کے۔ اسلام ایک انجمن ہے جہاں نہ کسی مملکت یا
 طبقہ کی گنجائش ہے نہ ملازم کی گنجائش ہے نہ ذات پات یا طبقات
 کی گنجائش ہے اس انجمن کا قیام دو کلمات پر ایمان سے ممکن و طے
 ہے۔ اس کی آفاقیت اور بین الاقوامیت ہے۔ یہی بندھن تھا
 [ایک گنجائی] حق جوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کو سیاسی
 قوت بنایا، ۵۰۱۰ خیا مناشی و قلوبنا و اہلہ
 ملت بیضا ت وجاہ لا الہ
 لا الہ سرایۃ اسرار ما
 حریفش از لب چون بون آہو ہے
 صبا ز مارا پر رہ گدراں لا الہ
 رشتہ اش شیرازہ افکار ما
 زندگی را قوت افزاید ہے

ملت از یک رنگی دلہا ست
 روغن از یک جلوه سینا ست
 قوم را از لہ ۶ باید یک
 جذبہ باید در شستہ او یک
 در ضمیرش مدعا باید یک
 ہم عیار خوب و زشتہ او یک
 رشتہ دین قومش دین است
 وحدت نگہ ہم از نگاہ ما تم است
 تیر خوش پیان یک کہیم ما
 رعائے ما، مالی مایکے است
 یک نما ایک ہیں یک اندیشیم ما
 طرز و انداز خیال مایکے است
 مازلفت ۶ او اخوان شوم
 یک زبان یک دل و یک جانید ہم
 ۵۰۸۱

گرچہ ملت ہم بھیروشل فرد
 است مسلمہ ز آیت فرد
 از اجل و جان پذیروشل فرد
 لعلش از نگاہ فارابی است

ما کہ قصیدہ صراحت خیم
 حافظ و خیر آتاب و حکیم
 ۵۰۸۲

”میرا ایمان یہ کہ خدا کی وحدت مطلق کے شاید واحدی حیثیت سے ہمارا وجود اب بھی دنیا کے لئے ناگزیر ہے۔ اقوام عالم
 میں ہماری حیثیت سالن شواہداتی ہے“ ۵۰۸۳

شعبہ ۱۶۵/۱۶۵۸۰ مادیات سے گزروا عانیات میں قدم رکھئے۔ مادہ کثرت ہے کیہاں روح
 نور ہے۔ حیات ہے، وحدت ہے۔ ایک سبق جو میں نے تارخِ اسلام
 سے لکھا ہے یہ ہے کہ آٹھ وقتوں میں اسلام ہی نے مسلمانوں کی
 زندگی کو قائم رکھا۔ مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی۔ اگر
 آج؟ چاہیے کہ ہمیں پھر اسلام [توید و رسالت] پر جانیں اور اس
 کے زبردستی قبول نہ کیا کریں مگر اس کی انتشار میں حور ہے کی انتشار اور پھر کثرت
 از رنوش ہر حاشیہ کی اور آج کا وجود ملکات و برابری سے محفوظ
 ہو جائے گا، ۱۶۵۸۰

مقلات و تاشی: (۲۹۷) گرامی: مولانا غلام قادر گرامی، غلام قادر گرامی
 جالندھری فارسی کے بڑے عالم اور سید ہر شاعر، علامہ اقبال کے خاص دوستوں میں تھے۔ علامہ اقبال سے ان کے تعلق
 ۱۹۰۲ء سے تھے۔ گرامی نے تعلیم ختم کرنے کے بعد مدنی اختیار کی، کچھ عرصہ قلم نویس میں بھی رہے۔ چار سال تک
 لاہور میں نورب فتح علی خان قزلباش کے معلم و تالیق رہے۔ یہاں سے نورب بخارا ملک سید حسین بگلرامی کے
 چھوٹے بھائی میر سید حسین بگلرامی کی وساطت سے میر میر علی خان آصف جاہ سادس، نظام کن کے
 دربار میں پہنچے اور شاعر خاص مقرر ہوئے۔

۱۹۱۷ء تک بگلرامی حیدرآباد میں رہے۔ شادی ہوئی پورے شیخ قزلباش کی دختر قبائل
 سے ہوئی تھی اور گرامی نے جالندھری سکونت ترک کر کے اپنی سسرال پور شیار پور میں رہنا شروع کر دیا تھا۔
 وہیں ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء کو انتقال ہوا۔ علامہ اقبال اپنی فارسی زبان کی صحت و معیار کے لئے گرامی کی
 رائے کو بہت وقعت دیتے تھے۔ ان کے نام اقبال کے لئے فخر و ملکہ ہیں، ۱۶۵۸۰
(۲۹۸) احدثیت: احد: خدا تعالیٰ ایک اور بوں وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

وحدت عددی مراد نہیں ہے۔ وحدت لبط اور وحدت معنی مراد ہے (آریائی اقوام میں یہ وحدت حق
 اور وحدت معنی کا تصور بھی پہنچ ہی نہیں سکا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ مرحوم آریائی ہونے کے باوجود
 (جس میں تو فیہ القور بھی شامل ہے) سے آگاہی پر نازاں تھے۔

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر مذہب ہیں
 برہمن زادے دین آشنائے دین و تہذیب است

وزن مجید (سورت اول) میں (انہما) میں (انہما) نے اپنے لئے (احد) استعمال کیا ہے ۱۶۵۸۰
 احد سے احدیت، ذات پاک کے اس مرتبہ کو کہتے ہیں جس میں کسی وہم و خیال کسی لفظ کا گنجائش نہیں۔

۱۶۵۸۰ حرف اقبال ص ۵ (فصلیہ عدولت آل و نواہی سلم بیگ سدرت جلدیں الم آباد، ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء)
 ۱۶۵۸۰ کلیات مکتب اقبال - برنا جلد ۱ ص ۱۳۴ بحوالہ دماورین اقبال کی نظریں - تہذیب اسلامی ص ۱۸۶ نامہ ۲۰۵
 ۱۶۵۸۰ کلیات اقبال - ماہد ۱۹۲۲

جس کی فقیرت زبان نامہ، جس کے اور آگے سے عقل عاجزہ اسی لئے اس مرتبہ کے واسطے
اسی نام قرار کے ہیں۔ مرتبہ لا تعین، مرتبہ مالا بشرطہ شی، ذات بحث، وجود المطلق
بے چون و بے چگونه ۷۸۷

(۲۹۹) سلجوق

تعمیق یہ ہے کہ ترکہ قبیلہ مانا ہے جو اپنے حورث الی سلجوق ہی کے نام سے منسوب ہے۔
تعمیق یہ ہے کہ ترکہ قبیلہ مانا ہے جو اپنے حورث الی سلجوق ہی کے نام سے منسوب ہے۔
تعمیق یہ ہے کہ ترکہ قبیلہ مانا ہے جو اپنے حورث الی سلجوق ہی کے نام سے منسوب ہے۔
تعمیق یہ ہے کہ ترکہ قبیلہ مانا ہے جو اپنے حورث الی سلجوق ہی کے نام سے منسوب ہے۔

۷۸۷ میں غزنوی ملک بغداد پہنچا اور اس کا نام خلیفہ میں پڑھا گیا۔ اس سلجوقیوں کی قوت
بہت بڑھ گئی کہ عبادت کمزور ہو گئے تھے اور دراصل رب سلجوقی ہی رسولی ممالک کے اصلی فرمان
سمجھے جاتے تھے۔ ان کے عہد حکومت میں ایران میں بڑے بڑے شعراء، علماء اور الشاہ پرداز پیدا ہوئے
سلجوقیوں کی سب سے بڑی شاعری تو وہی ہے جو سلاجقہ بزرگ کہلاتی ہے اور جس کا خاتمہ
سبزیہ ہو گیا لیکن اس شاعری کے علاوہ بھی سلجوقی دور مان کے بہت سے سلسلے مدحیوں میں ان کے خانات
حصوں اور ایسا مائے کو چیک میں ویاں دلائی کرتے تھے۔ یہ سلسلے اپنی مقبوضات سے منسوب ہیں مثلاً
سلاجقہ کرمان (۷۲۲-۷۸۲) سلاجقہ شام (۷۸۷-۸۵۱) سلاجقہ عراق (۸۵۱-۹۵۹)
سلاجقہ روم (۹۷۰-۱۰۷۰) - حوالہ فارم کا تعلق اس سلسلے سے ہے۔
سلاجقہ بزرگ کا شجرہ حسب ذیل ہے

سال جلوس	نام	سال جلوس	نام	سال جلوس	نام
۷۲۶ھ	۱۔ طفل	۷۵۵ھ	۲۔ ابی اسلا	۷۶۵ھ	۳۔ ملک شاہ
۷۸۵ھ	۴۔ محمود	۷۸۷ھ	۵۔ بریلیدق	۸۹۸ھ	۶۔ ملک شاہ ثانی
۷۹۸ھ	۷۔ غیاث الدین	۸۵۱ھ، ۸۵۲ھ	۸۔ سبزیہ		

تاریخ ادبیات ایران میں سلجوقیوں کا عہد بڑا اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں جو بڑے بڑے شاعر اور
الشاہ پرداز پیدا ہوئے وہ یہ ہیں نام حسرو، خیام، الوری، خاقانی، نظامی گنجوی، فطیمہ بلخی، باباطاہ غریانی
الوالجری، عطاری، حوالہ فارم۔ ان میں سے کچھ شاعر الیہ ہیں جو سلجوقیوں کے تحت حکمرانوں کے دربار سے متعلق تھے۔
سیاست دانوں میں نظام الملک لوی، مقنونی، امام غزالی اور عمر خیام، اس عہد سے متعلق ہیں۔ اس عہد میں مسلمانوں کی
دعوت بیٹھ گئی خلفائے عباسی کی گرتی پرتی دیر اور کورن ہی نے سبغ اللہ دیا ۷۸۸

۷۸۷ اصطلاحات صوغیہ - ۱۱۰۰ قمریہ القدر ۱۱

۷۸۸ تکیات فی الامامہ - ۵/۲۲۱ بحوالہ تاریخ اسلام (انگریزی) ایرانی تاریخ عالم اسلام (انگریزی) بروکلین

زندہ رود

۱۶۵۹ - من کیستم؟ تو کیستی؟ عالم کجاست؟
در میان ما تو دوری چیست؟
من چہ در بند تقدیرم بگو
تو ہمیری من چہ میرم بگو؟

ندائے جمال
۱۶۶۲ - بودہ اندر جہان چار سو! ہر کہ گنج اندر ویر در او
زندگی خواہی؟ خودی را پیش کن چار سو از غرق اندر خویش کن
باز بینی من کیست تو کیستی؟
در جہاں چون مردی و چون رستی؟

زندہ رود

۱۶۶۴ - پوزش این مرد ناواں در پذیر
پروہ را از چہرہ تقدیر گیر (۷۷۰)
۱۶۶۵ - انقلاب روس و آلمان دیدہ ام (۷۷۲)
شور در جان مسلمان دیدہ ام
ویدہ ام تدبیراتے غرب و شرق
وانما تقدیراتے غرب و شرق

افتادن تجلی و جلال

۱۶۶۸ - ناگہاں دیدم جہان خویش را
غرق در نور شفق گوں وید مسش
آن زمین و آسمان خویش را
سرخ مانند طبرخوں وید مسش (۷۷۳)
زاں تجلی ہا کہ در جام شکست
لوز او ہر پردگی را واد مسود
چون کاہم اللہ فتادم جلوہ مست
تاب گفتار از زبان من ریزد

از ضمیر مسالم بچند و چون
یک نوائے سوز آک آمد برون

بگذر از خاور و افسونی افترگ مشو !
 کہ نیز در بھوے این ہمہ دیرینہ و لو
 آن نگینے کہ تو با اہر مناں باختہ
 ہم جبریل امینے نتواں کرد گرو
 زندگی اجنہ آرا و نگہ دار خود است
 لے کہ در قافلہ بچہ مشو با ہمہ رو
 تو فروزنہ تر از مہر منیر آمدہ
 آنچنان زی کہ بہ ہر فرہ رسائی بہر تو
 چوں پرکاہ کہ در رگبزر باد افتاد
 رفت اسکندر و دارا و قباد و خسرو
 از تنگ جای تو سیکہ ہوا گروید
 شبستہ گرو حکیمانہ بیاشام و برو

حواشی و تعلیقات : شعر نمبر ۱۶۶۲-۶ چار سورا غرق اندر نوش کن : البتہ اللہ تعالیٰ مدد فرمادہ

مشنوی روی لکھنویت آن پیر عرب کہ دلالت کرد حلیہ سعیدہ را با ستاننت از بیتاں " کچھ زیادہ ہی خوش تھی بھول شام
 آئے " مولانا دم سے اخذ کردہ نتائج ہی ہر نظر کی ہے اور روایت کی جھان بھٹک پر بھیان پس دیا۔ مولانا دم سے
 حضور کے ایک بار حلیہ سے گم ہو جانے کا واقعہ نقل کیا ہے اور کہہ دے " سائزای کے روبرو نام لکھ لیا " مٹھی کی چنج دیکار
 اور ابقر حلیہ سے لکھ لیا چن در چند دلفات خرق مارت " سن کر بولے گا " پکار اٹھنا - سنا کر لکھا ہے ۔

گفت بیزیش لے حلیہ شاد باش ! سجدہ شکر آو ، رو را کم قریش
 تو خود نم کہ نگرور یاوہ لو بلکہ عالم یاوہ گرد اندر لو ۵۰۸۹

علامہ نے سرمد سے منسوب شعر [ملا گوید احمد بنک بہر شد سرمد گوید ملک باجوہ در شد] کا ماخذ بھی مولیٰ کے

کے تذکرہ بلا شکر کو بتایا ہے ۵۰۹۰ دارالعلوم دیوبند میں مولانا دہلوی نے " شہادت و شہداء " کے تحت لکھا ہے :

۵۰۸۹ مفتوی مولانا دم و دفتر جہارم ص ۱۰۳ ترجمہ ناہی سماج حین ۔ اسلامی پبلیکیشنز ممبئی لاہور

۵۰۹۰ مفتوی مولانا دم و دفتر جہارم ص ۱۰۳ ترجمہ ناہی سماج حین ۔ دارالعلوم دیوبند لاہور ۔ رسالت اول ۱۹۷۷ء

وہ لکھتے ہیں

آفاق میں گم ہونے اور آفاق کو خود میں گم کرنے کی محنتیں وحدت وجود اور
وحدت شہود سے حوالے سے ہوتی رہیں اور عظمت انسانی کے واسطے سے بھی
مگر اقبال (انداز کے مرشد، معنی بھی) پیغمبرِ اسلام کے چمپن کے ریکارڈ واقعہ
سے بھی استناد کرتے رہے۔ ۷۹۱

شعبہ ۱۴۶۔ پولوش، عذرت، معذرت، صافی (فرنگ عامرہ)۔

تقدیر: سلاطینوں تقلیدات نمبر ۴۹، ۴۹، ۱۸۹

(۲۰) انقلاب روس: زار روس الیگزندر سوم کے قتل کے بعد انقلابی سوشلسٹ تحریک مزید تیز
ہو گئی۔ اس قتل کے الزام سے ولادی میریلینچ اکیلا گرفتار کیا گیا اور بھی بھائی الیکساندر کو بھی بھائی کی سزا ملی۔
ولادی میرن تسلیم اور دھوری چھوڑی اور انقلابی سوشلسٹ تحریک میں شامل ہو گیا اور لینن کے فنی نام
سے (چورہ یا لینن) سے ماخوذ ہے۔ انقلابی مفہامیں لکھنا شروع کئے۔ ۱۹۱۷ء میں جب روس
میں جمہوری نظام قائم ہوا تو جرمن فوج حکام کی مدد سے لینن نے روس واپس آکر روس کی جمہوری
حکومت کے سربراہ کی نشست لی۔ کا تختہ الٹ دیا۔ سوشلٹ حکومت کی تشکیل کی جس کا جیٹرمین وہ
خود بنا۔ زمین کا شتکاروں میں بانٹ دی اور ایک اشتراکی نظام برپا کیا۔ اس کے بعد زور کی خانہ جنگی
ہوئی اور اشتراکی قوتوں کو فتح حاصل ہوئی۔ لاکھ لاکھ انسان مارے گئے تاکہ سرخ جنت آباد ہو۔
لیکن ۲۷ برس بعد یہ سرخ جنت جذبہ سلطنت سے محروم، انسانی مشینوں، کا دہیار ہو کر، اقتصاد کی
کا شکار ہوئی اور وہ ریاستیں جنہیں مللارم سوشلٹ یونین بنی تھی تتر بتر ہو گئیں ۷۹۲

علامہ اقبال انقلاب روس کے مزاج تھے کہ اس طرح شاید دینِ قیم کے فہانے
”قل العفو“ کی پوشیدہ حقیقت ”مردار ہو“ لیکن خود روس کے لئے وہ کسی مثبت
انگلی مذم کے منتظر تھے۔

ہم خیال بینی نہ در دور فرنگ
از غیرش حرف لا آمد برون
کرہ ام اندر سائنس
در محبت بختہ کے گرد خیل
بزرگی با خواجگی آمد بخت
از غیرش حرف لا آمد برون
لا سلاطین لا کلیسا لا ایلہ
تا نرد لا سوئے الا دلیل

در تمام انیاساید حیات

سوئے الائی خراہ کامانات ۷۹۳

علامہ سرفراز حسین نے نام خط میں لکھا: ”روسی زمین کی وجود منفی کیفیت غریبہ دیکھ کر میں ڈر گیا۔ بھلا کوئی شہری تمام لامرہ ہی
۷۹۱ء جاوید نام: حقیق و تو صبح صبح ۱۸۳ البقا - ۷۹۲ء تحقیق آگاہی کے مکتوب سبب البقا صبح ۶۰
۷۹۳ء کلیت انبال فارسی مکتوب ۸۱۷ (شہنوی ہیں چہ باہر رد)

(۲۷) **الغلاب المان** : پہلی جنگ عظیم کے بعد جب بری طاقتوں نے جرمنی کی قسمت کا فیصلہ کیا تو کچھ عرصہ وہاں جمہوری نظام کی ایک صورت قائم رہی۔ ۱۹۳۰ء میں جرمنی نے پھر انٹرنیشنل فینٹہ کر لیا۔ دوسرے مصلحانہ دارسا پر نظر ثانی کے لئے حالات پیدا کرنا تھا۔ یورپ کے (مقتضیٰ نظام) اور قوام میں بگاڑ کے ساتھ جرمنی میں بھی ملٹی ریشترکیت کی تحریک (بھری) ہینڈلبرگ نے اس تحریک کے سرگروہوں کو (۱۹۳۳ء میں) وزیر اعظم نازد کر لیا۔ جس نے اپنی حمایت کے علاوہ تمام جماعتوں پر پابندی لگا دی اور کمیونسٹوں، سوشلسٹوں اور جمہوریت پسندوں کے خلاف لاکھوں گولی کو رواج دے کر ڈکٹیٹر بن گیا۔

۱۹۳۶ء میں ڈن لینڈ پر قبضہ کیا۔ ۱۹۳۸ء میں آسٹریا کو جرمنی میں برسرِ شمشیر شامل کیا۔ ۱۹۳۹ء میں چیکوسلواکیہ پر قابض ہوئے۔ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولینڈ میں فوجیں داخل کر دیں جس سے دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ دورانِ جنگ ہٹلر نے ڈنمارک، ناروے، ڈینمڈ، بلجیم، ڈالز اور بلغاریا ریاستوں کو فتح کیا۔ ۲۲ جون ۱۹۴۱ء میں روس پر حملہ کیا اور آدھے ملک پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۹۴۳ء میں ہسپہ الٹا چلنے لگا۔ کئی محاذوں پر جرمنی واپس ہٹا ہوا۔ ۳۰ مارچ ۱۹۴۵ء کو روسی افواج نے برلن کا محاصرہ کیا۔ ہٹلر کو جب کوئی امید نظر نہ آئی تو خودکشی کر لی اور اس طرح دنیا کو ایک عذاب سے نجات ملی۔ اس عذاب میں۔ نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ بھی شامل ہے ۱۹۴۵ء جو بالٹ ڈوب ہوا۔

جس زمانے میں جاوید نام لکھا گیا ہے ان دنوں سلام ہو رہا تھا کہ ہٹلر کا لوگ اقبال عروج کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور اس انقلاب کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۳ء تک مسلسل عروج پر تھا۔ علامہ نے اسی انقلاب کی طرف اشارہ کیا ہے "۱۹۴۴ء

شور ۱۹۴۵ء - شور درجہاں مسلمان و پرہیزگار : ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۳۲ء نہ صرف

ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی مسلمانوں کے اندر ذہنی ہلچل اور بعض "زندہ و بیدار" قوم کے سے اقدامات کا نام نہ تھا۔ خطبہ الزام آباد - نہرو رپورٹ - شری سنگھٹن - سولج کا لغو، - "قول میرا نالز نسین" کشمیر کی تحریک کشمیر کمیٹی اگست ۱۹۳۱ء میں کل ہند میں - قوم کشمیر کا انعقاد - کئی دوسرے واقعات ایسے ہیں جن سے علامہ - کم از کم شور درجہاں مسلم، سما اندازہ کر سکیں - قافلہ ایک سمت چل تو پڑا تھا۔ ۱۰ اپریل یا مسلم کانفرنس کے حوالے سے جو با مسلم لیگ کے حوالے سے - ایک مثبت ہلچل پیدا ہو رہی تھی - مجلس امداد اسلام کا کشمیر لکچر کمیٹی کے لئے "زمین و آسمان" کا موقف "سب ذہنی بیداری کی علامات تو تھیں - "قول میرا نالز نسین" والی ہر علامہ لگی ہوئی کے مخطوطات (ظہار خیال) کے مقابلے میں کھل کر بولنے کا انداز (ہنا چکے تھے یہ بھی مسلم اجتماعی فیر پر بھروسہ کی علامت بلکہ نتیجہ تھا -

شاہد مسعود میں کہا تھا جو لکچر -
 لالہ زخاک بریدید، موع باجو تپید
 خاک اشر شر رہیں، آب شکن شکن نگر ۱۹۹۸ء

شعر نمبر ۱۶۹۸ - **طبرزل** : مید سرف (برزن) جو بے سرف زرد، تلخ مزہ [مدار]۔ منزل سرف
[جمع الفات، فردوس الفات] = [عیان الفات فارسی ص ۴۱۳] :-

اپنے وطن کے زمین و آسمان کو منزل سرف کا طرے شفق آلود دیکھنا ایک
طرے "تندیر بند" خصوصاً ارد تقدیر غرب و شرق عموماً، کے لئے علامتی جواب ہے۔
(۲۴۳) اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی جانب جس میں رب آرنی کے جواب میں نن ترانی کا
ارشاد فرمایا مذکور ہے اور جس کے بعد حضرت موسیٰ بے ہوش گئے۔ "وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ بِمِثْقَاتِنَا
وَمَلَأْنَاهُ دَبْشَةً" قَالَ رَبِّ آرنی أَنْظِرْ إِلَيْكَ قَالَ نن ترانی وَلَكِنَّ النَّظَرَ إِلَى الْجَبَلِ
يَأْتِي أَشَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي "فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًا وَخَرَّ مُوسَىٰ
صَفِيحًا" فَلَمَّا آفَقَ قَالَ سُبْحَنَكَ ثَبُثَ إِلَيْكَ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۱۰۹۹

اور جب موسیٰ ہمارے وقت (موعودہ) پر آئے اور ان کے رب نے (ان سے) بہت لطف و عنایت کی
بائیں لیں۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو کرادینے کہ میں آپ کو کبھی نظر دیکھ لوں۔
ارشاد ہوا کہ مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے کیونکہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر
رہی جگہ پر برقرار رہو تو (خیر) تم بھی دیکھ سکو گے۔ پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی
(تجلی نے) اس پہاڑ کے ہر چھوٹے بڑے اڑا دیئے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے تو پھر جب اتفاقہ
میں ہوئے تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات منزہ (اور رفیع) ہے میں آپ کی جناب
میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔ **عالم بے چند و چون** :-
اپنے دل کے اللہ علامہ نے مستقبل سے متعلق جو تجلیات دیکھیں ان سے مثل حکیم جلہ مست
ہونے کا ذکر کیا۔ اور یہی وہ عالم دل ہے جسے انہوں نے "عالم بے چند و چون" لکھا جس سے وہ
صدائے سوزناک بلند ہوئی جو بصورت غزل رقم ہے۔

صدائے سوزناک ، **پلکرازا خاور** :- کلیات فارسی ص ۵۲۲ [زبوریم حصہ دوم: ۶۲]۔
چھ شروں کی اس غزل کا ترتیب تبدیل کی گئی ہے۔ بال جبر کی غزل کا شعر نمبر ۵ جاوید نامہ میں نمبر ۲
ہے۔ باقی ترتیب وہی ہے۔

مرب کلیم کی ایک نظم شمع اسید میں سوزے اچھے شعاعوں کو چستان و بیابان
و دروہام دیار و مدار کو چھوڑ کر دوبارہ اپنے تجلی کردہ دل میں سما جانے کا مشورہ دیا ہے۔ پس
پھر کیا تھا آفاق کے ہر گوشے سے شمعیں اٹھ اٹھ کر سوزنے سے ہم آغوش ہونے لگی ہیں
دک شہر ہے موز میں اجالا اپنی کلن
مشرق نہیں گولڈن نظارہ سے محروم
افزائے مشینوں کے دھوئیں سے یہ سید پوش
لیکن صفت عالم لا موت ہے خاموش

عصریم کو اسی سینہ روشن میں بھپالے اے ہر جہاں تاب نہ کریم کو فراموش
 لیکن ایک جہر ہر سبب کی طرح آرام سے فارغ شمع، بولی، جمعہ رخصت تنویر عطا ہو، نالہ مشرق
 کے ہر ذرے کو جہاں تاب کروں۔ خاور کی امیدوں کا مرکز خاک ہند ہے میں سے نہ چھوڑوں گی
 جہلک۔ بت گلنے کے دروازہ پہ سوتا ہے برہنہ تقدیر کو روتا ہے مسلمان تیرے صواب
 مشرق سے ہو بیناز نہ نوبت حذر کر فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر ۵۰۰۰
 آج سلامہ مشرق و مغرب کی تقدیر جو ہر شب [شب مغرب و شب مشرق]
 کو سحر کر سکتی ہے۔ ایک اور صرف ایک — تو فروزنہ تر از میر منیر آمد — بتاتے ہیں
 اور یہ کہنا ہے، اسلام، سے۔ شرط حکیمانہ بیاشام — ہے — آج پوری
 دنیا میں اسلام نہیں مسلمان ظلم و استبداد کا شکار ہے تو صرف حکیمانہ نبوش کے فقدان سے
 سے — درنہ مشرق و مغرب کے سارے اندھیرے اس نور سے دور ہو سکتے ہیں صرف اور
 اسی نور سے جو بطور موعظت آیا انسانوں کے دلوں کی بیماری کی دوائے شفا اور اہل ایمان کے لئے
 رَحْمَةُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ
 لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝۵۰۰۰ خطاب انسانوں سے ہے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ — لہذا مشرق و مغرب کے مسائل کا حل بھی ہے
 شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۔

نفسی خرابیوں کا مصلح یعنی صرف الدین : (اور شارع دین کا سوا ہے)

منقریہ کہ۔ اسی کا نقش قدم ہے مراد قوموں کی

تو جس کا پہلا ہی زمین ہے منقبتی والا [ارشاد انور]

۲۴۴) سکندر اعظم

مقدونیہ کے حکمران ملک فیلقوس کا بیٹا تھا ۳۵۶ ق م میں پیدا ہوا۔ ارسطو
 نے اس کی تربیت کی۔ ارسطو نے پوری دنیا کو یونان کی غلامی میں آنے کا جو خواب دیکھا تھا۔ اس
 کے شاگرد نے حکمران بننے کے بعد اسے پورا کرنے کی کھٹانی۔ ڈیورانت کا یہ خیال کہ سکندر کی
 باطنی وحشت ہمیشہ ظاہر ہوتی رہی اس لئے کیا جا سکتا ہے کہ اسے ارسطو کی شاگردی نے کچھ فائدہ
 نہیں پہنچایا اس حقیقت سے بخیر کا نتیجہ ہے کہ ارسطو کی تعلیم ہی تو سکندر کو فاسخ عالم
 بننے پر مجبور کر گئی۔ اور کم مانی میں اتنی فتوحات کر گیا کہ اعظم کہلنے والوں کی صف میں جگہ پائی
 سکندر نے پہلے ایران کو فتح کیا جہاں ہخامنشی حکمران دارا ثالث کو شکست دی
 پھر ہندوستان کی طرف بڑھا۔ پورس سے مقابلہ ہوا اور شکست دی۔ لیکن سکندر اعظم کی فوجوں نے آگے بڑھنے
 سے انکار کر دیا۔ ہوں ہندوستان پر پہلا یورپین حملہ آور واپس ہو گیا اور راستے ہی میں عراق کے شہر بابل میں فرات کے کنارے بخار سے فوت ہوا ۵۰۰۲

۵۰۰۰ کلیات اقبال اردو ص ۵۶۹ نامہ ۵ [مغرب کیلیم: شعاع امید] ۵۰۰۰ یونس: ۵۰۰۰
 ۵۰۰۰ تلخیصات اقبال، عابدہ ص ۱۰۰۰ عارف اقبال، علی حسن افزہ ص ۲۶۱، یونان و تاریخ، پاک ہندوستان

(۲۷۵) **وارا (وارپوش اعظم)** ایران کے ہخامنشی دور سلطنت کا جلیل القدر بادشاہ تھا۔ یہ آس فاوادے کا وہ بدلیب حکمران ہے جسے سکندر

مقدونی کے ہاتھوں شکست کھائی۔ لیکن اس کی بیٹی سکندر کے عقید میں آئی اور یونان ہیرانی تمدن کے اثرات سے مستفید ہوا جس طرح ہندوستان میں یونانی تہذیب کے زیر اثر گندھارا تہذیب پروان چڑھی۔ وارا کا عرصہ حکومت ۵۲۱ تا ۴۸۵ ق م ہے۔ اس کے عہد میں ارمینیا، مصر، کاسپر، مشرق وسطیٰ وغیرہ میں اپنے ہی امراء اس کے خلاف ہو گئے۔ اکثر بغاوتیں ہوئیں اور فوجیں کثیرت سلطنت کی وسعت کا سلسلہ بھی جاری رہا اور سازشی امراء کی سازشیں بھی جو بالآخر وارا کی جان لے گئیں۔ قاتل نے اپنے ایک قیدی میں تاہوں کے نام بھی لئے ہیں۔ جاونپدر دماہ یار وغیرہ۔ اس بادشاہ کا سنہری دور کئی باتوں کے لئے مشہور ہے۔ فتح سندھ کے بعد سندھ

سے لے کر سوزند پہلے بحری سفر، پھر بحرہ قزق کو دریائے نیل سے ملنا، اس ہندوستان میں شاہی نائب کا قیام، یہ تقریبیں اور مقدونیہ کی فتح۔ ۵۱۵ میں کھڑوں قہر، فکھ ڈاک اور کھڑے سراغ رسانی کا قیام۔ (۲۷۶) **قباد** : (۴۸۴ تا ۴۲۴)۔ ایران کا بادشاہ اس نے بغیر شہر آباد کیا جو کوہ قاف میں ہے اور اب ایلزبتھ پول کہلاتا ہے۔ اس کے عہد میں مزک نے عدم تشدد اور جاہلوں کو مارنے کھانے سے احتراز کی تعلیم دی۔ قباد اس کا پیرو بن گیا تو درباروں نے اسے ۴۹۸ میں تخت سے اتار دیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور دوبارہ سازشی کے نتیجے میں، درباروں کے قتل سے خون بہایا۔ قباد، کیقباد سے مختلف شخصیت ہے۔ کیقباد، کیانی بادشاہ تھا اور فریون کی لسن تھا۔ **کیقباد** : علامہ نے چونکہ زبوریم میں کیقباد کا ذکر بھی کیا ہے اس لئے اس کے احوال بھی دیتے ہیں۔ چون کہمال میں اسے فقر دلیل خسروی ست

سند کیقباد را در تیر نوریا طلب ۵۰۶

کیقباد نے ایران پر سال حکومت کی۔ جب توران سے افراسیاب سے تخت ایران پر قبضہ کر لیا تو کیقباد نے کوہ البرز کے دامن میں پناہ لی۔ لیکن رستم کی ہمت نے افراسیاب کو شکست دے کر کیقباد کو دوبارہ تخت و تاج بنایا۔ کیقباد ۴۰۵ ق م سے ۵۰۸ ق م تک حکمران رہا۔

(۲۷۷) **خسرو** : ایران کے بادشاہ عموماً خسرو کہلاتے تھے لیکن یہ ایک ہیرویز اور دوسرے نوشیروان کے ناموں کا حصہ بن گیا۔ **خسرو نوشیروان** : قباد کے بیٹے خسرو اول نے مزک اور اس کے پیروکاروں کو تہ تیغ کیا جس پر اسے الزشین ردا، [نوشیروان] کا لقب ملا۔ جو تاریخ میں نوشیروان مال کے نام سے مشہور ہے۔ مزکیہ کے خلاف اس کا اقدام، کسی بھی صورت خلاف عدل نہ تھا۔ ورنہ نوشیروان کا مطالعہ مزاہب، حلیف الامون اور اکبر المظلم، سے کسی صورت کم نہ تھا۔ مزکیہ مغرب اخلاق بھی تھی

۵۰۴ء تعلیمات اقبال - ماہ ص ۲۹ ۵۰۵ء ادب نامہ ایران - بدشتان ص ۳ بحوالہ سپہبدی آف پرشیا (انٹرنیٹ) سرپرستی سائیکس ۱۳۳/۱۴۲ - ۵۰۶ء حکایت اقبال پٹری ص ۵ (از ترجمہ جہدوم: ۴۷) -

اور قوم و ملک کے لئے تباہی کا پٹ بھی ۔ نو شیروان نے ملکی خوشحالی کے لئے نہایت مفید قوانین بنائے —
 عدم خوشحال ، ملک پراس اور مستحکم پڑا یونان سے سات ملقی ایران آکر نہاہ گزین پوٹے جنہیں ایرانی
 بادشاہ جسٹینین نے مذہبی تعصب کے تحت ملک بدر کر دیا تھا ۔ ہر نو شیر برٹوں کا خیال ہے کہ مجھی لقصوف
 اسی نو ملکہ طوقی فلسفہ کی بدولت ظہور میں آیا ۔ ملکی اصلاح کا حقیقی ذمہ دار سانی عہد کا ناخوڑ عالم
 بزرگمیر تھا ۔ اسی کے فلسفے اور سٹوڈنٹوں کی کتابیں اور ہندوستان کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ پہلوی
 زبان میں ترجمہ ہوئیں ۔ جنہ پر میں ایک یونیورسٹی قائم ہوئی جس میں فلسفہ و طب کے علاوہ دیگر
 علوم کی تعلیم دی جاتی تھی ۵۰۰

حسرو پرویز : نو شیروان کے بعد ہرز چار تخت نشین پڑا نالائقی کا اس ہر بددماغ بھی اپنے
 بہادر جرنیل بہرام قہسب سے توہین آمیز سکوک جان لیوا ثابت پڑا ۔ اس ہرز کے بعد حسرو
 پرویز ۵۹۱ء میں تخت نشین پڑا ۔ بہرام کے نام صلح کا پیغام بھیجا مگر جواب ملا اب
 تلوار فیصلہ کرے گی کہ یہ تخت و تاج کس کا ہے ۔ چنانچہ ایک خون ریز جنگ میں حسرو ہار گیا اور
 ایشیائے کوچک کے بادشاہ مارسیس نے ۶۵۱ء نہاہ لی ۔ سال کے بعد رندر رومی بادشاہ کے تعاون سے
 حسرو پرویز نے بہرام کو شکست دے کر تخت و تاج سنبھالے ۵۹۱ء سے ۶۲۷ء تک ہر اقتدار
 رکھ کر رومی سامانی بادشاہ سے جو فرائض ، گھوڑوں ، محلوں اور عجب سے بھرھ کر اپنی محبوبہ
 شیرین کے لئے مشہور ہے ۔

اس بدخمت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ملا ۔ کہیں
 اس نے چاک کر ڈالا ۔ نتیجہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں سے مارا گیا ۵۸۴ء اور
 سلطنت ایران ، مسلمانوں کے زیر پا آئی ۔

باب نہم — خطاب بہ جاوید

۵۲ تا ۵۶

سخن بشارت نو

خطاب بہ جاوید (۲۷۸)
[سخن بہ نثر ادنیٰ] (۲۷۹)

۱۷۶۱۔ این سخن آراستن بہ حاصل است
گرچہ من صد نکتہ گنتم بہ حجاب
گر بگویم می شود پیچیدہ تر
بر نیاید آنچہ در قحدر دل است
نکتہ دارم کہ ناید در کتاب
حرف و صوت اور آن پوشیدہ تر
۱۷۶۲۔ سوز اور از نگاہ من بگیر

یاز آہ صبح گاہ من بگیر
ماورت درس نخستیں بالتو داد
از نسیم او ترا این نکتہ پوست
دولت جاوید ازو اندوختی
لے پشتر ذوق نہ از من بگیر
۱۷۶۹۔ لا الہ گوئی؟ بگو از رو جاں
۱۷۸۰۔ مہر و گداز سوز لا الہ
این دو ضرب لا الہ گفتار نیست
عنچہ تو از نسیم او کشاد
لے قباغ ما بہائے تو از پوست
از لب او لا الہ آموختی
سوختن اور لا الہ از من بگیر
تاز اندام تو آید بوئے جاں
ویدہ ام این سوز از رو کہ
لا الہ جز تیغ بنہا نیست

۱۷۸۷۔ رستی با سوز او قہاری است
لا الہ ضرب است ضرب کاری است

خواستی و تعلیمات: (۲۷۸) جاوید اقبال: ڈاکٹر جاوید اقبال دبیار ڈیپٹمنٹس لائبریری
کونٹ مسلمہ اقبال کے فرزند اصغر ہیں ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۲ کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مسلمہ انہیں ایک
مثالی انسان اور مسلمان دیکھنے کے مستحق تھے۔ جاوید کے نام مسلمہ کے خطوط، منظومات، خصوصاً زیر نظر
حصہ نظم اس کی شہرت دیا ہے۔ جاوید نے The Development of Muslim Political
پانچ ڈی کا ڈگری اور سندھ میں بی بی سی رڈیو پر ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۰ء تک میکرر
اور ریڈر رہے اور سالہا کی وفات ہی جاری تھی۔ ۱۹۷۱ء میں لائبریری ڈاکٹر کے حج چنے اور ۱۹۸۳ء میں چیف جسٹس

بنے اور ۱۹۸۶ تک اسی عہدے پر رہے ۱۹۸۹ء تک سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۶ء میں Villa nova کیٹھولک یونیورسٹی امریکہ نے انہیں *Doctor of Humanae Letters* [ڈاکٹر آف ہیومن لینٹرز] کی اعزازی ڈگری دی اور ۱۹۹۰ء میں سلجوق یونیورسٹی قونہ (ترکی) نے بھی اعزازی ڈگری دی۔

۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک اقوام متحدہ میں بھارتیوں کی نمائندگی کی جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی زندگی کے حالات پر "زندہ رود" نامکے گزشتہ زندگی کا حق بھی ادا کیا اور اقبال سے طلباء پر بھی احسان فرمایا۔ "مئے لالہ خاں" علامہ اقبال پر مقالات کا مجموعہ ہے جو گویا جاوید نے معلم والد کی اس خورشید کی تکمیل میں مرتب کیا۔

میں شاخِ ناک ہوں میری غزل ہے میرا گھر

مرے گھر سے مئے لالہ خاں پیدا کر ۵۰۰۹

علامہ اقبال کے سڈرٹ کو جو نکل اقبال کے جوہر پر تیار ہیں *Strong Reflections* کے عنوان سے مرتب کیا۔ ڈاکٹر امتیاز احمد صدیقی نے انہیں اردو میں ترجمہ کر کے "سڈرٹ نکل اقبال" کے نام سے شائع کر دیا۔ جسٹس جاوید اقبال بفضلِ حیات ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ رکھے آمین ۵۰۱۰

(۲۷۹) **پیشراونو:** علامہ نے بعض انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے اور بعض طبع رائے نگین چھپنے لگے تھے، بانگ درا کی نظم "خطاب بہ جوانانِ اسلام" ماضی سے رابطے اور آج کی پیشرا: علم کے حوالے

چھپنے کی یقین لے کر آئی۔ اس نظم کا بنیادی خیال علمی و فکری خود قورنے کے ترغیب ہے۔

تجھے آج اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی کہ تو گفتارِ حقِ کردار تو ثابت و ستیلا
گنوا رہی ہم نے جو سلا سے حیرت پاٹی تھی شریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا روزانہ کے ماضی کے تھی ہمیں دنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چار

مگر وہ علم کے موتی تھے اہل اپنے آقا کی

خود کھینچیں دن کو یورپ میں تو لہجہ سپار ۵۰۱۱

یہ نظم غنی کاشمیری کے شعر "غنی روزِ سباہ میر لنگھاں رانگاں کن" کہ نویدِ دیہہ اش روشن شد چشم زنجارا سے تحریک پا کر مفعول تازہ کے مطابق لکھی گئی۔ "ناظمہ بنت میر اللہ" لکھنؤ کی شاعرہ کو پیش کیا گیا خراج بھی دراصل نوجوانوں کی ترغیب کا مایا رکھتا ہے۔ مگر ایسی چٹکاری بھی یارب اپنی فاکتس تھی کہ حیرت کے بعد یہ اعلان کہ

ہے کوئی ہمتا نہ تری نزدیکِ خاموشی میں دل رہی ہے ایک قوم تازہ رسِ آفوشی میں ۵۰۱۲

نوجوانانِ مسلم کے نام پیغام کا سلیقہ لے رہے۔ شوالہوی اب علم ہر تفسیر میں علامہ تجرؤنوں سے غافل ہوا

اظہارِ افشوس کرتے ہیں کہ نرے آباؤں نے جھیل کی جس سے واسطے ہے وہی باطل ترے کائناتِ دل میں تھیں ۵۰۱۳

۵۰۰۹ کلیات اقبال اردو ۲۹ [بال بریل: جاریہ نام] ۵۰۱۰ کلیات کعبیہ اقبال۔ برل ۵۰/۵۱ جلد ۲: نیز مطالعہ تعلیمی زمرہ ۲۵

نیز دائرہ معارف اقبال۔ انڈیا ۱۹۷۷ء، نیز مطالب اقبال۔ دائرہ ۵۲/۵۳ ۵۰۱۱ کلیات اقبال اردو ۱۸ ۵۰۱۲ البقا ۲۱۴ ۵۰۱۳ البقا ۲۲۱۔

تو مسلم نوجوانوں کی یہ حالت دلنہیں ستر جاتی ہے۔

نئے نوجوانز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی یہ بیداری یہ ترزا دی بیہوشی
کبائٹ تازہ پروانوں نے رہنا آئینا مکن
منافرد کٹ دکھلا گئی سحر کی چاکلی
حرارت سے بلکی بارہ تہذیب جافر میں
بھڑک اٹھا بھوکا بنے مسلم مائیں خاکی ۵۰۱۳

”جنگ بزرگ کا ایک واقعہ“ کے تحت منوان ابرہہؓ اسلامی ابو عبیدہؓ کے حضور میں ایک نوجوان کے شوق شہادت
کا اعداد منظوم کی ہے دور ابو عبیدہؓ کی زبانی یہ پیغام دیا ہے کہ ایسے نوجوان پیروں کے لئے واجب احترام
ہیں۔

لودہ بیرونہ کہ وہ نوجوان ہے تو پیروں پر تیرے عشق کا واجب احترام ۵۰۱۴
یہ سب ”جوانانِ اسلام“ کے لئے ترغیب ہی مار پیٹا تھا۔

حرم سرا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے جوانانِ ستاری کس قدر صاف نظر آئے ۵۰۱۵
یہ بھی جوروں کی طرف سے ایک پُر امید آئندہ کا اثر عجب سلسلہ نے کیا

ہیں یہ نا امید اقبال اپنی کشت حیراں سے
ذرا غم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی ۵۰۱۶

عقابِ روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں لہ
نہیں تیرا شمعِ قصر سلطانی کے گنبد پر
نظر آئی ہے ان کو رہنی خزل آسمان میں ۵۰۱۷
توٹ پیس ہے لبرارِ بشارت کی چٹانوں میں

یہ شباب اپنے ہوئی آگ میں جلیں کا نام
سخت کوششی سے یہ تلخ زندگانی نکلیں ۵۰۱۸

حرد کو ملامتی سے آزاد کر جوانوں کو پیروں کا تادکر ۵۰۱۹

دیوارِ عشق میں رہنا حیاتِ بیدار
اٹھانہ شیشہ گزلیں رنگ کے احساں
بنا زمانہ نئے صبح و شام بیدار ۵۰۲۰
سفالِ ہند سے مینا و جام بیدار ۵۰۲۱

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے

مرا عشق بڑی نظر بخش دے ۵۰۲۱

بہت مجھے آں جوانوں سے ہے سہاروں کو جو ڈالتے ہیں کند ۵۰۲۲

اگر جوان میں مری قوم کے جہور غور
قلندری مری کچھ کم سکندر سے نہیں ۵۰۲۳

اس قوم کو کشمیر کی حاجت دے رہتی
یہ جس نے جوانوں کی حوزی صورت نوادر ۵۰۲۴

۵۰۱۳ کلیات اقبال اردو ص ۲۲۵ پائے ۲۴۲ ۵۰۲۱ لایفا ص ۲۴۲ ۵۰۱۵ الفبا ص ۲۴۲

۵۰۱۴ الفبا ص ۳۰۳ بال جری ۵۰۱۸ الفبا ص ۱۱۳ (ایک نوجوان کا) ۵۰۱۷ الفبا ص ۱۱۳ (الغیتا)

۵۰۱۹ الفبا ص ۴۲ (سائی نہ) ۵۰۲۰ الفبا ص ۱۲۲ (سائی نہ) ۵۰۲۱ الفبا ص ۱۱۳ (سائی نہ)

۵۰۲۲ الفبا ص ۴۲ (سائی نہ) ۵۰۲۳ الفبا ص ۱۱۳ (سائی نہ) ۵۰۲۴ الفبا ص ۱۱۳ (سائی نہ)

شعر نمبر ۱۶۷۔ نگاہ (نظر) :-

علامہ علیؒ علم رحمت از کتاب دین از نظر کی بابت یوحییٰؑ پر علامہ نے فرمایا نظر کا مفہوم ہے صحبت ۵۰۲۵۔ "گواہ علامہ نے 'عبادہ اقبال' کو مخاطب کیا اور لیل نو کے نام پر پیغام رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توفیق یعنی لا الہ الا اللہ جسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل الذکر بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ذکر قبر کے اندھروں میں چراغ ہے کے معانی و مفہوم پر غور کرتے رہیں۔ وہاں فرمان باری تعالیٰ لَآ تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ یہ کہ عبارت صرف اللہ کی اور والدین کے ساتھ (احسان) کے مطابق کھمبہ کے ساتھ ماں باپ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ علامہ نے اولاد کو "مناج" کہا ہے جس کی قیمت کھمبہ زہید سے بڑھتی ہے۔ ماں باپ کی اطاعت اس پر مستزاد اور اس پر مستلزم ہے۔ آہ چھٹاؤں گویا ازمن کا مترادف ہے صحبت میسر برمانہ مو۔ (اِنَّ نَافِثَةَ الْبَلِّ جِئَتْ شَذُوْهَا وَاقَوْمٌ قِيْلَ: الرَّقْلُ) کی رو سے تین نفیس اور بات کو کم کرنے میں مؤثر ہے اس لئے اس سے کام لیا جائے۔ شعر نمبر ۱۶۸: اِلٰہ اسم نکو ہے۔ اس سے پہلے لائے نافیہ آنے سے شقی نفی ہو جاتی ہے۔ کوئی شے اور شخص چاہے کسی بھی حیثیت کا ہو اللہ نہیں ہو سکتا۔ اِلٰہ صرف اللہ ہے۔ اس کے حکم سے ہر کسی کی مرضی برپا ہوا ہے۔ اِلٰہ بکرباب صرف اور صرف کسی کو اپنا نام ہی، از رو جائیگا ہے ملو بہ صرف زبان نہیں بلکہ اعفاء و دوا سے اپنے اعمال و افعال سے اس کلمہ کی تصدیق کریں۔ اس لئے کہ خدائے نہ بھی دیا اِلٰہ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں ۵۰۲۶۔ "بوزرے جاں" کے لئے علامہ نے توفیق پر توفیق فرمایا۔ علامہ کا فلسفہ حقیقی 'توحید' کے روحانی مفیدہ کو عمل میں مشہود کرنے کا نام ہے۔ روز بے خدای کے مطالب سے خدام کے لئے "سورۃ فہلاس" کی تفسیر مانتخاب اس کی قوی دلیل ہے۔
تو در عذر را بخود پوشیدہ در دل آور آغیہ ہر لب چیدہ
مردم از مینے انگشتی ہر حصار خود شیشوں رنجی
یک شود توفیرا مشہود غائبش را از عمل موجود کن

لوت ایمان فراہ در عمل

مرد آں ایمان کرنا در عمل ۵۰۲۷

شعر نمبر ۱۶۸: وَابْتَغِ فِيمَنْ شِئْتَ الْخَيْرَ لَعَلَّكَ تَیْسِرُ لَكَ الْبَلَّ کوئی شے ایسی نہیں جو سبج فلاں نہ ہو اس (اللہ) کی۔ سورۃ الاعلیٰ، الرسول کو خلیف، شوبہ، تقدیر اور خدای کے حوالے سے یقین دلاتی ہے کہ ہر شے ان چار مراحل سے گزرتی ہے جس کو تقدیر ملتی ہے وہ انہی ہدایت بالظن کے مطابق عمل میرا ہے اَلَّذِیْ اَفْرَجَ الْمَرْحٰی ثُمَّ مَتَّأَتْهُ مَلْهُوٰی سَقَطَتْ لَدُنْكَ وَلَا تَنْسٰی ۵۰۲۹۔ چارہ (کاہ) ہم نے پیدا کیا اُس و آئنا، اُنکے کرکل سر جانا، پھر آئنا سہایا وہ تو ہمیں بخود آئے کو

۵۰۲۵۔ ملفوظات اقبال ابوالدین صدیقی ص ۹۷ الفضا ۵۰۲۶۔ کلمات اقبال اردو ص ۹۷ (فرہنگ لغت) ۵۰۲۷۔ کلمات فارسی ص ۱۵۷ ۵۰۲۸۔ بنی اسرائیل ص ۲۴ ۵۰۲۹۔ الہامی ص ۲۱۵، ۲۱۶

پڑھائیں گے تو آپ کیسے بھلا دیں گے۔ یعنی بھلا نہ سکیں گے۔ دوسرے مقامات پر یہی بات مختلف انداز سے دہرائی گئی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَنُحِيطُ بِمَا تَكْتُمُونَ ۵۱۳ اِنَّا عَلَيْنَا جَعَلْنَا الْقُرْآنَ ۵۱۴
 مدعا یہ کہ سماں و کوہ اسی کی عطا کردہ تقدیر سے باجید نہیں ہیں تو اُن سے بڑھ کر لا الہ
 گویا انہوں نے؟۔ انسان کو تقدیر پڑھائی گئی [ہدایتِ تعلیم کی گئی] اگر وہ بھی اسی کو
 اسی طرح جزوِ فطرت نہالیں تو یہ متعجب ہے، جس کی ضربِ ماری ہے۔ غیر اللہ کو ہاش ہاش
 کر دیتے ہیں۔

۱۹۸۳۔ مومن و پیش کساں سبقِ لطاق
 بالپیشیز وین و ملت را فروخت
 لا الہ اندر نمازین بود و نیست
 نفور و صوم و صلوات او نماز
 آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ
 رفت از او آن مستی و ذوق و سرور
 صحبتش با عمر حاضر و گشت
 آن ز ایزاں بود و این پندی نثر او
 تا جہاد و حج نماز از واجبات
 روح چوں رفت از صلوات و از صیا
 سیمہ را از گرمی حشر آں تہی

۱۹۸۹۔ مومن و غداری و فقر و لفاق !
 ہم متاعِ خانہ و ہم خانہ سوخت
 ناز را اندر نیاز من بود و نیست
 جلوہ در کائنات او نماز
 فتنہ او جب مال و ترس و برگ
 دین او اندر کتاب او بہ گور
 حرف دین را از دو پیشیز گرفت
 آن رنج یگانہ و این از جہاد
 رفت جہاں از پیکر صوم و صلوات
 فردا ہموار و ملت ہے لظام
 از چہنیں حراں چہاں امید ہی

از قودی مرسلان و رکنِ شت
 (۲۸۷) اے خضر! دوستی کہ آں گزشت

حواشی و تعلیقات : لطاق : پینی اکرنید . جمع لطق . مومن کسی کا عدم ، غدار ملک و ملت اور
 شکارِ مسکنت و لفاق ہیں مسکنت - مگر ہے۔ اسی کی ناز لا الہ کی تاثیر سے خالی ہے کہ اس نے دھڑکی
 [مبنا معمولی قیمت] کے عوض دین و ملت فروخت کر دیے گھر کا نہ مال و متاعِ خانہ۔ اس کے نیاز میں
 ناز نہیں رہا۔ پیشیز یا پیشیزو : سب سے چھوٹا راج الوقت سکہ بھی دھڑکی تھی اب ٹیڈی وسیع ہے۔
 شعر نمبر ۱۹۸۹۔ حرف دین را از دو پیشیز گرفت : ایک ایران سے تھا بہاء اللہ دسرا ہندوستان
 سے مرزا غلام احمد قادیانی۔ ایرانی نے حج سماں انکار سکھایا تاکہ ملت کی مرکزیت نہ رہے۔
 اور ہندوستانی نے جہاد کی فرضیت سے انکار کی تعلیم دی تاکہ مسلای ماجرا گزشت سے نہ اترے پا۔

(۲۸۰) **مرزا حسین علی نقوی: بہاء اللہ:** مرزا حسین نام بہاد اللہ لقب نور (ماژندران) میں پیدا ہوا (۱۲ نومبر ۱۸۱۷ء)۔ د مرزا بھائی "مع ازل" کا سونیلا بھائی تھا۔ دونوں نے باب مذہب قبول کیا۔ سید علی محمد شیرازی باب کے قتل کے بعد مرزا بھائی نے اُس کا جانشین ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۵۱ء میں ایک بابی پیروکار نے شاہ ناصر الدین پر قاتلانہ حملہ کیا چنانچہ سازش کے الزام میں بابیوں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں مرزا بھائی نے بغداد میں پناہ لی لیکن حکومت ترکی نے ایرانی حکومت کی ایما پر اسے نظر بند کر دیا۔ مرزا حسین علی کو حکومت نے گرفتار کر لیا لیکن بعد میں بے گناہ ثابت ہونے پر رہا کر دیا۔ مع ازل تو راستے سے ہٹ گیا تھا لہذا اس نے باب کی جانشینی کا دعویٰ کر دیا میدان عالی تھا اس لئے اکثریت نے تسلیم بھی کر لیا۔ ترکی حکومت نے ۱۸۶۲ء میں اردن میں نظر بند کیا پھر مکہ بھیجا پھر مکہ مقیم رہا۔ اس نے امدان کہا کہ باب نے جس شخص کے ظہور کا فریضہ تھا وہ میں ہوں۔ مع ازل نظر بندی ہی میں مر گیا۔ دور بھائی مکتب فکری باقی رہا۔ اُس کے پیروؤں کا مکتبہ یا الجہاد اللہ تھا۔ اُس نے حضور کو ختم الرسل مانا ہی نہیں بلکہ امدان کہا کہ جس طرح اسلام نے لفرانیت و ختم کر دیا اسی طرح بہائیت نے اسلام کو مستور کر دیا ہے۔ چنانچہ "مع" کو غیر ضروری قرار دے دیا اور قیامت کے عالمی ایک ہزار سال بعد قائم کا بیعت ہونا ٹھہرے ۵۰۳۳ء ۱۸۹۲ء میں چلائی۔ اُس کے دعویٰ سے تو پتہ چلتا ہے کہ اُس نے دعویٰ الہییت کیا تھا۔ قیامت کا بلد و صامت انکار بھی موجود ہے۔ عہدہ نے اُس کو قاریانی کے مقابلے میں فوقیت دیا کہ اُس نے حق کو ملت اسلامیہ سے خودی الگ کر دیا۔ لیکن قاریانی ملت اسلامیہ کے جڑیں بھی کاٹتا ہے اور ملت اسلامیہ کے اندر ہونے کا بھی مدعی ہے۔ فیصلح آئے گی۔

بہاد اللہ کی کتابیں بہائیوں کے نزدیک قرآن کا درجہ رکھتی ہیں کتاب (القدس)

کتاب الایمان، کلمات فردوسیہ اور تجلیات اُس کی یادگار تصانیف ہیں بہائی آج بین الاقوامی برادری کی دعوت کے کر پوری دنیا میں پھیل گئے ہیں ۵۰۳۴ء

(۲۸۱) **مرزا غلام احمد قادیانی:** ۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۰ء میں ملازمت سرکار کو چھوڑا اور آریہ سماجیوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے شروع کیے۔ اور اُن کے در میں لکھا۔ فرد احمدیہ کی بنیاد ڈالنے سے پہلے "برٹن احمدیہ" لکھ کر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا امدان کیا، اور "جہاد" کی مسیحی کا حکم لگا کر انگریزوں کی فوجوں کی حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں طلحہ بروز کی بیٹی کا دعویٰ کیا یعنی بہاد اللہ ایرانی کا طرح شریعت اسلامیہ کی مسیحی کا کھلا امدان تو نہ کیا مگر جہاد سے انکار کر کے ارکان اسلام نماز، روزہ، سب کو کھوکھلا کر دیا۔ عہدہ اقبال نے اس کے اس فتوے پر

۵۰۳۳ء ملاذم ہر کتاب قیامت، اردو ترجمہ لڑوڑ ماہر زماقی، بہائی پیشنگ ٹرسٹ، بہائی مال کرلی (باب جہاد جہاد) ۵۰۳۴ء دائرہ حارت اسلامیہ ج ۵ ص ۹۶ (ملک) الیٹا ۵۰۳۵ء دائرہ حارت اقبال مکتب لفر ص ۹۳۔ مطالعہ تعمیحات اقبال زبئی ص ۲۶، شرح دائرہ حارت جہاد ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶

کافر کی موت سے بھی مرزا ہو جس کا رل

کبتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر

علامہ ۱۹۱۰ء، ۱۹۱۱ء تک جب کہ آنجنابی مزارعہ مناظر اسلام کا روپ دکھائے ہوئے تھے
 اسی جانت کو ٹھیکہ اسلامی نمونہ سمجھتے تھے لیکن کٹھن کمیٹی میں مزارعہ الدین کی صدارت کے
 تحت کام کرنے اور علامہ الور شاہ کا شہرہ کی تصویر دلانے پر اسی جانت کی حقیقت واضح
 کرنے لگے۔ اور قادیانیت پر ہندو جوہر دل ہر کے بیانات کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ ان کے
 لٹریچر کا پتھر تھا ۵۳۶ء علامہ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیت کو ظلم اسلام اور رکعت ۱
 سے علامہ کر دے ۵۳۷ء مسلم لیگ پنجاب پارلیمانی بورڈ کا بنیاد امجدوار کو الیکشن لڑنے کے لئے ہڑ کرنا پڑا تھا
 اس میں بھی یہ رشتہ شامل کیا گیا تھا کہ مرزاؤں کو مسلمانوں سے الگ جانت قرار دینے کا کوشش کرنا ہوگی
 ۵۳۸ء یہ سفارت مسلمانان پاکستان کے لفظ میں لکھی تھی حتمی طور پر اس بار لٹریچر کی قسمت میں، جسے
 ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں مرزاؤں [لاہوری، قادیانی پرہیزگوں] کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا —

جویم پہ لکڑی موگڈی مگر سب ہیراں ہارے اشد نری عاقبت سوار چلے ۵۰۳۹

(۲۸۲) **حج** : ارادہ کرنا، کسی چیز کا حجت میں غالب آنا، کسی کے پاس بہت آمدورفت کرنا۔ موسم مقررہ ہر طواف کعبہ کرنا۔ الحاح : اسم جمع، حجاج - حج کرنے والے لوگ۔

مسلمان ہر سال خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک جگہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ اس پاک گھر کو طواف کرنے والوں کو کھڑے ہونے والوں اور رکوع و سجدوں کے لئے پاب (خاص) کر دیں۔ **وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَهَلِّهِمْ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ إِنَّ آيَاتِنَا لَكُلِّ شَيْءٍ مُذْهِبٍ ۚ** (سورہ الحج ۲۷) اور یہ کہ یہ طواف شرف ہیں۔ اور ذی الحج کو حج ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلے باہر طواف کریں تو اسے ٹمہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی حج کا ایک رکن بھی ہے۔ علامہ دارالکتب ۱۹۳۷ء کے ایک مکتوب (نا معلوم) میراں شاہ آندرونے حج کا ذکر کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت علیؑ سے حج پر کہہ دوں گے۔

٥٠٣٥ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٣٦ - ٥٠٣٧ - ٥٠٣٨ - ٥٠٣٩ - ٥٠٤٠
 The best Course for the rulers of India is, in my opinion to declare the
 Radicals a Separate Community. ٥٠٣٩ - ٥٠٤٠ - ٥٠٤١ - ٥٠٤٢ - ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٣٨ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٣٩ - ٥٠٤٠ - ٥٠٤١ - ٥٠٤٢ - ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٣٩ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٠ - ٥٠٤١ - ٥٠٤٢ - ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٠ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤١ - ٥٠٤٢ - ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤١ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٢ - ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٢ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٣ - ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٣ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٤ - ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٤ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٥ - ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٥ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٦ - ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٦ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٧ - ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٧ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٨ - ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٨ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٤٩ - ٥٠٥٠
 ٥٠٤٩ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱) ٥٠٥٠
 ٥٠٥٠ مکتبۂ اقبال لکھنؤ (فرستہ: جلد ۱)

قائل ہیں جو لذت و راحت ہے وہ ایموں کی معیت میں کیونکر لے سکتے ہیں۔ اور یہ اس حوالے سے لکھا کہ "چند روز ہوئے سربراہ حیدر آباد کا فطخہ کو ولایت سے آیا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حج بیت اللہ اگر تمہاری معیت میں لے گیا ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے لیکن۔۔۔" ۵۰۴۱ البتہ وہ دنیوی معاہدے تحت سفر میں برکت رکھنے کے لئے زیارت و مزارات کے علاوہ ہجرت کی طرح حج کو بھی وطنیت کے تازہ بت کو توڑنے کی راہ یقین کرتے تھے۔

مومنوں کی فطرت افزوز است۔ حج ہجرت آموز و وطن سوز است۔ حج ۵۰۴۲

(۲۸۳) **جہاد:** جہد جہاد مجاہدۃ و جہاداً۔ پوری طاقت صرف کرنا و جہاد و اپنی سبیل اللہ کی جہاد کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرنا۔ ایفروا خفاً و یقلاً و جہادوا یا موالیکم و اتغلبکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۵۰۴۵ نکلو علیہا درجہ بھاری اور جہاد کرو ساتھ مایں اور جانوں اپنی کے پیچ راہ اللہ کے یہ بہتر ہے واسطے تمہارے اگر تم جانتے۔ ایسا ملتا ہے کہ جہاد کے فضیلت کا آغاز سورہ المزمل کی آیت سَتَلَقِیْ عَلَیْکَ ذُلًّا ثَقِیْلًا ۵۰۴۶ عنقریب آپ پر بھاری بات ڈالیں گے۔ سے ہو گیا تھا۔ جہاد بالنفس، جہاد بالنول، جہاد بالتعلم، جہاد بالسیف۔ جابر صمدان کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ جہاد کے کئی مدارج ہیں اور بندہ مومن ہر لمحہ میدان جہاد میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب تربیتی مدارج بالآخر جہاد بالسیف تک جاتے ہیں۔ جنگ و جہاد انسان کی ہڈیوں سے انسان کے ساتھ ہے تشکیلی سائبر کے بعد تو یہ ایک باقاعدہ نظام کا شعل اختیار کر گئی۔ لیکن معذور صرف دوسرے مائشروں کی تحریک، حاکم ہر طرف، اقوام ہر جگہ، احوال ہر طبقہ رکھے۔ اسلام نے جس جہاد کا حکم دیا وہ درجہ اول میں اپنے اسلامی معاشرے کے دفاع سے متعلق رہا۔ جو عی الارض کبھی جہاد اسلامی کا مقصد نہیں رہا۔ فی زمانہ وطنیت نے جہاں بہت سی برائیاں مام لیں رہاں ایک یہ کار خیز بھی لائی کہ قومیں آزاد ہیں۔ وطن محفوظ ہیں۔ جنگ کی صورت میں بھی حاکم مکرر و مفتوحہ سے لکھنا پڑتا ہے۔ یہی جہاد اسلامی کی سچائی کی فتح ہے۔ علامہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

میں جنگ کا حامی نہیں ہوں نہ کوئی مسلمان شریعت کے حدود و معینہ کے سوتے ہوئے اس کا حامی ہو سکتا ہے۔ قرآن کا تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں مطلقاً نہ معلمانہ۔ وہ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جب کہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور ان کو گھروں نکال دیا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے [حکم نہیں] دوسرا صورت میں جہاد کاظم ہے۔۔۔ جو عی الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے، ۵۰۴۷

علامہ جہاد فی سبیل اللہ کو حقیقی و معنویاً یقین کرتے تھے۔ اور واضح کرتے ہیں کہ من آں علم و فراست بایر کا یہ نمی گرم کہ اور تیغ و سپر بیگانہ ساز و مرد غازی را ۵۰۴۸

۵۰۴۹ اقبال نامہ اول ص ۲۲۶ ۵۰۴۲ اقبال نامہ دوم ص ۳۹۴ ۵۰۴۳ کلیات اقبال فارسی ص ۴۳ (اسرار خدی) ۵۰۴۵ الحج: ۴۸ ۵۰۴۵ انترم ۱۱۱ ۵۰۴۶ المزمل: ۵ ۵۰۴۷ اقبال نامہ اول ص ۴۰ ۵۰۴۸ کلیات اقبال فارسی ص ۴۹ (زبرجیم)۔

لیکن خضر آزمائی کے لئے قیامد بھی غیر اسلامی نہ ہونے چاہئیں ورنہ نتائج برعکس نکلیں گے۔ علامہ جنگ نورنگار
صلح کو بھی خیر کے مقصد کے تحت قبول کرتے ہیں اگر صلح کا مقصد بھی حق پرستی نہ ہو تو وہ اس کے خلاف ہیں

صلح شتر گردد چو مقصود است غیر گر خدا باشد غرض جنگ است خیر
گرنہ گردد حق ز تیغِ ما بلند جنگ باشد قوم را نا ارضند
ہر کہ خضر بہر غیر اللہ کشید

تیغ او در سینہ او آرمید ۵۰۴۹

(۲۸۴) خضر علیہ السلام: قرآن مجید میں صفت خضر کا نام نہیں آتا۔ البتہ موسیٰ کے ایک واقعہ
میں عبد کا ذکر آیا ہے (عبد امن عبدنا: کہتے)۔ جن سے حضرت موسیٰ کی ملاقات جمع البعین ہر مہرئی سلسلہ
بعض تکوینیات کے حوالے سے مستقبلات سے متعلق امور کا مشاہدہ ہوا۔ قرآن مجید اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاتا۔
احادیث اور بعض دوسرے حوالوں کے پیش نظر دائرہ معارف اقبال کے مرتب ملک حسن اختر لکھتے ہیں
ان کا اصل نام بلیا بن ملک بن ہے۔ خضر کا مطلب ہر اہل۔ یعنی ہیں جہاں
حضرت خضر بیٹھ جاتے وہ جگہ ہر اہل ہو جاتی۔ اس لئے اہل خضر کہنے لگے۔
۔۔۔ علامہ اقبال حضرت خضر کی دلنش مندی اور مستقبل شناسی کے بڑے معترف
تھے انہوں نے اپنی نظم خضر راہ میں مختلف سماجی اور سیاسی مسائل پر
حضرت خضر کی زبان سے اظہار خیال کیا ہے ۵۰۵۰

ادبی روایت میں رہنمائی کے قرالفن سر انجام دیتے ہیں۔ خضر سکندر کا روایت مشہور ہے۔ علامہ اقبال نے بھی
ان سے بانی سرگسٹ نذر جانے کے حوالے سے دست گیری کا درخواست کیا ہے۔

۱۶۹۵۔ سجدہ کز وے زمیں لرزیدہ است
سنگ اگر گریو نشان آن سجود
این زماں جز سر نہری پہنچ نیست
آن شکوہ لبی بالا علی تجا نیست
۱۶۹۸۔ ہر کسے برجائے خود تہ شد رو
۱۶۹۹۔ ہر مروتش مہر و مہ گرویدہ است
در ہوا آشفتہ گروہ ہم چو دود
اندر و جز ضعف پیری پہنچ نیست
این گناہ دوست یا تقصیر باست
ناقتہ ماہ زماں و ہرزہ دوا

۱۶۰۰۔ صاحب قرآن وب ذوق طلب

گر خدا سازد ترا صاحب منظر
محب ثم المحب
روزگارے را کہ می آید مگر

عقل تاب پاک و دلہا بگدا از
علم و فن وین و سیاست عقل و دل
آسیا آن مرز و بوم آفتاب
قلب او بے وارزات نوبہ نو
چشم تاب شرم و غرق اندر مجاز
زور و روح اندر طواف آب گل
عزیز ہیں از خوشن اندر حجاب
حاصلش اکس نکیر و باد و جوہ
ساکن و مع بستہ بے ذوق سیر
آہوئے اندیشہ او ننگ و لوک
بستہ فترک نروان فرنگ
تا ختم بر عالم افکار او
ہر دیدیم پرودہ اسرار او

در میان سینہ دل خون کردہ ام
تا جہانش را و گر گول کردہ ام

حواشی و تعلیقات:

شعبہ ۱۶۹ تا ۱۶۹۸ سجدہ جب بے ذوق ہو جائے تو وہ قوتِ بیانی میں اضافے کی بجائے کمزوری کا سبب بنتا ہے کہ الی نماز اللہ عز و جل درجہ بنی ہے حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ تَمَّ تَنَهُهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفُتَاةِ وَالنَّكْرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ [ابن ابی حاتم]۔ ابن عباسؓ حضور کا مَنْ تَمَّ تَنَهُهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفُتَاةِ وَالنَّكْرِ تَمَّ يَزِدُّ بِهَا مِنَ اللَّهِ الْآبَعْدَ [ابن ابی حاتم۔ طبرانی] ہی معنوں جناب حسن بصریؒ نے بھی حضور سے مسئلہ روایت کیا ہے [ابن جریر۔ بیہقی]۔ ابن مسعودؓ سے حضور کا یہ ارشاد مروی ہے لَا صَلَاةَ يَمَنْ تَمَّ يُطْعِمُ الصَّلَاةَ وَقَاعَةَ الصَّلَاةِ إِنَّ تَنَهُهُ عَنِ الْفُتَاةِ وَالنَّكْرِ [ابن جریر بن حاتم]۔ ترجمہ: ۱۔ جسے اُس کی نماز فاحشات و منکرات سے نہ روکے وہ نماز نمازی نہیں ۲۔ جس کی نماز اسے فحش اور برکاتوں سے نہ روکے اُس کو اس کی نماز نے اللہ سے اور زیادہ دور کر دیا ۳۔ اُس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آری نونا و منکر سے رک جائے۔ اسی معنوں کے مستند اقوال حضرات عبد اللہ ابن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، حسن بصریؒ، قتادہؒ، اور احمد بن حنبلؒ وغیرہم سے منقول ہیں۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اُس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں، اُسے دیکھنا چاہیے کہ اُس کی نماز نے کسے فساد اور منکر سے کہاں تک باز رکھا۔ اگر نماز کے رد کرنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا تو اُس کی نماز قبول ہوئی [روۃ المعانی] ۵۰۵۱۔ ابن کثیر نے ان احادیث کو مرفوعہ تسلیم نہیں کیا بلکہ بقول اُن کے یہ راویوں سے اپنے اقوال ہیں جو ان حضرات نے اس نوعیت کی تفسیر میں درشاد فرمائے ۵۰۵۲ علامہ کبیش نظر ہی سے اقوال یا احادیث تھیں

۵۰۵۱۔ تہنیم القرآن ج ۳ ص ۶۰۰ سیر ابوالاعلیٰ مودودی۔ مکتبۃ تعمیر السامیت لاہور طبع سوم اپریل ۱۹۹۹

۵۰۵۲۔ سارف القرآن ج ۶ ص ۶۹۷ مفتی محمد شفیع۔ ادارۃ المعارف کراچی طبع سوم جن ۱۹۷۶

شعبہ ۱۹۹۹/۱۶۰۰ : صاحبِ قرآن : مراد وہ لوگ جن کے دھنوں میں قرآن ہے اور جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی ترتیب سے کسی غلط بیعت میں نہ پڑنا چاہئے۔ علامہ نے ایک ایسی ہی بحث کے بعد فذ بھی اسی کی وضاحت فروری سمجھا تھا۔ ”علامہ نے فرمایا کہ اس تقریر سے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ قرآن (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔ رحی الہی میں نہم بشری کا قطعاً دخل نہیں“ ۵۰۵۲

قرآن حکیم سراپا کتابِ عمل ہے۔ یہ کتاب مظاہرِ فطرت ہر غور کو بھی آقا ”کا ایک درجہ اور تمام بتاتی ہے“ ۱۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّعٰوْمٍ يَّتَشَقُّوْنَ ۵۰۵۲ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُّدٰوْنٰهَا بَيِّنٰتٍ لِّلنَّاسِ ۵۰۵۵ اَنْتَ كَيْسِيْ يٰلَا اِنْسَانَ اِلَّا مَا سَقٰى ۵۰۵۶ لَا يُنۡزِلُ اللّٰهُ مَا يَبۡعُوْمُ حَتّٰى يُغَيِّرَ مَا يَاۡ اَنۡفُسِهِم ۵۰۵۷ الحمد لله والناس تہ قرآن مسلسل دعوتِ غور و فکر اور دعوتِ عمل دیتا ہے۔ پھر مسلمان باقی لوگوں سے پیچھے بلکہ پیچھے ہو کر کیوں رہیں۔ جیسا کہ تھا اور جیسا کہ ہے پھر یہ بے توجہی و تاسف ہیں تو کیا ہے؟

شعبہ ۱۶۰۴ : عقل بے باک اور دل بے لادانے آنکھ کو بے شرم اور عشق مجاز سے مبتلا کر دیتا ہے اگر بھی نہیں تو وہ وقت دور نہیں۔ ایشیا، سوزے کا بیدار ہے مطلع ہے۔ اُسے خود تو پردہ سے نکل آنا چاہئے۔ جو دل و ارادتِ فویہ تو سے محروم ہو وہ دل میں لہذا ”دو جو“ قیمت بھی نہیں رکھتا۔

دلِ مرده دلِ مہین ہے اسے زہرہ کر دو بارہ

کہ یہی ہے استوں کے مرے کیں کا چارہ ۵۰۵۸

بے ذوقِ طلب : آرزوؤں اور مقاصدِ تخلیق کے جذبہ و سوز سے خالی۔ علامہ اسلام نے بنیادی اصولوں میں اہلِ اصول ”حرکت“ بیان کرتے ہیں۔ ۱۔ طبعی تقاضوں کا آرزوؤں خواہشات اور بالآخر تقاضوں سے ڈھلنا۔ زہرہ اور زہرہ شے کے نشو و ارتقا کے ضامن ہے، انسانی شخصیت کا اظہار تو ہے ہی تخلیق مقاصد پر مبنی۔

آرزو را در دلِ فذ زہرہ دار تانہ گردِ مشیتِ خاک تو غبار

آرزو جانِ جہاں رنگِ دہو ست فطرتِ پرشہ امینِ آرزو ست

دل ز سوزِ آرزو گیرد حیات غیر حقِ میرد جو او گیرد حیات ۵۰۵۹

گرم فوں انس ز داغِ آرزو آتشِ ابنِ خاک از چہ رخِ آرزو ۵۰۶۰

از رازِ زندگی بچانہ، خیر از شرابِ متعددے ستانہ خیر

متعدے مثلِ سحر تابندہ (۲۸۵) ماسواہی را آتشِ سوزندہ

متعدے از آسمان بالاترے دلربائے دلستانے دلبر

ماز تخلیق مقاصد زہرہ ایم

از شمعِ آرزو تابندہ ایم ۵۰۶۱

شعبہ ۱۶۰۴ : مرز نجوم : مرز ، قابل ماشت زمین اور نجوم سرشت و طینت ، دونوں میں تو "واو" عطفی نہیں لگتا اور نجوم ، جائے پیدائش لگتا ہے ۔ بے نیل مرام ک طرح جسے اکثر بے نیل و مرام لکھتے ہیں مرز و نجوم بھی لکھ دیا جاتا ہے جو غلط ہے ۔ ایشیا ، آفتاب کے طلوع کا مقام ہے جہاں سے عالم عالم روشنی بھیلنی ہے لیکن وہ خود تاریک ہے ۔ اس کی بنیادی وجہ صوفی و مقلد اور ملکوت ہیں ۔

شعبہ ۱۶۰۵ : ۱۶۰۶ : صید ملایان و خیر ملک : صوفی نے دروں بینی دے کر جہاں بینی چینی لی ۔ اور ملا (ملا کی حقیقت سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو فیصلہ نمبر ۲۰۶ بذیل شعبہ ۱۱۸۱) نے تاویلات سے پیغام الہی کو متنازعہ کر کے ملت واجبہ کو فرقہ فرقہ کر دیا ۔ ملک نے علوم کی قوت فیصلہ کو پہلے ہی صوفی و مقلد کا شکار کر لی سلب کر دیا ۔ بعض بنیادی اور اصولی نظریات کو بھی دیکھا جائے تو صوفی و مقلد نے ملکیت کو استحکام بخشنے میں بھرپور کردار ادا کیا ۔ ملحدانہ قوم [روسا و الناس] نے قوم نوح کو کڈا ، سواع و ذریہ صالحین کو الہ بنائے کا ترغیب دیا تو آگے چل کر ۔ یہی صالحین [علماء الناس] روسا و الناس کے ساتھ مل کر فرامند و نارادہ کے دست و بازو بننے لگے ۔ جب قوم سمویلؑ میں طاوت کے سامنے پرغور کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ فرامند و نارادہ کی روح نے مذہب کا چرلا پہن کر علماء الناس کا روپ دھار لیا تھا وہ ربکم الہم لیٰ یونے کے بظاہر بڑی قوت تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کی زبان وحی ترخان سے طاوت کی نامزدگی پر ان کا عرض ہونا آتی کیوں کہ **لَمْ يُولَدْ لَكُمْ تَحْتَا ۵۰۶۲** یہ [عامی شخص] ہم پر کیسے حاکم ہو سکتا ہے ؟ ۔ دینے لب دلچے سے ثابت کرتا ہے کہ الہی صلوٰۃ سے یہ داعی اللہ کے اختیار کو پہنچ کر رہے تھے اور تَحْتَا ۵۰۶۲ یَا مَلِکُ مِنْهُ کہہ کر اپنا حق مانتی بھی جاری تھے اور **وَلَمْ يُولَدْ تَحْتَا ۵۰۶۲** کہہ کر روسا و الناس کا حق بھی ادا کر رہے تھے ۔ یہی و اسلام میں عیدِ ملاقاٹ رہے کے ادا فرمیں امامِ نائب حق کے تصور نے اسی درس سے فیض پایا ۔ ہمارے عید میں تو وہ کھلے عام اعلان کر رہے

کہ "اختیارِ حسینؑ علماء الناس اور روسا و الناس کے پاس رہا علوم الناس یا ان کے معتمد کبھی مانتا اختیار نہیں رہے" اس فکر کے نتیجے میں طاوت برائے ملکیت برپا کی تو اب آمریتیں مسلط ہو جاتی ہیں ۔ اس سے بڑھ کر "صید ملایان و خیر ملک" کی ۵۰۶۳ سیمائی میں کیا کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن اس کا علاج کہ شیاطین ملکیت کی آنکھوں میں بے وجہ جادو کر دینے کے دل میں ہر سید اذوق کی **شعبہ ۱۶۰۸ : ۵۰۶۱ :** درج بالا نظریات ہوں یا وطنیت کو مینائی مدینہ کی شق قزاق بھڑائی عوف امتہ مع الکوسین کف خداحتہ شرع و ناموس سے ثابت کرنا ہو ۔ عقل و دانش اور دین و ناموس ملت کو انگیز لارڈز کے انحراف سے باندھنا ہی تو تھا ۔ آگے چل کر سلامہ کو "مکرہ دین و وطن" میں اس کا مقابلہ بھی کرنا پڑا [انفیل دیکھنا چاہیں تو ملاحظہ ہو فیصلہ نمبر ۱۰۸] ۔ سیاسی اعتبار سے اگرچہ ہم بظاہر آزاد ہو چکے لیکن ذہنی کے ساتھ اقتدار کا ملامی نے ہمیں متحد ہونے کا صلاحیت سے محروم کر دیا ہے کہ کھ ملاماں راضف آرائی قرآن است

از قیام بے حضور من میفرم	از سجود بے سرور من میفرم
مردے آزاد ہو آید در سجود	دورانش گرم لا حسرت کبود
ماملہاں از حلاش بے خبر	از حال لارڈز لش بے خبر
مومن است و پوئے لو آواز است	دین دغا نش سراپا کافی است

از غلہ لذت الیاں جو
ترجمہ باشد حافظ قرآن جو

(۲۸۵) مقصد از آسماں بالاتر :

حضرت علامہ نے تربیتِ خودی کے تین مراحل (جو دراصل ایک مسلسل عمل ہے ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں) اہمیت، منہجِ نفس اور نیابتِ الہی کا بیان "شعاریات" سے آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے

خدمت و محنت شعاریات	صبر و استقلال شعاریات
گامِ او در راہِ کمِ غوغا ست	کاروان را ز ورقِ محرا ست
نقشِ پالیشِ قسمتِ یرِ بیش	کمِ خور و کمِ خواب و محنتِ بیش
مستِ زہرِ بارِ بلِ می رود	بائے کوہِ سونے منزلِ می رود
سرخود از کیفیتِ رفتارِ خویش	در سفرِ صابر تر از اسوارِ خویش
تویم از بارِ نفسِ سرِ متاب	برخوری از منہِ حسنِ الٰہ

یہ دراصل قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ ہے جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دیا۔ حتیٰ کہ "اقبال اور قرآن" میں بھی ڈاکٹر خندم صعلقی خان کی نظر اس طرف نہ جاسکی وہ لکھتا ہے "برخوری از منہِ حسنِ الٰہ" [واللہ حسن الٰہ : آل عمران : ۱۲] کا حوالہ دے کر آگے بڑھ گئے ۵۰۶۶ء حاکم نے لائقِ توجہ یہ آیت کریمہ لکھی۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ه وَآلِ السَّمَاءِ كَيْفَ دُفِعَتْ ه
وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ه وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ه فَذَكِّرْتُمْ إِنَّنَا
أَنُتُمْ مُذَكَّرَةٌ ۝ ۵۰۶۷

یہ آیا اونٹ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے۔ پس دیکھتے آسمان کیے بلند ہیں اور پہاڑ کیے بڑے ہیں۔ کیا نہیں غور کرتے زمین کے چھپنے پر۔ نعمت کرتو نعمت کرتے والا ہی ہے۔

اونٹ کی تخلیق : حق و حقِ حرا میں سوار سے بھی بڑھ کر، تیز نازِ منزل یہ جلد پہنچے، بھوکِ پیال کی طرف سے بے پرواہ، مالک کی مرضی کا تابع : گویا تربیتِ خودی کا مرحلہ اول : مالک الملک کی اہمیت اونٹ کی طرح — آسمان کی طرح بلند مقاصد ، پہاڑوں کی طرح مضبوط ارادے مستعمل مزاجی ، زمین کی طرح بجز اور انکسار ۔ اب نصیحت اور ناصح سے منع کا ذکر آیا ۔ ایک دفعہ سیرتِ کمیتی لفظ (جس کا جنرل سیکرٹری اقم الفوتی) کے زیرِ اہتمام سہ روزہ سیرتِ مالتوئس کے دوران حضرت مولانا مبداء اللہ درخوشتی نے ان آیات کے درجہ بالا معانی میں بیان کرتے ہوئے (کنارہ سخن پر تقریر جامع مسجد میں) کہا ۔ ہی تو ایک واعظ ، ناصح ، اور امیرِ دین کاروان کی بنیادی صفات ہیں ۔

سب کہو سبحان اللہ ! ذرا غور فرمائیں ۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز ۔ ہی، رخصتِ سفر میر کاروان کے لئے ۵۰۶۸ء

کا حقیقی ماخوذ یہی آیت کریمہ معلوم ہوتی ہے ۔ فرضِ مقصد از آسماں بالاتر ۔ وَآلِ السَّمَاءِ كَيْفَ دُفِعَتْ

کا فیضان ہے ۔ علامہ بدیشہ قرآنِ دُوب کر پڑھتے تھے ۔

۵۰۶۵ء کلیاتِ اقبال فارسی ص ۴۱ [مثنوی در خودی ... تربیتِ خودی را در احوال است ...] ۵۰۶۶ء اقبال اور قرآن ص ۶۱ ڈاکٹر خندم صعلقی خان
۵۰۶۷ء الفاشیہ : ۱۴ تا ۲۱ ۵۰۶۸ء کلیاتِ اقبال اردو ص ۴۱ [بالجری : ۲۶] ڈاکٹر خندم صعلقی خان نے اس ذیل میں
آل عمران : ۱۵۹ کا حوالہ دیا ہے جو جزوِ اہمیت رکھتی ہے ۔ اور شاید بالکل نہیں کہ وہ تو معلوم ہیں خاصہ یہ کہ وہ ہیں ۔
علامہ خیر و تہاں در قرآن ص ۵۰

- ۱۷۱۱- من بطبع عمر خود گفتیم دو حرف
کرده ام بحسب این را اندر دو طرف
۱۷۱۲- حرف پیمای پیچ حرف نیست وار
تا کم عقل و دل مرواں شکار
۱۷۱۳- حرف توارے باندا از فرنگ
نالہ ستانہ از تار چنگ
۱۷۱۴- اصل این از ذکر و اصل آن ز فکر
لے تو بادا وارث این تو کر و فکر
۱۷۱۵- آنچه ایم از دو حرف اصل من است
فصل من فصل است و ہم فصل من است

تا مزاج عمر من دیگر قتاد

طبع من بنامہ دیگر نهاد

- ۱۷۱۶- نو جوان تشنہ آب خانی ایام
شسته رو تارک جلال روشن و باغ
۱۷۱۹- ناکساں منکر ز خود مومن بغیر
چشم شام اندر جہاں حیرت ندر
۱۷۲۰- ملکب از معصود و دلش آگاه نیست
خشت بند از خاک شام ہمار دیر
۱۷۲۳- علم تا سوزے بگیرد از حیات
تا بجزد از غبار شکست
علم جز شرح مقامات تو نیست
تا بدانی نقوہ خود را ز بس
علم حق اول تو اس آخر حضور
آخر او می نگردد در شعور

خواشی و تعلیقات :

شمار ۱۷۱۱- بطبع عمر خود : تعاضات زمانہ کے مطابق - فلسفہ دین کو

دو طرف : نظم و نثر میں لکھا ہے۔ شمار ۱۷۱۲ تا ۱۷۱۴ : حرف پیمای پیچ : علامہ نے حاشیہ میں خود
وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے مراد تشکیلی جبر الہیات اسلامیہ ہے جو دین اور فلسفہ کا حسین امتزاج ہے۔
فلسفہ عقل کے لئے لکھ دین دین دین کے لئے۔ ایل دل ہی حقیقی مائل ہوتے ہیں اس لئے یہ خطبات فطرتاً ان کی توجہ
کے لئے ہیں۔ شمار ۱۷۱۳ : حرف توارے باندا از فرنگ : اگر مراد فلسفہ و فکر ہے تو اصطلاحاً فلسفہ
مرادی جاسکتی ہیں اور اگر مراد مزدونہ یہ ہیں جیسے کہ اکثر شایعین اقبال کا خیال ہے ^{۵۰۶۹} تو پھر مجھے سمجھ دیجئے کہ

شعبہ ۱۶۱۹ : آہ مکتب کا جواب گرم خون ماسچر افرنگ کا صید زبوں (مربہ ہندی)

مرغ ہر نارستہ چوں پڑاں شود لعلہ ہر گزہ دریاں شود (پیرردی ۵۰۷)

یہاں "جوان گرم خون" جاویدنامہ کے زیر نظر اشعار ہیں، کم نظر "بھی ہے ناقبرہ مار" اپنی صلاحیتوں سے نا آشنا میروں سے حدودہ متاثر — اس لئے دن کا مٹی دیر کی اینٹوں سے کام آ رہی ہے۔ یعنی مسلمان ہونے پر تہذیب غرب کی ترقی کا باعث ہو رہے ہیں۔

شعبہ ۱۶۲۰ : نوجوان کا یہ عالم مکتب کی بے وقعتی کے باعث ہے۔ مکتب یا مکتبہ ماش "کا اسیر ہے اور تا روحانیات سے خالی ہے۔" مکتبہ تو گھونٹ دیا اب ہر سیرت ترا کہاں سے آئے صرا لا اللہ لا اللہ ۵۰۷۹
یم سمیعے تھے نہ لائے گا فراغت تسلیم کیا جرحی کر چلا آئے کا الحاد بھی ساتھ ۵۰۸۰

نورِ فطرت : ... تخلیقی قوت اور نشوونما کی صلاحیت۔ خشیتِ اول چوں نہد مہاراج تاثیر بای رد دروار کج
خوئے بطل با بچہ شاہیں : سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں قابضی کا ۵۰۸۱
شعبہ ۱۶۲۳ : سوزِ حیات : تخلیقی صلاحیت (ناو حیات) علم کا عمل میں آنا، وارداتِ دل سے لذت گزرتا ہے۔ علم مقامات ان کے علاوہ اور کچھ معانی نہیں رکھتا۔ جو مسلم بنام آدمی سے بے بہرہ ہے وہ جس اور نقرہ میں تیز سے مرموم رہتا ہے۔ مراد یہ کہ حیوانی خامیتوں کو بدلنے کی صلاحیت سے مرموم علم، علم نہیں۔
علم حق اول حواس : علم اشیا : سائنسی علوم کا تعلق حواس سے ہے لیکن یہی علم حقائق اشیا کے ذریعے حقیقتِ مطلق کا عرفانی حاصل کر لے تو "علم حق" ہے۔ آدم کو علم الاشیا کے بعد علم بالوحی سے نوندا گیا۔ یہ علم آخر، شہورِ مادی [حواس] سے ماورا ہے سچ علم را بے سوز دل فغانی شراست ۵۰۸۲

۱۶۲۷۔	صد کتاب آموزی از اہل ہنر	خوش تر آں در گیری از نظر
	ہر کسے زان مے کہ ریزو از نظر	مست می گردد بانڈاز و گبر
	از دم باد و سحر و سحر	لا الذراں باد و سحر کے در ایاغ
۱۶۳۰۔	کم خور و کم خواب و کم گفتار باہش	گرد خود گردند چوں پر کار باہش
۱۶۳۱۔	منکر حق نمر و ملا کافر است	منکر خود نمر و من کافر تر است
۱۶۳۲۔	آن بانکار و بود آمد عجول	ایں عجول و ہم علوم و ہم جمول

ایک شواہد خوف سلطان و ایر
 قصد و فقر و غنا از کف مدہ
 جز بقلب خویش قندلیے مجوہ
 حفظ تن با ضبط نفس اندر شہاب
 جز بخطر جان و تن ناپید بہوت
 گزنگہ بر آشیای داری مہر
 سیر آدم را مقام آمد حسام
 آشیای با فطرت اوس از نیست

شیوہ اخلاص را محکم بگیر
 عدل و رقت و رضا از کف مدہ
 حکم و شواہد است تاویلی مجوہ
 حفظ جان با ذکر و فکر حساب
 حاکمی در عالم بالا و پست
 لذت سیر است مقصود سفر
 ماہ گرد و تا شود صاحب مقام
 زندگی جز لذت پرواز نیست

۱۷۳۶

۱۷۳۷

۱۷۳۸

۱۷۴۱ - رزق زاغ و گرس اندر خاک گور

رزق بازاراں در سواد ماہ و پور

خواستی و تعلیمات

شعر نمبر ۱۷۴۱ تا ۱۷۴۶ - نظر یعنی محبت خود علامہ کی زبانی متعدد بار نقل کیا جا چکا ہے۔

محبت کا اثر مسلم ہے منفی ہو یا مثبت۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مطر و خشکے اس بیٹھنے والے کو مطر و طبع یا زبیل خوشبو سے تو عروم ہیں رہے گا۔ لیکن بھی دھوکے والے کے پاس شعلہ و شر سے بچ ہی گئے تو نہ لکھ دھوئیں کے اثر سے محفوظ ہیں رہ کیسی گئے۔ یعنی المرء (یا الرجل) علیٰ رجب خلیلہ۔۔۔ (البداد و بدایہ الادب، نیز ترمذی) آدمی اپنے دل کے لئے راہ چلتا ہے علامہ بھی یہ فراموش نہیں فرمائی کہ محبت زاغ کے تامل ہے۔

فیجہ الجواز احمد کے نام علامہ کے کم از کم دو منظوم ایسے ہیں جو اس مفہوم کو بانے میں مدد دیتے ہیں کہ ابلیہ ہر سے بیکار و کتا ہیں پڑھ لینے سے وہ فائدہ شاید حاصل نہ ہو جو کسی کی محبت (نظر) سے حاصل ہوتا ہے۔

”زندگی کو بامعاہہ بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جوانی کی قوت سے یہ فائدہ اٹھانا چاہئے کہ صحت نادر تائم رہے۔ برے نزدیک صحت جسمانی و روحانی کی سب سے بڑی ضمانت مذہبی زندگی ہے { ملاحظہ ہو شعر نمبر ۱۷۳۶ حفظ جان با حفظ تن با } میں نے تم کو لکھا بھی تھا کہ قرآن پڑھا کرو اور جہاں تک ممکن ہو نمازیں بھی بامعاہہ ہو جاؤ تو سبحان اللہ، مگر قرآن پڑھنے پر میں زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے فوائد برے تجربے میں آچکے ہیں۔

اس کے علاوہ بزرگوں کی محبت میں بیٹھنا اکیس رہے۔ سیکورٹ میں

تو صرف دو آدمی ہیں جن کی زندگی اور محبت کو غنیمت سمجھنا چاہئے یعنی تمہارے دادا اور شاہ صاحب۔ کبھی کبھی شاہ صاحب کی خدمت میں چلے جایا کرو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ صبح ہر روز ان کے ساتھ پھرنے کے لئے چلے جایا کرو۔ یہ باتیں بظاہر معمولی ہیں مگر کچھ عرصے کے بعد ان کے فوائد تم کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ باقی جہاں تک ممکن ہو زندگی کو سادہ بناتے کی کوشش کرو۔“

۵۸۴

دوسرا خط بدلتا ہے اور ڈاکٹر رنجیدہ بن گئی۔ ۱۹۶۴ء کا حیران کن واقعہ ہے۔ وہ میاں جی کی صحبت میں رہنے کے فوائد سے بیخبر و بجاڑ و آگاہ کرتے ہیں۔

[illegible]

وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراہیمؑ کیا ہے جس کو خدا نے دل نظر کا ندیم ۵۸۶

وہ علم اُم لہری جس میں پیکتا رہیں تجلیاتِ کیم و مہداتِ حکیم ۵۸۶

ہزار بار نکوتر ستایے بے بصری

زراعتیہ کہ دل اور انہی کندہ لکھتی ۵۰۸۹

شعر نمبر ۱۴۳۰، ۱۴۳۱ء: "منکذور، بنوائے من عرف نفسه فقد عرف ربه" [جس فرد کو پہچانا اس نے رب کی

مہرمت پائی۔ تصدیق کرتی کہ اس نے کافر تھے۔ (۲) مندرجہ ذیل: یہ ہیں صرف محول تبدیلیا

[کہ تعبیل کا ریشیا میں ہوگا] کیسے آدم اقرار فرمے گا باوصف مجمل، ظلم، جہول کہہ دیا۔

وَمَا لِلْإِنسَانِ جُؤْرًا ۝۸۹ إِنَّهُ سَاءَ ظَلُومًا جَمُورًا ۝۹۰ اور انسان ہے جلد باز اور بے شرم

٥٠٨٢ مکتوبات کتایب اقبال ٢٢/٢٤١ مکتوب نمره ٨، جون ١٩٢٢، ٥١٨٥، البقا ٥٤٤/٥٤٥

۵۰۸۶ کلیات (نہال اردو) ۲۱۵ [بال جبریل] ۵۰۸۹ ایضاً ۴۸۸ (تربہ کلیم) ۵۰۸۸ کلیات (نہال فارسی) ۵۵ [نزلہ نم]

٥٠٨٩. بنو اسرائيل : ١١

قرآن حکیم میں اخلاص کے عنوان سے سورۃ موجود ہے۔ مصلحانہ لہجہ میں جو مطالبہ خلاصہ کے لئے اسی سورۃ کو منتخب کیا اور اسی کی تفسیر لکھی۔ خواب میں مولیٰ البرضی اللہ عنہ خلیفہ اول، اور یار بدر و قمر، دیکھے انہوں نے نصیحت فرمائی

گفت تا که در هوس گردی اسیر
یک شو و تو حید را مشهور کن
گرچه الدر الهدی دل بسته
از پیام مصطفی ۲ آگاه شو
گر نسب را جزو ملت کرده
هر که پا در بند اعلیٰ و جبرست

آب و تاب از سوره اخلاص گیر
نمایش را از عمل موجود کن
از حد اسباب بیرون جسته
فارغ از ارباب دون الله شو
زین در کار اعونت کرده
بجز از لم یولد است

۵۰۹۳
۵۰۹۴
۵۰۹۵

رشته با تم یکن باید قوی

تا تو در اقوام ہے پیمتاشوی

آنکہ دانش را خدمت و لشکر یک

بندہ اشہم مدسازد باشریک

پیش باطل تیغ دہش حق برسر

۵۰۹۴ امرودنی او عیار خیزدشر

شعبہ ۱۶۳۶: تحریفات کا مرحلہ اول، جسے اصل اصول کی حیثیت حاصل ہے ضبط نفس ہے نفس انسانی آب و باد و خاک و آتش کا مجموعہ ہے اور چاروں باہم متناقض خصوصیات کے حامل، ان کے تناقضات، متضاد خواہشات کی صورت میں ظہور کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے وحدت پیدا کرنا ضبط نفس کہلاتا ہے۔ اسی سے مسلم کی شخصیت سازی ہوتی ہے۔

انسان صحیح دینوں میں مسلم اُس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے فرمائے ہوئے

اور مرد نوای اُس کی اپنی خواہش بن جائیں۔۔۔۔۔ منشاءِ الہی اور فطرتِ انسانی

۵۰۹۷ میں معاشرت نہ رہے، “ ۵۰۹۸

٥٠٩١. الحزب ٣٠، ٣٥ ٥٠٩٢. البقا ٢٠٠
[الشعر] ٥٠٩٥. البقا ١٢٣/١٢٤ (نم بدل لم يرد)
٥٠٩٦. ملاحظات آقبال م ٨١/٨٢ البقا
٥٠٩٣. كلمات آقبال فارسي م ١٥٤/١٥٦ [نحو الشاهد] م ٩٢/٥٠٩٢ البقا م ١٤١/١٥٨
٥٠٩٤. البقا م ١٤٥/١٤٦ (و لم يرد نقرأ)
٥٠٩٨. كلمات كتابت اشعار برن م ٩٣ البقا م ١٢٢/١٢٣

”ضبط نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے۔۔۔ قوموں میں ہو تو سہ ہفتیں تمام ہوتی ہیں [شذرات کثر تہاں ص ۱۳۶]
شعر نمبر ۱۶۴۸: لذت سیر است مقصود نظر: وہی بات جو مرزا غالب نے میاں داد خان
 سیاح کے نام اپنے مکتوب دہر ۱۵۶۷ء میں لکھی۔

... توفع رکھتا ہو جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح

آئندہ بھی لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں

اگر یہ دل نہ خلد ہر چہ در نظر گذرد

ز بے روانی عمرے کہ در سفر گذرد ۵۰۹۹ء

۶۰۰۰

شعر نمبر ۱۶۴۹: اخلاص راست بازی، میانہ روی، فروغ فاضل عدل [کامہین الفیظ]۔ کے ساتھ مسلسل

عمل اور سیر دیار و امصار [ہا ہے تاریخ کے لوراق ہائے ذریعے ہیں] فیسرُوا فی اللہ فی فالظُورِ الیہ عَمَلٌ کَیْن

یہ سب میں لولہ و آخر اخلاص اور شاہد بلند کی ضرورت ہے جو رزق بازاں در سوادِ ماہ دہر ۱۵۶۷ء

پہر ۱۵۶۷ء: سورج، لکھنؤ، نام تارہ [فرزندِ عمارہ]۔ نام تارہ جو یک ہند سال بعد ملے ہوتا ہے [منیاک للغات ج ۱ ص ۱۳۶]

خلوت و جلوت تماشاے جمال
 دل بحق بر بندوبے و سواس زکی
 داستان از ۸۰ مظہر گویمیت
 پاوشاہے با مقام بایزید
 سخت کشتی چوں نہ خود در تیز
 باوقاب عیب یک اندر شب
 چہیت جز قرآن و شمشیر و فرس
 کوہ روئے آب مارفتے جو بار
 تند باوے طایف کوہ و کمر
 سنگ از ضرب سہم او پیریز
 گشت از درد شکم زار و نرنگ
 اسب اور ماند از پیچ و تاب
 شرع تقویٰ از طریقی مہجرت

۱۶۴۹۔ ترویج صدق مقال اہل حلال
 ورہ دیں سخت چوں الماس زکی
 سیر از اسرار دیں بر گویمیت
 اندر اخلاص عمل فروغ فاضل
 پیش او ایسے جو فرزندانِ عزیز
 سبزہ رنگ از یخیمانِ سرب
 مرد مومن را عزیزانِ مکتہ رس
 من چہ گویم و صفت آن حیر الجیاد
 روزیمیا از نظر آمادہ قمر
 در تنگ آفتنہ مانے رستخیز
 روزے آن حیوان جو انسان را قہر
 گرد بر طیارے علیہ شیش از شراب
 شاہ حق ہیں دیگر آن کراں خواست

اس ترا بخشش خدا قلب و حکم طاعتِ مردمِ مستحقِ مکر

حواشی و تعلیقات : حقیقتِ دین، حق گوئی، حلال کھانا اور خلوت و جلوت میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر ایسا ہی کرنا۔ سلطان مظفر بیگزہ — اس کی بڑی مثال ہے — جو ہمارے عہد کا سلطان مگر روحانی مراتب میں بائزیدِ عسرتھا۔

(۲۸۹) **سلطان مظفر الملک چلیم :** سلطان مظفر، گجرات کے سلطان محمود بیگزہ کے فرزند تھے۔ ۱۵۱۱ء میں گجرات کے حاکم بنے گجرات میں بیگزہ (دو تلوں والا کے معنی میں مستقل ہے) اس لئے کہا گیا کہ سلطان محمود نے جو ناکرہ اور باواگرہ کے ناقابلِ تخریبوں کو فتح کر کے ہندوستان بھر میں اپنی شجاعت کا سکہ بٹھایا تھا۔ مظفر خان نے پندرہ برس حکومت کی۔ سلطان محمود خلجی حکمران مالوہ نے مظفر کو راجپوتوں کے مقابلے میں اپنی مدد کے لئے بلایا۔ سلطان نے ہر وقت امداد کی اور راجپوتوں کی سرکوبی کے بعد مملکت مالوہ دوبارہ سلطان محمود خلجی کے حوالہ کر دیا۔ سلطان محمود نے اس کے عوض ایک ہزار کنیریں سلطان مظفر کی خدمت میں پیش کیں مگر سلطان نے وہ واپس بھیج دیں۔ سلطان مظفر کی شریف النفسی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے۔

سلطان مظفر نہایت پابندِ شرع متقی اور پارسا تھا۔ فرصت کے لمحات میں قرآن شریف پکھا کرتا تھا۔ اپنے مزاج کی حلیمی کے باعث حکم سے ملوث ہوا ۷۰۳۳ **خیر الحیاہ :** اسب اہل و نجیب [خیر بھارت] [۹۲] شکر : نمکین، اندوہیں، برگشتہ و سبت دشتیں [دھنک ٹامرو، غیاث اللغات]۔

انتہائیش عشق و آغاشِ ادب
بے ادب بے رنگ بوبے آبر و بہت
روزِ من شامِ یک می گرد و چو شب
یا و ہید مصطفیٰ آید مرا
در قرونِ رفتہ پہناں می شوم
سترِ مردانِ حقیق تویش از یارِ بد
کافر و مومن ہمہ خلق خداست
با خبر شو از مقامِ آدمی
بر طریقِ دوستی گامے بزن

۱۶۵۶- وہیں سراپا سوختن اندر طلب
آبروئے گلِ نرنگ بوبے دوست
نوحوانے را چو بیستم بے ادب
تاب و تپ در پینہ افندید مرا
از زمان تو دیشماں می شوم
ستر زن یاز و نوح یا خاکِ حد
حرفِ بدرابر لب آوردن خطاست
آدمیت احترام ، آدمی
آدمی از ربط و ضبط تن بہ تن

۱۶۶۵۔ بندہ عشق از خد اگیر و طریق (۲۸۸)
 می شود بر کافر و مومن رفیق
 ۱۶۶۶۔ کفر و دین را گیر در پنهان دل (۲۸۹)
 دل اگر بگریزد از دل و دل
 ۱۶۶۶۔ گر چه دل زندانی آب گل است
 این همه آفاق آفاق دل است

خواستی و تعلیقات : ۱۶۵۶۔ اَلدِّینُ کُلُّهُ اَدَبٌ : الدین، ادب ہی ادب ہے۔ صورت

ادب کا نمونہ تھا۔ مومن، بے ادب، معمول، بے رنگ و بوی، مجھے بے حواسنوس ہوتا ہے۔ مڑکی حفاظت،

یار بڑا ہے بچنا، عورت کا پرہ، یا شوہر یا قبر، (۲۸۸) بندہ عشق، مولائے حقیقی کی مرضی و منشا کا سرا پا طبع

عشق : ملاحظہ ہوں تعلیقات نمبر ۲۸، ۱۱۶ (۲۸۸) بندہ عشق، مولائے حقیقی کی مرضی و منشا کا سرا پا طبع
 ہوتا ہے اور مولائے حقیقی رب العالمین ہے اس لئے مومن، کافر و مومن پر مہربان ہوتا ہے مومن پر
 اس طرح کہ اسے اخوت کی لڑی میں ہوتا ہے مومن مومن کا بھائی ہوتا ہے "اور کافر پر اس طرح کہ اسے
 ناریجیم سے بچانے کا دن رات کوشش کرتا ہے۔ "لَنْتَمَّ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْعَوْفِ وَنَهَوْنَ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَتَوَاصَوْاْ بِاَهْلِ الْاَلَيْبِ كَكَتْ خَيْرَ اَتَمُّ نَزْمٍ ہر تم بہتر امت جو نکال
 گئی ہے واسطے لوگوں کے۔ حکم کرتے ہوساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان دے ہوساتھ اللہ سے اور اگر
 ایمان دے مگر کتاب البتہ ہوتا بہتر واسطے ان کے (نرم شاہ رفیع الدین فوت دہلی)۔ اس آیت کریمہ میں اُخْرِجَتْ
 لِلنَّاسِ — بر کافر و مومن شفیق کی حجت ہے۔ آدمیت، آدمی کا احترام ہے، آدمی کا تمام جانو، وَلَقَدْ
 کَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ؑ اللہ فرماتا ہے "اور البتہ تعین عزت دی ہم نے بنی آدم کو (شاہ رفیع الدین)۔"

شعر نمبر ۱۶۶۶، ۱۶۶۷۔ کفر و دین را گیر در پنهان دل (۲۸۹)۔

مدرسہ کے یہ اشعار پڑھ کر بے اختیار "نیا سوال" کے ذیل شعر یاد آتے ہیں۔

سوئی پڑی ہوئی ہے ملت سے دلا کی بستی	آگ نیا سوالہ اس دلیں میں بنادیں
پھر آگ انوپ البسی سونے کی مورتی ہو	اس ہر دواردل میں لکرائے بھٹا دیں
ہندوستان لکھ دیں ماتھے پہ اس صلم کے	بھولے ہوئے ترانے دنیا کو پھر سنا دیں
مندر میں ہو بلانا جس دم بجاریوں کو	آوازہ ازاں کو ناقوس میں ملادیں
اگنی ہے وہ جو نرگن اکتے ہیں بیت جب کو	دھڑوں کے یہ بکھرے اس آگ میں جلا دیں

شلتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت ہیں۔

دھڑلے بایوں کا مکتی ہریت ہیں ہے ۶۰۰۶

یہ نہ تو ہندوؤں کو مذہب چھوڑنے کی تلقین تھی جیسے سچا نند سہنا نے خیال کیا^{۶۰۰۷} اور نہ "وطن پوہا" جیسا ڈاکٹر ویدر لشی کو رسم پڑا^{۶۰۰۸} یہ باہمی اخلاص، عدل اور صلح کل کی نمائندگی تھی۔ نیا شوالہ برسرِ زمیں ہیں "دل کی سولی بستی" میں تیر سہنا تھا۔ یہاں بھی "کفر دیں را گریہ سہنائے دل" کہا گیا ہے۔
مقدمہ نیا شوالہ [۱۹۰۵ء] سے پہلے "درب قہر ببول فان، رایت بہاولپور کی مسندِ نشینی کی تقریب پر تینیتی قصیدہ میں جو فنون جلد ۶ نمبر ۳ بابت نومبر ۱۹۰۳ء میں شیخ عبدالغفار کے ہتھیری نوٹ کے ساتھ چھپا۔ "آوازہ اذان کو ناقوس میں ملا دیں" کو بطور دیگر درج کیا ہے جو اس سفر کے عقبی مضمون تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔

ہو سرا پید ہمارک بیج حکمت کی نمود وہ جگ پائے کہ ہو مسودہ بر اختر، زمیں
سامنے آنکھوں کے پھر جائے سما بندا کا ہند میں پیدا ہو پھر عباسیوں کی سر زمیں
نور کردے عدل تیرا آسمان کی بجائی روی کلیاتِ دہر کے حق میں بنے مسطر زمیں
صلح ہو ایسی گھل دانیں ناقوس دازاں ساتھ مسجد کے رکھے بت خانہ آذر زمیں

بادشاہوں کی عبارت سے رعیت پروری

یہ اسی اخلاص کے سجدے سے قائم ہر زمیں ۶۰۰۹ء

۱۹۱۱/۱۹۱۲ء میں علامہ کے ایک نظم "نمود بیج" کا مرزی خیال، آخری دو شعروں میں بیان ہوا ہے جو نیا شوالہ کے اذان کو ناقوس میں ملانے کی حکمت کی توضیح کرتا ہے۔

یہ تہ دامانِ بادِ اختلاط انگیز صبح شورشِ ناقوس آواز اذان سے پہلکار
جاگے کوئل کی اذان سے طائرانِ لہجہ ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار ۶۰۱۰ء

پہلے شعر میں "نمود بیج" کی مسرت آفتنیوں کا سبب اس کی بادِ اختلاط انگیز کے دامن میں شورشِ ناقوس اور آواز اذان کا پہلکار ہونا ہے۔ ذرا نظم بہالہ میں دامن بہالہ پر نظر ڈالیں تو تمام مناظر اس کی گودی میں اپنی اپنی شناخت کے ساتھ کھیلنے اور ایک دوسرے کے معاون ہوتے نظر آئیں گے۔ انگیز، برداشت، انگیز کرنا گوارا کرنا، اگرچہ مشکل کام ہے مگر کرنا پڑا۔ تو کیا۔ اسی طرح کام تو مشکل ہے لیکن بادِ اختلاط انگیز نے اپنے دامنِ شفقت میں لے کر شورشِ ناقوس و آواز اذان کو پہلکار کر دیا ہے۔ دوسرے شعر میں طائرانِ لہجہ بیج کے جاگ اٹھنے سے دوران کے نوع بنوع نفوس کو قانونِ سحر کے تار تار کا ترنم ریز ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور طائرانِ لہجہ بیج کوئل کی اذان سے جاگے ہیں۔ قانونِ سحر کا ہر تار، اپنی نفوس لے، (انفرادی شخص) کے ساتھ، دوسروں کی لے میں لے ملتا اور نفوس کو جنم دیتا ہے۔ یہاں زیرِ وجم مل کر "لہجہ" تخلیق کرتے ہیں مگر ہر کسی کے ذاتی شخص کی انفرادیت بدستور قائم رہتی ہے۔ مزید توضیح

۶۰۰۷ ابتدائی مضمون نیا شوالہ ص ۲۷۶ بوالہ اقبال (برکت و نثرین) ڈاکٹر سچا نند سہنا ۶۰۰۸ اقبال اور پاکستان قومیت کا آغاز
۶۰۰۹ ابتدائی مضمون نیا شوالہ ص ۲۸۸ اقبال ۶۰۱۰ کلیاتِ اقبال اردو ص ۱۵۷ (بائندہ)

کے لئے میرا مقالہ 'اقبال اور متحدہ قومیت' مطبوعہ معینہ اکتوبر-دسمبر ۱۹۹۰ء شمارہ ۱۲۷ ص ۲۶ تا ص ۵۸ ملاحظہ ہو۔
 علامہ نے اسرار خودی میں ایک بار پھر نیا سوالہ بنام بہر آدم عالمی دیگر تعمیر کرنے کی دعوت دی ۱۱۰۱
 جاوید نامہ میں ایک بار پھر "کفر و دیں را گیر در پہنائے دل" کی دعوت دی اور واضح کیا کہ
 دل اگر حقیقہ زندانیِ آب و گیل ہے مگر تمام آفاق، آفاقِ دل ہیں۔ مراد یہ کہ دلوں کو
 در خلاص سے بھرنا ہی دراصل اتحاد و اتفاق کی ضمانت ہے اور یہ کام وہ بندہ عشق کر سکتا
 ہے جو "از خدا گیرد طریق"۔

- ۱۶۶۸- گرچہ بامشی از حق راوندانِ دہ
 سو ز او تو اہیدہ در جان تو بہت
 ۱۶۷۰- در جہاں جز در دلِ ساہاں خواہ
 اے بسا مرد حق اندیش و بصیر
 کثرتِ نعمت گداز از دلِ بے پرو
 ساہاں اندر جہاں گردیدہ ام
 ۱۶۷۳- من فدائے آنکہ در ویشانہ ز نسبت
 وائے آن کو از خدا بگمانہ ز نسبت
 ۱۶۷۴- در مسلماناں مجو اں فوق و شوق
 عالماں از علم و تر اں بے نیاز
 ۱۶۷۶- گرچہ اندر خانقاہاں بے و ہوسست
 ہم مسلمانانِ افرنگی تاب
 ۱۶۷۸- بے جز از سیر ویں انداں ہمہ
 ۱۶۸۰- خیر و خوبی بر خواص آمد حرام
 ۱۶۸۱- اہل ویں را باز و اں از اہل کیں
 ۱۶۸۲- کمرگساں را رسم و آئین دیگر است
 سطوتِ پرواز شاہیں دیگر است
 ۱۶۸۳- خواستی و تعلیقات : فقرہ ۲۹۰ ملاحظہ ہو تعلیقہ بر ۱۳۳، ۲۷۷، ۲۶۵ اور حاشیہ شبر نمبر ۶۹۰۔

شعبہ نمبر ۱۶۶۸: جیسا کہ مظہر بیگزہ نے کر کے دکھایا اور تاریخ اسلام ایسے سلاطین کی مثالیں بیکثرت رکھتی ہے مسلمانوں کے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں یہ بزرگوں کا ورثہ ہے۔

قرودول: یہ وہ جذبہ ہے جو انسان کو اوروں کے لئے جینا سکھاتا ہے۔ یہ اللہ کی بخشی ہوئی ایک لاثانی نعمت ہے۔ جو دل اس سے خالی ہو لغت کی کثرت اس گداز دل چھین لیتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دردل انہیں غنی بنا گیا اور قارون کی دولت اس کے دل کو بیکھر بنانے کے بعد ہدف لعنت بنانے ہی کے کام آئی حضور نے بھی ثلث مال سے دنیا کی نعمت اور سعادت ڈرا ہے

شعبہ ۱۶۶۳۔ **نہ ہشتم منہماں کم دیدہ ام:** یہاں جوش ملیح آبادی کا ایک قطعہ یاد آ رہا ہے (مشکوٰۃ)

افق سے آب گھٹا اٹھی گرجتی گوجننی گاتی

گذر کر میرے ویراں کھیت پر سے دور جا برسی
کچھ ایسے میں نے دیکھا اس کی جانب سے ہر شخص

ایروں کی لگاؤ تندہیں دھونڈے خدا ترسی

شعبہ ۱۶۶۶۔ **عالم از علم قرآن ہے نیاز:** وجہ صاف ظاہر ہے فرقہ بندی کے باعث مدارس دینی محض خاص فرقہ کے واعظ تیار کرنے میں مصروف رہے اور آج بھی الا ماشاء اللہ یہی کچھ ہو رہا ہے۔

متنازعہ امور کے حق اور خلاف میں عربی عبارات ازبہروں کی لیکن ٹٹولو تو معلوم ہو گا کہ تفسیر قرآن سے قطعاً نا بلدی ہے۔

صوفیاء: دراصل عبید حاضر میں تزکیہ نفس نہ صوفی کی صفت رہی ہے نہ عالم کی۔ اللہ کے

بندوں سے کب کوئی انکار کر سکتا ہے لیکن اکثر و بیشتر محض کاروباری لوگ ہیں۔ رسالہ فقیر یا کشف المحجوب لصفوف اور صوفی کی جس کسی نے جو بھی تالیف کی ہے ان میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ لصفوف تزکیہ نفس اور تصفیہ اخلاق کا نام ہے۔ کیا انزال کتب و ارسال رسل کی غایت تزکیہ نفس اور تصفیہ اخلاق نہیں تھی؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی حکام خلائف کا تسخیم بیان فرمائی ہے۔ **لُفِثَتْ بِالْثِقَمِ الْأَخْلَاقِ** اور قرآن عزیز میں آپ کا کام یہ بتلایا گیا ہے۔ **يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَوْلَىٰ ۚ** اور غلام دارین کا مدار تزکیہ نفس قرار دیا گیا ہے۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهُ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهُ ۚ** لصفوف ہی بنے ہیں اور صوفی ایسے ہی ہوں تو اس سے کس کو مجال انکار۔ مگر بد قسمتی سے یونانی، ویدانتی، اور اخوان الصفا کے تخیلی خیالات و لغوات کو لصفوف میں داخل کر کے تزکیہ نفس تو ایک طرف تکرار نہی اور تخریب عقائد کا سامان کر دیا گیا۔ علامہ جو مشرق و مغرب کی نظامی علوم کے پارکھ تھے بالآخر اسے ”درنہ صرگ و مودراز“ لکھنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت اسرار خودی کے مکرر نے انہیں یابویں کیا۔

درہ اقبال لقوف کو قلب و روح کی آزراری سے تعبیر کرتے تھے۔ کچھ ملاحظہ نہیں آتا ہے آج بگڑ گئی ہے۔
 کیا وہی عمل نہیں جسے لقوف کہتے ہیں۔ دراصل جو اصطلاح اہل تفسیر کے لئے دور رسالت میں،
 مہدی علیہ السلام میں تالیف تالیف تالیف کے زمانے میں نہ تھی اسے اسلامی اعمال پر چسپان
 کر دیتے تھے وہ وہی خرابیاں ہیں ساتھ چلی آئیں جو اس "عمل" کے اولین مختصر عین و مبتدعین
 میں بروئے مقام موجود تھیں۔ انھوں نے تفسیر سنیہ، ویدانت کا وحدت میں کثرت کا لقوف
 اور انوار انصاف کے تشلیشی رنگار کا آخر اسلام کے عقیدہ توحید سے کیا تعلق تھا؟ سیدھی بات ہے

اسلام کو دینِ فطرت کے طور پر محسوس کرنے کا نام لقوف ہے اور ایک
 اخلص مند مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کیفیت کو اپنے اندر
 پیدا کرے۔ اس کیفیت کو میں نے لفظ آزراری سے تعبیر کیا
 ہے ۹۰۱۴ء

راقم الکروف اس لقوف کو جس کا لقب العین شاعر اسلام میں
 خلعانہ استقامت پیدا کرنا ہو عین اسلام جانتا ہے اور اس پر
 اعتراض کرنے کو بد بختی اور حشران کا مترادف سمجھتا ہے ۹۰۱۴ء

احادیث صحیحہ میں کوئی ایسی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری جس سے
 یہ معلوم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم رسالت میں سے کوئی
 خاص علم بعض صحابہؓ کو سکھایا اور بعض سے اسے جمعایا۔ باری النظر
 میں یہ بات خلاف شان رسالت تحدید معلوم ہوتی ہے ۹۰۱۸ء
 یہ آخری رسالت تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے اور ایسا عقیدہ
 مکلفنا حقیقت میں بعض جلیل القدر صحابہؓ کی توہین ہے ۹۰۱۹ء

اللہ رسالت پر بہتان ہے۔

۹۰۱۴ انوار اقبال ص ۷۷ ایضاً ۹۰۱۴ ایضاً ۹۰۱۸ انوار رسالت اور انیم نوبت سے متعلق باتیں
 اس فوانِ باریؐ کی روشنی میں ہر کئی جایشیں تو لقوف سے متعلق خاص صحابہؓ کو سکھانے والا عقیدہ "رسول اکرمؐ پر بہتان عظیم
 ثابت ہوجاتا ہے" یا "بھا الرسولؐ بلغ ما أنزل الیکؐ من ربکؐ ما و ان لم تفعل فما بلقت رسالتہ" (الأنامہ ۶۷)
 کے رسول پیمانہ کے کچھ انارائیاں ہے طرف تیرا ہر روز گمار تیرے سے اور گزرتے رہے تو پس نہ پیمانہ یا تو نے پیغام اس کا —
 ایسے عقائد پر مبنی لقوف کا آخر اسلام سے کیا تعلق؟ ۹۰۱۹ انوار اقبال ص ۷۷

شعر نمبر ۱۷۰۰ - گرچہ اندر خالتاں مائے واپوست :

ملائی نظر نور فراست سے ہے خالی ہے سوز ہے مہمانہ صوفی کی مئے ناب
بیدار ہوں دل جس کی فغان سہری سے اس قوم میں مدت سے وہ در لٹ ہے نایاب ۹۰۲۰
حلقہ صوفی میں ذکر ہے ہم وجہ سوز ساز میں بھی رات نشہ کام تو بھی رات نشہ کام ۹۰۲۱

رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز شتافی منانہ مائے کرامات رہ گئے باقی
کرسنگی راد پریش کو شہر سدا ردن کتاب صوفی و ملاک سادہ لوراقی ۹۰۲۲
تھا جہاں مدرسہ شیرازی شاہنشاہی آج اُٹھ خالقہوں میں یہ نقطہ روای ۹۰۲۳

تھ صوفی نہ تھا خدمت حق میں برد محبت میں کیلنا حقیقت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا یہ ساک مقامات میں کھو گیا
بہمی مشق کی آگ لہر ہے سلاں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے ۹۰۲۴

گئے پیچہ جہاں بر من آگے من بر جہاں پیچیم
بگرداں بادہ تا بیرون از پیچاک می آیم
نہ ایں جانتک ساقی نہ آنجا حرف شتافی
ز ہرم صوفی و ملاک بسے ہم ناک می آیم ۹۰۲۵

شعر نمبر ۱۷۰۱ تا ۱۷۸۰ : ہم مسلمانانِ افرونگی مآب :

زہد قوت تھی جہاں میں ہی توفیق لہی آج کیا ہے فقط اکت مستند علم کلام
روشن اس صوفی سے اتر گئی کرواؤ ہو خود مسلمان سے ہے پرشیدہ مسلمان مآب
آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملکہ نہ نقیبہ وحدت افکار کی بے وحدت کردار پیچام ۹۰۲۶

راہ آبارد کہ این جمعیت است معنی تقلید صبیح ملت است
در خیزاں ہے لہ فقیہ از بزر و بار از شجر گنگسل با مسید بہار
نقش بردل معنی توفیق کن چارہ کار خود از تقلید کن ۹۰۲۷

---- ایک طرف اسلامیت خالصہ ایک مجدد لغور یعنی مذہب کی بنیاد پر قومیت کی تعمیر کرتی ہے اور
دوسرا طرف مزیہیت ہے جس سے آہر قومیت کی روح ایک مادی شے یعنی ملک ہے " ۹۰۲۸

۹۰۲۰ کلیات اردو اقبال ۶۷۷ [اردو بازار] ۹۰۲۱ ایضاً ص ۳۵۴ [بال جبرلی] ۹۰۲۲ ایضاً ص ۳۵۴ (ایضاً)
۹۰۲۳ ایضاً ص ۳۶۴ (ایضاً) ۹۰۲۴ ایضاً ص ۴۱۶ (ایضاً) ۹۰۲۵ کلیات نازی اقبال ص ۴۲۳ (زبور مجسم) ۸۹
۹۰۲۶ کلیات اقبال اردو ص ۴۸۸ (مزیہ مجسم) ۹۰۲۷ کلیات اقبال نازی ص ۱۲۴ (روز بہ منکلا) ۹۰۲۸ (معدنات نازی اقبال)

اسلام کا ہندوؤں کے ماتحتوں تک جانا گوارا نہیں ہو سکتا۔ افسوس اہل خلافت
اپنی اصل راہ سے بہت دور جا پڑے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ
دکھا رہے ہیں جس کو کوئی فلسفہ مسلمانوں تک منہ کے لئے بھی قبول
نہیں کر سکتا۔ ۶۰۲۹

شعبہ ۱۷۸۰۔ خیر و قوی بر خواص اہل حرام: جب حال یہ ہو کہ بزم خذ اہل الراء اور مسلم خواص،
کانگریس کے دیوانے ہو رہے ہوں، وطنی قومیت کو مثالی مدینہ سے ثابت کرنے سے نہ شرمائیں، مخلوط انتخاب پر
راہی ہوں۔ اور اگر آزادی کے فارغے اور خاکے دیں تو برطانوی تاج اور سامراجی تولیت کو برقرار
رکھ کر سوچیں ان سے کسی خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ ”خیر“ بغیر اختیار کے کچھ مفہوم ہی نہیں رکھتی۔
اور آزادی خیر کی شرط اولین ہے۔

(۲۹۱) **خیر:** خیر کے مفہوم کے لئے رجوع فرمائیے حاشیہ شعبہ ۱۷۳ تا ۱۹۱۲ نیز تفسیر ۱۱، ۱۲۵، ۱۶۷، ۱۷۷

”خیر کا معنی ہے انسان کا برضا و رغبت کسی اخلاقی لقب (لعین) کی
پیروی کرنا جس کا اور مددگار پھر اس بات پر ہے کہ وہ ”اونا جن
کو اختیارات کا لغت حاصل ہے، برضا و رغبت ایک دیگر
سے تعاون کریں۔ اس لئے کہ وہ بہت سی کمال و فعال کمال
کی طرح مستحق ہیں خیر کی بلل کیسی ہو سکتی ہے؟ آزادی

خیر کی شرط اولین ہے۔ ۶۰۳۰

وید ۱۷۵۱ صدق و صفار اور عوام: دراصل ختم نبوت کی حقیقی بنیاد ہی اجتماعی شعور کی بلوغت
اور جیسا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا غلط اور گمراہی پر اکٹھا نہ ہونا ہے۔ ایسے میں مسلم اجتماعی رائے کبھی غلط
ہو نہیں سکتی ورنہ ختم نبوت کے عقیدہ کو نذر پختی ہے۔ علامہ نے خطبہ آباد میں بھی اس حقیقت کو درگاہ
کیا تھا، اور ۱۹۴۹ میں مسلم اجتماعی شعور نے اسی فیلڈ میں مذکور مطالبہ کے حق میں ووٹ دے کر اعتماد
لقدولی کا میرٹھ کر کے [حکومت و سلامیہ پاکستان کی تخلیق کی راہ ہموار کر دی۔ جب مسلم فرقے
اپنے ناجی ہونے کے لئے مسلم عوام کی اکثریت (سوارِ انظم) کو بنیاد بناتے ہیں تو وہ مسلم عوام
کو کالائفاں پھر کس منہ سے کہتے ہیں؟ تو میں جب بھی اجتماعی شعور کا آزار نہ استعمال کرتی ہیں
”خیر“ ہی نتیجہ نکلتا ہے اور فتح بھی مذکور بنتی ہے۔ لیکن عوام اور مسلمان میں فرق بہرحال
کرنا ضروری ہے۔ لوگ مجرد عوام کہہ کر کہیں مسلمان معاشرے کی اکثریت پر چسپان کرنے کی غلطی کے
مرتکب ہوتے ہیں۔ عام کی نفی خاص کی نفی ہوتی ہے۔ اس اصول کو نہ بھولنا چاہئے۔ عوام کے حق
میں جو اختیار شرک کہہ دے گا وہ خواص کے حق میں بھی شرک ہوگا۔ اور صرف اور صرف اللہ کے لئے ثابت ہوگا۔

۶۰۲۹ حکایات مکاتیب اقبال۔ برلن ۱۹۶۵ (مکتوبہ) سید سلیمان ندوی ۱۸ مارچ ۱۹۲۸

۶۰۳۰ تشکیل مجدد الہیات دعوہ نہ ۱۲۸ ذیلہ تیسرا۔

شعبہ ۱۷۸۱، ۱۷۸۲ء - ایل وی رابازواں از ایل میں - ۹۰۳۱ء
 توقع نہیں اور مذاق و مذاہن عوام کے پاس ہے تو پھر ایل دین و ایل کین میں تیز مشکل
 نہیں سرگس کے رسم و آئین، اور سلطنت ہرواز شاہیں، کے مراجعہ واضح ہیں - عدلہ اقبال نے
 ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو "مذاہب و رسم و آئین" کے نام جو خط لکھا اور اسے "لبصیفہ راز" بتایا - اس میں
 جو بات لکھی وہ اسی نکتہ کو روشن کر رہی ہے۔

"مسلم لیگ کو آخر کار یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں
 کے بالائی طبقوں کی ایک جماعت بنی رہے گی یا مسلم جمہور کی جہنوں
 کے ایک طبقہ بعض "مذہب و رسم و آئین" پر اس (مسلم لیگ) میں کوئی
 دل چسپی نہ ہو گی - میرا ذاتی خیال ہے کہ کوئی سیاسی تنظیم جو عام
 مسلمانوں کی حالت و مسائل کے مابین نہ ہو ہمارے عوام کے لئے ہائیکشن
 نہیں ہو سکتی۔" ۹۰۳۳ء

جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا اس نکتہ خاص کو عدلہ نے "لبصیفہ راز" لکھا نظم کرتے وقت بھی اس کے
 "راز" ہونے کی حیثیت سے مبالغہ نہیں دیتے۔

اس راز کو اک مزد فرنگی نے کیا فاش
 ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
 جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں

ہندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے ۹۰۳۴ء

اگر تو عدلہ نے مسلم لیگ کو عوام کی گنتی کے اس نظام میں عوام سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا پھر تو
 یہ جمہوریت پر ایک طنز ہے - اور اگر وہ عوامی جماعت بننے کا مشورہ دے رہے تھے تو جمہوریت کے حامی
 تھے جمہور دشمن اس سٹھلے بیان پر کس طرح ہر د کال سکیں گے

"ایک تو جمہوری طرز حکومت اسلام کی روح کے عین مطابق ہے، ثانیاً اگر
 ان قوتوں کا بھی لحاظ رکھ لیا جائے جو اس وقت عالم اسلام میں کام
 کر رہی ہیں [خانہ اذن و در طبقات کے بجائے سیاسی جماعتیں] تو یہ طرز حکومت
 اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔" ۹۰۳۴ء

۹۰۳۱ء مشنری و دنا روی جلد ۱ ص ۳۷۹ ایضاً

۹۰۳۲ء اقبال کے خطوط جناح ص ۱۰۱: ترجمہ و ترتیب محمد جبار نگر عالم ص ۸۷ یونیورسٹی کتب خانہ لاہور ۱۹۸۶ء
 ۹۰۳۳ء تعلیمات اقبال ص ۶۱ [ترجمہ: سلیم: جمہوریت] ۹۰۳۴ء تشکیل صوبہ اقلیات اسلام ص ۲۴۳ [تذکرہ: محمد جبار نگر عالم]

بیزم او شهر و دشت غرب شرق
 او شرک اهتمام کائنات
 او محمد او کتاب و جبرئیل
 از شعاع او حیات ایل دل
 باز سلطانی بآموزد ترا
 ورنه نقش باطل آب و کلیم
 در بدن ترق است و کم و آنز جان
 مرد حق در توحش تن پنهان شود
 گر چه بیدر و بر و آن مرد را
 گر چه در کار تو افتد حد گره
 از آب و جبرائیل دارم بگیر
 تا خداوند ترا سوز و گداز
 پاشد او محکم قدم در کوته دوست
 معنی او چون غزال از ما رسید
 چشم را از رقص جان بر دوختند
 رقص جان بر هم زند افلاک را
 هم زمین هم آسمان آید به دست
 ملت از وی وارث ملک عظیم
 غیر حق را سوختن کار بود (۲۹۴)
 جان بر رقص اندر نیاید پس را
 نوجوانا! نیمه پیری است غم
 من غلام آنکه بر خود قیام است
 تو اگر از رقص جان گیری نصیب

۱۶۸۳ - مرد حق از آسمان اندر جو برق
 ما هنوز اندر طمطم کائنات
 او کلیم و او سیم و او خلیل
 آفتاب کائنات ایل دل
 اول اندر نار و سوز و ترا
 ۱۶۸۸ - ماهمه با سوز او صاحب دلیم
 ۱۶۸۹ - ترسم این معصی که تو زدی و ایل
 ۱۶۹۰ - چون بدست از حیا جان از ایل شود
 در نیاید جبرائیل مرد را
 ۱۶۹۱ - تو مگر زنی ندید از گشت ده
 ۱۶۹۲ - گزنیایی صحبت مرد خلیسیر
 پیر روی را رفیق راه ساز
 ز آنکه روی مغرور را اندر دوست
 شرح او کردند و او را کس ندید
 ۱۶۹۴ - رقص تن از حرف او آموختند (۲۹۲)
 ۱۶۹۵ - رقص تن در گردش آرد خاک را
 ۱۶۹۸ - علم و حکم از رقص جان آید به دست
 ۱۸۰۰ - فرد از وی صاحب جذب کلیم
 رقص جان آموختن کار بود
 تا ز نار حرص و غم سوز و جگر
 ضعیف ایمان است و و گیری است غم (۲۹۵)
 می شناسی؟ حرص مفتی جعفر است
 اے مرا تسکین جان ناشلیب

سردین مصطفیٰ گویم ترا ہم بہ قبر اندر دعا گویم ترا

خواہش و تعلیقات :

شعر نمبر ۱۴۸۳ تا ۱۴۸۸ : مروجی : علامہ کی کارگر فکر میں مروجی، مردومن، عاشق، مجر
بندہ مولا صفات، اور صاب خودی یا صاب جنوں ہم معنی کلمات ہیں۔ مردومن اور مروجی کا اشتغال اکبتہ عام ہے۔
کہیں کہیں مرد آفاقی اور صاب نظر بھی لاتے ہیں۔

مروجی سرمایہ روز و شب است زانکہ او تقدیر خود را راب است
بندہ صاب نظر پیرا ام چشم او بینائے تقدیر ام ۹۰۳۵
ملاں بندہ مولا صفات است دل او سیر از اسرار است
جالش جز بہ نوری نہ بینی کہ اصلش در ضمیر کائنات است ۹۰۳۶

نہ چینی و مرغی نہ روی و شامی

۹۰۳۷ سماں کا نہ دو عالم میں مرد آفاقی

مروجی افسون دین دیر مہن از دو حرف رجب الہامی اشق ۹۰۳۸

سلطان : محبت، دلیل، اختیار، قدرت [توانائی]۔ سلطانی: منسوب بہ سلطان۔ جو اپنے
اندر تخلیقی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں دلوں پر اختیار پالیتے ہیں۔ ان کی نظر خاک کو سمیٹا کر سکتی ہے۔ بی
سلطانی ہے۔ دونوں پر تصرف ہو یا سروں پر سلطان اور سلطانی کے بغیر ناممکن ہے۔ ہندوستان میں تلواروں
نے سر جھکاؤ تھے لیکن دل مست کرنے والے وہ صوفیاء کرام تھے جو بہرہ من و کافر یکساں شفیق تھے۔
بی وہ مردان حق موتے ہیں جو اپنے تن میں جان رکھتے ہیں اور، دوسروں کے بے جان تن، کو ذریعہ
سے روشن کر دیتے ہیں۔ درنہ مٹی پانی سے مرکب نفیض باطل، بے جان لاشے،
جلا سکتی ہے شمع مردہ کو موع نفیض ان کی

۹۰۳۹ الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

شعر نمبر ۱۴۸۹ : مروجی نے بھی اپنے ایک قصیدے میں اسی زمانے سے ایسی ہی مایوسی کا اظہار کیا ہے
وہ کہتا ہے

فَسَا جِ زَمَانِ اَنْتَ فِیْہِ سَعُوْدُ ۹۰۴۰

آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک دنیا اس میں رہنے والوں کے لئے سخت مٹوس ہے۔ پس جس زمانے
میں تم ہو اُس میں کچھ خوش مستی نہیں ہے۔ یہ عدم خوش معنی، اقبال کی نظر میں تن پروری
اور "جان کی اہمیت" سے غفلت ہے۔ ہون مست، بے روح، زنگ۔

۹۰۴۱ حکایت فارسی اقبال ص ۸۷ [مثنوی مسافر] ۹۰۴۲ ایضاً ص ۹۶ [ارمغانِ حجاز] ۹۰۴۳ حکایت اقبال اردو ص ۳۵۸ [بال جبریل] ۹۰۴۴ حکایت اقبال فارسی ص ۸۰۹ [پس چہ باید کرد] ۹۰۴۵ حکایت اقبال اردو ص ۱۰۴
۹۰۴۶ فیض مشرق۔ ڈاکٹر محمد رفیع، ادارہ انیس اردو الہ آباد۔ بھارت۔ بار اول ۱۹۵۹ء۔

شعبہ ۱۷۹۰ تا ۱۷۹۶ : قحطِ جاں : ملافظ ہو جائیہ شعبہ ۲۸۶ تا ۲۸۹ :
 مشرق و مغرب دونوں قحطِ جاں کا شکار ہیں یہی اس دور کی بدقسمتی و نحوست ہے ۔ ایسے میں مردِ حق
 نایاب ہو جاتے ہیں ۔ ہوتے ضرور ہیں ، سامنے بھی ہوں تو پہچانے نہیں جاتے ۔
 ایسے زمانے میں تکیہ ہر رفتگاں محفوظ تر ، اور اُن میں پیروی سے بڑھ کر
 کوئی ”رفیقِ راہ“ نہیں ہے ۔ لیکن ”فرقہ مولویہ“ کی طرح پیروی سے صرف رقصِ بدن ہی
 نہیں سیکھنا ۔ رقصِ جاں سیکھنا ہے کہ افلاک کو بہل سکوں

(۲۹۲) **رقصِ تن :** فرقہ مولویہ کی حالتِ وجد کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ توگ جب مثنوی رمی
 کے شعر ایک خاص لے میں گاتے ہیں تو ساتھ رقص بھی کرتے جاتے ہیں ۔ مولانا اگرچہ سماج
 کے حق میں تھے لیکن رقص اُن سے بعد میں منسوب کیا گیا ہے ان لوگوں نے پاکوچی کو
 رومی سے اس حد تک نسبت دی کہ بقول اُن کے مولانا روم رفقاء کے جناروں میں بھی
 پائے توگ چلتے تھے ۔ بہر حال علامہ اقبال پیروی کے قواعد مرید نہ تھے انہوں نے
 ملام رومی کے چھکے جمع نہیں کئے اس لئے رقصِ بدن کی لذت کی بجائے رقصِ جاں
 سیکھا جو مغزِ ظلم کا خاصہ و خلاصہ ہے ۔

(۲۹۳) **اقصِ جاں :** علامہ نے رقصِ جاں کی خاصیت افلاک را بہرِ ہم زدن بتائی
 ہے اور اُس کا تاثر فرد میں صَدَّ جُذِبْ عَلِیم ہو جانا اور ملت میں وارثِ مَلِکِ عَظِیم
 ہو جانا لکھی ہے ۔ ”مَلِکِ عَظِیم“ سے مراد مولیٰ عَلِیم اللہ علیہ السلام کی مُتَضَعِّفِین کو صَدَّ اختیار
 و صَدَّ اقتدار بنانے کے لئے ہجرت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ”مَلِکِ لَا یَبِیْلٰی“
 تک اور حضور بنی آفرانِ زمان محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے ہجرت سے ایران و روم
 سے سین تک پھیلی ہوئی مملکتِ اسلامیہ مراد ہے ۔

اس حوالے سے ”رقصِ جاں“ کا مفہم علامہ کے اُس شعر
 سے مطابقت رکھتا ہے جو انہوں نے ”ضبطِ نفس“ کے تحت عنوان لکھا ۔
 ”ضبطِ نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے“

توہم میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں ، ۴۰۴۱
 علامہ نے رقصِ جاں کے لئے ”غیر حق را سوختن“ شرط رکھی ہے اور یہی ضبطِ نفس کی
 شرط ہے ۔ ایک بار پھر من، عشق، تقدیر سے متعلق تفسیر اور حاشیہ شعبہ ۲۸۶ تا ۲۸۹
 ۴۰۴۲ دیکھنے کے ساتھ خودی اور بے خودی کی حقیقت پر خود علامہ کے الفاظ دیکھنے کی ضرورت ہے

(۲۹۴) **غیر حق را سوختن :** فَسَنَ يَكْفُرُ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْمَعْلُومِ ۴۰۴۳ اور طَّاغُوتِ اپنے نفس کی بندگی [اِسْرَافِیت مَنِ اتَّخَذَ الْهَوَاۥهُ ۴۰۴۴] سے کسی بھی دوسرے کی خواہشات کی بندگی [غلامی] تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے نجات اور حقیقی لذتِ حیات الطامت الہی سے ممکن ہے [منبطع نفس کا مرحلہ اول]۔ اطاعت انہی وقت الطامت ہوتی ہے جب اُن میں لطف آنے لگے۔ اور لطف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب مسئلے ربانی ذاتِ خواہش اور مرضی بن جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان نفس کا رُکب بنتا ہے۔ اور مادی عناصر اُس کے زیر تصرف آتے ہیں۔ وہی نائب حق ہوتا ہے۔ وہ مقام جسے رَفِیْعُ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ کی سند [سلطان] ہوتی ہے جس کے مالک صاحبِ تقدیر ہوتے ہیں۔ اپنی تقدیر کے خالق اور دوسروں کی تقدیریں بدلنے والے۔ اھو اس۔ خدای جن کے بارے میں آیا۔

خودی کو کر بند اتنا کہ ہر تقدیر پہلے

خدا بند سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے ۴۰۴۵ ۴۰۴۶
(۲۹۵) **صوفِ ایمان است و دلگیری ست نم :** اَتَتْهُمْ لَيْفَةُ الْهَرَمِ : نِیمَ سیری ست نم
لیکن جو "غیر حق را سوختن" کی درج بالا منزل پالیتے ہیں وہی "عیشِ جاوداں" سے سرفراز ہوتے ہیں، لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۴۰۴۷ یہی اُولِیَآءَ اللّٰہِ ہیں لیکن عیشِ حاضر کا فقرِ حرص و ہوس مغسی و دلگیری ہے۔
"إِيَّاكُمْ وَالطَّمَعُ فَإِنَّهُ الْفَقْرُ الْخَافِرُ" ۴۰۴۸
یہ میر خود قہری نہیں۔۔۔ ہر خود قہری تو ضبطِ نفس کا نام ہے اور یہی سیرِ دینِ حقیقی ہے۔
بمصطفیٰ ہر ساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی سے ست ۴۰۴۹

فہرست مراجع

۱: متون اقبال الف - نظم

- کلیات اردو اقبال (باندہ، بال جبریل، ضرب کلیم، ارفا حجاز اردو) [نسخہ منسلک] (نیدرلینڈ لاہور بارہ ہفت نمبر ۱۹۸۶ء)
— کلیات فارسی اقبال (اسرار فوری، روزنہ خودی، ازبوحلم، جاوید نامہ، ہیا) مشرق پس چہ باید کرد، (ارف حجاز فارسی) الفارسی ۱۹۸۵ء

ب - نثر اردو

- اقبال انوان سبیلی میں (تعارف، بیانات اور تحریکیں) مرتبہ پروفیسر حق نواز۔ یونیورسٹی آف لاہور ۱۹۸۸ء
— ادراکِ گم گشتہ مرتبہ ڈاکٹر مجتبیٰ شاہین، اسلامک پبلی کیشنز، لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۵ء
— تئیکس جدید بیانات و سلامیہ (اردو ترجمہ سید نوریازی) بزم اقبال لاہور طبع سوم ۱۹۸۶ء
— حرف اقبال، لطیف احمد شروانی، علامہ اقبال ادبی یونیورسٹی اسلام آباد اشاعت اول ۱۹۸۴ء
— مسنرات فکر اقبال مرتبہ ڈاکٹر مجتبیٰ جاوید اقبال (اردو ترجمہ ڈاکٹر رفیع احمد مولوی) جس ترقی لوہ لاہور ۱۹۷۳ء
— علم الاقتماد - اقبال اکادمی پاکستان لاہور اشاعت اول ۱۹۷۷ء
— فلسفہ علم - (اردو ترجمہ، رحمن الدین) تئیس اکادمی کراچی بارہ ششم ۱۹۴۹ء
— گفتار اقبال مرتبہ رفیق افضل ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۴۹ء
— مضامین اقبال - بشیر احمد ڈاکٹر محمد علی سید آباد دکن ۱۹۴۳ء
— مقالات اقبال مرتبہ سید عبد الرحمن حیدری، توشیحہ، لاہور بارہم ۱۹۸۲ء

ج - نثر انگریزی

- Islam as a moral and Political Ideal Ed: Dr. S.Y Hashmi
— Lahore 1955
— Moments of Iqbal Dr. Rahim Bakhsh Sheheer, All
— Pakistan Educational Conference Lahore 1976.
— Reconstruction of Religious Thought in Islam Edited
— and annotated by: M. Saad Sheikh, Institute of
— Islamic Culture Lahore 1986.
— Speeches and Statements of Iqbal A.R. Tarique
— Sheikh Ghulam Ali and Sons Lahore 1972.

- The Development of Metaphysics in Persian Bazaar-i-Iqbal Lahore 4th Edition 1964.
- The Muslim Community, a Sociological Study Editor Muzaffar Abbas, Maktaba-e-Aliya Lahore.
- Thoughts and Reflections of Iqbal, S. Abdul Wahid Sheikh, Mohammad Ashraf Lahore 1964.

و - مکتوبات

- اقبال عطیہ مجسم ، ترجمہ ضیاء الدین احمد برنی ، اقبال اکادمی کراچی ۱۹۶۹
- اقبال بنام شاد مرتبہ محمد عبداللہ قریشی ، نغم اقبال لاہور طبع اول ۱۹۸۶
- اقبال نامہ اول ، دوم شیخ عطاء اللہ شیخ محمد رشرف لاہور ۱۹۷۵ ، ۱۹۵۱ طبعی للترتیب -
- انوار اقبال بشیر احمد دار اقبال اکادمی لاہور بارہم ۱۹۷۷
- خطوط اقبال ڈاکٹر رفیع الدین ، مکتبہ خیابان ادب لاہور ۱۹۷۶
- خطوط اقبال بنام جناح ، محمد صباغ عالم ، یونیورسٹی پریس لاہور ۱۹۸۶
- مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خان اقبال اکادمی پکتان ۱۹۸۶
- مکاتیب اقبال بنام رائی محمد عبداللہ قریشی ، اقبال اکادمی کراچی ۱۹۶۶
- مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی ، اقبال اکادمی کراچی ۱۹۵۷
- کلیات مکاتیب اقبال ، حفیظ حسین برنی ، اسد اکادمی دہلی ج ۱ ۱۹۹۰ ، ج ۲ ۱۹۹۳ ، ج ۳ ۱۹۹۳
- Letters and writings of Iqbal BA. Dar, Iqbal Academy Karachi 1967.

ہ - ملفوظات و مرقومات

- ابتدائی قلام اقبال ڈاکٹر گیان چند شاستہ پبلشنگ ہاؤس کراچی ۱۹۸۸
- اقبال کی صحبت میں ، ڈاکٹر محمد عبداللہ حقانی مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۷
- باقیات اقبال ، محمد عبداللہ قریشی آئینہ ادب لاہور طبع سوم ۱۹۷۸
- برکات اقبال بشیر الحق دسنوی کون نور پریس دہلی ۱۹۵۹
- رخت سفر محمد انور خاثر نایاب کتب خانہ لاہور ۱۹۵۲
- روایات اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ حقانی مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۷
- روزگارِ اول ۱۹۶۶ ، دوم ۱۹۷۰ فقیر عبداللہ ، سید برادر لاہور
- سرورِ رفتہ - دورِ غلام رسول میر کتب خانہ لاہور ۱۹۵۹
- فیضانِ اقبال - شورشِ اسامی مکتبہ نمان لاہور ۱۹۶۸

— ملفوظات اقبال ، محمود نظامی ، اشاعت منزل لاہور ۱۹۴۹ء
 — نوادر اقبال ، عبدالغفار شکیل ، سرسید پب ڈپو علی روضہ ۱۹۴۲ء
 ۲۔ دیگر کتابیں

الف - اقبالیات

- آفاق اقبال ، ڈاکٹر فخر ریاض ، محبوب پبلشرز لاہور طبع اول ۱۹۸۳ء [ترجمہ: الطواسین ابن حلاقت ۱۸۷۵ء تا ۲۱۶ء]
 — اسلامی حقوق اور اقبال ، ڈاکٹر ابو سعید نور الدین ، اقبال اکادمی لاہور ، اشاعت دوم ۱۹۴۴ء
 — آئینہ اقبال ، محمد عبداللہ قریشی ، آئینہ ادب لاہور ۱۹۶۶ء [جاوید نامہ کا انگریزی ترجمہ از پرویز آبرہی] -
 — افادات اقبال ، ڈاکٹر فخر ریاض ، بقول اکیدی لاہور ۱۹۸۳ء { خلافت : روی اور اقبال ، اقبال اور نژاد نو
 علامہ اقبال اور تصور ریاست اسلامی - }
 — افکار اقبال ، سمیع اللہ قریشی ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۴۴ء { مقالات : اقبال کے دس عبادت و دعا
 فلسفہ تجدید اور اقبال }
 — اقبال ، مولوی عبداللہ ، رسالہ اردو اقبال نمبر ۱۹۳۸ء ، انجمن ترقی ہند اشاعت دوم ۱۹۴۲ء { مقالہ : اقبال کا تصور زمانہ و مکان
 سید بشیر الدین }
 — اقبال ، انس کی شاعری اور پیغام ، شیخ اکرملی { مقالہ آدم کا پہلا گناہ اور توحید فطرت } -
 کمال میل شہزاد لاہور اشاعت دوم ۱۹۴۶ء نظریہ عقل و عشق ،
 — اقبال اور ابن حلاج ، ڈاکٹر فخر ریاض ، رسالہ ملک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۴۴ء . مقالہ کتاب الطواسین اور
 تعانیات اقبال کا تقابلی مطالعہ
 — اقبال اور احترام انسانیت ، ڈاکٹر فخر ریاض ، نذیر سنٹر پبلشرز لاہور ۱۹۸۹ء -
 — اقبال اور پاکستان - فخر بخش مسلم ، کتب خانہ پنجاب لاہور ۱۹۵۰ء -
 — اقبال اور جمالیات ، ڈاکٹر نصیر الحق نامہ ، اقبال اکادمی لاہور طبع دوم ۱۹۸۱ء { مقالہ : اشاریہ رسالہ الرجال
 مصطلحات - }
 — اقبال اور عالمی ادب ، ڈاکٹر عبداللہ مفتی ، اقبال اکادمی لاہور طبع دوم ۱۹۹۰ء . مقالات
 { اقبال اور دانیت ، اقبال اور بلت ، عالمی ادب اقبال کا مقام }
 — اقبال اور عظیم شخصیات ، طاہر تلمسوی سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۲ء
 — اقبال اور فرنگیت ، راشدہ شیخ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۱۹۷۲ء
 — اقبال اور قادیانی ، نسیم آسی ، مسلم اکادمی سیالکوٹ ۱۹۷۷ء [بیلہ نبیہ کا زبہ ترخ
 اقبال اور قادیانیت ، شورش مائیری ، بطور مجاہد لاہور ۱۹۷۷ء] انکار جہاد نشہ قادیانیت ،
 — اقبال اور قرآن - ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ، اقبال اکادمی لاہور طبع ثانی ۱۹۸۸ء حقوقاً جاوید نامہ ص ۴۱۱ الخ -

- اقبال اور کشمیر، ڈاکٹر مابر اناقی ۱۹۷۷ء، [جاوید نامہ: سنز آسمانی]، سلیم علی یونیورسٹی کبس لاہور ۱۹۷۷ء
- اقبال اور نثر، حکمرانی، جگن ناتھ آزاد، مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۱۹۷۵ء، [مقالہ: اقبال اور دانستے]۔
- اقبال ایک تنقیدی مطالعہ، مرتبہ معصباح الحق صدیقی، فرحان بیلی کیمپنٹ لائبریری، مقالات
- [جاوید نامہ میں یوٹوپیا، جاوید نامہ اقبال اور جدید مسائل، جاوید نامہ، اقبال کے اپنے الفاظ میں]
- اقبال پر تحقیقی مقالے، ڈاکٹر صدیق جاوید، نثر اقبال لاہور ۱۹۸۸ء [مقالہ: تنقید غالب میں اقبال کا حصہ خصوصاً بحوالہ جاوید]
- اقبال کا کمال مرتبہ سید اصف علی شاہ جنوری، ملک نذیر احمد تاج بک ڈپو لاہور اشاعت دوم ۱۹۶۸ء [مقالہ: اقبال: جاوید نامہ]
- اقبال ۸۷ء مرتبہ ڈاکٹر وحید شریف، اقبال کا ڈاکٹر لاہور طبع اول ۱۹۸۶ء [مقالہ: دانستے اور اقبال مرتخ جبر]۔
- اقبال پر میر تقی میر کی نظریں، خورشید شاہ سنہ ۱۹۷۲ء، [جاوید نامہ]۔
- اقبال شاعر اور فلسفی، سید ومار ظلم، تصنیفات لاہور طبع اول ۱۹۶۹ء [مقالہ: اقبال کی شاعری میں ڈرامائی عنصر]۔
- اقبال شناسی، علی سرار جنوری، پبلیشرز بک سٹور لاہور ۱۹۹۱ء،
- اقبال عید آفرین، اسلم انصاری، کاروان ادب ملتان صدر بارسل ۱۹۸۷ء، مقالات: اقبال کی بیانیہ شاعری، اقبال کی شاعری میں
- [ڈرامائی سفر، اقبال کا فطری تخیل، اقبال اور فلسفہ نو]۔
- اقبال غیر مسلموں کی نظر میں، نسیم سیال/حیات سیال، مکتبہ شہکار لاہور ۱۹۷۷ء، مقالات: اقبال کا فلسفہ مزید اور جدید
- [بوسانی، اقبال بحیثیت منظر نگار]۔
- اقبال ندرت، مرتبہ افضل حق قریشی، منیب بیلی کیمپنٹ لائبریری [اسماء الرجال]۔
- اقبال کا ادبی لہجہ العین، ڈاکٹر سلیم اختر، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
- اقبال کا تصور العین، نسیم گل، شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی رورنٹیل کالج لاہور ۱۹۶۹ء
- اقبال کا تصور بقائے دوام، ڈاکٹر نعیم احمد اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۹ء
- اقبال کا تصور زمان و مکان اور دیگر مضامین، ڈاکٹر وحید الدین، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۳ء
- اقبال کا تنقیدی مطالعہ، پرویز آج، بی نیازی عسکرت پبلشرز کوس لاہور ۱۹۷۵ء [اقبال کا تصور اور دیگر مضامین]
- اقبال کا علم السلام، علی عباس حلال پوری، مکتبہ فنون لاہور ۱۹۷۲ء
- اقبال کا مانا سی سلام، آید مطالعہ، رفیق حادر، نثر اقبال لاہور ۱۹۸۸ء [باب سوم: تمثیلی منظوم: جاوید نامہ]۔
- اقبال کا مکی: عبدالسلام نور، طبع صراف لنگم پورہ راسم ۱۹۶۷ء [موضوع: فارسی شاعری]
- اقبال کی شاعری: سودا مہدائیک آروی، اراد و طاق لیاں طبع سہم ۱۹۵۵ء [مقالہ: اقبال اور دانستے جاوید نامہ]
- اقبال کی صحبت میں، ڈاکٹر محمد عبداللہ حقانی، بسن حق ارب لاہور ۱۹۷۱ء [انداز میں خلیفہ اقبال جاوید نامہ کا ذکر مختصر طور]
- اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، ڈاکٹر عبداللہ سکورسن، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء
- اقبال کے حضور، سید نذیر نیازی، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۱ء
- اقبال کے محبوب صوفیہ، اعجاز الحق قدوسی، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۶ء [بازید لکھی، ابو سعید الدین، سید سہران، جلیل]
- اقبال کی لویلی نظریں، رفیع الدین (ڈاکٹر)، شعلوب پبلشرز لاہور ۱۹۷۷ء، [حالات زندگی]۔

- اقبالیات کے نقوش ، ڈاکٹر سید اختر ، اقبال اکادمی لاہور طبع اول ۱۹۷۷ء [حصہ دوم : حکمت اقبال]
- اقبال سامعین کی نظر میں ، سید وقار عظیم ، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۳ء [جاوید نامہ : مسلم جیلر جہوڑی]
- پہا جاوید نامہ جو نظر (پشت تو) - مولانا عبدالقادر عظیم آبادی لکھتے ہیں جو سن ۱۹۷۷ء [مقدمہ ، ترجمہ منظوم بزبان لپسٹو ، از امیر حمزہ شکاری]
- پیام اقبال ، عبدالرحمن طارق ، اقبال اکادمی لاہور سن ندارد [مقالہ : مراجع روح]
- تصانیف اقبال کا تحقیقی و تفسیری مطالعہ ، ڈاکٹر رفیع الدین کاشمی ، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۸ء
- تصورات اقبال [صلاح الدین احمد] مرتبہ دین الدین احمد ، رسالت سرگرم قبول پہلی نمبر دسمبر ۱۹۶۹ء [مقالات ، پیغمبر خوات دربارت وطن ریت کنگھی ، پھر طبیعت کی طرف]
- تعلیمات اقبال ، سید عابد علی عابد ، نغمہ اقبال لاہور طبع دوم ۱۹۸۵ء [حصہ اول جاوید نامہ]
- جاوید نامہ : منظوم اردو ترجمہ رفیق خاور ، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۶ء [مقدمہ از رفیق خاور]
- جاوید نامہ : تحقیق و توضیح ، ڈاکٹر محمد رفیع ، اقبال اکادمی لاہور طبع اول ۱۹۸۸ء
- جاوید نامہ پر ایک نظر ، چوہدری محمد حسین ، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۶/۷۷ء [پرائیویٹ]
- جنرل ، ریسرچ سوسائٹی پاکستان لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء [ایک برائے دانشور کا خط جو اقبال تک نہ پہنچ سکا]
- حسین بن منصور حلاج [تحقیق و اشعار] مرتبہ ، خورشید نسیم ملک ، سنگ میل پہلی نمبر دسمبر ۱۹۸۱ء [رسالہ الخلود]
- رسالہ الخلود [جاوید نامہ] ڈاکٹر محمد السید حال الدین قاری ۱۹۷۷ء [ترجمہ ، شرح ، تعلیقات ، پیش نظر]
- روح اقبال ، ایوسف حسین خان آئینہ ادب لاہور ۱۹۸۷ء [نقدیر زمانہ ، مسئلہ جدوجہد اختیار ، مراجع نبوی ، ترجمہ کجبت]
- روحی عمر - ڈاکٹر عبدالحمید رفائی ، کائنات معرفت تہران رسالت دوم ۱۹۵۳ء
- شرح جاوید نامہ ، ہر دینر یوسف سید چشتی عشرت پبلیشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۸۱ء [سن ندارد]
- شرح جاوید نامہ ، مولانا صبیحۃ الدین بخٹیار ، اقبال لکچری (پرائیویٹ) لاہور سن ندارد ۷۷ء جاوید نامہ چھپاؤ کمپنی ،
- شوق اقبال ، سید عابد علی عابد ، نغمہ اقبال لاہور ۱۹۷۷ء [جز دوم : اقبال کے شعریاتی کا دہلیغ والہا رسالہ صفت گری]
- طاہرین اقبال ۱۲۰ ج ۳ این عمر فاروق ، اقبال اکادمی لاہور طبع اول ۱۹۹۰ء
- فکر اقبال ، ڈاکٹر حفیظہ مہدی ، نغمہ اقبال لاہور ۱۹۶۷ء
- فکر اقبال کا عمرانی مطالعہ ، ڈاکٹر صدیق عابد ، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۶ء
- فلسفہ و اقبال - نغمہ اقبال لاہور بار سوم ۱۹۷۷ء [مقالات ، نظریہ دلہیس ، اقبال ادب کے ، تصور ارتقا]
- قرآن اور اقبال ، ڈاکٹر عارف بنالوی ، کتاب ایڈیٹر کراچی ۱۹۵۰ء
- کامیابی الہی (معادل درخت) ترجمہ شیخ النور تہران ۱۹۵۹ء
- کلام اقبال کا لاک تجزیہ - آریہ نیما ، قدرت لیکچر لاہور ۱۹۵۷ء [مقالات نظریاتی ، تصور دلہیس]
- متعلقات خطبات اقبال - ڈاکٹر سید مہر اللہ ، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء [مسودہ مکتوب زور ، نقد نقد ، واقعہ خورج کنگھی]
- (بقائے دہم) اشعار اقبال جاوید نامہ میں ۲۸۶ء تا ۲۰۷ء

- مسائل اقبال، ڈاکٹر سید عبداللہ، مغربی پاکستان اردو اینڈی ۱۹۷۷ [اقبال کا برتر معاشرہ]۔
- مطالعہ اقبال کے چہر پہلو - مرزا ادیب، نغمہ اقبال لاہور ۱۹۸۵ [اقبال کی رعایت، اقبال کا کیرئیرل ٹائمر]
- مطالعہ اقبال کے چند رخ، ڈاکٹر سید عبداللہ، نغمہ اقبال لاہور ۱۹۸۷ [اقبال اور مروجہ الہی]۔
- [The Nature of Dante's influence on Iqbal]
- مطالعہ تعلیمات اقبال - ڈاکٹر اکبر حسین قریشی، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۶ [مقاومت اور اقبال اقبال کوئل کرچی ۱۹۹۶]
- مناجات جاوید نامہ، عبداللہ قدوسی، اقبال اکادمی لاہور طبع اول ۱۹۸۵ [سرمد بہار کا منتقیدی جائزہ]
- منہ لانام، ڈاکٹر حبیب اللہ، شیخ غلام علی رینڈر نر دہلی ۱۹۷۲ [اقبال اور شیطانی، اقبال اور شرارت]
- نظریہ قومیت [مولانا حسین احمد اور اقبال] - طاہرہ کتب خانہ صدیقیہ ڈیرہ غازی خان سن ۱۹۷۰
- نقد اقبال میکش آف آرڈر، آئینہ ادب لاہور ۱۹۷۰
- نقد اقبال حیات اقبال یس - ڈاکٹر حسین زاقی، نغمہ اقبال لاہور ۱۹۹۲ [اقبال کے حکم میں عشق و جنس، جاوید پرچہ]
- یاد اقبال، مابرطوری، مکتبہ انکار دہلی ۱۹۷۷ [حالات زندگی دیفہ]

- About Iqbal and his thoughts M. M. Sharif, Islamic Culture Lahore 1964.
- Address to Javid [A word to the new generation] S. T. Amin Book Sales Karachi 1971.
- A Study in Iqbal's Philosophy BA. Sar. Sh. M. Ashraf Lahore 1944.
- Contribution to Iqbal's Thoughts Dr. M. M. Naeef, Islamic Book Service Lahore 1977. [Iqbal's Concept of Time & Space]
[Iqbal and Islamic State.]
- Concept of Love in Rumi and Iqbal, Islamic Culture Lahore 1940.
- Dictionary of Political thoughts David Muller New York.
— [Utopianism, Feminism, Islamic Political Thought]
- Encyclopaedia Britannica 24th Edition 1982 Great Books.
[Vol. 13 virgil]
[Vol. 21 Dante.]
- Javid Nama A. J. Arbery [Introduction / Preface].
- Impact of Rumi on the Religious Thoughts of Iqbal,
— Nazir MA Department of Philosophy Punjab University
— Lahore 1973.
- In Memoriam of Iqbal vol. 1, II, III Iqbal Academy
Karachi 1968, 1969.
- Iqbal's Quranic Wisdom M. M. Naeef, Islamic Book
Foundations Lahore 1981. [Iqbal on life after death]

- Studies in Iqbal S.A. Shahid, M. Ashraf Lahore 1978
- (Iqbal and Dante)
- Studies in Iqbal thoughts and Art. Saad Shaukat. Bazm-i
Iqbal 1977, [Iqbal's view of Islamic Nationalism]
in Javid Nama, J.B. Prior —
- The Political Philosophy of Iqbal, Parveen Shaukat AG
United Publications Lahore 1978. [Dante]
- The Sword and Sceptre Ed. Riffat Hussain, Iqbal
— Academy Lahore 1977.
[The Divine Comedy of modern India,
Dante and Iqbal,
The Javid Nama in the light of Compara-
ative study of Religions.]
- Tribute to Iqbal Ed. by Mohammad Hanif Shahid,
Sang-e-maal Publications Lahore. 1977.

- مجلہ اقبال (دہلی) ۱۹۸۷، بزم اقبال لاہور
 - " " اپریل ۱۹۸۵ " "
 - " " اپریل ۱۹۹۳ " "
 - " " اکتوبر ۱۹۹۵ " "
 - Iqbal, Bazm-e-Iqbal January 1985 [Islam and Communism]
 - Iqbal " July 1985 [Background and
 Significance of Allah Abad
 Presidential Address Prof. Razi]
 - مجلہ اقبال (دہلی) اقبال اکادمی پاکستان جنوری ۱۹۹۲
 [اقبال کا تصور خدی اور عقیدہ آفت، خدو اللہ]
 [اقبال اور صورت الوجود، لفرانہ ماہر]
 - خدا اور خدی - یوسف سلیم چشتی -

— اقبالیات ، اقبال اکادمی پاکستان جولائی ۱۹۹۵ء (اقبال نامہ نگین - ڈاکٹر نعیم احمد)

۱۹۹۴ هجری خورشیدی
۱۹۹۴

خدا کا تصور (مذہباً)
علاحدہ اقبال اور بھرتاری پری

— خیابان اقبال نمبر ۱۹۴ شعبہ اردو پورٹریٹ گیلری (بحری ہری کا اسٹوڈیو)

— خیابان اقبال نمبر ۱۹۷۷

— خیابان اقبال نمبر ۱۹۷۷

صحیفہ، مجلس ترقی ادب، لاہور، اکتوبر دسمبر ۱۹۸۶ء

[اردو ترجمہ ڈاکٹر حمید زید الدلی] [دہلی کی تعانیف لہذا رسل و سرپرست: ڈاکٹر طفیل]

صحیفہ —————

• جعفر کا مارج ۱۹۸۸ { فنر اقبال میں خواتین کا مقام : جاوید نامہ کا فوری نسخہ }
کے حوالے سے — پروسیجر جیلد بی کامران —————

_____ صحیفہ _____

اکتوبر ۱۹۲۰ء

ادبالات سے مکالمہ شیطان کا تصور - سید فیاض محمد
 اقبال کا ایک جزوی منبع فکر باہو - برادر بیچہ اللہ علی
 برصغیر میں مسلم شخص اور اقبال - مسعود احمد راسی

_____ صحیفہ " جنوری مارچ ۱۹۹۲ء [اردو شاعری اور فلمی اصطلاحات - ریاضہ نازش]

— صحیفہ " اکتوبر دسمبر ۱۹۹۲ { اقبال انسٹی ٹیوٹ - رانگھم شیر }

صحیفہ " جمہوری مارچ ۱۹۹۳ (اقبال اور قسطنطنیہ - ارشاد مبارک رومانی)

_____ صحیفہ " جنوری مارچ ۱۹۶۴ء { عہدہ اقبال بلدر پاکستان سلیم - رشاد گڑھ]

— صحیفہ — اکتوبر دسمبر ۱۹۹۷ء [اقبال کی زبان پر امید الہی تزلزلہ - اکبر حیدر شمیمی]

— علم کی دستکِ معلوم اقبال ادیب پونیو سرسی اسلام آباد - اکتوبر دسمبر ۱۹۸۵ء { خزانہ بیل کی تعلیق ایشیا رچو لٹری، ڈاکٹر محمد رفیع } [نظریہ جبریت ، عبد الحمید راٹھور]

— علم کی دہک ۷ اپریل ۱۹۹۳ء [اقبال کا تقدس ملت : ارشد شاہراہی]

— سرور نظر، ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد، اپریل ۱۹۷۷ء [ایضاً مامون بن ابی حنیفہ اور
موسیٰ بن جعفر بن محمد بن عوف]

— مایو — مکہ المملک پاکستان اسلام آباد ستمبر ۱۹۷۷ء [منصور علاج اقبال کا نظریہ: ابن میر شمس]

۱۹۴۲
- نیزند خیال اقبال بزم دفتر نیزند خیال [تمام اقبال ابھرتا ہے سدا]

— دفاق ہفت روزہ لائل پور ۱۹۴۱ء [ابتداءً پرتوی] —

— ماہ نو مملہ اللہ ما پاکستان و سلام آباد ستمبر ۱۹۷۷ء

— نیزنگ خیال ۱۹۷۲ء نیزنگ خیال [تعارف اقبال اور بھٹو پر]]

— وفاق بہت روزہ ۱۹۷۱ء [اقبال اور بھٹو پر]]

منصور حلاج (اقبال) نظر بن : دین میرکھل
دانش اور اقبال الساندر بلو سانی —
اقبال اور عشق سید عابد علی عابد
اقبال کے ملام میں صوفیائے کرام [جیل نقوی
کی تعلیمات]
اقبال اور جدو نسل ، مسعود کوریر

ج۔ دیگر معاون کتابیں

- احادیث مشکوٰۃ - استاد مدنی - الزمان فروز انور ترجمہ ڈاکٹر محمد عبداللطیف - بیکن لکچر رومی روداد پور بار اول ۱۹۷۵ء
- ادب نامہ ایران - مرزا جعفر بیگ - ج ۱ تا ۳ - یونیورسٹی پبلیکیشنز لاہور سن ندارد
- اسلوب - سید عبدعلی عابد جس ترقی ادب لاہور طبع اول ۱۹۷۱ء
- اصطلاحات صوفیہ - شاہ محمد عبداللہ - مکتبہ لاہور
- انسان کامل - شیخ عبدالکریم الجبلی - فینس کینیڈی کراچی ترجمہ محمد فضل میراں طبع مکتبہ ۱۹۷۷ء
- بانگی ہندوستان - مولانا محمد فضل حق قرظاوی - ترجمہ عبداللہ عذرا شروانی - مکتبہ نازیب لاہور طبع ثالث ۱۹۷۸ء
- بحرِ بری پری اردو میں زینت - یوسف ناظم - مکتبہ جامعہ میٹرو - جامعہ نگر نئی دہلی ۱۹۶۵ء
- تاریخ العرب الوری
- تاریخ لغتوف - بشیر احمد دار - اردو ثقافت و سلامیہ لاہور ۱۹۷۲ء
- تاریخ لغتوف - پروفیسر یوسف سلیم جتوئی - دارالکتاب اسلام آباد لاہور سن ندارد
- تحذیر الناس - مولانا قاسم نانوتوی - دارالانشاعت کراچی سن ندارد
- تذکرہ سوانح کثیرہ - ج ۱ - رشیدی ج ۱ تا ۳ - (قبال اکادمی لاہور)
- لغتوف اسلام - مولانا عبدالماجد دریا آبادی - ناشران قرآن لاہور سن ندارد
- جذبات بحرِ بری - جے آر حسن چوہدری - راجستان - جے پور ۱۹۵۱ء اصل محفوظ پنجاب یونیورسٹی
- وجودہ صدایِ نمر - سیارہ ڈائجسٹ فروغی پاریس ۱۹۸۱ء - حمید نظامی رڈ لاہور
- خلاصہ تاریخ بائبل - پروفیسر ایس این اڈین - آڈین لاہور ۱۹۷۵ء
- دنیا کے بڑے مذہب - محمد الحسن آزاد فاروقی - فینس بکس لاہور بار اول ۱۹۹۱ء
- ذخیرۃ الملوک - ایرکبر سید علی محمد الی - ترجمہ مولانا مولوی غلام قادر - مکتبہ سعید محمد راولپنڈی ۱۹۸۷ء
- رسالہ شیریہ - دام محمد کلیم بن ہوازن شیری - قزوین - قدیم و جدید ڈائریکٹر حسن - اردو ثقافت و سلامیہ لاہور ۱۹۷۷ء
- سیاسی و شیعہ جات - ڈاکٹر محمد عبداللہ عذرا آبادی - جس ترقی ادب لاہور بار اول ۱۹۷۴ء
- سیر العباد الی المعاد - حکیم سنائی (ترجمہ دکنی) مکتبہ لاہور سہیل ۱۹۷۵ء
- شتک بحرِ بری - اندر محمد لال چند ننگ - لاہور اصل محفوظ پنجاب یونیورسٹی
- عبدمنعم بن لغتوف کی تحریکیں - پروفیسر ہارون زہرہ - بزم علم و فن انٹرنیشنل اسلام آباد ۱۹۹۹ء بار اول
- عنائد علماء دین دارم سام الحرمین - مولانا خلیل الرحمن شہزاد - مولانا حسن علی - مولانا محمد منظر نظامی طبع دارالاساتذہ کراچی
- عبقات - مولانا شاہ وکیل شہید - ترجمہ محمد سید خان دھن گیلانی - اردو سلامیہ لاہور
- فتاویٰ عبدالحی دکنوی - اردو ترجمہ مولانا فوز محمد عالم - محمد سعید اینٹرنیشنل دکنی ساز خانہ کراچی رشتہ اول ۱۹۷۶ء
- فتاویٰ ہیریہ - گورنر اشرف اسلام آباد بار سوم ۱۹۸۵ء
- نفوس الحکم - شیخ ارجم الدین ابن ابی رزق - مولانا عبدالقدیر مدنی - قدیم شریک پبلشر لاہور ۱۹۸۸ء
- فینن مشرق - ڈاکٹر محمد احمد - ادارہ انیس اردو الہ آباد بار اول ۱۹۵۹ء

